بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یارم

سمیرا حمید

علی میاں پبلی کیشنز

20۔عزیز مارکیٹ، اردو بازار لاہور پاکستان۔فون: 37247414

نام کتاب - یارم		اشاعت سوم - دسمبر 2015ء
مصنفہ - سمیرا حمید		مطبع - علی میاں پبلیکیشنز، لاہور
ناشر - عبدالغفار		قیمت - 1000 روپے

ISBN 978-969-517-344-2

اہتمام ———— خالد علی

خزینہ علم وادب الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور
دعا پبلشرز الحمد مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
علم وعرفان پبلشرز الحمد مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور
علی بک سٹال نسبت روڈ، چوک میو ہسپتال، لاہور

رشید نیوز ایجنسی فریئر مارکیٹ، فریئر روڈ، کراچی
ویلکم بک پورٹ مین اردو بازار، کراچی
فرید پبلشرز مین اردو بازار، کراچی
شاہ زیب انٹرپرائزز مین اردو بازار، کراچی
مکتبہ عمران ڈائجسٹ مین اردو بازار، کراچی

اشرف بک ایجنسی اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی
سعید بک بنک جناح سپر مارکیٹ، اسلام آباد
دعا بک کارنر امین پور بازار، فیصل آباد
مختار برادرز امین پور بازار، فیصل آباد
کلاسک بکس اندرون بوہر گیٹ، ملتان

انتساب:

کینسر کے مریضوں، ان مریضوں کا علاج کرنے والے ڈاکٹروں
اور دنیا بھر کی ان تمام تحقیق گاہوں کے نام!
جہاں کینسر پر رات دن تحقیق کی جا رہی ہے۔

سمیرا حمید
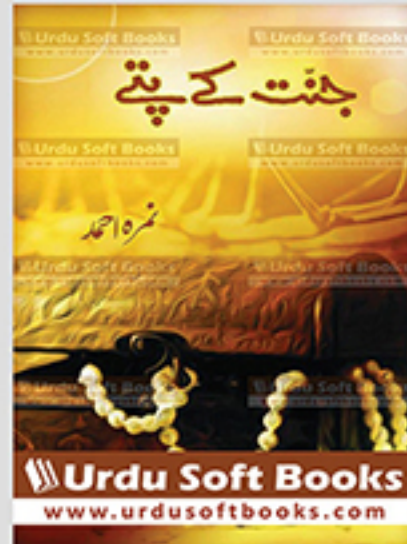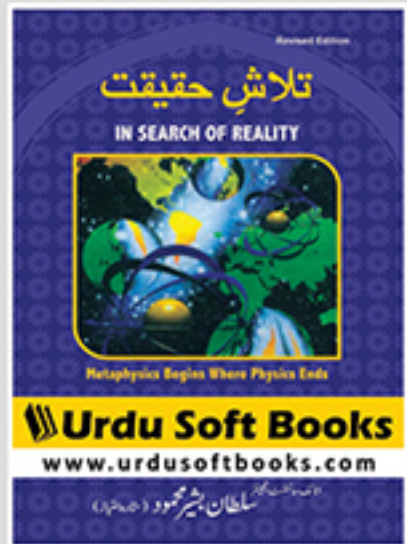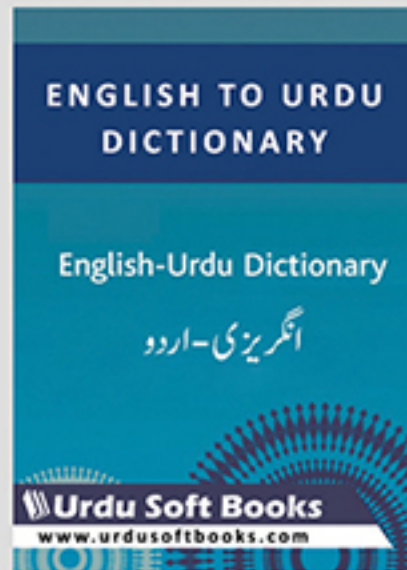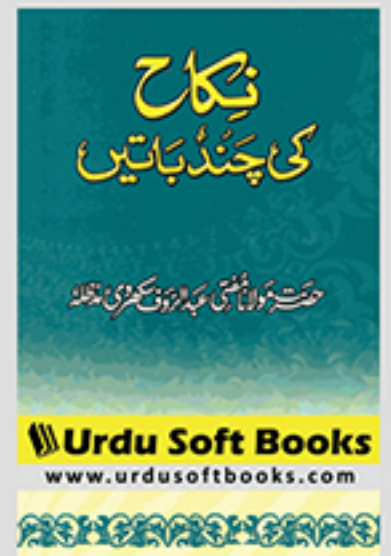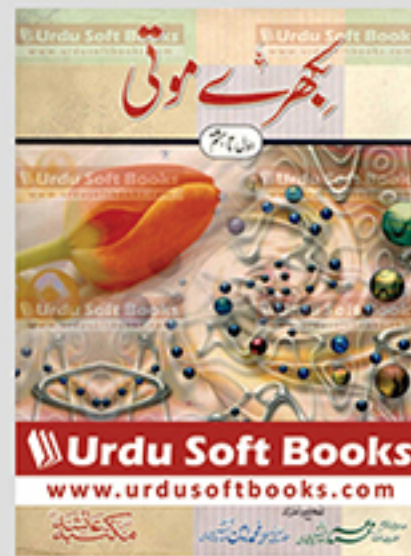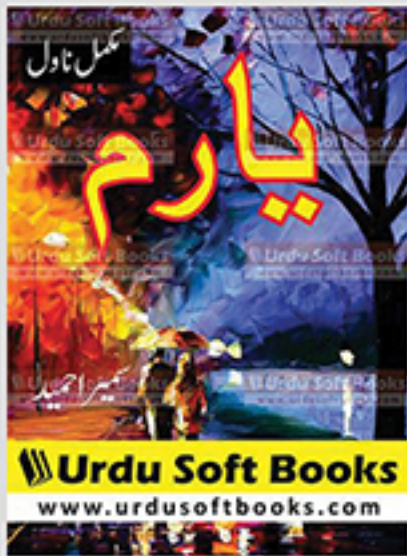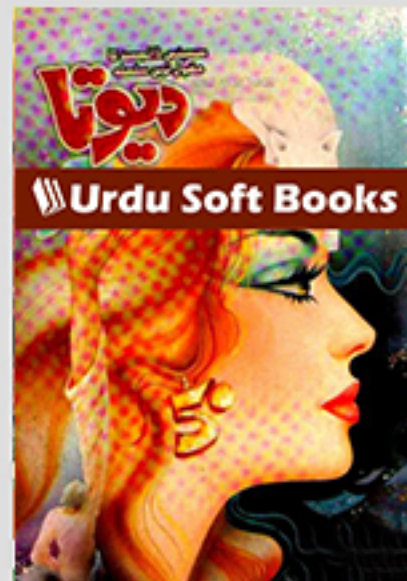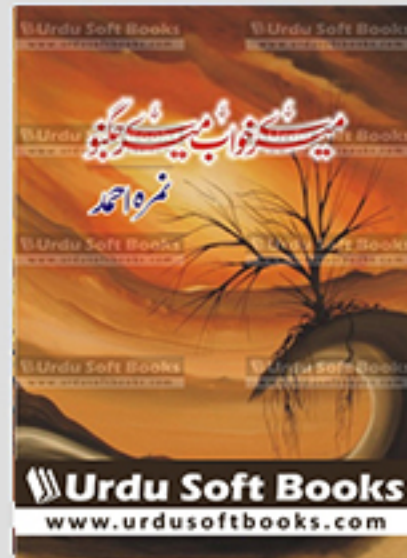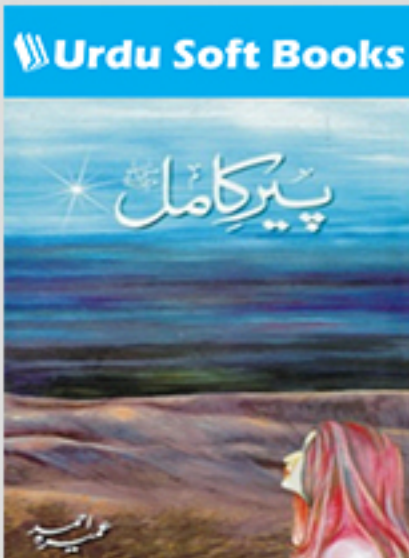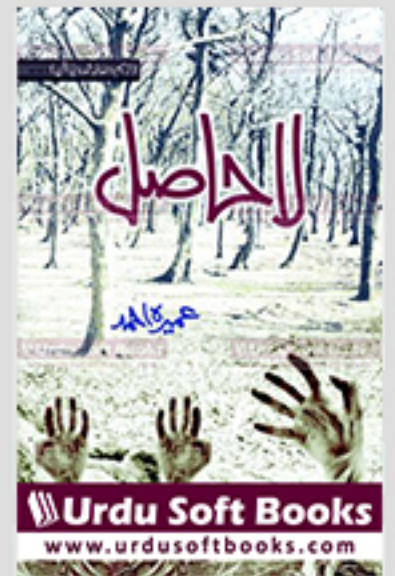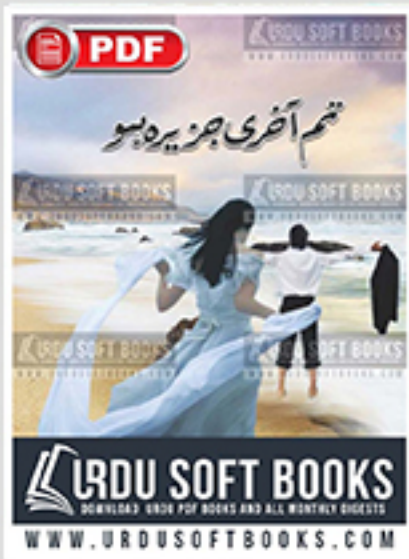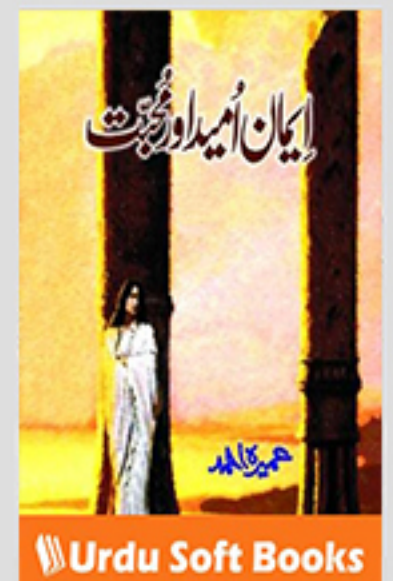
''لوحِ کلام''

''سب تعریفیں صرف اور صرف خدا بزرگ و برتر کے لیے جو لفظ اتارتا ہے، انہیں ترتیب دلواتا ہے
اور جو ہر تخلیق پر قادر ہے۔''

''الہام سوچ کے آغاز کا دروازہ ہے اور داستان اس دروازے کے پار کا جہاں۔''
میں نے الہام کی ترتیب اور کرداروں کی بنت کی محرابوں کو اٹھاتے کسی خطاط کی طرح تصورات کو ان پر نقشین کرتے ''جہانِ الہام'' کی وسعت کے درمیان خود کو کھڑے پایا، جس کے اطراف کو مجھے داستانِ یارم میں سمونا تھا۔

اور بحکم خدا، میں نے خوش رنگ، ہر رنگ کے پرندوں کو اُڑایا اور ان کی پروازوں کے سنگ خود کو پایا۔ محسوسات کی پرتوں کو پوروں سے چھوا، خیالات کی خوشبوؤں کو ان کے مسکن سے نکالا، وقت کے تھال پر قسمت کے سکوں کی کھنک سنی اور زندگی کے آبِ نیل کی گہرائیوں سے کلام سمیٹا اور لفظوں کو بصورت ''یارم'' مجسم کرتے احترام سے قلم بند کیا۔

سمیرا حمید

”نگارِ یارم“

امرحہ لاڈ کی دھوپ

شہرِ قلم کار، دادا، مانچسٹر یونیورسٹی، آسک می

عربی سلطان عالیان

لیڈی مہر، شٹل کاک، ویرا کارل، پرانک، ٹویٹ

خزاں، مورگن، برف، امتحانات

ڈریگن پریڈ، محبت مرگ سے، سائی، شارلٹ، ٹریبوٹ

برننگ مین، ولیدالبشر، اے آنکھ تُو کیوں روتی ہے

فراقِ یار، ابہام، گپت، رمزِ حقیقی، سماں عشق، براز یلا

”عشق اسرارِ اعظم“

ایک لڑکی ہے امرحہ
کشمیر کے سبزہ زار سی
پرستان کے گلاب سی
زمرد جڑے عطر دان سی

ایک لڑکا ہے عالیان
عرب کے سلطان سا
داستان کے جمال سا
آسمانی فرمان سا

باب

عشق ایک داستان ہے......
محبت کے اسرار کی......
انوار کے قیام کی......
امرحہ اور عالیان کی......

O......❖......O

امر پریم کا اگر کوئی لاڈ کا نام ہوتا تو وہ "سرما کی دھوپ" ہوتا۔
پرِ سرخاب پر اُڑ کر آتی، راج ہنسوں سنگ جھومتی، سنہری ذروں سے مرتسم سرما کی دھوپ اس کے سیاہ بالوں سے شناسائی برتتی لاڈ کرنے لگی۔
مراحم (مہربانیاں) دھرتی پر قیام کے لیے اس سے اپنی ابتداء پر مسرور ہوئیں......
سبزے کی وسعت پر فدا ہوتی اس نازنین کو اس نے سر اٹھا کر دیکھا اور اس مسکراہٹ سے مسکرا دی جو اس کے اختیار میں تو رہا کرتی تھی لیکن استعمال میں نہیں......
نئے وقتوں کی آمد نے اس کی سماعتوں کے سپرد وہ سرگوشیاں کیں جو وہ وقت کی گزرگاہوں سے احتراماً چرا لائیں تھیں......
اس کی......وہ جو امرحہ ہے......
لان کے کونے میں وہ ایسے بیٹھی ہے جیسے زندگی کی بساط پر وہ ایسا بے نام مہرا ہو جس سے مات دی جائے نہ چال چلی جائے......جو کونوں میں ہی بیٹھتی ہے......کیونکہ اسے منظرِ عام پر آنے سے ڈر لگتا ہے......
کیوں ڈر لگتا ہے......؟
کیونکہ اسے ڈرایا جاتا رہا ہے اور پھر اس کی حیثیت اپنے ہی گھر میں کچھ ایسی سی ہے جو جھاڑو کی ہوتی ہے......ضروری بھی اور......چھپی......گندی بھی۔
ایک طرف بیٹھی دادی زیرِ لب بڑبڑاتے ہوئے اپنے بالوں کا خود ہی مساج کر رہی ہیں۔ انہوں نے دانیہ سے کہا تھا لیکن اس نے ایسے ظاہر کیا جیسے اس نے تو کچھ سنا ہی نہیں......دادی نے کچھ کہا ہی نہیں......اور وہ کامل توجہ سے رسالہ پڑھتی رہی ساتھ مالٹے کی پھانکیں بھی منہ میں ڈالتی رہی اور یہ سب کرتے وہ کچھ ایسی سی نظر آ رہی تھی کہ جیسے بے چاری لڑکی دانیہ کل ہی تو اپنے ایم فل سے فارغ ہوئی ہے اور آج کچھ ذرا سی دنیاداری نظر رہی ہے۔
اماں فون پر بات کر رہی ہیں......اور حماد کانوں میں ائیر فون لگائے نیا نیا ریپ میوزک سے متعارف ہو رہا ہے......
کیونکہ اسے چلنے میں خاصی دشواری ہو رہی ہے اور اس کے دونوں ہاتھ ہوا میں ایسے مڑ مڑ کر لہرا رہے ہیں، جیسے خدانخواستہ اسے

ٹہلتے ٹہلتے مرگی کا دورہ پڑ رہا ہو۔

اور وہ کونوں میں خود کو چھپانے والی موبائل انٹرنیٹ پر مصروف ہے...... نہیں نہیں، وہ کسی سوشل نیٹ ورکنگ سائٹ پر نہیں ہے...... وہ کسی سے چیٹ بھی نہیں کر رہی...... ارے نہیں وہ گوگل امیجز پر مشہور ڈیزائنرز کے کپڑوں کے ڈیزائن بھی نہیں نوٹ کر رہی...... وہ تو...... وہ تو مانچسٹر یونیورسٹی کے پاکستانی اسٹوڈنٹ سوسائٹی کے گروپ لیڈر کی ای میل پڑھ رہی ہے اور اس کے ہاتھ پیر ایسے کانپ رہے ہیں جیسے ابھی ابھی اسے فریزر سے نکال کر دھوپ میں رکھا گیا ہو...... یا جیسے اس کے کان میں کہا گیا ہو کہ جہاں تم بیٹھی ہو ٹھیک وہیں خزانہ دفن ہے...... چپکے سے نکال لو اور اب وہ یہ خزانہ چپکے سے ہی نکالے گی...... اس سے اپنی چیخ دبائے نہیں دب رہی...... اور یہ اس نے ہلکی سی چیخ مار ہی دی۔

سب سے پہلے تو دادی نے ہی اپنا ہاتھ روک کر اسے ناگواری سے دیکھا پھر سوائے دادا کے سب نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی اور اپنے انہماک کو قائم رہنے دیا۔

دادا جو توبۃ النصوح پڑھنے کی کوشش کر رہے تھے، اس کے پاس آئے۔

''امرحہ...... کیا ہوا؟''

پیارے دادا، صرف وہی پوچھتے تھے وہ دادا کے کان میں کھسر پھسر کرنے لگی...... تھوڑی دیر بعد دادا توبۃ النصوح کو سینے سے لگا کر کھڑے ہوئے اور سب کو سنانے جیسے انداز میں کہنے لگے......

''آملے لینے ہیں منڈی سے...... مجھ سے کہاں اٹھائے جائیں گے اتنے...... امرحہ! تم آجاؤ ساتھ۔''

''اسے لئے جا رہے ہیں...... مل گئے پھر...... منڈی بند ہو جائے گی یا آگ لگی ہوگی منڈی میں۔'' دادی نے اس کے متعلق اپنے خیالات کے اظہار میں دیر نہیں کی۔

''ہم دوسرے شہر کی منڈی میں چلے جائیں گے...... اگر وہاں بھی آگ لگی ہوئی تو ہمارا انتظار نہ کرنا۔ ہم شہر شہر، منڈی منڈی آگ لگا کر آئیں گے۔''

''شہر شہر کیوں...... ملکوں ملک کیوں نہیں......؟''

''ہاں بھئی اب تیار رہنا سب...... دنیا میں آگ بھڑکنے والی ہے......''

''اب کی...... کب کی بھڑک چکی۔'' دادی نے ایسے کہا جیسے ایسا عظیم سچ نہ بولا تو ان پر کفر کا فتویٰ لگا دیا جائے گا۔

بی بی امرحہ نے ذرا گھور کر دادی کو دیکھا اور دادی نے اپنا رخ بدل لیا۔

''تو کیا اب یہ مجھے بھسم کرے گی۔''

انہوں نے خود پر آیاتِ مبارکہ پڑھ کر پھونکیں۔ بہت خوفزدہ رہتی تھیں اس کی نظروں سے دادی...... سب ہی رہتے تھے۔ تباہی اور بربادی تھی نا وہ...... نیک شگونی کی دشمن، بدشگونی کی دوست کیونکہ عین اس کی پیدائش کے دن بڑے تایا چل بسے تھے...... پھوپھی پھوپھا کا کار ایکسیڈنٹ ہوگیا...... چھوٹی پھپھو کے گھر شارٹ سرکٹ سے آگ لگ گئی اور سارے ساز و سامان کو نگل گئی...... چچا کی بیٹی کی منگنی اس دن ہونا تھی، تایا کی وفات سے وہ ملتوی ہوگئی۔ بعدازاں رشتہ ہی ختم ہوگیا...... اور ماموں کے الیکٹرونکس کے اسٹور میں پورے چار لاکھ کی چوری ہوگئی۔ ماموں صدمے سے چار دن ہسپتال رہے۔ امرحہ سے بڑے علی کی چھت سے گر کر بائیں ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی، جس کی وجہ سے وہ پورے دو سال لنگڑا کر چلتا رہا...... ساتھ کے گھر کی ملائکہ آپا بیوہ ہوگئیں۔ ان کے شوہر کا فرانس میں ہارٹ اٹیک سے انتقال ہوگیا...... سامنے کے گھر والوں کی بہو کے مردہ بچے کی پیدائش ہوئی۔ اور...... اور بھی بہت کچھ...... فہرست کافی لمبی تھی اور دن بہ دن لمبی ہی ہوتی جا رہی تھی...... مثلاً اگر کوئی کہتا۔

''بس اماں جی! اپنے دھیان میں تھی، پتا ہی نہیں چلا کب حاشر اپنا ہاتھ جلا بیٹھا......''

دادی پوچھتیں کیا دن تھا......

''منگل کا دن تھا...... آج ہی کے دن...... بلک بلک کر رو یا میرا بیٹا...... میں بھی دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔''

''اچھا منگل...... اور تاریخ کیا بنی......''

''تاریخ بھی دو......''

''اچھا...... دو اور اوپر سے منگل...... مدیحہ بیٹا! منگل کی دو کو ہمیں یہ وبال نصیب ہوا تھا...... اس دنیا پر یہ امر حہ عذاب بن کر آئی تھی...... ہمارے خاندان میں تو ہر تاریخ دو، ہر دن منگل...... کیا کریں گناہوں کے عذاب بھی تو بھگتنے ہی پڑتے ہیں نا۔''

اگلی بار جناب حاشر کے ہاتھ جلنے کا قصہ بھی اس ''نجس جنم پتری'' میں شامل کر دیا جاتا۔

اماں بھی ذرا خائف سی رہتیں اس سے...... اتفاق سے ہر سال لگ بھگ اسی دن ماموں کے اسٹور پر تین بار چوری ہو چکی تھی۔ تنگ آ کر ماموں نے اسٹور ہی بیچ دیا اور دوسرا کاروبار کرنے لگے۔ اماں کو بھولتا ہی نہیں تھا کہ کیسے ان کے بھائی کا چمکتا دمکتا شاندار اسٹور بک گیا اور بھائی صاحب کنگلے سے ہو گئے۔

ایک دادا تھے جو پانچ وقت نماز پڑھتے اور صرف اللہ سے ڈرتے...... احادیث پر عمل کرنے کی کوشش بھی کرتے...... جاہلانہ باتوں اور خیالات سے دور ہی رہتے...... ورنہ جمعرات کے جمعرات ان کے گھر چراغ جلتے...... تین یا پانچ...... بس طاق...... جفت نہیں...... دادی مرنے والوں کے نام مخصوص جگہ چراغ روشن کرواتیں۔

''لا مذہب ہو سب کے سب...... کیا کبھی روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چراغ جلتے دیکھے ہیں...... کیوں خلاف مذہب ایسے کام کرتے ہو؟''

دادی ہاتھ سے اشارہ کرتیں کہ جائیں اپنا کام کریں۔

بابا نے اعظم مارکیٹ میں قالین اسٹور کی نئے سرے سے آرائش کروائی تو افتتاح کے وقت ناریل پھوڑا...... اعظم مارکیٹ کے دوسرے مالکان محظوظ ہوتے رہے اور بابا صرف اتنا ہی کہتے رہے کہ وہ فلموں میں دیکھتے تھے تو انہیں بڑا اچھا لگتا تھا......

''کیا ہوا جو کر لیا تو...... تم سب تو کسی کو خوش بھی نہیں دیکھ سکتے۔'' بابا نے ایسے کہا جیسے ان کے دیرینہ خواب کی تکمیل کا مذاق اڑایا جانا انہیں پسند نہ آیا ہو۔

جمعرات کے جمعرات بریانی کی دیگیں تقسیم کرنے کی روایت بھی بابا کو بہت عزیز تھی۔

دادا نے ایک بار کہا......

''گھر کے کاموں میں مدد کے لیے جو آپا آتی ہیں ان کی بچی کے کان کا آپریشن ہونا ہے، بچی بہت تکلیف میں ہے زیادہ نہیں تو دو تین جمعراتوں کی بریانی کی دیگوں کے پیسے دے دو...... کچھ کا انتظام میں کر دوں گا، ایسے اس کا آپریشن ہو جائے گا۔''

بہت بحث ہوئی...... بابا نے دادا کو لادین قرار دے دیا اور دادا نے بابا کو بے حس...... خیر دیگیں تو پکتی رہیں آپا کی بیٹی کا کیسے بھی کر کے دادا نے آپریشن کروا دیا۔

تو بس یہ ماحول تھا گھر کا اور یہ حال تھا گھر والوں کا...... غلط باتوں کو پکڑ کر بیٹھے رہتے...... دادا تو بہت بےزار اکتائے اکتائے رہتے...... لیکن کسی پر بس ہی نہیں چلتا تھا۔ زیادہ تر کتابیں پڑھتے رہتے یا دادا پوتی دونوں لاہور کی سڑکوں کو شرف چہل قدمی بخشتے......

''نہیں ملے نا آملے۔'' جب دونوں خالی ہاتھ گھر آئے تو دادی نے طنزاً انہیں کہا بس وہ طنزاً ہو گیا۔

دادااور امرحہ دونوں زیرِ لب ہنس دیئے۔ جس کام سے وہ گئے تھے وہ ہوگیا تھا۔

''ہمیں تو کہہ کر گئے تھے دنیا میں آگ بھڑکا کر ہی واپس پلٹیں گے، اب ایسے کیسے واپس آ گئے...... یا آگ لگی ہے لیکن ہمیں ہی دکھائی نہیں دے رہی......''

دادا پوتی دونوں خاموشی سے منظر سے غائب ہوگئے

ایسا نہیں تھا کہ ایک دادی ہی اسے منحوس مانتی تھیں۔ دادی اور اماں کی دیکھا دیکھی علی، حماد اور دانیہ بھی دادی کے کہے پر یقین کرنے لگے تھے...... کچھ اس لیے بھی کہ ان کی کبھی امرحہ سے بنی ہی نہیں تھی اور اس لیے بھی کہ امرحہ نے ان سے بنا کر رکھی ہی نہیں تھی

علی کی ہیوی بائیک کے ساتھ کچھ ہو جاتا تو اس پر غصہ نکال لیتا۔ وہ بھی علی کو دو سنا کر چھپ کر رونے لگتی اور خود کو کوستی جاتی۔

''میں منحوس ماری...... میں منحوس ماری۔''

دانیہ چپکے سے اماں سے کہا کرتی۔

''میرے کپڑے لایا کریں تو امرحہ کو نہ دکھایا کریں۔ پتا نہیں کیوں، پر میرے پہننے سے پہلے وہ دیکھ لیتی ہے تو مجھے زہر لگنے لگتے ہیں۔'' کسی تازہ ہوئی اپنی اور امرحہ کی لڑائی کے بعد وہ ایسے امرحہ پر اپنا غصہ نکالتی

امرحہ غصے میں کپڑوں پر سیاہی، چکنائی کا داغ لگا دیتی اور وہاں لگاتی جہاں سے صاف ہو کر بھی صاف نہ ہوتا...... اور پھر رات کو کہیں چھپی بیٹھی روتی جاتی۔

''میں منحوس ماری...... میں منحوس ماری......''

اس منحوس ماری کو دادا نے ذرا سنبھالا...... ان ہی کے کمرے میں ایک طرف اس کا بیڈ رکھا تھا...... ان ہی کے ساتھ بازار جاتی، سہیلی کے گھر جاتی...... ان ہی سے پیسے لیتی...... دادا ہی اس کے اماں بابا، بہن بھائی بن گئے۔ اس کی باتیں سنتے اس سے باتیں کرتے، رات رات بھر بیٹھ کر اس کے فضول اور بے سروپا شکوے سنتے، دن بھر اس کا کس کس نے دل دکھایا اس پر اس کے ساتھ مل کر آنسو بہاتے۔ امرحہ کے ساتھ بس اسی سب میں مصروف رہتے۔

ایک رات اس نے بابا کو اماں سے کہتے سن لیا۔

''سٹور پر چار لاکھ کا لکڑی کا کام کروانے جا رہا ہوں...... کسی کو بتانا نہیں۔ نظر لگ جاتی ہے...... خاص کر اپنی امرحہ کو۔''

وہ رات بھر روتی رہی...... ہچکیاں لیتی گئی۔ بد دعائیں دیتی گئی کہ وہ مر جائے یا لکڑی کے ساز و سامان کو آگ لگ جائے...... لیکن نہ وہ مری نہ سامان کو آگ لگی بلکہ...... بابا کے چار لاکھ روپوں میں سے پورے ڈیڑھ لاکھ کم ہوگئے...... چھوٹی پھپھو آئیں اور اپنی کوئی ضرورت بتا کر پیسے لے گئیں...... بابا اماں سے چڑ گئے۔

''کہا تھا نا، کسی کو مت بتانا...... ہوگیا اب کام۔''

سارا عذاب امرحہ پہ نہ آ جائے، دادا نے اپنے دوست سے لے کر دیئے پیسے اور پھر کہیں جا کر نارمل پھوٹا اسٹور کے آگے۔

تو یہ حیثیت ہے ہماری امرحہ کی کہ پیدائش سے لے کر بڑے ہونے تک ایسا ہزاروں بار ہوا...... وہ بول لیتی...... بہن بھائیوں سے لڑ بھی لیتی لیکن رات رات بھر روتی بھی رہتی...... اس کا جی چاہتا کہیں بھاگ جائے، چھپ جائے...... گم ہو جائے کہ کسی کو یاد نہ رہے کہ اس کی پیدائش کی خبر سنتے ہی دادی کے دائیں پیر میں موچ آ گئی تھی...... بعد ازاں اماں کے کمر درد نے بھی اماں کو سکون کا سانس نہ لینے دیا۔

دانیہ، حماد، علی کبھی جل کر کبھی مذاقاً اور کبھی صرف اسے روتے دیکھنے کے لئے اسے اس کی نحوست کے قصے سناتے رہتے

کہ وہ بھول نہ جائے کہ وہ کون ہے۔ اسکول میں ایک بار ٹیچر کی کرسی کا پایہ جو عرصے سے ٹوٹ جانے کے قریب تھا، ٹوٹ گیا اور ٹیچر جی دھڑام سے نیچے آ گریں تو وہ فوراً کھڑے ہو کر رونے لگی اور اس نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''ٹیچر...... میں نے کچھ نہیں کیا...... یہ کرسی خود بخود ٹوٹی ہے...... میں سچ بول رہی ہوں۔''

ٹیچر کبھی سر پر ہاتھ رکھ کر کہہ دیتیں کہ سر میں درد ہے تو وہ سہم جاتی۔ ''میں نے آپ کے سر کو نہیں دیکھا...... سچ بالکل نہیں دیکھا۔''

خاندان کی تقریبات میں وہ انہی کارناموں کی وجہ سے جاتی نہیں تھی جو سارے خاندان میں ایسے مشہور تھے جیسے شالوں میں کشمیری شال اور میووں میں چلغوزہ۔

ایک بار وہ گئی تو بارات جسے دن دو بجے دوسرے شہر سے آنا تھا، آئی ہی نہیں...... شام سے رات ہو گئی۔ ان کی گاڑیاں موٹروے پر خراب کھڑی تھیں...... دولہا باراتیوں کے بغیر آنے کے لئے تیار نہیں تھا...... جب تک لاہور سے نئی کاریں بھیجی گئیں اور وہ سب اس میں بیٹھ کر آئے، رات کے بارہ بج چکے تھے...... سب مہمان جا چکے تھے اور صرف قریبی عزیز ہی موجود تھے...... وہ بھی دادا کے ساتھ چپکے سے گھر واپس آ گئی اور اپنے نئے ڈیزائنر ڈریس کو آگ لگا دی...... اس کے سب کزنز اس کے گرد گھیرا بنائے اس کا مذاق اڑانے میں مصروف تھے۔

''نانا! ذرا پوچھئے کھانا جل گیا یا بچ گیا...... امرحہ آئی ہیں نا آج...... بجلی کے کنکشن بھی چیک کروا لیجئے گا...... شارٹ سرکٹ سے آگ نہ بھڑک اٹھے۔'' کسی ایک نے کہا۔

''میں تو دعا کرتی ہوں کہ دولہا بھائی خیریت سے آ جائیں۔'' خوبصورت نظر آنے کی کوشش کرتی خالہ زاد بولی۔

''مجھے تو دلہن کی فکر ہے...... افواہ اڑی تھی کہ دو لاکھ کا لہنگا جلتے جلتے بچا ہے۔'' ادائے نازنین اپناتے دوسری خالہ زاد نے بھی بولنے میں دیر نہیں کی۔

''لہنگا تو بچ گیا لیکن دلہن کے بال جل گئے...... ویسے آئرن مشین بال جلاتی تو نہیں...... لیکن آہ...... کچھ بھی ہو سکتا ہے آج تو......'' کوئی تیسرا بولا۔

''ہم سب تو مذاق کر رہے تھے امرحہ تو سنجیدہ ہی ہو گئی۔'' وہ رونے جیسی ہو جاتی تو کوئی کہہ دیتا۔

تین گھنٹے بعد اس کا خالہ زاد تنے ہوئے اعصاب کے ساتھ ایسے آیا جیسے کسی کو پھانسی گھاٹ لے جانے آیا ہو۔

''چار پانچ گھنٹے سے پہلے بارات نہیں آئے گی...... سب امرحہ سے معذرت کرو...... اس نے ہماری معذرت قبول کر لی تو شاید بارات جلدی آ جائے۔''

''بکواس بند کرو سب اپنی۔'' وہ اتنی زور سے چلائی کہ ان دس بارہ کا گروپ سن سا ہو گیا۔

''میں تمہارا منہ توڑ دوں گی حسان......'' اس نے بمشکل خود کو رونے سے روک کر چلا کر کہا۔

''منہ تو تمہارا توڑا جانا چاہئے جو اپنی ساری نحوست لے کر میری بہن کی شادی خراب کرنے آ گئیں......''

امرحہ کا جی چاہا، وہ سارے پنڈال میں آگ بھڑکا دے...... کاش واقعی شارٹ سرکٹ ہو جائے اور سارے روشن قمقمے بجھ جائیں...... تاکہ اس کے دھاڑیں مار مار کر روتے تاریک چہرے اور کپکپاتے وجود کو کوئی نہ دیکھ سکے۔ وہ کب سے سب کے مذاق میں چھپے طنزوں کو جھیل رہی تھی......

''وضو کرنے کے بعد مسجد جانے سے پہلے خود کو آئینے کے سامنے کھڑا کر کے ضرور دیکھنا...... شاید دوبارہ کبھی مجھے یہ سب کہتے تمہاری زبان لڑکھڑا جائے...... اور تمہیں یہ بات سمجھ میں آ جائے کہ کچھ بھی برباد اور آباد کرنے کی طاقت انسان کے ہاتھ میں ہے نہ اختیار میں...... ''حکم کن اور عمل فیکون'' رب کی خوبی ہے اس کے بندوں کی نہیں۔'' بمشکل خود کو رونے سے بچاتے اس نے پانچ وقت کے نمازی حسان سے کہا اور باقی سب کی طرف افسوس سے دیکھا۔

دادا کو لے کر وہ چپکے سے گھر آ گئی...... اس کی سگی خالہ زاد کی شادی تھی اس کے دل میں بھی ارمان تھے شادی کو لے کر...... اس نے خاص اس شادی کے لئے بہت تیاریاں کی تھیں...... لیکن سب نہ صرف بے کار گیا بلکہ اسے دکھ دے کر گیا...... اس نے ایک سفید کاغذ پر "میں کبھی کسی تقریب میں نہیں جاؤں گی...... کبھی بھی نہیں۔ وعدہ" لکھ کر اپنی الماری کی اندرونی دیوار پر چپکا دیا۔ جب کبھی اس کا کہیں جانے کو دل چاہتا، وہ الماری کھول کر اپنے وعدے کو یاد کر لیتی......

یہ سب وہ کرتی تو گئی لیکن بہت اکیلی بھی ہوتی گئی۔

وہ آسانی سے رو پڑتی...... اسے آسانی سے رُلایا جا سکتا۔

جیسے کہ کوئٹہ والے ماموں سال میں کبھی ایک بار آ جاتے تو لحاف میں دبک کر کافی کا بڑا مگ پیتے ہوئے کہتے۔

"بلاؤ ذرا امرحہ کو...... اسے رُلائیں۔"

وہ نہ جاتی تو ماموں کھینچ کھانچ کر لے جاتے...... ہنس ہنس کر سب لوٹ پوٹ ہوتے...... وہ دھاڑیں مار مار کر رو رہی ہوتی اور ماموں اس کی نحوست کا ایک ایک قصہ حوالہ جات کے ساتھ سنائے جاتے...... اماں اسے ڈانٹتی۔

"مذاق کر رہے ہیں ماموں، امرحہ...... کیوں ایسے دھاڑیں مار رہی ہو۔"

دادا آتے، سب کو ڈانٹ کر اسے لے جاتے۔

"جاہل لوگ ہیں امرحہ یہ، ان پر توجہ نہ دیا کرو۔"

وہ کون سی عالم تھی جو خود کو اچھی طرح سے سمجھا لیتی...... نو عمر...... دکھی اور خود کو خود ہی منحوس سمجھنے والی...... بس رو دینے والی لڑکی ہی تو تھی اور پھر ہر بار تو خود کو فلسفوں سے مطمئن نہیں کیا جا سکتا تھا۔

"سب جاہل ہیں۔ پُرسکون ہو جاؤ۔"

"سب پاگل ہیں۔" ہاں یہ ٹھیک ہے۔

ایسا سوچا جا سکتا ہے...... کہا جا سکتا تھا...... لیکن ایسا ٹھیک ٹھیک ہو نہیں پاتا...... رزلٹ اگر سو فیصد ہوتا بھی تو اگلی بار "صفر" ضرور ہو جاتا ہے۔ وہ جتنا خود کو "یہ سب جاہل ہیں" کہہ کر بہلاتی، اتنا ہی اگلی بار ان سب جاہلوں کی باتوں پر ہچکیوں سے روتی۔ دادا کی باتیں اسے تھپک تھپک کر سلاتی تھیں تو اسی نیند میں وہ ان سب کی باتوں پر کراہتی تھی۔

امرحہ...... دکھیوں میں سب سے دکھی......

امرحہ...... تنہاؤں میں سب سے تنہا......

○......❖......○

دادا گورنمنٹ پنجاب پبلک لائبریری میں لائبریرین تھے۔ اسکول کی چھٹیوں میں وہ سارا دن پنجاب لائبریری میں گھومتی پھرتی رہتی تھی۔ ویسے بھی دادا اسے کم سے کم گھر میں رہنے دیتے تھے۔ وہ اسکول سے پیدل چل کر لائبریری آ جاتی دونوں دوپہر کا کھانا وہیں کھاتے، اسی ملازمت کے دوران دادا حضور نے ہزاروں کتابیں پڑھی تھیں اور اسی لئے وہ جمعرات کو مرنے والوں کے نام کے دیئے نہیں جلاتے تھے۔ شام کو دونوں چہل قدمی کرتے۔ لاہور مال روڈ کی لمبی سڑکوں سے ہوتے سردی گرمی بھنے چنے اور راکھ پکی چھلی کھاتے رات گئے گھر آتے۔ امرحہ کا تو دل چاہتا کہ رات کو بھی گھر نہ جائے اور بھلے سے مال روڈ کے فٹ پاتھ پر سو جائے۔

گھر پر نظر پڑتے ہی دادا آہ صورت کہتے۔

"لو آ گئی جیل۔"

"پاگل ہو گئے ہو تم تو کتابیں پڑھ پڑھ کر...... ڈھنگ کی نوکری مل جاتی تو عقل تو نہ جاتی۔" دادی سن لیتیں تو کہتیں۔

دادا کو ڈھنگ کی نوکری نہ ملی لیکن ڈھنگ سے عقل ضرور مل گئی۔ بابا نے اپنے وقت کی دس کو بھی جیسے اپنے اسٹور پر رکھ

کر بیچ دیا قالینوں کے ساتھ...... پتا ہی نہیں چلتا تھا کہ دس جماعتیں پڑھے ہیں یا دس تک گنتی...... علی بڑا تھا اور کمال کا بڑا تھا۔ ہر جماعت میں سینئر ہی رہتا دو سال ضرور ہی لگاتا...... پھر حماد تھا...... اسے دنیا بھر کے گانے والوں، ناچنے والوں، انہیں نچانے والوں کے نام گھر، شہر، قومیت، مذہب، شادی، بچوں، افیئرز کے بارے میں تو معلوم تھا لیکن یہ نہیں کہ ایف اے کے بعد کی ڈگری کو کیا کہتے ہیں اور اسے پاس کیسے کرتے ہیں...... کتنا چاہا دادا نے کہ ایک انجینئر بن جائے یا کم سے کم دیال سنگھ کالج میں لیکچرار...... ورنہ ایک ہسپتال میں ڈاکٹر اور ایک پاک آرمی میں کپتان...... لیکن دادا کے سوچنے سے تو کچھ نہیں ہوتا نا...... ویسے ان کے کہنے سے بھی کچھ نہیں ہوا......

پھر امرحہ کا نمبر تھا، کم وہ بھی نہیں تھی اور کیونکہ بے چاری سی، تھی تو ہر وقت روتی رہتی...... بڑی مشکل سے دادا نے اسے آٹھ جماعتیں پاس کروائیں۔ تازہ تازہ ہوئے کسی واقعہ پر رونے کے دوران اس نے پڑھائی چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا اور عمل بھی۔ سارا سارا دن دادا کے ساتھ لائبریری رہتی۔

دادا نے منت کی۔ ''امرحہ میٹرک کرلو۔''

''اس سے کیا ہوگا؟''

''تعلیم سے کیا نہیں ہو سکتا۔''

''سب مجھے پسند کرنے لگیں گے کیا؟'' استہزائیہ انداز۔

''تمہیں یہ فکر کیوں ہے کہ سب تمہیں پسند کریں، تعلیم تمہیں اپنے لیے حاصل کرنی ہے، اپنی زندگی کو تعمیر کرنے کے لیے۔''

''میری زندگی میری نحوست نے کافی اچھی تعمیر کر دی ہے۔'' اب طنزیہ انداز۔

''تمہیں اتنا کمزور نہیں ہونا چاہیے کہ تم ایسے ہتھیار پھینک دو، معاشرہ، ماحول، یا لوگ کیسے بھی ہوں، ہمیں اپنے راستے بنانے نہیں چھوڑ دینے چاہیے، اور ان راستوں پر روشنی کے انتظامات میں لگے رہنا چاہیے۔''

''ایسی باتیں کتابوں میں ہی اچھی لگتی ہیں دادا۔''

''کتابیں نازاں ہیں ایسی باتوں کی ملکیت پر، ان پر عمل کر کے ہمیں بھی نازاں ہونا چاہیے امرحہ۔''

''میں جو کہتی ہوں وہ آپ سمجھتے نہیں، کتنی بار کہہ چکی ہوں بھاگ جاتے ہیں کہیں...... دور، بہت دور۔'' وہ ہر بات کو اسی ایک بات پر ختم کرتی۔ اسے بس کسی بھی طرح سے اپنے ماحول سے دور جانا تھا۔ جہاں رونا ہی پڑے تو اس کی تمہید کچھ اور ہوا کرے۔ جہاں اداسی آیا ہی کرے تو اپنے ساتھ مسرت کو چھپا لایا کرے۔ جہاں صبح ہو، شام ہو، پھر رات ہو، لیکن آہ نہ ہو۔

دادا کے پاس تھوڑے سے جو پیسے تھے ان سے اسے اپنے دوست کے گھر بلوچستان بھگا لے گئے۔ دس دن رہ کر آئے۔ خاندان میں تو کہیں وہ جاتی نہیں تھی۔ وہاں بہت خوش رہی...... پھر دادا سے کہنے لگی۔

''دادا آپ دبئی چلے جائیں پھر مجھے بھی وہیں بلا لینا...... بڑے خوش رہیں گے ہم دونوں۔''

دادا اس عمر میں کیا دبئی جاتے، ہاں پھر بھی اس سے وعدہ کر لیا۔

''میٹرک کرلو پھر چلا جاؤں گا......''

اس نے دبئی کے لیے...... میٹرک کر لیا...... خوب جی جان لگا کر کیا اور اتنی جان لگانے پر بھی کچھ زیادہ بڑا دھماکہ نہ کر سکی یہی عام عام ہوئی سیکنڈ ڈویژن...... جو ہر کس و ناکس کے ہاتھ آ ہی جاتی ہے۔

O......چ......O

ابھی دنوں نیا نیا واقعہ ہوا تھا کہ بابا کا ہاتھ جل گیا...... دادی اپنی فطرت سے مجبور اس پر طنز کرنے لگیں تو وہ آگے سے جواب دینے لگی تو بابا نے غصے سے جلا ہوا ہاتھ ہی اس کے گال پر تھپڑ بنا کر مار دیا...... اور مزید غصے سے اس نے اپنا سر دیوار

میں زور سے دے مارا...... سر سے خون نکلا...... سر میں بہت درد ہوا اور اس درد اور خون کو بھلا کر وہ بابا کے تھپڑ کو لے کر روتی رہی...... رات کے پہلے پہر سے آخری پہر تک...... پھر اپنے اسکول بیگ میں اپنے چند کپڑے رکھ کر گھر سے نکل گئی...... چلتی گئی...... چلتی گئی...... گھر کی سڑک کو پار کیا۔ بڑی سڑک تک آئی۔ اسے بھی پار کر گئی۔ چلتی گئی...... چلتی گئی...... حد تو یہ کہ پہلی بار سڑک پر یہاں وہاں پھرتے آوارہ گندے سندے کتوں سے بالکل نہیں ڈری...... آنکھوں میں اشک لئے...... کندھے پر اسکول بیگ لٹکائے ایسے چلتی جا رہی تھی جیسے خدانخواستہ دنیا میں اکیلی ہو۔

کچھ دور آگے جا کر سمجھ میں نہ آیا کہ اب کہاں جائے...... تو سڑک کے کنارے فٹ پاتھ پر بیٹھ کر رونے لگی۔

''تھکا ڈالا تم نے مجھے امرحہ!'' دادا اسی فٹ پاتھ پر اس کے ساتھ بیٹھ گئے ہاتھ میں پانی کی بوتل تھی۔ پہلے خود پانی پیا پھر اسے پلایا۔

''میں نے گھر چھوڑ دیا ہے۔'' پانی پی کر وہ چلائی۔

''ایک دن تو تمہیں وہ گھر چھوڑنا ہی ہے...... وہ تمہارا گھر ہے بھی نہیں میرے بچے۔''

''جاتے کیوں نہیں ہیں آپ دبئی...... کر لیا ہے نا میں نے میٹرک......''

دادا گڑبڑا گئے۔ ''میں بوڑھا، کمزور، بیمار شیمار رہنے والا بندہ اب کہاں جاؤں گا ملک سے باہر وہ بھی کام کرنے...... خود سوچ بچے...... کتنا بوڑھا ہو گیا ہوں میں...... اور بہرا بھی تو ہو رہا ہوں۔''

''تو وعدہ کیوں کیا تھا؟'' بابا کے مارے تھپڑ کو بھول کر وہ اس بات پر ہچکیوں سے رونے لگی کہ دادا نے وعدہ پورا نہیں کیا۔

دادا بہت دیر چپ ہی رہے...... نو عمری پھر امرحہ جیسا دکھی دل...... اب کوئی جھوٹی تسلی اسے نہیں دی جا سکتی تھی۔

''تم کیوں نہیں چلی جاتیں امرحہ؟''

''کہاں؟'' ایک بڑی سی ہچکی لی کر اس نے کندھے سے اسکول بیگ اتارا۔

''دبئی، امریکا، آسٹریلیا، کینیڈا، فرانس۔''

''میں امریکا، فرانس۔'' وہ اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگی کہ دادا کو کیسے کیسے لطیفے یاد آ رہے ہیں۔ اس کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ یہ کوئی وقت ہے مذاق کرنے کا وہ بھی ایسا بھیانک......

''ہاں نا...... مرزا کمال کی نواسی نے ایف ایس سی میں ٹاپ کیا ہے اس سال۔ اسے اسکالرشپ ملا ہے۔ دو دن ہوئے وہ کینیڈا چلی بھی گئی...... امرحہ! تم بھی ایف ایس سی میں ٹاپ کر لو۔''

''میں......؟'' پھر وہی بھیانک مذاق کا انداز...... اُف یہ دادا......

''ہاں امرحہ بچے...... ٹاپ کرو اور چلی جاؤ...... مرزا کمال کی نواسی سات سال بعد آئے گی واپس بلکہ سمجھو آئے گی ہی نہیں...... پڑھائی ختم ہونے کے بعد اسے کینیڈا میں ہی تین سال کی لازمی سروس کرنی ہوگی...... یوں ہو گئے دس سال...... دس سال وہ بھی کینیڈا میں...... وہاں بیس پچیس لاکھ لگا کر جایا جاتا ہے، وہ مفت چلی گئی ہے۔ دیکھ لو، امرحہ! تعلیم کے کتنے فائدے ہیں. آپ خود کو منوا لو تو دنیا آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیتی ہے۔''

رات کے آخری پہر سڑک کے کنارے بیٹھے دادا اسے فلسفہ کے معلم اوّل ارسطو سے کم نہیں لگ رہے تھے جو سکندر اعظم کو تاریخی فاتحوں کی فتوحات بڑے سلیقے سے سمجھا رہا تھا۔

اور پھر سکندر اعظم بھی تو فاتح رہا تھا۔

اور یوں اس نے بہت دل سے دادا کے ساتھ جا کر کالج میں داخلہ لیا...... رات دن پڑھائی...... بس پڑھائی...... ٹاپ کرنا اس نے خود پر لازم کر لیا بلکہ فرضِ اول مان لیا۔ اسے اتنا یقین تھا خود پر کہ وہ خود ہی سب دوستوں اور ہم جماعتوں کو

بتانے لگی...

''مجھے تو کینیڈا جانا ہے...... پورے دس سال رہوں گی وہاں۔'' اس کا انداز ایسے ہو جاتا جیسے وہ کسی دوسری دنیا کا باشندہ ہو اور جو کہتا ہو۔

''مجھے تو واپس اپنی دنیا میں جانا ہے یہاں تو حادثاتی طور پر آ گیا، ہاں بس کبھی کبھی قسمت ایسے ہی خراب ہو جاتی ہے۔''

''ڈاکٹر بن جاؤں گی...... مزے سے اپنی زندگی گزاروں گی۔'' یہ کہتے وہ ایسی شہزادی بن جاتی جو بوڑھی ملکہ کے مرتے ہی خود ملکہ بن جانے والی ہو، اور اب بس اس نے تو بوڑھی ملکہ کے دن گننے بھی شروع کر دیئے ہوں۔

''ہاں، ہاں میرے فیوچر پلانز میں ہمیشہ سے یہی شامل تھا مجھے اپنی زندگی کسی یورپین کنٹری میں ہی گزارنی تھی۔'' یورپ کو وہ صرف کینیڈا تک جانتی اور مانتی تھی اور یورپ ایسے کہہ رہی تھی جیسے ساری دنیا کو گھوم پھر کر دیکھ بھال کر اس نے سات براعظموں میں سے ایک یورپ کا انتخاب کیا ہو۔

''بس کسی طرح سے یہ دو سال گزر جائیں...... امتحانات ہوں اور میں جاؤں......'' سورج کو اتنی جلدی دن لانے اور رات کو چاند ستارے لانے کی نہیں ہوتی ہوگی جتنی اسے یہاں سے بھاگ جانے کی تھی۔

ان دو سالوں میں وہ بہت خوش رہی۔ اس نے کینیڈا کی اتنی معلومات اکٹھی کر لیں کہ خود کینیڈین بھی وہ سب نہیں جانتے ہوں گے جو وہ جاننے لگ گئی تھی۔ دادا نے اسے وہ ساری کتابیں لا دیں جن میں لفظ کینیڈا کسی نہ کسی طرح سے موجود تھا بلکہ اس نے وہ کتابیں دادا سے منگوالیں۔

اور پھر رزلٹ آ گیا...... ٹاپ بھی ہو گیا لیکن افسوس کسی اور کا...... وہ اے پلس بھی نہ لے سکی...... رو رو کر اس نے اپنا حشر کر لیا۔ دادا نظریں چرائے چرائے، چھپتے سے پھرتے جیسے امتحانات انہوں نے دیئے تھے اور ٹھیک سے انہوں نے ہی محنت نہیں کی اور فیل ہو گئے۔ چند جگہ اپلائی کیا اسکالرشپ کے لئے لیکن جہاں ڈبل پلس والوں کی بھرمار ہو وہاں خالی خولی ''اے گریڈ'' کو کون پوچھتا ہے۔ دادا کو ان دنوں معلوم ہوا کہ ملک میں کتنی بڑی تعداد لائق طلباء کی ہے۔ جہاں جہاں وہ اس کا فارم جمع کروانے گئے تھے وہاں موجود جم غفیر دیکھ کر انہیں خوشی تو ہوتی لیکن اپنی امرحہ کے لئے افسوس بھی ہوتا۔ وہ اسی وقت سمجھ گئے کہ اسے مشکل سے ہی کوئی اسکالرشپ ملے گا...... اور وہی ہوا۔ اسے معذرت کے تین آفیشل لیٹر آ گئے سکالرشپ دینے والے اداروں کی طرف سے، ایڈمیشن فارم نہ آئے۔

گھر والے لاعلم رہے کہ دادا پوتی کے درمیان کیا چل رہا ہے۔ امرحہ کا بخار اترنے کا نام کیوں نہیں لے رہا...... امرحہ اور دادا میں بات چیت کیوں بند ہے...... امرحہ اب دادا جی دادا جی کیوں نہیں کہتی پھرتی...... ساتھ اس کی ہم جماعتوں اور دوستوں کے فون آتے رہے۔

''کب جا رہی ہو کینیڈا...... دیکھو مل کر جانا۔''

''ہمت ہے تمہاری امرحہ جو اتنی دور جا رہی ہو پڑھنے...... میں تو سوچ کر ہی مرنے لگتی ہوں۔''

اس نے دو سالوں میں اتنے یقین سے اپنے جانے کے بارے میں کہا تھا کہ سب کو کامل یقین تھا کہ اب بس وہ کینیڈا گئی...... وہ سب طنز نہیں کرتی تھیں، پر امرحہ کو تو طنز ہی لگ رہے تھے نا......

○......❖......○

بابا نے اس کی منگنی کر دی...... اس نے بھی کروالی کہ کینیڈا نہ گئے نہیں دوسرے گھر ہی چلو...... لیکن دوسرے گھر بھی نہ جا سکی...... چھ ماہ بعد ہی منگنی ٹوٹ گئی۔ ظاہر ہے انہیں بھی خبر ہو گئی کہ اس لڑکی کی پیدائش اور بعد از پیدائش سے کیسے کیسے واقعات جڑے ہیں...... بابا کو غصہ تو بہت آیا لیکن کیا کر سکتے تھے...... اماں اور دادی پر ناراض ہوئے کہ کیوں ایسی ایسی باتیں کر کے امرحہ کو اتنا مشہور کر دیا ہے کہ اس کا رشتہ ہی ختم ہو گیا۔ اماں اور دادی بھی پچھتائیں پر اب تو دیر ہو چکی تھی نا......

پھر دوسرا رشتہ ہوا۔ بابا نے فوراً شادی کی تاریخ دے دی لڑکے والوں کو۔ نہ منگنی نہ نکاح فوراً شادی اور عین شادی سے پندرہ دن پہلے جس دن وہ اپنا سرخ شرارہ پہن کر دیکھ رہی تھی، اسے لڑکے کی جوان بہن کے بیوہ ہونے کی خبر ملی۔
قصہ ہی ختم۔

اور اس بار اسے خاندان سے وہ وہ کچھ سننے کے لیے ملا کہ اس نے دادی کی نیند کی گولیاں کھا لیں۔

ہفتے بعد جب وہ ٹھیک ہو کر گھر آئی تو اس کا جی چاہا کہ پھر سے گولیاں کھا لے اور فوراً مر جائے...... اماں بابا کونوں کھدروں میں چھپ چھپ کر روتے ہوں...... دادی "ہائے میری جوان بچی ہمیں چھوڑ کر چلی گئی۔" کہہ کہہ کر ہچکیاں لیتی ہوں...... اور دادا ہمیشہ کے لئے اس گھر کو چھوڑ دیں اور بابا، دادی دیوانوں کی طرح دادا کو ڈھونڈتے ہوں اور دادا رات کو چھپ کر اس کی قبر پر آتے ہوں۔ اسے اپنی موت کے تصور سے ایسے راحت ملی کہ سب روتے رہیں گے جنہوں نے اسے رُلایا ہے مگر وہ صرف یہ تصور ہی کرتی رہی، دوبارہ ہمت نہ ہوئی موت کو گلے سے لگانے کی۔ دادا اس سے بات کرنے کی اسے منانے کی کوشش کرتے رہتے لیکن وہ دادا سے بات ہی نہ کرتی جیسے اس کے ساتھ ہوئے ہر برے سانحے کے ذمہ دار وہی ہیں۔

جوان لڑکی نے خود کو ختم کر لینے کی کوشش کی اور یہ سب ان جاہلانہ باتوں کی وجہ سے ہوا تھا جو وہ بچپن سے اپنے لئے سن رہی تھی۔ اگر وہ نیند کی گولیوں سے نہ مرتی تو ذہنی دباؤ سے مر جاتی۔

"میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں امرحہ! کہ میں تمہیں پڑھنے کے لئے باہر کے ملک بھیج سکوں...... شادی بھی تمہاری نہیں ہو رہی...... میں نے تمہارے بابا سے بات کی تو وہ الٹا مجھ پر ہنسنے لگا کہ وہ تم پر اتنے لاکھوں روپے لگا کر تمہیں پڑھنے کے لئے بھیجے، اس سے اچھا ہے وہ تمہارے لئے زیورات بنوا کر رکھ لے یا تمہارے نام کے پیسے بینک میں جمع کروا دے تاکہ تمہاری شادی میں کام آ سکیں۔ دیکھو اب یہ تو سوچ ہے ہم سب کی کہ تعلیم پر خرچ کرنے کو ہم بربادی کہتے ہیں اور اپنی ناک کو معاشرے میں اونچا رکھنے کے لیے لاکھوں کا شاندار جہیز تیار کرتے ہیں۔

امرحہ! میں بے زار ہوں ایسے لوگوں سے جو مقدس راتوں کو لمبی لمبی عبادتیں کرتے ہیں اور سال کے بارہ مہینے گناہ کی مختلف حالتوں میں مبتلا رہتے ہیں...... جہالت، جھوٹ، حسد، بے ایمانی، غیبت سے خود کو بچانے کی رائی برابر جدوجہد نہیں کرتے اور وضو کر کے نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تمہاری سابقہ ساس جنہوں نے شادی کو ختم کیا، وہ مذہبی اجلاس میں احادیث کا حوالہ دے کر مذہبی تقاریر کرتی ہیں...... میں اسی لئے بہت مطمئن تھا کہ تمہاری شادی وہاں ہو جائے...... پر وہ بھی وہی خوش رنگ پھل نکلیں جو اندر سے گلا سڑا اور بدبودار ہوتا ہے...... ہماری یہ منافقت معاشرے کے سکون کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے...... ہم جو خود کو سیدھے راستے کی طرف سمجھتے ہیں ہم الٹی طرف جا رہے ہیں...... الٹے پیروں جا رہے ہیں۔

امرحہ! میرے دل کے ٹکڑے! دوبارہ مرنے کی کوشش نہ کرنا، میں کیسے ایسے دکھ کو جھیلوں گا بچے...... دیکھو کوئی نہ کوئی رستہ ضرور بن جائے گا۔"

دادا نے اسے بلوچستان کا ایک اور پندرہ روزہ ٹور کروا دیا اور جیسے تیسے اسے منا کر کالج میں داخلہ لے دیا لیکن اب اس کی زندگی تھوڑی سی زیادہ تلخ ہو چکی تھی کہ اب اس کی دو منگنیاں ٹوٹ چکی تھیں...... ماموں نے اپنے بڑے بیٹے کے لئے دانیہ کا ہاتھ مانگ لیا۔

اماں اور دادی نے خود سے امرحہ کا کہا بھی لیکن ماموں دانیہ کے لئے ہی اصرار کرتے رہے۔

"اتنے ڈرپوک ہیں سب کہ رسک لینے کے لئے تیار ہی نہیں۔" وہ تلخی سے دادا سے کہتی۔

"جو خدا سے دور ہوتے ہیں وہ ایسے ہی خوف زدہ ہوتے ہیں۔"

"میں تو خدا سے دور نہیں پھر میرے ساتھ یہ سب کیوں؟"

''کبھی کبھی قدرت بے خبر سونے والوں کے سر پر کنکر مارتی ہے تا کہ وہ بیدار ہو جائیں اور اپنے مقصدِ حیات کی طرف لپکیں۔''

''میرا کوئی مقصد نہیں، میں بس خوش رہنا چاہتی ہوں۔''

''ہوسکتا ہے تمہارا کوئی مقصد بن جائے اور تم ایسے خوش رہو کہ تم اپنے ماضی کے دکھوں پر افسو۔ ہوسکتا ہے خدا نے تمہارے لیے کچھ اور سوچا ہو، جو اچھا نہ ہو بلکہ شاندار ہو۔''

''مجھے اس پر شک ہے...... میرے لیے ایسا بھی کیا ہوگا...... کچھ بھی نہیں...... ہاں بس کچھ بھی نہیں......''

O......❖......O

اسی دوران ایسا ہوا کہ جس سے اس کی منگنی ٹوٹی تھی اس کی شادی اس کی خالہ زاد مائرہ سے ہوگئی...... مزید یہ کہ اس لڑکے کی فوراً پروموشن ہوگئی اور کمپنی کی طرف سے اسے ایک بہترین گھر مل گیا۔ شادی کا تحفہ یورپ کا ایک ماہ کا ٹور......

مائرہ نے ایک دن اسے فون کیا۔

''میں نے تو افراسیاب سے کہا کہ مجھ سے شادی کر کے بچ گئے آپ ورنہ اگر امرحہ...... hmm...... چھوڑو...... ویسے اچھے خاصے کنگلے ہو جاتے اور پتا نہیں کیا کیا ہو جاتا ان کے ساتھ۔''

وہ خاموشی سے مائرہ اور افراسیاب نامہ سنتی رہی...... عاجز آ کر مائرہ نے پوچھا۔

''کچھ تم بھی بولو...... کچھ کہو۔''

اس نے فون بند کر دیا...... اتنا جواب ہی کافی تھا۔

کالج وہ جاتی رہی...... دادا سے کم بات کرتی۔ ان سے ناراض تھی۔ دادی اور اماں اب اسے گھر میں کچھ بھی نہیں کہتے تھے۔ گھر میں آگ بھڑکتی، دادی کے پیر میں موچ آ جاتی۔ حماد کا موٹر سائیکل کا حادثہ ہوتا یا بابا کو اسٹور پر کوئی نیا نقصان اٹھانا پڑتا...... کوئی کچھ نہ کہتا کیونکہ اب یہ ٹھیکہ زور و شور سے دوسروں نے لے لیا تھا...... امرحہ کو ایسا لگتا کہ تاریکی کا گہرا جنگل ہے جس میں وہ بھٹکتی پھر رہی ہے لیکن روشنی کی کرن ہے کہ آ کر نہیں دے رہی...... اسے لگتا کہ دنیا سب کچھ بھول جائے گی لیکن اس کے متعلق کچھ نہیں بھولے گی...... وہ دعا کرتی کہ کاش کوئی ہوا چلے اور سب کے ذہنوں سے اس کا نام مٹا ڈالے...... نہ کسی کو اس کا نام یاد رہے نہ اس نام کی شخصیت سے جڑے واقعات...... گھر میں مہمان آتے تو وہ لائبریری چلی جاتی...... وہاں بھی شام تک ہی رہ سکتی تھی...... پھر دادا اسے لئے لئے گھومتے پھرتے وہ دادا سے بات نہ کرتی مگر ان کے ساتھ ساتھ گھومتی رہتی...... دادا جانتے تھے وہ لوگوں کا سامنا کرنے سے خوفزدہ رہتی ہے خاص کر رشتے داروں اور جاننے والوں سے...... اور یہ خوف ان ہی لوگوں نے اس کے اندر پیدا کیا تھا۔

وہ خاندان کی تقریبات اور گھر میں کسی کو دکھائی نہیں دیتی تھی پھر بھی وہ ان سب میں بے حد مقبول تھی...... وہ ڈسکس کیے جانے کے لئے قہقہے لگانے کے لئے ایک بہترین موضوع تھی۔ سانپ سیڑھی کا وہ کھلاڑی جسے بار بار سانپ کھا لیتا ہے اور اس کی دم سے لٹکتا وہ سب سے نچلے درجوں میں آ جاتا ہے...... بار بار۔

امرحہ جیسی خوب صورت لڑکی کو بار بار نچلے درجوں میں دیکھنا خاندان کی حاسد لڑکیوں کا پسندیدہ مشغلہ بھی تھا اور وہ حاسد لڑکیاں ہی کیا...... کون ہے جو اپنے لئے پہلا نمبر اور دوسروں کے لئے آخری نمبر پسند نہیں کرتا۔

لیکن انسان تو وہی ہے نا جو اپنی خود نمائی بے شک کرتا پھرے لیکن دوسرے کی خامی کی پردہ پوشی ہر حال میں کرے۔

اور ایسے انسان اب انسانوں کے ہجوم میں کہاں ملتے ہیں۔

O......❖......O

اپنے آپ سے تلخ، اپنے ماحول سے غمگین امرحہ مایوس اور بے زار رہنے لگی۔ نہ معلوم یہ قدرت کا طریقہ کار تھا یا

قدرت کی ترغیب کہ اپنے اس بدتر ہوتے ماحول سے نکلنے کے لئے اس نے کوشش تیز تر کردی۔ ڈیڑھ سال کے دوران اس نے مختلف بیرونی کالج و یونیورسٹیوں کے ہزاروں آن لائن اسکالرشپ فارم بھرے...... ففٹی پرسنٹ، سکسٹی پرسنٹ، سیونٹی پرسنٹ اس نے کسی یونیورسٹی کے کسی بھی طرح کی اسکالرشپ کو جانے نہ دیا۔ دادا نے اس دوران بابا کو منانے کی بہت کوشش کی کہ چند لاکھ کی بات ہے بیٹی پر لگا دیں۔ پڑھ لکھ کر لوٹا دے گی لیکن بابا کو یہ مشورہ ہی سراسر ایک مذاق لگتا......

''بھلا پڑھنے لکھنے پر کوئی لاکھوں لگاتا ہے؟''

دادا کو خاموشی اختیار کرنی پڑتی، بحث فائدہ دیتی نہ دلائل......

مانچسٹر یونیورسٹی کے طلباء کی سوسائٹی اپنے ذاتی فنڈ سے پانچ اسکالرشپ دے رہی تھی۔ اسے وہاں سے بھی انکار ہو گیا...... دو سالوں میں اس نے دو سو بار ''سوری یو آر اے گڈ اسٹوڈنٹ، بٹ وی کانٹ ہیلپ...... بیسٹ آف لک۔'' جیسی میلز پڑھی تھیں پھر اس نے گنتی چھوڑ دی تھی...... لیکن ظاہر ہے انکار، ناکامی کی کوئی حد بلاشبہ نہیں ہوگی لیکن انکار سننے اور ناکامی سہنے والوں کی برداشت کی ایک حد ہوتی ہے۔

مانچسٹر یونیورسٹی کے اس انکار نے اسے ایک بار پھر گھٹنوں میں سر دے کر رُلایا...... اور اس نے بہت خفا ہو کر بہت جل کر ایک آخری میل انہیں ضرور کی......

''میں ہوں ہی منحوس ماری...... میں جل کر مر جاؤں تو ہی اچھا ہے...... بھاڑ میں جاؤ تم سب اور تمہاری اسکالرشپ آفر......''

اگلے ہی دن اسے ایک لمبی میل موصول ہوئی جس میں انتھک کوشش کرنے اور کبھی نہ ہار ماننے پر ایک بڑا سا لیکچر تھا۔ ساتھ ہی دنیا بھر کے ان کامیاب انسانوں کی مثالیں تھیں، جنہوں نے بدترین حالات میں بھی شاندار کامیابیوں کی بنیاد رکھی تھی۔ ان میں سرفہرست نام محمد علی اور چارلی چپلن کا تھا...... ساتھ ہی اسے بہت نرم انداز سے بتایا گیا تھا کہ میٹرک میں اس کا بی گریڈ ہے، ایف ایس سی میں صرف اے اور گریجویشن بھی بہت مشکل ہے کہ وہ اے پلس کے ساتھ کر سکے......

ایسی صورت میں جبکہ اس کے پاس شاندار اکیڈمک رزلٹ نہیں ہے، وہ کیسے اسے دوسرے شاندار تعلیمی قابلیت رکھنے والوں کے مقابلے میں اسکالرشپ دے دیں...... یہ تو سراسر ناانصافی ہوگی۔

''ناانصافی ہونہہ۔ آئے بڑے انصاف کے علمبردار......''

آخر میں ایک چھوٹی سی سطر لکھی تھی۔ جو کچھ ایسے تھی۔

''پھر بھی ہم سب سوچ رہے ہیں شاید آپ کے لئے کچھ کر سکیں...... پلیز جل کر مت مریئے گا، ہمیں وقت دیں۔''

اس نے وقت دے دیا۔ اسے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ اس دوران اس کا بی اے کا رزلٹ بھی آ گیا۔ اے پلس تو جیسے بورڈ والوں نے اس پر حرام ہی کر دیا تھا کہ جتنی بھی محنت کر لے امرحہ واجد اسے اے پلس نہیں دینا...... وہ بہت خفا خفا سی رہی اپنے رزلٹ سے لیکن کیا کر سکتی تھی صرف اتنا کہ ''اے پر...... پلس کا سائن صفائی سے لگا کر اپنی ڈگری مانچسٹر میل کر دی...... اور اس کی ذرا سی چالاکی کام کر گئی۔ پورا ایک مہینہ سوچنے کے بعد انہوں نے اسے کہا۔

''ہم آپ کو سیونٹی پرسنٹ اسکالرشپ آفر کر رہے ہیں۔ وہ بھی تیس فیصد ہر حال میں آپ کو دو سالہ ڈگری کے دوران واپس کرنا ہوگا...... باقی کا پچاس فیصد آئندہ آنے والے پانچ سالوں کے دوران...... اپنی رہائش اور کھانا پینا آپ کو خود دیکھنا ہوگا۔ ہم صرف عارضی طور پر یہ سب مہیا کریں گے۔''

تو منحوس ماری اور جل مروں کی الفاظ کام کر گئے۔ انگریز نما پاکستانی لرز اٹھے اور اسے اسکالرشپ آفر کر دیا۔

دادا کے ساتھ جا کر چپکے سے اس نے اپنا پاسپورٹ بنوالیا...... کچھ دادا کے اپنے اور کچھ دادا نے اپنے دوستوں سے

قرض لیا اور باقی کا تیس فیصد جمع کر کے اس کے ہاتھ میں دیا۔

اب وہ دادا سے چہک چہک کر باتیں کرتی...... ان سے لاڈ کرتی...... کئی سالوں کی کمی اب ختم ہوئی...... دادا پوتی میں پھر سے خوب بننے لگی...... اس کے انداز کچھ ایسے تھے، جیسے وہ تو ہمیشہ کے لئے جا رہی ہے...... اور دادا کے ایسے کہ وہ ڈگری لے کر آئے گی تو کافی بدل چکی ہوگی اور رونا دھونا مرنا مارنا بھول چکی ہوگی۔

وہ دادا کے ساتھ چھوٹے بڑے ہوٹلوں میں کھانے کھاتی رہی...... اور ہر ہر قدم پر آس پاس ایسے نظر دوڑاتی رہی جیسے سب کو الوداع کہہ رہی ہو ہمیشہ کے لئے...... دادا کچھ بھانپ سے گئے۔

"امرحہ! پڑھنے کے لئے بھیج رہا ہوں...... صرف پڑھنا وہاں...... یاد رکھنا صرف پڑھنے کی آزادی دے رہا ہوں باقی فیصلوں کی نہیں...... باقی سارے اختیارات آج بھی میرے اور تمہارے بابا کے پاس ہیں۔"

"جی ٹھیک ہے۔" اس نے سر ہلا دیا...... اس نے تو یہی سوچا تھا کہ وہاں پڑھے گی جاب کرے گی اور وہیں رہے گی پتا نہیں دادا کیا کیا سوچ رہے تھے...... اسے بھی لڑکوں میں دلچسپی نہیں رہی تھی اور وہ لکھ کر دینے کے لئے تیار تھی کہ ہوگی بھی نہیں۔

دونوں مال پر چلنے والی بگھی میں بیٹھے تھے، جس کے آگے سفید گھوڑے جتے تھے اور جن کے ٹاپ وہ موسیقی پیدا کر رہے تھے جو صرف شہر لاہور میں مال پر دوڑتے گھوڑے ہی پیدا کر سکتے ہیں کہ جیسے کلام مغلیہ سے دربار شاہی میں اپنی شان پر اتراتے ہوں۔

اس نے آج غور کیا تھا کہ یہ سب کتنا اچھا ہے...... دادا کے ساتھ بیٹھنا اور جگمگ روشنیوں کے شہر سے گزرنا جیسے رانجھے کی بانسری پر سر دھننا اور رات ہی رات میں قیام پر زندگی کو تمام کر دینے کی خواہش کرنا...... کھوئے والی قلفی کھانا اور ہاتھ قلفی کے نیچے رکھنا...... کھوئے والی قلفی جب گرتی ہے تو پھسل کر کنارے سے پوری کی پوری گرتی ہے اور یہ ایسا صدمہ ہوتا ہے کہ کسی تسلی سے زائل نہیں ہوتا۔ مزید پانچ دس قلفیاں کھانے کے بعد بھی بس وہی ایک گر جانے والی قلفی یاد آتی رہتی ہے۔

وہ ہنستے مسکراتے ان دو بچوں کی طرح گھر آئے جو عید کے تین دن عیدی جمع کرنے میں لگا دیتے ہیں اور صرف اس لئے گھر سے باہر نہیں نکلتے کہ مبادا ان کے پیچھے کوئی مہمان آ جائے اور ان کی عیدی ماری جائے۔ تین دن عیدی جمع کرنے والے یہ دو بچے چوتھے دن گھر سے نکلتے ہیں اور کیا خوب نکلتے ہیں۔

O......◆......O

"امرحہ دو دن بعد جا رہی ہے۔" کھانے کی میز پر دادا نے اعلان کیا۔

"کہاں......" دادی نے پوچھا۔ وہ سمجھیں۔ اکثر بلوچستان جاتی رہتی ہے اس بار شاید پشاور کو نکل جائے اپنے دادا کے ساتھ۔

"مانچسٹر۔"

"وہ کیا ہے......" دادی کو دلچسپی کوئی نہیں تھی دادا پوتی میں بس ایسے ہی کھاتے ہوئے پوچھ لیا

دونوں نے اپنی طرف سے میزائل داغا جو پھلجھڑی بھی نہ بن پایا...... نظر اتاری جانی چاہئے تھی ان سب کی جغرافیائی معلومات کی۔ انہیں معلوم ہی نہیں تھا کہ مانچسٹر شہر کا نام ہے اور یہ شہر برطانیہ میں ہے۔

"کوئی رشتہ آیا ہے امرحہ کا وہاں سے۔" دادی نے یہ سوال بھی بس ایسے ہی پوچھ لیا

اس اگلے سوال پر دادا خاموش ہی ہو گئے۔

"امرحہ اتنی قابل ہے کہ مانچسٹر کے میئر نے خود خط لکھ کر اسے بلایا ہے کہ ہماری یونیورسٹی میں آ کر پڑھو۔" دادا نے طنز کیا۔

بھلے سے وائٹ ہاؤس سے خط آتا کہ اوباما کی اسسٹنٹ بنو آکر، یا انہیں امورِ حکومت میں مشورے دو، کوئی فرق کب پڑنے والا تھا..... سب آرام سے کھانا کھاتے رہے۔

امرحہ نے دادا کو اشارہ کیا کہ ٹھیک سے متوجہ کریں نا سب کو۔ اس اعلان پر ایسا ردِ عمل تو سراسر مانچسٹر کی بے عزتی ہوگا

''امرحہ باہر جا رہی ہے پڑھنے..... دو دن بعد فلائٹ ہے اس کی۔'' دادا نے ذرا تیز آواز سے کہا۔

اب فرق پڑا۔ اماں، بابا، دادی نے حیرت سے دادا کو دیکھا.....

''پیسے کہاں سے آئے آپ کے پاس.....'' بابا نے سارے سوال چھوڑ کر یہ سوال کرنا مناسب سمجھا۔

''مفت جا رہی ہے..... یونیورسٹی نے اسکالر شپ دیا ہے۔''

''بابا! کیوں پاگل بنا رہے ہیں مجھے..... آپ نے اپنا پلاٹ تو نہیں بیچ دیا..... وہ میں نے امرحہ اور دانیہ کی شادی کے لئے رکھا تھا۔'' بابا نے کھانا کھانا ہی چھوڑ دیا۔

پلاٹ کو بیچنے کی کوشش تو دادا نے بہت کی تھی پر وہ ایسی اجاڑ جگہ پر واقع تھا کہ بک ہی نہیں رہا تھا۔

''پلاٹ جہاں تھا، اب بھی وہیں ہے..... جا کر دیکھ آنا۔''

''کہیں نہیں آنا جانا..... رشتہ دیکھا ہے اس کا ایک بس شادی ہوگی اس کی۔'' دادی نے اب دلچسپی لی۔

''رشتہ.....'' امرحہ نے دادی کی طرف دیکھا اور اٹھ کر کمرے میں آ گئی اور جلدی جلدی اپنا سامان پیک کرنے لگی.....

ساتھ ساتھ وہ خود کو تھپکی دے کر کہنے لگی.....

''مجھے کوئی نہیں روک سکے گا..... میں چلی جاؤں گی..... پریشان نہ ہونا امرحہ تم چلی جاؤں گی۔''

دادی، اماں، بابا میں باہر تکرار ہونے لگی جو آہستہ آہستہ بڑھنے لگی.....

یہ کون سا رشتہ تھا جو اس برے وقت میں اس کے لئے آیا تھا..... اب اس کا جی چاہا بلکہ اس نے دعا کی کہ اس کے بارے میں جو جو کچھ مشہور ہے وہ سب ان رشتے والوں تک پہنچ جائے..... اس کے خاندان والے انہیں فون کر کر کے بتائیں کہ لڑکی کیسی جنم جلی ہے..... منحوس ہے..... کالی نظر..... کالی زبان والی ہے..... اور نہیں تو کوئی دادی کی زبانی تیار کردہ اس کا پیدائشی خلاصہ ان تک پہنچا دے کہ منگل کی دو کو کیا کیا ہوا تھا فقط ایک اس کی آمد سے، اور کیا کیا مزید ہو سکتا ہے اگر اس سے دور نہیں رہا گیا تو۔

یہ کوئی موقع تھا رشتے کا..... اس کی انگلیاں گھس گئی تھیں میلز لکھ لکھ کر، آن لائن اسکالر شپ فارمز بھر بھر کر اور دادی اور اماں اس کی شادی کی تیاریاں کر رہے تھے۔

وہ خود کو تھپکتی رہی اور کہتی رہی ''تم چلی جاؤں گی..... پرسوں تم جا رہی ہو..... کچھ نہیں ہوگا..... دادا سب ٹھیک کر لیں گے۔'' کہتے ہوئے وہ جلدی جلدی سامان بھی پیک کرتی رہی۔ پاسپورٹ کو حفاظت سے چھپا دیا کہ بابا غصے میں آ کر اس کا پاسپورٹ ہی نہ جلا دیں۔

رات گزرتی رہی باہر سے ہنوز چاروں کی تیز آوازیں آتی رہیں اور پاسپورٹ کو چھپانے کے بعد وہ کمرے کے دروازے کے ساتھ لگی زمین پر بیٹھ کر اونگھنے لگی لیکن ساتھ ساتھ بڑبڑاتی رہی۔

''میں چلی جاؤں گی..... میں تو جا رہی ہوں، کون روکے گا مجھے، دادا ہیں نا وہ سب ٹھیک کر لیں گے۔''

دادا نے دروازہ کھولا تو اسے دروازے کے قریب ہی اونگھتے پایا اور اس کی بڑبڑاہٹ کو کم زیادہ ہوتے سنا۔

تکیہ لا کر انہوں نے اس کے سر کے نیچے رکھا..... زندگی میں وہ پہلی رات تھی جب وہ اتنا خوش تھی اور اس خوشی کی اسے اتنی فکر تھی کہ وہ بنا بستر کے فرش پر سو گئی تھی..... انہیں دکھ ہوا۔ اس ماحول نے اسے اتنے دکھ نہ دیئے ہوتے۔ اس گھر میں اس کی ایسی حیثیت نہ ہوتی تو وہ ہر رات ایسے ہی سوتی..... رو رو کر آنکھیں سرخ کرتے بے سکون نیند نہیں بلکہ آنکھیں موند کر

پریوں کا انتظار کرتے رنگوں سے منور ہوتی نیند...... دادا اس کے پاس ہی بیٹھ گئے اور اسے دیکھنے لگے...... اولاد نامی جس طوطے میں والدین کی جان ہوتی ہے وہ طوطا امرحہ تھی ان کے لئے۔ انہیں اتنا پیار امرحہ کے والد سے بھی نہیں تھا۔ باقی کی اولادوں سے بھی نہیں تھا...... وہ اس کے لیے ہر جنگ لڑنے کے لیے تیار رہتے تھے اور ایک جنگ وہ اس کے حق میں جیت آئے تھے...... اس کے مانچسٹر جانے کی......

ایک دن امرحہ ان سے خفا ہو کر کہنے لگی۔

''آپ بھی دوسروں کی طرح ہو جائیں نا...... کیوں کرتے ہیں مجھ سے پیار۔''

وہ اس بات کا جواب نہیں دے سکے بس سوچتے ہی رہے کہ شاید قدرت ہمیشہ انسان پر اتنی مہربان ضرور رہتی ہے کہ اگر ساری دنیا اس انسان سے نفرت کرنے لگتی ہے تو کوئی ایک ضرور اس پر جان چھڑکتا ہے۔ وہ انسان کوئی بھی ہو سکتا ہے. کوئی چرند پرند یا دوسری مخلوق...... بلا وجہ کی نفرت ضرور ایک بلا وجہ کی محبت کو ساتھ باندھ لاتی ہے......

''جیسے جیسے دوسروں کے لئے تم ناپسندیدہ ہوتی گئی میرے لئے پسندیدہ ترین ہوتی گئی......'' انہوں نے کہا۔

خدا بھی بھلا کبھی یہ بھولا ہے کہ اس کے بندے کے آس پاس بہت کانٹے اُگ آئے ہیں اور اب اسے ایک مہکتے ہوئے ہمیشہ تر و تازہ رہنے والے پھول کی اشد ضرورت ہے...... تاکہ اس پھول کو پا کر وہ کانٹوں کی دی اذیت کو فراموش کر دے......

بابا نے اسے دس ہزار روپے دیئے کہ وہ ضروری خریداری کر لے...... اماں اور دادی کا مزاج البتہ بہت برہم تھا...... دادا کے ساتھ جا کر ہی اس نے ضروری خریداری کی...... دانیہ نے اس کا سامان پیک کروایا...... حماد اور علی دل مسوس کر اسے دیکھتے رہے...... آخر وہ اتنی دور جا رہی تھی۔

دادا مسلسل دو دن سے اپنی آنکھوں کی جھڑی چھپا رہے تھے......

''یہ پڑھنے جا رہی ہے بھاگ نہیں رہی...... ماں باپ تو خوش ہوتے ہیں۔ تم دونوں اسے رخصت کرو خوشی سے، یہ نہ ہو کہ جہاز کریش ہو جائے یا یہ لاپتہ ہو جائے......''

دادا نے یہ چھوٹا سا لیکچر دادی اور اماں کو دیا تھا...... اس کا جہاز کریش نہ ہو جائے یا وہ لاپتہ نہ ہو جائے۔ دونوں نے اپنی برہمی کو ایک طرف رکھا اور اسے دعاؤں میں الوداع کہا۔

اور وہ مانچسٹر کے لئے روانہ ہو گئی۔

شہر اسباق کے لئے۔

شہر آزاد کے لئے۔

شہر یارم کے لئے۔

O......❖......O

باب

وہ برطانیہ کے تیسرے معروف ترین ایئر پورٹ کی اونچی چھت تلے ایڑی کے بل گھوم گھوم گئی۔
"مانچسٹر میں آ گئی ہوں آگ لگانے۔"
اس نے منہ پر ہاتھ رکھ کر چلا کر کہا...... چند لوگوں نے اسے حیرت سے دیکھا...... بھلے سے دیکھیں اسے پروا نہیں تھی...... وہ گھیر دار سفید شلوار اور گول دامن قمیص میں ملبوس تھی۔ اس کا سفید لمبا دوپٹہ مانچسٹر ائیر پورٹ کی صفائی کر رہا تھا اور خاص کر ہر آنے جانے والے کے سامان کے ساتھ الجھ رہا تھا......
اس نے پھر سے دونوں بازو پھیلا کر ایڑی کے بل گھوم کر کہا۔
میں آ گئی ہوں مانچسٹر...... میں اب کبھی نہیں روؤں گی اور تم مجھے کبھی نہ رُلانا۔"
خوش بختی کا اگر کوئی نقارہ تھا تو وہ اس وقت امرحہ کا ہی نعرہ تھا۔ مسرت و شادمانی کا اگر کوئی اشارہ تھا تو وہ یہی...... یہی...... ایڑی کے بل گھوم گھوم جانا تھا۔
سکون و راحت کے دریا کا اگر کوئی کنارا نہ تھا تو بس...... وہ امرحہ کا وجود سارا تھا۔
وہ ایک دم سے آزادی کے شدید احساس میں گھر گئی تھی۔ یہ احساس بہت خوش آ گیں تھا کہ وہ ہر دکھ سے دور ہو گئی ہے اور یہاں اسے سب امرحہ کی حیثیت سے جانیں گے اور بس...... جہاں صبح ہو گی، شام اور رات لیکن کوئی آہ نہیں......
دکھوں کے استعارے چھپ گئے اور خوشیوں کی علامتیں جا بجا نظر آنے لگیں......
برصغیر کے حاکم وقت کی سرزمین پر لہراتا اس کا سفید دوپٹہ جہاز کا بادبان بنا اس کی کشتی کو کھلے نیلے پانیوں میں رواں کرنے لگا۔
ایک امریکی ٹین ایجر اپنے چھوٹے سے الیکٹرک گٹار پر پوٹو میوزک بینڈ کا گانا "آرڈنری لو" بجا رہا تھا۔
بنگال کے سحر کو آنکھوں میں سموئے اور اپنی شرمیلی مسکراہٹ سے اسے پھونکتے بنگالی نو بیاہتا دلہن اپنے محبوب شوہر کے کان میں سرگوشی کر رہی تھی۔
بنگال کی شرماہٹ اور آرڈنری لو کی دھن نے اسے نئی دنیا میں آمد پر خوش آمدید کہا......وہ فدا سی ہو گئی اور امریکی ٹین ایجر کے پاس کھڑی ہو کر اسے مسکرا مسکرا کر داد دینے لگی۔
اسے کوئی لینے نہیں آیا تھا، وہ تین گھنٹے سے انتظار کر رہی تھی لیکن اسے انتظار سے کوئی مسئلہ نہیں تھا وہ اگلے تین گھنٹے اور انتظار کر سکتی تھی، بلکہ وہ تین دن بھی انتظار کر سکتی تھی، اب اسے کوئی مسئلہ نہیں تھا بھی۔
اسے اپنے نام کا بورڈ دور سے آتا ہوا نظر آیا...... لانگ کراس بیگ لٹکائے ایک چائنیز کس کورین لڑکی بھاگتی ہوئی آ رہی تھی۔
"میں ہوں امرحہ۔" وہ لپک کر اس کورین لڑکی کی طرف لپکی ورنہ جس تیزی سے وہ بھاگ رہی تھی ایسا لگ رہا تھا اسے

لینے نہیں ہائے ہائے کہنے آئی ہے۔

"اوہ سلام...... سوری مجھے دیر ہوگئی۔"

"کوئی بات نہیں، چلیں......؟" امرحہ نے سلام کا جواب دیا کہ اسے اچھا لگا اس نے ہیلو کی بجائے سلام کہا۔

"دراصل جسے تمہیں لینے آنا تھا اس کا ایکسیڈنٹ ہوگیا آتے ہوئے...... پھر مجھے آنا پڑا...... زیادہ انتظار تو نہیں کرنا پڑا۔" وہ شرمندہ ہو رہی تھی کہ کوئی اسے وقت پر لینے نہیں آسکا۔

امرحہ کی شکل بنی پھر اس کی ہنسی نکل گئی۔ ہانا آگے آگے چلنے لگی وہ اتنی تیزی سے چل رہی تھی کہ امرحہ کے لیے اس کا ساتھ دینا مشکل ہو رہا تھا...... دونوں ٹیکسی میں بیٹھ گئیں...... بلڈنگ تک آئیں۔ سامان اوپر لائیں اور فلیٹ کے اندر آگئیں۔

فلیٹ خالی تھا...... دو کمرے سامنے...... چھوٹا سا لاؤنج اور لاؤنج کے سامنے ہی اوپن کچن...... امرحہ کی آنکھیں اعزازیہ کھل گئیں...... ایسا صاف ستھرا فلیٹ میرے لیے...... واؤ۔

ہانا اسے ایک کمرے میں لے آئی، جہاں دو سنگل بیڈ رکھے تھے اور نہ جانے کیسے جگہ نکال کر فرش پر ایک فولڈنگ میٹریس بچھایا گیا تھا...... جہاں میٹریس بچھا تھا یقیناً وہ ان کے چلنے پھرنے کی چند قدمی جگہ تھی......

"یہ آپ کا بستر ہے......" اس نے فرشی بستر کی طرف اشارہ کیا...... اور امرحہ کا منہ بن گیا۔ وہ کیوں سوئے نیچے۔

"برائے مہربانی، اس کے علاوہ کسی چیز کو ہاتھ مت لگائیے گا۔" یہ فقرہ اس نے جبراً مسکرا کر لیکن بہت درخواست گزار انداز میں کہا اور کیونکہ ہاف چائینیز تھی تو ذرا سا جھک کر کہا۔

جب تک وہ تازہ دم ہوئی ہانا نے اسے کافی اور سینڈوچ بنا دیے۔

"یہ میری طرف سے۔" چھوٹی سی ٹرے کو آگے کرتے ہوئے اس نے ایسی خوشی سے کہا جیسے اپنے قیمتی خزانے میں سے اسے کچھ عنایت کر رہی ہو...... امرحہ دیکھ کر رہ گئی...... اتنی لمبی فلائٹ کے بعد اسے یہ چھوٹا سا خوان پیش کیا جا رہا تھا......

"شاید یہ ابتدائیہ ہو اور اصلی سوپر (کھانا) رات میں ہو۔" امرحہ سوچنے لگی اور ساتھ اس نے یہ بھی سوچا کہ اگر کوئی غیر ملکی ان کے گھر آیا ہوتا تو پھر بڑی میز کے ساتھ ایک اور میز لگائی جاتی لوازمات کو رکھنے کے لیے اور یہ ابتدائیہ ہوتا، تفصیلی کھانے کی تو بات ہی تفصیلی ہوتی......

"مجھے دیر ہو رہی ہے...... مجھے جانا ہے۔" اور جاتے جاتے بھی وہ پھر کہہ گئی۔ "برائے مہربانی کسی بھی چیز کو ہاتھ مت لگائیے گا۔"

لیکن وہ ایک ایک چیز کو ہاتھ لگاتی رہی...... اسٹڈی ٹیبل پر رکھے نئی نئی اشکال والے پرفیومز کو اسپرے کرنے سے اس نے ابتداء کی...... دراصل وہ صرف یہ دیکھ رہی تھی کہ وہ کس قدر اصلی ہیں...... یعنی کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ پاکستان میں کتنا بھی مہنگا اور ہائی برانڈ کا پرفیوم لے لیا جائے وہ اصل کی کاپی ہی ہوتا ہے اصل نہیں تو یہ کتنا سچ ہے...... سب کے پرفیومز بے دریغ اسپرے کرتے اسے کچھ کچھ حقیقی سچ کا اندازہ ہو رہا تھا کہ پاکستان میں وہ اصل کی کاپی ہی خریدتی رہی ہے...... پورا فلیٹ معطر ہو گیا اور وہ تھک گئی تو اس نے پرفیومز کی جان چھوڑی اور پھر وہیں قریب ہی کچھ میک اپ کا سامان رکھا تھا وہ اسے دیکھنے لگی...... البتہ کتابوں پر اس نے صرف ایک نظر ڈالی کیونکہ ان کے ٹائٹل ہی ایسے ایسے تھے جیسے ساری مصری تاریخ وہاں نت نئے رنگوں سے سجا کر رکھ دی گئی ہو، اور عہدِ فرعون سے اسے کبھی دلچسپی نہیں رہی تھی......

پھر وہ واش روم گئی...... ایک ایک آئٹم کو چیک کیا، فیس واش، باڈی واش، لوشنز کو دیکھا...... حتیٰ کہ ہاتھ ٹب کے کنارے رکھی چھوٹی چھوٹی بطخوں کو بھی...... پھر وہ کچن میں آئی...... ایک ایک کیبنٹ کو کھول کر دیکھا...... فوڈ آئٹمز کو سونگھا بھی...... دوسرا کمرا لاک تھا...... لاؤنج میں رکھا ٹی وی اس نے آن کیا اور پہلے چینل چیک کرتی رہی پھر ایک میوزک چینل لگا کر کچن میں آ کر نوڈلز بنانے لگی...... دو عدد نوڈلز کے پیکٹ بنائے...... بڑے پیالے نما باؤل میں ڈالے...... اور ایڈورڈ مایا کو

سنتے سنتے کھا گئی۔

باؤل کو میز پر ہی رہنے دیا اور ٹی وی بند کر کے سنگل بیڈ پر آ کر سو گئی۔

''تمیں فیصد ادا کیا تھا انہیں......کوئی مذاق تھا۔''

رات کو بارہ کے بعد کا وقت ہوگا، جب اسے اٹھایا جا رہا تھا۔

''مس پاکستان......پلیز اٹھیں۔'' ایک انجانی آواز سے اس کی سماعتیں رُوشناس ہوئیں، پہلے تو وہ سمجھی کہ یہ خواب ہے سو وہ بدستور سوئی رہی، جب دوبارہ مس پاکستان......مس پاکستان کی آواز آئی تو اسے حیرت ہوئی کہ دادا لڑکی کی آواز میں کیوں بول رہے ہیں اور اسے سیدھے سیدھے امرحہ کیوں نہیں کہہ رہے۔

''لیڈی امرحہ......پلیز......ورنہ میں آپ کی ناک کے پاس یہ اسپرے کر دوں گی......اینڈ ٹرسٹ می! اس کی بو دنیا کی گندی ترین بدبو ہے......کئی ہفتوں تک ناک میں گھسی رہتی ہے۔ اور کئی ہفتوں تک کچھ کھانے کو دل بھی نہیں چاہتا۔''

امرحہ تو خواب میں دادا کے ساتھ بیٹھی نہاری کھا رہی تھی۔

اسپرے کا ڈھکن کھلا اور دنیا کی گندی ترین بدبو اس کی ناک کے قریب آئی......وہ صحیح کہہ رہی تھی وہ کئی ہفتوں جانے والی نہیں تھی۔

''دادا......'' وہ چلا کر اٹھ بیٹھی۔

''ابھی میں نے اسپرے نہیں کیا......'' اس نے کندھے اچکا کر اسپرے کی بوتل پر ڈھکن رکھا۔

وہ اپنی سرخ بوجھل آنکھوں سے گہری سبز آنکھوں والی کو پہچاننے کی کوشش کرنے لگی......اس کی نظر دھندلا رہی تھی......اور اس کی آنکھیں نیند کے بوجھ سے بند ہو رہی تھیں اور اسے گہرا سبز رنگ ہر طرف تیرتا ہوا نظر آ رہا تھا......اپنے ہاتھ پیر بھی سبز سبز دکھ رہے تھے۔

اسپرے کی بوتل کا ڈھکن پھر سے کھلا......اور اس کی ناک کے قریب آیا......اس نے خفا سا ہو کر ہاتھ سے پرے کیا......اس بار اس کی آنکھیں پوری کھل گئیں، اف کیا بلا تھی یہ اسپرے، کیا ضرورت تھی اسے ایجاد کرنے کی، کیا اس کے بناء ترقی نہ ہو سکتی مہذب دنیا میں۔

''کتنا غیر مہذب انداز ہے یہ......'' امرحہ کی آواز انتہاء کی غیر دوستانہ ہوگئی۔

گہری سبز آنکھیں پھیل گئیں۔''غیر مہذب۔'' شاید اس نے ہنسنا چاہا لیکن ارادہ ملتوی کر دیا۔

''تم لوگ کتنی بھی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں پڑھ لو، بنیادی اخلاقی اصول کبھی نہیں سیکھ سکو گے......'' امرحہ نے اپنی پہلی تقریر کا آغاز مانچسٹر میں آمد کے چوبیس گھنٹے کے اندر اندر کر دیا، دیر قطعاً نہیں کی......کیوں کرتی دیر۔

اس بار سبز آنکھیں طنز سے اسے دیکھنے لگیں۔''باہر آ جایئے لیڈی امرحہ۔'' کہہ کر وہ خود باہر چلی گئی۔

امرحہ کو لیڈی امرحہ نام اچھا لگا پر نہ جانے کیوں اسے شک سا ہوا کہ اسے طنزاً لیڈی کہا گیا۔ زیادہ سوچنے کی مانچسٹر میں کوئی ضرورت نہیں تھی تو وہ منہ ہاتھ دھو کر باہر آ گئی۔ اس نے جان بوجھ کر زیادہ وقت لگایا کہ کرتی رہیں کھانے پر اس کا انتظار......

لیکن باہر لاؤنج میں کوئی کھانے والے کی میز بچی تھی نہ ہی کھانوں کی اشتہا انگیز خوشبوئیں آ رہی تھیں البتہ ایک نہ دو پورے پانچ کا مجمع باہر بیٹھا تھا اور میز پر نوڈلز کا وہ باؤل رکھا تھا جس میں کچھ نوڈلز بچے تھے اور یہ اتفاق تھا یا ان کا انداز تھا وہ مجمع اسے دیکھ رہا تھا، گھور کہنا بھی کچھ غلط نہیں ہوگا ویسے......

''بیٹھ جایئے......'' بھورے بالوں والی نے کہا جس کی ایشیائی طرز کی بالوں کی گوندھی چوٹی دائیں شانے کی طرف ایسے لٹک رہی تھی جیسے کنڈلی مارے بھورا سانپ کھڑکی کی چوکھٹ پر پڑا جھول رہا ہو۔ امرحہ بیٹھ گئی......شاید کھانے سے پہلے

متعارف ہونا ہوگا۔

"یہ مس پاکستان ہیں..... امرحہ....." ہانا نے کہا۔

"ہانا کا وہ دوستانہ جوش کہاں گیا۔" امرحہ نے ایسے ہی سوچا۔

"ہائے..... میں للی کول ہوں، اسکاٹ لینڈ سے....." اسپرے والی نے اپنا تعارف کروایا۔

"میں شرلی مارگوٹ۔" بھورے بالوں والی نے کہا لیکن وہ مسکرانہ سکی۔

"آئی ایم بیٹی لو..... میں جرمنی سے ہوں۔" بہت لمبی اور بہت ہی پتلی بیٹی لو نے بے طرح مسکرا کر کہا۔ امرحہ دیکھ رہی تھی کہ اس کی ہنسی اس کی آمد سے ہی قابو سے باہر ہوئی جارہی تھی۔

"میں عذرا ہوں شکاگو سے....." لڑکھڑاتی اردو میں آواز آئی، مردانہ ہیئر اسٹائل کی حامل جسے وہ صوفیہ، کرسٹینا ٹائپ سمجھ رہی تھی وہ عذرا نکلی، یعنی اگر شرلی کی لمبی چوٹی عذرا کے لگادی جاتی تو شاید پھر کہیں جا کر.....بس تھوڑی سی وہ عذرا عذرا لگتی، پر خیر وہ جان جائے گی کہ اب یہاں جو ہوگا وہ کم ہوگا اور جو نہیں ہوگا وہ حیران کن نہیں ہوگا۔

"میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگانا.....؟" ہانا نے بولنا شروع کیا۔

"میں صرف واش روم گئی تھی۔" وہ صاف مکر گئی۔

ہانا کا منہ کھل گیا۔ "یہ جھوٹ بول رہی ہیں شرلی۔"

شرلی نے آنکھ سے اشارہ کیا ہانا کو.....اور ہانا خاموش ہوگئی۔

"یہ....." شرلی نے میز پر رکھے باؤل کی طرف اشارہ کیا۔

"مجھے کیا معلوم اس کے بارے میں..... یہ تو پہلے سے یہاں رکھا تھا۔" شرلی کے صرف "یہ" ہی کہنے پر وہ حقیقتاً ڈر سی گئی اور اسے افسوس ہوا کہ اس نے سارے نوڈلز کھا کر باؤل کو دھو کر کیوں نہ رکھا۔

ابھی امرحہ نہیں جانتی تھی کہ وہ باؤل دھو کر رکھ دیتی تو بھی انہیں معلوم ہو جاتا کہ ہانا کے نوڈلز کہاں گئے۔

"ٹھیک ہے امرحہ! آپ جا کر سو جائیں.....سوری آپ کو ڈسٹرب کیا۔" شرلی نے کہا۔

"اور کھانا.....؟" وہ کھڑی ہو کر پوچھنے لگی۔

وہ پانچوں پہلے اسے پھر آپس میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔ بیٹی لو نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا لیکن امرحہ دیکھ سکتی تھی کہ وہ اپنی ہنسی کو قابو میں کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

"ابھی آپ کو اور بھوک لگی ہے.....؟" عذرا نے پوچھا۔

"نہیں بھوک تو نہیں لگی..... پھر بھی کھانا تو کھاتے ہیں نا....." اس سے یہی بات بن سکی لیکن حقیقت میں اسے بھوک لگی تھی اور بھوک سے زیادہ اسے یہ انتظار تھا کہ آخر اس کے لئے کھانے کا کس قسم کا انتظام کیا گیا ہے..... کیا کیا بنایا گیا ہے اس کے لئے، کیا سارے انگلش کھانے یا کچھ دیسی بھی۔

"ہم بنا بھوک کے کھانا نہیں کھاتے لیڈی....." شرلی نے کسی قدر متانت سے کہا۔

"کھلاتے بھی نہیں؟" اس نے اردو میں کہا..... کسی کی سمجھ میں نہیں آیا بس عذرا نے اسے گھور کر دیکھا۔ وہ کمرے میں آئی اور فرشی بستر پر آ کر سو گئی۔ باہر بھنبھناہٹ ہوتی رہی..... "ہوتی رہے ہیں فیصد ادا کیا ہے۔" وہ سو گئی۔

O.....❖.....O

اگلے دن وہ اٹھی تو کمرے کی کھڑکی سے باہر کا منظر دیکھ کر اس کی چیخ نکل گئی۔ "اُف اتنی صفائی..... اتنی خوبصورتی۔"

بلڈنگ کے جس راستے سے وہ اس فلیٹ میں آئی تھی یہ اس کی پچھلی طرف کا منظر تھا جہاں سرسبز گھاس کا ایک کھلا قطعہ تھا اور اس سرسبز گھاس پر جگہ جگہ مختلف کیاریوں میں ڈھیر سارے پھول کھلے تھے..... قطعے کے پار سڑک تھی جس پر دور دور تک

گرد کا نشان نہ تھا، اور ایسے لگتا تھا دھول مٹی اڑ کر اس خطے تک کبھی آئی ہی نہیں اور اتنی خاموشی جیسے کوئی نئی نوع انسان زمین پر اُترا ہی نہیں اور اگر اترا بھی ہے تو وہ خاموشی کو خراجِ تحسین پیش کرنے میں مشغول ہے۔

کمرہ خالی تھا...... سارا فلیٹ ہی خالی تھا...... بیڈ کورز بے شکن تھے، اسٹڈی ٹیبل پر ایک بھی پرفیوم موجود نہیں تھا...... واش روم میں کل رات تک نظر آنے والے سب ہی شیمپوز، فیس واش غائب تھے۔ وہ کچن میں آئی تو کاؤنٹر پر ایک چٹ رکھی تھی۔

''تمہارا ناشتہ۔''

انڈا، جام، چار ڈبل روٹی کے پیس، دودھ اور شوگر ایک پلیٹ میں۔ کافی کے مگ میں ایک مگ جتنی کافی اور سائیڈ پر رکھا ایک عدد ٹی بیگ......

باقی چاروں کیبنٹ کو ایک زنجیر سے پرو کر درمیان میں چھوٹا سا تالا لگا دیا تھا...... امرحہ کو ایک معمولی سا جھٹکا لگا یہ سب دیکھ کر...... بس یہی معمولی سا...... اس کے پاس فون تو تھا لیکن ابھی اس فون سے بات نہیں ہو سکتی تھی رات ہانا نے اس کی بات پاکستان کروا دی تھی...... اب ظاہر ہے، اسے خود ہی فون کرنا ہوگا اگر وہ اس معمولی سے جھٹکے کے بارے میں دادا سے لمبی بات کرنا چاہ رہی تھی تو...... اور لمبی بات پر لمبا بل بھی ادا کرنا پڑتا تھا۔

دوسری چٹ فریج پر لگی تھی۔ ''نو بجے آکر ڈربی تمہیں لے جائے گی یونیورسٹی تیار رہنا۔''

ناشتا کر کے وہ تیار ہو گئی۔ ٹھیک نو بجے ڈربی نامی چھوٹی سی لڑکی کہ گڑیا کہ لڑکی ہی آئی۔

''میں ڈربی ہوں۔ مجھے شرلی نے کہا تھا کہ تمہیں اپنے ساتھ یونیورسٹی لے جاؤں۔''

''میں امرحہ ہوں...... میں آج پہلی بار یونیورسٹی جا رہی ہوں۔''

''یہ تمہیں دیکھ کر بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔'' وہ مسکرائی اور امرحہ کو اس کی مسکراہٹ بہت اچھی لگی، ان فیکٹ امرحہ کو اس کی گھسی ہوئی جینز اور گھسے ہوئے شوز بھی بہت اچھے لگے اور اس کے بریسز والے دانت بھی کیونکہ وہ مانچسٹر یونیورسٹی میں قدم رکھنے جا رہی تھی...... اسے سب اچھا ہی لگنا چاہیے تھا۔

''آجاؤ جلدی سے پھر۔'' ڈربی تیزی سے باہر نکلی۔ فلیٹ کو لاک کر کے وہ اس کے پیچھے آئی۔ ڈربی ایک منی سی سائیکل کو لئے تیار کھڑی تھی۔

''آجاؤ بیٹھ جاؤ۔'' اس نے اس منی سی سائیکل کی پچھلی نشست کی طرف اشارہ کیا۔

تو اس پر ڈراپ کرنا تھا اسے...... اس لئے خاص ڈربی کو بھیجا گیا۔

''کیا ہوا امرحہ...... آجاؤ نا...... میں تمہیں گراؤں گی نہیں۔''

''لیکن شاید میں تمہیں گرا دوں۔'' امرحہ اردو میں بڑبڑا کر رہ گئی اور اس منی سی لڑکی کی منی سی سائیکل پر بیٹھ گئی۔ پہلے اپنی شرمندگی چھپاتی رہی، پھر اپنی ہنسی دباتی رہی...... سڑکوں پر سے گزرتے اس نے کسی طرف بھی نہ دیکھا اور ڈربی کے پیچھے منہ چھپائے وہ اپنی ہنسی کے فواروں کو برسنے سے روکتی رہی اور سفید بادبان کو دریا مانچسٹر پر ہوا کے سنگ کرتی رہی......

''دادا......'' اس نے خیالوں میں دادا کو مخاطب کیا۔ ''مجھے اتنی ہنسی آرہی ہے کہ میرا جی چاہتا ہے اس سڑک پر کود جاؤں اور پیٹ پر ہاتھ رکھ کر اتنی زور زور سے ہنسوں کہ سارا مانچسٹر اکٹھا ہو جائے۔ دادا! زندگی کیسے کبھی ہمیں چھوٹے، معمولی، بے کار قسم کے بہانوں پر ہنساتی ہے...... دادا! مجھے وقت کے یہ بہانے اچھے لگے جو اس نے میری زندگی میں پرو دیئے۔''

اس دوران بار بار اس کی نظر ڈربی کے ان چند بالوں کی طرف اٹھ جاتی تھی جنہیں ڈربی نے سر سے بہت اوپر اٹھا کر چنی منی سی پونی میں باندھ رکھا تھا...... اور جو خدا معاف کرے پونی ٹیل کے نام پر خاصا گہرا اکلنک کا ٹیکہ تھا...... ہوا میں لہراتے وہ کسی چھوٹی چڑیا کی دم جیسے لگ رہے تھے، جو ایک ہی جگہ پر پھدکنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

ڈربی سنجیدگی و متانت سے ایسے سائیکل چلا رہی تھی، جیسے شاہ اردن کی سونے کی بگھی دوڑا رہی ہو...... سارا راستہ وہ امرحہ کی ہنسی کے آبشاروں کی بوچھاڑ سہتی رہی تھی...... اسے اتارنے کے بعد وہ بولی بھی تو صرف اتنا "کتنی موٹی ہو تم...... جاگنگ کیا کرو۔" ڈربی کیسے اسے اپنی سائیکل پر گھسیٹ کر وہاں تک لائی تھی، اس کی پیشانی کا پسینہ بتا سکتا تھا۔

O......◆......O

Cognitio, sapientia, humanitas,

اور اب وہ آکسفورڈ روڈ پر برطانوی طرز تعمیر کی تاریخ ساز عمارت کے عین سامنے کھڑی ہے۔ یونیورسٹی میں کیمپس کی آرک کے نیچے...... جس کے اوپر بڑے سنہرے حرف میں یونیورسٹی آف مانچسٹر جڑا تھا، جس کی بنیاد 1824ء میں رکھی گئی تھی۔

علم، حکمت، انسانیت جس درسگاہ کا موٹو ہے...... جو قریباً چالیس ہزار کے قریب اسٹوڈنٹس کو فیض یاب کر رہی ہے...... دنیا کی دس بہترین درسگاہوں میں سے ایک "دی یونیورسٹی آف مانچسٹر"

وہ مین کیمپس کو اور آرک کو مگن انداز میں دیکھنے لگی۔ اس طرز تعمیر کی عمارتیں اس نے لاہور میں بھی دیکھی تھیں...... یہ اسے کچھ کچھ لاہور عجائب گھر جیسی بھی لگی......

اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ اندر کیسا جہان آباد ہے...... دنیا کے کیسے لائق فائق قابل اساتذہ یہاں اکٹھے کیے گئے ہیں...... وہ کیسے کیسے شاگردوں کے استاد بنا دیے گئے ہیں...... ہاں ابھی فی الحال وہ کچھ نہیں جانتی تھی اور وہ یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ بہت جلد بہت کچھ جان جائے گی...... بہت کچھ۔

اسٹوڈنٹس کا جم غفیر ایسے اندر جا رہا تھا جیسے اندر کوئی چیز مفت تقسیم کی جا رہی ہو جیسے کہ "بریانی" یا اٹلی کا وہ مشہور پیزا جو اٹلی میں بھی نہیں ملتا۔

"آجاؤ امرحہ!" ڈربی کافی آگے جا چکی تھی۔

امرحہ اس کے ساتھ چلنے لگی...... اس نے سائیکل کو اسٹینڈ پر کھڑا کیا۔ اس کی آنکھیں تیزی سے اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرف دیکھے اور کس طرف کو چھوڑ دے اور دل یہ بھی چاہ رہا تھا کہ سب ایک ہی بار جلدی سے دیکھ لے...... یعنی سب کو...... اسٹوڈنٹس کی آمد و رفت میں تیزی بھی تھی اور پھرتی بھی۔ اور وہ ایسے تھی جیسے کہ پھرتی اور تیزی سے ہم کبھی ملے نہیں اور سست روی سے ہماری بہت دوستی چل رہی ہے۔

"امرحہ! تیز چلو نا......" ڈربی نے بیس قدم آگے جا کر گردن موڑ کر آواز دی...... اس آواز پر اس نے ذرا سی تیزی دکھائی اور اس سے پندرہ قدم قریب ہو گئی۔ ڈربی سرسبز گراؤنڈ میں ایک گروپ کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی اور اس کی طرف اشارہ کیا...... امرحہ کا اتنی دور سے ہی ذرا دم سا نکل گیا...... وہ دس بارہ لڑکے لڑکیوں کا گروپ تھا اور ان میں شرلی کو اس نے فوراً پہچان لیا تھا۔ باقی عذرا کو پہچاننے میں اسے تھوڑا وقت لگا کیونکہ اس نے سر پر سیاہ نیٹ باندھ رکھی تھی۔

"السلام علیکم......" اس نے ان کے قریب جا کر ذرا گھبرائی آواز میں کہا اگر ڈربی کے ساتھ اس کی سائیکل پر بیٹھے وہ ہنسنے سے ذرا جلدی فارغ ہو جاتی تو اس سے کچھ معلومات ہی لے لیتی ان سب کے بارے میں، خاص کر دائم کے بارے میں جو اس سے رابطے میں رہا تھا اور جس کی مدد سے وہ یہاں آئی تھی۔

سب نے اپنا اپنا نام لے کر تعارف کروایا۔ اس دوران وہ جس خلوص سے مسکراتے رہے۔ امرحہ ہلکی پھلکی ہوتی گئی...... وہ بلاوجہ ان کے دباؤ میں آ گئی تھی۔ یہ سب تو بہت اچھے ہیں۔

دائم اور دو لڑکیاں اٹھیں اور اسے ساتھ لے کر یونیورسٹی کینٹین میں آ گئیں اور اسے کافی پلائی...... جب وہ کافی کی آخری چسکی لے چکی اور گروپ کے لیڈر دائم اور گروپ کی لڑکیوں نوال اور بریرہ کی خوب صورتی کو دل ہی دل میں داد دے

چکی تو دائم نے کچھ یوں بات شروع کی......

''مس امرحہ! کیا آپ مجھے مکمل سنجیدگی اور توجہ سے سننے کا وعدہ کریں گی......''

''میں وعدہ کرتی ہوں۔'' اس نے ٹھیک اسی انداز میں کہا، جس میں بچے ایک ہاتھ میں چاکلیٹ چھپا کر اور دوسرے ہاتھ کو آگے کر کے کہتے ہیں۔ ''پکا وعدہ میں رات میں چاکلیٹ نہیں کھاؤں گا......''

''گڈ...... کیونکہ مجھے کچھ شک سا ہے، اس لئے پھر کہہ رہا ہوں کہ درمیان میں مت بولیے گا......''

امرحہ کو اس کی بات کچھ شک سا ہے بری لگی لیکن اس نے نظر انداز کر دیا اور کر بھی کیا سکتی تھی۔

''آپ مانچسٹر آ چکی ہیں۔''

مجھے نظر آ رہا ہے۔'' امرحہ کو دائم کی بے وقوفی پر ہنسی آئی۔

دائم نے اسے ایسے دیکھا جیسے کہا کہ دیکھا میں جانتا تھا تم ضرور درمیان میں ہی بولو گی۔

امرحہ نے اس کے تاثرات جانچ لیے اور اوہ مجھ بے چاری پر رحم کرو میں تو بس بھول گئی کا تاثر دیتی خاموش ہو گئی۔

''ہم تین لوگ جو آپ کے سامنے بیٹھے ہیں، ہم نے اور کچھ ان دوستوں نے جو تعلیم مکمل کر چکے ہیں یا جو ہم سے سینئرز ہیں نے ایک منصوبہ بنایا تھا کہ کیوں نہ ہم اپنی ذاتی کوششوں سے لائق فائق قابل پاکستانی اسٹوڈنٹس کو اسکالرشپ دیں...... ہم انہیں اپنے جمع کئے گئے فنڈز سے یہاں بلوائیں تا کہ ان پاکستانی اسٹوڈنٹس کو جو لائق تو ہیں لیکن اچھی تعلیم افورڈ نہیں کر سکتے انہیں آگے بڑھنے کا اور غیر ملکی سطح پر اپنا آپ منوانے کا موقع مل سکے۔ تا کہ یہ سب پھر پاکستان کی ترقی میں اہم معاون ثابت ہو سکیں...... سادہ لفظوں میں ہم بے حد ذہین لیکن بے حد غریب اسٹوڈنٹس کو یہاں بلوا رہے تھے۔ جو پاکستانی یونیورسٹی میں بھی تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔ ہمارے تیس لوگوں کے گروپ نے مختلف ذرائع سے فنڈز اکٹھے کیے...... ہم نے مختلف ایونٹس میں اسٹالز لگائے، کچھ میوزک اور تھیٹر کیا...... کچھ ہماری اپنی سیونگ تھی اور کچھ ہمیں ہمارے والدین، رشتے داروں، دوستوں اور مختلف کیمونٹیز کے مختلف افراد نے فنڈز دیے...... اور ہم نے مطلوبہ ہدف پورا کر لیا۔

ہم صرف پانچ اسٹوڈنٹس ہی افورڈ کر سکتے تھے، وہ بھی اس صورت میں اگر وہ یہاں آتے ہی جلد سے جلد اپنی خوراک اور رہائش کی ذمہ داری اٹھا لیتے...... اگر ہم انہیں خوراک اور رہائش بھی دیتے تو صرف تین ہی کو یہاں بلوا سکتے تھے......

ہمیں ایک ہزار سے زیادہ درخواستیں موصول ہوئیں جن میں سے ہم نے پانچ کا انتخاب کیا...... باقی کے جو ہزار اسٹوڈنٹس تھے، وہ بھی کسی سے کم نہیں تھے لیکن جن پانچ کا ہم نے انتخاب کیا تھا وہ گاؤں اور بہت چھوٹے قصبوں کے رہنے والے تھے اور ان کے لئے مانچسٹر یونیورسٹی آ کر پڑھنے کے امکانات صفر تھے۔ وہ سب یہاں ایک ہفتہ پہلے ہی آ چکے ہیں اور خوشی کی بات یہ ہے کہ آتے ہی انہوں نے اپنی رہائش اور خوراک کا انتظام کر لیا ہے کیونکہ وہ پڑھے لکھے ہونے کے ساتھ ساتھ ہنر مند بھی ہیں۔ اس لئے انہیں فوراً یہاں جاب مل گئی...... ان میں سے ایک گاڑیوں کے لاک ٹھیک کرتا ہے...... مجھے آپ کو یہ بتاتے ہوئے بہت فخر محسوس ہو رہا ہے کہ ہم ایک ایسے طالب علم کو یہاں لانے میں کامیاب ہو چکے ہیں جس نے اپنی پرائیویٹ تعلیم میں پنجاب بورڈ میں ٹاپ کیا اور یہ کام اس نے گاڑیوں کے لاک ٹھیک کرتے اور ایک بھی دن اپنی جاب سے چھٹی نہ کر کے کیا......

ہمیں جتنی درخواستیں موصول ہوئیں، وہ کم و بیش سب ہی ایسی تھیں لیکن ایک آپ کی درخواست سب سے مختلف تھی...... آپ کی تعلیمی اسناد میں کچھ بھی قابلِ ذکر نہ تھا...... آپ ان ہزار میں سے صفر تھیں۔ آپ لاہور جیسے بڑے تعلیمی شہر میں رہتی تھیں...... جہاں اچھے تعلیمی اداروں کی بھرمار ہے...... آپ پڑھنے کے لئے ایک اچھے کالج جاتی تھیں...... آپ کے فادر کا پاکستان کے ایک بڑے بازار میں اپنا ذاتی قالین اسٹور ہے۔ آپ کے پاس اپنا ذاتی گھر ہے...... آپ کوئی جاب بھی نہیں کرتی تھیں پھر بھی آپ کی تعلیمی قابلیت میں کچھ بھی قابلِ ذکر نہیں تھا...... آپ کسی بھی طرح اس اسکالرشپ کی مستحق نہیں

تمیں...... آپ کی درخواست پر جواب بھی نہیں دیا جانا چاہئے تھا...... لیکن ہم نے جواب دیا...... آپ کی تعلیمی قابلیت دیکھ کر نہیں...... آپ کی ذہنی حالت دیکھ کر...... اپنی آخری میل میں آپ نے لکھا تھا "میں ہوں ہی منحوس ماری، میں جل کر مر جاؤں تو ہی اچھا ہے۔" اس سطر پر ہم نے ذرا توجہ دی......

ہماری ایک گروپ ممبر نے جو نفسیات کی طالبہ ہیں، آپ کی بھیجی گئی دوسری میلز بھی پڑھیں اور اس نے اپنی رائے دی کہ آپ کی ذہنی حالت بہت تباہ کن ہے۔ کسی بھی طرح کی ناکامیاں اٹھانے کے بعد مزید ناکامی آپ کو بالکل توڑ دے گی اور مایوس ہو کر آپ کچھ بھی کر سکتی ہیں اس لئے ہم نے ایک مہینے کا وقت لیا آپ سے...... ہم اس صورتِ حال پر حقیقتاً کافی پریشان تھے ہم اپنے اسکالرشپ دے چکے تھے...... آپ کو کیا دیتے...... لیکن آپ کو اس کیفیت میں بھی نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ اس لئے اس بار ہم نے اپنی پاکٹ منی نکالی...... کچھ دوسرے اسٹوڈنٹس سے رابطے کئے...... اور پھر سے چالیس اسٹوڈنٹس نے آپ کے لئے فنڈز اکٹھے کئے...... اور بہت مشکل سے...... اتنی مشکل سے کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتیں ہم نے مطلوبہ ہدف پورا کرنے کی کوشش کی...... ان چالیس اسٹوڈنٹس میں عیسائی، مسلم، انڈین، بنگالی، جاپانی، امریکن، فرنچ سب شامل ہیں...... اس لئے یہاں خاص طور پر میں آپ کو یہ ذہن نشین کروا دوں کہ ان افراد کا اور ان کی اقوام کا احترام آپ پر لازم ہے......

ہم نے آپ سے پوچھا۔ کیا آپ پچاس فیصد افورڈ کر سکتی ہیں؟ آپ نے کہا نہیں...... مجھے یقین ہے کہ اس پچاس فیصد کے لئے آپ نے اتنی کوشش نہیں کی ہوگی، جتنی ہم آپ کے لئے کر رہے تھے لیکن آپ تیس فیصد ادائیگی پر مان گئیں...... اگر آپ تیس فیصد پر بھی نہ مانتیں تو آپ کے لئے مجھے اپنی وہ کار بیچنی پڑتی جو میں نے کالج کے زمانے میں اپنی پارٹ ٹائم جاب کی سیونگ سے خریدی تھی...... یہ بات یاد رکھنے لائق ہے کہ جن چالیس اسٹوڈنٹس نے آپ کے لئے فنڈز دیئے ہیں وہ بہت امیر کبیر نہیں ہیں...... سب پڑھنے کے ساتھ جاب کرتے ہیں اور ایک ایک پینی بچاتے ہیں...... آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ آپ ہوا میں اڑ کر یا جادو کے زور سے یہاں نہیں آ گئیں...... ہر روز ہم نے آپ کے لئے میٹنگ کی ہے...... صورتِ حال پر غور کیا ہے...... کوئی ایک بھی ہاں کر کے پیچھے نہیں ہوا...... کمائے گئے اور بچائے گئے ایک ایک پونڈ کو انہوں نے آپ پر انویسٹ کیا ہے...... انویسٹمنٹ کرنا سمجھتی ہیں آپ؟ انویسٹمنٹ اس لئے کی جاتی ہے کہ پیسے لگانے والے کو نفع ہو...... اور یہ فائدہ وہ اس طرح سے لے رہے ہیں کہ تیسری دنیا کا ایک باشندہ تعلیم یافتہ ہو جائے، وہ اپنے ملک و قوم کا سہارا بنے...... انہیں آپ ان کے دیئے گئے پورے پورے پیسے واپس کریں گی۔ ایک پونڈ کم نہ ایک پونڈ زیادہ...... اور سارا منافع آپ لے جائیں گی...... اس سارے منافع یا فائدے کے لئے انہوں نے انویسٹمنٹ کی ہے...... میری بات کو برائے مہربانی سمجھیں اور یاد تو ضرور ہی رکھیں......

جنہوں نے فنڈز دیئے ہیں، وہ آپ کو نہیں جانتے۔ کوئی ایک بھی آپ کا نام نہیں جانتا...... شکل سے تو بالکل بھی نہیں...... تا کہ آپ کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو...... ہم تین کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ وہ فنڈز آپ کے لئے اکٹھے کئے گئے ہیں...... ہم نے آپ کی عزتِ نفس کا پورا خیال رکھا ہے...... ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ کوئی آپ کے پاس آ کر آپ کو کچھ بھی جتائے...... اب میں دوسری طرف آتا ہوں

آپ سے کہا گیا کہ اپنی رہائش اور کھانے کا ذمہ آپ کو لینا ہوگا۔ آپ نے کہا آپ یہاں آ کر دیکھ لیں گی...... بہت اچھا...... صرف یہی ایک اچھی اور مثبت بات تھی جو آپ نے کی تھی...... جن پانچ لڑکیوں کے ساتھ آپ رہیں ان سے ہم نے خاص درخواست کی تھی کہ وہ آپ کو عارضی طور پر چند دن اپنے پاس رکھ لیں...... آپ کو ائرپورٹ ریسیو کرنے کے لئے جانے والے جس شخص کا ایکسیڈنٹ ہوا، وہ ہمارے لئے رضا کار بنا تھا، جو آپ کو ائرپورٹ سے لے کر گئی، وہ اپنے اس دوست کے لئے آپ کی مدد کر رہی تھی جس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا...... جس بستر پر کل آپ سوئیں وہ میٹرس ان دونوں نے۔"

اس نے نوال اور بریرہ کی طرف اشارہ کیا۔

''اپنی باقی ماندہ بچی ہوئی سیونگ سے خریدکر وہاں رکھا...... آپ کو ہانا نے منع کیا تھا کہ کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگانا لیکن آپ نے لگایا، پرفیومز کو اور ایسی ہی دوسری چیزوں کو...... بلکہ مجھے کہنا چاہئے کہ سوائے کتابوں کے ہر چیز کو۔ آپ نے دو نوڈلز کے پیکٹ نکال کر کھائے...... مس امرحہ وہ سب بہت اچھی میزبان ہیں...... ان فیکٹ ہم سب جانتے ہیں کہ میزبانی کسے کہتے ہیں لیکن ہم سب اور وہ سب اپنے گھروں میں نہیں ہیں...... ہم اپنے گھروں، شہروں، ملکوں سے دور یہاں اکیلے رہ رہے ہیں...... اپنی مدد آپ کے تحت......

کاش رات ہی ہانا تھوڑا سا آپ کو اپنے بارے میں بتا دیتی...... وہ صرف دو وقت کھاتی ہے۔ صبح وہ نوڈلز کا پیکٹ کھاتی ہے اور رات کو جہاں وہ جاب کرتی ہے وہیں سے اسے ایک برگر ملتا ہے اور ایک کپ کافی...... وہ ایک ایک پونڈ بچاتی ہے کیونکہ اپنے تعلیمی اخراجات وہ خود ہی اٹھا رہی ہے۔ کوریا میں رہنے والے اس کے گھر والے اسے اخراجات کے نام پر ایک پاکستانی روپیہ بھی نہیں بھیج سکتے...... اس نے تن تنہا مانچسٹر میں اپنے پڑھنے کا خواب پورا کیا ہے...... شاید یہ باتیں آپ کو معمولی لگیں...... آپ جو لاہور کے تعلیمی اداروں میں پڑھتی ہیں اور جن کی فیس والدین ادا کرتے ہیں...... آپ جنہوں نے کبھی کوئی جاب نہیں کی...... نہ آپ کو جاب کی ضرورت پیش آئی ہے...... آپ کو یہ سب معمولی لگے گا کیونکہ آپ نے کبھی زندگی میں سخت جدوجہد نہیں کی، وہ بھی مسکرا کر حوصلے سے...... یہاں بہت سے ایسے اسٹوڈنٹس ہیں جو زیادہ کھانا نہیں کھاتے کیونکہ انہیں زیادہ کتابیں خریدنی ہوتی ہیں...... وہ ایک جینز دو ٹی شرٹس میں یہاں سے اپنی ڈگری لے جاتے ہیں...... اور مسکراتے ہوئے آتے ہیں مسکراتے ہوئے ہی جاتے ہیں...... شرلی جن کے فلیٹ پر آپ رہ رہی ہیں، ان کے ساتھ رہنے کے لئے آپ کے پاس زیادہ سے زیادہ آج کی رات ہے...... فائنل ڈیڈ لائن ٹھیک ایک مہینے کی ہے...... آپ کے ایک مہینے کے کھانے کا سامان وہاں موجود ہے...... آپ آج ہی اپنی رہائش اور جاب کا انتظام کرلیں۔'' وہ رکا۔

''ویلکم ٹو مانچسٹر مس امرحہ......'' اس نے سانس بھی نہیں لیا اور پھر سے شروع ہو گیا۔

''یہ تو ہو گئیں آپ کے یہاں رہنے کے بارے میں کچھ تفصیلات...... اب آپ کو میں کچھ تجاویز دیتا ہوں...... یعنی اچھی باتیں......'' وہ مسکرایا۔

''برا مت مانئے گا لیکن یہاں یہ کہا جاتا ہے کہ پاکستان، انڈیا، سری لنکا اور ایسے ہی دوسرے ترقی پذیر ممالک سے آنے والے بہت شکایتی ہوتے ہیں...... سست کاہل...... بہانے باز...... انہیں لگتا ہے بلکہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ سب مشکلیں، مصیبتیں دکھ ان ہی کو مل گئے ہیں...... رونے کے بہانے ڈھونڈتے ہیں...... آپ کی شکل بھی کچھ ایسی ہی لگتی ہے...... بلکہ اس وقت لگ بھی رہی ہے...... روئیں لیکن دکھ پر، تکلیف پر...... لیکن مشکل پر نہیں...... یہاں آپ کو کوئی چپ نہیں کروائے گا...... اس لئے نہیں کہ یہاں سب خود غرض ہیں جیسا کہ یہاں کے لوگوں کے بارے میں سوچا اور کہا جاتا ہے...... بلکہ اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ رونا بے وقوفی ہے...... میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔ نوال اور بریرہ بھی یہی سمجھتی ہیں...... اگر چھوٹی بڑی مشکلات پر رونے والے کو بار بار چپ کروایا جائے گا تو وہ بزدل بن جائے گا بہادر نہیں۔

مس امرحہ! اپنی سستی کاہلی اور، بہانے بازی کو یہاں وہاں کوئی کوڑا دان دیکھ کر اس میں ڈال دیں یا آگ لگا دیں...... اصل جل مرنا تو انہیں چاہئے...... آپ لڑکی ہیں لیکن کمزور نہیں ہیں...... ہمارے مذہب نے کہاں لڑکی کو کمزور کہا ہے...... قرآن پاک میں جتنی بار ایک مرد کا ذکر آیا ہے اتنی ہی بار عورت کا آیا ہے یعنی آپ مرد کے برابر ہیں، لیکن برابر ہونے اور برابر کا ثابت کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے۔ میں یہ سب صرف اس لیے کہہ رہا ہوں کہ خود کو کمزور نہ سمجھیں بلکہ اپنی طاقت کو پہچانیں مس امرحہ! آپ مانچسٹر یونیورسٹی آچکی ہیں...... آپ دوڑ میں شامل ہو چکی ہیں...... یا گولڈ میڈل لیں...... یا دوڑ سے الگ ہو جائیں اور جا کر تماشائیوں میں بیٹھ جائیں اور یاد رکھیں! تماشائیوں کی بھیڑ میں آپ کو فوراً جگہ مل جائے

گی......لیکن دوڑ میں اگر آپ صرف انجوائے منٹ کے لئے آئی ہیں تو آخری نمبروں میں آنے سے بہتر ہے کہ آپ دوڑ سے نکل کر کسی اور کو آگے آنے دیں......میرا یقین کریں، دنیا میں جوہریوں کی کمی تو یقیناً ہو گی لیکن ہیروں کی بہرحال نہیں......"

اس بار وہ رکا اور کافی دیر تک رکا ہی رہا۔

"یونیورسٹی میں ویلکم ویک چل رہا ہے......پھر آپ کی کلاسز شروع ہو جائیں گی......اس ایک ہفتے کے درمیان آپ زمین کھودیں یا گول گول گھومیں آپ کی رہائش کا بندوبست ہو جانا چاہئے......آپ کی جاب کا......آپ کے فوڈ کا......اگر آپ بھوکی نہیں رہ سکتیں تو......یہ سب آپ کے مسئلے ہیں اور یہ سب آپ حل بھی کر سکتی ہیں۔ کیا نہیں کر سکتیں؟"

اس کی گردن فوراً نفی میں پھر ہاں میں ہلی۔

"آپ سب سمجھ گئیں نا؟"

"جی۔" اس نے اوپر سے سر ہلایا......اندر آنسوؤں کا ریلا دبایا۔

"گڈ......اب آپ جائیں اور زمین کھودیں......اوہ میرا مطلب جاب ڈھونڈیں......اپنی ڈگری کے دوران آپ کو ہر صورت تھرٹی پرسنٹ واپس کرنا ہو گا......اپنے اخراجات کو آپ کو ایسے سنبھالنا ہو گا کہ آپ یہ تھرٹی پرسنٹ جلد سے جلد واپس کر سکیں......سمجھ گئیں آپ۔"

"جی۔" اس نے سر ہلا کر بمشکل کہا۔

"نوال اور بریرہ اردو سمجھ لیتی ہیں تھوڑی بہت لیکن بول نہیں سکتیں......آپ کو زیادہ اچھی طرح سے سمجھ میں آ جائے اس لئے میں نے آپ سے خطاب کیا......آپ کو برا نہیں لگنا چاہئے......"

"مجھے برا نہیں لگا......"

"ویل......آپ کی شکل تو کچھ اور ہی کہہ رہی ہے۔"

"میری شکل ایسی ہی ہے......"

"ایسی کیسی......؟"

"جھوٹ بولنے والی......"

"اچھا......اب آپ کیا کریں گی۔"

"مجھے جاب ڈھونڈنی ہے......جلد سے جلد۔" اس کی آواز رندھ گئی۔

"بالکل ٹھیک کہا......ویسے آپ کی شکل بہت تیزی سے اور بہت سخت قسم کا جھوٹ بول رہی ہے مس امرحہ......اگر آپ کو رونا آئے تو کسی ایسی جگہ چلی جائیے گا جہاں آپ کو کوئی دیکھ نہ سکے......ٹھیک ہے۔"

"جی ٹھیک ہے......"

"پہلے جا کر اپنا اسٹوڈنٹ کارڈ بنوائیں......اپنی کلاسز کا معلوم کر لیں۔"

وہ سہم سی گئی کہ ابھی یہ سب بھی کرنا ہے۔ "کارڈ......یہ کہاں سے بنے گا......"

"آپ یونیورسٹی میں کھڑی ہیں اور سب اسی یونیورسٹی میں ہوتا ہے۔ یہ جو آپ اتنے سارے اسٹوڈنٹس دیکھ رہی ہیں۔ یہ سب بنا ڈرے اپنے سب ہی کام کر رہے ہیں......آپ بھی یونیورسٹی میں گھومیں پھریں کہ آپ کے کام کیسے ہو سکتے ہیں......یا آپ کو کیسے کرنے ہیں۔"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"پلیز دل ہی دل میں مجھے برا بھلا مت کہئے۔"

امرحہ کا رنگ فق ہو گیا وہ یہی کر رہی تھی، لیکن اسے کیسے پتا چلا......

''اور پلیز، جب آپ کی جاب کا انتظام ہو جائے تو ہانا کے نوڈلز واپس کر دیجئے گا.....''

''کر دوں گی......''

''اور...... ایک اور بات...... دوبارہ کبھی اپنی ڈگری سے چھیڑ چھاڑ مت کیجئے گا...... خاص کر پلس کو ایڈ کرنے کی غلطی......''

یہ آخری لیکن سب سے خطرناک بم تھا جو کینٹین کے شور و غل میں بہت اہتمام سے پھٹا...... وہ ان کی طرف ایسے دیکھنے لگی، جیسے ابھی ابھی افریقہ کے کسی قدیم قبیلے سے اسے یہی لوگ اٹھا کر لائے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ دیکھو ڈرو نہیں وہ کوئی جنگلی درندہ نہیں، پیٹرول سے چلنے والی بڑی سی بس ہے جس پر سفر کیا جاتا ہے اور جسے ایک ڈرائیور چلاتا ہے...... وہ قطعاً کوئی درندہ یا بلا نہیں......

ان تینوں کی شکلیں...... جیسے قہقہوں کی پھلجڑیوں کو اندر ہی اندر بجھا رہے ہوں...... ہاں وہ تینوں اس آخری بات پر ہنسی کو دبانے کی کوشش کر رہے تھے اور اس میں کامیاب بھی تھے اور وہ دھاڑیں مار کر نہ رونے کی کوشش کر رہی تھی اور ناکام ہو رہی تھی...... اس کی شکل سب بتا رہی تھی...... اسے خیال سا آیا کہ اس کی نحوست کو لے کر اس پر جو حملے کیے جاتے رہے تھے۔ وہ کتنے معمولی سے تھے ان حملوں کے مقابلے میں جو مانچسٹر میں مانچسٹر والوں نے اس پر کیے۔

وہ تو ننھی سی چھوٹی سی بچی تھی۔ اسے خوش بھی نہ ہونے دیا گیا اور رُلا دیا...... رُلا دیا۔

آنسوؤں کا سمندر اس کی آنکھوں میں تیرتا نظر آنے لگا۔

ان تینوں نے اس کی شکل کی طرف دیکھا اور بالکل خاموش ہو گئے پھر بائے کہہ کر اٹھ گئے...... اگر وہ اس کے اوّلین استاد تھے تو کمال کے استاد تھے۔ انہوں نے اسے سمندر میں دھکا دے دیا تھا یا ڈوب کر مر جاؤ یا تیر کر ابھر آؤ...... یا ڈر کر دبک جاؤ یا کود کر آڑ جاؤ......

مانچسٹر میں ملنے والا پہلا سبق...... مانچسٹر میں سنا جانے والا پہلا لیکچر اور مانچسٹر میں گرائے جانے والے اوّلین آنسو......

''مانچسٹر میں خوش آمدید''

O......✤......O

وہ کینٹین سے نکلی اور ایک ایسا گوشہ ڈھونڈنے لگی جہاں کوئی نہ ہو لیکن ویلکم ویک تھا۔ یونیورسٹی میں ایسا رش تھا جیسے چودہ اگست کو لاہور مال پر ہوتا ہے...... خاص کر چمن اور ریگل چوک کے پاس...... خیر وہ سبزے پر بیٹھ گئی...... اور منہ نیچے کر کے رونے لگی...... آج اس کا پہلا دن تھا تو وہ بہت اہتمام سے تیار ہو کر آئی تھی...... اس نے مسکارا بھی لگایا تھا اور آئی لائنر بھی...... میک اَپ کے نام پر وہ یہ دو چیزیں زیادہ استعمال کرتی تھی...... کافی دیر تک وہ سوں سوں کرتی رہی...... اس کا مسکارا پھیل گیا اور آنکھیں رگڑنے سے آنکھوں کے آس پاس اوپر نیچے سیاہی پھیل گئی...... اس کے پاس ٹشو نہیں تھا۔ اپنے سفید دوپٹے سے وہ صاف کرنا نہیں چاہتی تھی۔ انگلیوں سے جتنی آنکھیں صاف کر سکتی تھی اس نے کر لیں لیکن چہرے پر کافی سیاہی پھیل چکی تھی اور وہ عجیب مضحکہ خیز سی لگ رہی تھی پر اب اسے پروا بھی نہیں تھی کہ وہ اچھی لگ بھی رہی ہے یا نہیں...... جی بھر کر رونے کے بعد وہ اٹھی۔ ایک اسٹوڈنٹ اس کے پاس سے گزر رہا تھا جسے اس نے اشارے سے روکا۔

''مجھے جاب چاہیے۔'' آنکھوں کو رگڑتے اس نے کہا۔

''جاب......؟ میرے پاس جاب نہیں ہے۔''

''پاگل! مجھے جاب چاہیے...... کیسے ملے گی......؟'' اس نے اپنا غصہ اس پر اتارنا چاہا۔

''اوہ...... مجھے تو ابھی خود ڈھونڈنی ہے۔'' کہہ کر وہ چلا گیا۔

تین چار اور ایسے ہی نمونوں سے ملتی وہ ایک جگہ جا کر کھڑی ہو گئی اور آس پاس موجود دوسرے اسٹوڈنٹس کو دیکھنے لگی...... وہ بہت تیزی سے آ رہے تھے، جا رہے تھے...... ہنس رہے تھے، باتیں کر رہے تھے قہقہے لگا رہے تھے...... وہ سب بہت خوش اور پُر جوش تھے...... ان سب کے چہرے دمک رہے تھے۔ وہ چالیس ہزار اسٹوڈنٹس میں بلکہ یونیورسٹی کی تاریخ میں پہلی لڑکی ہو گی جو ایسے ایک طرف کھڑی مزید رونے کی تیاری کر رہی تھی...... وہ اپنے سنہری وقت کو برباد کر رہی تھی......

وہ چپ کھڑی سب کو دیکھتی رہی...... پھر اسے خیال آیا کہ اسے بھی چلنا پھرنا چاہئے...... اور ایک دم اسے یاد آیا کہ اسے اپنا اسٹوڈنٹ کارڈ بنوانا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ کارڈ صرف آج کے دن ہی بنے اور آج ہی نہ بنوانے پر اسے یونیورسٹی سے نکال دیا جائے۔

وہ پُر جوش اسٹوڈنٹس کے ریلے میں شامل ہو گئی اور اونگوں بونگوں کی طرح منہ اٹھا کر چلتی رہی...... گھومتی رہی...... ایک سے دوسرے کیمپس جیسے وہ کسی تاریخی عمارت کا جائزہ لینے آئی ہو، پڑھنے نہیں......

''آپ کچھ ڈھونڈ رہی ہیں یقیناً۔'' گہرے جامنی یونیورسٹی رنگ کی شرٹ پہنے اور Ask me (مجھ سے پوچھیں) کا بورڈ ہاتھ میں لئے وہ خود ہی اس کے قریب آیا تھا...... وہ دو تین بار اس کے پاس سے گزری تھی بلکہ وہ کئی اور Ask me کے پاس سے گزری تھی۔

''مجھ سے پوچھئے میں آپ کی مدد کروں گا۔''

اوہ اچھا...... Ask me کا بورڈ وہ اس لئے لئے گھوم رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ کسی ویب سائٹ کی پروموشن کر رہا ہے۔

''مجھے اسٹوڈنٹ کارڈ بنوانا ہے......'' یہ کہتے وہ اس کی بے جا لمبی ناک کو دیکھنے لگی۔

''ویل یہ تو بہت ہی آسان ہے......'' اس نے ہاتھ کے اشاروں اور زبان کے کلام سے بتایا کہ کہاں جانا ہے۔

''مجھے بالکل سمجھ نہیں آئی۔'' امرحہ نے کندھے اچکا کر ایسے کہا جیسے اس کی کارکردگی کو انتہائی فضول کا خطاب بس دینے ہی والی ہو۔ اور سمجھ اسے اس لیے نہیں آئی تھی کہ وہ اس کی لمبی ناک کی بناوٹ کو سمجھنے میں مصروف تھی۔

''یہاں چلی جائیں۔'' اب اس نے اس کے ہاتھ ایک نقشہ دیا، اس پر ایک جگہ سرخ دائرہ لگایا۔

''آپ کا دن اچھا رہے......'' وہ مسکرانے لگا اور ایسا کرتے اس کی لمبی ناک پھیل سی گئی اور وہ پھر سے اس کی ناک کو دیکھنے لگی۔

''کچھ اور پوچھنا ہے۔'' وہ جز بز ہوا۔ یقیناً وہ جان گیا تھا کہ وہ اس کی ناک کو گھور رہی ہے۔

اب وہ ہاتھ میں پکڑے نقشے کو دیکھنے لگی اسکول کے نصاب کی کتاب کے نقشے کے علاوہ یہ اس کے ہاتھ میں آنے والا پہلا نقشہ تھا جو کسی عمارت کا تھا...... اور وہ دعوے سے کہہ سکتی تھی۔ وہ اس نقشے کو استعمال کر کے بھٹک تو کئی بار سکتی تھی لیکن اصل مقام پر پچاسویں کوشش پر بھی نہیں پہنچ سکتی تھی...... مزید کسی سے کوئی لیکچر نہ سننا پڑے۔ وہ آرام سے نقشہ لے کر بھٹکتی بھٹکتی رہی...... اسے ایک ڈر اور بھی تھا کہ کہیں دائم، نوال وغیرہ اس کے پیچھے نہ ہوں کہ دیکھیں یہ اپنے کام کر بھی پاتی ہے کہ نہیں......

اِدھر اُدھر گھومتے تین چار بار لمبی ناک والے آسک می نے اسے نوٹ کیا۔

''آپ جا کیوں نہیں رہیں......؟'' نقشہ دینے والا اس کے پاس آیا۔

''مجھے راستہ ہی نہیں مل رہا۔''

میں نے نشان لگایا تو ہے...... بورڈز پڑھتی جائیں اور چلتی جائیں۔''

''آپ مجھے چھوڑ آئیں۔''

''بائیں......'' اس کی دونوں آنکھیں کچھ زیادہ ہی پھیل گئیں۔ امرحہ کا انداز ہی ایسا تھا کہ بھائی، ذرا مجھے میری دوست کے گھر تک تو چھوڑ آؤ۔

ایک بار پھر اس نے ہاتھ سے اشارے کر کے اسے سمجھایا...... یہاں سے دائیں پھر سیدھا...... پھر تھوڑا سا بائیں اس طرف......

''مجھے نہیں سمجھ آ رہی...... آپ مجھے چھوڑ آئیں...... مجھے ڈر لگ رہا ہے۔''

''ڈر......!'' اس بار وہ بے چارہ ایسے حیران ہوا جیسے اس کا کوئی مردہ رشتے دار اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا ہو۔

''کیسا ڈر......؟ آج ہالوین نہیں ہے۔''

''مجھے ان سب سے ڈر لگ رہا ہے۔'' اس نے آس پاس چلتے پھرتے ہر قوم و نسل کے لڑکا لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

امرحہ کی طرف اچنبھے سے دیکھتے رہنے کے بعد اس نے ایک قہقہہ لگانا ضروری سمجھا، پھر واکی ٹاکی نکال کر بولنے لگا۔

''جارج...... سنو ایک ہندوستانی لڑکی۔''

''پاکستانی......'' اس کی بھنویں تن گئیں۔

''جارج! ایک پاکستانی...... بلیو اینڈ وائٹ......''

''ڈارک بلیو شرٹ اور وائٹ دوپٹا......''

''ڈارک بلیو شرٹ اینڈ وائٹ ڈوپاٹا......''

''دو...... پٹا......''

''ڈوپاٹا...... میں آئے گی اسے پلیز آگے سے آگے ریفر کرتے جانا اور اسے اسٹوڈنٹ کارڈ کاؤنٹر تک پہنچا دینا۔''

''ریفر کیوں کرنا ہے...... اتنا وقت کس کے پاس ہے۔'' جارج کی آواز اس نے بھی سنی۔

''اسے ڈر لگ رہا ہے۔'' لمبی ناک والے نے سنجیدگی سے کہا۔

''ڈر...... کیا مذاق ہے یہ......''

''وہ سنجیدہ ہے...... مکمل سنجیدہ...... یا یونیورسٹی میں اعلان کروا دو کہ سب تھوڑی دیر کے لئے یونیورسٹی کو خالی کر دیں تاکہ وہ اسٹوڈنٹ کارڈ بنوا سکے...... تم سن رہے ہو جارج......''

جارج یقیناً سن رہا تھا...... کیونکہ اس کا بلند بانگ قہقہہ امرحہ نے سنا تھا...... حد ہے کوئی اسے سمجھ کیوں نہیں رہا آخر......

''اس طرف چلتی جائیں...... اگلے آسک می کو اپروچ کریں۔''

اس نے دائیں طرف اشارہ کیا...... وہ دائیں طرف چلی گئی اور ایک آسک می کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ وہ اس کی طرف دیکھنے لگا کہ جو پوچھنا ہے وہ پوچھو......

''میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔'' اس نے خود ہی پوچھ لیا۔ یعنی یہ وہ جارج نہیں تھا، جسے اسے اپروچ کرنا تھا۔

''مجھے اسٹوڈنٹ کارڈ بنوانا ہے۔''

''ٹھیک ہے...... یہ لیں یہاں چلی جائیں۔'' اس نے بھی نقشے پر سرخ دائرہ لگا کر اسے دیا۔

''مجھے نقشہ نہیں چاہیے۔''

''تو...... انتظامیہ نے ابھی تک ایئر بس کا انتظام نہیں کیا یہاں۔'' وہ طنزاً ہنس بھی نہ سکا۔

اُف کتنی تیز زبانیں تھیں ان سب کی......

''مجھے وہاں تک چھوڑ آئیں۔''

''چھوڑ آؤں...... میں...... کیوں......؟ آپ کو آسانی سے راستہ مل جائے گا...... ویسے میں آپ کو بتا دوں۔ میں آسک می ہوں۔ ''ڈراپ یو'' نہیں۔'' کیا اس خوبصورت انسان کو کسی نے نہیں بتایا تھا کہ ایسے طنزاً باتیں کرتے وہ بالکل اچھا نہیں لگتا۔

''نہیں مل رہا نا راستہ......'' اس نے اس آسک می کو دادا ہی سمجھ لیا تھا جو اس کے لاڈ اٹھاتے نہیں تھکتے تھے۔

''سب اپنے اپنے راستے ڈھونڈ رہے ہیں۔ آپ کو بھی مل جائے گا۔''

''سب تیز ہیں...... چالاک ہیں...... مکار ہیں...... میں نہیں ہوں...... میں ڈرپوک ہوں۔'' اس نے روانی سے اردو میں کہا اور خاموش ہو گئی اور صرف کندھے اچکائے کہ بس نہیں مل رہا۔

''سب ذہین ہیں...... ذمہ دار ہیں...... پڑھے لکھے ہیں اور خاص طور پر اپنی مدد آپ کے قائل ہیں۔'' جواب اردو میں آیا۔ اس نے جھٹکے سے سر کو اٹھا کر اس انگریز کو دیکھا جس کی گہری بھوری آنکھیں تھیں اور سفید سرخی مائل رنگت تھی...... اور بڑے بڑے کان تھے...... کچھ زیادہ ہی بڑے کان تھے۔

اس کا دادا کی ٹاکی بولا۔

''بلیو شرٹ وائٹ ڈوپاٹا...... پاکستانی...... نظر آئے تو پلیز آگے ریفر کریں۔''

''میں تھک گئی ہوں چلتے چلتے...... مجھے بھوک بھی لگی ہے...... مجھے کتنا اور آگے ریفر کریں گے۔''

''یہ آپ کا پہلا دن ہے؟''

''جی......''

''آپ پہلے ہی دن تھک چکی ہیں...... آسک می کا بورڈ پکڑے یہاں کھڑے یہ میرا تیسرا دن ہے...... میں ابھی تک نہیں تھکا......''

''آپ لڑکے ہیں......''

''آپ جیسی لڑکیاں بھی نہیں تھکتی۔'' اس نے دور کھڑی ایک لڑکی کی طرف اشارہ کیا جو بورڈ لئے کھڑی تھی اور پھرتی سے اسٹوڈنٹس کی رہنمائی کر رہی تھی۔

''آپ ہم سے کچھ بھی پوچھ کر ہم پر احسان نہیں کر رہیں بلکہ ہم کر رہے ہیں۔ آپ نہیں ہم تھکے ہیں...... ہمیں اس کام کے پیسے نہیں ملیں گے۔ ہم یہ بورڈ لے کر رضاکارانہ خدمات پیش کر رہے ہیں...... آپ ایک باس کی طرح ہم پر حکم نہیں چلا سکتیں...... تھک گئی ہیں تو سینما جا کر، بیٹھ کر ٹام اینڈ جیری دیکھیں، آپ کی تھکن اتر جائے گی۔''

اگر یہ لیکچر تھا تو اسے ایسے پروفیسر کا ناک توڑ دینا چاہیے...... امرحہ نے اپنے ہاتھ کو گھونسا بنایا

''آپ کو بات کرنے کی تمیز سیکھنی چاہئے۔'' امرحہ چلا پڑنا چاہتی تھی بس...... اور ہاتھ کے بنے گھونسے کا استعمال بھی کرنا چاہتی تھی۔

''آپ کو تھکن اتارنے کی مشق کرنی چاہئے۔'' وہ آواز و انداز سے ہی ناک توڑ دینے کی صلاحیت رکھتا تھا۔

''میں بہت باہمت ہوں۔'' اس نے جتا کر کہا۔

''بیسٹ آف لک۔'' اس نے کہہ کر منہ دوسری طرف کر لیا کہ اب جاؤ۔

وہ دوسری طرف جا کر ایک لڑکی سے پوچھنے لگی اور آخرکار پوچھتے پاچھتے اسٹوڈنٹس کاؤنٹر تک آ گئی...... اور اپنے کاغذات دینے کے بعد تصویر کے لئے ڈیجیٹل کیمرے کے سامنے آ کر بیٹھ گئی۔

''تمہارا کچھ گم ہو گیا ہے؟'' کاؤنٹر سر نے کاؤنٹر سے اپنا آدھا گنجا سر آگے کر کے مسکرا کر اس سے پوچھا۔

''نہیں......''

''تو مسکراؤ بھی......تم مانچسٹر میں ہو۔''

''مانچسٹر میں مسکرانا پڑتا ہے......؟'' اس نے یوں پوچھا کہ سب تو مجھے رُلا رہے ہیں اور آپ کہاں کی مسکرانے کی بات کر رہے ہیں۔

''بالکل...... کیونکہ مانچسٹر مسکرانے پر مجبور کر دیتا ہے...... یہاں اداسی کا کیا کام...... یہ تو دنیا بھر کے سوانوں کی جگہ ہے۔''

وہ مسکرادی۔

''بلیک سوان۔'' اسے بڑبڑاہٹ سنائی دی اور اس کی تصویر کھینچ دی گئی۔

''یہ نہیں......ایک اور پلیز۔'' اس نے اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے کہا۔

''ٹھیک ہے......''

اس بار وہ مسکرائی اور وائٹ سوان بن گئی...... کیونکہ وہ دل سے مسکرائی وہ مسکراہٹ جو اس نے یہاں آ کر سیکھی تھی۔

کیونکہ اسے رونے کی مشق تھی تو یہی اس کی پسندیدہ عادت بن گئی تھی اور وہ دل چھوٹا کر بیٹھتی تھی کیونکہ اسے دل بڑا کرنا سکھایا ہی نہیں گیا تھا یہی اس کا ماحول تھا جو اسے ملا تھا...... اسی ماحول کی وہ عادی تھی۔ اسے نہیں بتایا گیا تھا کہ جس زمین پر رینگا جاتا ہے اس پر شان سے چلا بھی جا سکتا ہے اور دوڑا بھی...... وہ ایسی ہی رینگتی، روتی دھوتی زندگی گزارتی رہی تھی...... کیونکہ اسے کبھی نہیں کہا گیا تھا ''یو آر اے برڈ مائی ڈیئر...... فلائی جسٹ فلائی۔'' (میری پیاری تم ایک پرندہ ہو......تو تم اڑو......بس اڑو)۔

اسے تو کہا گیا تھا کہ تُو منحوس ہے...... بد بخت ہے...... کالی نظر اور کالی زبان والی ہے......

لیکن اب مانچسٹر یونیورسٹی کی محراب سے اندر آتے ہی اسے کچھ اور سکھایا جا رہا تھا۔

''مسکراؤ کہ رونے کے لئے زندگی میں کوئی دن نہیں بنا......''

''اڑو کہ اُڑنے کا حق صرف پَر والوں کے پاس ہی نہیں۔''

''اور ایسے کھل کر مہکو کہ تم سے بہتر گلستان میں کوئی گل نہیں۔''

''تم سب کر سکتی ہو...... تمہارے پاس سب ہے۔ تمہارے ہاتھ میں سب ہے...... ناکامی اور مایوسی کی فضا میں ہمیشہ سانس بھرنا تم پر فرض نہیں۔''

کارڈ لے کر وہ بہت خوش ہوئی۔ اس نے کاؤنٹر سر کا شکریہ ادا کیا۔ ''بس اتنی ہی سی تو بات تھی......''

اس کی سمجھ میں آ گیا کہ اس درسگاہ کو دنیا کی بڑی درسگاہوں میں کیوں شمار کیا جاتا ہے۔ اس درسگاہ نے اسے پہلے دن ہی رینگنے سے چلنا سکھا دیا تھا...... ذمہ داری...... خود اعتمادی...... آگے بڑھ کر پا لینے کی صلاحیت عطا کر دی تھی۔

ہاتھ میں کارڈ لے کر وہ اپنی مسکراتی پھیلی سیاہی سے اٹی آنکھوں کو دیکھنے لگی اور ہنس پڑی...... وہ پُر جوش تھی...... کچھ بھی نہیں ہوا تھا اگر وہ بدصورت بھی لگ رہی تھی تو بھی...... یہاں دماغ والوں کو سلیوٹ کیا جاتا تھا۔ خوب صورت چہروں کو نہیں...... اور دماغ کو کام پر لگانا کچھ ایسا مشکل بھی نہیں تھا...... سب آسان تھا...... سب...... کچھ بھی دور نہیں تھا۔ سب پاس تھا۔ دونوں ہاتھوں کی دونوں مٹھیوں میں تھا...... ڈیپارٹمنٹ سے نکل کر وہ باہر آ گئی...... دن روشن تھا اور ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ اس کے بال لہرانے لگے۔ اس نے اپنے بیگ کا سٹرپ لمبا کیا اور اسے دوسرے اسٹوڈنٹس کی طرح کراس کر کے پہن لیا اور اعتماد کے ساتھ چلنے لگی۔

''امرحہ واجد'' گولڈ میڈل لینے کے لئے دوڑ میں پوری جان سے شامل ہو چکی ہے...... تماشائیوں کی خالی نشستوں پر

اسے کسی صورت نہیں بیٹھنا......اس کے نام کی نشست اب وہاں کبھی نہیں ہوگی۔

"مانچسٹر! امرحہ واجد کو خوش آمدید کہتا ہے۔"

O......❖......O
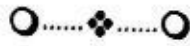
آکسفورڈ روڈ پر وہ سیدھی چلتی جا رہی تھی۔ صبح اس نے وہ منا سا ناشتا کیا تھا اور اب اسے بھوک لگی تھی لیکن وہ کھانا کھانے نہیں جا رہی تھی نوکری کی تلاش کے لئے جا رہی تھی۔ یونیورسٹی کے اندر کی طرح باہر بھی اسٹوڈنٹس کی بہت رونق لگی تھی۔ کچھ دور ذرا آگے سڑک کے اس پار اسے چرچ نظر آیا۔ اس کا دل چاہا کہ اندر جا کر دیکھے چرچ کو، پھر وہ اپنی ہی سائیڈ پر چلتی رہی اب دو سال یہیں رہنا تھا تو وہ سب دیکھ لے گی......اگر نوکری کا انتظام نہ ہوا تو ایک ماہ بعد ہی واپس جانا پڑے گا......سڑک ختم ہوگئی لیکن اسے کوئی ایسی جگہ نظر نہ آئی جہاں وہ نوکری کی بات کر سکتی......سڑک کے سامنے دوسری طرف اسے عبدالہادی حلال فوڈ کی دُکان نظر آئی......سڑک پار کر کے وہ اس دُکان میں آئی۔ اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ بھلے سے کانپتی رہتیں اس نے اندر جا کر کاؤنٹر بوائے سے بات کی۔ اس نے سلیقے سے اسے بتایا کہ فی الحال وہاں اسے نوکری نہیں دی جا سکتی۔

"کیا کچھ دن بعد دی جا سکتی ہے......دو ہفتوں بعد......"

"نہیں......شاید ایک سال بعد جب میں یہاں سے چھوڑ دوں گا۔"

وہ اگلے اسٹور "پک اینڈ کلک" میں گئی۔ وہ کمپیوٹر اسٹور تھا اور وہ کمپیوٹر ریپئرنگ کے بارے میں یقیناً نہیں جانتی تھی اور ظاہر ہے اسے نوکری نہیں دی گئی، جبکہ اسی اسٹور پر دوسری لڑکیاں کمپیوٹر ریپئرنگ کا کام کر رہی تھیں۔

ان ہی اسٹورز اور دُکانوں کے عین سامنے سڑک پار کر کے مشہور برگر اور پیزا کے چھوٹے چھوٹے ریسٹورنٹ کھلے تھے وہ وہاں بھی گئی اور زیادہ خود اعتمادی سے گئی......اور اب اس کی صرف دل کی دھڑکن تیز تھی......لیکن شام تک نہ اس کے دل کی دھڑکن تیز رہی نہ ٹانگوں میں کپکپاہٹ، صرف زبان میں تیزی رہی جو ہر ریسٹورنٹ، دکان، اسٹور میں جاتے ہی تیزی سے چلنے لگتی......وہ تھک گئی تھی لیکن رکی نہیں......اسے بھوک لگی تھی لیکن پیسے، بچانے کے لئے اس نے باہر سے کچھ بھی لے کر نہیں کھایا......اور اس سے بھی بڑھ کر اس نے یہ کام کیا کہ اس نے سائیکل چلانے والی ایک لڑکی سے لفٹ مانگی اور کاغذ پر لکھے ہوئے پتے کو لڑکی کے آگے کیا۔

"میں تمہیں مین روڈ تک لے جا سکتی ہوں......آگے تم پیدل چلی جانا۔" اس نے کہا۔

اب سائیکل پر بیٹھے اسے قطعاً ہنسی نہیں آ رہی تھی......اس کے پیٹ میں بھوک کی وجہ سے بل پڑ رہے تھے لیکن اسے رونا نہیں آ رہا تھا وہ اداس یا غم زدہ بھی نہیں تھی۔ وہ خود کو بے چاری بھی محسوس نہیں کر رہی تھی۔

صبح ان ہی کھلی روشن، قدیم عمارات سے گھری سڑکوں سے آتے ہوئے بھی وہ امرحہ واجد ہی تھی اور ان ہی سڑکوں سے پھر سے گزرتے ہوئے بھی وہ امرحہ واجد ہی رہی......

تبدیلی ظاہر میں نہیں باطن میں آئی تھی......اور کافی سے زیادہ آ چکی تھی......کافی سے زیادہ آنے والی تھی۔

گھر آئی تو اس کا لنچ کاؤنٹر پر رکھا تھا اور گھر میں کوئی بھی نہیں تھا۔ سب اپنے اپنے کام پر جا چکی تھیں۔ اس نے لنچ کو رات کے کھانے کے طور پر کھا لیا اور منہ ہاتھ دھو کر تازہ دم ہو کر سو گئی۔ دو گھنٹے بعد وہ اٹھی تو کتابیں پڑھنے لگی۔ رات کو وہ ایک ایک کر کے آتی گئیں اور سوتی گئیں لیکن وہ جاگ کر پڑھتی رہی۔

O......❖......O

اگلے دن صبح شرلی کے ساتھ اس نے جاب کی بات کی کہ اسے کہاں جانا چاہئے اور کہاں نہیں۔ شرلی نے اسے دو تین جگہوں کے نام بتائے اور پتے بھی سمجھا دیئے۔

پہلے وہ یونیورسٹی آئی تا کہ اپنی کلاسز کا معلوم کر سکے...... اس کے لئے یونیورسٹی ایریا میں الگ سے بہت وسیع کیمپ لگایا گیا تھا جہاں ہر ڈیپارٹمنٹ کا کاؤنٹر لگا تھا اور سینئر اسٹوڈنٹس ان کاؤنٹرز پر اپنی خدمات رضا کارانہ طور پر انجام دے رہے تھے۔...... اس ایریا میں بھی ایسے ہی رش تھا جیسے وہاں ایک مہذب اتوار بازار سجا ہو...... آہستہ آہستہ لیکن جلدی جلدی بولنے کی آوازیں آرہی تھیں اور ایک ساتھ ایک جگہ جمع ہو کر شور بن گئی تھیں۔ وہ ڈھونڈ ڈھانڈ کر اپنے مطلوبہ کاؤنٹر تک آئی اور بنیادی معلومات لینے لگی لیکن ایک مسئلہ تھا جو لڑکی اسے سب سمجھا رہی تھی وہ فرنچ تھی اور اس کی انگلش اچھی ہو کر بھی امرحہ کے سر کے اوپر سے گزر رہی تھی...... اس نے لڑکی سے ایک دو بار کہا کہ۔

''برائے مہربانی پھر سے بتائیں اور آہستہ بتائیں۔ میں سمجھ نہیں پا رہی۔'' اور لڑکی نے ایسا کیا بھی لیکن امرحہ پھر بھی کچھ خاص سمجھ نہ سکی۔

''ڈیرک! سنو تم ان کی مدد کرو۔'' لڑکی نے خوش اخلاقی سے اپنے ساتھی سے کہا جو ان دونوں کی طرف سے رخ موڑے کسی دوسرے کا مسئلہ حل کر رہا تھا۔

''جی......'' ڈیرک نے اس کی طرف دیکھا اور اس کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

یہ وہی Ask me کا بورڈ پکڑنے والا لمبی ناک والا تھا۔ اس سے پہلے کہ امرحہ کچھ بولتی۔ اس نے اپنی ناک کو ایک ہاتھ سے چھپا لیا......

امرحہ کا دل چاہا واقعی اس کی ناک پر اپنے ہاتھ میں پکڑی موٹی فائل دے مارے...... یہ انسان یقیناً اس کا کوئی مشہور زمانہ مذاق بنا دے گا جو ساری یونیورسٹی میں مشہور ہو جائے گا......

''فرمایئے۔ میں آپ کو کیسے ڈرا سکتا...... معذرت چاہتا ہوں، آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔''

ناک بدستور اس نے بائیں ہاتھ سے چھپا رکھی تھی۔ امرحہ نے کاغذ اس کی طرف بڑھایا جس پر اس کے مضمون لکھے تھے اور اس نے پڑھ کر دوسرے کاغذ پر کم سے کم پندرہ منٹ لگا کر اچھی خاصی تفصیل کے ساتھ سب کچھ لکھ دیا...... کلاس کے اوقات کار، ٹیچرز کے نام...... مزید مدد کے لئے اسی کی جماعت کے دو تین ہم جماعتوں کے نام...... ان کی رہائش کے پتے۔

پھر اس نے نقشہ نکالا اور اس پر سرخ دائرہ لگایا۔ ''یہ آپ کا ڈیپارٹمنٹ ہے۔''

''اسے اس کا ڈیپارٹمنٹ دکھا لاؤ۔'' اس نے فرنچ لڑکی سے کہا۔

لڑکی نے اچنبھے سے اسے پھر ڈیرک کو دیکھا اور امرحہ کے کچھ کہنے سے پہلے ہی پوچھ لیا۔

''کیوں...... یہ خود چلی جائے گی نا......''

''نہیں...... یہ خود نہیں جاتی...... اسے ڈر لگتا ہے۔''

امرحہ نے ڈیرک کے ہاتھ سے کاغذ جھپٹ لیا...... ڈیرک کے قہقہے نے دور تک اس کا پیچھا کیا۔

''خدا تمہاری ناک اور لمبی کرے...... آمین۔'' امرحہ نے بددعا دی

وہ دعا کر رہی تھی کہ پہلے دن جو جو لوگ اسے ملے ہیں، ان سے دوبارہ اس کی ملاقات نہ ہو...... ایک لڑکی اس کے پاس سے گزری اور ایک دم سے رک گئی۔

''کوئی مدد چاہیے؟'' ساتھ ہی اس نے امرحہ کے ہاتھ میں پکڑا کاغذ لے لیا۔

''یہاں جانا ہے نا...... میں ابھی یہیں سے آرہی ہوں...... بلکہ پھر سے وہیں جا رہی ہوں...... آ جاؤ میرے ساتھ۔''

وہ خواری سے بچ گئی اور اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ وہ اسے ڈیپارٹمنٹ تک چھوڑ گئی...... اس نے اپنی کلاسز دیکھ لیں اور اوقات کار بھی...... اپنی کلاسز دیکھ کر اسے خاصی خوشی ہوئی۔ وہ اس کی سوچ سے زیادہ خوبصورت تھیں۔

یونیورسٹی سے نکل کر وہ پیدل ہی پھر سے نوکری کی تلاش میں لگ گئی...... لیکن یہ کام تو مشکل ہی بنتا جا رہا تھا۔ یونیورسٹی

سے بہت زیادہ دور وہ نوکری کر نہیں سکتی تھی۔ اس طرح اس کا بس کا کرایہ لگتا اور اس کی بچت مشکل سے ہی ہو پاتی۔
اس کی کلاسز شروع ہو گئیں...... لیکن کام نہیں ملا، اسے پریشانی یہ تھی کہ اگر وہ کام نہ ڈھونڈ سکی تو پھر سے دائم کا لیکچر سننا پڑے گا گو کہ وہ اپنی جگہ ٹھیک تھا لیکن اپنی جگہ غلط وہ بھی نہیں تھی۔ وہ انتھک کوشش کر رہی تھی۔

O......❖......O

ایک دن یونیورٹی سے پندرہ منٹ کی واک پر واقع کیفے کے سامنے سے اس کا گزر ہوا۔ وہ یہاں پہلے بھی آ چکی تھی لیکن اسے جواب دیا گیا تھا کہ انہیں ضرورت نہیں۔ اب ضرورت ہے کا بورڈ کیفے کے سامنے رکھا تھا۔ اس نے پہلے کیفے میں بیٹھ کر کافی پی پھر کاؤنٹر تک آئی...... اسے یہاں کام تو فوراً ہی مل سکتا تھا لیکن صرف ایک مسئلہ تھا اور کافی بڑا مسئلہ تھا جو ویٹریس اسے نظر آ رہی تھیں۔ انہوں نے گھٹنوں تک اسکرٹ پہن رکھا تھا جو ایک مشہور کافی کے لیبل جیسا تھا، یعنی کمپنی کا چلتا پھرتا اشتہار تھی وہ...... اسے اشتہار سے کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن وہ یہ اسکرٹ تو نہیں پہن سکتی تھی اور جو حالات جا رہے تھے، ان کو مدِنظر رکھتے ہوئے وہ اس واحد نظر میں آنے والے "ضرورت ہے" کے موقعے کو ہاتھ سے جانے بھی نہیں دے سکتی تھی۔
اس نے کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھے دراز قد فربہی مائل گورے چٹے انگریز سے بات کی...... اس نے امرحہ سے چند سوالات پوچھے اور اسے ہاں کہہ دیا...... وہ خوش ہونے کے بجائے اسے دکھ سے دیکھنے لگی یعنی نوکری ملی بھی تو کون سی جس پر شاید ابھی انکار ہو جائے جب وہ اس کی اگلی بات سنے گا۔
"مجھے اس کام کی بہت شدید ضرورت ہے...... اگر مجھے یہ نوکری نہ ملی تو میرا مستقبل بہت بُری طرح سے تاریک ہو جائے گا۔" اس نے اپنی طرف سے انگریز کو جذباتی کرنے کی کوشش کی تھی۔
"میں نے تمہیں کام پر رکھ لیا ہے۔" وہ جذباتی نہیں بلکہ سمجھداری سے گویا ہوا
"میں اسکرٹ نہیں پہن سکتی...... میں جینز پر یہ شرٹ پہن لوں گی بس۔" اس نے ویٹریس کی شرٹ کی طرف اشارہ کیا۔
"تمہیں اتنا اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں...... تم جا سکتی ہو۔" تو وہ واقع سمجھدار انسان ہی تھا
"اس دنیا کے روشن مستقبل کے لئے کیا آپ صرف اس نامکمل لباس کو نظرانداز کر کے تعلیم حاصل کرنے کے لئے کوشش کرتی اس لڑکی پر ایک احسان نہیں کر سکتے...... دنیا کا ہر انسان علم حاصل کرنے والے کی عزت کرتا ہے۔"
"مجھے صرف اپنے روشن مستقبل کی فکر ہے۔"
"آپ کس مذہب کے ماننے والے ہیں؟"
اس نے اسے گھورا...... یورپ میں کبھی بھی کسی سے بھی اتنی جلدی اس کے مذہب کے بارے میں نہیں پوچھ سکتے...... وہ برا مان جاتے ہیں۔
"میں یہودی ہوں۔"
امرحہ کی سٹی گم ہو گئی۔ وہ یک ٹک اسے دیکھتی رہی، وہ اپنی زندگی کے پہلے یہودی انسان سے مل رہی تھی۔
"مجھے گھورنا بند کرو اور جاؤ یہاں سے......"
"دیکھئے جناب! اگر آپ مجھے کام دیں گے تو سب آپ کی تعریف کریں گے کہ ایک یہودی نے ایک مسلم کا احترام کیا...... اس کی اخلاقیات کا خیال رکھا...... یونو وغیرہ وغیرہ۔"
"یہ وغیرہ وغیرہ کیا ہے؟"
"مزید تعریف...... اور تعریف...... سب آپ کو اپنے سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔"
"لیکن مجھے اپنی کرسی پر بیٹھنا ہی اچھا لگتا ہے۔"

''پھر بھی ذرا سوچئے...... یہ یونیورسٹی ایریا ہے...... اسٹوڈنٹس آپ کی کس قدر عزت کریں گے۔ ہوسکتا ہے بلکہ مجھے تو یقین ہے کہ سالانہ کانووکیشن ڈے پر آپ کو خاص طور سے مدعو کیا جائے گا اور آپ تقریر بھی کریں گے...... ایسا دن آپ کی زندگی میں دوبارہ نہیں آسکتا......''

''مجھے کانووکیشن میں جانے سے کوئی دلچسپی نہیں۔''

''جب آپ جائیں گے تب آپ کو یہ بہت دلچسپ لگے گا۔''

وہ کاؤنٹر پر بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیاں بجانے لگا اور اسے دلچسپی سے دیکھتا رہا...... اس کی نیلی آنکھیں مزید نیلی ہو گئیں۔

''میں نے سنا تھا، انگریز بہت رحم دل ہوتے ہیں۔''

''میں پولش ہوں۔'' اس نے انگلی سے ٹھوڑی کھجائی کہ اب آگے کیا......

''مجھے اندازہ تھا اور ہاں پولش تو دنیا بھر میں انسان دوست مشہور ہیں۔ اخلاقیات کی پاس داری کرنے والے...... انسانی خدمت میں پیش پیش رہنے والے...... اور مدد کے لئے کبھی پیچھے نہ ہٹنے والے......''

''کیا واقعی؟ ایک پولش ہونے کی حیثیت سے یہ سب مجھے کیوں معلوم نہیں ہوا، ویسے تمہاری زبان ہمیشہ ایسے ہی چلتی ہے کیا۔''

''نہیں...... لیکن جو کافی میں نے ابھی آپ کے یہاں سے پی ہے، اس کے بعد سے کافی زیادہ...... آپ مجھے ایک ہفتے کے ٹرائل پر رکھ سکتے ہیں۔''

''اس سے کیا ہوگا؟''

''میں شرط لگا سکتی ہوں، جب لوگ مجھے ایک مسلم لڑکی کو مکمل لباس میں دیکھیں گے تو وہ اس طرف کھنچے چلے آئیں گے کہ یہ ایک انسان دوست انسان کا کیفے ہے...... یہاں کے مالک نے انسانیت کے لئے نام نہاد اصول کو توڑ دیا۔''

''کیا واقعی......؟'' وہ پھر سے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے کاؤنٹر بجانے لگا۔

''بالکل...... آزما کر دیکھ لیں۔'' یہ کہتے امرحہ کی نظر اتاری جانی چاہیے تھی۔

''ٹھیک ہے، کل سے آجانا...... تمہیں اصل کا ففٹی پرسنٹ ملے گا۔''

''مجھے منظور ہے...... ویسے آپ کو یہ اندازہ ہوگا ہی کہ روزانہ اس کیفے میں کتنے لوگ آتے ہیں......'' امرحہ کی ذہانت بڑھتی جا رہی تھی۔

''میں دس سال سے یہ کیفے چلا رہا ہوں، سال میں صرف ایک بار آنے والوں کو بھی پہچان لیتا ہوں......''

''میرا مطلب تھا کہ اگر کل زیادہ لوگ آئے تو......''

''تو مجھے معلوم ہو جائے گا۔'' وہ آنکھوں کو اندر کی طرف لے جا کر مسکرایا...... اور یہ مسکراہٹ اس پر جم کر رہ گئی۔

○......❖......○

وہ گھر گئی تو اس نے شرلی، عذرا وغیرہ سب سے کہہ دیا کہ کل ہر صورت وہ خود اور اپنے دوستوں کو لے کر اس کے کیفے آ جائیں...... ان چاروں نے آنے کا وعدہ کر لیا سوائے ہانا کے...... اور انہوں نے اسے یقین دلایا کہ وہ کوشش کر کے اپنے ایک یا دو دوستوں کو بھی ساتھ لے کر آئیں گی...... صبح وہ دائم اور نوال کے پاس بھی گئی۔ انہیں سب سچ سچ بتا دیا...... دائم کتنی ہی دیر بے یقینی سے اس کی شکل دیکھتا رہا پھر ہنسنے لگا۔

''تم نے کس چالاکی سے یہ سب کیا ہے...... ہے نا......''

''کرنا پڑا۔'' اس نے کندھے اچکائے۔

''میں اپنے ہم جماعتوں اور دوستوں کو بھی کہہ دیتا ہوں...... کتنے دن کا ٹرائل ہے۔''

''ایک ہفتے کا...... اگر روز آٹھ دس لوگ آئیں تو۔''

''آٹھ دس تو کم ہیں...... آخری دن تک میں تمہیں کافی زیادہ کر دوں گا۔''

''یہ ٹھیک ہے۔''

''اور پھر یوں پہلے دن دس...... دوسرے دن پندرہ پھر اٹھارہ، بیس...... پچیس اور آخری دن پورے تین کم پچاس اسٹوڈنٹس وہاں کافی پینے گئے اور مزے کی بات یہ کہ انہوں نے اپنی پرفارمنس کی حد ہی کر دی...... وہ کافی پینے جاتے، کاؤنٹر تک آتے جاتے۔

''کتنے نوبل انسان ہیں آپ۔'' مسکرا کر کہا جاتا۔

''آپ نے ایک مسلم خاتون کو بغیر کسی امتیاز کے نوکری دی۔''

''آپ جیسے انسان دوست لوگ آج کل کہاں ملتے ہیں۔''

''ہم سب ضرور اپنے پروفیسرز سے آپ کی تعریف کریں گے، آپ کو ہمارے کانووکیشن ڈے میں ضرور آنا چاہئے۔''

''فرشتہ صفت انسان ہیں آپ...... بلکہ فرشتہ ہی ہیں...ایسے انسان آج کل ناپید ہیں۔''

''اب ہم ہر روز صرف یہاں ہی آیا کریں گے کافی پینے......''

چھ دن ہر پرفارمنس کے ساتھ ساتھ وہ مسکراتا رہا، مسکراتا رہا......

''میں نے اپنی زندگی میں بہت سے ڈرامے دیکھے لیکن ان چھ دنوں میں یونیورسٹی والوں نے میرے کیفے میں جو ڈرامہ سیشن کیا، وہ سب سے شاندار رہا۔'' وہ بلند بانگ قہقہے لگا رہا تھا۔

وہ مایوس سی کھڑی کاؤنٹر پر ہاتھ رکھے اسے ہنستے ہوئے دیکھتی رہی، اس کا تو خیال تھا، اس کا پلان کامیاب رہا لیکن یہ کیا......

''تم ایک کاروباری انسان کو اُلو نہیں بنا سکتیں...... رائٹ۔''

''رائٹ۔'' اس نے کمزور سا رائٹ کہا۔

''پر...... تم ایک کاروباری انسان کو متاثر ضرور کر سکتی ہو...... رائٹ......''

''رائٹ۔'' وہ مسکرانے لگی۔

''دیکھو مس اخروٹ...... ! میں تمہیں یہاں ایسے نہیں رکھ سکتا۔''

وہ ایک دم سے سنجیدہ ہو گیا اور امرحہ بھی...... اس کی خوشی اُڑن چھو ہو گئی۔

''کافی کمپنی اس ڈریس کے لئے مجھے پے کرتی ہے...... اور اس کیفے کے پچاس فیصد مالکانہ حقوق کمپنی کے پاس ہی ہیں...... لیکن کیونکہ میری دلچسپی بڑھ گئی ہے کہ میں یونیورسٹی کے کانووکیشن میں بلایا جاؤں تو میں تمہیں عارضی طور پر یہاں رکھ سکتا ہوں...... جب تک تمہیں کہیں اور نوکری نہیں مل جاتی تم یہاں کام کر سکتی ہو لیکن اگر کمپنی نے اعتراض کیا تو مجھے تمہیں فوراً نکالنا ہوگا......''

''کمپنی اعتراض نہیں کرے گی۔'' وہ خوشی سے نہال ہو کر بولی۔

''کیوں؟ تمہیں کیسے پتا......؟''

''میں دعا کروں گی، کمپنی اعتراض نہ کرے۔''

''تم یہ دعا کیوں نہیں کرتیں کہ تمہیں کہیں اچھا سا کام مل جائے۔''

''وہ بھی کر رہی ہوں ساتھ ساتھ...... لیکن فی الحال مجھ پر یہی دعا واجب ہے...... کہ کمپنی اعتراض نہ کرے، اور مجھے

اخروٹ مت کہئے..... آپ مجھے مس چلغوزہ کہہ سکتے ہیں کیونکہ چلغوزے مجھے بہت پسند ہیں۔''
وہ خوشی سے بولتی ہی چلی جا رہی تھی..... کیفے سے باہر مانچسٹر کی سڑکوں پر اترنے والی رات، اس رات بہت روشن تھی..... اور جب سیاہی سفید ہو جائے..... راتیں روشن ہو جائیں تو زندگی کی شاخوں سے نئی کونپلیں پھوٹتی ہیں۔ خوشبو دیتی ہوئی..... پھولوں، پھلوں سے لدی ہوئی۔

O.....❖.....O

وہ کام کرنے لگی اور کلاسز میں بھی مصروف ہو گئی۔ ساتھ ہی اس نے بھی نوڈلز کھانے شروع کر دیے۔ اپنی پہلی تنخواہ سے اس نے سب سے پہلے ہانا کی پسند کے نوڈلز کا بڑا پیکٹ لیا جو وہ دو ہفتے تک کھا سکتی تھی۔ ساتھ ہی انڈے، دودھ کے ڈبے، جام، ڈبل روٹی لے کر اس نے فریج کو بھر دیا تا کہ وہ سب بھی استعمال کریں..... اب اسے رہائش کی تلاش تھی..... گو شرلی نے اس سے کہہ دیا تھا کہ وہ اتنی پریشان نہ ہو رہائش کے لئے لیکن وہ پریشان تھی اگر انہوں نے اسے خندہ پیشانی سے اپنے ساتھ رکھا ہوا تھا تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ ڈھیٹ بن کر مستقل ہی وہاں جم جاتی اور بہانے بناتی کہ اسے رہائش نہیں مل رہی۔
چونکہ اسے شروع سے ہی بہت زیادہ کھانے کی عادت تھی تو ابھی وہ مکمل طور پر اپنی بھوک پر قابو نہیں پا سکی تھی۔ پچھے منے سے ناشتے سے تو اس کا کچھ بنتا ہی نہیں تھا۔ اس سے زیادہ تو وہ شام کی چائے میں اڑا جایا کرتی تھی۔
دوپہر کے کھانے کے وقت یونیورسٹی میں اسے کسی نہ کسی کی ٹویٹ مل جاتی.....؟(Tweet)
تو ٹویٹ کا قصہ کچھ یوں تھا کہ کسی بھی فرینڈ یا ہائے ہیلو فرینڈ یا کلاس فیلو کے پاس جایا جاتا اور اس سے کہا جاتا۔
''ٹویٹ می پلیز۔'' (مجھے ٹویٹ دو) اگر وہ چاہتا یا افورڈ کر سکتا تو اسے ٹویٹ کر دیتا یعنی ایک کپ چائے، کافی یا کوئی بھی ڈرنک پلا دی جاتی یا جو مانگنے والا چاہتا وہ..... ٹویٹ مانگنے والے کو وہ ٹویٹ واپس بھی کرنا ہوتی تھیں۔
دائم گروپ نے اسے اپنی ساری ٹویٹس دے دی تھیں۔ جو وہ اکٹھی کرتی پھرتی تھی۔
اب منظر کچھ یوں ہوتا کہ دائم یا نوال اس سے کہتے کہ جو سامنے جبران بیٹھا ہے اس کے پاس میری چھ ٹویٹس ہیں۔ اس کے پاس جاؤ اور کہو۔
''دائم کی ٹویٹ مجھے دے دو۔''
وہ جاتی اور کہہ دیتی..... اسی طرح اسے شرلی، عذرا اور ایسے ہی دوسرے ہائے ہیلو دوست اپنی ٹویٹس دے دیتے.....
اکثر جن کی تین یا چار ٹویٹس اکٹھی ہو چکی ہوتیں، ان کا وہ برگر کھا لیتی، لیکن برگر، یا سینڈوچ یا پیزا کھائے جانے پر ایک ایکسٹرا ٹویٹ منفی ہو جاتی یعنی اگر چار ٹویٹس ہیں تو تین کا برگر اور ایک منفی یعنی باقی زیرو..... اور اگر تین ہی تھیں تو ایک جمع ہو جاتی یعنی برگر کھانے والے کے کھاتے میں ایک ٹویٹ آ جاتی۔
پہلی بار تو امرحہ کو کافی سے زیادہ شرم آئی پھر اس نے محسوس کیا کہ امیر کبیر اسٹوڈنٹس بھی ایسا کر لیتے ہیں تو وہ بھی کرنے لگی۔ وہ دائم، نوال، شرلی کے پاس جاتی ''مجھے کسی کی ٹویٹ ریفر کرو پلیز۔'' کہتی..... وہ سوچتے، ادھر اُدھر دیکھتے۔
''وہ سامنے..... ہاں وہاں لان میں..... وہ جس نے سفید شرٹ پہنی ہے۔ ہاں وہی اس کے پاس جاؤ۔''
کاغذ پر لکھ دیا جاتا ''ٹویٹ ہر بیک'' (اسے ٹویٹ واپس کر دو) اسی کاغذ پر ٹویٹ دینے والا لکھ دیتا (بقایا دو)۔ وہ باقی کی دو بھی ہڑپ کر جاتی۔ اسے بڑا مزا آ رہا تھا۔ اسے ٹویٹ پر ٹویٹ مل رہی تھیں..... اس نے دادا کو سب بتایا۔
''مانگنے کے نت نئے انداز۔'' وہ ہنسنے لگے۔
''دینے کے نت نئے انداز دادا۔'' وہ مانچسٹر کی ہر ادا کی حمایتی تھی۔
''کیا کمال کا جواب دیا ہے تم نے۔'' وہ بہت خوش ہوئے۔

اس دن وہ دائم گروپ کی ایک لڑکی اقصیٰ کے پاس گئی اور ٹویٹ ریفر کرنے کے لئے کہا۔

''یہ تمہیں لائبریری میں ملے گا ورنہ کہیں نہیں ملے گا اس وقت...... لائبریری میں کسی سے بھی پوچھ لینا۔ تمہیں اس کا بتا دیا جائے گا..... پوری بیس ٹوئیٹس ہیں میری اس کے پاس۔'' اقصیٰ نے چٹ پر اپنا اور اس کا نام لکھ دیا اور اس کا تھوڑا بہت حلیہ سمجھا دیا۔

''بیس......!'' امرحہ کے منہ میں پانی بھر آیا۔ آرام سے چار پانچ برگر کھائے جا سکتے ہیں، کافی بھی...... دو ہفتے آرام سے نکل جائیں گے......

یعنی اگلے دو ہفتوں کے لئے بالکل خوار نہیں ہونا پڑے گا...... وہ لائبریری میں آگئی اور سرگوشی کے انداز سے کاؤنٹر سے اس کا پوچھا۔

''میں سمجھ نہیں پائی...... کون سی کتاب چاہئے۔''

''اُف...... کتاب نہیں چاہئے...... عالیان کا پوچھ رہی ہوں، جس کے بڑے بڑے کان ہیں۔'' امرحہ نے کانوں کا حوالہ دیا جبکہ اقصیٰ نے یہ کہا تھا لائبریری میں جو سب سے خوبصورت لڑکا دنیا مافیہا سے بے خبر کتاب پڑھ رہا ہوگا وہ وہی ہوگا۔

کانوں کا تو اس نے مذاقاً ذکر کر دیا تھا۔

ایک ہلکی سی مسکراہٹ لائبریرین کے چہرے پر نمودار ہو کر معدوم ہوگئی اور اس نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ وہ کہاں بیٹھا ہے۔ وہ اس کے پاس آئی اور کاغذ جس پر اقصیٰ کی لکھائی میں ٹویٹ کا لکھا تھا اس کے آگے کیا۔

اس نے اپنی موٹی سی کتاب سے نظر اٹھا کر اس چٹ کو پڑھا پھر جس ہاتھ نے اس چٹ کو تھام رکھا تھا، اسے خفگی سے گھورا...... اس کی پیشانی پر ایک پتلی سی لکیر بن کر غائب ہوگئی۔

''سوری...... اس وقت نہیں۔'' اس نے آہستگی سے کہا۔

''پھر کس وقت؟''

''بس آج نہیں...... اِن فیکٹ اگلے ہفتے تک نہیں...... برائے مہربانی اس سے پہلے مجھے تنگ نہ کیا جائے۔''

''پر مجھے تو ابھی اسی وقت بھوک لگی ہے۔''

اس کی تیز آواز پر بھوری آنکھوں والا حیران رہ گیا۔ پیشانی پر خفگی سے اس بار دو لکیریں بن کر ابھریں اور وہیں براجمان رہیں۔

''مجھے میری ٹویٹ دو۔'' امرحہ نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر تھوڑی اور تیز آواز میں کہا۔ یہ وہی تھا نا جو اس دن ویلکم ویک کے دوران اس پر چلا رہا تھا۔ اب وہ اس پر چلا سکتی تھی۔

''میں نہیں دے رہا۔'' اس نے ذرا سختی سے کہا۔

''میں کیا کروں...... مجھے تو بھوک لگی ہے۔'' اس نے اس طرف آتے ہوئے ایک اور کام کیا تھا۔ اس نے کاغذ پر خود ہی سینڈوچ لکھ دیا تھا۔

اس کی بھوری آنکھیں ایک لمحے کے لئے سیاہی مائل سی ہوئیں۔ پیشانی پر شکنوں کا جال سا بچھ گیا۔ 90's کے ہیروز کی طرح اس نے گردن کو ہلکا سا جھٹکا دے کر اسے گھورا اور پھر وہ ٹوئیلیز کے ہیرو کی طرح اسے مکمل نظر انداز کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔

''میں نے کہا نا، اگلے ہفتے سے پہلے میرے پاس نہ آنا۔'' وہ لائبریری بلڈنگ سے باہر نکلا۔

''میں کچھ نہیں جانتی۔'' وہ بھی اس کے ساتھ نکلی۔

وہ مڑا اور اس کے ہاتھ سے کاغذ کھینچا اور تیزی سے آگے آگے چلنے لگا۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے لپکی کہ وہ کینٹین جا رہا

ہے لیکن...... وہ تو...... وہ تو......

''یہ کیا ہے اقصیٰ؟'' اس نے دو انگلیوں میں اٹکایا کاغذ اقصیٰ کے آگے کیا۔

''کس بھوکی کو میرے پیچھے لگا دیا ہے۔''

''یہ کیا......؟'' امرحہ نے انگلش نقوش کے حامل...... فرنچ غصے کے دلدادہ کو سہم کر دیکھا۔ یہ اس نے کیا کہہ دیا وہ بھی اتنے دھڑلے سے...... امرحہ نے آس پاس دیکھا...... اف...... جیسے یونیورسٹی کے سارے اسٹوڈنٹس انگوٹھے لہرا لہرا کر شرم کرو...... شرم کرو...... کہہ رہے تھے...... پہلے تو امرحہ نے آنکھیں میچ لیں۔ پھر اس نے غصے سے بھڑک کر اسے دیکھا۔

اقصیٰ نے پڑھا کاغذ پر سینڈوچ لکھا تھا۔

''مجھے میری ٹویٹ دو عالیان۔'' اقصیٰ نے اس کی عزت رکھ لی۔

''اگلے ہفتے......'' اس نے شان سے کندھے اُچکائے۔ جیسے ایک بڑا نقصان کرنے کے بعد اطالوی اچکاتے ہیں۔ بے نیازی سے بھی اور خونخواری سے بھی۔

''تم دونوں ہینڈل کر لو پلیز......'' اقصیٰ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ایک بھوکے اور دوسرے کنگلے کو کیسے ہینڈل کرے اور وہ کہہ کر لان سے اٹھ کر چلی گئی۔

''اگلے ہفتے سے ایک بھی دن پہلے میرے پاس نہ آنا۔'' لمبے کانوں والے نے آنکھیں پھیلا کر کہا اور پھر سے لائبریری کی طرف جانے لگا۔

''اگلے ہفتے تک میں مر جاؤں گی۔'' وہ پھر اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔

''ایک میری ہی ٹویٹ پر زندہ ہو کیا؟'' وہ پھر سے فرنچ بن گیا، جو غصے کو دبانے کے لئے لفظ چباتے ہیں تو آنکھیں سرد مہری سے اندر کر لیتے ہیں، اور سر کو یوں خم دیتے ہیں کہ دیکھنے والوں کو مبہوت کر دیتے ہیں۔

اختلاف اپنی جگہ لیکن وہ اس کے اس طرح خم دے کر طنز جھاڑنے پر اسے دیکھتی رہ گئی۔ غصہ کر بھی رہا تھا اور نہیں بھی...... کیسی بات تھی۔ اس پر غصہ آنا چاہیے تھا اور نہیں آ رہا تھا، کیسا کمال تھا۔

''آج تو اسی ٹویٹ پر رہنا ہے۔ سارے پیسے ختم ہو گئے اور نوڈلز بھی...... صبح جلدی کی وجہ سے چائے بھی نہیں پی۔'' اس بات پر وہ ذرا رکا۔ اپنے کراس بیگ کو اپنی گردن سے نکال کر اسے کھنگالنے لگا۔ تھوڑا وقت لگا لیکن وہ مطلوبہ چیز نکال چکا تھا۔

اُف...... اس نے تو ایک چاکلیٹ نکال لی جو آدھی کھائی ہوئی تھی۔

''یہ لو......'' آدھی کھائی چاکلیٹ اس کی طرف بڑھائی۔

''اس سے کیا ہوگا۔'' چاکلیٹ دیکھ کر امرحہ کو خوشی تو ضرور ہوئی لیکن فی الحال اسے سینڈوچ ہی کھانا تھا۔

''کافی کیلوریز ہیں اس میں۔'' بھوری آنکھوں والے نے بیگ کو واپس گلے میں ڈالا۔ ایک ہاتھ جینز کی جیب میں اور ایسے کھڑا ہو گیا جیسے اس کا فوٹو سیشن ہو رہا ہو۔

''لارڈ میئر جوانی کے دنوں میں یونیورسٹی میں چیریٹی کرتے ہوئے۔'' فوٹو کا کیپشن اس سے بڑھ کر اور کیا ہوتا۔

''مجھے کیلوریز نہیں چاہئیں...... کھانا چاہئے۔''

''تو یہ کیا بھوسا ہے؟'' لارڈ میئر نے بھنویں اچکائیں اور کچھ ایسے اچکائیں کہ وہ پیشانی پر گرے بھورے بالوں سے جا لیں۔

''اور یہ چھوٹی بھی ہے، چھوٹی اور آدھی کھائی ہوئی اور پھر میں کیوں کسی کے منہ کی کھائی ہوئی کھاؤں۔''

بھنویں...... اس بار سوالیہ اچکیں...... یعنی اتنی ایگو ہے تم میں...... اچھا...... سچ میں......؟

''دوسری طرف سے کھا لو...... آخری کنارہ پھینک دینا۔''

وہ منہ بنائے کھڑی رہی.....اس نے پھر سے بیگ کھنگالا اور ایک پیکٹ نکالا جس کے ریپر کو ایک پیپر پن سے بند کیا گیا تھا تا کہ اندر موجود میوہ جات بیگ میں بکھر نہ جائیں..... پیکٹ بسکٹ کا لگتا تھا۔

''یہ لو اور یہ بھی لو.....'' چاکلیٹ اور بسکٹ دونوں اس کے آگے کئے۔اس نے دونوں پیکٹ پکڑ لئے.....ایک میں موجود چاکلیٹ تو اس نے دیکھ لی تھی۔دوسری کی پن نکالی تو وہ بسکٹ کا چورا نکلا۔

''مجھے کیا سمجھ رکھا ہے۔چیریٹی کر رہے ہو۔'' امرحہ بُری طرح سے برا مان گئی لیکن اس نے جیسے سنا نہیں اور وہ تیزی سے لائبریری کی طرف جانے لگا کہ اتنا کچھ دینے پر بھی وہ ایسے چلا رہی ہے تو کیسی بری بات ہے۔

جو دونوں پیکٹ ہاتھ میں لئے کھڑی ہے۔اسے تو آپ جانتے ہی ہیں لیکن جو جا چکا ہے کیا اسے جانتے ہیں؟

عالیان مارگریٹ..... وہ اپنی ماں کے نام کے ساتھ پہچانا جانا چاہتا ہے۔

O.....❖.....O

رہائش کا مسئلہ تھوڑا سنجیدہ ہوتا جا رہا تھا۔جو رہائش مل رہی تھی، وہ مہنگی تھی، جو سستی تھیں یا وہ دور بہت تھیں یا وہ لڑکوں کے ساتھ تھیں۔یعنی لڑکے لڑکیاں ایک ہی فلیٹ میں.....سب اس کے لئے اپنی اپنی جگہ پر کوشش کر رہے تھے۔وہ ایک، دو برطانوی، پاکستانی، ہندوستانی گھرانوں میں بھی گئی لیکن وہ رہائش بھی اس کی گنجائش سے زیادہ تھی۔وہ بہت نارمل سی ایک رہائش افورڈ کر سکتی تھی۔یعنی بے حد سستی سی۔جتنی زیادہ سستی ممکن ہو سکے اتنی سستی اور یونیورسٹی کے پاس بھی.....

''ایک لینڈ لیڈی ہیں تو لیکن مسئلہ یہ ہے کہ وہاں کم ہی لوگ رہنے میں کامیاب ہو سکے ہیں۔وہاں جا کر دیکھ لو شاید تم کامیاب ہو سکو''

''ٹھیک ہے وہاں بھی جا کر دیکھ لیتی ہوں۔''اس کا منہ لٹک گیا۔

''ہاں.....ایسے ہی منہ لٹکا لینا.....اور وہ اپنا مشہور زمانہ اور آزمودہ فقرہ ضرور کہنا۔منحوس ماری..... مجھے تو جل مر جانا چاہئے۔''اس بات پر وہ نوال سے زیادہ ہنسی۔

''ایک، دو لڑکیاں ہیں جو وہاں گئی تھیں۔ایک چند دن بعد ہی واپس آ گئی اور ایک نے چند ہفتے بعد وہ گھر چھوڑ دیا۔وہ اسے شٹل کاک کہہ رہی تھیں۔''

''نام اچھا ہے شٹل کاک۔''

''کہانی آتی ہے تمہیں؟''

''ہاں.....ایک دو آتی ہیں۔''

''گڈ.....سنا ہے، وہ ہر رات کہانی ضرور سنتی ہیں۔''

''اچھا.....صرف کہانی..... مطلب کرایہ نہیں لیں گی؟''

''ہاہاہا.....کرایہ تو ضرور لیں گی.....ساتھ کہانی بھی۔''

''ٹھیک ہے، میں دو چار کہانیاں یاد کر کے جاتی ہوں۔''

O.....❖.....O

شٹل کاک کا پتا لے کر وہ چھٹی والے دن شام کو آ گئی۔یہ ایک، دو منزلہ برطانوی طرز تعمیر کا کافی بڑا گھر تھا۔گھر کے آگے سبزے کا کافی بڑا قطعہ تھا۔جس میں مختلف اقسام کے پودے اور پھول لگے تھے۔ساری عمارت سفید رنگی تھی اور وائٹ ہاؤس کا چھوٹا سا نمونہ لگ رہی تھی۔امرحہ کو شٹل کاک کا بیرونی نظارہ بہت پسند آیا۔بلکہ بہت ہی زیادہ پسند آیا۔اگر اسے یہاں رکھ لیا جائے تو وہ کافی شان دار قسم کی رہائش گاہ ثابت ہونے والی تھی۔

ڈور بیل دی اور کافی دیر تک دیتی رہی۔کھڑکیوں سے بھی جھانکتی رہی۔دروازہ بھی بجایا لیکن کوئی بات نہیں بنی۔وہ

دروازے کے پاس ہی سیڑھی پر بیٹھ گئی کہ شاید مالکن بازار تک گئی ہوں۔ کوئی بیس منٹ بعد جا کر دروازہ کھلا...... وہ جلدی سے اٹھ کر دروازے تک آئی۔

"مجھے کہانی آتی ہے۔" جھٹ کہا۔

سامنے والی کی ہنسی بارش بنی اور برس گئی۔ وہ ہلکے گلابی رنگ کی ساڑھی میں تھی۔ لمبی پتلی، سانولی سی...... کالے سیاہ بالوں کی کس کر چوٹی بنائے ہوئے اور انہیں دائیں کندھے پر گرائے ہوئے۔

"مجھے کمرہ چاہئے۔"

"اندر آ جاؤ۔" وہ ہنستی ہوئی اندر کی طرف بڑھی۔ امرحہ بھی اس کے پیچھے چلنے لگی۔

بعد ازاں امرحہ کو معلوم ہوا کہ وہ لینڈ لیڈی کو شام کی چائے پلا رہی تھی۔ پھر ان کا منہ دھلایا، کپڑے تبدیل کروائے۔ بیل دینے والا، دروازہ پیٹنے والا جائے بھاڑ میں، ہم کیا کریں۔ لینڈ لیڈی نشست گاہ میں ٹھنڈے آتش دان کے پاس بیٹھی بالِ جبریل کا انگلش ترجمہ پڑھ رہی تھیں۔ اس کی سانس اٹکنے لگی۔ یعنی شاعری بھی سنانی پڑے گی۔ وہ بھی ایسی اعلیٰ پائے کی...... یعنی یہاں بھی اس کا کام بننے والا نہیں تھا۔ بہت دیر اس کا انٹرویو ہوتا رہا۔ وہ بہت صبر سے اور اپنی طرف سے بہت چالاکی سے سارے سوالات کے جوابات دیتی رہی۔

"کھانا پکا لیتی ہو؟ کیا، کیا پکا لیتی ہو؟"

"چاول...... روٹی...... اور تنور ہو تو نان بھی لگا لیتی ہوں۔" اس نے اس چیز کا نام لیا جو برطانیہ میں میسر ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ نہ تنور ہوگا نہ نان لگیں گے، لیکن نام تو ہو جائے گا نا۔

"بیسن کی روٹی...... آلو...... گوبھی...... قیمے کے پراٹھے۔ مولی کے بھی...... نان پر بیسن لگا کر اسے تل لیتی ہوں۔ بہت مزے کا بنتا ہے۔ آلو کے پکوڑے...... بینگن، پالک، چکن کے، مچھلی کے بھی بنا لیتی ہوں۔"

لینڈ لیڈی اپنے بچوں کے سے چھوٹے چھوٹے ہاتھ ٹھوڑی تلے رکھے اسے دیکھتی رہیں۔

"ہو چکا تمہارا؟ اب بتاؤ کھانا پکا لیتی ہو؟"

اس کا منہ لٹک گیا۔ اس کی چالاکی کسی کام نہ آئی۔ دادی ٹھیک کہا کرتی تھیں کہ انسان کو زندگی میں سب کام آنے چاہئیں۔ نا معلوم زندگی کہاں لے جائے اور کون سا سیکھا کام...... کام آ جائے۔

"گوشت کا سالن...... اور چاول بس...... روٹی بھی۔"

"سادھنا! یہ پراٹھوں کی اتنی ورائٹی کام کی ہے؟"

"جی۔ ہفتے میں دو بار یہ ہو جائے گا...... باقی گوشت کا سالن اور چاول......" میڈم سادھنا اسی کے ساتھ صوفے پر ذرا کنارے پر بیٹھی تھیں اور سویٹر بن رہی تھیں۔

"سودا سلف بھی لانا ہوگا۔"

"جی۔ میں لے آؤں گی، سنڈے کے سنڈے۔"

"سنڈے ونڈے ہم نہیں جانتے...... جب جب سادھنا کہے گی، لانا ہوگا، تازہ سبزی آتی ہے روز...... حلال گوشت آتا ہے...... بولو ہاں یا نا؟"

"ہاں جی...... ہاں......"

"گڈ...... اچھا اب بولو کہانی آتی ہے کوئی؟" بہت مسکرا کر پوچھا جیسے سب سے اہم سوال یہی تو تھا

"جی آتی ہے...... دو......"

"گڈ، کون کون سی؟ سناؤ ذرا۔"

''ایک کوا تھا، بہت پیاسا تھا...... اِدھر اُڑا...... اُدھر اُڑا......''

''دوسری......؟''

''دوسری......خرگوش اور کچھوے والی۔''

سادھنا تیزی سے سلائیاں چلانے لگی، تاکہ اس کی ہنسی کم سے کم اس کے منہ سے نکلے...... لینڈ لیڈی البتہ ہونٹ بھینچے بیٹھی رہیں۔

''لیڈی! یہاں رہنا ہے یا نہیں؟''

''رہنا ہے۔''

''تو کہانیاں بدلو۔''

''میں اچھی اچھی کتابیں لے لوں گی...... آپ کو پڑھ پڑھ کر سناؤں گی۔''

''گڈ......''

''کرایہ بتادیں پلیز......''

''پہلے شرائط سن لو...... تم سے پہلے تین لڑکیاں ہو کر جا چکی ہیں...... تم چوتھی آئی ہو...... سادھنا یہاں دو سال سے رہ رہی ہے۔''

اس نے سہم کر سادھنا نامی ''لڑکی'' کو دیکھا۔ ''ہائے میری بھی اتنی عمر لگتی ہے کیا؟'' اس نے سوچا

''گھر کی صفائی کرنی ہوگی اور صبح ہی کر کے جانی ہوگی۔ باقی کے کمرے بند ہیں...... اور جتنا بھی گھر استعمال ہو رہا ہے۔ وہ تمہیں صاف کرنا ہوگا۔ کھانا بنانا ہوگا۔ ہفتے میں دو دن پودوں کی کاٹ چھانٹ...... اور کھڑکیوں کی صفائی...... ایک ہفتے تم میرے کپڑے لانڈری کرو گی اور استری بھی...... ایک ہفتے سادھنا کرے گی...... جتنی زیادہ لڑکیاں یہاں رہنے کے لئے آجائیں گی اتنا ہی کام کم ہو جائے گا۔ میرے کمرے کا جو سینٹرل کارپٹ ہے، اسے دھوپ کے دنوں میں تمہیں دھوپ لگوانی ہوگی۔ پاکستان میں اپنے گھر کا نمبر تمہیں مجھے دینا ہوگا۔ کیونکہ اگر میں نے تم میں کوئی غلط حرکت دیکھی تو فوراً میں تمہارے گھر والوں کو بتاؤں گی، تم ایک مسلمان لڑکی ہو، اس لئے میں تمہارے پاس کوئی ایسی ویسی چیز نہ دیکھوں، ورنہ میں تمہیں فوراً یہاں سے نکال دوں گی اسی وقت...... چاہے باہر برف باری ہو رہی ہو اور تم نمونیہ کا شکار ہو...... تمہارے سب دوست یہاں آسکتے ہیں لیکن اگر میں نے ان دوستوں میں خرابی دیکھی تو بھی تمہیں یہ جگہ چھوڑنی ہوگی۔ بے شک تمہیں پورے انگلینڈ میں کہیں جگہ نہ ملے۔ گاہے بگاہے میرے بچے آتے رہتے ہیں اگر کبھی وہ ایک ساتھ آگئے تو تمہیں عارضی طور پر کمرہ چھوڑنا پڑ سکتا ہے، تم سادھنا کے کمرے میں رہو گی......''

لینڈ لیڈی بولتی رہیں۔ بولتی رہیں۔ وہ جس صوفے پر بیٹھی تھی اسی پر اونگھنے لگی۔ کوئی تین گھنٹے بعد اس کی آنکھ کھلی تو وہ اسی صوفے پر آڑی ترچھی پڑی سو رہی تھی۔ اس کی نظر چھت پر لگے بڑے سے فانوس پر گئی جو روشن تھا لیکن اس کی نیند سے بھری آنکھیں اس فانوس میں سے مختلف رنگ نکلتے دیکھ رہی تھیں اور وہ رنگ اڑ رہے تھے۔

''کیا مجھے کسی ڈان نے اغوا کر لیا ہے۔'' چھت اور قدِ آدم کھڑکی پر تنے قدِ آدم ہی پردوں کو گھورتے اس نے نتیجہ اخذ کیا۔

''میں کہاں ہوں...... کہاں ہوں...... میں......؟'' وہ ایک دم سے اٹھ کر بیٹھی۔

سادھنا، لینڈ لیڈی کی راکنگ چیئر کے پاس صوفے پر بیٹھی کہانی سنا رہی تھی۔ اسے لگا، وہ صرف پانچ منٹ ہی سوئی ہے۔

''اور کیا، کیا کہہ رہی تھیں آپ؟'' وہ آنکھیں ملتے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کرنے لگی

''تم ایسے ہی ہر جگہ لم لیٹ ہو جاتی ہو امرحہ؟'' لینڈ لیڈی ہنس کر بولیں۔

امرحہ لفظ لم لیٹ پر حیران ہوئی۔ خالص دیسی لفظ تھا۔ یقیناً کوئی پاکستانی سکھا کر گیا تھا انہیں، اور ان کی ہنسی ایسی تھی

جیسے دادا ہنس رہے ہوں...... معصوم جیسے کوئلیں چہچہا رہی ہوں......

''جی......بس......آج تھکی ہوئی تھی تو......''

''جاؤ، کھانا کھالو...... کچن میں رکھا ہے۔''

''کھانا؟'' جیسے صدیوں بعد یہ لفظ سنا تھا۔ وہ جلدی سے کچن میں گئی اور سارے ویجی ٹیبل رائس اور چکن سوپ ہڑپ کر گئی۔ کافی بنائی اور مگ لے کر آ گئی۔ لینڈ لیڈی اسے دیکھتی ہی رہ گئیں۔

''کافی کس سے پوچھ کر بنائی تم نے؟''

''اوہ...... پھر غلطی کر دی اس نے۔'' وہ خاموش کھڑی دونوں خواتین کو دیکھتی رہی اور منہ لٹکا لیا...... شکل پر بے چارگی لے آئی۔

''بیٹھ کر پی لو۔'' لینڈ لیڈی نے مسکراہٹ چھپا کر سادھنا کی طرف دیکھا کہ آ گئی شٹل کاک کی رونق۔

وہ بیٹھ کر پینے لگی۔

''برا نہ ماننا، پر تم ایشیا والے بہت تنگ کرتے ہو۔ ایک لمبا وقت تو تمہیں بنیادی اخلاقیات سکھانے میں لگ جاتا ہے اور تم لوگ کھاتے بھی بہت ہو...... مجھے کوئی اعتراض نہیں، پر تھوڑا اپنی عادات پر قابو پاؤ، انہیں درست کرو۔''

امرحہ بڑی دکھی سی ہو گئی کہ دیکھو ہر جگہ پہلے لیکچر سننے کو مل جاتا ہے وہ بھی اسی کی خامیوں سے لبالب ہوا ہوا۔

''تم جا کر سو جاؤ سادھنا...... اور تم امرحہ! مجھے میرے کمرے میں لے چلو۔'' وہ انہیں کمرے تک لے گئی۔ وہ دائیں ٹانگ سے معذور تھیں، گھٹنے سے مصنوعی ٹانگ لگاتی تھیں۔ دایاں ہاتھ بھی بہت مشکل سے حرکت کرتا تھا لیکن ٹانگ کی طرح مفلوج نہیں تھا۔ وہ ایک خوبصورت خاتون تھیں ان کی آنکھیں نیلی تھیں اور نقش و نگار ایسے تھے کہ یہ اندازہ لگانے میں وقت نہیں لگتا تھا کہ جب وہ جوان ہوں گی تو کس قدر خوبصورت ہوں گی۔ ان کی پوری شخصیت اجالوں کا ماخذ لگتی تھی اور انہیں دیکھنے سے دل کو اطمینان سا ہوتا تھا

امرحہ نے انہیں ان کے بیڈ پر لٹایا۔ ''میرے بال بھی اتار دو......''

''بال......!'' امرحہ سمجھی کہ اس نے ٹھیک سے سنا ہی نہیں۔

''ہاں'' انہوں نے اطمینان سے ہاں کہا۔

وہ قریب ہوئی اور بالوں پر ہاتھ رکھا اور وِگ اس کے ہاتھ میں آ گئی اور اندر سے بمشکل آدھا انچ لمبے بال نکلے۔

پھر وہ سوئچ بورڈ کی طرف آئی۔ اگر اس نے ٹھیک سے گنے تھے تو وہاں کم سے کم پچیس سے زیادہ بٹن تھے۔ نائٹ بلب کا شیڈ پسند کرنے میں انہوں نے کافی وقت لیا......

''تم ساتھ والے کمرے میں سو جاؤ، صبح اپنا سامان لے آنا، اور ہاں میں تمہیں اپنے گھر میں خوش آمدید کہتی ہوں، مجھے اجنبی لوگ اس وقت زیادہ اچھے لگتے ہیں جب وہ فوراً سے پہلے اپنے ہو جاتے ہیں۔''

خوشی سے امرحہ کی چیخ نکل گئی، ہاں اسے ان کا اپنا بننے پر کوئی اعتراض نہیں، اس لیے بھی کہ تین وقت کے کھانے کے ساتھ اسے یہ جگہ بہت سستی پڑ رہی تھی اور اس لیے بھی کہ یہ جگہ ایک گھر کا احساس دلا رہی تھی۔

کمرے میں جانے سے پہلے وہ پہلے کچن میں گئی۔ ایک کپ اور کافی بنائی اور ایک کپ کافی کی قیمت کچن کاؤنٹر پر رکھ دی اور کمرے میں آ کر سو گئی۔ درمیان میں اس کی آنکھ کھلی تو اسے اپنی غلطی کا شدید احساس ہوا۔ اس نے فوراً شرلی کو فون کیا۔

''میں پولیس کو کال کرنے ہی جا رہی تھی، تم نے ہمیں پریشان کر دیا۔'' وہ ابھی اتنی ذمہ دار نہیں ہوئی تھی۔

O......❖......O

اگلے دن سامان لا کر اسے کمرے میں ترتیب دی۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی، تو کارپٹ کو اٹھا کر دھوپ میں ڈالا...... کپڑے

دھوئے، استری کیے، پھر انہیں لیڈی مہر کی وارڈ روب میں لٹکایا۔ سادھنا کے ساتھ مل کر کھانا بنایا اور پھر کینفے آ گئی...... واپسی پر بک سٹور ہوتی گئی لیکن وہاں اردو کی کتابیں بہت کم تھیں جو تھیں وہ بہت ادبی تھیں۔ زیادہ تر شاعری کی تھیں۔ آگ کا دریا، خدا کی بستی، اداس نسلیں، من چلے کا سودا۔ وغیرہ وغیرہ...... ایک تو وہ فی الحال اس طرح کی مہنگی کتابیں خرید نہیں سکتی تھی۔ دوسرے اس عمر میں اپنے سر کے بال جھڑوانا نہیں چاہتی تھی۔ وہ یہ سب کتابیں پڑھ چکی تھی لیکن پڑھ کر سنا نہیں سکتی تھی۔ یہ ایک صبر آزما کام تھا اور اتنا زیادہ صبر وہ اتنی سی عمر میں نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے ایک سادہ سی...... سستی سی کتاب چاہیے تھی۔ اس نے اپنی پاکستانی ہم جماعت سے بات کی تو اس نے اسے اپنی خالہ کی ایک کتاب لا دی...... کھیل تماشا...... اشفاق احمد کی...... خیر ایک تو مفت میں کتاب مل گئی تھی۔ دوسرا زیادہ موٹی نہیں تھی۔

اپنی باری پر اس نے لیڈی مہر کو کھیل تماشا سنانا شروع کی وہ تو مزے سے سنتی رہیں لیکن امرحہ کے دماغ کے کہیں اوپر سے الفاظ گزر گزر کر جاتے رہے۔ لیڈی مہر اسے بار بار پیچھے لے جاتیں۔ کئی کئی سطروں کو بار بار پڑھواتیں......

تو اتفاق سے ہی اس نے ایک بڑا معرکہ سر کرنا شروع کر دیا۔ ''کھیل تماشا'' نے سننے والے اور سنانے والے دونوں کا دل موہ لیا تھا۔ تخت پور کے ماسٹر بالی اور ان پر مرمٹنے والی رجنی نے نشست گاہ میں جادو جگا دیا ہو جیسے...... ایسے لگنے لگتا جیسے ماسٹر بالی اپنی کلارنٹ پر آسا کی وار اُن کے سامنے بیٹھے ہی بجا رہے ہوں...... اور رجنی عین ان کے سامنے داسی بنی بیٹھی ہو۔

لیڈی مہر نہال ہو، ہو گئیں۔ ''بہت کمال کی...... شان دار......''

لیڈی مہر کے ایسے معصومانہ انداز اسے لبھانے لگے۔

سادھنا قدیم بنگالی اور بھوج پوری لوک کہانیاں سناتی تھی جو اس نے اپنے بڑوں سے سنی تھیں اور حیرت انگیز طور پر وہ کہانیاں اتنی تھیں کہ امرحہ کو لگتا، سادھنا نے اپنی زندگی کے اتنے سال صرف کہانی سنتے ہی گزارے ہیں...... جب وہ رات کو کہانی شروع کرتی تو اس کی آواز میں سارے جہاں کا سحر سمٹ آتا...... وہ گنگا جمنا کی طرح رواں دواں ہو جاتی...... ہلکورے کھاتی...... شفاف ہو ہو جاتی...... کبھی اس کی کہانیاں پُرسوز ہو جاتیں...... لیکن وہ انہیں ایسی نرمی اور چاہت سے سناتی کہ شک ہونے لگتا کہ ان کہانیوں میں سوز بھی ہے۔ بلکہ ایسے لگتا کہ اس کا آٹھ سالہ بیٹا اس کے سامنے کھڑا ہے اور اس سے کہہ رہا ہے۔

''جو دکھ پر رو دیتا ہے۔ وہ تو پھر کوئی انسان ہوا لیکن جو کم ہمتی پر روتا ہے وہ بھی کوئی انسان ہوا......؟ وہ بھی کوئی انسان ہوا بھلا۔''

تو سادھنا جو بمشکل بتیس سال کی تھی کیونکر روتی جب اس کا آٹھ سالہ ہڈیوں کے کینسر میں مبتلا بیٹا ہی جواں حوصلہ تھا اور جو ساری تکلیف سہہ کر بھی اسے فون کرتا ہے اور کہتا ہے۔

''میں جب تک زندہ رہوں گا...... کبھی رو کر نہیں سوؤں گا...... کبھی رو کر آنکھ نہیں کھولوں گا۔ ڈاکٹروں کے سارے اوزار اور ان کی دوائیں...... اور میرے جسم کی ساری تکلیف بھی مل کر مجھے ہرا نہیں سکے گی۔ میں نہیں رووں گا ماں...... کبھی نہیں۔''

تو ایسے بچے کی ماں کیسے روتی...... وہ بات بات پر مسکراتی...... ہنستی...... اس کی کہانیاں کیوں نہ ''امر جیت'' ہوتیں...... اس کی آواز میں ایسا سحر کیوں نہ آتا جو تھپک تھپک کر سلا دیتا ہے۔ سادھنا کی کہانی سنتے سنتے وہ نشست گاہ میں ہی سو جاتی جیسے کوئی وہ لوری سناتا ہو جو جنگ سے لوٹ آنے والا اپنے بچوں کو اور جنگ جیت جانے والا اپنے کنبے کو سناتا ہے...... وہی جوان مردی کے قصے اور شہیدوں کے لہو رنگ فسانے۔

○......❖......○

باب

اس دوران ایک چھوٹا سا واقعہ ہوا جو کافی بڑی صورت اختیار کر گیا۔ اسے اور اس کے چند کلاس فیلوز کو یونیورسٹی کے ایک دوسرے گروپ نے اپروچ کیا...... وہ مانچسٹر میں اپنی نئی کلاسز کے شروع ہونے کے سلسلے میں ایک پارٹی کا اہتمام کر رہے تھے...... اور پارٹی کے انتظامات کے لئے انہوں نے یونیورسٹی کے اسٹوڈنٹس کو ہی موقع دیا تھا تاکہ وہ چند گھنٹوں میں کچھ زیادہ پونڈز کما سکیں...... اس کے کلاس فیلوز نے ہاں کہا تھا۔ اس نے بھی ہاں کہہ دیا...... انہیں پارٹی کے سارے انتظامات دیکھنے تھے...... ڈیکوریشن سے لے کر سرونگ تک...... پارٹی ان میں سے کسی ایک اسٹوڈنٹ کے گھر کے لان میں تھی۔

سرِ شام ہی ان سب نے پارٹی کے لئے ابتدائی تیاریاں مکمل کر لیں...... باقی ان کا کام میزوں پر کھانے کی اشیاء رکھنا تھا جو ذرا ہٹ کر الگ سے لگی تھیں۔

''تم شکل سے بہت زیادہ پاکستانی لگتی ہو۔'' مائیکل اور اس کے دوسرے دوست اسے تشویش سے ایسے دیکھنے لگے کہ اسے تشویش ہونے لگی۔ وہ سب پارٹی کے انتظامات دیکھنے آئے تھے۔

''میں ہوں بھی پاکستانی۔'' وہ بُرا مان گئی۔

''نہیں...... ہمارا مطلب...... وہ سب ذرا ڈرتے ہیں...... بلکہ ذرا سے کچھ زیادہ ہی۔''

''ڈرتے ہیں...... کون......؟''

''آج کی پارٹی میں آنے والے زیادہ تر اسٹوڈنٹس......'' وہ کافی زیادہ گول مول سی باتیں کر رہا تھا۔

''انہیں پاکستان فوبیا ہے کیا؟''

''نہیں...... شاید ہاں...... یہ اخبارات...... ٹی وی...... میڈیا دماغ خراب کر دیتے ہیں...... برا نہ مانو پلیز...... وہ کمزور عقیدے کے لوگ ہیں...... جو کچھ اخبارات میں کہا جاتا ہے۔ اس پر یقین کر لیتے ہیں اور تم ہو بھی مسلم...... پلیز ایسے برا نہ مانو...... دھماکوں سے بہت ڈر لگتا ہے انہیں۔''

''دھماکوں سے ڈر لگتا ہے...... میں مسلم ہوں...... آخر کیا مطلب ہے ان سب باتوں کا...... مجھے بھی دھماکوں سے ڈر لگتا ہے...... لیکن میں تو تمہیں نہیں بتا رہی۔'' وہ ان کی ایک بات بھی نہیں سمجھ سکی۔

''دیکھا تم برا مان گئیں...... تم غلط سمجھ رہی ہو...... یہاں کون سا دھماکا ہونے جا رہا ہے...... مطلب کچھ ہوگا ہی نہیں تو ڈرنا کیسا......؟'' مائیکل نے اچھی اداکاری کی یہ کہتے۔

''کچھ ہونے کا خطرہ ہے یہاں...... کوئی بلاسٹ؟ تم مجھے ڈرا رہے ہو؟''

''میں تمہیں صرف بتا رہا ہوں...... ان میں سے زیادہ تر کے انکل اور فادرز پولیس میں ہیں...... بس ایسے ہی بتا رہا ہوں...... ایسے پریشان نہ ہو۔''

امرحہ کا سر چکرانے لگا۔ ''کیا کہہ رہے ہو...... کیا سمجھانا چاہ رہے ہو مجھے؟''

''ایسے ہی تم سے باتیں شیئر کر رہے ہیں۔''

''ایسے باتیں شیئر کرتے ہیں...... تم سب مجھے شک سے گھور رہے ہو...... تمہیں لگتا ہے میں یہاں دھما کا کروں گی...... میں...... کیا مذاق ہے یہ...... ؟ بلکہ کیا بکواس ہے یہ؟'' اسے غصہ آ گیا۔

''ایسی تو کوئی بات ہم نے نہیں کی...... تم کیا سے کیا سوچ رہی ہو؟''

''ہاں، سیدھے سیدھے یہ بات نہیں کی، پر جو کی ہیں ان کے مطلب خوف ناک ہیں۔''

''ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں، تمہارا تو ابھی سے رنگ اُڑ گیا ہے۔''

''ابھی سے مطلب......'' اس کا رنگ واقعی میں اُڑ، اُڑ گیا۔

وہ گڑبڑا گئے...... ''مطلب ہم تو صرف باتیں کر رہے ہیں۔''

''ایسی خطرناک باتیں ہی کرتے ہو تم سب؟ مجھے تمہاری باتیں پسند نہیں آئیں۔ میں چلی جاؤں یا کام کروں، ویسے پیسے میں پورے لوں گی۔''

''نہیں نہیں تم کام کرو، جانا نہیں'' وہ مسکرانے لگے۔

وہ اپنے کام میں لگ گئی اور اندر ہی اندر سہم بھی گئی۔ یعنی اگر ذرا سی بھی کوئی گڑبڑ ہو گئی تو یہ لوگ اس پر صاف صاف الزام لگا دیں گے...... پولیس اور پھر......

لان میں ایک طرف ذرا اونچائی پر ڈی۔ جے کا انتظام کیا گیا تھا۔ جیسے کلب میں ہوتا ہے...... اندھیرا گہرا ہوا تو ٹوئسٹ لائٹس نے اور Twist بڑھا دیا۔ انہوں نے ڈی جے ساؤنڈ چیک کیا جو خطرناک حد تک تیز تھا۔ نیلی پیلی، ہری، لال ٹوئسٹ لائٹس حرکت کرنے لگیں۔ سب آنے لگے۔ انہوں نے میزوں پر پہلے سے ہی سوفٹ ڈرنکس رکھ دی تھیں۔ دو گھنٹے بعد انہیں کھانے کی چیزیں رکھنی تھیں۔

ایک گھنٹہ گزر گیا...... دوسرا بھی گزر گیا...... ان سب نے مل کر میزوں پر کھانے کی اشیاء رکھ دیں...... ڈی جے نسبتاً ہلکی آواز میں میوزک کے ساتھ تجربات کرتا رہا۔ جو امرحہ کو کافی پسند آ رہے تھے...... وہ گلاسوں کی ٹرے رکھنے جا رہی تھی کہ مائیکل نے اسے آواز دی...... وہ اس کے قریب جا ہی رہی تھی کہ ایک زوردار دہشت ناک دھما کا ہوا۔ اتنا زوردار کہ کانوں کے پردے پھٹنے کے قریب ہو گئے امرحہ بُری طرح سے ڈر کر لڑھک کر گری...... خون کے چھینٹے اڑے اور خون کی بدبو پھیل گئی، ساتھ ہی شیشے کے ٹوٹنے اور انسانی چیخوں کی آوازیں بھی آئیں، میز اور کرسیاں ایسے اڑ کر گریں جیسے ان کے نیچے پنکھے لگے ہوں۔ سب زمین پر گر گئے......

پھر پورے پندرہ سیکنڈ تک سناٹا رہا۔ امرحہ زندگی میں کبھی اتنی خوفزدہ نہیں ہوئی تھی جتنی اس دھماکے سے ہو گئی تھی۔ وہ بمشکل اٹھی اور آس پاس نظر دوڑانے کی کوشش...... دوسرے لوگ بھی کچھ اٹھ چکے تھے۔ کچھ اٹھ رہے تھے۔ ان کے چہرے اور ہاتھ زخمی تھے۔ خون رس رہا تھا اور کتنا ہی خون وہاں آس پاس پھیل رہا تھا۔

یہ ایک خوفناک منظر تھا۔ اس لئے نہیں کہ وہاں دھما کا ہوا تھا۔ بلکہ اس لئے کہ وہ سب اسے گھور رہے تھے۔ اس نے جینز پر لمبی قمیص پہن رکھی تھی اور مائیکل نے ہی کہا تھا کہ سر ڈھانپ کر کام کرنا ہے تو اس نے اسکارف کو سر پر اچھی طرح سے اوڑھ لیا تھا۔

امرحہ کو پہلے یہ صرف اپنا وہم لگا کہ وہ سب ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہے ہیں۔ پھر اس نے ذرا گردن گھمائی تو وہم لگنے والا خیال سو فیصد خوف میں بدل گیا۔ وہ سب اپنی اپنی جگہ پر جمے اسے دیکھ رہے تھے...... گھور رہے تھے۔

ان میں سے ایک نے کپکپاتے ہونٹوں کے ساتھ انگلی اٹھا کر اس کی طرف اشارہ کیا...... ''تم نے کیا ہے نا یہ؟''

اس اتنی سی بات سے جیسے کسی نے اس کے سر پر دوسرا دھما کا کر دیا ہو۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں اس کے ذہن میں

نائن الیون، لندن ٹرین دھماکے، اخبارات، ٹی وی چینلز کی سب ہی خبریں...... ڈاکومنٹریز...... گڈمڈ ہو کر چکرانے لگیں...... دہشت گرد...... یوڈرٹ وز...... دہشت گرد...... یو...... یو...... اس کا سر چکرانے لگا۔ دہشت اس کے چہرے پر نظر آنے لگی۔

"میں...... مجھے نہیں معلوم......" وہ اٹک اٹک کر ہونٹ ہلانے لگی۔ آواز اس کے ہونٹوں سے نکل ہی نہیں رہی تھی...... اسے لگ رہا تھا کہ وہ ساری زندگی بول ہی نہیں سکے گی اور ٹھیک اسی دوران ایک اور دھماکا ہوا...... ویسا ہی زوردار...... ان سب نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں...... پھر سے وہاں موجود بہت ساری چیزیں گریں...... شیشے کے چھوٹے ٹکڑوں کی ایک بوچھاڑ آندھی کی طرح آئی۔ خون کے چھینٹے اڑے، پیچھے کھڑے، بہت سے لڑکے لڑکیاں گر گئے اور کراہنے لگے...... اس طرف کافی اندھیرا تھا...... لیکن ان کی چیخیں اور کراہیں سنی جا سکتی تھیں۔ اس بار امرحہ گری نہیں، کھڑی ہی رہی اور کافی دہشت ناک انداز لئے کھڑی رہی۔ ایک دم سے فضا میں پولیس سائرن اور فائر بریگیڈ سائرن کی آوازیں گونجیں...... پیچھے کہیں سے زوردار آگ کے بھڑک اٹھنے کی علامات نظر آرہی تھیں اور آگ کی لپٹیں خونخوار آوازیں نکال رہی تھیں۔

"اس نے ایک بم اپنے ساتھ بھی باندھ رکھا ہے۔" کسی ایک نے چلا کر اس کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ سب سہم کر دور دور ہونے لگے، اب وہ سب زخمی نظر آرہے تھے، اور خون تیزی سے ان کے زخموں سے رس رہا تھا۔

یا اللہ" امرحہ کراہ اٹھی، اسے اس آخری بات سے حد درجہ اذیت پہنچی۔

اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ سب...... یہ سب ایسے ہی ہو رہا ہے جیسے اسے نظر آرہا ہے۔ پولیس سائرن کی آواز قریب آتی جا رہی تھی۔ اس کی قسمت خراب کہ مانچسٹر میں ایک اسٹوڈنٹ پارٹی میں دھماکے ہو گئے...... اور اس جگہ امرحہ موجود تھی...... کھڑے کھڑے اس نے کل کے اخبارات میں اپنی تصویر دیکھ لی...... ٹی وی کی رپورٹنگ کا اندازہ کر لیا...... عدالت میں خود پر کیس چلتے دیکھ لیا...... اس کے حق میں چند ہزار مسلم ریلی نکال رہے ہیں اور عدالت اپنا فیصلہ سنا رہی ہے۔ اس کے گھر والے اسے لعنت ملامت کر رہے ہیں...... اور معصوم ہوتے ہوئے بھی اسے یورپین میڈیا دہشت گرد ثابت کر رہا ہے۔ اس کی پڑھائی کا کیا ہوگا...... اس کا کیا ہوگا...... وہ تو مر جائے گی اور ٹھیک اسی دوران ایک اور دھماکا ہوا اور وہ حلق کے بل چلانے لگی...... پاگلوں کی طرح...... ڈر کر...... حواس باختہ ہو کر......

"میں نے کچھ نہیں کیا...... کچھ نہیں کیا" ایک سیکنڈ میں وہ یہ بات بیس بار کہہ گئی، ساتھ چلاتی رہی......

چار، پانچ سو اسٹوڈنٹس کا گروپ اِدھر اُدھر پھیلا اسے دیکھتا رہا، ساری پارٹی کا حشر ہو گیا تھا، وہ پاگل ہو جانے کے قریب تھی۔

"سن رہے ہو تم...... میں نے کچھ نہیں کیا۔" وہ پوری قوت سے چلائی...... اپنی ساری ہمت جمع کر کے۔ پورا زور لگا کر۔ وہ سب ویسے ہی کھڑے رہے جیسے کوئی تھیٹر شو کھڑے ہو کر دیکھ رہے ہوں۔

"تو اور کس نے کیا ہے یہ؟" کوئی ایک بولا۔

امرحہ نے بے یقینی سے بولنے والے کی طرف دیکھا اور غصے سے دیوانی ہونے لگی۔

"مجھے کیا پتا کس نے کیا کیا ہے۔"

"کیوں تم سب ہی کرتے ہو نا یہ۔" پہلے والا ہی بولا جس کی ناک اور پیشانی سے خون بہہ کر گردن تک آچکا تھا۔

اس بات نے امرحہ کی اذیت میں بے پناہ اضافہ کر دیا کہ اس کا دل چاہا کاش اس کے ہاتھ ایک بم واقعی میں آجائے اور وہ دہشت گرد بن ہی جائے۔

"ہم کرتے ہیں یہ؟ کون کہتا ہے یہ؟ ہاں؟" اس میں پاگل پنے کے آثار بڑھنے لگے۔

"سب کو معلوم ہے...... اخبارات...... ٹی وی......"

"اونہہ...... تم...... تمہارا میڈیا...... تمہارے ٹی وی چینلز...... اخبارات...... جھوٹ بولتے ہیں...... پاگل ہو تم سب

پاگل بناتے ہو دنیا کو...... ہم دہشت گرد ہیں یا تم...... ہم نہیں تم ہو...... تم نے دنیا میں فرسٹریشن کو بڑھایا ہے...... تم ہو خرابی کی جڑ...... اتنی بے وقوف نہیں ہوں میں کہ تم مجھ پر الزام لگا کر مجھے اندر کرا دو...... میں تم سب کو مار ڈالوں گی۔ دہشت گرد نہیں ہوں میں...... نہیں ہوں، کیسے نام لے سکتے ہو تم میرا، کیسے... میں کیوں کروں گی یہ سب.. کیوں؟''

اتنے سارے اجنبی چہرے اس کے سامنے تھے اور وہ سب اسے ایسی نظروں سے دیکھ رہے تھے کہ اس کا ڈوب مرنے کو دل چاہا، اور دل چاہا وہ خود سمیت سب کو آگ لگا دے۔ اور خود کو آگ اس نے ایسے لگائی شروع کی کہ ایک دم سبزے پر بیٹھ کر اونچی آواز سے رونے لگی...... اونچی...... بے حد اونچی...... دکھ سے اس کا دل پھٹ جانے کو تھا۔ کیسے اس پر الزام لگا دیا گیا تھا ایک معصوم، یونی پڑھنے آنے والی اسٹوڈنٹ پر...... اتنی آسانی اور سنگدلی سے ایسا کیسے کیا جا سکتا ہے؟

پولیس اور فائر بریگیڈ سائرن بند ہو گئے...... پارٹی میں اب صرف اس کے رونے کی آواز ہی آ رہی تھی۔ وہ سب جہاں کھڑے تھے وہیں کھڑے رہ گئے۔ اب وہ ایسے کھڑے تھے جیسے تھیٹر تو ختم ہوا لو اب ہارر موی شروع ہوئی......

منظر اپنی مثال میں بے مثال ہو گیا اور اس کے رونے نے ان سب پر رقت سی طاری کر دی۔

اس کے رونے میں سسکیاں شامل ہوئیں اور پھر ہچکیاں...... اس کے ماضی کے سبھی دکھ اس کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے اور اسے بتانے لگے کہ اتنی جلدی اسے سکھ ملنے والا ہے نا اس آنے والا ہے......

کسی میں جرأت نہ ہوئی کہ کچھ بول سکے یا اس کے پاس جا سکے......

''یہ سب تمہارے ساتھ عملی مذاق کر رہے تھے...... یعنی پرانک۔''

آواز کچھ جانی پہچانی تھی۔ اس نے گردن اٹھا کر آواز کی سمت دیکھا۔ اس سے ذرا سا دور اندھیرے میں ایک کرسی پر عالیان بیٹھا کاک ٹیل سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اس نے یہ بات اتنے سکون سے کی جیسے وہ خاموشی سے بیٹھا اوپیرا دیکھتا رہا ہو۔ اور ایسے خوفناک رونے نے اس کا مزا خراب کر دیا ہو، اور اب شکلتاً وہ کہتا ہو کہ برائے مہربانی یا ٹکٹ کے پیسے واپس کیے جائیں یا یہ بیہودہ کھیل ختم کیا جائے۔

''عملی مذاق......'' اسے سمجھنے میں وقت لگا، پھر جب وہ سمجھ گئی تو غضبناک غصے سے لرزتی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس حد تک جا کر بھی کوئی عملی مذاق کیا جا سکتا ہے۔ اس نے کبھی یہ سب دیکھا تھا نا سنا تھا، بلکہ اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایسا مذاق ہو بھی سکتا ہے۔ سب کچھ اتنا مکمل اور جامع تھا کہ اس نے اس بارے میں سوچا ہی نہیں، اور نہ وقت ملا کہ وہ غور کرتی۔

''یہ سب سینئرز ہیں اور جونیئرز کے ساتھ......''

''شٹ اپ......'' اس نے دھاڑ کر انگلی اٹھا کر عالیان سے کہا۔ پھر وہی انگلی لہرا کر اس نے وہی شٹ اپ پوری قوت سے چلا کر ان سب سے کہا۔

''بکواس بند رکھو تم سب اپنی۔'' اس نے کہا جبکہ وہ تو بکواس کر ہی نہیں رہے تھے بے چارے خاموش کھڑے اس کو روتا سن رہے تھے...... اور کئی ایک تو خود بھی رو دینے کو تھے کہ یہ ان سے کیا ہو گیا۔

''تم لوگ...... انگریز...... گورے...... دنیا پر حکمرانی کرنے والے...... جو جی میں آئے کرنے والے...... ہمیں کیا سمجھ رکھا ہے۔ جب جی میں آیا مذاق بنا لیا ہمارا۔ جب جی میں آیا غلام بنا لیا۔ بولو کیا سمجھ رکھا ہے ہمیں......'' طیش کی شدت سے امرحہ کو سمجھ نہیں آئی کہ ان پر پھٹکار کا آغاز کہاں سے کرے، اور کن لفظوں کا استعمال کرے کہ یہ سب ڈوب ہی مریں۔

''پہلے ہمارے ملک میں آئے۔ ہم پر راج کیا...... ہماری دولت لوٹ کر لے گئے، کوہ نور اٹھا کر یہاں لے آئے... چور... اور ہماری تذلیل کرتے ہو اب اور ہمیں دہشت گرد بنا رہے ہو۔ ہم سے حسد کرتے ہو کہ ہم زندگی میں آگے نہ

نکل جائیں......تم سب سے آگے نہ نکل جائیں۔''

گالی اور گنتی کے لئے ہر انسان اپنی مادری زبان استعمال کرتا ہے کے مصداق وہ روانی سے چیخ چلا کر اردو میں ان پر برس رہی تھی۔ عالیان ساتھ ساتھ انگریزی میں ترجمہ کرتا جا رہا تھا۔

''تم انگریز...... گورے...... ہمارے ملک میں آئے...... ہم نے تمہاری میزبانی کی...... تمہیں بادشاہ بنایا...... جاتے ہوئے تمہیں کوہ نور تحفے میں دیا۔'' عالیان اپنی مرضی کا ترجمہ کر رہا تھا یعنی اسے اور بھڑکا رہا تھا۔ امرحہ کے پاس عالیان سے نپٹنے کا وقت نہیں تھا۔

''تم لوگ خود کو سمجھتے کیا ہو؟ کیا سمجھتے ہو تم خود کو ہاں؟ بہت بڑی توپ قوم ہو تم؟ تم نیک...... شریف...... پڑھے لکھے......اور ہم جاہل...... گنوار...... دہشت گرد...... مسلمان دہشت گرد نہیں ہے...... تم اور تمہاری گندی سیاست نے مل کر ہمیں دہشت گرد بنا دیا ہے......''

امرحہ کا غصہ ساتویں آسمان کو چھو رہا تھا......اس کے اس جلالی عالم میں کسی میں اتنی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ کچھ بول سکے...... یا اس کے قریب آ سکے۔ عالیان خاموش ہو گیا۔ اس نے کوئی ترجمہ نہ کیا۔

''ٹرانسلیشن پلیز......'' کسی کونے سے آواز آئی۔

''مذاق کرنے کے لئے تمہیں یہی مذاق ملا تھا؟ خود تم نے گوانتا موبے میں کیا کیا؟''

''وہ امریکی تھے۔'' عالیان بولا، وہ سنجیدہ ہو چکا تھا اب۔

''وہ ظالم تھے......اور ظالم کسی قوم سے نہیں ہوتا اور یہ سب بھی ظالم ہیں۔'' اس نے ہاتھ لہرا کر کہا۔ آنسوؤں کا ایک نیا دریا اس کی آنکھوں سے بہنے کی تیاری کرنے لگا، اس کا یہ دکھ خدا جانے اب کب جائے گا کہ اس کے ساتھ یہ سب ہوا۔

''ٹرانسلیشن پلیز......'' آواز پھر آئی۔

امرحہ نے ایک قہر آلود نظر سب پر ڈالی اور اس بار انگلش میں بولی۔

''اتنا گھٹیا مذاق......اس مذاق سے اگر میرا ہارٹ فیل ہو جاتا......اگر میں مر جاتی......تم لوگ اتنے ظالم ہو کہ مذاق بھی ایسا ظالمانہ سوچا...... تف ہے تم پر...... کتنے چھوٹے ہو تم سب...... اتنی بڑی یونیورسٹی میں پڑھتے اور یہ سب سیکھتے ہو...... گندے ہو تم...... جاہل...... تم نے میری بے عزتی کی ہے...... مر جاؤ سب کے سب تم...... اتنے پونڈ ز تم نے دھماکوں پر لگا دیئے اگر وہی پونڈز تم......'' اب وہ انہیں ٹھیک ٹھیک ایسے شرمندہ کرنے لگی کہ رات ہی رات وہ سب اجتماعی خودکشی کر لیں۔

''کچھ زیادہ پونڈ نہیں لگے...... وہ تو ایسے ہوئے ہیں۔'' ڈی جے نے ایک بٹن دبایا اور ایک اور دھماکا ہوا، یعنی وہ ساؤنڈ چھوڑ رہا تھا۔ اللہ انہیں نظر بد سے بچائے کس قدر ٹیلنٹڈ تھے وہ سب۔

امرحہ نے شدید غصے میں اپنے قریب ہی گرا ہوا ایک گلاس اٹھا کر او پر ڈی جے کی طرف اچھالا۔

''انگلیاں ٹوٹ جائیں تمہاری، بہرے ہو جاؤ تم۔''

''پرسکون ہو جاؤ...... کافی ہو گیا...... چلو اب بس کرو۔'' عالیان نے نرمی سے کہا۔

امرحہ کو اور غصہ آیا، اسے ان سب کی اجتماعی خودکشی ہی چاہیے......بس۔

''بکواس بند رکھو اپنی۔'' اس کی آواز ڈی جے کے کئے دھماکے سے زیادہ دھماکا انگیز تھی...... اس نے ایک نظر پھر سب پر ڈالی بے عزتی کے احساس سے اس کا سارا وجود جھلسنے لگا یعنی انہیں اندازہ ہی نہیں کہ وہ سب اس کے ساتھ کیا کر بیٹھے ہیں۔ پرانک کے نام پر وہ اسے آسمان سے نیچے زمین پر پٹخ چکے ہیں۔ سب اسی کے ساتھ کیوں؟ پاکستان میں کوئی کسر رہ گئی تھی جو

اب یہ پوری کر رہے تھے۔ جو اس کے اپنے نہیں کر سکتے تھے اب وہ غیر کر رہے تھے، دنیا میں اس کے لیے کہیں کوئی سکون ہے یا نہیں؟ دنیا میں سب اسے ہی دکھ دینے کے لے پیدا کئے گئے ہیں کیا؟

ان سب سوالوں نے اسے کے دل کو اتنا بوجھل کر دیا کہ اس پر انکشاف ہوا کہ وہ دنیا میں اپنی چھوٹی یا لمبی عمر میں شاید ہی کوئی خوشی حاصل کر پائے گی۔ شاید ہی اسے کبھی عزت یا رتبہ دیا جائے گا اور شاید ہی کبھی وہ اپنی ذات میں بلند ہو کر دنیا کی نظروں میں بھی بلند ہو پائے گی۔ ان انکشافات پر جیسا کہ یہاں آنے سے پہلے وہ دھاڑیں مار مار کر روتی ہی رہی تھی تو وہ سب ہی دھاڑیں اس کے اندر پھر سے جاگ اٹھیں...... وہ گھاس پر بیٹھ کر گھٹنوں میں منہ چھپا کر ان سب دھاڑوں کو آواز میں جگا کر رونے لگی۔ سب نے دور سے ہی اس کے گرد گھیرا سا بنا لیا۔

ان سب کی رہی سہی ہمت بھی جاتی رہی کہ وہ شیرنی بنی امرحہ کے پاس آئے اور اسے چپ ہی کروا دے۔ عملی مذاق تھا اور کچھ زیادہ ہی عملی ہو گیا تھا۔ اب وہ رو رہی تھی اور وہ سب شرمندہ شرمندہ اسے سن رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے کہ اس مشرقی لڑکی سے اب کیسے معذرت کریں۔

عالیان اٹھا اور چل کر اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔

''مذاق کچھ زیادہ ہی ہو گیا...... ان کی غلطی ہے۔ انہیں معاف کر دو۔'' اس نے بہت دوستانہ انداز میں کہا۔

وہ بدستور ہچکیاں لیتی رہی۔

''پلیز...... انہیں معاف کر دو...... پلیز......'' عالیان ڈرتو رہا تھا اندر ہی اندر کہ وہ اس کی گردن ہی نہ دبوچ لے پھر بھی وہ کہے بنا رہ نہیں سکا۔ اس کا رونا ایسا تھا کہ اسے اپنے ایک پیارے کی سسکیاں یاد آنے لگیں تھیں۔

''ایسے نہ رو پلیز...... ہم سب کو تکلیف ہو رہی ہے۔'' اس نے ہم کہا ''مجھے'' نہیں۔ کیونکہ وہ کہہ نہیں سکا۔

اور امرحہ نے سالوں تڑپ تڑپ کر، چھپ چھپ کر روتی رہی آنکھوں کو اٹھا کر عالیان کو دیکھا...... اور عالیان وہیں کا وہیں رہ گیا......

یہ کیا ہوا؟ ششدر وقت نے خاموشی چاک کی اور سنہری قلم نے بلوریں دوات میں ڈوب کر حرف اول ''محبت'' کی ''م'' پر نوک رکھ دی۔

ہاں یہیں سے داستان یارم لکھنے کی ابتداء میں نے کر دی......

عالیان نے اپنی زندگی میں دو آنکھوں میں، اتنی تڑپ، تکلیف، دکھ اور غصہ سمٹا، بکھرا ہوا نہیں دیکھا تھا۔ اس نے سیاہ مشرقی آنکھیں دیکھی تھیں۔ ان مشرقی آنکھوں میں طیش و شکوے کے ایسے بادل نہیں دیکھے تھے۔ وہ اسے شکایت سے دیکھ رہی تھی کہ اردو بولنے والا، نام سے مسلمان لگنے والا وہ بھی ان کے ساتھ شامل تھا۔

عالیان کی گویائی کو پر لگے اور وہ امرحہ کی آنکھوں کے استعاروں میں جا اڑے......

اس کی بھوری آنکھوں نے اس سے بھرپور شکایت کی۔ اسے انہیں ان دو سیاہ آنکھوں کے اتنے قریب نہیں لے جانا چاہئے تھا۔ اب اگر وہ ایسا کر چکا ہے تو اس کا انجام اسے ہی بھگتنا ہوگا...... اکیلے۔

''عشق جو اسرار اعظم ہے، اس نے اپنے جادوئی دریچے سعادت مندی سے عالیان کے لیے کھول دیئے اور اپنی دھرتی پر اس کی آمد کی چاپ کو احترام سے سلام پیش کیا...... پھر پہلے راز کی رُونمائی کے لیے اس کا ہاتھ تھام لیا اور اس کی سماعتوں کو اپنی گویائی کے قریب کیا......

عالیان کو یہ یاد کرنے میں وقت لگا کہ وہ کہاں بیٹھا ہے۔ اسے دشواری کا سامنا رہا اپنی آنکھوں کو آنسوؤں کے پانیوں میں غرقاب ان آنکھوں سے ہٹانے میں......

اتنے لوگوں میں وہ ایک اس کے ساتھ اکیلا رہ گیا اور ایسی تنہائی پر وہ نازاں ہوا......

کچھ دیر گزری، وہ اٹھ کر کھڑا سا ہوا اور دو قدم پیچھے کو چلا لیکن پھر سے جیسے کہ یہ کرنا اب ممکن نہیں وہ واپس اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس نے خود کو اس گرفت میں گرفتار پایا جس کے بعد خود پر سے سارے اختیار اٹھ جاتے ہیں کیونکہ وہ اختیارات کسی اور کے قبضے میں دے دیئے جاتے ہیں۔

گویائی کے دَن سے لگی اس کی سماعتوں نے اس کے دل پر نقش اتارنے شروع کر دیئے......

پہلا نقش ''امرحہ'' ہے......اور پھر دوسرے نقش کی ضرورت نہیں رہی......

ماسٹر بالی کلارنٹ پر بسنت بہار بجا رہے ہیں اور رجنی تخت پور کی گلیوں میں دیوانہ وار بھاگتی بسنت بہار کی اور کھنچی چلی آ رہی ہے......

○......❖......○

اگلے دن چھ سات اسٹوڈنٹس کا گروپ گھر آیا پھول لے کر۔ رات اس نے ان کا سوری قبول نہیں کیا تھا۔ سب سے بڑا گلدستہ ڈیرک کی طرف سے تھا، یہ وہی تھا جس نے امرحہ کا انتخاب کیا تھا۔ اس ڈرامے کے لئے...... پھر اسے ایک لمبا چارٹ ملا جس پر ان سب کے دستخط تھے اور چارٹ پر ایک روتا ہوا موٹے موٹے آنسو والا سوری لکھا تھا۔ چارٹ کے ساتھ ہی وہ ویڈیو بھی بھیجی گئی تھی جو کل رات بنائی گئی تھی۔ اس نے وہ ویڈیو دیکھی اور اپنی ہنسی کو قابو میں کرنے کی ناکام کوشش کرتی رہی...... ویڈیو صرف ابتدائی منظر کی تھی اس کے رونے کی نہیں۔ واقعی وہ ایک مکمل عملی مذاق ہی تھا۔ ان سب کے تاثرات کمال کے تھے۔ اس نے وہ ویڈیو لیڈی مہر اور سادھنا کو بھی دکھائی...... انہوں نے کتنی ہی بار وہ ویڈیو دیکھی اور ہر بار وہ ایسے ہنسیں جیسے پہلی بار دیکھنے پر ہنسیں تھیں۔

''تمہاری پرفارمنس لاجواب رہی امرحہ۔'' سادھنا نے کہا۔

''تم تو پورے مانچسٹر کی رونق بن جاؤ گی۔'' لیڈی مہر نے سادھنا کی طرف آنکھ مار کر کہا۔

بعد میں اسے معلوم ہوا کہ کام کرنے کے لئے جتنے بھی لوگوں کا گروپ وہاں موجود تھا ان سب کے ساتھ کچھ نہ کچھ کیا جانا تھا۔ وہاں موجود سب ہی اسٹوڈنٹس مانچسٹر یونیورسٹی میں پچھلے چار سال سے پڑھ رہے تھے اور یہ ایک روایت ہی تھی کہ وہ ہر سال فریشرز کے ساتھ کچھ نہ کچھ کرتے تھے لیکن امرحہ کے ساتھ مذاق کچھ زیادہ ہی سنجیدہ ہو گیا۔ یا امرحہ نے بنا دیا تھا، کیونکہ اگر امرحہ بس ذرا سا غور کر لیتی تو جان جاتی کہ وہاں کوئی بم نہیں پھٹا۔ شاید اسی لیے اس کا انتخاب کیا گیا تھا کوئی اور ہوتا تو ایسے پاگل نہ بنتا۔

اس واقعے سے اتنا ہوا کہ وہ یونیورسٹی میں کافی مقبول ہو گئی۔ اس کے کافی سے زیادہ دوست بن گئے۔ جو اسے دیکھ لیتا رک کر اس کا حال احوال ضرور پوچھتا...... اسے کافی...... لنچ کے لئے بلاتے...... کوئی نہ کوئی اس کی مدد کے لئے تیار رہتا...... جو اسٹوڈنٹس مانچسٹر کے ہی رہنے والے تھے وہ اسے اپنے گھر شام کی چائے یا ویک اینڈ ڈنر پر مدعو کرتے...... اس کے رونے دھونے کا ان سب فنکاروں پر ایسا اثر ہوا کہ اسے ننھی منی بچی کی طرح ٹریٹ کرتے کہ بے بی چاکلیٹ کھالو...... آئس کریم کھا لو...... اچھا یہ لو باربی...... چلو دولے لو...... بس رونا نہیں۔ ایک وسیع حلقہ اسے جاننے لگا۔

اسی دوران ہُل کاک میں ایک روسی ویرا اور ایک جاپانی این اون (En Eun) آ گئی۔ جاپانی تو بہت خاموش طبع تھی۔ سال میں ایک بار بولنے والوں جیسی تھی...... اس نے لیڈی مہر کو کہانی سنانی چاہی پر لیڈی مہر نے اسے خود ہی روک دیا کہ وہ بس چپ چاپ گھر میں رہتی رہے، کیونکہ اس کی کہانیوں کے ہر جملے کو سمجھنے کے لیے ڈیڑھ دو کلو فوری عقل کی ضرورت در پیش ہوتی تھی۔ جو ظاہر ہے ہمہ وقت دستیاب نہیں ہو سکتی تھی۔ البتہ ویرا نے اپنے شہر سُوچی میں ہونے والی بائیسویں سرمائی اولمپکس کی اور برفانی طوفانوں کی ایسی ایسی کہانیاں سنائیں کہ ایک طرف تو امرحہ نے خود سے عہد کیا کہ زندگی میں ایک بار اولمپکس کھیل ضرور دیکھے گی اور دوسرا عہد یہ کیا کہ کبھی روس نہیں جائے گی...... برفانی طوفان سے مرنے......

ویرا جس کا قد چھ فٹ کے قریب قریب تھا اور وہ روس کی ساری خوبصورتی کو اپنی ذات میں سموئے اپنے لمبے بالوں کو سر پر ٹیل صورت اٹھائے مانچسٹر کی سڑکوں پر سائیکلنگ کرتی یا اسکیٹنگ کرتی دکھائی دیتی تو اس پر غیر انسانی ہونے کا گمان ہوتا تھا...... کیونکہ جب وہ یہ دونوں کام کرتی تو لگتا کہ کوئی پری بنا پروں کے سڑکوں پر نیچی پرواز پر اڑ رہی ہے......

جب وہ شٹل کاک میں آئی تھی اور اپنا وزنی سامان اٹھا اٹھا کر اندر لا رہی تھی تو ایسے لگتا تھا جیسے کیسی غباروں سے کھیل رہی ہو وزنی سامان نہ اٹھا رہی ہو۔ امرحہ نے اس کی مدد کرنی چاہی لیکن اس کا وزنی سامان، جیسے اپنے بیگ میں وہ روس کی برف، وڈکا اور چند روسی بھی رکھ لائی ہو اٹھاتے اٹھاتے وہ چند قدم چلنے کے بعد ایسے گر گئی کہ ویرا کو اس کی مدد کے لیے لپکنا پڑا۔ اور پھر وہ سیڑھیوں سے لڑھکی ہوئی لڑکی امرحہ کے سر پر کھڑی ہو کر اسے ایسے دیکھنے لگی جیسے روسی برف میں کوئی میدانی چوہا نکل آیا ہو۔

"تم سے اتنا سا وزن نہیں اٹھایا گیا؟"

"اتنا سا...... مجھے تو پورا یقین ہے اس میں کم سے کم دو روسی پیک ہیں۔" امرحہ نے اتنی بے ساختگی سے کہا کہ ویرا ہنسنے لگی۔

"نہیں اس میں تو صرف چند ریچھ پیک ہیں۔" ویرا نے شرارت سے کہا۔

ایک بار ویرا نے اسے اسکیٹنگ شوز پہنا دیئے اور امرحہ منہ کے بل سڑک پر گری، ناک کی ہڈی اتنی بچ گئی کہ بس سرجری کی ضرورت نہ رہی۔ باقی ساری کسر پوری ہوگئی......

امرحہ ویرا کے ساتھ ہی اس کی سائیکل پر بیٹھ کر یونیورسٹی جاتی...... لیکن ویرا کے ساتھ سائیکل پر بیٹھنا اتنا ہی مشکل کام تھا جتنا رولر کوسٹر پر بیٹھنا دل گردے کا کام تھا۔ بس کا کرایہ بچانے کے لئے وہ اپنے دل گردے روز مضبوط کرتی...... وہ سائیکل پر ہزار، ہزار کرتب دکھاتی ہوئی جاتی۔

ویرا کچھ اخبارات کے لئے کالم لکھتی تھی۔ اس لئے اسے نوکری کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس نے شٹل کاک ہاؤس میں چھوٹے موٹے مرمت کے کام آسانی سے کر دیئے تھے جس کی اسے لیڈی مہر نے اجرت بھی دی۔ اس کا سر نہ میں ہلاتے امرحہ نے کم ہی دیکھا تھا۔ اسے جیسے سب ہی کام کرنے آتے تھے۔

ڈیرک کی مدد سے امرحہ کو جوتوں کے ایک اسٹور میں کام مل گیا۔ اس کا کام بل بنانا تھا بس...... کافی آرام دہ کام تھا اور اس کی ہفتہ وار تنخواہ بھی اچھی تھی۔ ہفتے میں ایک بار وہ کیفے بھی چلی جاتی اور اپنے سابقہ باس سے کافی کے ساتھ ساتھ ہلکی پھلکی بات چیت کر کے آتی۔

اب تو دادی اور اماں بھی اس سے بات کرتے آب دیدہ ہو جاتی تھیں۔ اسے حیرت ہوئی۔ اس نے پہلی بار دادی کو اپنے لئے آنسو صاف کرتے دیکھا۔ حماد اور علی اسے کافی تمیز سے مخاطب کرتے۔ وانیہ اسے خاندان میں ہونے والی تقریبات کی ویڈیوز بھیجتی رہتی جس میں اسے تو دلچسپی نہیں تھی۔ البتہ سادھنا، لیڈی مہر اور ویرا کافی شوق سے ان ویڈیوز کو دیکھتیں۔

○......❖......○

موسم ویسے تو ابر آلود رہتا ہی تھا اور ہلکی پھلکی بارش بھی ہوتی ہی رہتی تھی لیکن اس دن ہلکی ہلکی لیکن مسلسل بارش برس رہی تھی۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ ویرا کو کسی اخبار کے دفتر جانا تھا اس لئے وہ اکیلی ہی آکسفورڈ روڈ پر واک کرتی سست روی سے چلتی رہی۔ اسے قطعاً جانے کی جلدی نہیں تھی۔ وہ موسم سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ گیلی گیلی عمارتیں...... نم نم منظر اسے اچھا لگ رہا تھا اور بھلے سے وہاں کے مقامی اس موسم سے عاجز آچکے ہوں پر غیر ملکی خاص کر گرم ملکوں کے باشندوں کی جان تھی اس موسم میں...... اس نے گہرے گلابی رنگ کے ویرا کے اسٹالر کو گردن میں دو بل دے رکھے تھے۔ انہیں کھول کر اس

نے سر پر اوڑھ لیا۔ پھر اس نے واپس گردن میں بل ہی دے دیئے۔ بارش کی ہلکی ہلکی پھوار سر پر پڑتی اچھی لگ رہی تھی۔ ایک دم سے پیچھے سے ایک نیلی چھتری جس پر گل لالہ کے پھول بکھرے تھے، اس کے سر کے اوپر تن گئی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ پھر چھتری پکڑنے والے ہاتھ کو...... وہاں عالیان کھڑا تھا۔

''تمہیں اپنی ٹویٹ واپس نہیں چاہئے۔ آج میں تمہیں برگر بھی کھلا سکتا ہوں اور کافی بھی پلا سکتا ہوں......'' اس نے مسکرا کر کہا جبکہ مسکرانے کی ایسی کوئی ضرورت تو نہیں تھی۔

''اتنی پرانی بات......! نہیں، اب نہیں چاہئے۔'' امرحہ نے منہ بنا لیا۔

''کیوں...... اب کیوں نہیں چاہئے؟'' چھتری بدستور وہ اس کے اوپر رکھے ہوئے تھا...... خود وہ بھیگ رہا تھا۔

''تم سے نہیں چاہئے...... تم بہت بدتمیز ہو۔''

''میں نے تم سے کب بدتمیزی کی؟''

''کب نہیں کی...... ویسے تم مجھ سے آج اتنی نرمی سے کیوں بات کر رہے ہو؟''

''مجھے خود نہیں معلوم...... شاید میرا دماغ کھسکتا جا رہا ہے۔''

''کیوں علاج کے لئے بھی پیسے نہیں ہیں تمہارے پاس؟ ایسا کرو، علاج کی بھی ٹویٹ لے لو۔''

''علاج تو میں کروالوں...... لیکن اس بیماری کا کوئی ڈاکٹر نہیں ہے نا۔''

''ایک یونیورسٹی اسٹوڈنٹ کے ساتھ تم ایسی اونگی بونگی باتیں کیسے کر سکتے ہو؟''

''اور یہ یونیورسٹی اسٹوڈنٹ بھی تو سب اونگا بونگا کرتی ہے۔''

''سب کیا......؟''

''سب مطلب سب......'' وہ ہلکے سے مسکرایا اور یہ کرتے وہ ایسا لگا کہ امرحہ نے سوچا۔

''یہ اکیلا اتنا خوبصورت ہونے کا حق کیسے رکھ سکتا ہے آخر۔''

امرحہ نے ایک چاکلیٹ نکال کر اسے دی۔ ''یہ کھاؤ، تمہاری کیلوریز تیزی سے کم ہو رہی ہیں۔''

''تمہیں ڈراپ کر دوں۔'' وہ چاکلیٹ لے کر کھانے لگا۔

''تمہارے پاس گاڑی ہے؟''

''نہ...... سائیکل......''

''میں ویرا کے علاوہ کسی کے ساتھ سائیکل پر نہیں بیٹھتی۔''

''میں گراؤں گا نہیں۔''

''پر میں تمہیں ضرور گرا دوں گی...... بھاگ جاؤ، میرا سر نہ کھاؤ۔''

''یہ کیا طریقہ ہے بات کرنے کا۔''

''خاص تمہارے لئے۔''

''میرے لئے کچھ خاص...... واؤ...... ٹھیک ہے...... تم نے سینما دیکھے ہیں یہاں کے؟'' اس کے بھورے سر پر بارش کے قطرے لکن میٹی کھیل رہے تھے۔

''ہاں! ویرا کے ساتھ گئی تھی۔''

''اس نے یقیناً تمہیں ہنگر گیمز دکھائی ہوگی۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ جینیفر سے مشابہ ہے۔''

''لیکن وہ جینیفر سے زیادہ خوب صورت ہے۔''

''میں تمہاری کلاس فیلو جینیفر کی بات نہیں کر رہا۔ ویسے میں تمہیں ایک اچھی انڈین مووی دکھا سکتا ہوں۔''

''میں انڈین موویز نہیں دیکھتی۔''

''پاکستانی......؟''

''وہ تین، چار ہی ہیں...... میں پاکستان سے دیکھ کر آئی ہوں۔''

''بنگالی......؟''

''مجھے بنگالی نہیں آتی۔''

''ایرانی...... افغانی، تاجکستانی، ترکمانی، عراقی، مصری اور ہاں اینی میٹڈ...... کیا تم نے کبھی سینما میں Animated فلم دیکھی ہے؟''

''نہیں۔''

''کیا تم نے Ratatouille دیکھی ہے؟ دیکھو اگر تم نے اتنی عظیم فلم نہیں دیکھی تو میں تمہیں پہلے اس کی کہانی سنا سکتا ہوں تا کہ تمہارا دل اسے دیکھنے پر مائل ہو جائے۔''

''کوئی ضرورت نہیں ہے اس کی۔''

''ضرورت ہے، اور ویسے بھی میں اس عظیم فلم کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔''

''خدمت؟''

''ہاں، تمہیں کہانی سنا کر اور فلم دکھا کر... سنو یہ ایک قابلِ ذکر چوہے اور اس کے محسن کی کہانی ہے۔ چوہا جس کے ہاتھ میں کمال کا ذائقہ ہوتا ہے اور وہ دنیا کے کسی بھی بڑے اور ماہر شیف سے زیادہ اچھا اور لذیذ کھانا بنا سکتا ہے۔ ایسا کھانا جس کی کھانے والے کو نظیر نہیں ملتی اور ایسی ترکیب اور سلیقے سے کہ......''

''چوہا شیف ہوتا ہے؟ مطلب جو کھانا بناتا ہے؟''

''ہاں...... تم غلط سمجھ رہی ہو...... وہ کھانا بنانے سے پہلے ہاتھ دھوتا ہے...... اس کے ہاتھ صاف ہوتے ہیں...... بالکل تمہارے ہاتھوں جیسے صاف......''

''چوہا اور کھانا...... آ خ خ...... خ......'' امرحہ نے سر کو زور، زور سے جھٹکا۔ ''آ خ خ...... چوہا...... اور میرے ہاتھوں جیسے صاف ہاتھ......''

عالیان نے چھاتے کو بند کیا۔ اس کا ہاتھ تھک چکا تھا اور چلتے چلتے وہ رک گیا اور اسے بھی روک لیا، اب بارش کے قطرے دونوں کے بالوں میں لک چھپ جا رہے تھے۔

''پھر کرنا۔'' دنیا جہاں کے شوق کو آنکھوں میں سمو کر اس نے کہا۔

''کیا......؟''

''یہ جو ابھی کیا تھا۔'' اس نے انگلی کو اس کے منہ کے قریب دائروں میں گھما کر کہا۔

''کیا کیا تھا؟'' امرحہ کبھی نہیں جان سکتی تھی کہ وہ کس چیز کی اور کیوں فرمائش کر رہا ہے۔

''وہی جو چوہے کے نام پر کیا تھا۔''

''آ خ...... آ خ......'' امرحہ کو پھر سے چوہے کا خیال آ گیا۔

''ایک بار پھر کرنا...... بس...... بس...... پلیز۔'' دونوں ہاتھ جوڑ کو دو منت کرنے جیسا ہو گیا۔

''تم پاگل ہو، کیا کہہ رہے ہو۔''

''پہلے تو ٹھیک تھا اب پتا نہیں کیا ہو گیا ہے، سنو جب تم یہ آخ کرتی ہو تو تمہاری بھنویں اور آنکھیں بچگانہ سا رقص کرتی ہیں...... اور تمہاری ناک...... یہ دائیں بائیں لہرا کر اکساتی ہے کہ اسے پکڑ کر اس پر چٹکی بھری جائے۔''

"تم میرا وقت ضائع کر رہے ہو۔" امرحہ کو لگا، وہ اس کی ناک کی چٹکی بھر لے گا۔
"اچھا اب تمہارا وقت بھی قیمتی ہو گیا ہے؟ چلو پھر فلم کے لئے پکا نا؟"
"اگر ویرا جانے کے لئے تیار ہو گئی تو شاید؟"
"ویرا؟"
"ہاں...... دادا نے کہا ہے، ہر جگہ اسے ساتھ لے کر جاؤں۔"
"دادا جی کو یہاں ساتھ لے آتیں وہ پھر بھی اچھا تھا۔"
"تم میرے دادا کا مذاق اڑا رہے ہو؟"
"چلو ویرا کو بھی لے آنا۔"

O......❖......O
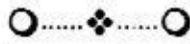
اور وہ ویرا کو بھی لے گئی۔ ویرا تو جاتے ہی سو گئی...... کیونکہ اسے خالص ایکشن فلمیں پسند تھیں جن میں ہر دو منٹ بعد ایک بم بلاسٹ ہو اور کم سے کم دو آدمی مر جائیں...... اور ہیرو بس بڑی بڑی عمارتیں پھلانگتا رہے...... اور کبھی زمین پر کھڑا ہو ہی جائے تو چار اطراف فائر کھول دے۔

جب چوہے نے پہلی بار کھانا پکانا شروع کیا تو اس نے منہ ہی منہ میں کتنی ہی بار...... آخ...... آخ...... کیا...... پھر آہستہ آہستہ وہ دلچسپی سے فلم دیکھنے لگی...... اور اختتام پر اس نے تالیاں بجائیں۔ اس نے اس قسم کی فلم پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ ہیرو، ہیروئن کے لیے جھمیلوں سے ہٹ کر...... ایسی شان دار فلم...... کمال ہو گیا۔

جب وہ ویرا کی سائیکل پر بیٹھ رہی تھی گھر جانے کے لئے تو عالیان نے بہت آہستگی سے اس سے فرمائش کی۔
"ایک بار کہہ دو...... آخ...... خ......"
اور وہ قہقہہ لگا کر ویرا کو مضبوطی سے پکڑ کر بیٹھ گئی۔

وہ وہیں کھڑا اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ کچھ لوگوں کا آنا جتنی خوشی دیتا ہے۔ ان لوگوں کا جانا اتنی ہی تکلیف دیتا ہے۔ اور اس وقت وہ ننھی منی سی اسی تکلیف سے گزر رہا تھا۔

وہ عالیان مارگریٹ جو جب سیٹی بجاتا اور دونوں ٹانگوں کو ہوا میں اچھال کر ان کی تالی بجاتا جاتا ہے تو کم سے کم پانچ لوگ ضرور اسے مڑ کر دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ اگر وہ غصے سے بھی کسی کو دیکھتا ہے تو بھی اس پر پیار ہی آتا ہے۔

O......❖......O

لیڈی مہر شادی کے دس سال تک بے اولاد رہیں...... پھر جب دونوں میاں بیوی نے بچہ گود لینے کا سوچا تو ان کے شوہر احمد حسین کا کار کے حادثے میں انتقال ہو گیا۔ احمد حسین دل کے سرجن ڈاکٹر تھے۔ وہ ایک کامیاب انسان تھے اور ایسے کامیاب انسان کے چلے جانے کے بعد ان کی بیوی چند سال کامیابی سے زندگی نہ گزار سکیں۔ شوہر کے ساتھ کار حادثے میں وہ ایک ٹانگ سے معذور ہو گئیں اور فالج سے ان کے جسم کا آدھا حصہ مفلوج رہا۔ وہ دو سال پرائیویٹ ہسپتال میں رہیں...... میکے کے نام پر ان کے خاندان میں صرف ایک باپ تھے جو ان کی دو سالہ بیماری کے دوران چل بسے...... احمد حسین کے تین بھائی تھے لیکن وہ اس صورت سے مہر سے ملنا چاہتے تھے۔ اگر وہ احمد حسین کی جائیداد ان کے نام کر دیتیں...... ایک گھر اور میڈیسن کمپنی کے شیئرز......

مہر بچہ گود لینا چاہتی تھیں۔ اب وہ بھی نہیں لے سکتی تھیں۔ ان کی حالت ہی ایسی نہیں تھی۔ وہ اپنے آپ کو نہیں سنبھال سکتی تھیں۔ بچے کو کیسے سنبھالتیں...... اور اس حالت میں انہیں کوئی بھی ادارہ بچہ نہ دیتا۔ تو انہوں نے بچوں کو ان اداروں میں رکھ کر ہی پالنا شروع کر دیا۔ وہ ان کے اخراجات کے لیے رقم دیتیں اور ایک نہیں پورے دس بچوں کو لے کر پالا...... وہ کمپنی

سے ملنے والے منافع میں سے اپنے اخراجات کے لئے رقم نکال کر باقی سب اس ادارے کو دے دیتیں۔ بچے مہینے میں ایک بار ان سے آکر مل جاتے۔ ایک پورا دن ان کے پاس گزار کر جاتے۔ مہر کو ماما کہتے......

یہ مختلف قوم و نسل اور مذہب سے تعلق رکھنے والے بچے تھے اور سب مہر کو بہت پیارے تھے...... کرسمس...... نیا سال وہ مہر کے ساتھ گزارتے۔ جیسے جیسے بچے بڑے ہوتے گئے وہ مہر کے پاس رات بھی رکنے لگے۔ وہ سب نہ صرف اپنے کام خود کرتے تھے بلکہ مہر کے بھی کئی کام کر دیتے۔ مہر مہینے کے اس ایک دن اور رات کا انتظار کرتیں جب وہ سب ان کے پاس ہوتے۔

یہی بچے بالغ ہوتے ہی اپنے پیروں پر کھڑے ہوتے مختلف شہروں، ملکوں اور یونیورسٹیوں کی طرف بڑھتے گئے۔ کچھ شادی کر چکے تھے...... کچھ نوکری کرتے تھے...... کچھ ابھی بھی پڑھ رہے تھے۔ یہ سب دنیا کے کسی بھی کونے میں، کسی بھی حالت میں ہوتے ہر روز ماما مہر کو فون کر کے یاد کرنا اور ان تک اپنی محبت پہنچانا نہیں بھولتے تھے۔ لیڈی مہر ہمہ وقت ان سے رابطے میں رہتیں، ان کے بیوی بچوں سے باتیں کرتی رہتیں۔

گاہے بگاہے یہ سب شٹل کاک آتے رہتے تھے۔ اسی لئے یہاں چار، پانچ سے زیادہ لوگوں کو پے انگ گیسٹ نہیں رکھا جاتا تھا۔ چند دن رہ کر وہ چلے جاتے۔ کوئی ڈاکٹر تھا، کوئی انجینئر، کوئی اپنا بزنس کر رہا تھا۔ کوئی نرس تھی، کوئی اسٹوڈنٹ لیکن یہاں آتے ہی وہ سب لیڈی مہر کے بچے بن جاتے۔ ان کے سارے کام خود کرنا پسند کرتے، انہیں کھانا کھلاتے، منہ دھلواتے، ہفتہ وار میڈیکل چیک اَپ کے لئے لے کر جاتے، انہیں مختلف پارکوں میں لئے گھومتے رہتے اور رات کو انہیں کہانیاں سناتے، اور ویسے ہی سلا دیتے جیسے ان کے بچپن میں لیڈی مہر نے انہیں سلایا ہوگا۔

لیڈی مہر ان کے لئے مقدس ہستی جیسی تھیں۔

ان ہی میں سے ایک مورگن کیمبرج سے ایم فل کر رہی تھی۔ وہ اپنے فرینڈ جوش کو بردکھوے کے لئے شٹل کاک لائی کہ اگر ماما ہاں کہتی ہیں تو وہ بھی جوش کو ہاں کہہ دے۔

''یہ گنجا کبوتر تمہیں واقعی پسند ہے مورگن؟'' لیڈی مہر کو اپنی شہزادی کے لیے شاید جوش پسند نہیں آیا تھا۔

''اچھا انسان ہے ماما۔'' مورگن مسکرائی۔

''کیا سوویت یونین کے برفیلے پہاڑوں میں کام کرتا رہا ہے۔ بہت ہی برفیلا سا ہے۔''

''اگلے سال جوش کی پی ایچ ڈی مکمل ہو جائے گی۔''

''مورگن! کسی ہیرو شیرو کو پسند کرتیں تم، یہ تم نے کیا کر دیا، سنا ہے کیمبرج میں بہت سے فلم اسٹارز پڑھنے کے لئے آتے ہیں۔ میرا تو خواب ہی رہا کہ میرے کسی بچے کی کسی فلم اسٹار سے شادی ہو۔''

''تو میں جوش کو انکار کر دوں ماما......؟''

''تمہارے انکار سے تو یہ مر مرا جائے گا۔'' انہوں نے بے چارے سے نظر آتے جوش کو دیکھا۔ جو ٹی وی پر ایک ڈاکومنٹری دیکھ رہا تھا، سادھنا اور امرحہ اسے ایسے دیکھ رہی تھیں کہ وہ بے چارہ بار بار پہلو بدل رہا تھا۔ دراصل دونوں جان بوجھ کر اسے حواس باختہ کر رہی تھیں۔

بس ایویں...... خواہ مخواہ کا مشرقی شغل......

''ہاں تھوڑا ڈرتو ہے۔'' مورگن نے ماما کی تائید کی۔

''ٹھیک ہے ہاں کہہ دو پھر اسے...... میں کیوں اس کا خون اپنے سر لوں۔ کب کرو گی شادی......؟ میں چاہتی ہوں تم بہار کی دلہن بنو...... لیکن کرسمس کی چھٹیوں کے علاوہ تم کہاں فارغ ہو گی شادی کے لئے۔''

''نہیں...... آپ کہہ رہی ہیں تو میں بہار ہی میں کروں گی۔''

''نہیں...... کرسمس ٹھیک ہے...... ہم شارلٹ کو بہار کی دلہن بنادیں گے۔ آج کل میں بس وہ بھی آنے ہی والی ہے۔ ایسے ہی کسی نمونے کو لے کر۔''

امرحہ اور سادھنا نے بلند بانگ قہقہے لگائے نمونے کے نام پر۔ لیڈی مہر نے جوش کو رسٹ واچ دی تو بے چارہ نم نم سا ہو گیا۔ لیڈی مہر نے مورگن پر ایک خائف سی نظر ڈالی۔

''پھر سوچ لو مورگن...... مجھے تو لگتا ہے ایک، دو بار رونے سے ہی یہ پگھل کر ختم ہو جائے گا۔''

اس بار دونوں اتنا ہنسیں کہ انہیں نشست گاہ سے باہر جانا پڑا۔

O......❖......O

جس دن سادھنا کو معلوم ہوا کہ اس کے اکلوتے بیٹے کو ایسی خطرناک بیماری ہو گئی ہے تو دونوں میاں، بیوی کئی دن اور راتوں تک روتے رہے۔ اس کا شوہر ایک کمپنی میں چند ہزار پر ملازم تھا۔ وہ اتنی بڑی بیماری کا علاج کیسے کرواسکتے تھے۔ حیدر آباد میں ایک چھوٹا سا گھر ان کا اپنا تھا لیکن اسے بیچ کر بھی ان کے بیٹے کا علاج نہیں ہو سکتا تھا۔ کسی نے انہیں مشورہ دیا کہ گھر کو بیچ کر سادھنا کا شوہر یورپ چلا جائے اور وہاں کام کرے، انہوں نے گھر بیچ دیا لیکن اس کے شوہر کو ویزا نہ ملا۔ ویزا ایجنٹ نے ہی مشورہ دیا کہ آدمی کی نسبت عورت کو ویزا ملنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں تو سادھنا نے ویزے کے لئے اپلائی کیا اور اسے ویزا مل گیا۔ وہ یہاں پاکستانی، ہندوستانی، سعودی گھرانوں میں جا کر گھریلو کام کرنے لگی...... گھریلو کام کے لئے ہر گھر ہفتے میں دو دن اسے بلاتا اور فی گھنٹہ کے حساب سے اسے پیسے ملتے۔ لیڈی مہر کے گھر وہ پہلے پے انگ گیسٹ تھی۔ پھر لیڈی مہر نے اس کے حوالے سارا گھر کر دیا۔ وہ لیڈی مہر کو بھی دیکھتی اور گھر کو بھی...... ان دو سالوں میں سنگاپور کے ہسپتال میں آریان کے دو آپریشن ہو چکے تھے۔ ایک آخری آپریشن ہونا تھا۔ پھر تین، تین ماہ کے میڈیکل چیک اپ...... ڈاکٹر بہت پُر امید تھے آریان کی صحت یابی کے لئے اور ڈاکٹرز سے زیادہ سادھنا خود پر یقین تھی۔

جن گھروں میں وہ جاتی تھی، وہ سب آریان کی سرجری کے لیے الگ سے پیسے دیتے تھے، لیڈی مہر بھی۔

''آپ بہت بہادر ہیں۔'' امرحہ کو جس دن ساری کہانی معلوم ہوئی اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

''ہاں۔ میں بہادر ہوں، اسی لئے بھگوان نے میرا انتخاب کیا کہ میں اس مشکل کو آسان کر دوں۔ مجھے اپنے منتخب کیے جانے پر خوشی ہے۔''

''آپ کا بیٹا بہت بڑا انسان بنے گا۔''

''میں اسے بڑا ڈاکٹر بناؤں گی اور اچھا ہی ہوا کہ وہ اس تکلیف سے گزر رہا ہے۔ اس طرح اسے یاد رہے گا کہ تکلیف سے گزرنے والوں کی اسے کیسے مدد کرنی ہے اور ان سے غفلت نہیں برتنی...... قدرت کے ہر اقدام میں ایک گہرا راز ہوتا ہے۔''

''اب کب سرجری ہے آریان کی؟''

''نو ماہ بعد...... اس سے زیادہ وقت بھی لگ سکتا ہے۔'' سادھنا نے اطمینان سے کہا۔

امرحہ بہت متاثر تھی سادھنا سے۔ جب وہ پاکستان میں تھی تو خود کو دنیا کی دکھی اور مظلوم ترین لڑکی سمجھتی تھی۔ وہ رات کو پائن ایپل کی پلیٹ بھر کر کھاتی جاتی اور روتی جاتی۔ اسے لگتا، دنیا میں اس سے زیادہ مشکل اور مصیبت میں کوئی نہیں ہے۔ اس سے زیادہ کٹھن میں کوئی نہیں رہ رہا۔ سب سے زیادہ تکلیفیں اسے ہی ملی ہیں۔ مل رہی ہیں۔ سب ظلم قدرت نے اسی پر توڑ ڈالے ہیں۔ تو سچ ہی ہے کہ اگر انسان دنیا میں چل پھر کر دیکھے تو اسے خبر ہو کہ جس دکھ پر وہ ایسے واویلا مچاتا ہے، دہائی دیتا ہے، وہ تو کوئی دکھ ہے ہی نہیں۔ لوگ تو کیڑے پڑے زخموں کے ساتھ بھی گنگناتے ہیں...... مسکراتے ہیں اور اصل میں وہی انسان بھی ہیں...... جو سر کو آسمان کی طرف شکوے کے لئے نہیں شکر کے لئے اٹھاتے ہیں۔

O....❖....O

ایک گاہک شو اسٹور میں پچھلے ایک گھنٹے سے گھوم پھر رہا تھا لیکن کوئی جوتا اسے پسند نہیں آ رہا تھا۔ ہر بار وہ کاؤنٹر کا چکر لگا کر ذرا آگے نکل جاتا اور پھر سے گھوم کر کاؤنٹر کے پاس آ جاتا۔ امرحہ گو بہت مصروف تھی لیکن اسے دیکھ بھی رہی تھی۔

''میں تمہیں یہ بتا دوں کہ یہاں اس اسٹور میں جوتوں کی ٹویٹ نہیں ملتی۔'' امرحہ اس کے پاس آئی۔

''اچھا...... تم نے انہیں سکھایا نہیں ٹویٹ لینا اور دینا۔''

''تمہیں کیا چاہئے...... تمہیں کوئی جوتا پسند نہیں آ رہا؟''

''جو اچھا ہے وہ مہنگا ہے، جو مہنگا نہیں، وہ اچھا نہیں۔''

''مجھے نہیں لگتا کہ تم یہاں کسی خریداری کے موڈ میں آئے ہو۔''

''ہاں۔ کچھ کچھ ایسا ہی ہے۔'' دانت نکال کر وہ اس حقیقت کے منکشف ہونے پر مسرور ہوا۔

''اچھا دیکھو، ہمارے اسٹور روم میں کچھ نقص والے جوتے رکھے ہیں۔ ہم ورکرز چاہیں تو انہیں لے سکتے ہیں۔ میں ان سے بات کر لیتی ہوں، تم میرے ساتھ آ کر اچھے والے لیکن سستے والے جوتے لے سکتے ہو۔''

''کتنی اچھی ہو تم...... لیکن آج نہیں...... شاید کل......''

''پھر تم آج کیا کرنے آئے تھے یہاں۔''

''آج...... پتا نہیں...... میں پتا کر کے کل بتاؤں گا۔'' گھڑی کو دیکھتا وہ چلا گیا جیسے مقصد پورا ہو گیا۔

شیشے کے پار سے امرحہ نے اسے جاتے دیکھا۔ وہ ''ہاؤ ڈیپ ان لو'' کی دھن سیٹی پر بجا رہا تھا اور ایسے چل رہا تھا جیسے راک اسٹار اپنا کامیاب شو کر کے گھر لوٹ رہا ہو۔

اگلے دن وہ پھر آ گیا...... لیکن جوتے لے کر پھر بھی نہیں گیا...... جب وہ اسے اسٹور روم میں لے گئی اور اس نے اس کا وہاں کافی وقت لے لیا تو عین وقت پر اسے یاد آ گیا کہ اس کے پاس تو کافی اچھی حالت میں دو، تین اچھے جوڑے جوتوں کے ہیں، پھر وہ نئے کیوں لے۔

''پھر تم یہاں آئے کیوں؟'' وہ زچ ہو گئی۔

''پتا نہیں...... بس کبھی کبھی میری یادداشت ایسے ہی چلی جاتی ہے۔ جب یادداشت گئی تو میں آ گیا۔ اب واپس آ گئی ہے تو مجھے جانا ہو گا۔''

''پاکستان میں تم جیسے لوگوں کو ہم باؤلا کہتے ہیں۔''

''باؤل...... آ......؟''

''ہاں باؤل...... آ...... چلو جاؤ اب۔ کتنا وقت ضائع کیا میرا۔''

جاتے جاتے وہ پھر رک سا گیا۔ ''میرا خیال ہے اگر میں ایک جوڑا جوتا لے ہی لوں گا تو اقوام متحدہ کے اجلاس میں اسے یقیناً زیرِ بحث نہیں لایا جائے گا۔'' وہ پھر سے جوتے پہن پہن کر دیکھتا رہا۔

''ویسے مجھے یہ خیال بھی آ رہا ہے کہ ایک اسٹوڈنٹ کو اتنا شاہ خرچ نہیں ہونا چاہئے...... او ہاں یاد آیا...... میں نے سنا ہے کہ ایشیا میں لوگوں کے پاس اتنے کپڑے اور جوتے ہوتے ہیں کہ اگر وہ اپنے کپڑے، جوتے دنیا بھر کے انسانوں میں تقسیم کرنے لگیں تو ہر ایک کو دو، دو جوتے اور کپڑے مل جائیں...... کیا تمہارے پاس بھی اتنے ہی ہیں؟''

وہ گڑبڑا گئی۔ ''پتا نہیں۔''

''یعنی اتنے ہی ہیں...... ہر وقت تم لوگ کپڑوں اور ایسی چیزوں کے بارے میں سوچتے رہتے ہو اور پھر اصل باتوں پر سوچنے کے لئے دماغ میں اور جگہ ہی نہیں رہتی۔''

''میرے دماغ میں بھی اور جگہ نہیں رہی، تمہاری اوٹ پٹانگ باتیں سن سن کر......''

کندھے اچکا کر وہ چلا گیا...... باہر بارش ہو رہی تھی اور سڑک کو پار کرتے فٹ پاتھ پر چلتے اس نے کم سے کم پانچ بار مڑ کر شیشے کے اس پار کاؤنٹر پر سر جھکائے کمپیوٹر میں بزی انٹری کرتے امرحہ کو دیکھا۔

اس بار اس نے سیٹی کی دھن بدل ڈالی۔ وہ ایک مشرقی دھن بجا رہا تھا۔

○......✤......○
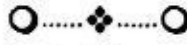
ڈیرک آرٹ کا اسٹوڈنٹ تھا اور اس نے ایک مقامی چینل کے لئے دومنٹ کی ڈاکومنٹری بنائی تھی اور ڈبنگ کے لئے امرحہ کو بلایا تھا۔ امرحہ جانتی تھی، وہ اب تک شرمندہ ہے۔ اس لئے زیادہ سے زیادہ اس کی مدد کرتا ہے...... دومنٹ کی ڈبنگ کے اسے اچھے خاص پیسے مل گئے تھے اور معلومات بھی کہ صرف ایک کیمرے کے ساتھ ڈیرک نے وہ ڈاکومنٹری بنائی تھی اور اچھے خاصے پیسے بنا لئے تھے۔ ڈیرک نے اسے اپنی پہلے سے بنائی گئی دوسری ڈاکومنٹریز بھی دکھائیں۔ اسے وہ سب اچھی لگیں، خاص کر ڈیرک کی کوشش اچھی لگی۔

چند دن سوچنے کے بعد اس نے ڈیرک سے مشورہ کیا۔ وہ مانچسٹر یونیورسٹی میں ایڈمیشن سے متعلق ایک تفصیلی ڈاکومنٹری بنوانا چاہتی تھی تاکہ پاکستانی اسٹوڈنٹس کو اچھی طرح سے اَپ ڈیٹ رکھا جائے۔ ڈیرک کو اس کا خیال اچھا لگا اور ان دنوں نے مل کر ایڈمیشن سے متعلق ایک جامع ویڈیو بنالی...... ڈیرک نے اس کی انگلش میں ڈبنگ کی اور امرحہ نے اردو میں...... ویڈیو اس نے پاکستان کے چند ٹی وی چینلز کو بھیج دی اور جواب کا انتظار کرنے لگی۔

تھوڑا وقت لگا اور جواب آ گیا۔ وہ ویڈیو خریدنے کے لئے تیار تھے۔ پر وہ بہت ہی کم پیسے دے رہے تھے۔ اس نے سوچا کہ اسے کم پیسوں پر ہی دے دینی چاہی لیکن ڈیرک نے روک دیا۔

''کبھی فیصلوں میں اتنی جلدی نہیں کرتے۔ جلد بازی ایک بڑے نقصان کا باعث بے شک نہ بنے لیکن بڑے فائدے سے ضرور محروم کر دیتی ہے۔ میری پہلی ڈاکومنٹری ایک سال میرے پاس پڑی رہی تھی۔ کوئی اسے خریدنے کے لئے تیار ہی نہیں تھا۔ ٹرائل کے لئے میں نے پھر اسے ایک جرنلسٹ کو دے دیا۔ اس نے اپنے بلاگ پر پوسٹ کر دی۔ بس پھر مت پوچھو...... جن چینلز نے انکار کیا تھا وہ اس کے رائٹس لینے کے لئے تڑپنے لگے، یہاں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک جنہیں اچھی چیز چاہئے...... دوسرے جنہیں اچھی بکنے والی چیز چاہئے، جو انہیں فائدہ دے...... تمہیں ایک سے انکار ہوا ہے۔ تم دوسرے کے پاس جاؤ۔''

ڈیرک نے ہی اس کے ساتھ مل کر تھوڑی بہت ریسرچ کی اور اس بار انہوں نے ان پاکستانی کمپنیز کو ویڈیو بھیجی جو اسٹوڈنٹ ویزا کا کام کرتے تھے۔ انہیں ایک دوسرے درجے کی ویزا کمپنی نے ہاں کہہ دی اور نسبتاً اچھی رقم آفر کی۔ امرحہ نے ہاں کہہ دی...... یہ ہاں اچھی رہی۔ کیونکہ اسی کمپنی نے چند اور ایک ایک...... دو، دومنٹ کی ویڈیوز کے لئے امرحہ سے بات کی۔ انہیں مانچسٹر یونیورسٹی کے چند دوسرے ڈیپارٹمنٹس کی تفصیلات چاہئے تھیں۔ جو وہ اپنے اسٹوڈنٹس کو دکھا سکتے۔ امرحہ اور ڈیرک نے وہ بھی بنا کر بھیج دیں۔ امرحہ کو اچھا خاصا فائدہ ہوا تھا۔ امرحہ خوش تھی کہ اس نے ایک نیا کام سیکھ لیا ہے جو اسے فائدہ دے رہا ہے

○......✤......○

اس کی کفایت کا گراف اونچا ہوتا جا رہا تھا اور فضول خرچی کا نہ ہونے کے برابر...... سردیاں آ چکی تھیں، تو اس نے اپنے لئے صرف گرم کوٹ لیا تھا۔ جو گرم کوٹ وہ پاکستان سے لائی تھی۔ وہ یہاں بے کار تھے۔ یہاں کی سردی اس کی سوچ سے بڑھ کر تھی۔

رات گئے ایک دن دادا کا فون آیا۔ اسے وہ کافی پریشان لگے۔

''پریشان نہ ہونا امرحہ...... دھیان سے سنو تمہارے بابا ہسپتال میں...... ہیں...... پوری اعظم مارکیٹ میں آگ لگی تھی......بس واجد خود کو سنبھال نہیں سکا۔''

''کیا ہوا دادا؟'' وہ چلا اٹھی۔

''وہ ٹھیک ہے...... سینے میں درد ہوا تھا اس کے۔''

''میری بات کروائیں۔''

''ابھی وہ ہوش میں نہیں ہے، تم دعا کرو......''

وہ شٹل کاک کا بیرونی دروازہ کھول کر کھلے آسمان تلے آ گئی...... اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔ ایسے جیسے دنیا کی ہر چیز اسے اپنے دباؤ سے مار ڈالے گی۔

''پاکستان میں سب ٹھیک ہے امرحہ......؟'' سادھنا اس کے پیچھے آئی۔

''میرے بابا ہسپتال میں ہیں۔'' اس کی زبان لڑکھڑا گئی۔

وہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ ''وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔''

وہ مایوس سی سادھنا کو دیکھنے لگی جیسے کہہ رہی ہو ہاں میں نے خود بھی لوگوں کو ایسی جھوٹی تسلیاں کئی بار دی ہیں۔

''تم اتنا گھبرا کیوں رہی ہو...... دو دن پہلے تم مجھے کہہ رہی تھیں تم شیر جوان ہو۔''

''میرے اندر گھبراہٹ بڑھ رہی ہے۔ میرا دل پھٹا جا رہا ہے۔''

''یہ گھبراہٹ نہیں مایوسی ہے...... تمہیں تو دعا کرنی چاہیے، خود کو سنبھالو...... اپنے گھر والوں کا حال احوال لو......''

اس نے سر ہلایا اور آنسو پونچھے اور پاکستان فون کیا۔ دادا اس کی مختلف ڈاکٹرز سے بات کرواتے رہے۔ ٹھیک تین گھنٹے بعد بابا کو ہوش آ گیا اور دو دن بعد وہ گھر چلے گئے۔

سٹور میں موجود لاکھوں کی مالیت کے قالین جل کر راکھ ہو چکے تھے۔ بابا کے سینے میں تکلیف کیوں نہ اٹھتی۔ کاروبار کے نام پر وہ کنگال ہو چکے تھے۔

پاکستان میں سب بے حد پریشان تھے کہ اب کیا ہوگا اور مانچسٹر میں وہ تندہی سے ان معاملات کا حل نکالنے میں مصروف تھی۔

''واجد سود پر قرض لے رہا ہے۔'' دادا نے فون پر بتایا۔

''سود پر؟'' اسے دھچکا لگا۔

''ہاں...... میری کوئی بات نہیں سن رہا۔ بنا سود کے قرض کہیں سے نہیں مل رہا۔''

''سود حرام ہے دادا۔'' اسے دکھ ہوا جان کر۔

''یاد ہے مجھے اور واجد کو بھی یاد دلایا ہے۔ کہتا ہے سود نہیں ہے۔ بس وہ قرض پر منافع لیں گے۔'' دادا آبدیدہ ہو گئے۔

''یا وہ گھر بیچے گا یا قرض لے گا۔ ورنہ کاروبار کیسے چلائے گا۔''

''بابا سے کہیے گا قرض نہ لیں، میں کچھ کرتی ہوں۔''

''تم کیا کرو گی؟'' دادا حیران ہوئے۔

''کیوں...... بہت کچھ کر سکتی ہوں میں...... اگر ایک مشکل آتی ہے تو سو حل بھی ساتھ لاتی ہے دادا۔''

اس نے اب تک کی اپنی جمع کی گئی تنخواہ اور ڈاکومنٹریز سے ملنے والے پیسے بابا کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کروا دیئے...... پھر کافی سوچ بچار کے بعد اس نے لیڈی مہر کے سامنے اپنا مسئلہ رکھا۔ انہوں نے خاموشی سے ایک چیک کاٹ دیا۔ وہ حیران چیک دیکھتی رہ گئی۔ اس کا خیال تھا کہ لیڈی مہر اسے مشورہ دیں گی کہ ایسے کر لو یا ویسے کر لو لیکن انہوں نے مناسب رقم کا ایک

چیک اسے لکھ دیا۔

"یہ قرض ہے۔" انہوں نے اسے یاد دلایا۔

"جی بالکل......" اس نے سر ہلایا۔

"تمہیں معلوم ہے امرحہ! کہ میں تمہیں اور تم جیسی کئی لڑکیوں کو یہاں مفت بھی رکھ سکتی ہوں لیکن میں ایسا نہیں کرتی......اگر ایسا کیا میں نے تو تمہیں بے کار اور ناکارہ بنا دوں گی......میرا ایک بیٹا اسی شہر میں رہتا ہے اور وہ میرے ساتھ نہیں رہتا۔ میں نے اسے کوشش اور مسلسل کوشش کرتے رہنا سکھایا ہے۔ میں اپنے بچوں کو اس دنیا کے کامیاب ترین انسان بنے دیکھنا چاہتی ہوں اور ایسا انسان بننے کے لئے انہیں ایک شاہانہ نہیں محنت سے بھرپور زندگی گزارنی پڑے گی۔ انہیں صفر ہونا پڑے گا تاکہ وہ صفر کے آگے اعداد لکھ کر اپنے نمبر بڑھا سکیں۔ میرے بابا ایک کسان تھے۔ اسکاٹ لینڈ میں ان کا اپنا فارم ہاؤس تھا۔ وہ کہا کرتے تھے۔ "محلوں میں زندگی گزارنے والے بدقسمت ترین لوگ ہیں، کیونکہ وہ ناکارہ ہوتے ہیں۔" وہ اپنے مٹی سے اٹے ہاتھ اٹھا کر اعلان کرتے۔ "خوش قسمت تو ہم ہیں...... کیونکہ ہم کارآمد ہیں۔ زندگی ہم میں سانس لیتی ہے...... زندگی ہم میں دھڑکتی ہے۔" میں یہ رقم تمہیں ویسے بھی دے سکتی ہوں۔ اللہ نے مجھے بہت دیا ہے......لیکن یہ قرض اس لئے ہے تاکہ اسے واپس کرنے کے لئے تم خود کو کارآمد بناؤ......ٹھیک ہے؟"

"جی۔ ٹھیک ہے۔"

اس نے چیک بھی بابا کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کروا دیا۔ بابا کا فوراً فون آیا۔

"امرحہ......اتنے پیسے......کہاں سے آئے اتنے پیسے؟"

"میں نے اپنی لینڈ لیڈی سے لئے ہیں......اور کچھ میرے اپنے جمع کئے گئے ہیں۔"

"تم نے کیسے جمع کئے؟" دادا کے سوا کسی کو نہیں معلوم تھا کہ وہ وہاں جاب کرتی ہے۔ اور یہ بھی کسی نے معلوم نہیں کرنا چاہا تھا کہ وہ اپنے اخراجات کیسے پورے کرتی ہے

"میں جاب کرتی ہوں بابا۔"

"جاب......تم کام کرتی ہو وہاں تم نے تو کبھی پاکستان میں چھوٹی سی بھی جاب نہیں کی۔"

"نہیں کی، غلطی کی......اب کر رہی ہوں اور بہت خوش ہوں۔"

بابا آب دیدہ ہو گئے۔ زندگی میں پہلی بار اس کے لئے......"امرحہ! تم کب اتنی سمجھ دار ہو گئیں۔ علی اور حماد کو کھیلنے کودنے سے فرصت نہیں ہے اور تم نے مجھے وہاں سے لاکھوں بھیج دیئے۔ میں نے تو تمہیں وہاں جانے کے لئے ایک روپیہ نہیں دیا تھا۔"

"علی اور حماد کو کھیلنے کودنے سے اس لئے فرصت نہیں ہے بابا کیونکہ آپ نے انہیں کھیل کود میں مصروف رکھا ہے۔ ان پر سختی کریں۔"

"تمہارے دادا نے کہا۔ تم وہاں بڑی کلاس میں پڑھ رہی ہو۔ مجھے یقین آ رہا ہے کہ واقعی تم بڑی کلاس میں پڑھ رہی ہو۔ مجھے بتاؤ میں اور کیا، کیا کروں؟"

بابا کی یہ بات "مجھے بتاؤ، میں اور کیا، کیا کروں؟" نے اس کے دل کی دھڑکن تیز کر دی اور وہ آب دیدہ سی ہو گئی اور بابا سے کہہ نہ سکی کہ یہ والدین ہی ہوتے ہیں جو اپنی اولاد کو وہ کل پرزے بناتے ہیں جو زندگی کی گاڑی میں شان سے فٹ ہو جاتے ہیں اور گاڑی چھک چھک دوڑتی چلی جاتی ہے اور اگر والدین ان ہی پرزوں کو کند کر دیں تو زندگی کی گاڑی جام ہو کر بند ہو جاتی ہے اور بہر حال اس کا ذمہ پہلے سربراہ پر آتا ہے، کیونکہ نومولود اپنے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔

"بس بابا! اپنا خیال رکھیں میرے لیے بس یہی کر دیں۔"

O......✥......O

موسم اس کی سوچ سے زیادہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ یونیورسٹی میں وہ ہر وقت مونگ پھلی کھاتی ہوئی پائی جاتی اور جس تعداد میں اس کی ہائے ہیلو بڑھ چکی تھی یونیورسٹی میں اسی حساب سے جتنی مونگ پھلی منہ میں جاتی تھی، اس سے کہیں زیادہ دوسروں کے ہاتھوں میں جاتی تھی۔ اب روز کی کلو دو کلو مونگ پھلی تو وہ نہیں لے سکتی تھی نا۔ اس لئے جہاں ذرا سا سناٹا سا دیکھتی، منہ میں ڈال لیتی۔ ایک دن ایسا کرتے اسے اپنے پیچھے عالیان کا قہقہہ سنائی دیا۔

''کتنی چالاک ہو تم، کیسے چھپ چھپ کر کھا رہی ہو۔''

''نہیں تو......'' وہ صاف مکر گئی۔

امرحہ انگلش لٹریچر کی اسٹوڈنٹ تھی اور عالیان بزنس کا......اور امرحہ تو پھر اپنی عادت کے مطابق یونیورسٹی کا ہفتے میں ایک چکر ضرور لگا لیتی۔ ورنہ حصوں میں تو ضرور ہی چکر کو مکمل کر لیتی لیکن عالیان کم ہی کہیں چلتا پھرتا، کھڑا ٹہلتا نظر آتا۔ ہاں کبھی کبھی وہ ایسے ہو جاتا کہ ہر وقت ہر ایک کو نظر آتا اور کبھی ایسے کہ ہر کوئی اس کا پوچھ رہا ہوتا کہ وہ کہاں ہے۔

اب وہ ایسے اچانک سے نمودار ہوا تو امرحہ کو اچھا لگا۔ اس نے جیب سے مونگ پھلی نکال کر اسے دی اور ساتھ ساتھ وہ اسے بتاتی رہی کہ لاہور میں مونگ پھلی کیسے بکتی ہے۔ کیسے اسے گرم کیا جاتا ہے۔ کیسے ہیٹر کے پاس بیٹھ کر اسے اڑایا جاتا ہے۔ پھر اس نے اسے بتایا کہ بچپن میں وہ مونگ پھلی کے چھلکوں کے ڈھیر کو چپکے چپکے کھنگالا کرتی تھی کہ اس میں سے اسے کوئی مونگ پھلی شاید مل ہی جائے۔ عالیان دیر تک ہنستا رہا۔

''میں یقین رکھتا ہوں کہ تم نے یہی کیا ہوگا۔''

وہ ہنستا رہا۔ پھر اپنی انگلی کی پور سے اپنی آنکھ کی نمی صاف کی اور اپنے کراس بیگ میں اس سے مونگ پھلی بھروا کر اپنی کلاس لینے چلا گیا اور پھر وہ اسے ایک ایسے وقت نظر آیا کہ اس نے حیرت سے کتاب بند کر دی۔ رات بارہ بجے سے کچھ پہلے کا وقت تھا۔ وہ اپنے کمرے میں پڑھ رہی تھی اور اپنے کمرے کی کھڑکی سے ذرا دور گھر کے دوسرے کنارے کی طرف اسے وہ نظر آیا۔ پہلے اس نے سر کو اٹھا کر جیسے سارے گھر کا بھرپور جائزہ لیا۔ پھر وہ ایک کھڑکی کی طرف بڑھا۔ امرحہ نے جھٹ اپنے کمرے کی بتی بجھا دی اور کھڑکی سے سر نکال کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ اس کھڑکی سے اچھل اچھل کر اندر جھانک رہا تھا۔ پھر اس نے یہی کام دوسری کھڑکیوں کے ساتھ کیا۔ پھر وہ کھڑکی کی چوکھٹ پر کھڑا ہو کر پائپ کا سہارا لے کر اوپر کی منزل کے ایک بیڈ روم کی کھڑکی میں جھانکنے لگا۔ امرحہ کا حیرت سے برا حال تھا۔ وہ اتنی مشاقی سے یہ سب کر رہا تھا جیسے اسپائڈر مین ہو اور ایک عرصے سے ایسے کرتب کرتا رہا ہو۔ پھر وہ اس کھڑکی سے زمین پہ کود آیا اور ٹہلنے سا لگا۔ امرحہ نے سر کو ذرا پیچھے کر لیا۔ اب وہ اسی کھڑکی کے پاس آ رہا تھا۔ امرحہ نے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ وہ اسی کی کھڑکی کے پیچھے کھڑا تھا۔ اب وہ کھڑکی بھی بند نہیں کر سکتی تھی۔ وہ دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے چند منٹ انتظار کیا اور کھڑکی سے نیچے جھانکنے کے لئے آگے ہوئی اور اس کی چیخ نکل گئی۔ عالیان ایک دم سے اس کے سامنے آیا......وہ کھڑکی پر چڑھ چکا تھا۔

''امرحہ......!'' عالیان ایسے چونکا جیسے وہ اس کے اندر سے نکل کر ایک دم سے باہر سامنے آ کر کھڑی ہو گئی ہو۔

''تم یہاں......؟'' امرحہ دو قدم پیچھے ہٹی۔

''تم یہاں......؟'' کھڑکی کی چوکھٹ پکڑے وہ گرنے کے قریب ہوا، پھر اس نے جلدی سے مضبوطی سے کھڑکی کو تھام لیا۔

جنگل بیابانوں میں اندھیرے کے بستر پر میٹھی نیند سوئے سب ہی جگنو اس کی آنکھوں میں ایک ایک کر کے جاگنے لگے۔

''یہ میرا گھر ہے۔'' اس نے سوچا اس اسپائڈر مین کو یاد دلا دینا چاہیے۔

''یہ میرا گھر ہے امرحہ!'' مسکراہٹ دباتا وہ نیچے کود گیا۔ کسی جنگلی لنگور کی طرح جسے وہ اپنا گر وانتا ہوگا۔ امرحہ نے بے

طرح حیران ہو کر جیسے خود کو ہوش میں لانا چاہا...... اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ابھی ابھی جو اس نے دیکھا وہ سچ تھا...... حقیقت تھا خواب نہیں تھا۔ اس کا یونی فیلو ایسے اس کے کمرے کی کھڑکی میں آ کر اسے یہ بتا گیا تھا کہ یہ اس کا گھر ہے۔ اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر کھڑکی سے سر باہر نکالا۔ وہ ذرا دور دوسری کھڑکی کی طرف لپک رہا تھا اور بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا...... آخر وہ کیا کر رہا تھا۔ ایسے آدمی رات کے وقت اس کی رہائش گاہ کے گرد پاگلوں کی طرح کود پھاند رہا تھا۔ امرحہ نے سر کو ذرا اور آگے کر کے کہا۔

''تم کیا کر رہے ہو...... جاؤ یہاں سے۔''

اس کی آواز پر وہ رک کر اسے دیکھنے لگا۔ جیسے پریوں کے دیس کی کہانی سنتے بچے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنے لگتے ہیں کہ کیا کوئی پری ان کے سروں کے اوپر اڑتی جادو کی چھڑی گھما رہی ہے...... اگر نہیں تو کیوں نہیں، اگر ہاں تو وہ نظر کیوں نہیں آتی...... اچھا لو...... وہ نظر آ گئی۔ وہ وہاں کھڑکی سے سر نکالے دیکھ رہی ہے۔

اور یوں وہ نیچے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا...... وہ کھڑکی سے سر نکالے اس پر خفا ہو رہی تھی۔

''پاگل ہو گیا؟'' آواز کو دھیما رکھ کر وہ چلائی۔

''پاگل ہوں میں۔'' ملین پاؤنڈ ادا سے ابرو کو اچکا کر مسکراہٹ دبا کر اس نے سر ہلایا۔

''اچھا تو یہ تمہارا گھر ہے۔'' اپنی دانست میں وہ اسے چڑا رہی تھی۔ ''تو پھر سیدھے راستے سے اندر آ کر دکھاؤ۔''

''اور کچھ!'' عالیان نے سینے پر ہاتھ باندھ لئے اور اس کے اگلے حکم کا انتظار کرنے لگا۔

''کیا ڈراما ہے یہ؟'' امرحہ پوری قوت سے چلائی۔

اس نے جھرجھری لے کر ڈرنے کی اداکاری کی اور کان میں انگلی گھمانے لگا، پھر سر کو جھکا کر کان کو صاف کرنے کا عمل کیا۔ امرحہ کو کافی برا لگا۔ اس نے اپنے اسٹڈی ٹیبل پر رکھا ایک عدد موٹا میگزین اٹھا لیا اور اسے دے مارنے کے لئے ہاتھ بلند کیا۔ عالیان کو برا لگا۔ وہ سنجیدگی سے کھڑے ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

''کیا وہ کھڑکی میں کھڑی جولیٹ ہے اور کیا وہ نیچے کھڑا رومیو ہے؟'' ستاروں بھری رات نے وقت کے کان میں سرگوشی کر کے پوچھا...... وقت نے کندھے اچکائے اور مسکرا کر کہا۔ ''انتظار کرو۔''

امرحہ میگزین اسے دے مارتی، وہ تیزی سے گھر کی دوسری طرف چلا گیا۔ اس نے تقریباً خود کو آدھا کھڑکی سے باہر نکال کر اسے ڈھونڈنا چاہا لیکن وہ اسے نظر نہیں آیا۔

کچھ ہی دیر میں اسے گھر کے اندر سے شور کی آوازیں آنے لگیں۔ رات کے اس وقت اس طرح کی آوازوں کا آنا عجیب تھا۔ خاص کر لیڈی مہر کی آواز کا۔ وہ کمرے سے باہر آئی تو سادھنا بھی اپنے کمرے سے نکل کر آ چکی تھی۔

''کیا ہو رہا ہے؟'' اس نے پوچھا، اکثر رات گئے لیڈی مہر کے بچوں میں سے کوئی آ جاتا تھا۔

''دیدی کا بیٹا آیا ہے...... انہیں سالگرہ وش کرنے۔''

''کب آیا......؟''

''ابھی...... آؤ اندر چلیں......'' سادھنا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور دونوں لیڈی مہر کے کمرے میں چلی گئیں۔

اور...... اور لیڈی مہر کے بیڈ پر بیٹھا عالیان انہیں منا سا ہوم بیک کیک کھلا رہا تھا...... کمرے کی کھڑکی کھلی تھی...... دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ایسے مصروف تھے جیسے دنیا میں اکیلے وہ دو انسان ہی موجود ہوں۔ امرحہ دروازے میں ہی کھڑی رہ گئی۔

''میرا بیٹا بھی تمہاری یونیورسٹی میں ہی پڑھتا ہے۔'' لیڈی مہر نے اسے ایک بار بتایا تھا۔

''یونیورسٹی کو فخر ہے اس پر اور مجھے اس پر۔ بزنس کے نئے رجحانات اور طریقوں پر اس نے جو اسائنمنٹ لکھی تھی، اسے

یونیورسٹی نے کتابچے کی صورت میں چھاپ کر لائبریری میں رکھا ہے۔''
سادھنا نے آگے بڑھ کر لیڈی مہر کو گلے سے لگایا اور سالگرہ وش کی۔ امرحہ بھی آگے بڑھی...... عالیان نے جلدی سے کیک چھپا لیا۔ گندا بچہ......
''یہ بچا ہوا کیک میں ساتھ لے جاؤں؟''
''اتنے سے کیک میں بھی تمہاری جان ہے۔'' لیڈی مہر نے قہقہہ لگایا۔
''نہیں...... کیک میں جان نہیں رہی اب...... ماما آپ کو معلوم ہے لوگ آپ کے گھر کو یونیورسٹی میں کیا کہتے ہیں؟'' عالیان دی جالا کو ماسی لگنے لگا۔
''کیا کہتے ہیں؟''
''ڈشٹل کاک......'' کیسا معصوم انسان تھا نا، وہ کیسے سچ اگل رہا تھا۔
''کون کہتا ہے میرے وائٹ ہاؤس کو ڈشٹل کاک۔''
عالیان نے امرحہ کی طرف دیکھا۔
''میں نہیں کہتی...... یونیورسٹی میں پہلے سے ہی یہ ڈشٹل کاک کے نام سے مشہور تھا...... میں نہیں کہتی۔'' امرحہ گھبرا گئی۔
یہ ماں بیٹا دونوں کیسے بوکھلا دیتے تھے۔
''عالیان! آج رات یہیں رہ جاؤ......'' وہ اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لئے بیٹھی تھیں۔ عالیان ہنسنے لگا۔
''آپ مجھے رہنے کے لئے کہہ رہی ہیں؟''
''ٹھیک ہے جاؤ پھر......''
وہ اپنا بیگ اٹھا کر کھڑکی کی طرف لپکا۔ امرحہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔ ''یہ کیا طریقہ ہے آنے اور جانے کا۔''
''آج میں دروازے کے راستے چلا جاتا ہوں۔'' عالیان لیڈی مہر سے مل کر کمرے سے باہر آ گیا۔
''تمہارا کمرا کس طرف ہے؟''
''کیوں؟''
''مجھے اس کی کھڑکی دیکھنی ہے؟''
''کیوں؟''
''اتنے کیوں؟ مجھے دیکھنا ہے کہ اوپر سے نیچے کھڑا میں کیسا لگ رہا تھا۔''
''جیسے سامنے سے کھڑے لگ رہے ہو۔''
''کیسا لگ رہا ہوں؟'' وہ آگے ہو کر ذرا اس کے قریب ہوا۔
''اُف!'' امرحہ کو خاموش ہونا پڑا۔
ادھ کھلے دروازے سے اندر جھانک کر اس نے خود ہی اندازہ کر لیا کہ یہ اس کا کمرا ہے۔
''تم لیڈی مہر کے بیٹے ہو؟''
''بالکل!'' وہ کھڑکی میں سے سر باہر نکال کر ٹھیک اس طرف دیکھ رہا تھا جہاں کچھ دیر پہلے وہ خود کھڑا تھا۔
''لیکن ان کا نام تو مار گریٹ نہیں ہے۔''
ایک دم سے عالیان کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ اس نے جلدی سے اپنی پشت سے بیگ اتارا اور جو چنا منا کیک بچ گیا تھا، وہ نکال کر امرحہ کے آگے کیا۔
''یہ میں نے بیک کیا ہے۔''

''تم کک ہو.....؟ یا تم Ratatouille ہو؟''

''تم مجھے چوہا تو کہنا نہیں چاہ رہی؟'' بائیں آنکھ کی ابرو اچکی۔

''تمہیں تو وہ چوہا بہت پسند ہے نا.......''

''اتنا بھی پسند نہیں ہے۔'' وہ برا مان گیا اور کھڑکی کی چوکھٹ میں بیٹھ گیا۔

''پھر کوئی بندر پسند ہوگا...اس وقت اسی کے شاگرد لگ رہے ہو۔''

''ہاں اسی کا شاگرد ہوں میں'' اس نے ایک دم ایسے ہاتھ چھوڑ دیئے جیسے دھیان نہ دینے پر گر گیا ہو..... امرحہ چیخ دباتی کھڑکی کی طرف لپکی، نیچے جھانکا، پائپ سے جھولتا وہ زمین پر چھلانگ لگا چکا تھا...... امرحہ نے سر کھڑکی سے باہر نکال لیا۔

''گڈ بائے کے لئے شکریہ.....اب تم سو جاؤ'' اس نے دائیں آنکھ دبا کر اور دونوں ہاتھوں کو منہ کے دائیں بائیں رکھ کر ذرا سا چلا کر کہا۔

گڈ بائے کون کہہ رہا تھا اسے، امرحہ تو اس بندر کے تماشے دیکھ رہی تھی...... غصے سے اس نے کھڑکی بند کرنی چاہی۔

''میں نہیں جانتا کہ میں وہاں سے یہاں کھڑا کیسا لگ رہا ہوں لیکن یہاں سے تم کھڑکی سے جھانکتے ہوئے کسی دل پسند کہانی کی وہ شہزادی لگ رہی ہو جس کے لیے پیغامات لکھے جانے ضروری ہو جاتے ہیں۔'' اس نے مسکرا کر جیسے اپنا کوئی گہرا راز افشاں کر ڈالا۔

امرحہ اس کی بات کیا سمجھتی الٹا اس کی مسکراہٹ سے چڑ گئی۔

''بندر......!'' اتنے پیارے اسپائڈر مین کو امرحہ بندر کہہ کر بڑبڑانے لگی......اس کا دیا کیک وہ کچن میں رکھ آئی۔ اس کا کوئی موڈ نہیں تھا رات کے اس وقت کیک کھانے کا۔ پھر وہ عالیان کے اس طرح شٹل کاک میں آنے کے بارے میں سوچنے لگی۔

یہ اس کا گھر ہے......یعنی عالیان بھی لیڈی مہر کا وہ بچہ ہے جسے انہوں نے پالا ہے...... عالیان سے مل کر اسے کبھی یہ گمان نہیں ہوا کہ وہ بھی کسی ایسے ادارے میں رہا ہے جہاں بے سہارا اور ناجائز بچے پرورش پاتے ہیں۔ اس کے انداز و اطوار ایسے تھے کہ لگتا تھا کہ وہ کسی بڑے خاندان کا چشم و چراغ ہے۔

امرحہ کو عجیب سا لگا۔ کیا یہاں ہر دوسرا شخص ایسا ہی ہے..... بغیر خاندان کے پرورش پانے والا...... ناجائز۔

اس کا نام عالیان تھا......اس کی ماں کا مارگریٹ تھا، یہ سب کیا چکر تھا......شاید لیڈی مہر نے اس کا نام عالیان رکھا ہو۔ اسے اردو سکھائی ہو، ورنہ شاید وہ رچرڈ، آئن یا ہرمن ہوتا۔ لیڈی مہر اپنے سب ہی بچوں سے بہت پیار کرتی تھیں اور بچے ان سے، تو ایک بچہ ان کے لئے اپنا نام تو بدل ہی سکتا ہے...... ان کے باقی بچے بھی تھوڑی بہت اردو بول لیتے تھے اور عالیان ذرا زیادہ صاف بول لیتا تھا۔ تو عالیان کسی کی ناجائز اولاد ہے اور اسے والدین کے نام پر صرف ماں ملی۔ اسی لئے اس کا سر نیم مارگریٹ ہے۔ پہلے اس نے کبھی اس کے سرنیم کے بارے میں نہیں سوچا تھا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ اکثر مسلمان بھی ایسے نام رکھ لیتے ہیں۔

کھلی کھڑکی سے ٹھنڈی ہوا اندر آ رہی تھی۔ امرحہ کو اس وائٹ ہاؤس میں رہنا بہت اچھا لگ رہا تھا۔ اس کا کمرا جو لیڈی مہر نے اسے دیا تھا کافی بڑا تھا۔ کھڑکیاں قد آدم تھیں اور کمرے کی سب سے خوب صورت بات یہ تھی کہ کھڑکی کے عین سامنے کی دیوار پر کسی نوآموز خطاط کے قلم سے بنی ''کن فیکون'' کی ہلکے رنگوں سے بنی پینٹنگ لگی تھی۔

اس کی زندگی میں کئی انوکھے واقعات ہو رہے تھے۔ اچھے تھے یا برے تھے لیکن اس کے لئے نئے تھے۔ وہ کھڑکی

میں آ کر کھڑی ہو گئی اور غیر ارادی طور پر اس طرف دیکھنے لگی جہاں عالیان کھڑا تھا۔ وہ بہت خوب صورت اور زندگی سے بھرپور تھا...... جس فرنچ انداز سے وہ خفا ہوتا تھا، وہ اس کا ٹریڈ مارک تھا...... فرانسیسیوں کو سیکھنا چاہئے...... خفا کیسے ہوا جاتا ہے۔

لیکن امرحہ یہ نہیں سوچ رہی تھی کہ وہ کتنا خوب صورت اور زندگی سے بھرپور ہے، یا یونیورسٹی اس کے لکھے کو کتابی شکل میں لاتی ہے...... وہ تو اس کے ناجائز ہونے کے بارے میں سوچ رہی ہے...... کسی قدر کراہت سے۔

O......❖......O

اگلے سارا دن ڈور بیل بجتی رہی۔ لیڈی مہر کے لئے ان کے بچوں کی طرف سے دنیا بھر سے تحائف آتے رہے۔ ان کا بیشتر وقت فون کالز سنتے ہوئے گزرا...... وہ سب اپنے اپنے گھر...... اپنی اپنی جگہ کیک رکھے بیٹھے تھے اور اسکائپ پر لائیو لیڈی مہر کو سامنے بٹھائے کیک کاٹ رہے تھے۔ ادھر لیڈی مہر کیک کاٹ رہی تھیں...... ہر ایک گھنٹے بعد کوئی نہ کوئی آن لائن ہو جاتا...... کم سے کم دس کیک کٹے...... امرحہ کے عیش تھے۔ کیک کھا کھا کر وہ تھک چکی تھی۔ تحائف کا اتنا ڈھیر لگ چکا تھا کہ اسے لیڈی مہر پر رشک آنے لگا تھا۔ کیسی اولاد ملی تھی انہیں...... جو ان کی نہیں تھی اور ان کی اپنی اولاد سے زیادہ ان کی تھی، جن میں قوم و نسل، مذہب و روایات کا فرق تھا...... فرق نہیں تھا تو ایک محبت میں فرق نہیں تھا۔ لیڈی مہر نے انہیں محبت دی تھی تو وہ بھی کنجوس نہیں تھے۔

رات تک جب آخری تحفہ بھی آ چکا تو ان سب نے آتش دان کے پاس بیٹھ کر وہ تحائف کھولے...... بے اولاد ہو کر بھی ایک خاتون نے اولاد والوں سے زیادہ خوشی پائی تھی...... اور یہ صرف اسی لئے ممکن ہوا تھا کہ انہوں نے انسانیت کی معراج کو چھو لیا تھا۔ انہوں نے رنگ و نسل کو مٹا کر ان سب کو گلے سے لگایا تھا۔

وہ ایک ایک تحفے کو کھولتیں اور اسے بھیجنے والے کے بارے میں انہیں بتاتی رہیں۔

''دیکھو ذرا مورگن کو...... اتنی مہنگی گھڑی مجھے بھیج دی...... مجھے اس کی ضرورت ہے یا اسے۔ اب میں کچھ کہوں گی تو ناراض ہو جائے گی...... ہر سال مجھے پہلے سے مہنگا تحفہ دیتی ہے...... پارٹ ٹائم جاب کرتی ہے...... جب گھر آیا کرتی تھی تو میرے دائیں کان کے ساتھ اپنا بایاں کان جوڑ کر سویا کرتی تھی اور اگر کبھی سوتے میں اس کا سر کھسک جاتا تو اٹھ کر پھر سے میرے کان سے کان ملا کر سو جاتی تھی...... جانے اسے کیا خبط تھا۔ کہتی تھی رات میں خوابوں میں جو کچھ بھی آپ سنتی ہیں میں بھی وہ سننا چاہتی ہوں...... اور اگلے دن اٹھ کر مجھے بتایا کرتی تھی کہ رات مجھے آنے والے سارے خواب اس نے بھی سنے ہیں......''

یہ باتیں سن کر جان کر تو امرحہ کو لگ رہا تھا اس نے ملک نہیں بدلا، دنیا ہی بدل لی ہے...... کیا دنیا میں لیڈی مہر جیسے اور بھی لوگ ہیں۔

''یہ ڈینس نے خود بنایا ہے۔'' انہوں نے لکڑی کے نفیس تختے کو ان سب کے سامنے کیا...... تختے پر ایک تصویر کھدی تھی جس میں ایک عورت کرسی پر بیٹھی ہے اس کے سر پر فرشتوں کا ہالہ چمک رہا ہے اور دس بچے اس فرشتہ صفت خاتون کے سامنے بیٹھے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔

''یہ دیکھو کیا بنا ڈالا ڈینس نے مجھے...... آج کل جرمنی میں ہوتا ہے۔ اپنا بزنس کر رہا ہے اور ایک این جی او بھی چلا رہا ہے۔ یہ بارہ سال کا تھا جب ایک رات میرے پاس رہا تو رات کے کسی پہر اپنے بستر سے نکل کر میرے بیڈ کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ نہ جانے کب تک کھڑا رہا۔ جب اچانک میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ یہ میرے پاس کھڑا مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا ہے...... بہت پیار کرتا ہے مجھ سے۔ کیا مجھ سے زیادہ کوئی عورت اس کرہ زمین پر ایسی خوش قسمت ہو گی جسے اس کی اولاد راتوں کو ایسے اٹھ اٹھ کر محبت سے دیکھتی ہو۔''

بہت دیر تک لیڈی مہر سب کی باتیں کرتی رہیں۔ پھر امرحہ انہیں ان کے کمرے میں لے آئی۔ بیڈ سائیڈ ٹیبل پر ایک چھوٹی سی تصویر فریم میں رکھی تھی، وہ پہلے وہاں موجود نہیں تھی۔

''یہ عالیان نے دی ہے۔'' لیڈی مہر تصویر کو، ہاتھ میں لے کر اسے ہونٹوں سے لگانے لگیں۔ تصویر ہاتھ سے بنائی گئی تھی جس میں عالیان نے ماما مہر کو دنیا کی حسین ترین خاتون بنا دیا تھا۔

''بہت پیار کرتا ہے مجھ سے...... '' انہوں نے امرحہ کو پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ انہوں نے اپنے سب بچوں کے بارے میں بتایا تھا۔ اب وہ اس کے بارے میں کیوں نہ بتاتیں۔

''بالغ ہونے کے بعد جب یہ ادارے سے نکلا تو میں اسے گھر لے آئی...... یہ میرے دوسرے سب بچوں میں سب سے چھوٹا تھا اور بچپن میں بہت رویا کرتا تھا۔ جب یہ ایک دن اور ایک رات میرے پاس رہ کر جاتا تو مجھے بتایا جاتا کہ وہ واپسی پر بہت ڈسٹرب ہو جاتا ہے، روتا ہے، رات رات بھر سوتا نہیں، کھانا نہیں کھاتا...... پھر میں جا کر اسے مل کر آتی...... پھر یہ بڑا ہو گیا تو میں نے سوچا اب اسے اپنے پاس رکھوں گی...... وہ گھر آ گیا اور بہت خوش تھا بلکہ خوشی سے روتا رہا۔ کئی کئی گھنٹے وہ گھر کی دیواروں کو کمروں کو دیکھتا رہتا، آتش دان کے قریب بیٹھا اونگھتا رہتا اور پھر رات رات بھر ٹی وی پر فلمیں دیکھتا رہتا یا وڈیو گیمز کھیلتا رہتا...... میں نے سوچا، نیا نیا گھر کا ماحول ملا ہے شاید اس لئے، لیکن کئی ہفتے گزر گئے اس کے معمولات میں تبدیلی نہ ہوئی، میں نے انتظار کیا کہ شاید وہ خود کو بدل لے...... وہ بڑا ہو چکا تھا، اب اسے سمجھداری کا مظاہرہ کرنا چاہئے تھا۔ زندگی میں آگے بڑھنا چاہئے تھا لیکن وہ مجھے مایوس کر رہا تھا...... ایک دن میں نے اس کے چند گرم کپڑے بیگ میں رکھے اور اسے چند پاؤنڈ زدے کر گھر کے دروازے کے باہر کیا اور اس سے کہا۔

''انسان بن جاؤ تو آ جانا...... اپنے گھر کو میں تمہیں برباد کرنے نہیں دوں گی۔''

''پھر؟'' امرحہ کو بے تحاشا حیرت ہوئی۔ لیڈی مہر اتنی سختی سے کام لیتی رہی تھیں۔

''پورا ایک سال مجھے اس کی کوئی خبر نہیں ملی۔ یہ تو میں جانتی تھی کہ وہ بہت ضدی ہے، لیکن مجھے دکھ ہوا کہ شاید میں نے اس کے ساتھ زیادہ ہی سختی سے کام لیا...... لیکن میں کیا کرتی، میرے گھر کا آرام و آسائش اسے برباد کر رہا تھا یا شاید میں خود ہی ذمہ دار تھی اس کی کیونکہ وہ مجھ سے دور جانے کو تیار ہی نہیں تھا۔ اسے کئی خوف لاحق تھے۔ اور میں محسوس کرتی تھی کہ وہ دنیا میں آگے بڑھنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ میں اسے سمجھانے کی کوشش کرتی تو وہ ایسے خاموش سا ہو جاتا کہ میں سہم کر رہ جاتی۔

''تو وہ آپ سے ناراض ہو گیا تھا......؟''

''نہیں ناراض نہیں تھا، مجھے اتنا تو یقین تھا کہ وہ محفوظ ہو گا لیکن کبھی کبھی مجھے بہت ڈر لگتا۔ فون بجتا تو میرا دل سہم جاتا...... میرے کان ڈور بیل کی آواز پر لگے رہتے لیکن پورا سال بیت گیا۔ اس کی کوئی خبر نہیں ملی...... ایک رات میں سو رہی تھی تو کسی نے میرا لحاف اٹھا کر بادام کے چھوٹے سے کیک پر ایک موم بتی جلا کر میرے آگے کیا...... وہ عالیان تھا۔ وہ کھڑکی کے راستے میرے کمرے میں مجھے سرپرائز دینے آیا تھا......''

''اوہ تو یہ روایت اب تک قائم ہے۔'' امرحہ ساری بات سمجھ گئی۔

''ہاں!'' لیڈی مہر مسکرانے لگیں۔ ''لیکن اب کچھ ایسے کہ میں اپنا کمرا بدل لیتی ہوں...... وہ ایک ایک کھڑکی پھلانگتا جھانکتا آتا ہے، اور مجھے ڈھونڈ نکالتا ہے۔''

''تو وہ کہاں چلا گیا تھا؟''

''وہ مانچسٹر میں ہی تھا اور چھپکے چھپکے مجھے آ کر دیکھتا رہتا تھا۔ اس رات اس نے مانچسٹر یونیورسٹی کا اسٹوڈنٹ کارڈ میرے آگے کیا۔

''میں انسان بن چکا ہوں۔'' اس نے فخر سے مجھے بتایا۔

''یونیورسٹی نے اسے اسکالرشپ دیا تھا۔'' لیڈی مہر نے اپنی آنکھوں کی نمی صاف کی...... ''اس نے مجھے مایوس نہیں کیا تھا۔ جب میں نے ان سب بچوں کو گود لیا تھا، اس وقت میں نے خود سے وعدہ کیا تھا کہ میں انہیں بہترین انسان بناؤں گی۔ مجھے کوئی بھی راستہ اپنانا پڑے دریغ نہیں کروں گی۔ کیونکہ امرحہ ایک عورت کی گود میں جب بچہ آتا ہے تو اس پر نبیوں اور ولیوں جتنی بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ایک ایسا فرض جس میں غفلت کی گنجائش نہیں ہے...... جب ایک انسان کو پرورش کے لئے، تربیت کے لئے ایک دوسرا انسان دیا جاتا ہے تو جیسے کل انسانیت کی لگامیں اس کے ہاتھ میں دے دی جاتی ہیں کہ اسے ابلیس بنا دو کہ بنی نوع انسان کے لئے وبال بن جائے یا وہ بندہ بشر جو اپنے آگے اور پیچھے اور دائیں اور بائیں خیر کی روشنی بکھیرتا چلا جائے...... سارے انسان خیر ہوتے ہیں امرحہ...... بس ان کی پرورش کے جو گہوارے ہوتے ہیں، وہ انہیں کچھ کا کچھ بنا دیتے ہیں۔ یہ سب پھول ہوتے ہیں، بس ہم ہی انہیں توڑ کر مسل کر اپنی مرضی کے کیچڑ میں پھینک دیتے ہیں۔''

O......❖......O

ویرا کو Platt Lane پر واقع گیلری آف کاسٹیوم جانا تھا۔ پہلے اس نے امرحہ کے لمبے بالوں کی لٹوں کو گول گول بل دے کر روسی انداز میں گوندھا پھر اسے ساتھ چلنے کے لئے کہا۔

''میں سائیکل پر نہیں جاؤں گی۔''

''کیوں، ابھی بھی ڈرتی ہو سائیکل پر بیٹھنے سے؟''

''جیسے تم چلاتی ہو، کوئی بھی ڈر سکتا ہے۔ یونیورسٹی تک ٹھیک ہے...... کہیں اور جانا ہے تو سب وے یا بس......''

''ٹھیک ہے۔''

دونوں بس سے Platt Lane آ گئیں۔ موسم بدل گیا تھا تو ویرا لانگ شوز پہننے لگی تھی۔ چست جینز پر یہ لانگ شوز ایسے لگتے جیسے جنگل میں شیر کے شکار کے لیے جا رہی ہو۔ بالوں کے نت نئے اسٹائل بنائے ہوئے۔ وہ اپنی آنکھوں کو ایسے چوکنا رکھ کر چلتی جیسے کسی خفیہ ایجنسی کی ایجنٹ ہو۔ امرحہ کو اس کے ساتھ چلتے ہوئے ایسا احساس ہوتا جیسے وہ اس کی باڈی گارڈ ہے اور کوئی امرحہ کو کسی بھی طرح کا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

اس نے ویرا سے پوچھا نہیں۔ خود سے ہی سوچ لیا کہ وہ خریداری کرنے جا رہی ہے کپڑوں کی لیکن گیلری پہنچ کر اسے اندازہ ہوا کہ شاید ویرا یہاں اپنے کسی آرٹیکل کے لئے مواد اکٹھا کرنے آئی ہے یا اپنے بلاگ کے لئے کچھ تصویریں لینے...... جس باریک بینی سے وہ ملبوسات کا جائزہ لے رہی تھی، وہ عام انداز نہیں تھا۔ وہی خفیہ ایجنٹ کا سا انداز......

''تمہارا یہاں چوری کرنے کا ارادہ تو نہیں ہے نا؟'' آواز کو آہستہ رکھ کر امرحہ نے پوچھا۔

''تم میرے بارے میں ایسے بھی سوچ سکتی ہو؟'' ایجنٹ نے اسے گھورا۔

''وہ...... تم اسی قسم کی فلمیں دیکھتی ہو نا!''

''مطلب جو فلموں میں دیکھتی ہوں، وہی سب کرنے بھی لگوں، فلموں میں، مَیں نے قتل کرتے بھی دیکھا ہے، تو شروعات تم سے کروں؟''

امرحہ کھی کھی کرنے لگی۔

''مجھے یقین دلاؤ کہ پاکستان میں سب تمہارے جیسے نہیں ہیں؟''

امرحہ نے منہ پھلا لیا اور ایسا انداز اپنا لیا کہ اب وہ ویرا سے کوئی بات نہیں کرے گی...... شام تک...... بلکہ رات تک...... بلکہ پورے سال تک۔

''اپنا یہ منہ ایسے ہی پھلائے رکھنا لیکن کھولنا مت۔ تم چاہو تو الگ سے گیلری کو دیکھ سکتی ہو۔ فارغ ہو کر میں تمہیں ڈھونڈ لوں گی۔'' ویرا چیونٹی کی رفتار سے ایک ایک شوکیس کے آگے سے سرک رہی تھی۔ وہ دونوں اس وقت 18's کے سیکشن میں تھے۔

منہ پھلائے امرحہ شوکیس دیکھنے لگی۔ ان ملبوسات نے امرحہ کو مبہوت کر دیا۔ وہ بے حد نفاست سے سلائی کیے گئے تھے۔ انہیں پہننے سے زیادہ دیکھتے رہنے کو دل چاہتا۔ موٹی پتلے جو انہیں پہنے کھڑے تھے۔ سانس لینے لگتے اور دیکھنے والوں کو اپنے ساتھ وقت کے تغیر کے سفر پر جانے پر مجبور کر دیتے...... امرحہ نے ان کے ساتھ وقت کا سفر کیا۔ یقین نہیں آتا کہ کبھی یورپ میں بھی خواتین نے دستانے پہنے تھے۔ اسکارف کے استعمال کو لباس کی طرح ضروری سمجھا جاتا تھا۔ ایسے گھیر دار لباس پہنے جاتے تھے کہ اصل جسامت کے بارے میں اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ پھر ایسے پیارے ملبوسات سے انہوں نے کیونکر اپنی جان چھڑا لی......؟ ترک کیوں کر دیئے؟

تغیر وقت کی روح ہے...... اور بلاشبہ آنے والا وقت گزر جانے والے وقت سے بدتر ہوتا ہے...... ہوتا رہے گا...... ایسا ہی فرمایا گیا ہے۔

جب وہ جی بھر کر گیلری دیکھ چکی تو ویرا کے پاس آئی۔ وہ ایک وکٹورین شوکیس کے سامنے کھڑی پنسل سے کاغذ پر اسکیچ بنا رہی تھی۔

''اب یہ کیا کر رہی ہو؟'' وہ بھول گئی کہ اسے تو اس سے کم سے کم رات تک بات نہیں کرنی تھی۔

''اپنے لئے ڈریس بنا رہی ہوں۔'' اپنے کام میں مصروف وہ بولی۔

وہ ایک وکٹورین فراک کا اسکیچ بنا رہی تھی جو کسی دراز قد شہزادی کا پہناوا رہی ہوگی۔

امرحہ نے ویرا کی پسند کی داد دی جس کی خاص بات یہ تھی کہ اسے دیکھنے سے ہی ایک شان کا احساس ہوتا تھا۔ معتبری اور اعلیٰ ذوقی کا...... وہ اپنا کام مکمل کر چکی تو وہ دونوں باہر آ گئیں۔ امرحہ کے پاس مزید دو گھنٹے تھے پھر اسے اپنی جاب پر جانا تھا۔

''کیسا ہے؟'' ویرا نے اسکیچ اس کے آگے کیا۔

''زبردست...... پر اس کا کرو گی کیا؟''

''پہنوں گی۔''

''اپنی شادی پر......؟''

''نہیں......'' وہ دلربائی کے انداز سے مسکرانے لگی اور ایسے مسکراتے وہ بہت پیاری لگی۔

''کانووکیشن پر......؟''

''ارے نہیں یہ تو دراصل میں نے صوفی کے لیے بنایا ہے، اس کی کوئی اسائنمنٹ ہے اور اسے یہ چاہیے تھا۔ ویسے وہ مجھے یہ ڈیزائن کر کے بھیجے گی اور میں اسے پہنوں گی بھی لیکن ہاں اگر مجھے اسے کسی خاص دن پہننا ہی ہو تو میں اسے اس دن پہننا چاہوں گی جس دن ایک لڑکی یہ فیصلہ کرتی ہے کہ اسے اپنی زندگی میں کسی اور ایک اپنے ہی جیسے بے حد اہم اور اکلوتے انسان کو شامل کرنا ہے...... یعنی وہ وقت جب دو لوگ بالآخر یہ طے کر لیتے ہیں کہ ان میں بادشاہ کون ہے اور ملکہ کون۔''

آخری فقرہ ویرا نے نچلے لب کا کونا دانتوں میں لے کر شرارت سے چھوڑتے ہوئے کہا۔

''جب کوئی تمہیں پرپوز کرے گا اس دن؟''

ویرا دل کھول کر ہنسی۔ ''یہاں میں نے تھوڑی سی تبدیلی کر دی ہے...... جس دن میں اسے پرپوز کروں گی...... اس دن...... جس دن تم مجھے اس میں......'' اس نے اسکیچ کی طرف اشارہ کیا۔ ''دیکھو، سمجھ لینا میں معرکہ سر کر آئی ہوں۔'' کہہ کر

ویرا نے قہقہہ لگایا جیسے یہ خیال اسے ابھی ابھی آیا اور اس نوواردخیال سے محظوظ ہوتے اس نے اسے دل میں محفوظ بھی کر لیا۔

امرحہ کو اس کا اعتماد اچھا لگا۔ وہ جانتی تھی اسے پرپوز نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ اہم کام وہ خود کرنا پسند کرے گی۔... ایک فراک امرحہ کو بھی بہت پسند آئی تھی۔ وہ ہلکے گلابی رنگ کی تھی۔ امرحہ اس فراک کو اپنے سب سے خاص دن اپنی شادی کے دن زیب تن کرنے کی خواہش کو اپنے اندر پیدا ہونے سے روک نہیں سکی۔ یہ خواہش اچانک اس کے اندر جاگی، ورنہ اس نے کبھی اپنی شادی کے بارے میں کچھ بھی نہیں سوچا تھا۔ اس نے تو کبھی اس شخص کے بارے میں نہیں سوچا تھا جسے کبھی تو اس کی زندگی میں آنا ہی تھا۔ اس کی منگنی ہوئی تو بھی اسے کوئی دلچسپی پیدا نہیں ہوئی تھی کہ وہ کون شخص ہے۔ حتیٰ کہ اس کی شادی بھی طے ہوگئی، تب بھی اس نے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ وہ کون ہے، کیسا ہے۔

اس نے کئی بار اس بارے میں سوچا کہ ایک دادا کے علاوہ وہ کیوں باقی سب سے لاتعلق سی رہتی ہے۔ ان کے ساتھ تعلق کیوں نہیں بنا پاتی...... اس کی دوستیں دور دور سے دوستیں ہی کیوں رہتی ہیں وہ ان کے اور قریب کیوں نہیں جا پاتی؟

اس نے دادا کو یہ سب بتایا تو وہ خاموش سے ہو گئے۔ اس وقت تو نہیں لیکن آنے والے دنوں میں دادا نے اسے بتایا کہ وہ ایسا اس لئے کرتی ہے کیونکہ آج تک سب نے اسے تکلیف ہی دی ہے۔ اسے سب انسان ایک جیسے لگتے ہیں، صرف تکلیف دینے والے...... اندر چھپے اس وہم اور خوف کی وجہ سے اسے کوئی اتنا اچھا لگتا ہی نہیں کہ وہ اس کی ذات میں دلچسپی لے، اس سے انتہا درجے کا لگاؤ بڑھائے۔

وہ اور ویرا Platt Fields پارک آگئے۔ سینڈوچز اور کوک ان کے ہاتھ میں تھی۔ چلتے چلتے ایک دم سے ویرا اچھلی اور ساتھ ہی روسی زبان میں گالی دی۔ پھر تیزی سے بالکل سپر مین کی طرح اڑ کر چھلانگ لگا کر اسکیٹنگ کرتے ایک ہپ ہوپ بوائے کو گردن سے جالیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس پر لاتوں گھونسوں اور گالیوں کی بوچھاڑ کر دی، پھر اس نے اس لڑکے کو کسی بلی کے بلونگڑے کی طرح اٹھایا اور جھیل کے ٹھنڈے پانی میں اچھال دیا، شڑاپ کی آواز آئی اور کنارے پر کھڑی ویرا انگلی اس بلونگڑے کی طرف لہرا لہرا کر اسے مزید القابات سے نوازتی رہی۔

ویرا کے غصے اور انگلی لہرانے کی رفتار کو دیکھ کر امرحہ اندازہ لگا سکتی تھی کہ روسی زبان میں اس وقت کیا نشر کیا جا رہا تھا۔

بلونگڑے نے پانی میں ڈبکی لگائی اور تیزی سے ہاتھ پیر مارتا دوسرے کنارے سے نکل کر بھاگ گیا۔

''کیا کیا تھا اس پہاڑی بکرے نے؟'' امرحہ کو اس کے بھاگنے کے انداز پر بہت ہنسی آئی۔

''میری کمر پر چٹکی بھر گیا تھا۔''

''تم نے کیسے اس پر تشدد کیا۔ اسے ٹھنڈے پانی میں پھینک دیا...... کوئی مسئلہ ہو گیا تو...... وہ پولیس لے آیا تو......؟''

''پولیس لے آئے یا فوج، میں تیار ہوں، مجھے ڈرنے کی ضرورت ہے نا شوق۔''

''تم روس میں نہیں ہو ویرا، اپنے ملک کی اور بات ہوتی ہے۔''

''اپنی دنیا میں تو ہوں نا امرحہ، اور بات اپنے ملک یا دوسرے ملک کی نہیں بات تو زیادتی کو برداشت کرنے کی ہے جو کبھی بھی کہیں بھی برداشت نہیں کی جانی چاہیے۔ اچھا چلو سنو ایک بار اسکول گراؤنڈ میں میرے ایک کلاس فیلو نے مجھے ہراساں کیا تھا۔ میں دس سال کی تھی اس وقت...... وہ ایک لوفر اور گندا لڑکا تھا۔ اگلے دن خوف سے میں اسکول نہیں گئی۔ میرے پاپا کو میرے اسکول نہ جانے کی وجہ معلوم ہوئی تو انہوں نے مجھے گھر کے باہر پہاڑ کی طرح جمی برف میں گردن تک دبا دیا...... میرے بدن پر ایک بھی گرم کپڑا نہیں تھا۔ میں چیخنے اور چلانے لگی، وہ خاموشی سے میرے پاس بیٹھے رہے۔ جب میں بالکل مرنے کے قریب ہو گئی تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ برف کے اس ڈھیر میں دبے رہنا بہادری ہے یا اسکول سے

چھٹی کر لینا۔ وہ بھی نام نہاد خوف اور بزدلی کی بنا پر...... وہ مجھ سے بار بار یہی ایک سوال پوچھتے رہے...... میرے ہونٹ نیلے پڑ گئے...... اور میری جان نکلنے میں کچھ ہی وقت رہ گیا تو انہوں نے کہا کہ اگر تم نے باقی ماندہ زندگی بھی ایسے بزدل بن کر گزارنی ہے تو خود کو اسی برف میں دفن رہنے دو...... مرجاؤ اسی ڈھیر میں...... بزدلوں کو مر ہی جانا چاہئے......''

امرحہ، ویرا کی شکل دیکھ کر دنگ ہو رہی تھی۔

''روس کی ٹھنڈ اور برف کے بارے میں جانتی ہو؟''

''ہاں......'' امرحہ نے ساتھ زور زور سے سر بھی ہلایا۔

''کیا؟''

''ٹھنڈ ٹھنڈ ہوتی ہے۔ برف برف ہوتی ہے۔'' کیا جواب دیا تھا اس نے۔

''ٹھنڈ ٹھنڈ نہیں ہوتی، برف برف نہیں ہوتی امرحہ...... موت ہوتی ہے۔ سفید موت......'' ویرا نے آہ سی بھری۔

''تم نے اس لڑکے کے ساتھ پھر کیا کیا؟''

''اس اسکول والے کے ساتھ؟ کچھ زیادہ نہیں میں نے اسکول کے بعد اسے ایک ویرانے میں گھیر لیا اور اس پر لاتوں گھونسوں کی برف باری کر دی لیکن ذرا سختی سے، ایک ماہ کے اندر اندر اس نے اسکول چھوڑ دیا۔'' ویرا نے آنکھ مار کر کہا۔

''اور اب اس بلونگڑے کے ساتھ بھی کچھ زیادہ نہیں کیا۔ ٹھنڈے پانی نے اس کے اندر کے گندے کیڑوں کو بھگو بھگو کر کچل ڈالا ہوگا۔'' ویرا نے قہقہہ لگایا اور امرحہ کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

''تم بہت بہادر ہو ویرا!'' امرحہ نے اس کے گال کی چٹکی بھر کر کہا۔

''اگر مجھے ایسے برف میں دبایا نہ جاتا تو میں کبھی ایسی بہادر نہ ہوتی۔''

امرحہ پر سوچ کی پرتیں کھلیں اور اس پر واضح ہوا کہ ایک ویرا تھی جسے بہادر بنایا گیا تھا۔ ایک امرحہ تھی جسے مسل مسل کر رُلایا گیا تھا...... وہ دونوں انسان تھیں...... لڑکیاں...... لیکن ان میں سے ایک کئی گنا مضبوط اور کئی قدم آگے تھی اور دوسری کئی گنا کمزور اور بہت پیچھے تھی...... دونوں انسان ہی تھیں، پھر بھی برابر نہیں تھیں۔

''تو تمہارے فادر تمہاری طاقت ہیں؟'' امرحہ کو اس پر رشک آ رہا تھا۔

''وہ میرے استاد ہیں...... انہوں نے اپنی طاقت مجھے نہیں دی بلکہ میرے اندر کی طاقت کو میرے اندر بیدار کیا ہے...... جب ایک باپ اپنی بیٹی کے اندر اس طاقت کو بیدار کرتا ہے تو وہ زندگی کے ہر بڑے میدان میں فاتح بننے کے لئے اپنی بیٹی کو تیار کر لیتا ہے...... اور یہ پاور صرف ایک باپ اپنی بیٹی کو دے سکتا ہے...... انہوں نے مجھے سکھایا کہ بزدلی اور بہادری دونوں کا تعلق دماغ سے ہے، جسم سے نہیں...... اگر دماغ کو نڈر بنا لیا جائے تو جسم ہرگز ڈرپوک نہیں بنتا...... وہ کہتے ہیں ناکہ کوئی آپ کو انگلی لہرا کر دھمکائے۔ آپ اسے مکا مار کر خاموش کروا دیں۔''

''تمہیں مخالف کا ردِ عمل نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔''

''ہاں ایسا ہو سکتا ہے تو کیا نقصان کے خوف سے میں بزدل بنی رہوں، خاموش رہوں...... ایسا میں نہیں کر سکتی۔ ویسے تمہیں تمہارے پاپا نے کیا سکھایا ہے امرحہ؟''

ایک گہرا سایہ امرحہ کے چہرے پر سے ہو کر گزرا...... بابا رات گئے گھر آتے تھے۔ انہیں دنیا میں ایک ہی چیز کی فکر رہتی تھی، اپنے قالین اسٹور کی...... وہاں رکھے چھوٹے بڑے ہر قالین کی...... بیگمات کے گھر وقت پر ڈیلیوری کی...... حتیٰ کہ شاپ پر فیوز ہو جانے والے انرجی سیور تک کی بھی...... لیکن اس کی قطعاً نہیں۔

''میں بارہ سال کی تھی اور بُری طرح سے رو رہی تھی۔ میرے دادا مجھے ایک بہت بڑے پارک میں لے گئے۔ وہ

سال کے گرم ترین دنوں میں سے ایک دن تھا۔ کیا تم گرم ترین دنوں کا مطلب جانتی ہو؟'' امرحہ نے رک کر ویرا سے پوچھا۔

''ہاں، اتنا گرم کہ انسان کی موت واقع ہو سکتی ہے۔'' ویرا سب جانتی تھی۔

''ہاں یہ وہی دن تھے...... پارک میں لے جا کر میرے دادا نے مجھے وہ مردہ پرندے دکھائے جو گرمی سے مر چکے تھے۔ وہ مجھے ایک درخت کے نیچے لے کر بیٹھ گئے اور انہوں نے مجھے پرندوں کو دیکھتے رہنے کے لیے کہا اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے ایک چڑیا گرمی کی تاب نہ لا کر مرگئی...... میرے دادا مجھے اس کے قریب لے گئے اور مجھ سے پوچھا۔

''امرحہ! مرنے سے پہلے کیا تم نے اس چڑیا کو روتے...... آہ و بکا، شکوے شکایتیں کرتے دیکھا...... گرمی نے اسے اتنی تکلیف دی۔ کیا اس کی میٹھی چوں چوں بھدی آواز میں بدلی...... بلکہ یہ بے چاری تو خاموش ہو گئی پھر تو یہ معصوم سی چڑیا انسانوں سے بڑھ کر ہو گئی۔''

دادا نے چند چھوٹے کنکر اٹھا کر پرندوں کو مارے۔ وہ خاموشی سے پُھر سے اڑ گئے۔ انہوں نے اپنی جگہ بدل لی لیکن واویلا نہیں کیا۔ نہ روئے نہ چلّائے...... پھر انہوں نے مجھے بتایا کہ کائنات کی ادنیٰ مخلوق حشرات، پرندے اور دوسرے جانور کبھی انسان کی طرح آہ و بکا نہیں کرتے۔ انسان کی طرح روتے چلّاتے نہیں، واویلا نہیں مچاتے...... لیکن کائنات کی ارفع و اعلیٰ مخلوق انسان یہ کام بہت شوق سے کرتا ہے، ایسے گلا پھاڑتا ہے سینہ کوبی کرتا ہے جیسے کائنات کے رب نے ظلم کے، دکھوں کے سب ہی پہاڑ اس پر توڑ ڈالے ہیں...... ایک اکیلا وہی تکلیف اٹھا رہا ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ یہ دکھ یہ تکلیف اسے کتنا فائدہ دے رہی ہیں۔ اس کی استادی اسے کیا کیا کچھ سکھا رہی ہیں بس وہ روئے چلا جاتا ہے۔''

''تو تمہارے دادا کے پاس ساری مشرقی حکمت ہے؟''

''نہیں...... ان کے پاس بہت صبر اور تھوڑا بہت علم ہے۔ وہ ایک اچھے استاد رہے ہیں اور میں ایک بُری شاگرد...... ہم اپنے استاد کو وہاں ناکام کر دیتے ہیں جب ہم اس کی سنتے ہیں لیکن مانتے نہیں۔ ہر دن ہر رات وہ مجھے ایسی ہی باتیں سناتے لیکن میں نے تو اپنے وجود کو جیسے پتھر کا بنا لیا تھا۔ قطرہ قطرہ سوجھ بوجھ کی کوئی بھی بوند اس پر اثر نہیں کر رہی تھی...... اب تم سب کو دیکھتی ہوں تو خیال آتا ہے کہ اپنی زندگی کن اندھیروں میں گزارتی رہی ہوں۔ ذرا سی ہمت کرتی تو ان اندھیروں سے نکل سکتی تھی۔''

''کیسے اندھیرے؟''

''تم سنو گی تو ہنسو گی......''

''میں ہنسنا چاہتی ہوں۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''لیکن بتاتے بتاتے میں رو پڑوں گی......'' اس نے بھی سنجیدگی سے ہی کہا۔

جھیل میں بطخیں ایسے سکون سے تیر رہی تھیں، جس سکون سے انسان کا واسطہ کم ہی پڑتا ہے۔

○......❖......○

''Skype is God send''

دادا ہر دن اس سے بات کر کے اسے دیکھ کر ہی سوتے تھے۔ وہ چلتے پھرتے، کسی بھی وقت دادا سے اسکائپ پر بات کر لیا کرتی تھی، انہیں دیکھ لیا کرتی، موبائل کے ذریعے ہی اس نے دادا کو اپنی جماعت، اور یونیورسٹی دکھائی تھی۔ اور کلاس میں اس کے ہم جماعتوں نے ہاتھ لہرا کر یک زبان ہو کر کہا تھا۔

''ہیلو گرینڈ پا!''

اور گرینڈ پا اتنے خوش ہوئے تھے کہ پھولے نہیں سمائے تھے۔

''بڑے اچھے لوگ ہیں امرحہ! یہ سب تو۔'' وہ بہت خوش ہوئے۔

''ہاں جی! بہت ہی زیادہ اچھے۔''

اس نے دادا کو آئس لینڈ کی وہ خاتون بھی دکھائیں جو دو کم ستر سال کی عمر میں ماسٹرز کر رہی تھیں اور یونیورسٹی کے باقی اسٹوڈنٹس اور اپنی کلاس کے پروفیسرز سے یہ درخواست کرتی پائی جاتی تھیں کہ ان کی عمر کو بالائے طاق رکھ کر انہیں بھی دوسرے اسٹوڈنٹس کی طرح عام اسٹوڈنٹ سمجھا جائے انہیں کوئی رعایت نہ دی جائے۔ وہ اس وقت بھی برا مان جاتی تھیں۔ جب لائبریری میں کوئی ان سے یہ کہتا تھا کہ وہ چھ یا آٹھ کتابوں پر مشتمل سیٹ کو ان کے کمرے تک چھوڑ آتا ہے۔ یونیورسٹی اسٹاف کو ان سے بہت توقعات تھیں اور سب کا ماننا تھا کہ وہ ضرور دنیا بھر میں مانچسٹر یونیورسٹی کا نام روشن کریں۔

''دادا! آپ بھی آ جائیں۔ یہاں چھوٹا موٹا کوئی کورس ہی کر لیں۔''

''اس عمر میں کیا کروں گا کورس کر کے۔''

''یہی سوال میں نے بھی مسز ہیجل سے پوچھا تھا کہ اس عمر میں تاریخ کو کھنگال کر اس میں گھس کر اور پھر اس میں ڈگری لے کر وہ کیا کریں گی تو انہوں نے کہا۔ ''عمر...... کوئی چیز نہیں ہوتی...... اصلی چیز زندگی ہوتی ہے...... اور میرے وجود میں زندگی ایسے ہی دوڑتی ہے جیسے کسی نومولود کے جسم میں...... تو جب زندگی کا معنی ایک ہے ''زندہ رہنا'' تو میں کسی شاندار مقصد کو لے کر زندہ کیوں نہ رہوں۔ اس سے پہلے میرا مقصد میرے بچوں، میرے خاندان کی پرورش اور دیکھ بھال تھا، جب میں اس سے فارغ ہو گئی تو میں نے ایک نیا مقصد اپنا لیا...... اس میں عمر اور نفع نقصان کی تو بات ہی نہیں ہے...... یہ تو مقصد کو پا لینے کی بات ہے، جو میں پا رہی ہوں۔''

دادا اس کر متاثر تو ہوئے پر اتنے نہیں کہ مانچسٹر آ کر مسز ہیجل کے ہم جماعت بن جاتے۔

پھر اس کی سالگرہ آ گئی۔ سادھنا نے کیک بنانے کا وعدہ کیا...... ویرا نے فی الحال ایک سرخ رنگ کا ربن اس کی کلائی پر باندھ دیا اور ایک اپنی کلائی میں کہ دونوں کو یاد رہے کہ ایک نے گفٹ لینا ہے اور دوسرے نے دینا ہے۔ این اون نے بھی اپنا علامتی چپ کا تالا کھولا اور اسے جاپانی گیت گا کر وش کیا۔ نشست گاہ میں کسی چھوٹی بچی کی طرح ہل ہل کر گیت گاتی، وہ ان تین خواتین کو حیران کر رہی تھی۔ لیڈی مہر اسے ٹھوڑی تلے ہاتھ رکھے دیکھتی رہیں۔ جب وہ گا چکی تو لیڈی مہر نے پُر زور سر ہلا کر کہا۔

''اب تم مجھے رات کو ایسے ہی گیت سنایا کرنا، مجھے یہ خیال پہلے کیوں نہیں آیا کہ تم سے جاپانی گیت سنے جائیں۔''

این نے خوشی سے سر ہلا دیا کہ ضرور اور امرحہ کے ہاتھ کو ہونٹوں سے لگا کر وہ امرحہ کو دعائیں دینے لگی۔ جس پر امرحہ فدا سی ہو گئی۔ کیونکہ آج تک یہ سب اس کے لیے کبھی نہیں کیا گیا تھا۔

لیڈی مہر نے رات کے ڈنر کے اہتمام کا امرحہ سے وعدہ کیا۔

اور یونیورسٹی میں رنگ برنگے پھول لئے کوئی اس کا منتظر تھا۔ وہ اپنی کلاسز لے چکی تھی اور اپنے ڈیپارٹمنٹ کی حدود سے نکلی ہی تھی کہ عالیان ایک دم سے اس کے آگے آ گیا۔ شاید وہ بھاگتا ہوا آیا تھا۔

''یہ لو...... وقت تمہیں زندہ رکھے۔''

''وقت مجھے زندہ رکھے۔'' وہ ذرا نہ سمجھی، بلکہ ہنس دی کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

''تمہاری سالگرہ ہے نا آج، تو تمہیں دعا دے رہا ہوں جسے وقت زندہ رکھتا ہے اس کی عمر ہزاروں سال...... کئی صدیاں ہوتی ہے۔''

وہ مسکرانے لگی۔ ''تمہیں کس نے بتایا؟''

''میں نے خود کو خود ہی بتا دیا۔'' اسے لگا اس کی تعریف کی گئی ہے۔

''میری سالگرہ کا کس نے بتایا پاگل۔''

''اوہ......سادھنا نے۔فون آیا تھا اس کا، کیک بنانے کی ترکیب پوچھ رہی تھی مجھ سے......''

''آخر یہ برطانوی لوگوں کو گھر میں بیکنگ کرنے کا جنون کیوں ہے؟''

''سادھنا ہندوستانی ہے۔'' اس نے اطاعت گزار بچوں کی طرح ایسے کہا کہ اسے برا نہ لگے۔

امرحہ نے اس کے لائے گلدستے میں سے جو کسی باغ سے توڑے لگتے تھے سفید، نیلے، سرخ پھول چن لئے اور پیلے پھول اسے واپس کر دیے۔ وہ سوالیہ اسے دیکھنے لگا۔ دونوں اب یونیورسٹی کی محراب کے نیچے کھڑے تھے۔ سامنے آکسفورڈ روڈ اپنے تاریخی حسن میں لپٹی رواں تھی۔

''یہ واپس کیوں کیے؟'' عالیان کو برا لگا۔

''پیلے پھول کسی کو نہیں دیتے...... یہ ناپسندیدگی اور نفرت کی علامت ہوتے ہیں...... ہم بہت اچھے دوست نہ سہی ایسے دشمن بھی نہیں ہیں کہ مجھے میری سالگرہ کے دن یہ پھول دیئے جائیں اور......''

''نفرت ناپسندیدگی کی علامت یہ پھول؟'' وہ حیران ہو، بلکہ ایسے جیسے اسے برا لگا۔

''ہاں بالکل!'' اسے بھی تو پیلے پھول دینا برا لگا تھا نا۔

''تم سے کس نے کہا یہ امرحہ؟'' اس نے سینے پر ہاتھ باندھ لیے اور امرحہ کو دیکھنے لگا، بالکل کسی فلسفی کے انداز سے جو لوگوں کی کم عقلی پر ماتم کرتا پھرتا ہے۔

''کیا مطلب ہے تمہارا کہ کس نے کہا؟''

اب یونیورسٹی کی تاریخی محراب کے نیچے ایک نئی کلاس لگی تھی۔

''تم سے یہ کس نے کہا کہ یہ نفرت اور ناپسندیدگی کی علامت ہیں؟''

''سب کو معلوم ہے یہ۔'' اس نے ایسے کندھے اچکائے جیسے اسے یہ جتا رہی ہو کہ سچ سچ تمہیں اتنی سی بات بھی نہیں معلوم......افسوس......ویسے تم بڑے ماسٹر مائنڈ بنتے ہو......افلاطون کہیں کے۔

''سب کون؟''

''اُف یہ ساری دنیا......سب......اور کون۔''

ایک دم سے امرحہ کے تاثرات میں غصے اور کوفت کا گراف بڑھنے لگا۔

عالیان نے پورے دل سے قہقہہ لگایا۔ ''تم اتنی سطحی ہو امرحہ...... یا تم ان لوگوں کی باتوں پر دھیان دیتی رہی ہو جو نفرت اور انتشار کے موجد ہیں، جو ہمیشہ قدرت کے قوانین میں گھستے ہیں اور پورے دل سے ان قوانین میں ردوبدل کر دینا چاہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایک پھول بھی خود نہیں بنا سکتے لیکن اسی پھول کو ناپسندیدہ، قابلِ نفرت بنا دیتے ہیں۔ یہ علامت آخر کیا چیز ہوتی ہے؟ یہ پھول ہے امرحہ! صرف پھول۔ اگر یہ اس سے زیادہ کچھ اور بھی ہے تو وہ یہ کہ یہ اپنے وجود میں کامل ہے۔ یہ خود کو خود ہی مکمل کرتا ہے۔ اس کا کھلتا ہوا رنگ دیکھو، کتنا کامل ہے۔ یہ اپنے رنگ میں نہ کہیں کم نہ کہیں زیادہ...... ایک جیسا......اس کی پنکھڑیاں کتنی نرم اور ملائم ہیں۔ کتنی جاذب نظر...... کوئی ملاوٹ نہیں ان میں۔ دنیا کی بہترین فیکٹریوں میں بننے والا ریشم بھی اس جتنا ملائم نہیں ہوگا، جتنا یہ زمین کے وجود سے نکل کر ہوا ہے۔ اپنی تخلیق میں یہ پھول کسی سے کم نہیں...... داد دو قدرت کو، تعریف کرو قدرت کی...... الٹا تم اسے ناپسندیدہ علامتیں دے رہی ہو، تم نے اس کی خوب صورتی پر غور نہیں کیا اور اسے ناپسندیدہ جان لیا۔ اپنی تخلیق میں یہ پھول کسی سے کم نہیں...... کائنات کی کسی بھی شے سے بھی...... یہ اپنے مقام پر بادشاہ ہے۔ اس کے سر پر تاج ہے اس کی تخلیق کا...... کہ تمہاری تخلیق جیسی ہونی مقصود پائی تھی تم ویسے ہی ہو...... یہ کسی بھی طرح ہیچ نہیں، اس میں کوئی کمی نہیں...... کمی ہے تو ان دماغوں میں جن میں یہ فتور پیدا ہوتا ہے...... کوئی پھول، کوئی رنگ،

قدرت کی بنائی کوئی چیز قابل نفرت نہیں ہوتی...... یہ خبطی لوگوں کی باتیں ہیں......سر اٹھا کر آسمان کو دیکھو! اگر ساری دنیا اس آسمان کو کوئی فضول اور بکواس سی علامت دے دے گی تو تم اسے بھی برا ماننے لگو گی...... وسیع سمندر، نیلی جھیلیں، سبز و سفید پہاڑ کتنے کامل ہیں۔ اگر انہیں بھی علامتیں دے دی گئیں تو کیا نفرت کرنے لگو گی ان سب سے بھی......تم وہ سبق کیوں پڑھ رہی ہو جو دنیا کے مخبوط الحواس لوگوں نے غائب دماغی میں لکھا ہے۔ قدرت کے خلاف جا کر لکھا ہے۔ قدرت کو چیچ کرنے کے لئے لکھا ہے۔"

امرحہ کی ساری زندگی پیلے پھول کو نفرت کی علامت سمجھتے گزر جاتی اگر اب بھی اسے یہ سب نہ بتایا جا رہا ہوتا۔ آخر اس نے آج تک یہ بات خود کیوں نہ سوچی۔ دماغ تو اس کے پاس بھی تھا نا۔

"میرا ذاتی خیال ہے کہ پھولوں کے دو تاجروں کے کاروباری حسد کا نتیجہ ہے یہ سب...... ایک تاجر کے پاس پیلے پھول ہوں گے اور وہ کاروبار میں بہت ترقی کر رہا ہوگا۔ اس کے پیلے پھولوں کا باغ تیزی سے پھل پھول رہا ہوگا۔ دوسرے کے کسی دوسرے رنگ کے ہوں گے چلو سرخ لگا لو......اب سرخ پھول کے مالک نے یہ سوچا ہوگا کہ سرخ پھول کو کسی ایسے جذبے کے ساتھ جوڑ دیا جائے کہ راتوں رات اس کی مانگ میں اضافہ ہو جائے اور اپنے کاروباری حلیف کے پھولوں کو کسی ایسے جذبے سے منسلک کر دیا جائے کہ لوگ اسے لینا ہی پسند نہ کریں......اور پھر اس نے یہ کیا اور وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا......دیکھو! تم نے کیسے میرے ہاتھ میں میرے پھول واپس کر دیے......وہی پھول جو مجسم شاہکار ہیں۔"

امرحہ نے اس کے ہاتھ سے پھول واپس لے لئے......اور تیزی سے بس کی طرف بھاگی جس میں بیٹھ کر اسے جانا تھا۔ عالیان اس سے چند قدم دور تھا۔

"یہ بات تمہیں کس نے بتائی ہے عالیان؟" بس کی کھڑکی سے سر نکال کر اس نے پھولوں کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"میں نے خود کو خود ہی بتائی ہے۔" عالیان نے تیز آواز میں اور ہنس کر کہا۔

بس دور چلی گئی تھی لیکن وہ وہیں کھڑا بس کی گزرگاہ کو دیکھتا رہا۔

رات کے ڈنر کا اہتمام ٹھیک ٹھاک تھا۔ دادا کو آن لائن دیکھ کر اس نے سادھنا کا بنایا کیک کاٹ لیا تھا۔ لیڈی مہر نے اسے یونیورسٹی کی تصویر والا کراس بیگ دیا۔ سادھنا نے پازیبیں اور این اون نے ہاتھ سے بنی ایک چھوٹی سی گڑیا جو اس کی ماما نے اس کے بیگ میں ایک درجن سے زیادہ رکھ دی تھیں کہ یونیورسٹی میں اسے جو اچھا لگے، انہیں دیتی جائے۔ یہ گڑیا این نے لیڈی مہر، ویرا اور سادھنا کو بھی دی تھیں۔

امرحہ نے اس گڑیا کو یونیورسٹی بیگ کی اوپری سطح پر لگا لیا۔ سب کو معلوم ہونا چاہئے نا کہ این اون اسے پسند کرتی ہے۔

تو اب وہ ان لوگوں میں گھرنے لگی تھی جو اسے پسند کرتے ہیں......اس کی ہر خامی اور ہر خوبی کے ساتھ......

اس نے اپنے گھر میں کبھی سالگرہ نہیں کی تھی۔ کیونکہ اسے اپنے دنیا میں آنے کی کوئی خوشی نہیں تھی۔ بلکہ اسے یہ سوچ کر ہی کوفت ہوتی تھی کہ وہ آج کے دن پیدا ہوئی تھی۔ ایک ایسی تاریخ جسے دادی سال میں کتنی ہی بار دہراتی تھیں کہ اس دن یہ ہوئی تو یہ ہوا......اس نے سادھنا کو ایک بار ایسے ہی یہ سب بتایا تو وہ حیرت سے اس کا منہ دیکھنے لگی۔

"لیکن تم تو مسلمان ہو امرحہ! اور مسلمانوں میں تو یہ سب باتیں نہیں ہوتیں......"

امرحہ اسے کیا بتاتی کہ اب مسلمانوں میں بھی کیا کیا ہونے لگا ہے۔

"ہمارے محلے میں ایک مسلمان خاندان آباد تھا۔ مجید بھائی تھے۔ اسکول میں پڑھاتے تھے اور اپنا ٹیوشن سینٹر بھی چلاتے تھے ان کی نئی نئی شادی ہوئی تو انہیں نوکری سے نکال دیا گیا۔ پھر اسی مہینے ان کے ٹیوشن سینٹر میں آگ لگ گئی اور پھر

چند ہی دنوں بعد ان کے مکان کی چھت گر گئی...... سب نے کہا۔ "بہو سبز قدم ہے لیکن ان کی ماتا اور وہ آگے سے ہنستے رہتے۔ کہتے جو ہوتا ہے اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ دو تین سال برابر ان کے ساتھ ایسا ہی کچھ ہوتا رہا لیکن انہوں نے کبھی ایک بار بھی لوگوں کی باتوں پر کان نہیں دھرے کہ یہ سب ان کی شادی کے بعد ان کی بیوی کے قدموں سے ہوا ہے وہ سب سے یہی کہتے کہ ہمارے مذہب نے ہمیں ایسا کہنے اور سوچنے سے منع کیا ہے۔"

سادھنا آتش دان کے قریب بیٹھی آریان کے موزے بُن رہی تھی اور بہت مدلل انداز سے اسے سب بتا رہی تھی۔ اس کے پاس سادھنا کے اس سوال کا جواب نہیں تھا کہ وہ مسلمان ہے اور مسلمان ایسا نہیں سوچتے، اس کا جواب اس کی دادی، اس کی ماں اور خاندان کے باقی لوگوں کے پاس تھا۔ وہی بتا سکتے تھے کہ قرآن و حدیث میں تو ایسا کچھ نہیں لکھا پھر وہ کہاں سے سیکھ کر یہ سب کہتے اور کرتے ہیں اور یہ سب کرتے ہوئے کیا وہ بھول جاتے ہیں کہ ایک دن ان کے کہے ایک ایک لفظ کا حساب کتاب بھی ہوگا...... جو کہا ہوگا اس کے بارے میں پوچھا جائے گا تب وہ کون سا جواب گھڑ کر دیں گے...... یہی کہ وہ کم عقل اور انجان تھے اور ان کے جواب کو درست نہیں مانا جائے گا کیونکہ جو کلام پاک پڑھتا ہے وہ نہ کم عقل ہوتا ہے نہ ہی انجان رہتا ہے۔ اگر وہ ٹھیک ٹھیک پڑھتا ہے تو۔

○......❖......○

باب

''کیا مسئلہ ہے آپ کا؟'' نفسیاتی ڈاکٹر۔

''میں فریشر فلو کا شکار ہوں جلد سے جلد ٹھیک ہونا چاہتا ہوں۔'' نیا اسٹوڈنٹ، یعنی فریشر۔

''اوہ...... لیکن اس کا کوئی علاج نہیں...... پُرسکون رہیں...... وقت اس فلو کو نارمل کر دے گا۔''

یونیورسٹی میں نئے آنے والے اسٹوڈنٹس کو مانچسٹر یونی اور شہر کا جو بخار چڑھا تھا وقت نے اس فلو کو نارمل کر دیا تھا اور کم وبیش سب نئے آنے والوں میں سے اس کے اثرات زائل ہو چکے تھے۔ ویلکم ویک کے بعد انہیں لگا ہے بگاہے یہ اصطلاح اپنے سینئرز اور پروفیسرز سے طنزاً اور مذاقاً سننے کو ملتی رہی تھی۔

شروع شروع میں جب وہ مانچسٹر یونیورسٹی کا ایک چکر لگایا کرتی اور بلاوجہ ہی مختلف ڈیپارٹمنٹس میں گھومتی پھرتی تو دائم وغیرہ کا گروپ اسے بہت سنجیدگی سے کہا کرتا۔

''تھوڑا وقت لگے گا لیکن ٹھیک ہو جاؤ گی۔ یونی بھاگی نہیں جا رہی۔ دو سال ہیں تمہارے پاس آرام سے ایک ایک پروفیسر، اسٹوڈنٹ، ڈیپارٹمنٹ، گارڈن، درخت، لائبریری، میوزم گھوم پھر کر دیکھ لینا۔''

اتنی سنجیدگی سے کی گئی اس نصیحت کے باوجود وہ ہفتے میں دو بار تو ضرور ہی یونی میوزیم جاتی۔ فارغ وقت ملتا تو دوسرے ڈیپارٹمنٹس اور باغ دیکھتی رہتی لیکن اب چونکہ اس فلو کے اثرات زائل ہو چکے تھے، تو اب اپنے ڈیپارٹمنٹ تک ہی چلی جاتی تھی تو بڑی بات لگتی تھی۔

جب جب اسے اسائنمنٹ ملتی، اس کی جان پر بن جاتی۔ اسے لگتا اس سے اسائنمنٹ نہیں ہو گی اور اسے یونی سے نکال دیا جائے گا، فی الحال ابھی تک نکالا تو نہیں گیا تھا لیکن وہ اس نکالنے کے بارے میں سوچتی ضرور رہتی تھی۔ ایسے وقت میں پڑھائی ایک اژدھا بن جاتی جو ہڑپ کر جانے کے لئے تیار نظر آتی۔ ہر ایک کے ہاتھ میں کتاب اور ونیلا کوک نظر آتی۔ لائبریری کی طرف آمد و رفت ایسے ہو گئی جیسے وہاں بنے بنائے اسائنمنٹ مل رہے ہیں۔ ایک دوسرے کی شکل دیکھتے ہی سوال کیا جانے لگا......

''اسائنمنٹ مکمل ہو گئی؟''

زیادہ تر ناں میں سر ہلاتے نظر آتے۔

امرحہ کی کل ملا کر چھ اسائنمنٹس تھیں۔ چار پر وہ کام مکمل کر چکی تھی پانچویں پر کام مکمل ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ جو جون ملٹن کی لوسٹ پیراڈائز کے کردار، مائیکل، رافیل اور شیطان کے تجزیے پر مشتمل تھا، جون ملٹن کے کرداروں کو پڑھ لینا کسی معرکے سے کم نہیں تھا۔ کہاں ان کے تجزیے لکھنا...... جسے اچھی طرح اس Epic Poem کی ہی سمجھ نہیں آئی تھی، وہ اچھی طرح اس پر کام کیسے کر سکتی تھی۔ یعنی اچھی طرح کام کرنے کے لئے اسے معمول سے زیادہ محنت کرنے کی ضرورت تھی۔

اسائنمنٹ مکمل کرنے اور جمع کروانے کے اس دورانیے میں یونی کے ہر اسٹوڈنٹ کو دیکھ کر ایسا لگتا کہ اس بے چارے کا

کچھ کھو گیا ہے اور وہ پوری جان لگا کر اسے تلاش کر رہا ہے یا ایک وزنی پتھر ان کے سروں پر لٹک رہا ہے جو کسی بھی وقت سر پر آ کر گر سکتا ہے۔ اس دوران اگر کوئی فضول گپیں ہانکتا کہیں نظر آ جاتا تو اس پر جی بھر کر رشک آتا، کیونکہ وہ قابل لائق فائق اسٹوڈنٹس اپنی اسائنمنٹ مکمل کر چکا ہوتا۔ اسے دیکھ کر یہ عہد کیا جاتا کہ جلد ہی ہم بھی خود کو اتنا ہی لائق فائق بنالیں گے کہ دوسرے ہمیں دیکھ کر رشک کیا کریں گے...... اور یہ عہد پھر بس دہرائے ہی جاتے، اپنائے نہ جاتے۔ اگلے سمسٹر...... اور پھر اس سے اگلے سمسٹر...... اور پھر یوں ڈگری مکمل ہو جاتی اور عہد دھرا کا دھرا رہ جاتا...... آخر عہد اسی لیے تو کئے جاتے ہیں۔

امرحہ کو ہر حال میں اپنی کارکردگی بہتر کرنی تھی، اسے انگلش لٹریچر اور لسانیات میں ماسٹرز کرنا مشکل لگ رہا تھا بلکہ بہت مشکل لیکن وہ اپنے باقی کلاس فیلوز کو دیکھتی تو سوچتی کہ یہ بھی تو تندہی سے پڑھ ہی رہے ہیں نا...... تو اسے بھی پڑھنا تھا۔ کیسے بھی کر کے پچھتر فیصد تو اسے ہر حال میں پہلے سمسٹر میں لینے ہی تھے۔

یونی میں اس کی پہلی کلاس تھی سر رابرٹ نے کلاس میں آ کر اپنا تعارف کروایا اور ان سب کے سامنے ہاتھ سے بنے کارڈ رکھ دیئے۔

کارڈ پرپل رنگ کے تھے جن پر سفید رنگ سے UOM فرسٹ سمسٹر، فرسٹ ڈے، فرسٹ کلاس لکھا تھا اور کونے میں سر رابرٹ کے دستخط تھے۔

”اس پر آپ سب اپنا نام، اپنا تعارف لکھیں اور یہ بھی لکھیں کہ آپ سو فیصد میں سے کتنے فیصد کا چیلنج خود کو دیتے ہیں۔ اسی چیلنج پر اپنا موٹو بھی لکھیں اور کارڈز مجھے واپس کر دیں۔“

سب نے کارڈز لکھے اور پھر باری باری سر رابرٹ نے کارڈز پڑھنے شروع کیے...... جس کا کارڈ پڑھتے، وہ کھڑا ہو جاتا اور ہاتھ ہلا کر سب کو ہائے کہتا۔

”یہ عربی کس نے لکھی ہے۔“

امرحہ نے گردن گھما کر ایک نظر کلاس پر ڈالی۔ کلاس میں عربی اسٹوڈنٹ تو موجود تھا پر وہ کھڑا ہوا نہ ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اس نے عربی لکھی ہے۔ امرحہ کھڑی ہو گئی۔

”یہ اردو ہو گی سر!“ امرحہ نے کارڈ کی طرف اشارہ کیا۔ سر رابرٹ نے کارڈ کا رخ اس کی طرف کیا کہ وہ پہچان لے۔

”جی یہ میرا ہی کارڈ ہے۔“

”لیکن مجھے اردو پڑھنی نہیں آتی۔“ سر رابرٹ نے مسکرا کر نرمی سے کہا۔

”آپ نے ہی تو کہا ہے سر! یہ ہمارا پہلا تعارف ہے اور میری مادری زبان میرا پہلا تعارف ہے۔ ”اردو“ مجھے اپنے پہلے تعارف کے لیے اردو کا استعمال ہی کرنا چاہئے تھا نا سر......؟“

”ہاں کیوں نہیں، اور اب یہ کارڈ تم ہی پڑھ دو...... میں معذرت چاہتا ہوں میں فرنچ اور اٹالین جانتا ہوں، اردو نہیں۔“

دادا نے اس سے وعدہ لیا تھا کہ اپنی نئی کلاسز میں وہ اپنا تعارف پہلے اردو میں کروائے گی پھر ترجمہ کر کے انہیں انگلش میں اپنے کہے کا مطلب بتائے گی۔ دادا نے اسے بار بار یہی کہا تھا کہ زندگی میں سب کرنا...... لیکن اپنی زبان کو دوسرے نمبر پر لانے کی گستاخی نہ کرنا...... دنیا میں وہ قومیں بے مثال ترقی حاصل کرتی ہیں جو اپنی قومی زبان کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیتیں، پھر وہ عرش ہو یا فرش ہر جگہ ان کے نام کے جھنڈے گڑے ہوتے ہیں۔

وہ کارڈ پڑھنے لگی۔

”میں امرحہ ہوں...... میرا ملک پاکستان ہے، جس کے تاریخی شہر لاہور کی میں رہائشی ہوں، مجھے مانچسٹر یونیورسٹی کی پاکستان اسٹوڈنٹ سوسائٹی نے اسکالرشپ دے کر یہاں تعلیم حاصل کرنے کا موقع دیا ہے۔ مانچسٹر یونی میری پہلی غیر ملکی درسگاہ ہے۔ میں نے یہاں آ کر پڑھنے کے بارے میں کبھی نہیں سوچا تھا۔ میری پہلی کلاس ویلکم ویک تھی، جہاں مجھے یہ سکھایا

گیا کہ مجھے اپنے کام خود کرنے ہیں۔" پڑھ کر وہ مسکرانے لگی۔

"ویل! آپ نے خود کو کتنے فیصد کا چیلنج دیا ہے؟"

"سیونٹی فائیو کا سر......"

جتنے بھی کارڈز میں نے اب تک پڑھے ہیں انہوں نے خود کو سو فیصد کا دیا ہے، آپ نے خود کو سیونٹی فائیو کا کیوں دیا ہے؟ کیا یہ کسرِ نفسی ہے"۔ وہ ایسے مسکرانے لگے کہ سب نے بھی تو لمبی لمبی چھوڑ ہی دی تھیں تم بھی چھوڑ دیتی۔

"یہ سب بہت ذہین ہوں گے...... مجھے ذہین ہونے میں تھوڑا وقت لگے گا۔" کندھے اچکا کر اس نے بڑی ساری معصومیت سے کہا کہ ساری کلاس اس ادائے معصومیت پر ہنس دی۔

"آپ ذہین ہونے میں وقت کیوں لے رہی ہیں؟" سر رابرٹ شرارت سے اپنا سر کھجانے لگے۔

"میری بے وقوفی جانے میں وقت لے رہی ہے سر!" اس نے بھی بے وقوفی کی جڑ سر کو کھجا کر کہا۔

اس بار کلاس کے قہقہے فلک شگاف تھے۔

"مجھے لگتا ہے آپ مجھے بہت تنگ کرنے والی ہیں۔ مجھے ہر سیشن میں ہی کوئی نہ کوئی ایسا ضرور ملتا ہے۔"

"کیسا سر؟"

"جس کی بے وقوفی جانے میں وقت لیتی ہے۔"

قہقہوں کی برسات نے کلاس کے در و دیوار بھگو ڈالے۔

"اور آپ کا موٹو امرحہ۔"

"پاکستان کے بانی کہتے ہیں کام...... کام...... کام...... میرا بھی یہی موٹو ہے سر!" نظر نہ لگے کیا انداز تھا امرحہ کا۔

"آپ کسی اور کا موٹو اپنا رہی ہیں، میرا خیال ہے آپ کو اپنی سوچ کو زحمت دینی چاہیے۔"

"سر! میں نے خود سے زیادہ عقل مند شخص کا موٹو اپنا لیا ہے۔"

"آپ کا پہلا تعارف مجھے اچھا لگا امرحہ......"

سر رابرٹ کے اس جملے کو سن کر اسے ایسا لگا جیسے اس نے کوئی بڑی مہم سر کر لی ہو۔ ٹھیک ہے اسے ڈرنے کی گھبرانے کی ضرورت نہیں تھی، وہ اپنی سوچ کو اجاگر کر سکتی تھی اور واضح بھی۔ سر رابرٹ نے اس کی تعریف کی۔ اسے بہت اچھا لگا کہ اسے سراہا گیا ہے۔ ٹوکا نہیں گیا۔

سر رابرٹ نے وہ سب کارڈز سنبھال کر اپنے پاس محفوظ کر لئے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ اپنے ہر نئے اسٹوڈنٹ کو ایسے کارڈ کی شکل میں اپنے پاس سنبھال کر رکھ لیتے ہیں اور جب وہ بوڑھے ہو کر ریٹائرڈ ہو جائیں گے تو وہ ان کارڈز کو نکال نکال کر اپنے ہر اسٹوڈنٹ کو یاد کیا کریں گے۔

اتنی سی بات سن کر امرحہ کی آنکھیں نم سی ہو گئیں۔ اس نے بیٹھے بیٹھے سر رابرٹ کو جو بمشکل پینتیس سال کے لگتے تھے، بوڑھا ہوتے اور یونی سے ریٹائرڈ ہوتے دیکھ لیا اور اپنی ڈگری کو ہاتھ میں لئے خود کو یونی سے رخصت ہوتے بھی......

"اُف...... کتنے جذباتی لوگ ہیں نا ہم...... ہاں لیکن کچھ بھی ہے بہت اچھے لوگ ہیں ہم...... سرد اور ٹھوس نہیں ہیں، نرم اور پُر جوش ہیں۔"

پہلی کلاس کے پہلے وعدے کو امرحہ کو ہر صورت پورا کرنا تھا وہ خود کو پچھتر فیصد کا چیلنج دے چکی تھی اسے ہر حال میں اس چیلنج میں کامیاب ہونا تھا۔ پڑھائی اور پھر جاب...... اسے لگتا تھا وہ ایک روبوٹ بن چکی ہے۔ ہر وقت اس کے دماغ میں مارکو اور جانسن گھومتے رہتے۔

کتابوں کے بڑے بڑے پیراگراف اس کے خوابوں میں آتے اور وہ اٹھ کر بیٹھ جاتی لیپ ٹاپ پر اپنی اسائنمنٹ چیک

کرتی کہ کیا اس نے خواب میں آئے پیراگراف کو اسائنمنٹ میں شامل کیا ہے...... اگر کیا ہے تو ٹھیک کیا ہے نا...... اگر نہیں کیا تو کیا کرے کیا نہ۔ وہ اپنے بیڈ پر کام کرتے کرتے سو جاتی۔ آنکھ کھلتی تو کچن میں جا کر کافی بناتی تا کہ نیند نہ آئے اور پھر سے آ کر کام کرنے لگتی۔ جس رات اس نے سارا کام بمشکل مکمل کیا اس سے اگلا دن اسائنمنٹ جمع کروانے کا آخری دن تھا۔

نیند سے بوجھل اپنی آنکھوں کو مسلتے وہ بس سے یونی کے لئے نکلی۔ بس میں بیٹھی اونگھنے لگی اور ایک اسٹاپ آگے چلی گئی۔ وہاں اتر کر پیچھے بھاگتے بھاگتے وہ یونی آئی۔ بھاگتے ہوئے یونی پار کی اور فائل جمع کروانے کے لئے ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھی۔ ہر ایک کو جلدی تھی کہ اس کی اسائنمنٹ جمع ہو جائیں ایک دم سے وہ جہاں کی تہاں رہ گئی۔ اس کی فائل کہاں تھی جو وہ گھر سے لے کر نکلی تھی۔ وہ اتنی افراتفری میں تھی کہ اس نے اپنے بال بھی ٹھیک سے برش نہیں کئے تھے لیکن اسے یاد تھا کہ وہ سوئی فائل کو گھر سے لے کر نکلی تھی۔

پوری یونی اس کی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگی۔ وہ کئی راتوں سے نہیں سوئی تھی۔ آنکھوں کے نیچے گہرے حلقے بن چکے تھے۔ سر میں ہلکا ہلکا درد رہنے لگا تھا اور آنکھوں کی پتلیاں کسی ایک چیز کو ذرا سی دیر دیکھتے رہنے کے بعد تھکنے لگتی تھیں۔ اس کا دماغ ماؤف سا ہو گیا۔ وہ جہاں کھڑی تھی وہاں سے اس نے دور دور تک نظریں دوڑائیں...... فائل کہیں نہیں تھی۔ آنکھوں کو مسلتے سر کو تھامے وہ ایک جگہ بیٹھ گئی اور سوچنے لگی کہ فائل کے ساتھ کیا ہوا۔ وہ کہاں گئی...... سادھنا کو فون کیا۔ اس نے اس کا کمرا...... پورا گھر دیکھ لیا لیکن فائل نہیں ملی۔ حتیٰ کہ وہ گھر سے بس اسٹاپ کے راستے تک بھی دیکھ آئی۔

ٹپ ٹپ آنسو اس کی آنکھوں سے گرنے لگے۔ اسے لگنے لگا کہ اس کی تعلیم پر اس کی اپنی نحوست کا سایہ پڑا ہے...... وہ بیٹھے بیٹھے دقیانوسی سی ہو گئی...... آنکھوں کے آگے اس نے ہاتھ رکھ لیا کہ کوئی اسے دیکھ نہ سکے...... بہت دنوں بعد اس کا دھاڑیں مارنے کو جی چاہ رہا تھا۔ اگر وہ ساتھ ساتھ جاب نہ کر رہی ہوتی تو اب تک اسائنمنٹ مکمل کر کے دے چکی ہوتی۔ زندگی اتنی مشکل ہو گئی تھی کہ اسے ٹھیک سے کھانا کھانے کا بھی وقت نہیں ملتا تھا۔ اسے ایسی زندگی کی عادت نہیں تھی۔ اس لئے بھی وہ توازن نہیں رکھ پا رہی تھی اور دوسرے اس میں ایک بُری عادت تھی کہ وہ کام کو اگلے دن پر ٹالتی رہتی تھی۔ وہ چند گھنٹے اسائنمنٹ پر کام کرتی اور یہ سوچ کر کہ ڈیڈ لائن کے ختم ہونے میں ابھی دن ہیں، اگلے دن پر کام چھوڑ دیتی...... یہ کرتے کرتے وہ ڈیڈ لائن کے آخری گھنٹوں تک آ گئی۔

وہ اپنی سستی کو لے کر رونے لگی کہ اگر وہ بھی باقی سب کی طرح دن رات ایک کر کے کسی بھی طرح کم سے کم دو دن پہلے اپنی اسائنمنٹ جمع کروا دیتی تو افراتفری میں یہ سب نہ ہوتا۔ اٹھ کر اس نے اس راستے کو بھی دیکھ لیا تھا جس پر سے چل کر وہ آئی تھی۔ اپنے آنسوؤں کو صاف کر کے وہ عالیان کے ڈیپارٹمنٹ گئی۔

''کیا ہوا امرحہ؟'' اس کی شکل دیکھتے ہی وہ حیران سا ہو گیا۔

''میری اسائنمنٹ نہیں مل رہی، شاید میں بس میں بھول آئی ہوں۔''

''تو تم رو تی رہی ہو؟''

اس کے پھر سے آنسو نکل آئے۔ ''میں فیل ہو جاؤں گی نا...... میں فیل ہونا نہیں چاہتی عالیان۔''

وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ ''کس نے کہا تم فیل ہو جاؤ گی۔''

وہ آنسوؤں کے ریلے کو اپنی آنکھوں کے پیچھے دھکیلنے کی کوشش کرنے لگی۔ وہ اسے کیا بتاتی کہ یونیورسٹی کے پہلے دن ویلکم ویک پر دائم نے اس کو کن الفاظ میں ویلکم کیا تھا۔ دائم کا لیکچر سن کر اس نے خود سے وعدہ کیا تھا کہ وہ مثالی کامیابی حاصل کرے گی لیکن وہ کیا کر رہی تھی۔ اس نے مثالی محنت نہیں کی تھی۔ اس نے کاہلی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اسے اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا۔ اس کی بُری عادتیں اب تک اس کے ساتھ تھیں۔

''تم چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایسے روتی کیوں ہو؟''

''یہ چھوٹی بات ہے؟'' اس نے روئی روئی گلابی آنکھوں کو رگڑا۔
''یونیورسٹی میں کہیں بھول گئی ہو اپنی فائل؟''
اس نے نفی میں سر ہلایا اس کی آواز رندھ رہی تھی اس لئے وہ کم سے کم بول رہی تھی۔ عالیان اسے ڈیپارٹمنٹ سے باہر لے آیا اور سبزے پر لے کر بیٹھ گیا۔
''تمہاری فائل مل جائے گی امرحہ! پر مجھے تمہارے رونے پر دکھ ہو رہا ہے تم اتنی کم ہمت ہو؟''
''ہاں میں بہت کم ہمت ہوں۔ میرے تم لوگوں جیسے مضبوط اعصاب نہیں ہیں۔''
''اور تمہیں فخر بھی ہے کہ تم ایسی ہو...... میں یونیورسٹی آفس جا رہا ہوں تم یہیں بیٹھو۔ اگر کسی اسٹوڈنٹ کو وہ فائل ملی ہو گی تو اس نے آفس میں جمع کروادی ہو گی۔''
''کوئی اسٹوڈنٹ میرے ساتھ ایسی نیکی کیوں کرے گا بھلا؟''
''کیونکہ وہ فائل اس کے کسی کام کی نہیں ہو گی اور اس کی تم سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہو گی۔'' کہہ کر عالیان چلا گیا۔
اسے یقین تھا کہ فائل بس میں رہ گئی ہے اور بھلا ٹرانسپورٹ میں رہ جانے والی چیزیں بھی کبھی کسی کو ملی ہیں۔ اس نے دھواں دھار آواز کیے بغیر دل لگا کر رونا شروع کر دیا۔
عالیان واپس آ چکا تھا اور اس کے سر پر کھڑا خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔
''میں ٹرانسپورٹ آفس جا رہا ہوں...... مجھے یقین ہے وہاں سے ضرور تمہاری فائل مل جائے گی۔''
امرحہ نے عالیان کو ایسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو پاگل ہو نا تم......
''اگر تم بس میں ہی بھولی ہو تو ضرور مل جائے گی۔ میرا یقین کرو۔''
''وہ کیوں میری فائل سنبھال کر رکھیں گے؟''
''اکثر اسٹوڈنٹس تمہاری طرح اپنی بہت سی چیزیں سب ویز، ٹرام اور بسوں میں بھول جاتے ہیں...... کیفے، ریسٹورنٹ اور سینما میں بھی۔ ان کی چیزیں ان تک پہنچ جاتی ہیں......''
''میں نہیں مانتی کہ ایسا ہوتا ہو گا۔''
''ہاں، ایسا تب نہیں ہوتا جب ہم ان چیزوں کو ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کرتے...... گم ہو جانے والی چیزیں ہمیشہ گم ہی رہتی ہیں، جب تک انہیں ڈھونڈنے کی کوشش نہ کی جائے...... برا مت ماننا یہ تمہارا کنٹری نہیں ہے جہاں تم کچھ بس میں بھول جاؤ تو وہ تمہیں واپس نہ ملے......''
''تمہیں اتنے تنفر سے میرے ملک کا ذکر نہیں کرنا چاہئے۔'' امرحہ نے فائل کے گم ہو جانے کا غصہ اس پر اتارا۔
''میں نے تنفر سے ذکر نہیں کیا۔ میں حقیقت بتا رہا ہوں۔''
''مجھے نہیں جاننی کوئی حقیقت؟''
''جو لوگ تلخ حقیقتیں جاننے کی کوشش نہیں کرتے وہ انہیں بدلنے کی اہلیت بھی نہیں رکھتے۔''
''ٹھیک ہے۔ ساری اہلیت تم لوگوں کے پاس ہی ہے۔ ہم سب ناکارہ ہی ہیں...... رہنے دو ہمیں ناکارہ ہی۔''
''میں نے کوئی ایسی بات نہیں کی کہ تم ایسے ناراض ہو۔''
''تم ایسی باتیں بھی نہیں کر رہے کہ میں خوش ہوں۔'' وہ اٹھ کر چلی گئی۔
وہ دائم کے پاس جا رہی تھی۔
''میں آدھے گھنٹے میں آتا ہوں امرحہ!'' عالیان نے پیچھے سے آواز دی۔
وہ دائم کے پاس آئی۔ اس نے اسے ٹرانسپورٹ کے آفس جانے کے لئے کہا۔ ظاہر ہے دائم تو جانے سے رہا۔ اسے

ہی جانا تھا نا، اس میں تو اتنی ہمت نہیں تھی کہ یونیورسٹی کے مین گیٹ تک چلی جاتی......

''اگر ٹرانسپورٹ کے آفس سے بھی نہ ملی؟'' وہ اس خیال کو سوچ سوچ کر دہل رہی تھی لیکن اپنی جگہ سے ہل نہیں رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ مین گیٹ سے بس اسٹاپ کی طرف جا رہی تھی تو اسے عالیان کی آواز سنائی دی۔ وہ رک کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ تیزی سے سائیکل چلاتا اس کے پاس آ رہا تھا، بری طرح سے ہانپ رہا تھا۔

''یہ لو مل گئی۔'' اس نے فائل اس کے آگے کی۔

فائل کو ہاتھ میں لے کر بھی امرحہ کو جیسے یقین نہیں آیا۔

''کہاں سے ملی؟''

''ٹرانسپورٹ کے آفس سے...... اگلی بار فائل پر اپنا نام، فون نمبر اور ایڈریس ضرور لکھنا...... اگر تم نے پہلے سے ہی لکھا ہوتا تو تمہیں اب تک یہ مل چکی ہوتی۔'' تیز سائیکل چلانے کی وجہ سے اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔

امرحہ اسے دیکھنے لگی۔ دائم کی طرح اس نے اسے نہیں کہا تھا کہ وہ جائے اور اپنا کام خود کرے...... وہ گیا اور اس نے اس کا کام کر دیا۔

اس کا شکریہ ادا کر کے وہ فائل جمع کروانے چلی گئی۔ اس نے محسوس کیا کہ اس کا انداز ٹھیک نہیں تھا عالیان سے بات کرنے کا۔

جب ہم ہارے ہوئے، دکھی یا مایوس ہوتے ہیں تو ہم اتنے بدمزاج کیوں ہو جاتے ہیں...... ہمارا سارا اخلاق کہاں رخصت ہو جاتا ہے...... ہم روتے ہیں تو ہم باقی سب ہنستے ہوؤں کو رلانا کیوں چاہتے ہیں۔

اسائنمنٹس جمع کروانے کے بعد امرحہ عالیان کو ڈھونڈتی رہی لیکن وہ اسے نہیں ملا۔ وہ جا چکا تھا۔ اس کا کام ہو گیا تو اسے اپنے رویے پر افسوس ہوا۔ اس کی فائل نہ ملتی تو وہ ایسے ہی بداخلاقی کا مظاہرہ کرتی رہتی؟

''یہ کمزور اعصاب کے مالک ہونے کی نشانی ہے...... اور بلاشبہ یہ کوئی اچھی نشانی نہیں ہے۔''

○......❖......○

''عالیان سے ملاقات ہوتی ہے تمہاری؟'' لیڈی مہر پوچھ رہی تھیں۔ وہ سب آتش دان کے پاس بیٹھے تھے۔ ویرا اسے اپنے ساتھ دی پرنٹ ورک لے کر جا رہی تھی۔ وہ تیار ہو کر بیٹھی تھی اور ویرا کا انتظار کر رہی تھی جو تیار ہو رہی تھی۔

''جی ہوتی ہے۔''

''دوست ہے تمہارا...... سب سے اچھا دوست نا...... میرا بیٹا اچھا دوست بنتا ہے۔''

''جی'' اس کے جی کہنے کا انداز بہت کمزور اور بودا سا تھا

''وہ تو کہہ رہا تھا تم اس کی دوست ہو...... سب سے اچھی دوست۔''

امرحہ سوچنے لگی کہ کیا وہ اس کا سب سے اچھا دوست ہے۔

''تمہارے بابا کیسے ہیں، ان کا بزنس کیسا ہے اب؟''

''ٹھیک ہو رہا ہے آہستہ آہستہ...... وہ جلد ہی آپ کا قرض واپس......''

''بدھو ہو...... قرض کی بات کون کر رہا ہے۔ تمہیں لگتا ہے میں نے اس لئے تمہارے پاپا کا تم سے پوچھا ہے...... مجھے لگتا ہے، مجھے خاموش ہو جانا چاہئے۔''

امرحہ شرمندہ سی ہو کر انہیں دیکھنے لگی۔ چینل تبدیل کر کے انہوں نے چارلی چپلن کی مووی لگائی اور اسے دیکھنے لگیں جیسے اسکول سے چھٹی نہ کروائے جانے پر بچے خفا ہو کر والدین کو دیکھتے ہیں۔

''اگر آپ ایسے ہی خفا رہیں تو میں ویرا کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔''

انہوں نے اسے ناراضی سے دیکھا۔ "کبھی کبھی تم حد سے زیادہ بے وقوفی کر جاتی ہو۔"

"میں حد سے زیادہ بے وقوف ہی ہوں۔"

"یہ کوئی قابل فخر بات نہیں ہے۔" ماں اور بیٹا دونوں ایک ہی بات کرتے تھے۔

"جانتی ہوں۔"

"میں آگئی۔" ویرا نے نشست گاہ میں آکر چلا کر کہا۔ دراصل خود کو دکھا کر کہا۔ اس نے ہلکے نیلے رنگ کی فراک پہنی تھی۔ اپنے لمبے بالوں کو ٹیل کی صورت باندھا تھا۔ ہلکا میک اپ کیا تھا اور خود کو اور پیارا بنا لیا تھا۔

"اسے کسی کلب نہ لے جانا۔" لیڈی مہر نے تاکید کی۔

"معلوم ہے مجھے، ویسے بھی یہ کلب میٹریل نہیں ہے۔" اس نے امرحہ کو چڑانے کے لیے کہا۔

"وہ تو تم بھی نہیں ہو۔" لیڈی مہر نے بھی اسے چڑایا۔

"سب ہی جاتے ہیں۔ ایک یہ امرحہ ہی نہیں جاتی۔"

"جائے گی بھی نہیں...... اس کے باپ، دادا کی روایات نہیں ہیں یہ......"

"تو برائی کیا ہے اس میں......؟"

"مجھے اس بحث میں نہیں پڑنا ویرا...... تم جاؤ، فلم دیکھو اور گھر واپس آؤ......"

اس نے سٹی سینٹر میں واقع دی پرنٹ ورک کو کئی بار باہر سے دیکھا تھا لیکن کبھی اندر نہیں گئی تھی۔ یونیورسٹی کے بھی اسٹوڈنٹس یہاں بہ کثرت پائے جاتے تھے۔

دی پرنٹ ورک ایک چھوٹا سا ڈیجیٹل شہر۔ رنگا رنگ، چہل پہل اور مختلف ملکوں کے افراد کی بھیڑ سے سجا سنورا۔ "ہم سے ہے زمانہ" کا نعرہ لگاتا ہوا۔ اندر جاتے تو لگتا باہر کوئی اور دنیا ہے ہی نہیں...... باہر آتے تو لگتا دنیا تو ساری اندر تھی۔

پہلے ویرا اسے لے کر گھومتی رہی۔

"یہ جو دو گورے سامنے کھڑے ہیں انہیں دیکھ کر بتاؤ یہ کس قومیت کے ہیں؟" ویرا نے دو گورے چٹے لڑکوں کی طرف اشارہ کر کے اس سے پوچھا یونی میں بھی اکثر پوچھتی رہتی تھی۔

"دونوں انگریز ہیں۔" اس بار اسے یقین تھا اس کا جواب ٹھیک ہوگا۔

ویرا نے قہقہہ لگایا۔ "دونوں انگریز کیسے ہوئے؟"

"کیونکہ دونوں گورے ہیں اور......" وہ ایک اور وجہ ڈھونڈ ہی رہی تھی کہ ویرا کا ایک اور بلند و بانگ قہقہہ جگمگ کرتی گزرگاہ کی شان بنا۔

"ایک امریکی ہے اور دوسرا آئرش...... تم پھر سے غلط ہو۔"

"تمہیں کیسے پتا؟"

"پتا چل جاتا ہے...... تمہیں اتنا تو معلوم ہے نا آئرش کسے کہتے ہیں؟"

امرحہ نے ہاں میں سر ہلا دیا، جبکہ وہ نہیں جانتی تھی۔ وہ اسے کیا بتاتی کہ اس کے یہاں سب گورے رنگ والوں کو انگریز ہی جانا اور کہا جاتا ہے۔ اب بھلے سے وہ کینیڈا کا ہو یا فرانس کا...... مانچسٹر میں رہ کر اسے یہ اندازہ تو ہو چکا تھا کہ وہاں قومیت کا حوالہ دے کر کافی بات کی جاتی ہے بلکہ بات ہی قومیت سے شروع کی جاتی ہے۔

"فلاں امریکی کا کافی کیفے......"

"فلاں عربی کی فلافل شاپ۔"

"فلاں جرمن سر کا لیکچر۔"

اسے کوفت ہوتی تھی، جب اس شخص کا نام بعد میں لیا جاتا اور قومیت پہلے...... ویرا اپنے کلاس فیلوز کا ذکر کرتی تو ان کی قومیت سے شروع کرتی اور جب اسے ویرا کو کوئی بات بتانی ہوتی تو وہ کہتی۔

"فلاں جس کے بال لمبے ہیں...... پتلا سا لمبا سا...... وہ جس کی گہری سبز آنکھیں ہیں...... مشکل سا نام ہے تمہارے ہی ڈیپارٹمنٹ کا ہے، بالوں کی پونی بناتا ہے۔"

چلتے چلتے ویرا ایک کیفے کے سامنے رکھے ایک بڑے سے کارٹون جن کے پاس کھڑی ہوگئی، جو زبان باہر نکال کر آنے جانے والوں کو چڑا رہا تھا۔ اس جن جیسی ہی ویرا بھی زبان نکال کر اس کے ساتھ کھڑی ہوگئی۔

"کلک می امرحہ۔" (میری تصویر بناؤ)

امرحہ نے دو جنوں کی تصویریں بنا دیں۔ پھر ویرا نے امرحہ کو کھڑے ہونے کے لئے کہا۔

امرحہ نے خود کو ویرا سے بہت بچانا چاہا لیکن اس نے اسے اس جن کے ساتھ کھڑا کر دیا اور زبان باہر نکالنے کو کہا۔ وہاں انہیں یہ سب کرتے کوئی نہیں دیکھ رہا تھا لیکن امرحہ کو لگتا تھا۔ سب اسے ہی دیکھ رہے ہیں۔

اسی جن کے پاس کھڑے ہو کر ویرا نے دو انگلیوں کو زبان کے نیچے دے کر سیٹی بجائی، سر سے اوپر ہاتھ لے جا کر تالی بجائی اور بائیں ہاتھ کو ہونٹوں کے کنارے رکھ کر او...... و...... و......" کی بن مانس جیسی آواز بڑے شوق اور خالص جنگلی انداز سے نکالی۔

"یہ کیا کر رہی ہو؟"

"یہ میرے پرنٹ ورک میں آنے کا اعلان ہے...... میں یہاں ایسے ہی انٹری دیتی ہوں۔" وہ ایسے انٹری دے سکتی تھی، وہ ویرا تھی نا۔

"تم جنگلی ہو۔" امرحہ نے اس کی پونی کھینچی۔

"کبھی کسی روسی کو جنگلی نہ کہنا...... ہم بوند بوند زندگی سے سجے، زندہ دلی کے گلیشیر ہیں، زندگی کا سورج ہم میں سے ہو کر رنگوں کو چمک دمک دیتا ہے۔ ہم موت سی برف میں دفن سر سبز چراگاہوں کے قہقہے لگاتے ہیں۔ یہ صرف ہم ہی کر سکتے ہیں۔ ہم جنگلی کیسے ہوئے۔"

ویرا کی باتیں ایسی ہی ہوتی تھیں۔ ان میں سے احساسِ کمتری جھلکتا تھا، نہ ہی مایوسی...... وہ کچھ اس انداز سے چلتی پھرتی، مسکراتی اور باتیں کرتی تھی جیسے دنیا اس کے استقبال کے لئے تیار کھڑی ہے اور اگر یہ دنیا اسے خوش آمدید کہنے پر آمادہ نہیں بھی ہے تو بھی وہ بہر حال اس کی پروا کرنے والی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اپنی الگ دنیا تخلیق کرنے کا وصف بھی رکھتی ہے اور حوصلہ بھی۔

اب ویرا کا یہ پہلے سے ارادہ تھا یا وہ صرف شرارت کر رہی تھیں وہ اسے ہارٹ راک کیفے لے آئی جس کی بیرونی دیوار سے جھولتا گٹار سرخ، پیلی اور سفید روشنیوں سے منور تھا۔ لیکن جس کی سرخ روشنی خطرے کی گھنٹی بنی بے قراری سے جھلمل کر رہی تھی۔

"یہ کیفے ہے؟"

"ہاں کیفے بھی ہے اندر...... اور بھی بہت کچھ ہے۔ تم پہلے کبھی ہارٹ راک نہیں گئیں نا؟"

"میں اس کا نام پہلی بار سن رہی ہوں۔"

"پاکستان میں نہیں ہے یہ۔"

"یہ کیا ہر ملک میں ہوتا ہے۔"

"دنیا کا کون سا ایسا بد نصیب ملک ہوگا جو ہارٹ راک سے محروم ہوگا۔"

"ہے کیا اس میں؟"

''آجاؤ اندر۔'' ویرا اسے اپنے ساتھ لے آئی۔

دیواروں پر جابجا گٹار لٹک رہے تھے۔ کچھ پرانے فیشن کے کاؤبوائے ہیٹ بھی دیواروں پر آویزاں تھے۔ اندر جاتے ہی اسے کئی جانے پہچانے یونیورسٹی کے چہرے نظر آئے۔ پھر اسے اپنی یونی کے اسٹوڈنٹس کا ہجوم نظر آیا۔ لگ رہا تھا رات ہوتے سب یہیں آ موجود ہوئے ہیں۔ اور فیل لائک ہوم کی کیفیت میں ہیں۔

اندر آتے اس کا پاؤں کسی ٹھوس چیز سے ٹکرایا اور وہ گرتے گرتے بچی، اور اس کا مزاج بگڑ گیا۔

''کافی شاندار استقبال کیا ہے اس ہارٹ راک نے میرا۔''

''ہاہاہا...... شاید ابھی یہ آغاز ہو......''

''تم مجھے ڈرا رہی ہو؟''

''ہاں! اور سنو دھیان سے......'' ویرا نے آنکھ مار کر کہا۔

ویرا اسے بارٹینڈر کاؤنٹر کے پاس بٹھا کر ضروری کام کا کہہ کر چلی گئی۔ بارٹینڈر موجود نہیں تھا۔ پھر بارٹینڈر آیا جس کے دونوں بازوؤں پر کہنیوں سے اوپر تک ٹیٹو کھدے تھے۔ دائیں بازو پر گھنی جھاڑیوں میں سے ایک خونخوار بھیڑیا دانت نکوسے آنکھیں چمکائے شکار پر جست لگانے کی تیاری کر رہا تھا اور بائیں بازو پر وہی بھیڑیا اپنے شکار کی گردن دبوچے غرا رہا تھا۔

''اس کا شکار ایک انسانی کھوپڑی تھا۔''

امرحہ نے کراہت سے اپنی نظریں پھیر لیں۔

کاک ٹیل بناتے اس نے ترچھی نظروں سے امرحہ کی کراہت کے تاثرات کو دیکھا۔ پھر اس نے آنکھیں ایسے چندھائیں جیسے نادیدہ شیطان کو سلیوٹ کیا اور شکار کو خوش آمدید......

''تمہیں یہ پسند آیا؟'' اس نے بھیڑیے کی طرف اشارہ کیا۔

امرحہ نے منہ بنالیا۔ ''بالکل نہیں، زہر لگ رہے ہیں۔'' امرحہ کیوں جھوٹ بولتی، وہ کسی سے ڈرتی ورتی تھوڑی تھی۔

اتنی صاف گوئی کی شاید اسے توقع نہیں تھی۔ وہ سرمستی سے ایسے سر ہلانے لگا جیسے اس پر کسی خاص نعمت کا نزول کر دیا گیا ہو۔ نئے شکار سے ملاقات پر اسے بے پایاں خوشی حاصل ہوئی ہو......

دو تین بار اس نے اپنا کام کرتے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھا، اور اسے سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیسے صبر کرے۔ خاموش خاموش بیٹھی یہ لڑکی کتنی عجیب لگ رہی تھی...... یہ لڑکی خاموش کیوں ہے...... اسے تو...... اسے تو...... شش

ٹھیک دس منٹ بعد ڈی جے نے فل والیوم میں ڈسک پلے کی۔ پہلے صرف ہلکا ہلکا میوزک بج رہا تھا۔ باہر شام گہری ہو رہی تھی۔ ہارٹ راک کے کونے کھدروں میں سے ہاؤ واؤ کرتا ہجوم ڈانس فلور پر جمع ہونے لگا۔ ڈسکو لائٹس تیزی سے حرکت کرنے لگیں۔ امرحہ گھبرا گئی۔ اس نے آس پاس دیکھا۔ وہ اندازہ کر سکتی تھی کہ اصل میں یہ کون سی جگہ ہے۔ ویرا اس کے ساتھ شرارت کر گئی تھی۔

وہ جلدی سے اٹھی اور اپنی دانست میں راہداریاں پار کر کے سیڑھیاں اتر کر بار سے باہر آ گئی لیکن وہ دراصل ہارٹ راک کے ہی ایک دوسرے حصے میں آ نکلی تھی جہاں جوا کھیلا جا رہا تھا۔ وہ اور حواس باختہ سی ہو گئی۔ دادا کو اگر یہ سب معلوم ہو جائے تو اسے واپس لینے خود مانچسٹر آ جائیں گے۔ اور کبھی واپس نہیں آنے دیں گے۔

وہ واپس اس جگہ آئی جہاں ویرا اسے چھوڑ کر گئی تھی لیکن ویرا ابھی تک نہیں آئی تھی۔

''میں تمہاری کچھ مدد کر سکتا ہوں۔'' بارٹینڈر نے فرشتہ صفتی کو گلے سے لگا کر پوچھا۔

''مجھے باہر جانا ہے۔'' ''کس طرف سے جانا ہے؟''

''فرنٹ ڈور تو بند ہو چکا ہے، تمہیں بیک ڈور سے جانا ہوگا۔'' فرشتہ صفتی اپنائے فرشتہ ہی بنتے، انسانیت سے لبریز

انداز میں کہا۔
''بیک ڈور کس طرف ہے؟'' اسے کیا معلوم تھا کہ ان ہارٹ راک وغیرہ میں کیا اصول وضوابط تھے آنے جانے کے، اور کہاں ان کے بیک ڈورز تھے۔
ہاتھوں کو تیزی سے نچا کر اس نے اسے بتایا کہ پچھلا دروازہ کس طرف ہے۔ امرحہ کو ان بھیڑیے کھدے ہاتھوں کی حرکات کی قطعاً سمجھ نہیں آئی۔ ڈی جے ساؤنڈ بدل چکا تھا۔ اس نے جانوروں کے چنگھاڑنے کی آوازوں کو ماڈرن ہپ ہاپ میوزک کے ساتھ مکس کر کے والیوم تیز کر دیا تھا۔
امرحہ کے رنگ تیزی سے بدلنے لگے۔
اسے بتا کر، تیزی سے کاک ٹیل بناتے، ''We Love to Serre'' کی ٹی شرٹ پہنے اس نے امرحہ کے رنگ بدلتے چہرے کو دیکھا اور مزید انسانیت سے لبریز نظر آنے لگا بلکہ چھلک پڑنے کو ہو گیا۔
''آؤ میرے ساتھ۔'' اس نے خود سے ہی کہا۔
امرحہ کو اسے پہلی نظر میں ہی ناپسند کر چکی تھی لیکن اس کے ساتھ جانے سے خود کو روک نہ سکی۔ وہ آگے چلنے لگا۔ وہ اس کے ساتھ تھوڑا فاصلہ رکھ کر پیچھے چلنے لگی۔ تین، چار راہ داریاں چل کر دو، تین بار سیڑھیاں اتر کر اس نے ایک دروازہ کھول کر کہا۔
''یہ ہے بیک ڈور، تم یہاں سے جا سکتی ہو۔''
''شکریہ......'' وہ تیزی سے آگے بڑھی اور دروازے کے پار ہو گئی۔
لیکن وہ تو......وہ تو باہر کا راستہ ہی نہیں تھا۔ فوری صدمے کے زیرِ اثر آنے سے پہلے اس نے دیکھا کہ وہ ایک چھوٹا سا کم روشنی والا کمرہ ہے جو مختلف چیزوں سے اٹا پڑا تھا۔ اس کے پیروں کے پاس بہت سی خالی بوتلیں پڑی تھیں اور وہاں چند قدم کھڑے ہونے کے علاوہ کوئی جگہ نہیں تھی۔ بدبو کے بھبکے دم گھونٹ رہے تھے۔
دروازہ دھڑ سے بند ہوا۔ پھر فوری لاک ہوا اور چلا کر اس نے جو اسے باہر کا راستہ دکھانے لایا تھا کہا۔
''اب یہاں کئی بھیڑیے آئیں گے تمہاری گردن دبوچنے۔''
دور اوپر ڈی جے نے انسانی خود ساختہ چیخوں کے ساتھ ایک دوسرے میوزک کو مکس کر کے چلایا۔ ہارٹ راک کیفے کا ڈانس فلور اپنے عروج پر آ گیا۔ امرحہ کی چیخ اس عروج میں دب گئی۔
یہ کیا ہو گیا......اور کیسے......
اگر کوئی اس وقت اس کی شکل دیکھ لیتا تو جان جاتا کہ موت سے بھی زیادہ دہشت ناک اگر کوئی چیز تھی تو وہ اس وقت اس کی شکل پر چھائے خوف کے علاوہ کوئی اور نہیں تھی۔ بارودِ اندھیار نے اس کی آنکھوں میں گھس کر جلنا شروع کیا۔ اسے نظر آنا بند ہو گیا تیز سیٹی کی آواز اس کے دونوں کانوں سے سر کے اندر گھس کر دردناک انداز سے گونجنے لگی۔ جنبش اس پر محال ہوئی، اور اس کا وجدان خطرے کا گھنٹا بنا ٹن ٹن بجنے لگا۔
جس کھوپڑی کو بارٹینڈر کے بازو پر بنے بھیڑیے نے منہ میں دبوچ رکھا تھا۔ وہ وہی کھوپڑی بن گئی۔ مردہ......شکار کی گئی......شکار ہو چکی۔
اس نے سر کو جھٹکا دیا۔ اسے کچھ نظر کیوں نہیں آ رہا تھا۔ دماغ سوچ کیوں نہیں رہا تھا۔ اس نے سر کو مسلسل دو، تین جھٹکے دیے۔ اسے دھندلا دھندلا نظر آنے لگا تھا۔ سر کو جھٹکے دینے سے اس کے سر میں ٹیس سی اٹھی اور وہ دیوار کا سہارا لے کر لڑکھڑاتی ہوئی بوتلوں کے ڈھیر پر بیٹھ گئی۔ ٹھنڈ میں بھی وہ پسینے سے بھیگ چکی تھی......اتنی سی دیر میں ہی۔
اس کا ہاتھ کراس بیگ پر لگا۔ اس کا بیگ اس کے ساتھ تھا۔ اس کے پاس فون تھا۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے فون نکالا۔
وہ ویرا کو فون کرنے لگی بیل جا رہی تھی۔ بیل جاتی رہی لیکن اس نے فون نہیں اٹھایا اس نے میسج لکھنے کی کوشش کی لیکن

اس کی انگلیوں کی کپکپاہٹ نے اسے ایسا نہیں کرنے دیا۔ وہ سادھنا کو فون نہیں کرنا چاہتی تھی کیونکہ وہ پولیس کو فون کر دیتی اور وہ پاکستانی لڑکی پولیس سے بہت خوفزدہ تھی کہ یوں بدنامی ہوگی اور بہت زیادہ ہوگی۔ ان کے علاوہ اس کے پاس صرف چندا ور دوسرے لوگوں کے نمبرز تھے۔ وہ اپنی فون بک چیک کرنے لگی اور عالیان پر آ کر رک گئی۔

وہ ایک کلب کے کسی تہہ خانے میں بند کر دی گئی تھی اور خوف سے کانپ رہی تھی۔ فون کال کے بٹن کو پش کرنے کے لئے اس نے اپنے جسم کی تھرتھراہٹ کو قابو میں کیا۔

''ہیلو عالیان...... میں...... امرحہ...... مجھے کسی نے یہاں بند کر دیا ہے۔'' اپنے رونے پر قابو پاتے اس نے بہت دیر لگا کر جملہ مکمل کیا۔

''ٹھیک ہے، تم ابھی وہیں رہو بے بی، کونے میں خالی بوتلوں کے کریٹس کے پیچھے واڈکا رکھی ہے۔ تم اسے پی سکتی ہو۔ پولیس کو فون کرنے کی حماقت ہرگز نہ کرنا، ورنہ تمہاری ڈیڈ باڈی بھی ان کے ہاتھ نہیں آئے گی۔ اور ہاں مجھے عالیان نہیں کارل کہتے ہیں......''

''کارل......''

امرحہ کے ہاتھ سے فون گر گیا اور اس کی بیٹری نکل کر دور جا گری۔ عالیان کے فون پر وہی تھا اسے یہاں بند کرنے والا...... باریک اعصاب نچوڑ دینے والی خوف کی لہر نے اس کے وجود کا احاطہ کیا۔ اب اس کے پاس ایک ہی حل تھا کہ وہ پولیس کو فون کرے۔ عالیان، ویرا اور وہ لڑکا کون تھے۔ اس سوال کے بارے میں سوچتے ہی اس کی جان پیروں کی انگلیوں میں آنے لگی تھی۔ ویرا اسے بہانے سے لائی تھی، پر کیوں...... ایسے اسے بند کرنے کے لئے...... وہ اس کے ساتھ کیا کرنا چاہتے تھے اور عالیان...... یہ سب کیا تھا...... وہ سب کیا کر رہے تھے اس کے ساتھ اور کیوں۔

کپکپاتے ہاتھوں سے اس نے بیٹری کو فون میں ڈالا اور فون ہاتھ میں لے کر بیٹھ گئی۔ اگر پولیس آئے گی...... اس کلب میں سے اسے برآمد کرے گی تو یہ خبر اخبارات تک بھی جائے گی۔ یونیورسٹی کے ایک ایک اسٹوڈنٹ کو معلوم ہو جائے گا۔ وہ تماشا بن جائے گی، دادا کو معلوم ہو گا وہ اسے واپس بلا لیں گے، وہ پڑھ نہیں سکے گی، سہانا سپنا بس ٹوٹ جائے گا، بلکہ ٹوٹ ہی گیا۔

فون کو ہاتھ میں پکڑ کر گھٹنوں کو جوڑ کر وہ رونے لگی۔ مانچسٹر میں پہلی بار پوری شدت سے...... روتی رہی...... روتی رہی...... اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ پولیس کو فون کرے اور بعد کا سوچ کر وہ رو رہی تھی۔ ایسے پردیس میں...... کسی کلب میں بند کئے جانے پر...... اپنی کم عقلی پر...... اتنی دور پردیس میں پڑھنے والی اب تک باہر جانے کے...... اندر آنے کے راستے ہی ٹھیک سے یاد نہیں کر سکی۔

گھر سے باہر نکلنے کے لئے صرف وہ جوتے ہی ضروری نہیں ہوتے جو پہن کر باہر جایا جاتا ہے۔ وہ ہوش مندی اور پھرتی بھی ضروری ہوتی ہے جو گرنے نہ دے۔ چوٹ تو ہرگز نہ لگنے دے۔ اسٹور میں پھیلی بدبو اسے پاگل کئے دے رہی تھی۔

''اے خدا میری مدد کرو کسی کو بھیجو میرے لئے۔''

وہ دعا کر رہی تھی، ساتھ ساتھ ویرا کو فون کر رہی تھی کہ ایک دم سے دروازہ کھلا...... اور سامنے خدا کی بھیجی مدد کھڑی تھی۔

''عالیان''۔

''امرحہ!'' اس نے ابھی یہ کہا ہی تھا کہ وہ تیزی سے اٹھ کر، اسے دھکا دے کر پیچھے ہٹاتی بھاگ کر باہر نکلی اور اوپر آئی۔ کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے مسکراتے ہوئے اس منحوس انسان کو اس نے تیزی سے بھاگتے ہوئے دیکھا اور لوگوں کے ساتھ ٹکراتی، گرتی پڑتی ہارٹ راک سے باہر نکلی۔

''امرحہ! بات سنو'' عالیان تیزی سے اس کے پیچھے بھاگتا ہوا آ رہا تھا۔ اسے آوازیں دے رہا تھا لیکن وہ رکی نہیں، کیوں رکتی۔

''کہاں جا رہی ہو؟ میری بات سنو۔''

اس نے ایک دم سے لپک کر اس کا بازو تھام لیا۔ امرحہ پر جیسے کسی نے جلتا ہوا تیل انڈیل دیا۔ اس نے اپنے بازو کو جھٹکے سے اس سے چھڑوا کر اس کے منہ پر ایک تھپڑ دے مارا۔ دی پرنٹ ورک کی معروف ترین راہ گزر پر کھڑے ہو کر، کم سے کم پچاس یونیورسٹی اسٹوڈنٹس کو گواہ بنا کر۔

''تم تینوں نے مل کر مجھ سے جو گھٹیا مذاق کیا ہے یہ اس کے لئے۔''

اس نے تھپڑ کی طرف اشارہ کیا اور اسے طیش سے گھورتی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ سڑک پر آ کر اپنے لئے ٹیکسی دیکھنے لگی۔ غصے سے اس کا خون کھول رہا تھا۔ دکھ سے اس کی آنکھیں دھواں دھواں ہو رہی تھیں۔ ویرا، عالیان کی کلاس فیلو تھی اور وہ تیسرا بھی ان کا کوئی کلاس فیلو ہوگا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ یہ سب کیوں کیا گیا۔ اسے یہ معلوم تھا کہ اس کے ساتھ کر دیا گیا......بس......

اس نے ٹیکسی روکی اور اس میں بیٹھنے ہی لگی تھی کہ عالیان نے اپنے پیر کو ٹیکسی کے دروازے میں پھنسا لیا۔

''میری بات سن کر جاؤ امرحہ!'' اس نے تحمل سے کہا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

امرحہ نے منہ پھیر لیا اور سختی سے اس کے پیر کو پرے کر کے دروازہ بند کر دیا اور ڈرائیور کو چلنے کے لئے کہا۔

وہ گھر پہنچی تو عالیان پہلے سے ہی دروازے پر موجود تھا۔

''میری بات سن لو امرحہ......شور مت کرنا، ماما سنیں گی تو انہیں دکھ ہوگا۔''

''ہاں ہوگا دکھ انہیں کہ ان کے بیٹے نے کیا شاندار حرکت کی ہے۔''

''انہیں دکھ ہوگا کہ تم نے مجھے تھپڑ مارا......ساری دنیا بھی گواہ بن کر آ جائے گی تو وہ کبھی یہ نہیں مانیں گی کہ میں نے کچھ بُرا کیا ہے۔''

''اچھا، دھول جھونک رہے ہو، پھر اُن کی آنکھوں میں......'' اسے پرے دھکیلتی وہ اندر جانے لگی۔ وہ ان میں سے کسی کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔

''انسان زندگی میں اس وقت زیادہ تکلیف اٹھاتا ہے جب وہ حقیقت جانے بغیر خود کو اندھا کر لیتا ہے......اور اپنے اس اندھے پن کا علاج بھی نہیں کروانا چاہتا۔'' عالیان اپنے چوڑے مضبوط جثے سے اس کا راستہ روکے کھڑا کہہ رہا تھا

''کیا کہنا چاہتے ہو مجھ سے اب؟'' وہ چلائی۔

''وہ کارل تھا......تمہیں کیسے بتاؤں اس کے بارے میں، بس وہ ایسا ہی ہے امرحہ۔ وہ کچن میں میرے پاس آیا اور میرا فون مانگا اور دو منٹ بعد اس نے مجھے بتایا کہ اس نے تمہیں اسٹور میں لاک کیا ہے۔ اس سے تفصیل جانے بغیر میں جلدی سے تمہارے پاس آیا، کیونکہ میں جانتا تھا تم کتنی جلدی پریشان ہو جاتی ہو۔ اس سب میں میرا قصور کہاں ہے امرحہ؟''

امرحہ کے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ ''تم لوگ کس قدر ظالم ہو......''

''میں ظالم نہیں ہوں امرحہ......تم مجھے ایک اور تھپڑ مار سکتی ہو لیکن تم ایسے روؤ نہیں......میں کارل سے نپٹ لوں گا۔''

امرحہ نے بیگ سے چابی نکال کر دروازہ کھولا اور ہتھیلی کی پشت سے آنکھیں صاف کرتی اندر چلی گئی۔

عالیان باہر ہی کھڑا رہ گیا۔ جب دو گھنٹے بعد امرحہ کے کمرے کی بتی گل ہو گئی تو وہ چلا گیا۔ وہ کارل کے پاس جا رہا تھا۔ اسے ایک گھونسا مارنے۔

O......ڡ......O

باب

ہارٹ راک کیفے کے ڈانسنگ فلور پر جب میوزک اپنے عروج پر تھا اور سب ڈانس کرتے کرتے پاگل سے ہو رہے تھے اس وقت جا کر اس نے کارل نامی لڑکے کے منہ پر زوردار گھونسا مارا...... وہ لڑکھڑا کر گرا اور ہنستے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''اس نے میرے ڈیڈیز کو برا کہا تھا۔'' کارل نے اپنے ٹیٹو کی طرف اشارہ کیا۔

''اس سے دور رہنا کارل۔'' عالیان کی آنکھیں اور سرخ ہو گئیں۔

''تمہاری گرل فرینڈ ہے وہ۔'' آنکھ مار کر کہا۔

''وہ میری دوست ہے۔''

''دوستیں تو تمہاری اور بھی بہت ہیں۔ یہ کون سی دوست ہے جس کے لیے تم نے مجھے گھونسا مارا ہے، سنا ہے اس نے بھی تمہیں تھپڑ مارا ہے......''

''اسے ہمارے یہاں کے ماحول کی عادت نہیں ہے...... وہ ڈر جاتی ہے۔''

''او واؤ...... اسٹوڈنٹ پارٹی میں اسے ڈرتے میں نے بھی دیکھا تھا۔ کمال کا ڈرتی ہے وہ۔ بہت مزا آتا ہے اسے ڈرانے میں۔ جب میں دروازہ بند کر رہا تھا تو اس کی شکل دیکھنے لائق تھی۔ پچھلے دنوں میں کچھ اتنا مصروف رہا کہ اس فریشر کو وقت ہی نہیں دے سکا۔ آج وہ خود ہی آ گئی میرا وقت لینے۔ اس کا آنا مجھے اچھا لگا۔ کاش میں اسٹور میں اسے کچھ دیر اور بند رکھ سکتا، کاش......''

''بس کہا نا اس سے دور رہنا۔'' اسے وہیں چھوڑ کر عالیان واپس کچن میں گیا۔ وہ کچن کا ہیڈ تھا۔ امرحہ کے پیچھے گھر تک جاتے ہوئے اس نے اپنے مینجر کو فون کر کے بتا دیا تھا کہ وہ ضروری کام سے جا رہا ہے۔ ایک، دو گھنٹے میں واپس آ جائے گا۔

لیعنی اس سے اور قریب ہو جانا۔'' کارل قہقہہ لگا کر ہنسا اسے آج تک کسی کو تنگ کرنے میں شاید ہی اتنا مزا آیا ہو گا جتنا امرحہ کو سٹور میں لاک کرنے میں آیا تھا۔

کارل بھی اسی ادارے میں رہا تھا جس میں عالیان نے پرورش پائی تھی۔ وہ اچھے دوست بھی تھے اور اچھے دشمن بھی۔ ابتدا کارل نے کی تھی۔ اس نے ادارے میں موجود ایک دوسرے لڑکے کے سوتے میں ہاتھ پاؤں باندھ دیئے تھے اور منہ پر کپڑا لپیٹ دیا تھا۔ لڑکا بے ہوش ہو گیا تھا۔ جب اس سلسلے کی تفتیش کی گئی تو کارل نے معصومیت سے ہاتھ عالیان کی طرف اٹھا کر کہا۔

''اس نے کیا ہے یہ، میں نے خود اسے یہ کرتے دیکھا تھا۔''

عالیان اس کا منہ دیکھتا رہ گیا اور سزا کے طور پر اسے پورا ایک مہینہ ایک وقت کا کھانا ملتا رہا۔

پھر عالیان نے کارل کے ذمے جو لانڈری ہوا کرتی تھی۔ اس میں کافی کا گاڑھا محلول، سیاہی اور ببل گم چبا کر

ڈال دی۔ اسے مزید کچھ بھی کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی۔ سب جانتے تھے کارل ہر وقت ببل کھایا کرتا ہے۔

عالیان کارل کے پاس جسے بستر کے زمین پر سونے کی سزا ملی تھی گیا اور اسے کہا۔

''حساب برابر ہو گیا نا کارل۔''

کارل نے پوری بتیسی نکال کر دکھائی۔

''بالکل......اور کافی مزا بھی آیا۔''

وہ یہ مزے گاہے بگاہے لیتا رہتا، ہر ایک سے لیتا، سوچ کر ٹھونک کر لیتا۔ وہ کارل تھا اور وہ کچھ بھی کر سکتا تھا، کسی کے ساتھ بھی کر سکتا تھا، کسی بھی وقت کر سکتا تھا۔ بڑی چوٹ دے سکتا تھا، بڑا نقصان کر سکتا تھا۔ آس پاس والوں میں سے کسی کو چھوڑتا ہی نہیں تھا۔ وہ زیادہ فلسفے اور اخلاقیات نہیں پالتا تھا۔ اس کے کارناموں کی فہرست مرتب کرنے کا کام بھی اس کے عتاب سے بچ جانے کی طرح مشکل ہی تھا۔ وہ ایک کارل نام کے علاوہ بھی کئی ناموں سے یونی اور ہال میں جانا جاتا تھا۔ وہ اپنی موجودگی کے علاوہ غیر موجودگی میں بھی یاد کیا جاتا تھا۔ ''جی ہاں سنہری لفظوں میں۔'' گالیوں سے مزین اور بد دعاؤں سے لبالب ''سنہری لفظ''۔

O......❖......O
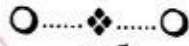
صبح ویرا نے اس کے کمرے میں آتے ہی اس کا لحاف کھینچ کر اتارا اور چونکی۔

''تم رات بھر روتی رہی ہو۔''

''تمہیں اس سے کیا؟'' اس نے پھر سے نم آنکھیں رگڑیں۔

''رونا تمہیں ہر مسئلے کا حل لگتا ہے۔'' ویرا غصے سے بولی۔

ہاں لگتا ہے۔''

''میں نے تم سے صرف مذاق کیا تھا اور تمہیں ہارٹ راک کے اس حصے میں لے جا کر بٹھا دیا تھا۔ ورنہ میرا ارادہ صرف تمہیں ہارٹ راک کو اندر سے دکھانے کا تھا۔ میں صرف تھوڑی سی دیر کے لئے وہاں سے غائب ہوئی تھی۔ وہاں بہت سے ہمارے یونیورسٹی فیلوز تھے۔ ایسی کوئی گھبرانے کی بات تو نہیں تھی۔ میں واپس آئی تو تم وہاں نہیں تھیں۔''

''میں تمہیں فون کر رہی تھی۔''

''معلوم ہے مجھے۔ میں ہنس رہی تھی کہ تم اتنی جلدی گھبرا گئی ہو کہ......''

''میں گھبرا نہیں گئی تھی۔ میں بے حد خوف زدہ ہو چکی تھی کیونکہ میں کلب کے اسٹور میں بند تھی۔''

''کیا کہا تم نے؟'' ویرا کو لگا، وہ مذاق کر رہی ہے۔

''میں کہیں اسٹور میں بند تھی۔ اُس بارٹینڈر نے مجھے لاک کیا تھا۔''

''کارل نے؟'' ویرا بُری طرح سے چونکی۔

''اوہ......تم نے اسے کچھ کہا تھا کیا؟''

''تم جانتی ہو اسے؟'' امرحہ ویرا سے زیادہ چونکی۔

''یونی میں کافی جانا جاتا ہے اسے......اس بارے میں ہم بعد میں بات کریں گے۔ میں نے تمہارے ساتھ مذاق کیا، اس کے لئے میں معذرت چاہتی ہوں لیکن امرحہ! تم وہاں دس منٹ بھی بیٹھی کیوں نہیں رہ سکیں۔ تم اتنی حواس باختہ کیوں ہو جاتی ہو؟''

''کیونکہ میں تم سب جیسی نڈر نہیں ہوں۔'' رندھے گلے کے ساتھ وہ چلائی۔

''تو ہو جاؤ......ہم جیسی ہو جاؤ......تم اتنی بڑی ہو چکی ہو تو اب بڑی بن کیوں نہیں جاتیں۔ تمہیں کیسے اسٹور میں لاک کر دیا گیا؟''

''اتنا تیز میوزک تھا اور وہ سب لوگ......اگر کوئی مجھے وہاں دیکھ لیتا۔ کارل نے دھوکے سے مجھے اسٹور میں بند کر دیا۔'' اس درندے کارل کا نام زبان سے ادا کرتے اس کا دل چاہا اپنی زبان ہی کاٹ ڈالے۔

''تیز میوزک نے تمہارے کانوں کے پردے ہلا ڈالے ہوں گے، تمہاری عقل کے نہیں......تم تحمل کا مظاہرہ بھی کر سکتی تھیں۔''

ویرا ٹھیک کہہ رہی تھی۔ وہ تحمل کا مظاہرہ بھی کر سکتی تھی۔

''میں تمہیں فون کرتی رہی تو تم نے میرا فون نہیں اٹھایا۔''

''میں غصے میں تھی اس لیے اور میں نے عالیان کو تھپڑ بھی مار دیا۔'' اصل بات تو اس نے اب کی تھی۔

ویرا نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا جو بیڈ پر لحاف کے ڈھیر میں دبی بیٹھی تھی۔

''عالیان کہاں سے آ گیا یہاں۔''

''میں نے اسے فون کیا مدد کے لئے اور فون کارل نے اٹھا لیا۔ میں سمجھی دونوں نے مل کر میرے ساتھ یہ کیا ہے۔''

''کتنی ذہین ہو تم امرحہ...... پہلے تم اتنی حواس باختہ ہو گئیں کہ اسٹور میں لاک ہو گئیں، پھر ایک دم سے تمہارا ذہن اتنا کام کرنے لگا کہ تم نے وہاں ساری کہانی سمجھ لی کہ کس نے کیا کیا، کیا ہے۔ بے وقوف کی عقل ہمیشہ نقصان کے بعد حرکت میں آتی ہے...... ہر بار......اب تم عالیان سے معذرت کر لینا...... مجھے تو آج شاپنگ کے لئے جانا ہے، پھر مجھے اپنے ٹور کے لئے کچھ تیاریاں کرنی ہیں۔ کہو تو تمہیں یونی چھوڑ دوں؟''

''میں بس سے چلی جاؤں گی۔'' اس نے اپنے نم گال صاف کیے۔

ہمت کر کے وہ اٹھی۔ تیار ہوئی۔ روئی روئی آنکھوں کے گرد ہلکے میک اپ کی تہہ جمائی اور یونی آ گئی۔ وہ ابھی بھی یہ سوچ کر دہل سی جاتی تھی کہ اگر اسے اسٹور میں لاک کیا جانا صرف ایک مذاق یا صرف اسے تنگ کیا جانا نہ ہوتا تو؟

یہ اتفاق تھا یا وہ شخص اس کے پیچھے ہی تھا کہ یونی میں داخل ہوتے ہی اس نے کارل کو اپنے ساتھ چلتے ہوئے پایا۔

''گڈ مارننگ جنگل کوئین!''

امرحہ نے اسے مکمل نظر انداز کیا اور بزنس اسکول کی طرف چلنے لگی۔

''مجھے افسوس ہے کہ میں تمہیں زیادہ دیر تک اسٹور میں نہیں رکھ سکا۔ مجھے خدشہ تھا کہ تم پولیس کو فون کر دو گی، مجھے میری جاب کی پروا نہ ہوتی تو میں پولیس کو بھی وہاں آنے دیتا......اچھے لگتے ہیں ایسے مناظر مجھے......''

امرحہ کو افسوس ہوا اسے فون کر لینا چاہئے تھا۔

''ویسے تم کر بھی لیتیں تو تم کبھی یہ ثابت نہیں کر سکتی تھیں کہ میں تمہیں وہاں تک لے گیا تھا بلکہ الٹا میں تم پر یہ الزام ثابت کر سکتا تھا کہ تم چوری کی غرض سے وہاں گئیں اور انجانے میں لاک ہو گئیں۔'' اس نے اتنے پیارے انداز سے یہ کہا کہ امرحہ نے آنکھوں میں چنگاریاں سمو کر اسے دیکھا کہ جل مرے وہ، لیکن وہ فائر پروف تھا یقیناً۔

عالیان تیزی سے اس کے پاس آیا تو کارل سیٹی بجاتا ہوا کھسک گیا۔

''کارل کیا کہہ رہا تھا تم سے؟''

''میں نے سننا مناسب نہیں سمجھا۔''

''وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، بے فکر رہو...... وہ تھوڑا شرارتی ہے۔ یونی کا کوئی اسٹوڈنٹ کبھی کوئی ایسی حرکت نہیں کرتا کہ اسے یونی سے نکال دیا جائے۔''

''مجھے اس کے بارے میں بات نہیں کرنی۔ میں نے آج تک کبھی کسی کو ایسے ہٹ نہیں کیا۔'' ہمت کر کے اس نے جلدی سے کہہ دیا۔

''مطلب وہ خوش نصیب صرف میں ہی ہوں۔''

''میں تم سے شرمندہ ہوں۔''

عالیان نے اس کی سرخی مائل آنکھوں کی طرف دیکھا۔ وہ جب جب ان آنکھوں کی طرف دیکھتا تھا اسے لگتا تھا کہ جیسے بس ابھی ان میں سے آنسوؤں کا دریا نکلے گا اور سب بھیگ جائے گا۔

''تم شرمندہ نظر تو نہیں آ رہیں۔''

''کیسے نظر آیا جاتا ہے شرمندہ؟'' یعنی معافی بھی وہ مانگنے آئی تھی اور غصہ بھی وہی کر رہی تھی۔

''ویل...... ایسے تو نہیں جیسے تم ہو۔''

''ٹھیک ہے، میں جا رہی ہوں۔'' وہ معافی مانگنے آئی تھی تو بدلے میں یہ سننے آئی تھی کہ ''کوئی بات نہیں، غلط فہمی ہو جاتی ہے، غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے، وغیرہ وغیرہ...... لیکن وہ تو......''

''تم اتنی جلدی جلدی ناراض کیوں ہوتی ہو؟''

وہ خاموش رہی۔

''اچھا ٹھہرو...... ادھر مجھے دیکھو، تمہیں معذرت کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔''

وہ اسے دیکھنے لگی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں، منہ میں کچھ بڑبڑانے لگا۔ پھر آنکھیں کھولیں، پین پر پھونک ماری اور پین کو جادو کی چھڑی کی طرح گول گول گھما دیا۔

''یہ کیا ہے؟'' امرحہ نے اس کے بچکانہ انداز پر ہنس بھی نہ سکی۔

''جادو...... اب پھر سے سب پہلے جیسا ہو گیا ہے۔ میں نے وقت پر اپنا جادو چلا دیا ہے۔ میں نے کل کی رات کو ہماری زندگی میں سے نکال دیا ہے۔ اب سب ٹھیک ہے، سب ٹھیک ہی رہے گا۔''

اب امرحہ کو ہنسی آ گئی۔ ''تم سب اتنے عجیب و غریب کیوں ہو؟''

''اور تم اتنی سمجھ دار کیوں ہو؟'' اس نے ہاتھ میں پکڑے جادو کے پین کو اپنی ناک پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہم سب بادام کھاتے ہیں نا۔ ہم سب سمجھدار، عقل مند، فہم والے انسان ہیں۔'' کیا اتراہٹ تھی امرحہ کی۔

''ہم سب بلیاں اور چوہے کھاتے ہیں، اسی لئے اتنے عجیب و غریب ہیں۔''

''بلی، چوہے...... آخ......'' امرحہ اپنی اتراہٹ جھٹ بھول گئی۔ عالیان نے خواہش کی کہ کاش اس کے ہاتھ میں پکڑا پین واقعی جادو کا ہوتا، وہ اس لمحے ''آخ'' کو یہیں روک لیتا۔ امرحہ کو جامد کر دے۔ پھر اس کی ناک کو پکڑ کر دائیں بائیں کرے اور کرتا ہی رہے۔ کاش یہ جادو اس کے ہاتھ آ جائے۔

''پھر سے کرنا۔'' وہ پھر سے یہ فرمائش کیے بنا رہ نہیں سکا۔

''کیا......''

''وہی جو بلی، چوہے کے نام پر کیا ہے۔''

''اُف! تم سب پاگل ہو۔'' کہتے امرحہ جانے لگی۔

''تم نے کبھی کسی کو چیلنج کیا ہے؟'' وہ بھاگ کر اس کے پیچھے آیا
''نہیں۔'' وہ رک گئی۔
''میں تمہیں کروں؟'' وہ گفتگو کو لمبا کر رہا تھا یا وقت کو۔
امرحہ نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا۔ ''کیا چاہتے ہو تم؟''
''Do or Die'' اس کی آنکھیں ایسی شرارت سے سکڑ گئیں جیسے اس خیال سے محظوظ ہوتی ہوں کہ مرنا مرانا تو ہو چکا اب آگے کی سوچو۔
''اب یہ کون سا نیا پاگل پن ہے۔''
''ہم سب دوست کرتے ہیں...... سارا مانچسٹر کرتا ہے۔''
''سب باؤلے ہو گیا؟'' امرحہ کھی کھی کرنے لگی۔
''باول...... ے......؟ ویسے تم چاہو تو میں تمہیں کوئی آسان سا ٹاسک دے سکتا ہوں...... سوئمنگ، رننگ، سائیکلنگ کچھ بھی اور شطرنج بھی۔''
''ویسے تم ہمیشہ ایسی باتیں کرتے ہو؟'' امرحہ کی کھی کھی قہقہے میں بدل گئی۔
''اچھی ہیں نا میری باتیں...... ویسے تم ڈر رہی ہو؟ ہے نا۔''
''تم بے وقوف ہو۔'' امرحہ استہزائیہ ہنسی۔
''تم خوف زدہ ہو۔'' وہ بھی استہزائیہ ہی ہنسا۔
''پہلے اپنا علاج کرواؤ۔'' اس نے انگلی اٹھا کر اس کے سر یعنی دماغ کی طرف اشارہ کیا۔
''اور تم اپنا بھی...... ڈر کا کوئی علاج نہیں۔''
''میں اوٹ پٹانگ حرکتیں نہیں کرتی۔'' اسے ڈر والا طنز برا لگا۔
''ایسے لوگ خوف کو کوئی نام دے دیتے ہیں۔'' اب اسے مزا آ رہا تھا۔
''تم بہت زیادہ سنکی ہو۔'' وہ چلنے لگی، مطلب جاؤ۔
''وہ دوسروں کو الزام دیتے ہیں؟'' وہ اس کے ساتھ چلنے لگا، مطلب نہیں۔
''اوہ خدایا! تم لوگ...... تمہاری تیز مرچ جیسی زبان......''
''انہیں جلدی غصہ آ جاتا ہے۔'' وہ باز آنے والا نہیں تھا۔
''خدا کے لئے بس کر دو۔''
''وہ واسطے دینے پر آ جاتے ہیں۔''
''کیا چیلنج ہے تمہارا؟''
''پکا۔''
''وہ جلدی پھیل جاتے ہیں۔'' امرحہ کا قہقہہ بلند بانگ تھا۔
''عالیان کا جادو کا چین آخر کام کیوں نہیں کرتا۔''
''یہ سوئمنگ، سائیکلنگ، وغیرہ مجھے نہیں آتی، تم کچھ اور کہو۔''
''یعنی آسان سا؟'' اب وہ اسے چڑا رہا تھا۔
''جو مجھے آتا ہو اور میں کر سکوں۔''
''یہاں قریب ہی Dog Bowl ہے۔''

''مجھے نہیں کرنا کچھ کتوں وغیرہ کے ساتھ۔''
''وہاں کتے نہیں ہیں، ایک گیند ہے، بوتل ہے، تمہیں گیند سے بوتلوں کو گرانا ہوگا.....تم تین بار پریکٹس کرسکتی ہو، پھر تمہیں گیند سے ساری بوتلوں کو گرانا ہوگا۔ ویسے میں نے لائف میں اتنا آسان چیلنج کسی کو نہیں دیا۔تم مشرق سے ہو تو۔''
امرحہ سوچنے لگی۔''ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔ مشرق والے سب کر سکتے ہیں، سمجھے؟''
''سمجھ جاؤں گا...روی ٹائیگر کو ساتھ لاؤ گی۔''
''بالکل، بلکہ ضرور ہی۔''
''ٹھہرو ذرا..... پہلے یہ بتاؤ وہ کن دنوں میں بیمار ہوتی ہے۔ سیزن کیا ہیں اس کے لاچار ہونے کے؟''
''وہ ہمیشہ چاق و چوبند رہتی ہے۔''
''اسے ضروری کام کب کب ہوتے ہیں۔''
''میرے لئے وہ ہمیشہ فارغ رہتی ہے۔''
''تم دونوں میں کیٹ فائٹ کب کب ہوتی ہے۔''
''ہم میں بہت اچھی ذہنی ہم آہنگی ہے۔ وہ ایک اچھی لڑکی ہے۔''
''وہ کب تک بری بن جائے گی۔''
''اُف.....''
''اچھا.....اچھا.....آ جانا دونوں۔''
لیکن ویرا اس کے ساتھ نہیں آسکی۔ اسے نیوز پیپر کے آفس جانا تھا لیکن اس نے امرحہ کو بڑی دیر لگا کر یہ سمجھا دیا تھا کہ گیند کو کس طرح سے ہاتھ میں پکڑنا ہے اور کیسے تکنیک سے پھینکنا ہے۔
Dog Bowl میں یونیورسٹی اسٹوڈنٹس کا کافی رش تھا۔ امرحہ نے اپنی پریکٹس شروع کی۔ اس نے کبھی یہ کھیل نہیں کھیلا تھا۔ گیند اسے ضرورت سے زیادہ وزنی لگی۔ ویرا ٹھیک کہتی ہے۔ ایک انسان میں اتنی طاقت ہونی چاہئے کہ وہ ایک عام وزن کے انسان کو اٹھا کر پھینک سکے اور اس سے گیند نہیں اٹھائی جا رہی تھی، پاکستان میں انہیں ایک صوفہ یا ایسی ہی کوئی عام سی چیز اِدھر سے اُدھر کرنی پڑ جاتی تو دو، تین لوگ مل کر یہ سب کرتے اور پھر ایسے ہانپنے لگتے جیسے کسی ہاتھی کو گھسیٹتے رہے ہوں۔
پہلی کوشش میں اس کی گیند ایک بھی بوتل نہیں گرا سکی اور بوتلوں سے دور لین کے درمیان میں ہی کنارے پر جا کر رُک گئی۔ دوسری کوشش میں اس نے کامیابی سے دو بوتلیں گرالیں اور تیسری میں پھر سے ایک بھی نہیں۔
''یہ تمہاری آخری کوشش ہے۔'' عالیان نے ہنسی کو چھپا کر کہا۔
امرحہ نے اس کی ہنسی دیکھ لی تھی اور وہ چڑ گئی۔ اس بار اس نے گیند کو ایسے پکڑا جیسے میدانِ جنگ میں سپہ سالار بازی مات یا ہاتھ کے تحت تلوار کو بلند کرتا ہے اور پوری قوت سے وار کرتا ہے۔ امرحہ نے مکمل توجہ سے اپنی پوری قوت سے گیند کو پھینکا اور گیند لڑکھڑاتی ہوئی گئی...اور...اور.....
اور پھر وہ ایسے چلائی کہ آس پاس موجود بہت سارے لوگ اس کی طرف دیکھنے لگے۔ بھلے سے دیکھتے رہیں، وہ چلاتی ہی رہی۔ ساری بوتلیں، چت ہو چکی تھیں۔ مشرقی لڑکی امرحہ جیت چکی تھی۔
''تم نے تو کہا تھا تم نے یہ کھیل پہلے کبھی نہیں کھیلا؟'' وہ اپنی افسردگی چھپانے کی کوشش کرنے لگا، ناکام رہا۔
''بے شک یہ پہلی بار ہے۔''
''تم نے کسی پروفیشنل کی طرح گیند پھینکی..... پہلے تم مجھے دکھانے کے لئے گیند کو ایسے ہی لڑکھڑاتی رہی ہونا۔''

"قسمت ساتھ ہو تو کوئی بازی مات نہیں ہوتی۔" اس نے ایسے کہا جیسے اس نے فیفا ورلڈ کپ کی ٹرافی جیت لی ہو۔

"تم جھوٹ بول رہی ہو۔" بھوری آنکھوں کی بھنویں تن گئیں۔

"پھر سب جھوٹ لگنے لگتا ہے۔" کالی آنکھیں جگمگ کرنے لگیں۔

"تم ایک بار پھر کرو۔"

"پھر ہارنے والے بہانے بناتے ہیں۔"

"تم نے ضرور چیٹنگ کی ہے۔"

"پھر وہ فاؤل فاؤل چلاتے ہیں۔"

"تم......"

"میں......"

"تم......"

"میں ونر ہوں...... یعنی مجھے جیت جانے والے کہا جاتا ہے۔"

"تم نے میرا نقصان کر دیا۔ مجھے یقین تھا، تم ہار جاؤ گی، پھر میں تمہیں سزا دیتا۔" کتنا رحم دل انسان تھا۔ وہ اسے سزا دینے کے چکر میں تھا۔

"کیسی سزا؟"

"میں تمہیں باتیں سناتا؟"

"باتیں...... یہ کیسی سزا ہے؟"

"یہ سزا سننے والے کے لئے ہوتی ہے بولنے والے کے لئے نہیں۔ تمہیں سب سننا پڑتا۔ وہ رومن اکھاڑے کے قصے ہوتے یا اسکول کے دنوں کی سزائیں...... ونڈو شاپنگ کی فضول تفصیلات ہوتیں یا سب ویز میں ملنے والے ہپیوں کی عجیب و غریب حرکتیں...... بولنے والے کا جب تک جی چاہے گا وہ بولے گا...... سارا دن...... رات...... اگلا دن...... اگلی رات...... سننے والے کو سننا ہوگا...... بولنے والے پر کم ہی قسمت اتنی مہربان ہوتی ہے تاکہ اسے ایسا سننے والا کوئی ملے؟"

"اتنی دیر تک بولتے رہنے والا پاگل ہی ہوگا۔"

"مجھے ہونا تھا نا پاگل۔" اس کا شاید واقعی میں بڑا نقصان ہو چکا تھا۔

"اس سب کو چھوڑو...... یعنی اب مجھے تمہیں چیلنج دینا ہے۔ کوئی سزا...... ہے نا۔"

"ہاں...... ایسا کرو مجھے کہہ دو کہ میں ابھی یہاں گھٹنوں کے بل جھک جاؤں۔"

"اتنی معمولی سزا......؟ میں کیوں کہوں یہ تم سے......؟"

"یہ معمولی نہیں ہے...... ہرگز نہیں...... ایسے نہ کہو۔" وہ اس قیمتی پتھر کی طرح دہائی دینے لگا جس کی جوہری نے بہت کم قیمت لگا دی ہو۔

امرحہ گہری سوچ میں چلی۔ "تم ایک ہفتے تک اپنی کلاسز اٹینڈ نہیں کرو گے۔"

"تم چاہتی ہو میں آج رات ہی خودکشی کر لوں؟"

"تو تم مرنا چاہتے ہو......؟"

"میں مر جاؤں گا اپنی کلاسز نہیں چھوڑوں گا...... کچھ اور کہو......"

وہ دونوں Dog Bowl سے باہر آ چکے تھے اور سڑک کے کنارے چل رہے تھے۔
''تم سسٹرا یگزامز نہیں دو گے؟''
''یعنی تم ہر صورت یہی چاہتی ہو کہ میں خود کشی کر لوں۔''
''میں نے تمہارا چیلنج پورا کیا۔ تمہیں بھی کرنا چاہئے......''
''کہا تو ہے کر لوں گا خود کشی...... اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا......؟''
دونوں مین روڈ پر آ چکے تھے اور سڑک کے کنارے چل رہے تھے۔ سڑک پر کافی رش تھا۔ زیادہ یونیورسٹی اسٹوڈنٹس کا ہی ہجوم تھا۔
''اچھا کچھ اور کہو۔''
امرحہ نے سڑک کی طرف دیکھا جہاں وہ کھڑے تھے، اس سے چند قدم آگے زیبرا کراسنگ تھی جو کافی طویل تھی۔ وہ دونوں بھی اشارہ بند ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔
''تمہیں بہت شوق ہے نا بندر کی طرح چھلانگیں لگانے کا...... تو تمہیں اس کراسنگ کو ہاتھوں کے بل قلابازیاں لگا کر کراس کرنا ہے۔''
''پہلی فرصت میں اپنے دماغ کا علاج کراؤ امرحہ۔'' کہہ کون رہا تھا جس کا اپنا علاج ہونے والا تھا۔
''اب تم ڈر کر پیچھے کیوں ہٹ رہے ہو، پاکستان میں میری دوست نے بھی ایک بار ایسے ہی کیا تھا۔ میں نے دو سو ایک گول گپے کھائے اور میں جیت گئی۔ بدلے میں، میں نے اسے بس اتنا ہی کہا کہ اسے صرف پانچ منٹ تک اپنے ڈیڈی کی کار چلانی ہے۔''
''اس میں کیا مشکل تھا...... یہ تو بہت آسان ہے...... تم نے اسے آسان ٹاسک دے دیا تھا۔''
''وہ کار چلانا نہیں جانتی تھی......''
''آں...... او...... واؤ کس ماڈل کی کار تھی؟''
''یہ تم لڑکے کار کے نام پر ماڈل پوچھنے کیوں بیٹھ جاتے ہو...... وہ ایک کار تھی...... بس...... ایک کار......''
''یہ تم لڑکیاں گاڑیوں کے ماڈلز پر دھیان کیوں نہیں دیتیں...... اینی وے پھر......؟''
''وہ صرف چار منٹ کار چلا سکی...... اگلے پانچ مہینے کار ورکشاپ میں رہی اور اس پر پورے پچاس ہزار لگے...... اور...... بس......''
''بس......؟'' عالیان نے ایسے پوچھا جیسے کہہ رہا ہو اتنے سب پر بھی ایسے بس کہہ رہی ہو۔
''ہاں...... اور...... اور...... میرا داخلہ ان کے گھر بند...... بس......''
''تمہارا داخلہ بند۔'' اس نے گردن کو ہلکا سا خم دے کر ہنسی کو ہونٹوں کے پیچھے روک کر پوچھا۔ اگر اسے بے تحاشا ہنسی آ رہی تھی تو اسے کھل کر ہنس لینا چاہئے تھا کیونکہ وہ بری طرح سے ناکام ہوتا نظر آ رہا تھا اپنی ہنسی کو قابو میں رکھنے میں۔ اس نے امرحہ سے اپنا رخ پھیر لیا اب وہ اس کوشش میں تھا کہ وہ اتنی بُری طرح سے نہ ہنسے کہ امرحہ برا مان جائے لیکن ساری کوشش بیکار گئی۔ اس نے سر کو اٹھایا مانچسٹر کے کھلے آسمان کو دیکھا جس کے پیچھے وہ دونوں کھڑے تھے اور خود کو بے قابو ہو جانے دیا۔
وہ ایک خوبصورت انسان تھا...... ہنستے ہوئے اچھا لگتا تھا جیسے سب لگا کرتے ہیں...... لیکن ایسے بے قابو ہو کر ہنستے وہ ایک عام نارمل انسان نہیں لگ رہا تھا...... امرحہ نے ہاتھ باندھ لئے اور اسے گھورنے لگی۔
کرس ہیمزورتھ کی شباہت ایسے ہنستے اس میں لک چھپ ہونے لگی، اور وہ یہ دیکھنا بھی بھول گیا کہ کہ کالی پتلیوں والا

آنکھیں اسے خفا ہو کر گھور رہی ہیں...... وہی آنکھیں جنہیں قریب سے دیکھتے وہ اپنی ہی ذات سے بہت دور چلا گیا تھا۔ وہ رف عالیان نہیں رہا تھا......اور اسے اب اکثر یہ یاد کرنا پڑتا تھا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔

ہنستے ہنستے وہ چند قدم آگے چلا جاتا کبھی چند قدم پیچھے...... اپنی آنکھوں کی نمی کو صاف کرتا اور امرحہ کو دیکھ کر کہتا۔

''اور بس......تمہارا داخلہ بند۔''

اس نے ایسا دو تین بار کیا۔ امرحہ شرمندہ سی ہو کر آس پاس دیکھنے لگی۔ اس میں اتنی کوئی ہنسنے کی بات نہیں تھی۔ اس کے لے بال ہلکی ہوا سے اُڑ رہے تھے۔ اس نے غصے سے بالوں کی لٹوں کو پیشانی سے پیچھے کیا اور طیش سے بالوں میں ہاتھ نے لگی۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی، اسے لگ رہا تھا کہ وہ اس کی بے عزتی کر رہا ہے، کیسے پاگلوں کی طرح ہنس رہا ،۔ رونے کے لیے ہر وقت تیار رہنے والی امرحہ نے ایک اور بار رونے کی تیاری کر لی۔

کچھ ہی دیر میں جب بمشکل عالیان خود پر قابو پا سکا تو اس نے امرحہ کے غصے اور رونے پر آمادہ شکل پر غور کیا اور اسی ت امرحہ تیزی سے اس کے آگے الگ سے چلنے لگی۔

''امرحہ......'' عالیان اس کے پیچھے لپکا لیکن وہ جیسے ہوا کے گھوڑے پر سوار تھی۔ تیز تیز چلتی ہی جا رہی تھی۔ وہ سمجھ گیا ، وہ ایسے کیوں جا رہی ہے۔

''امرحہ......! ادھر مجھے دیکھو۔ میں تمہارا چیلنج قبول کرتا ہوں۔''

امرحہ کو اپنے پیچھے تیز چلانے کی آواز آئی اس نے رک کر ذرا سا پلٹ کر دیکھا۔ اشارہ بند ہو چکا تھا......ٹریفک رک ، تھی...... سڑک کو پار کرنے والے سڑک پار کر رہے تھے اور ان میں بزنس اسکول کا اسٹوڈنٹ عالیان مارگریٹ ہاتھوں کو ، پر ٹکانے کی تیاری کر رہا تھا......

امرحہ کو لگا وہ مذاق کر رہا ہے۔ وہ کبھی قلابازی نہیں کھائے گا کیونکہ اس نے مذاق میں کہا تھا۔ اصل میں وہ اسے تیز ج مسالے سے پکے قورمے کی چند پلیٹیں کھلانا چاہتی تھی......اور وہ جانتی تھی وہ ایک پلیٹ سے زیادہ کھا ہی نہیں سکے گا...... ، اپنی زبان کٹوانی پڑ جائے گی لیکن اب وہ قلابازی لگا رہا تھا...... اسے ایسا کرتے سڑک پر سے گزرتے یونیورسٹی ڈنٹس نے بھی دیکھا...... وہ اتنا حیران نہیں تھے...... کیونکہ اتنی بڑی یونیورسٹی اس طرح کے الٹے پلٹے اسٹوڈنٹس سے بھری ، تھی۔

جو منظر اسے اس کی بینائی دکھا رہی تھی اسے اس منظر کی حقیقت پر شک تھا...... کیا یہ سچ ہے؟ یقیناً نہیں...... یقیناً

خوش نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ جن کے مذاق کو کوئی سچ کر دکھاتا ہے اور اس سے بھی زیادہ خوش نصیب وہ لوگ ہوتے جو ایسے لوگ کو پا جاتے ہیں۔

کسی ماہر ایتھلیٹ کی طرح وہ سڑک پار کر چکا تھا اور دوسری طرف کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اس کا سانس پھولا ہوا تھا لیکن راہٹ کسی پھول کی طرح کھلی ہوئی تھی۔

پھول جو دل کی زمین سے پھوٹتا ہے......

اور محبت کے سائے میں دوام پاتا ہے......

انسان دو حالتوں میں اپنی جون بدل لیتا ہے۔ ایک کرب کی حالت میں...... دوسری محبت کی حالت میں......

اور سڑک کے اس پار کھڑا عالیان کرب کی حالت میں تو ہرگز نہیں تھا...... اس کی جون بدل چکی تھی...... اور یہ کام سڑک اس پار مشرق سے آئی، نئی دنیا کو حیرت سے دیکھتی لڑکی نے کیا تھا۔ مانچسٹر کے کھلے آسمان تلے...... دونوں اِس اور اُس ڑے تھے...... فاصلہ تھا...... کم تھا...... زیادہ بھی ہو سکتا تھا۔

O......❖......O

Keep Calm and wait for Christmas''

تو کرسمس سیزن آن تھا۔ وہ موسم جس کا سارا سال انتظار کیا جاتا ہے۔ وہ موسم جسے مسکراہٹوں کا، اطمینان کا، خوشیوں کا اور محبتوں کا موسم کہا جاتا ہے۔ تحائف کا...... سیاحت کا...... اور گھنٹیوں کا بھی......

دنیا بھر کے رنگ برنگے پرندوں سے آباد مانچسٹر خالی ہونے لگا۔ بارہ دسمبر سے تیرہ جنوری تک کے لئے یونی بند تھی۔ وتھ ورک پارک ہال (اسٹوڈنٹس کی رہائش) Oak ہاؤس st Anselm ہال اور آس پاس کی دوسری اسٹوڈنٹس کی رہائش گاہیں خالی ہونے لگیں۔

دوسرے شہروں سے آئے اسٹوڈنٹس اپنے گھروں کو چلے گئے...... دوسرے ملکوں سے آئے کچھ مانچسٹر میں جاب کی وجہ سے رہ گئے، کچھ اپنے دوستوں کے ساتھ ان کے گھروں کو چلے گئے اور کچھ دوسرے ملکوں کی سیاحت کی تیاری کرنے لگے۔

امرحہ نے آکسفورڈ روڈ کو سنسان ہوتے دیکھا، جہاں پر صبح اسٹوڈنٹس کا ہجوم تیزی سے حرکت کرتا نظر آیا کرتا تھا۔ امرحہ ایک دم سے سب کو یاد کرنے لگی تھی، جنہیں وہ جانتی تھی اور جنہیں قطعاً نہیں جانتی تھی، سب کو...... اتنے ہزاروں اسٹوڈنٹس کے جم غفیر کو...... اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ اس ماحول سے اتنی وابستہ ہو چکی ہے کہ اس ماحول کے بدل جانے سے ایسے اداس ہو جائے گی۔ آکسفورڈ روڈ کو ایسے خالی خالی دیکھ کر اسے ہول پڑتے...... وہ اتنی جذباتی ہے...... اسے اب معلوم ہو رہا تھا......

اس کے اسٹور میں سپر سیل کی تیاری تقریباً مکمل ہو چکی تھی۔ اب ایک پورا مہینہ وہ دن رات کام کر سکتی تھی ان کی فی گھنٹہ اجرت بھی بڑھا دی گئی تھی۔ وہ ان دنوں زیادہ سے زیادہ کافی پونڈز کما سکتے تھے اور امرحہ یہ پونڈز کمانا چاہتی تھی۔ شرلی دائم وغیرہ کا گروپ یورپ کی سیاحت کے لئے جا رہا تھا...... اور عالیان بھی...... اسے حیرت تھی کہ وہ دوسرے ملکوں میں اتنی آسانی سے گھومنے پھرنے کے لئے کیسے جا سکتے ہیں، پاکستان میں تو لوگ ایسے دوسرے شہروں میں نہیں جاتے۔ دائم نے اسے بھی چلنے کے لئے کہا تھا لیکن اس نے انکار کر دیا تھا۔ اسے ایک ایک پونڈ جمع کرنا تھا۔

''تم غلط سمجھ رہی ہو اتنے پیسے نہیں لگتے جتنے تم سمجھ رہی ہو...... ہم ٹرین یا بس سے جائیں گے، ہم نے خاص ڈسکاؤنٹ پاس لئے ہیں جن سے ہمارے بہت کم پیسے خرچ ہوں گے۔ ہم کسی لگژری ہوٹل میں نہیں رہیں گے بلکہ ہوسٹلز میں رہیں گے یا بہت کم قیمت والے ہوٹلز میں۔'' شرلی نے اسے منانا چاہا۔

''میں پھر بھی نہیں جا سکتی، مجھے ایک ایک پونڈ بچانا ہے۔''

''تمہارا فیصلہ بھی معقول ہے۔'' شرلی نے اس کے فیصلے کا احترام کیا

''ہم پہلے سویڈن جائیں گے پھر فرانس۔ کیا کوئی ایسے جوتے ہیں جو پیروں کو اتنا آرام دیں کہ لگے ہی نہ کہ ہم انہیں پہن کر آٹھ دس میل چلتے رہیں ہیں۔'' جانے سے پہلے رات کو عالیان اس کے اسٹور آیا۔

''میں بل بناتی ہوں جوتے نہیں۔'' وہ ویسے ہی اداس تھی وہ اسے اور اداس کرنے آ گیا تھا۔

''جوتوں کی دُکان میں کام تو کرتی ہو نا......؟''

''میں سیلز مین نہیں ہوں...... تم سیلز مین کے پاس جاؤ......''

''مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ تم نے صبح سے اب تک کم از کم دس کپ کڑوی کافی کے پئے ہیں...... زیادہ بھی ہو سکتے ہیں......''

''کافی کڑوی ہی ہوتی ہے۔'' کاؤنٹر پر رکھے کمپیوٹر کے ساتھ وہ مصروف تھی اور ایسے ظاہر کر رہی تھی جیسے اتنے بڑے اسٹور کا کام وہ اکیلی ہی کرتی ہے۔

''کافی اس وقت کڑوی ہوتی ہے جب وہ زبان کو بھی کڑوا کر دے۔''

''شاید تم سیاحت کر کے واپس آؤ تو ایسی کم عقلی کی باتیں کرنا چھوڑ دو، سنا ہے دوسری سرزمینوں کا پانی پینے سے اور فضاؤں میں سانس لینے سے، بہت سی دماغی بیماریاں ٹھیک ہو جاتی ہیں۔''

''لگتا ہے تم پر کام کا بہت بوجھ ہے امرحہ......'' اس نے انداز کو افسردہ بنایا۔

''میں مضبوط اعصاب کی مالک ہوں۔'' امرحہ نے انداز کو مضبوط بنایا۔

''لیکن تمہاری شکل کچھ اور ہی کہہ رہی ہے اگر تم کہو تو میں سویڈن چلا جاتا ہوں فرانس نہیں بلکہ اگر تم کہو تو میں جاتا ہی نہیں...... میرا خیال ہے میرے جانے سے پہلے ہی تم مجھے بہت یاد کرنے لگی ہو......''

''مجھے انتظار رہے گا یہ دیکھنے کے لئے کہ سویڈن اور فرانس کی ہواؤں نے تم پر سے پاگل پن کے اثرات کچھ کم کیے یا اور بڑھا دیئے۔''

''تمہیں میرا انتظار نہیں رہے گا۔'' اس نے چند قدم آگے بڑھ کر جوتوں کے ریک کی طرف دیکھتے ہوئے خود کو لاپروا ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

امرحہ خاموشی سے اپنا کام کرتی رہی۔

''لو میں جا رہا ہوں۔'' اس نے کہا تو لیکن وہ جانے کے لئے اپنی جگہ سے ہلا نہیں۔

''ملر'' امرحہ نے ایک سیلز مین کو متوجہ کیا۔

''انہیں ایسے جوتے چاہئیں جنہیں پہن کر یہ اڑ سکیں پلیز، ان کی مدد کریں۔''

عالیان نے چونک کر امرحہ کی طرف دیکھا، وہ شرارت سے مسکرا رہی تھی۔

''یہ جوتوں کی دکان ہے بیک ٹو دی فیوچر فلم کا سیٹ نہیں...... یہاں کچھ اڑنے شرو نے والا نہیں ملتا۔'' ملر پر بھی کام کا کافی بوجھ لگتا تھا۔

''تمہارے اس سیلز مین نے بھی کڑوی کافی پی ہے اور دس کپ سے زیادہ پی ہے۔'' منہ بسورتا عالیان چلا گیا۔

اور پانچ منٹ بعد وہ پھر سے اس کے پاس موجود تھا۔

''میں نے کچھ پیسے جمع کیے ہیں تم مجھ سے ادھار لے سکتی ہو اور ان کی واپسی کی کوئی جلدی نہیں...... جب شادی ہو جائے گی تو ہم حساب ٹھیک کر لیں گے۔''

امرحہ نے اپنے سر پر ایسے ہاتھ رکھ لیا جیسے کہہ رہی ہو کہ خدا کے لئے جاؤ میرا مغز نہ کھاؤ......

''ٹھیک ہے میں جا رہا ہوں...... لیکن آفر موجود ہے۔ تم مجھے فون کر کے بتا سکتی ہو۔ ہمیں صبح نکلنا ہے تم ہمارے نکلنے سے ایک منٹ پہلے بھی بتا سکتی ہو۔''

''ٹھیک ہے...... میرا ارادہ ہوا تو میں ایک منٹ پہلے فون کر دوں گی۔''

''پکا؟'' وہ ایسے خوش ہو گیا جیسے اس نے اس کے ساتھ رہنے کا وعدہ کر لیا ہو

''ہاں پکا......''

دس بارہ جوتے صرف دیکھ کر آدھ پون گھنٹہ مزید اسٹور میں گزار کر وہ چلا گیا۔

امرحہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ ویرا اور این اون بھی جا چکی تھیں، جتنے اس کے دوست تھے اور جن جن سے اس کی ہائے ہیلو تھی سب باری باری جا چکے تھے۔ وہ بھی جانا چاہتی تھی بلکہ وہی تو جانا چاہتی تھی۔ وہ جس نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ کبھی پاکستان کے چند شہروں کے علاوہ کہیں اور گھوم پھر سکے گی، اس کو ہی تو جانا چاہئے تھا۔ ویرا، این اون اور ایسے ہی دوسرے لوگ کتنے کتنے ملک گھوم پھر چکے تھے۔ اس نے بھی کام کر کے پیسے اکٹھے کیے تھے لیکن وہ پیسے وہ دائم کو واپس کرنے کے لئے جمع کر رہی تھی۔ اگر بابا کے اسٹور میں آگ نہ لگتی اور اس نے اپنے پیسے بابا کو نہ دے دیئے ہوتے تو وہ بھی ویرا کے ساتھ نکل چکی

ہوتی۔ اس کی آنکھیں نم تھیں اس لئے کیونکہ زندگی شاید اسے چند مواقع دے دے گی دوسرے ملکوں کی سیاحت کے لیکن وہ اسے یہ سب دوست شاید نہیں دے سکے گی۔

خیر دل مضبوط کرتے ہوئے وہ اوور ٹائم کرتی رہی اور ہفتے میں ایک بار یونیورسٹی تک پیدل چلتی ضرور جاتی......خوش آئند بات یہ تھی کہ تیرہ جنوری سے سب پہلے جیسا ہونے والا تھا۔ یونی کھلتے ہی ایگزامز شروع تھے اس لئے سب نیو ایئر کے بعد آنا شروع ہو جائیں گے۔

یونیورسٹی کے ہزاروں اسٹوڈنٹس کو کبھی یہ خبر نہیں ہو سکتی تھی کہ لاہور کی رہنے والی...... دادا کی گود میں گھنٹوں سر رکھ کر رونے والی ان سب کو کتنا یاد کر رہی ہے۔ وہ یونیورسٹی پر گرنے والی برف کو گھورتی ہے اور مسکرانے کی سعی کرتی ہے۔ وہ اولڈ کیمپس کی یونیورسٹی آرک کے پاس آ کر کھڑی ہو جاتی ہے اور آتی جاتی ٹریفک کو دیکھتی ہے۔ اس کے منہ سے بھاپ نکلتی ہے اور آنکھیں گیلی گیلی سی ہو جاتی ہیں۔ وہ دادا کو مانچسٹر میں پھیلی برف دکھاتی ہے...... مسکرانے کی کوشش کرتی ہے...... ان سے باتوں میں دل بہلاتی ہے۔

''تم چلی جاتیں میری بچی...... جتنے پیسے تمہارے پاس تھے...... پیسے تو آ جائیں گے وقت نہیں آئے گا۔''

''میں اگلے سال چلی جاؤں گی...... اگلے سال تک تو میں یہیں ہوں نا۔'' اس نے دادا سے کہا اور خود کو بھی تسلی دی۔

''زندگی نے جتنے جھولے اپنی بانہوں میں تھام رکھے ہیں وہ سب وقت کے اشارے سے چلتے ہیں...... ان میں جھولنے کے لئے وقت کے اشارے کا انتظار کرنا ہی پڑتا ہے۔''

O......❖......O

اور کہا جاتا ہے کہ
کہ کیا پیاری چیز ہے شمع کرسمس......
نہیں کرتی شور و غوغا......
اور ملائمت سے خود کو نچھاور کرتی چلی جاتی ہے......
بے غرضی سے...... یہ خدمت پر مامور رہتی ہے۔

سارا مانچسٹر...... اور سارا برطانیہ...... اور سارے کا سارا یورپ کرسمس فلو کا شکار ہو چکا تھا۔ کوئی چھینکتا ہوا نظر نہیں آتا تھا لیکن مسکراتا ہوا ضرور آتا تھا۔ سٹی سینٹر کرسمس مارکیٹ میں اونچے ستون پر بہت بڑے سے سانتا کلاز کو بٹھا دیا گیا تھا۔ جو بڑے بوڑھوں سی پُر شفقت مسکراہٹ سب پر نچھاور کرتا تھا۔ کرسمس کے بڑے میلوں میں شمار ہونے والا میلہ دو سو سے زائد اسٹالز کے ساتھ سٹی سینٹر میں سج چکا تھا جہاں راتیں جگمگ کرتی تھیں اور دن قلقاریاں بھرتے تھے۔ جہاں رکھی سیل کی چیزیں گدگدی کرتی تھیں کہ آخر مجھے اٹھا کر اپنے نرم گرم گھروں میں کیوں نہیں لے جاتے...... زیادہ مہنگی تو نہیں ہیں ہم......

کام کی زیادتی نے اسے تھکا ڈالا تھا۔ بل بناتے بناتے اس کی انگلیاں ٹوٹنے جیسے ہو جاتی تھیں۔ برگر کو کافی کے ساتھ بمشکل اندر کرتی تھی۔ گھر جا کر چند گھنٹے سوتی اور پھر سے کام پر آ جاتی۔ دادا سے بھی بہت کم بات ہوتی۔

''کتنی کمزور ہو گئی ہو تم؟'' دادا سے کافی دنوں بعد بات ہوئی تو وہ اداس ہو گئے۔

''آپ کو تو بس میں ایسے ہی لگتی ہوں، ٹھیک ہوں دادا میں۔''

اگلے دن بابا کا فون آیا۔ ''چھوڑ دو جاب میں تمہیں کیسے بھی کر کے پیسے بھیج دیا کروں گا۔''

''نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے، میں ٹھیک ہوں، دادا نے شاید آپ کو پریشان کر دیا ہے۔''

اس کے ناں ناں کرنے پر بھی بابا نے اس کے اکاؤنٹ میں تھوڑے پیسے ٹرانسفر کروا دیئے جنہیں اس نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ زندگی میں ملنے والے اسی آرام و آسائش نے اسے ایسا بنا دیا تھا۔ ریڈی میڈ کھانا کھانے کو ملتا رہے تو خود کھانا پکانے کی زحمت کوئی بھی نہیں کرتا۔

ایک بار وہ ڈیرک کے ساتھ Dramson گئی تھی ان دونوں کی بنائی ڈاکومنٹری کو لے کر ان کی ایک نمائندے سے ملاقات طے تھی۔ ملاقات کے بعد جب نمائندہ چلا گیا اور بل آیا تو ڈیرک نے ویٹر سے کہا کہ وہ اس بل کو آفس میں بھجوا دے۔ بل کے نیچے ڈیرک نے سائن کر دیئے تھے۔

''کس کے آفس؟''

ڈیرک ہنسنے لگا۔ ''میرے پاپا کے آفس۔''

''بل اتنی دور اُن کے آفس جائے گا...... تھوڑے سے پیسے ہیں۔ میں بل دے دیتی ہوں۔''

''میرے پاپا کا آفس یہیں اسی ریسٹورنٹ میں ہے وہ Dramson کے تیسرے حصے دار ہیں۔''

''تمہارے پاپا یہاں کے تیسرے حصے دار ہیں تو ویٹر تمہیں بل کیوں دیتا ہے؟''

''اِن فیکٹ مجھے سختی سے منع کیا گیا ہے کہ میں یہاں نہ آیا کروں...... میں یہاں تب آتا ہوں جب بالکل خالی جیب ہو چکا ہوتا ہوں۔ کبھی کبھار زیادہ نہیں۔ بل پر میں سائن کر دیتا ہوں اور جب میرے پاس پیسے ہوتے ہیں میں یہاں آ کر بل چکا جاتا ہوں۔ اتنی سی رعایت مجھے مل جاتی ہے۔''

''تم کہہ رہے ہو یہ تمہارے پاپا کا ریسٹورنٹ ہے پھر بھی تمہارے ساتھ یہ سب؟''

''میرے فادر امریکا سے یہاں کام کے لئے آئے تھے۔ دس سال تک انہوں نے گاڑیوں کی ایک فیکٹری کی صفائی کا کام کیا ہے ان کے جسم سے مستقل کیمیکل کی بو آنے لگی تھی ان کا کہنا ہے کہ ان دس سالوں میں انہوں نے اپنی سگریٹ پینے کی خواہش کو دبائے رکھا اور ایک سگریٹ کی ڈبیہ جب انہیں تحفے میں ملی تو انہوں نے اسے جلا دیا کہ اگر انہوں نے وہ پی لی تو دس سالوں میں کمائے گئے سارے پونڈز دھوئیں کی نذر ہو جائیں گے۔ جس کے فادر کا ایسا ماضی رہا ہو اس کے بیٹے پر یہ سوٹ نہیں کرتا کہ وہ مانچسٹر جیسی بڑی یونی میں پڑھے بھی اور باپ کی کمائی پر ایسے عیش بھی کرے۔ اسکول کی چھٹیوں میں، مَیں نے اسی ریسٹورنٹ میں کام کیا ہے۔ ایک بار میں نے غصے میں اسٹاف کے ایک ورکر کو دھکا دے دیا تھا۔ مجھے اسی وقت جاب سے نکال دیا گیا تھا اب میں ڈاکومنٹریز بنا کر اپنا خرچ نکالتا ہوں۔''

''آخر والدین اپنی اولاد کے لئے ہی کماتے ہیں۔''

''ہاں تو میں اتنا بڑا ہو گیا ہوں، بس بہت کھالی ان کی کمائی، اگر سارے والدین صرف اولاد کا ہی سوچتے رہیں گے تو انسانیت کا کون سوچے گا۔''

''انسانیت کا؟'' اس جواب پر امرحہ دنگ رہ گئی۔

''ہاں...... اگر دو لوگ ساری زندگی کما کما کر صرف اپنی اولاد کا ہی سوچتے رہیں گے تو کل انسانیت کے بارے میں کون سوچے گا...... ہمیں اپنی زندگی کے دائرے اتنے محدود نہیں کر لینے چاہئیں کہ ہماری ساری زندگی کا حاصل صرف چند افراد کو ہی فائدہ دے......''

امرحہ لاجواب ہو چکی تھی۔

کرسمس سے چند دن پہلے وہ سادھنا کے ساتھ کرسمس مارکیٹ آئی اور دونوں نے لیڈی مہر کی بتائی ڈھیروں ڈھیر خریداری کی انہوں نے اپنے سب بچوں کے لئے تحائف منگوائے تھے۔ نئے سال کے پہلے ہفتے میں مورگن کی شادی بھی تھی کچھ اس سلسلے کی خریداری بھی کی۔

سادھنا گھر چلی گئی اور وہ اپنی یونی آ گئی اور آ کر اولڈ کیمپس کی آرک کے نیچے کھڑی ہو گئی۔ موسم کے تیور صبح سے ہی بدل رہے تھے تیز ہوا چل رہی تھی اور بی بی سی نیوز نے برف باری کی خبر دی تھی۔ وہ محراب کی دیوار کے ساتھ ٹک کر کھڑی دھندلے آسمان کو دیکھ رہی تھی۔ دھند بڑھتی ہی جا رہی تھی اور کچھ دور آگے کی چیزیں نظر نہیں آ رہی تھیں۔ اسے یہ سب اچھا لگ رہا تھا۔ اسے برف باری کا انتظار تھا اس کے پاس ایک گھنٹہ تھا پھر اسے واپس اپنی جاب پر جانا تھا وہ اپنی یونی کے آگے برف باری کو ہوتے دیکھنا چاہتی تھی۔ ہوا اور تیز ہو گئی دھند اور بڑھنے لگی، روئی کے گالے ماں کے پیار کی طرح نرمی سے زمین پر برسنے لگے۔ امرحہ نے اپنے سرخ دستانوں والے ہاتھوں کو پھیلا لیا...... برف باری بلاشبہ وہ منظر ہے جو پہلی بار دیکھنے والوں کو مستانہ سا کر دیتا ہے، سفید پھول برف بنے امرحہ سے شرارتیں کرنے لگے، دونوں میں دوستی ہو رہی تھی۔ عہد و پیماں تشکیل دیئے جا رہے تھے۔ قدرت کے شاہکاروں کو سراہا جا رہا تھا، ان سے لپٹا جا رہا تھا۔

دور دھند میں اس نے دیکھا کہ کوئی آ رہا ہے۔......وہ عالیان تھا، وہ قریب آیا اور دور ہوتا چلا گیا۔

وہ عالیان نہیں تھا......

برفیلے ریشوں کو اپنے سرخ دستانوں پر سمیٹتے وہ جہاں کی تہاں کھڑی رہ گئی۔

"اسے عالیان آتا اور جاتا کیوں نظر آیا تھا؟"

سوال دماغ سے اٹھا اور دل میں جا مقید ہوا۔ گرم کوٹ کے اندر اس کے وجود نے سہم کر جھرجھری لی۔

دھند کو چیرتا پھر کوئی آ رہا تھا آکسفورڈ روڈ کو بھاگ کر پار کرتا ہوا، یونی کی طرف بڑھتا ہوا۔ امرحہ محراب کی دیوار کے ساتھ سمٹ سی گئی۔ برف باری میں تیزی آ گئی تھی۔ اس کے سرخ دستانے نم ہو رہے تھے۔ برف کی پھوار کو دیکھتے اس کی آنکھیں نہیں تھک رہی تھیں اور یہ کون اس کی طرف آ رہا تھا جس کے ہاتھ میں نیلے پیلے سفید پھول تھے۔ پھول بہت زیادہ تھے ان پر برف گر کر ٹھہر رہی تھیں وہ بار بار انہیں جھاڑ رہا تھا۔ اس نے گردن کو خم دے کر امرحہ کو دیکھا اور ابرو اچکا کر مسکرا دیا۔

تیز ہوا کا جھونکا آیا اور اس شبیہ کو اڑا کر لے گیا۔ امرحہ نے سہم کر آس پاس دیکھا۔ ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی۔ اطراف میں اکا دکا لوگ تھے اور بس۔

اس نے وہاں سے تیز تیز پیدل چلنا شروع کر دیا۔ سنسناہٹ ہوئی اور وہ ساری کی ساری اہرام حیران پر براجمان ہوئی۔ چلنے کی رفتار اس نے اور تیز کر دی اور پھر وہ بھاگنے لگی...... آکسفورڈ روڈ پر...... یونی کو اپنے پیچھے چھوڑتے...... کیونکہ خوف اس کے وجود میں سرایت کر رہا تھا۔

عالیان اس کے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر طرف تھا......وہ سامنے سے اس کی طرف آ رہا تھا...... وہ پیچھے سے اسے پکار رہا تھا......

یہ سب کیا تھا...... یہ سب ٹھیک نہیں تھا۔

اسے اپنے تعاقب میں عالیان نہیں چاہیے تھا۔ برف پر بھاگتے بھاگتے وہ پھسل کر گر گئی۔ یہ عالیان کون تھا جس نے گرا دیا تھا۔ ٹھنڈی ناک سے درد کی لہر اٹھی۔ اٹھ کر اس نے اپنے کپڑے جھاڑے...... برف اس کے وجود میں اترتی اسے ٹھنڈا کر رہی تھی۔ وہ کانپ رہی تھی...... کیا ٹھنڈ سے؟؟ یقیناً نہیں

"اور اسے تکلیف ہو رہی تھی۔"

سفیدے کے ماحول میں سرمئی کوٹ اور سرخ مفلر میں وہ خزاں میں کھلی اس کلی کی مانند ہو گئی جو بے وقت کھلنے پر آبدیدہ ہو جاتی ہے۔

یونی کو اپنے پیچھے چھوڑتے وہ آہستہ آہستہ چلی جا رہی ہے۔ روئی کے گالے ابھی بھی گر رہے ہیں۔ اس کے کھلے بالوں میں اٹک رہے ہیں۔ وہ برف باری دیکھنے آئی تھی لیکن اس نے یہ کیسی برف باری دیکھی تھی جس نے اس کے اندر کی بہاروں کو

ختم کر ڈالا تھا..... سارا سبزہ سفیدے میں بدلتا جا رہا ہے۔
''اور خزاں کتنی بھی خوب صورت کیوں نہ ہو، وہ بہار کو نگل لے تو موت ہوتی ہے۔''
اور مشرقی لڑکیوں کے لئے یہ موت جلد نازل ہوتی ہے۔
وہ سلطنتِ سفید پر چل رہی ہے لیکن ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ وہ زمین میں دھنس رہی ہے۔
دل احساسات کا اکھاڑہ ہے اور دماغ اس اکھاڑے کا شیر..... یہ شیر دھاڑتا ہے تو دل جل کر..... بجھ کر..... ٹھنڈا ہو کر بیٹھ جاتا ہے.....
مشرق کے اکھاڑوں میں یہ شیر نگر نگر پایا جاتا ہے۔
مشرق سنیاسی بھی ہے اور سامری بھی.....
مشرق میں پربت بھی ہیں اور پاتال بھی.....
سنگِ پارس بھی..... سنگِ راہ بھی
جوت بھی..... پھوک دیپ بھی
جوگ بھی ہیں اور جوگنیں بھی.....
ایسی زرخیز دھرتی کے باسیوں کی بہاروں کو خزائیں کیوں کر نہ نگل لیا کریں.....
وہ رک گئی اور اس نے گردن موڑ کر دیکھا، کیا ابھی بھی وہ اس کے پیچھے تھا؟ دائیں بھی اور بائیں بھی؟ اس نے اپنی آنکھوں کو اس منظر کو پھر سے دیکھنے کے لیے تڑپ جاتے دیکھا۔
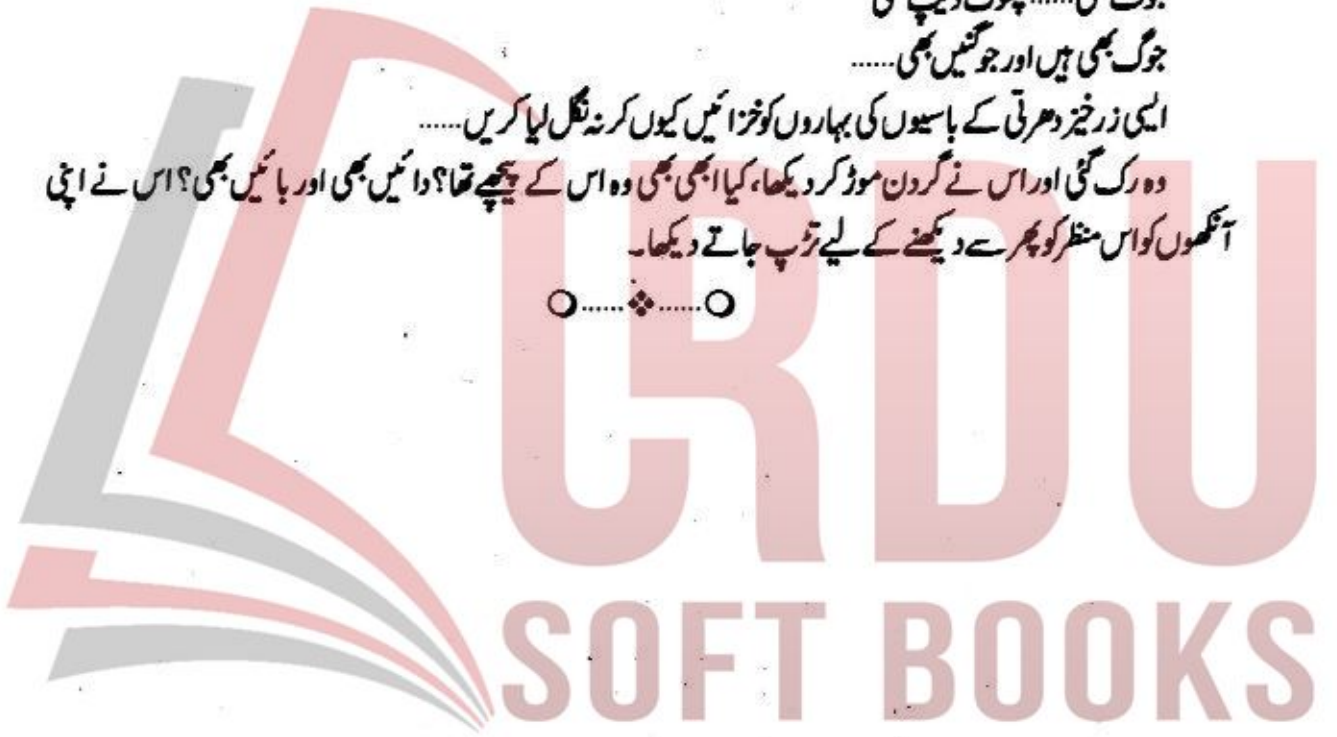
O.....❖.....O

باب

کہا جاتا ہے کہ شادی ایک ایسا مقدس فریضہ ہے جس کی ادائیگی کے دوران آپ فرشتوں سے ''ابدی محبت'' کی دعاؤں کے تحائف وصول پاتے ہیں۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شادی خوش نصیب لوگ کرتے ہیں۔

کچھ یہ بھی کہ کائنات میں حقیقی جشن کا لمحہ دو دلوں کے مقدس ملن کا لمحہ ہوتا ہے۔

اور جائز ہونے کی بڑی اہمیت ہے۔

اور اجازت نامے کا بلند رتبہ ہے۔...... بلند...... بہت بلند......

اور پاک کتابیں اور حکایتیں بتاتی ہیں کہ کائنات کی اشرف المخلوق کی اوّلین شادی عرشِ خدا پر انجام پائی اور بعد ازاں ہونے والی ہر شادی عرشِ خدا پر انجام پائی شادی کا ہی رتبہ پاتی ہے۔

نکاح...... سب سے پاک اور پسندیدہ روایت......

نکاح...... دو دلوں کی فضیلت......

اور داستان یارم یہ بھی کہتی ہے کہ تبت کے برفیلے پہاڑوں میں رُوپوش مشک بار پری، اپنی بہترین پوشاک میں طویل مسافت طے کرتی اس مشک مشک بندھن میں بندھنے والوں پر مشک بید (بید کے خوشبو دار پھول) برسا کر جاتی ہے۔ اور جاتے ہوئے وہ دولہا دلہن کی مسکراہٹیں اپنی مٹھی میں قید کر کے لے جاتی ہے۔

اور شادی عہدِ قدیم کا وہ عہد نامہ بھی ہے، جس کا ورد ''عہد جدید'' میں بھی عزت واحترام اور محبت سے کیا جاتا۔

مورگن کرسمس کی رات کو ہی آ چکی تھی۔ ماما مہر نے اس کی شادی کے لئے ٹھیک ٹھاک تیاریاں کی تھیں۔ کیمبرج میں مورگن نے شادی کے بعد رہنے کے لئے جوش کے ساتھ مل کر ایک چھوٹا سا گھر لیا تھا جس کی سجاوٹ کے لئے ماما مہر نے پیسے مورگن اور جوش کو دیے، جو دونوں نے بہت مشکل سے قبول کئے۔ مورگن نے شادی کے لباس، زیورات، شادی کے دن اور پارٹی کے سب انتظامات ماما مہر کی پسند سے کئے تھے۔

ماما مہر کے سامنے ان کی ''میں'' ختم ہو جاتی تھی اور ماما مہر بھی ان کی آنکھوں میں پڑھ لیتی تھیں کہ ان کے بچے کیا چاہتے ہیں، یہ ماں اور اولاد کا وہ رشتہ تھا جس کی مثال شاید ہی کہیں ملتی۔

اپنی شادی کی تیاری سے زیادہ مورگن کو ماما مہر کے کام کرنے میں دلچسپی تھی۔ بیوٹی سیلون جانے سے زیادہ اسے یہ فکر تھی کہ ماما مہر نے میڈیکل چیک اپ کے لئے جانا ہے۔ کیمبرج کی ہزاروں داستانیں وہ ماما کو سنایا کرتی اور دونوں کے قہقہوں سے ٹسٹل کاک کو نجا کرتا۔

مورگن نے سادھنا اور امرحہ کو شہہ بالیاں بننے کے لئے کہا۔ امرحہ جس نے پاکستان میں قریبی شادیوں میں شرکت نہیں کی تھی وہ مورگن کی شادی کے لئے اتنی پُرجوش تھی جیسے اس کی اپنی شادی ہو۔ لیڈی مہر نے شہہ بالیوں کے لئے سنہری

رنگ کو پسند کیا تھا۔ سادھنا کی سنہرا ساڑھی بنوادی گئی تھی۔ شارلٹ اور مورگن کی چند سہیلیاں جن کی آمد متوقع تھی اور امرحہ کے لئے انگریزی طرز کی ٹخنوں تک لمبی فراکیں۔

فراک کا اوپری حصہ قدرے چست تھا جو نیچے آتے آتے لہریں بناتے گھیر دار ہوتا چلا جاتا تھا...... ذرا سی حرکت سے ان لہروں میں تلاطم پیدا ہو جاتا جو بہت بھلا لگتا تھا۔ سنہرے موتیوں سے فراک کی پشت کو سجایا گیا تھا اور لہروں میں اسے ٹانکا گیا تھا کہ جنبش پر وہ لہروں کے ساتھ جھلمل کرتے گپ چھپ ہونے لگتے تھے۔ پیچھے سے فراک کا دامن زمین کو چھوتا تھا۔ اس پوشاک میں وہ ایسی شہزادی لگ رہی تھی جو رقص کا حصہ بننے کے لیے بے تاب ہے اور جو بے قراری سے دالانوں اور سیڑھیوں سے بھاگتی ہوئی آتی ہے اور ہال میں رقصاں دائرے میں خود کو شامل کر لیتی ہے۔

اس کی لمبی پتلی گردن اس کی شان میں اضافہ کرے گی اور مور پنکھ پلکیں اس کا رقص میں ساتھ دیں گی۔ اس کی ساکن سیاہ پتلیاں سفید بلوری پیالوں میں سطح آب پر تیرتے پھول بن جائیں گی......اور اس کے گلابی گالوں کی سرخی روشنیوں کو مات دے گی۔ اپنے اونچے قد کو وہ گھٹنوں سے اپنی پوشاک کو اٹھا کر ذرا سا جھکائے گی اور پھر اپنی بے نیازی کو بالائے طاق رکھ کر وہ خود سے اقرار کرے گی......

"حسن جس سلطنت کا باسی ہے میں اس کی ملکہ ہوں۔"

امرحہ......وہ یہ سب غرور اور تکبر سے ہرگز نہیں کرے گی۔

شہ بالیوں کا لباس بلاشبہ کافی مہنگا تھا جس کے لیے امرحہ سے ایک پونڈ بھی نہیں لیا گیا تھا۔ لیڈی مہر کی لاڈلی بیٹی کی شادی تھی۔ باقی جن بچوں نے شادیاں کی تھیں انہوں نے رجسٹر میرج کی تھی۔ یہ پہلی شادی تھی جو لیڈی مہر کی خواہش پر اتنے اہتمام سے ہو رہی تھی۔ اگر مورگن کے بس میں بھی ہوتا تو شاید وہ ایک پونڈ بھی اپنی شادی پر خرچ نہ کرتی۔

ماما مہر نے مورگن کو دلہن بنے دیکھا تو وہ بے اختیار رونے لگیں۔ وہ مورگن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے بیٹھی رہیں...... اسے دعائیں دیتی رہیں۔ اس کی نظر اتارتی رہیں......اور مورگن اپنی گھیر دار سفید پوشاک کو کارپٹ پر پھیلائے ماما مہر کے قدموں میں بیٹھی ان کے آنسو اپنے ہاتھ میں پکڑے ٹشو سے صاف کرتی رہی......

گلابی پھولوں کا دستہ پکڑے کونے میں کھڑی امرحہ اس منظر کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اپنی آئندہ زندگی میں وہ اس خاتون مہر سے زیادہ عظیم ہستی سے نہیں مل سکتی، نہ ہی وہ خود ان جیسی عظیم ہو سکتی ہے۔ جنھوں نے ہر قوم و نسل کے بچوں سے والہانہ پیار کیا......انہیں پالا......انہیں اپنا بنایا......انہیں یقین دلایا کہ وہ ان کے نہ ہو کر بھی ان ہی کے ہیں......وہ ان کی حقیقی ماں بے شک نہیں ہیں لیکن حقیقی ماں سے کسی صورت کم بھی نہیں ہیں۔

یہ سب کرتے خاتون مہر نے بلاشبہ دو درجے پائے ہیں......ایک عظیم ماں ہونے کا اور ایک عظیم انسان ہونے کا......

انہوں نے ان سب کے لئے خوشیوں کے سامان اکٹھے کئے......کامیابی کے بھی......ان کے لیے محبت کو کبھی تفریق نہیں کیا......وہ انہیں جمع کر کر کے دیتی رہیں......انہیں ضرب ہو ہو کر ملتی رہیں۔

کائنات میں یہ خصوصیت صرف محبت ہی اپنے نام رکھتی ہے۔ یہ دینے سے اور زیادہ ملتی ہے......یہ پلٹ کر واپس ضرور آتی ہے......خسارے میں رہ کر بھی فائدے میں رہتی ہے۔

محبت جب خلوص دل سے انسانیت کے نام کی جائے تو یہ عظیم بنا ڈالتی ہے۔

'شادی کا وقت آ گیا'

شہ بالیاں تین تین کی قطار میں دلہن مورگن کے پیچھے دائیں بائیں اپنے اپنے گلدستے پکڑے کھڑی ہیں اور چرچ کے چھت تک بلند ہوتے دروازے کے پاس آ کر کھڑی ہو چکی ہیں۔ دلہن گھبرا رہی ہے اور وہ بار بار اپنی سانسیں درست کر رہی ہے۔

ہال میں سب اس کی آمد کے منتظر ہیں۔ دلہن کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ برطانوی معاشرے میں جہاں ایک منٹ اِدھر سے اُدھر ہونے نہیں دیا جاتا صرف ایک دلہن کو دس منٹ تاخیر کی اجازت ہے...... لیکن انگریزی خون کی حامل دلہنیں دس منٹ کی تاخیر بھی گناہ سمجھتی ہیں...... برطانوی شہزادی، لیڈی ڈیانا کی بہو کیٹ مڈلٹن ڈچز آف کیمبرج نے ایک سیکنڈ کی تاخیر بھی نہیں کی تھی......

اور وقت کی پابندی وہی قومیں کرتی ہیں جنہیں وقت پر منزل پر پہنچنے کی جلدی ہوتی ہے...... وہ نہیں جن کی کوئی منزل ہوتی ہے نا مقصد...... وقت آئے یا جائے ان کی بلا سے...... اور وہ کیا جانے وقت کس ''کوہ نور'' کا نام ہے۔

اور یہ خوش قسمتی بھی صرف عورت کے نصیب میں لکھی گئی ہے کہ دلہن بنے اسے کسی شہزادی اور ملکہ سے کم نہیں سمجھا جاتا......

عورتوں کو اپنی کم مائیگی کے رونے، رونے چھوڑ دینے چاہئیں...... وہ ماں بنتی ہیں تو وہ سب رشتوں سے الگ اونچے مقام پر کھڑی تصور کرلی جاتی ہیں...... ایک کم عقل بھی سمجھ جاتا ہے کہ ''عورت ماں'' بن جائے تو پھر کوئی اور اس کی برابری نہیں کر سکتا۔

بلند و بالا چھت اور قدِ آدم پھولوں سے سجی کھڑکیوں سے گھرے، قدیم برطانوی طرزِ تعمیر کے چرچ کے سرخ قالین پر سفید رنگ کی سنڈریلا فراکیں پہنے اور سر پر گلابی ربن باندھے دو انگریز بچیاں اپنی پھولوں کی ٹوکریوں میں سے پھولوں کی پتیاں نکال نکال کر دلہن مورگن کے آگے چلتے ہوئے پھینک رہی ہیں۔

دلہن نے ہال کے کھلے پھاٹک سے اندر قدم رکھا...... سب کی گردنیں پیچھے اس کی طرف مڑیں...... ٹھیک اسی وقت ہال کے اندر پادری سے ذرا ہٹ کر پیچھے سولہ رکنی وائلن گروپ نے اپنے ساز سنبھالے اور نرمی سے انہیں چھیڑا...... وہ اس دُھن کو بجانے کی تیاری کرنے لگے جو فرشتوں کی دعاؤں کے ساتھ ہم آہنگ ہو سکے۔

ٹھیک اسی وقت...... عین اسی وقت کوئی تیزی سے بھاگتے کالے سوٹ پر ہلکے نیلے رنگ کی ٹائی باندھتے دلہن کے پیچھے تین اِدھر اور اُدھر قطار کی صورت چلنے کی تیاری کرتی شہہ بالیوں کے پیچھے آیا...... امرحہ دائیں طرف شارلٹ کے پیچھے آخر میں تھی......

سنہرے پانیوں سے نکلی...... ایک امرحہ......

عربی شہزادے کے گھوڑے سے اترا...... ایک عالیان

وائلن کے دھیمے سُر اسی وقت دولہا دلہن سے سجے ہال میں بکھرے......

عالیان کی آمد کی ایسی خوشی......

کیسی آمد تھی عالیان کی...... وہ سُر سنگیت ساتھ لایا تھا۔

آہٹ پر امرحہ نے گردن موڑ کر دیکھا...... وہ جلدی جلدی اپنی ٹائی کو باندھنے کی کوشش کر رہا تھا، شاید اس نے زندگی میں پہلی بار سوٹ اور ٹائی پہنی ہے کیونکہ ٹائی کو وہ ایسے باندھ رہا تھا جیسے گلے میں پھندے کو فٹ کر رہا ہو۔

اسے تو ایک ہفتے بعد آنا تھا، وہ ایک ہفتہ پہلے کیسے آ گیا تھا...... امرحہ کے پیچھے چلتے وہ اپنی ٹائی کے ساتھ مصروف تھا...... شاید اسے بھی خود کو ہر صورت دولہا کی طرح خوب صورت دکھنا تھا...... اس کے بال سلیقے سے جمے تھے۔ اس کی آنکھوں کی چمک خیرہ کن تھی اور اس کے جسم سے ایسی خوشبوؤں کے پروانے اڑ رہے تھے جو جذبوں سے کشید اور احساسات سے معطر ہوتے ہیں

کہا جاتا ہے کہ شادی کے دن کوئی مرد اور کوئی عورت دولہا دلہن سے زیادہ خوبصورت نہیں لگ سکتے اور میرا یہ کہنا ہے کہ اگر کوئی لڑکا لڑکی دولہا دلہن سے زیادہ خوبصورت لگنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کے معاملے میں شدید گڑبڑ ہوتی ہے...... اس

کی شادی نہیں بھی ہوتی اور وہ اپنی شادی جیسا خوش ہوتا ہے...... ہنسنے کی بات نہیں بھی ہوتی اور وہ ہنس رہا ہوتا ہے......شدید گڑبڑ کا معاملہ ہوتا ہے بلاشبہ......

''مجھے بتایا جائے کہ دلہن کون ہے؟ کیا صرف سفید لباس والی؟''

امرحہ کے عین پیچھے چلتے موتیوں سے گندھے بالوں سے ذرا پیچھے، ذرا قریب ہو کر سرگوشی میں عالیان نے پوچھا۔

امرحہ نے اس کی بات پر توجہ نہیں دی۔ وہ سفید پھولوں سے سجے ہال کو دیکھ رہی تھی اور اونچی چھت سے جھولتے فانوس کو جس کی روشنی چرچ کی وسعتوں کو بقعہ نور بنا رہی تھی، اور پھر ان مہمانوں کو جو مسرور تھے اور ان بچوں کو جو صرف دلہن کو دیکھ رہے تھے۔

اور یوں وہاں وائلن تھے، قمقمے تھے، پھول تھے، قہقہے تھے، دولہا دلہن تھے۔ ایک عالیان اور ایک امرحہ تھے اور اس تقریب کو خاص ہونے کے لیے کیا چاہیے تھا؟

لیڈی مہر کے سب بچے اپنے اپنے بچوں، بیویوں اور کچھ دوسرے دوستوں کے ساتھ موجود تھے۔ باقی جوش کے گھر والے، رشتے دار اور دوست تھے۔ کافی زیادہ لوگ تھے، سب دو اطراف نشستوں پر براجمان تھے۔

امرحہ کے پیچھے سے گھوم کر ماما مہر کے ہاتھ کو چوم کر عالیان جوش کے پاس گیا۔ اپنا تعارف کروایا اور جوش کے شہہ بالا کے ساتھ جا کر کھڑا ہو گیا۔

دلہن پادری کے سامنے اور دولہا کے ساتھ آ کر کھڑی ہو گئی۔ سب تعظیم میں کھڑے ہو گئے، پھر شادی کی رسم شروع ہو گئی۔

اجازت نامہ دیا جانے لگا۔

اجازت نامہ دہرایا جانے لگا۔

شہہ بالیاں دلہن سے پیچھے ہٹ کر قطار میں کھڑی ہو گئیں...... وہ سب دولہا اور دلہن کو دیکھ رہی تھیں۔

امرحہ واجد آج بہت خوش ہے۔ یہ پہلی تقریب ہے جس میں وہ روئے بنا شریک ہے۔ ڈرے بنا...... اب اسے کونے میں چھپ کر بیٹھنے کی جلدی تھی نہ ضرورت...... اس کے لئے وقت بدل چکا ہے...... وہ پھولوں کو تھامے، گردن اٹھائے، مسکراہٹ سجائے...... خوب صورت لگ سکتی ہے...... خوش ہو سکتی ہے۔

وہ خوب صورت لگ رہی ہے...... خوش تو وہ بلاشبہ بہت ہے......

اس کی پوشاک میں لہریں جس گیت کی مالا بننے میں مگن ہیں وہ گیت وہ بھی چپکے چپکے سن رہی ہے۔

اس کی آنکھوں کی چمک اپنی ہی جن اداؤں پر فدا ہیں وہ اس سے بھی باخبر ہو رہی ہے......

جس ادائے محبوبیت سے وہ رخ بدلنے میں مگن ہے وہ اس سے بھی انجان نہیں ہے......

مشکبار پری آ چکی ہے اور مشکِ بید برسا رہی ہے...... شاید وہ تھوڑی سی اور مہربان ہو جائے اور دلہن کی طرح ہی خوب صورت لگنے والی امرحہ پر بھی کچھ مشکِ بید برسا جائے، اور دلہا کی طرح خوش عالیان کو بھی معطر کر جائے۔

لیکن اگر اس نے یہ کام نہیں کیا تھا تو یہ کام عالیان کر رہا تھا...... اس کی بھوری آنکھیں سنہری ہوتی جا رہی تھیں......

امرحہ اس سے ذرا فاصلے پر سامنے کھڑی تھی...... امرحہ کو نہیں معلوم تھا کہ وہ دولہا کے پیچھے کہیں کھڑا ہے، نہ ہی اس نے معلوم کرنا چاہا اور عالیان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کے علاوہ بھی کوئی ہال میں موجود ہے......

''دولہا...... دلہن...... اچھا...... اور دوسرے لوگ...... کیا واقعی...... یہ سب ہال میں موجود ہیں...... ایسا ہو گا...... میرا نہیں خیال......''

اور اب......

روشنی کے ذخیروں میں کہکشاؤں کی آب و تاب سمٹتی آنے لگی اور چرچ کے جگمگ کرتے فانوس کے عین نیچے بچھے سرخ قالین پر کھڑا گرانٹ پرنیاں کے سر کی طرف جھک آنے لگا۔ اس بار وہ "Gloxinia" کو اس کے نفاست سے گندھے، موتی جڑے بالوں میں لگا رہا ہے۔ اب اس نے پرنیاں کے ہاتھوں کو تھام لیا ہے اور دلہن کی طرف دیکھنے کا شارہ کر رہا ہے......

"تم میرے لئے ہمیشہ اس پہلے دن کی دلہن کی طرح خوب صورت اور خاص رہو گی۔"

"اس بار تمہیں اس عہد نامے کو سب کے سامنے دہرانا ہو گا۔" پرنیاں نے ادا سے کہا۔

"میں عالیان کے ساتھ اس عہد نامے کو دہرانے کے لئے تیار ہوں۔"

"میں امرحہ کی طرح انتظار کرنے کے لئے تیار ہوں۔" پرنیاں نے بالوں میں لگے "Gloxinia" کو محبت سے چھو کر کہا...... ساتھ ہی وہ مسکرائی...... وہ مسکرا سکتی تھی، اس کے ہاتھ گرانٹ نے تھام رکھے تھے۔

عالیان مسکرایا...... وہ مسکرا سکتا تھا...... اس کی آنکھوں نے سنہرے رنگ کو تھام رکھا تھا...... گلابی پھولوں کے گل دستے میں مسکراہٹ اٹکی تھی...... جھلمل کرتی موتی جڑی لہروں میں اس کا دل لک چھپ، گپ چھپ ہو رہا تھا...... اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے...... بھاگ کر جائے اور وائلن کو اپنی ٹھوڑی تلے لے کر دھنا دھن کر ڈالے یا...... چھت کے ساتھ جھولتے فانوس کے ساتھ جھول جائے اور اعلان کرتا پھرے...... یا کئی سو پھولوں کے گل دستوں کو اپنی بانہوں میں بھر کر سنہری پوشاک کے قدموں تلے ڈھیر کر دے......

اور یہ بھی کم تھا...... یہ سب بھی کم تھا۔

سب کم ہی ہوتا ہے...... سب کم ہی لگتا ہے۔

محبت اس عروج کا جذبہ ہے کہ سب ادائیگیاں تولہ ماشہ ہی لگتی ہیں۔

O......❖......O

اس کے سب دوست اس کے لئے کوئی نہ کوئی تحفہ لے کر آئے تھے۔ وہ خوش تھی کہ سب نے اسے یاد رکھا تھا لیکن وہ کسی کو بھی یہ بتا نہ سکی کہ اس نے سب کو کتنا یاد کیا تھا۔ ان کے جانے کے بعد اس کا کیا حال ہوا تھا۔

"میں واپس آ چکا ہوں۔"

"مجھے نظر آ رہا ہے......" مورگن کی شادی کے بعد یہ ان کی پہلی ملاقات تھی۔

"تو چلیے پھر؟" وہ سویڈن کا پانی پی کر پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو کر آیا تھا۔

"کہاں......؟"

"ہوم کمنگ ڈرنک کے لئے۔" (گھر واپسی کی دعوت کے لئے)

جو جا چکے تھے، انہوں نے جو مانچسٹر میں رہ چکے تھے سے ہوم کمنگ ڈرنک پی تھی۔ کھانے پینے کا اچھا انداز تھا۔

"میں کسی ایسی ڈرنک کو نہیں جانتی۔" وہ صاف مکر گئی جبکہ وہ ویرا این اون کو پلا چکی تھی۔

"نہیں جانتیں تو میں بتا دیتا ہوں، ٹونی ولسن کہتا ہے

"This is Manchester we do things differently here."

"تو جب ہم گھر واپس آتے ہیں تو اسے بھی مختلف انداز سے ٹریٹ کرتے ہیں۔ تم مانچسٹر میں ہو، تمہیں یہ کرنا پڑے گا...... صرف دو پونڈ کی کاک ٹیل...... اور بس۔" یقیناً اسے صرف ڈرنک سے دلچسپی نہیں تھی۔

وہ اسے دو پونڈ کی کاک ٹیل کے لئے قریبی کیفے میں لے آئی جہاں اور بھی بہت سے اسٹوڈنٹس دو پونڈ کی کاک ٹیل

ہا رہے تھے۔
''نئے سال کے لئے کیا کیا عہد و پیمان کئے ہیں تم نے؟''
''سستی نہ کرنا اور وقت پر نوٹس بنانا...... دوسرے سمسٹرز میں 80% رزلٹ لانا۔'' عزم سے کہہ کر وہ مسکرانے لگی۔
وہ ہنسنے لگا لیکن امرحہ نے تو کوئی لطیفہ نہیں سنایا تھا۔
''اب تم ہنسے کیوں......؟''
''کیونکہ تحقیق کہتی ہے کہ ساٹھ فیصد سے زیادہ لوگ سال کے پہلے ہی ہفتے خود سے کئے عہد کو بھلا دیتے ہیں اور باقی کے چالیس فیصد سے زیادہ افراد یہ کام چھ ماہ کے اندر کر گزرتے ہیں۔''
''میں ان ساٹھ فیصد میں سے ہوں نہ ہی چالیس فیصد میں سے۔'' اس نے عزم سے کہا۔
''مجھے فخر ہے تم پر۔'' اس نے اسے چڑایا۔ دو پونڈ کی ڈرنک وہ آہستہ آہستہ پی رہا تھا کہ وہ ختم نہ ہو جائے۔
''تم دیکھ لینا، میں شان دار کامیابی حاصل کروں گی۔'' اس نے گردن اکڑائی۔
''میں ضرور دیکھنا چاہوں گا......'' سویڈن کا پانی اسے بری طرح سے راس آیا تھا۔
''تم مجھے چیلنج دے رہے ہو۔''
''میں تمہیں چیلنج دے رہا ہوں......'' ٹیبل پر مکا مار کر اس نے کہا۔
''اگر میں جیت گئی......؟'' امرحہ نے انگلی اٹھا کر کہا۔
''مشکل ہے۔''
''اگر میں جیت گئی بولو...... پھر؟''
''ناممکن ہے۔'' دونوں شانے ناں میں ہلائے۔
امرحہ نے غصے سے اس کی طرف دیکھا...... ''پاکستان میں ایسے موقعے پر کہا جاتا تھا، تمہارے منہ میں خاک۔'' وہ یہ بڑبڑا کر رہ گئی۔
''تو جو تم کہو گی، میں وہ کروں گا...... وہ گلے میں پھندا ڈال کر چھت سے لٹک جانا ہی کیوں نہ ہو۔'' اوہ! اتنا نالائق سمجھتا تھا وہ امرحہ کو......
''ٹھیک ہے پھر ڈیڑھ سال بعد ملتے ہیں...... اسی میز پر، تیار رہنا پھندا ڈالنے کے لئے۔''
''مطلب تم ڈیڑھ سال تک مجھ سے ملو گی نہیں...... میں چیلنج واپس لیتا ہوں۔''
''اُف! مطلب اس معاملے کو ہم ڈیڑھ سال بعد دیکھیں گے......''
''ٹھیک ہے۔'' وہ مسکرانے لگا۔ چڑانے والی مسکراہٹ۔
یہ انگریز خود کو سمجھتے کیا ہیں...... سمجھتے ہیں، سب یہی کر سکتے ہیں۔ ہم کچھ کر ہی نہیں سکتے...... سب کر سکتے ہیں ہم......
خیر امرحہ دیکھ لے گی اس انگریز کو اب......
یونیورسٹی پھر سے آباد ہو چکی تھی...... سترہ جنوری سے امتحانات شروع تھے۔ سب دن رات پڑھنے میں مصروف ہو چکے تھے۔ تو ابھی امتحانات میں ایک ہفتہ تھا کہ جنوری کی برف باری میں ایران کا محسن رسولی اور مصر کا موئ فٹ بال کھیلنا چاہتے تھے۔ امتحان تو پھر آ جائیں گے بلکہ سال میں دو بار...... لیکن ایسی غضب کی سو سالہ ریکارڈ توڑتی برف باری شاید پھر نہ آئے۔ ایرانی اور مصری یقیناً سوتے میں بھی خود کو فٹ بال کھیلتے پاتے ہوں گے اور اپنی زندگی کے خاص دن ''شادی'' پر بھی فٹ بال کھیلنے کے بلاوے کو رد نہیں کر سکتے ہوں گے۔

محسن رسولی نے دو ٹیمیں جمع کر لی تھیں میچ کے لئے۔ برف سے اٹے گراؤنڈ میں رات کو میچ تھا...... برف کا ڈھیر اور اس پر فٹ بال میچ......واہ......

"تم بھی میرے ساتھ کھیلو گی؟" ویرا نے کہا۔

امرحہ ہنستے ہنستے بے حال ہو گئی۔

"کیا مصیبت آگئی ہے تمہاری جان پر؟" ویرا نے گھونسا مارا اس کی کمر پر۔

"میں نے کبھی موبائل پر فٹ بال گیم نہیں کھیلی۔ تم مجھے برف پر خونخوار کھلاڑیوں کے ساتھ کھیلنے کو کہہ رہی ہو......یعنی میری موت برف پر واقع ہونی ہے۔"

"تو کون سا کھیل کھیلتی ہو تم؟" ویرا ایک اور گھونسا مارنے کے لئے تیار ہوئی۔

"لڈو...... دادا کے ساتھ...... ہاہاہا، کبھی کبھی کرکٹ، وہ بھی اگر کوئی بچہ گیند کروائے آہستہ سے تو میں بلا چلا لیتی ہوں......ٹینس بال سے، ہارڈ بال سے بالکل نہیں۔"

"تو تم لڑکیاں فارغ وقت میں کرتی کیا ہو پاکستان میں، سائیکل تم نہیں چلاتیں، دوڑ لگانے کے لئے تمہیں کہا تو تم نے انکار کر دیا تھا......کوئی گیم بھی تمہیں نہیں آتی...... کھانے کے علاوہ کچھ کرنا آتا ہے؟"

"ہاں نا...... چغلیاں کرنا اور بات بات پر لڑنا۔" امرحہ نے اردو میں کہا اور ہنسنے لگی۔

تو امتحان چھ دن بعد شروع تھے اور وہ میچ کھیلنے کی تیاری کر رہے تھے۔ لڑکیوں میں ایک ویرا تھی اور ایک لاء ڈیپارٹمنٹ کی وکٹوریہ...... وکٹوریہ کارل کی ٹیم میں تھی اور ویرا محسن رسولی کی ٹیم میں...... جس طرح کی بمبار کھلاڑی ویرا تھی، اسے دونوں ٹیمیں شامل کرنے کے لئے تیار تھیں لیکن ویرا نے چالاکی کی اس نے محسن رسولی کی ٹیم میں شمولیت کی...... محسن رسولی یونیورسٹی میں اپنے فٹ بال کے لئے ہی تو مشہور تھا اور یوں اس کے امکانات روشن تھے میچ جیتنے کے......

سو دو سو کے قریب اسٹوڈنٹس آئے تھے میچ دیکھنے، دستانے پہنے، مفلر لپیٹے، کافی پیتے، منہ سے بھاپ اڑاتے...... ہر گول پر گراؤنڈ کو سر پر اٹھا لینے والے...... امرحہ کو بھی پڑھنا تھا لیکن وہ ویرا کے لئے آگئی تھی اور اچھا ہی کیا آگئی ورنہ برف کے ڈھیر پر فٹ بال کے ساتھ بمباری کرتی ویرا کو کیسے دیکھتی۔

میچ شروع ہو گیا۔

امرحہ کا حلق بیٹھ گیا تھا چلا چلا کر...... ویرا برف کے ڈھیر پر فٹ بال کے ساتھ ایسے بھاگ رہی تھی جیسے لاؤنج میں کارپٹ پر بھاگ رہی ہو...... اس کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے کہ وہ برف میں خود کو دفن کر لے گی لیکن ہارے گی نہیں......

کارل نے پہلا گول کیا تھا اور ویرا نے اسے ایسے دیکھا تھا جیسے اس کی گردن دبوچ لے گی...... اور اس نے گردن دبوچ لی تھی اس نے یکے بعد دیگرے دو گول کئے تھے...... مخالف ٹیم کی کمر توڑ ڈالی تھی...... وہ پریشر میں آئے اور بہت مشکل سے ایک اور گول کر کے ہار گئے۔

"ویرا...... ویرا!" اسٹوڈنٹس نے گراؤنڈ سر پر اٹھا لیا۔ ویرا نے ڈیوڈ بیکھم کی بے نیازی اور میسی کی چھپی رستمی لئے اسٹوڈنٹس کو دیکھ کر، ہاتھ لہرایا...... اور اپنی دائیں آنکھ کے کنارے کو رگڑ کر کارل کو دیکھ کر آنکھ مار دی...... کارل کو تو آگ ہی لگ گئی...... یوں کارل کی ٹیم کارل کی طرح غصے میں آکر بھڑک گئی اور شاید ویرا یہی چاہتی تھی۔ وہ بھڑک بھڑک کر برف پر گرتے جاتے تھے۔ محسن رسولی کی ٹیم فٹ بال لئے لئے اڑی اڑی جاتی تھی...... ویرا برف کی پیداوار تھی اسے برف پر ہرا مشکل تھا...... یہ اس کی بے عزتی ہوتی...... اور اس نے روس کی برف کی عزت رکھ لی...... وہ لوگ تین دو سے میچ جیت گئے۔

امرحہ کو بڑی خوشی ہوئی...... ویرا کے جیتنے کی نہیں کارل کے ہارنے کی...... وہ سب لوگ گراؤنڈ کے گرد گھیرا بنائے

کھڑے دونوں ٹیموں کا میچ دیکھ رہے تھے۔ میچ ختم ہوا تو سب کو پھر سے پڑھائی یاد آگئی اور سب جلدی جلدی کھسکنے لگے۔ اب امرحہ نیٹ کے پاس کھڑی منہ کھولے ہنس رہی تھی۔ اس کا جی چاہ رہا تھا، ویرا کو کندھوں پر اٹھا لے...... ورنہ کارل کو ہی اٹھا کر پھینک دے...... اور نہیں تو پیٹ پکڑ کر برف پر لوٹ پوٹ ہو کر خوب ہنسے...... کچھ میچ اس نے دادا کو بھی دکھایا تھا اور وہ بھی ویرا پر اچھا کر لاہور میں بیٹھے ویرا کا حوصلہ بڑھاتے رہے تھے۔

''تمہیں بڑی ہنسی آرہی ہے۔'' وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا، کافی سنجیدہ لگ رہا تھا جیسے ہار کے بعد لوگ لگا کرتے ہیں۔

''ہاں آرہی ہے......'' امرحہ نے منہ کھول کر ایک اور قہقہہ لگایا...... برا کیا......

آنکھوں کو چندھیا کر کارل نے اسے تاڑا...... جیسے کہا۔ ''اچھا، تم...... تم...... ٹھیک ہے پھر، ویسے بھی بہت دنوں سے تم سے ملاقات نہیں ہوئی تو چلو آج ہی سہی......''

وہ چند قدم آگے بڑھا۔ امرحہ ویرا کی طرف جانے ہی لگی تھی۔ اس کا دھیان کارل کی طرف نہیں تھا۔ کارل نے ایک دم سے پلٹ کر پوری قوت سے اس کے سر پر ہاتھ میں پکڑے فٹ بال کو دے مارا...... امرحہ توازن قائم نہ رکھ سکی اور گر گئی...... جیسے ہی وہ گری، کارل نے تیزی سے اس کے سر پر جمی سرخ اونی ٹوپی کو کھینچ کر اس کی ناک تک گھسیٹ دیا...... جی ناک تک......

''یہ کیا بدتمیزی ہے؟'' امرحہ چلائی...... یہ بھی برا کیا امرحہ نے۔ کارل نے مٹھی بھر برف اس کے چلاتے منہ میں ٹھونس دی...... امرحہ نے ہاتھ سے برف منہ سے نکالی۔ کارل نے تیزی سے اپنے گلے میں سے اونی مفلر کو نکال کر اس کی گرہ بنا کر اس کے دونوں ہاتھوں میں ڈالی اور گرہ کس دی...... وہ جو اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی وہ اور لڑھک گئی۔

''یہ کیا؟ ٹوپی ناک تک...... برف منہ میں...... ہاتھ بندھے ہوئے چچ چچ۔''

اب کارل نے کسی مشین کی طرح اس پر برف اچھالنی شروع کر دی...... امرحہ منہ سے بمشکل برف اگل سکی۔ اس کے دانت ٹھنڈ سے ٹوٹ جانے کے قریب تھے اور کارل منحوس اسے برف کے ڈھیر میں دفن کر رہا تھا کیونکہ وہ کھلے عام منہ کھول کر ہنس رہی تھی۔ اب ظاہر ہے ہارے ہوئے لوگوں کو ایسی ہنسی بُری بھی لگ سکتی ہے۔

''ویرا!'' امرحہ بمشکل چلائی۔

ویرا ذرا دور محسن رسولی کے ساتھ میچ کی صورت حال پر غور کر رہی تھی، امرحہ کی طرف اس کی پشت تھی۔ کارل کسی کرین کی طرح اس پر برف اچھالتا ہی جا رہا تھا اور اس نے امرحہ کو برف کے ڈھیر میں دفنا دیا...... دیکھتے ہی دیکھتے امرحہ برف میں...... یہ دن بھی دیکھنا تھا امرحہ نے...... جا امرحہ تیرا کوئی حال نہیں......

''ویرا!'' وہ پھر سے چلائی، اس کی آنکھوں پر ٹوپی تھی اور اسے نظر ہی نہیں آرہا تھا کہ ویرا کہاں ہے۔

برف کا ایک ڈھیر اس کے منہ پر آ کر گرا کہ لو اور چلاؤ...... کاش دادی کا کہا سچ ہوتا، وہ واقعی منحوس ہوتی اور کارل کے ہاتھ ٹوٹ جاتے اس کے ساتھ یہ سب کرتے۔

''کارل!'' ویرا کی دھاڑ سنائی دی...... اس نے بڑھ کر امرحہ کے سر پر سے ٹوپی اٹھائی اور امرحہ نے دیکھا کہ ویرا نے بے حد ناکام کوشش کی اپنی ہنسی کو روکنے کی۔

وہ گردن تک برف میں دھنس چکی تھی، ناک سرخ ہو چکی تھی...... ہونٹ نیلے اور خود وہ غصے سے نیلی، پیلی، لال سب ہو رہی تھی۔

جیسے ہی ویرا نے ٹوپی اٹھائی۔ کارل اور ویرا دونوں کے قہقہے لاپروا پرندوں کی طرح پھر سے اڑے اور اڑتے ہی گئے۔

''واوا! آپ ٹھیک کہتے ہیں، مجھے امرحہ نہیں ویرا ہونا چاہئے۔'' امرحہ نے دل میں سوچا۔
جب ویرا اسے برف سے نکال کر کھڑا کر چکی تو کارل نے امرحہ کی طرف اشارہ کیا۔
''میچ ہو جائے......تم اور میں۔'' کیا بات کی تھی کارل نے، وہ بھی امرحہ سے......
''اسے فٹ بال نہیں آتا......مجھ سے بات کرو۔''
''تم پرے رہو......Ginger Ball مجھے اس The Lost Duck سے بات کرنے دو۔''
''The Lost Duck'' چپ کارل کی شکل دیکھنے لگی، غصے میں اتنا لال پیلا ہونے کے باوجود وہ اس کے خلاف کچھ نہ کر سکی۔......چچ چچ......افسوس......
''بیس پچیس فٹ کے فاصلے سے ہم ایک دوسرے کے سر پر فٹ بال کی کک لگائیں گے۔ وقت دس منٹ بولو پلوٹو سر پر لگا بال ایک گول ہوگا۔''
''پلوٹو......ایک اور نام۔'' پلوٹو خاموش کھڑا اندازہ لگا رہا تھا کہ کیا وہ یہ کر سکتی ہے، نہیں وہ یہ بھی نہیں کر سکتی تھی...... اندازہ لگایا جا چکا تھا......
''چلو اسے اور آسان کر لیتے ہیں......فاصلہ پندرہ فٹ......وقت دس منٹ......''
''نہیں۔'' امرحہ نے انکار کر کے جان چھڑائی۔
''فاصلہ دس فٹ......'' وہ آج ہر صورت اس کے سر پر کک لگانا چاہتا تھا۔
''نہیں۔'' امرحہ نے ایسے کہا جیسے شاہ ایران اسے اپنا تخت پیش کرتے ہوں کہ آج سے آپ اسے سنبھالیں اور وہ کہتی ہو۔ ''نہیں بھئی......بس نہیں کہہ دیا نا......بس نہیں۔''
''نہیں۔'' کارل نے واضح دانت پر دانت جمائے اور غصے کو چھپا کر اس کی طرف دیکھا کہ وہ یہ بھی نہیں کر سکتی جو پانچ سال کے بچے بھی کر کے جیت سکتے ہیں۔ کارل کو بس موقع چاہئے تھا اس کا سر پھوڑنے کا، اسے برف کی مار مارنے کا......
''چلو دس قدم......ہارنے والے کو برف میں گردن تک صبح تک دھنسے رہنا ہوگا۔''
Gingger Ball نے امرحہ کو آنکھ ماری کہ کھیل لو...... پر پاگل تھی کیا وہ، ابھی شیر کے منہ میں ہاتھ ڈالنے کی حیثیت نہیں ہوئی تھی اس کی......
''امرحہ کے لئے میں کھیلتی ہوں۔'' ویرا نے ہاتھ اٹھایا۔
''تمہارے لئے کھیل بدل جائے گا......بیس فٹ کا فاصلہ رکھ کر بھاگتے ہوئے ہاتھ سے ہمیں سر پر بال مارنی ہوگی......وقت دس منٹ......''
''ٹھیک ہے!'' شاہ ایران کا تخت ویرا نے قبول کیا۔
اسٹاپ واچ امرحہ کو دے کر ان کا کھیل شروع ہو گیا۔
بیس فٹ کا فاصلہ رکھ کر فٹ بال کو درمیان میں رکھ دیا گیا۔ فٹ بال پر پہلے کارل جھپٹا، ویرا بھاگی لیکن کارل نے پھرتی سے اس کے سر پر بال دے ماری۔......پھر بال ویرا کے ہاتھ آ گئی......اس نے کارل کا نشانہ لیا لیکن کارل جل دے گیا......بال کارل کے ہاتھ آ گئی، ویرا کو بال کو اپنے سر پر لگنے سے بچانا بھی تھا اور بال کو اپنے قابو میں بھی کرنا تھا۔ برف پر پھسلتے گرتے، بال پر جھپٹتے مقابلہ نویں منٹ میں پانچ چار تھا۔ کارل پانچ......ویرا چار......دسویں منٹ میں کارل نے ویرا کے سر پر ایک اور گول کر دیا......ویرا ٹڈی کی طرح سے چکرا کر برف پر گری۔
''آخری منٹ!'' امرحہ چلائی۔ وہ بھاگنے کی تیاری کر رہی تھی۔ آخری منٹ میں ویرا زیادہ سے زیادہ ایک ہی گول کر

ہتی تھی نا...... گراؤنڈ میں چند اسٹوڈنٹس موجود تھے جو ویرا اور کارل کی مستیاں دیکھ رہے تھے۔ان کا خیال تھا، وہ مذاق میں کوئی کھیل کھیل رہے ہیں۔

''آخری پندرہ سیکنڈز۔'' امرحہ پھر زور سے چلائی۔ وہ بھاگتے بھاگتے ویرا کے قریب جا چکی تھی...... کارل ان سے دور تھا...... بال ویرا کے ہاتھ میں تھی...... اس نے کارل کے سر پر دے ماری لیکن کارل پھر بچ گیا...... اور وہ بال پر جھپٹا...... وہ پھرتی سے جھک کر بال اٹھا ہی رہا تھا کہ ویرا پھولے ہوئے سانس کے ساتھ چلائی۔

''امرحہ...... بھاگ۔'' کہتے وہ خود بھی برفانی چیتے کی طرح گیٹ کی طرف بھاگی...... امرحہ بھاگنے کی تیاری تو کر ہی رہی تھی پر ویرا کے کہتے ہی اس کے ہاتھ پیر پھول گئے۔

''بھاگ امرحہ!'' ویرا پھر چلائی۔

کارل ان کے پیچھے جنگلی تیندوے کی طرح لپکا۔

امرحہ نے اپنی لاہور میں کھائی خوراکیں زندہ کیں اور پورا زور لگا کر بھاگی...... ویرا نے لپک کر اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے بھی رفتار کے ساتھ بھگانے لگی...... لیکن کہاں ویرا، کہاں امرحہ...... امرحہ برفانی چیتا تھوڑی ہی تھی۔

جتنی مرضی صحت بخش غذائیں کھائی ہوں...... ان کا استعمال تو کبھی نہیں کیا گیا تھا نا...... بھاگی تو کبھی نہیں تھی...... ضرورت ہی نہیں پڑی تھی...... اسے برف ملی تھی نہ کارل نامی بلا...... جوان کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔

ویرا کے ساتھ بھاگتے امرحہ منہ کے بل گرتے گرتے کئی بار بچی...... امرحہ گر جاتی۔ کال (موت) اسے پیچھے سے آلیتی بہت ہی برا ہوتا......

کارل کہیں پیچھے برف پر پھسل کر گر گیا تھا ورنہ وہ ان سے دس قدم پیچھے نہ ہوتا...... ویرا اپنی سائیکل پر جھپٹی اور اسے اڑایا...... امرحہ چلتی سائیکل پر بیٹھی...... ویرا نے ہی اسے چلتی سائیکل پر بیٹھنا اور اُترنا سکھایا تھا اس کا ماننا تھا ایمرجنسی میں ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں کام آتی ہیں۔

ایمرجنسی ''کارل'' میں یہ بات کافی کام آرہی تھی۔

ویرا نے اپنی رولر کوسٹر کو سپر سونک بنایا اور یہ اُڑا دیا......

''ویرا!'' کارل کی آواز ان کے پیچھے آئی...... پھولے سانس کے ساتھ وہ چلایا۔

''کون ویرا؟'' ویرا چلائی اور یہ جا وہ جا۔

جب وہ کارل کی پہنچ سے دور ہو گئی تو رولر کوسٹر کی رفتار آہستہ کی گئی...... ہنس ہنس کر ان کا برا حال تھا۔ برف سے ڈھکے ہوئے مانچسٹر میں ان کی ہنسی کے قہقہے جل بجھ رہے تھے۔ امرحہ شاید ہی اپنی زندگی میں کبھی اتنا ہنسی ہو گی...... اس کا پیٹ پھٹنے کے قریب تھا۔

''تم ہار کیسے گئیں؟'' امرحہ نے اس کی کمر میں چٹکی بھری۔ ''یعنی میرے لئے کھیلتے ہی ہار گئیں یو Ginger Ball''

''کبھی انسان ہار بھی تو جاتا ہی ہے نا...... ویسے اگر میں جیت جاتی تو کارل نے بھاگ جانا تھا...... ہم اس جن کو برف میں دھنسا سکتے تھے بھلا......؟''

''میری دادی کا ماننا ہے میں منحوس ہوں...... میری وجہ سے سارے کام خراب ہو جاتے ہیں...... آگ لگ جاتی ہے...... تباہی، بربادی ایسا سب ہو جاتا ہے۔'' امرحہ دراصل اسے اپنے ہارنے کی وجہ بتا رہی تھی۔

''اچھا؟ تم تو بڑے کام کی ہو پھر...... تم وائٹ ہاؤس کے سامنے ایک گھر کیوں نہیں لے لیتیں...... روس کے تھوڑے حساب کتاب باقی ہیں امریکہ کے ساتھ...... تم وہ حساب کتاب برابر کیوں نہیں کروا دیتیں ہمارے......؟ اگر تم واقعی ویسی ہی ہو تو سچ تم ہمارے بہت کام کی ہو...... ہمارا حساب چکا چکو تو روس آنا...... گارڈ آف آنر دیا جائے گا تمہیں......''

''گارڈ آف آنر!'' امرحہ پھر سے ہنستے ہنستے بے حال ہونے لگی۔ اس کی نحوست کو گارڈ آف آنر...... کمال ہو گیا۔

''یہ میری زندگی کا بہترین وقت ہے ویرا...... تم ہو، میں ہوں، برف ہے، مانچسٹر ہے اور تمہاری سائیکل ہے...... میرے لئے اتنے خزانے تھے زندگی کے پاس۔''

''سب سے بڑا خزانہ کارل...... ہاہاہا!'' ہنستے ہنستے ویرا سائیکل گرا بیٹھی۔ دونوں سڑک پر گر گئیں...... انہیں ہلکی سی چوٹ بھی آئی لیکن اس چوٹ کی پروا کسے تھی، وہ دونوں تو سڑک پر گری سائیکل کے پاس ہنسنے میں مصروف تھیں۔

''کارل کا نام لیتے ہی ہم گر گئے اف، اصل میں منحوس تو کارل ہے۔''

امرحہ کو بڑی خوشی ہوئی کارل کو منحوس ثابت کر کے۔ اس نے جیسے اپنے منحوس ہونے کا بدلہ کارل سے لیا اور اپنی ساری روشن خیالی کے باوجود وہ دادی کی طرح پورا زور لگا کر کارل کو ''منحوس'' ثابت کرنے کے لئے بھی تیار تھی۔ بلکہ اس کام کے لئے پارٹ ٹائم کرنے کے لئے بھی تیار تھی...... ساری یونیورسٹی امرحہ کے خاندان کی طرح جب اسے منحوس کہا کرے تو امرحہ کے اندر ٹھنڈک ہی ٹھنڈک پھیل جایا کرے گی۔ آہ...... کاش یہ دن دیکھنا امرحہ کے نصیب میں ہو...... کاش یہ دن جلد ہی آجائے...... بلکہ آنے ہی والا ہو۔ جب سب کہا کریں......

''کارل دی منحوس مارا۔''

○......❖......○

میں ہڑبڑا کر اٹھا، آج تو میرا پہلا پیپر ہے...... گھڑی اور کھڑکی دونوں کی طرف دیکھا اوہ گوش شام کے پانچ بج گئے...... خدایا...... میرا تو پہلا پیپر تھا...... میں تو رات بھر پڑھتا رہا تھا...... پھر کیا ہوا...... پھر کیا ہوا آخر...... یعنی میرا پیپر گیا...... یعنی اب یونیورسٹی کا ڈین بھی مجھے فیل ہونے سے نہیں بچا سکے گا۔ میں اتنا وقت سوتا کیسے رہ گیا؟ کیا میں ساری رات پارٹی کرتا رہا۔ سارا دن سوتا رہا...... نہیں میں تو علی کا منز میں تھا...... نہیں، شاید میں تو لائبریری میں تھا...... اوہ گوش میں کہاں تھا...... آخر کوئی مجھے بتائے گا کہ میں کہاں تھا۔

میں نچلے فلور پر شاہ ویز کے کمرے کی طرف بھاگا۔ اس کا دروازہ دھڑ دھڑایا۔

''شاہ ویز! میں کل رات کہاں تھا، بڑی جلدی بتا......؟''

اُف شاہ ویز بھی سو رہا تھا...... میری طرح اس کا امتحان بھی گیا...... وہ بھی فیل۔

''مجھے کیا پتا، تم کل رات کہاں تھے...... سونے دو مجھے۔'' شاہ ویز اندر سے ہی چلایا۔

''تمہارا بھی پیپر گیا یا دے کر آئے ہو؟'' میں اس کے کمرے کے بند دروازے کے پار چلایا۔

''پیپر...... وہ تو صبح ہے...... اب دفعان ہو جاؤ۔''

''صبح تو گزر گئی...... شام کے پانچ بج رہے ہیں۔''

''تم ٹھنڈے پانی میں ڈبکیاں کیوں نہیں لگاتے، صبح کے پانچ بجے ہیں، شام کے نہیں۔''

''اوہ اچھا...... سچ میں...... آہ گوش میری تو جان ہی نکل گئی تھی۔''

یہ کیرل ہے، ایگزامز کے بے جا دباؤ کا شکار بے چارہ اسٹوڈنٹ......

یعنی مانچسٹر یونیورسٹی میں اس دیو کا نزول ہو چکا تھا جسے ''ایگزامز'' کے نام سے یاد کیا جانا بھی پسند نہیں کیا جاتا...... حافظہ ساتھ ہوتے ہوئے بھی ساتھ نہیں دیتا۔

جیسے کہ......

''میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے؟'' اپنے فیشن اور ملبوسات کے لئے مشہور لنڈا!

''تم چار یا پانچ مہینے پہلے لائبریری آئی ہوگی۔''

''ہاں آئی تو تھی...... ایک میگزین چاہئے تھا...... پر آپ کو کیسے معلوم ہوا؟''

''سارا سمسٹر چھوڑ کر صرف امتحانات کے دنوں میں لائبریری آنے والے مجھ سے یہی کہتے ہیں۔'' آپ کو کہیں دیکھا ہے۔'' دوسرے سمسٹر کے امتحانات میں آ کر بھی تم یہی کہو گی...... میں تھک جاتا ہوں بار بار اس سوال کا جواب دے دے کر، س لئے ابھی سے بتا رہا ہوں، میں لائبریرین ہوں اور میں لائبریری میں دیکھا اور پایا جاتا ہوں۔''

آنکھ، کان، زبان، دماغ، خاص کر بالوں میں سے طوطے کیسے اڑتے ہیں کبھی دیکھا۔

نہیں...... مانچسٹر یونیورسٹی کے اسٹوڈنٹس سے امتحانات کے دنوں میں ملیں......

''آئی لو یونی میوزیم۔'' سارہ...... عام دن......

''میوزیم...... یونی میں میوزیم ہے؟'' سارہ...... امتحانات کے دن......

دل و دماغ پر ایسے سوالات کا غلبہ رہتا ہے جن کا کم سے کم امتحانات سے تعلق ہوتا ہے۔

''اوہ...... شیکسپیئر کو کیا ضرورت تھی اتنا کچھ لکھنے کی...... ایک آدھ ڈرامہ کافی نہیں تھا۔'' جوناتھن 40% بمشکل لینے الوں میں سے......

''کون شیکسپیئر؟'' ڈینئل مانچسٹر کے ہر کلب اور بار کے بارے میں جاننے والوں اور 40% کے خواب دیکھنے والوں ں سے......

''میرے چچا......'' جوناتھن غصے میں۔

''تمہارے چچا ڈرامے لکھتے ہیں......؟ کس تھیٹر میں لگتے ہیں ان کے ڈرامے...... دو ٹکٹیں مل جائیں گی؟''

ایک اور......

''تم ڈبہ کیوں کھا رہے ہو؟'' اوک ہاؤس ہال میٹ۔

''میں تو پیزا کھا رہا ہوں۔'' بے حد لائق فائق، لمبا سا پتلا سا اسٹوڈنٹ کرس......

''تم پیزا...... ڈبے سمیت کیوں کھا رہے ہو؟''

''نہیں! میں تو صرف پیزا کھا رہا ہوں...... یہ دیکھو...... اوہ...... میری پلیٹ میں یہ ڈبہ کہاں سے آ گیا......؟'' گول ول چشمہ ملفوف آنکھیں باہر کو......

''تمہارے منہ میں بھی ڈبے کا کچھ حصہ ہے...... اور خدا کے لئے کرس اس کھڑکی کو بند کر لو، تم اوک ہاؤس کے وہ واحد سٹوڈنٹ ہو گے جو اتنی ٹھنڈ میں کھڑکی کھول کر پڑھ رہا ہے۔''

''کھڑکی...... اوہ...... تو یہ کھڑکی ہے...... میں بھی سوچ رہا تھا، میرے سارے کپڑے کہاں گئے...... اور...... اور...... رے جوتے بھی۔''

مزید...... یونیورسٹی میں نئے نئے آنے والے...... یعنی فریشرز......

جب میں اسکول میں تھا تو 70% مارکس لیا کرتا تھا۔ اس پر بھی مجھے دکھ سے کئی کئی راتیں نیند نہیں آیا کرتی تھی۔'' ہرے فریشر کے سامنے زمانہ اسکول کی تاریخ بتاتے ہوئے......

امتحانات کے دنوں میں چار مہینے پرانا فریشر......

''مجھے لگتا ہے 40% بھی برے نہیں ہیں...... ٹھیک ہے...... اتنے بھی ٹھیک ہی ہوتے ہیں، صرف مصروفیت کی وجہ سے میں پڑھ نہیں سکا...... یہ جیکسن تھا جو مجھے رات رات بھر باہر رکھتا تھا۔ امتحانات کے بعد جیکسن سے دوستی بس ختم...... پکی ختم، لہ ابھی سے کیوں نہیں...... وعدہ پاول...... وعدہ......'' آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر باتیں کرتے ہوئے۔

''تم آ رہے ہو یا میں جاؤں؟'' دروازے میں نمودار ہوتا جیکسن۔

''بس پانچ منٹ......بس ابھی آیا......لیکن پہلے سے ہی بتا رہا ہوں ایک گھنٹے سے زیادہ ہم باہر نہیں رہیں گے......
ٹھیک ہے وعدہ کرو مجھ سے......پکا وعدہ کرو......ہاں چلو اب چلو......اپنا وعدہ مت توڑنا۔''

لائبریری کمپیوٹر پر چار گھنٹے سے پڑھائی میں غلطاں تام......

''میں نے یوٹیوب، فیس بک کا استعمال ترک کر دیا ہے......نہیں......کس نے کہا چار گھنٹے سے......نہیں بالکل نہیں......میں تو بس ایسے ہی......صرف تھوڑی سی دیر کے لیے لاگ ان ہوا تھا، سوچا شاید ماما آن لائن ہوں۔ ہاں پہلے ان کا فیس بک اکاؤنٹ نہیں تھا، میرے ہی کہنے پر انہوں نے کل ہی بنایا ہے......تم ایسے ہی ہنستے رہے تو میں تمہیں گھونسا مار دوں گا......کھانا میں پڑھ رہا تھا......ریسرچ کر رہا تھا، صرف ریسرچ......''

امتحانات کے دنوں میں لائبریری کی طرف جاتے ہوئے۔

''ہائے......جینا کیسی ہو؟'' مائیکل کیمسٹری اسٹوڈنٹ۔

''میں ماریہ ہوں......'' بائیو اسٹوڈنٹ۔

''جینا ماریہ نا......؟'' ہار نہ مانتے ہوئے، سر کھجاتے ہوئے......

''ماریہ ایڈم!'' دونوں ہونٹوں کو بگاڑتے ہوئے......

''ہاں، ہاں وہی جو مک لارین میں آتی ہے......''

''میری تیسری نسل میں سے شاید کوئی مک لارین خرید کر اسے ہاتھ لگا سکے، میں ایسی جرأت فی الحال نہیں کر سکی، میری حیثیت فری بس سے آنے والی ہے......اور تم؟''

''میں......؟'' سر کھجاتے ہوئے ہی۔

''ہاں تم......''

''مطلب......میں کہاں جا رہا ہوں......میں پڑھنے لائبریری جا رہا ہوں سارہ......''

''میرا......مطلب تم کون ہو......کیا نام ہے تمہارا؟''

سر کھجانے کی باری اب ماریہ نے اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔

''میں اچھا بائے......میں لیٹ ہو رہا ہوں سوزین۔'' چلا جاتا ہے۔

''میں کون ہوں......کیا نام ہے میرا؟'' جاتے ہوئے۔

''تمہیں تو لائبریری جانا تھا نا؟'' ماریہ پیچھے سے چلاتی ہے۔

''تم تو یونیورسٹی سے باہر کی سمت جا رہے ہو......''

''تو تعلیمی دور میں کم سے کم دس بار ہم یہ ضرور سوچتے ہوئے پائے جاتے ہیں کہ امتحانات میں فیل ہونا اتنا آسان اور پاس ہونا اتنا مشکل کیوں ہے؟

اسی فیصد پرچے اسی ایک لیکچر، باب، سوال پر کیوں مشتمل ہوتے ہیں جو ہم مس کر چکے ہوتے ہیں......؟

''فیل ہونے کی بڑی وجہ کیا ہے؟''

''میرا خیال ہے یہ امتحانات ہیں......آپ کا کیا خیال ہے؟''

"Night before exams is like a night before christmas,
you can't sleep and yet hope for a miracle."

اسٹوڈنٹس اپنے تعلیمی دور میں معجزات پر بہت یقین رکھتے ہیں اور ان کے رُونما ہونے کی دعائیں بھی کرتے ہیں......

دوسرا اور تیسرا باب پڑھنے کے بعد وہ یہ دعا کرتے سو جاتے ہیں کہ چوتھے، پانچویں اور چھٹے باب میں سے کوئی سوال نہ

آئے......اور سارا پرچہ دوسرے اور تیسرے باب پر مبنی ہو...... چلو فرض کیا اگر چھٹے باب سے کچھ آ ہی گیا تو اسی فیصد دوسرے اور تیسرے ابواب سے جو آئے گا، وہ پاس کروا دے گا...... چلو پچاس فیصد ہی سہی...... چلو چالیس ہی سہی، اچھا چلو تیس ہی سہی......

بس یہی سب معجزاتی دعائیں...... معجزاتی توقعات......

امتحانات کے دوران سب سے زیادہ اسٹوڈنٹس خوش فہم ہوتے ہیں۔ امتحانات کے بعد سب سے زیادہ دنیا بھر میں دعائیں اسٹوڈنٹس کرتے ہیں۔

سب سے زیادہ خون امتحان نامی بلا چوستی ہے اور کودتی پھاندتی حقیقی موت رزلٹ کے دن سب سے زیادہ دکھائی دیتی ہے۔

جی ہاں...... سچ ہے یہ......

امتحان گاہ کے آخری پانچ منٹ میں ہر اسٹوڈنٹ مافوق الفطرت طاقت کا مالک بن جاتا ہے...... وہ ساری کتاب لکھ ڈالنا چاہتا ہے...... لیکن وقت ہی نہیں ہوتا...... اور ایک بڑی دردناک حقیقت یہ ہے کہ سب کچھ یاد بھی آخری منٹوں میں ہی آتا ہے...... اف یہ امتحانات...... ایک لمبی...... آہ...... ہ...... ہ......

''میں نے سارا سمسٹر ٹھیک سے کیوں نہ پڑھا؟''

ایک سوال، محاسبہ اور پچھتاوا جو امتحانات کے ختم ہوتے ہی اپنی موت آپ مر جاتا ہے...... ویسے اسے مر ہی جانا چاہئے ہمیشہ کے لئے...... ایویں ذہن میں کلبلا کر احساسِ زیاں جگاتا ہے۔

''مجھے تھوڑی سی دیر کے لئے سو جانا چاہئے میں پچھلے پچیس، تیس منٹ سے پڑھ رہا ہوں...... آخر نیند پر میرا بھی حق ہے۔'' ایک خواہش جس پر فوری عمل کیا جاتا ہے۔

تو سب اسٹوڈنٹس اس سوال کا جواب جاننے سے قاصر ہیں کہ امتحانات میں اتنی نیند کہاں سے آجاتی ہے...... بھوک اتنی کیوں لگنے لگتی ہے...... ٹی وی، فیس بک، یوٹیوب، ٹیوٹر پہلے سے زیادہ دلچسپ کیوں لگنے لگتے ہیں۔ کتابوں کی پہچان مشکل کیوں ہو جاتی ہے۔

ویسے امتحانات سے پہلے پوسٹ ایگزامز پارٹیز پلان کر لی گئی تھیں۔ جیسے کرسمس آنے سے پہلے کرسمس کے بعد دی اور لی جانے والی پارٹیز پلان کی گئی تھیں۔ کون کون آئے گا، پارٹی کہاں ہو گی، کیا کیا ہنگامہ برپا کرنا ہو گا...... امتحانات کے ختم ہونے کی خوشی میں نہیں بلکہ امتحانات سے جان چھوٹ جانے کی خوشی میں...... آس پاس کے سب ہی، بارز، کلبس، ریسٹورنٹس اس انتظار میں تھے کہ جلدی سے امتحانات شروع ہو کر ختم ہوں اور بے چارے اسٹوڈنٹس کچھ پارٹی شارٹی، مزے شزے کریں...... بے چارے اسٹوڈنٹس......

تو یونیورسٹی میں کچھ اس قدر پڑھنے والے اسٹوڈنٹس بھی تھے......

''یہ بدبو کہاں سے آ رہی ہے۔ شاید تم میں سے جم۔'' ناک سکیڑتی کیٹ۔

''ہاں شاید...... کئی دنوں سے میں ٹھیک سے منہ نہیں دھو سکا...... کپڑے بھی...... دانت برش کرنے کا تو بالکل وقت نہیں ملا...... ایگزامز ہیں نا۔'' پہلے دانت نکال کر مسکرا کر کہا جانے والا تاریخی جملہ...... جی ہاں تاریخی ہی.

کچھ ایسے بھی ہو جاتے ہیں......

''تمہاری شکل مارشل سے ملتی جلتی ہے۔''

''میں مارشل ہی ہوں...... پڑھ پڑھ کر ایسا ہو گیا ہوں۔''

''اوہ shurrup (شٹ اَپ کی جدید شکل) اس حالت میں گھر نہ چلے جانا...... اپنی ڈی این اے رپورٹ بھی دکھائی

نا تو بھی گھر والے گھر میں گھسنے نہیں دیں گے۔"

اور کچھ ایسے......

"آخر تم تیز تیز کیوں نہیں چل رہے......ہم یونیورسٹی سے لیٹ ہو رہے ہیں۔"

"مجھ پر بہت بوجھ ہے گراہم!"

"پر تمہارے ہاتھ تو خالی ہیں......"

"میرے سر پر......"

"تم نے تو آج ٹوپی بھی نہیں پہنی......"

"میرے ذہن پر یار......! پڑھائی کا بہت بوجھ ہے...... میں نے کچھ غیر ضروری کتابیں بھی پڑھ ڈالیں۔"

"تمہیں یاد ہے نا تمہیں 100% میں سے مارکس لینے ہیں 1000% میں سے نہیں......"

"ہاں پھر بھی...... پھر بھی میں نے سوچا شاید...... شاید۔"

یہ صرف کچھ جھلکیاں ہیں امتحانات کے دنوں کی......اور ظاہر ہے اسٹوڈنٹ دنیا کے کسی بھی خطے سے تعلق رکھتا ہو...... کم وبیش ایک سی حالت سے گزرتا ہے......ایک جیسے احساسات کا مالک ہوتا ہے کیونکہ وہ بے چارہ اسٹوڈنٹ ہوتا ہے نا...... بے چارہ۔

یونیورسٹی میں اسٹوڈنٹس کی ایک خاص تعداد پڑھنے سے متعلق دیواروں پر نوٹس چپکاتے ہیں۔ اکثر اسٹوڈنٹس کے کمرے کی دیواریں ان نوٹس سے بھری ہوتی ہیں پھر کہیں جا کر ان کے 40% مارکس آتے ہیں۔ Unicorn لے تقریباً ہر اسٹوڈنٹس کے ٹیبل پر رکھا نظر آنے لگتا ہے۔ ایگزامز سے متعلق اقوال دیواروں پر چپکا دیئے جاتے ہیں آئینے میں اپنی ہی شکل دیکھ کر ڈرا جاتا ہے......اور رات کو چھی منی سی نیند میں بھی کتابیں آ آ کر ڈراتی ہیں۔

تو وہ وقت آ چکا ہے جو نیندیں تو بلا شبہ بھگائے گا ہی، ساتھ نانیاں، دادیاں اور پھوپھیاں بھی یاد کروا کر جائے گا۔ یہ وہی دن ہوتے ہیں نا جب لگنے لگتا ہے کہ ایگزامز سیزن زندگی سے کبھی جائے گا ہی نہیں...... زندگی کبھی معمول پر آئے گی ہی نہیں...... رات کو اپنی مرضی سے سونے والی، صبح آرام سے اٹھنے والی...... گپیں ہانکنے والی اِدھر اُدھر گھوم پھر کر مستیاں کرنے والی۔ آکسفورڈ روڈ اور اس سے منسلک دوسری سڑکوں پر چہل قدمی کرنے والی......

اُف کبھی اتنے فارغ رہے ہیں ہم...... پرنٹ ورک میں بڑی بڑی میزوں پر اسنوکر کھیلنے والے......اوک ہاؤس کے گراؤنڈ میں آگ جلا کر اس کے گرد رات رات بھر بیٹھے رہنے والے...... اتنے فارغ...... کیا یہ سب ہوتا رہا ہے...... سچ؟

پروفیسرز اسٹوڈنٹس کو دیکھ کر زیرِ لب مسکرا دیتے، جیسے کہتے ہوں، اب چڑھے گا اصل فلو...... لائبریری اسٹاف جن بھوت بن جاتے کہ اصل امتحان تو اسٹوڈنٹس ان کا لینے والے ہیں...... جو نہیں بھی موجود ہو گا وہ بھی مانگا جائے گا......

لائبریری اور لرننگ کامنز (پڑھنے کی جگہ) رات دن کھلے تھے اور کچھ ایسا سماں پیدا کر رہے تھے جیسے وہاں عام انسان موجود نہ ہوں، کسی سیارے سے اُتری مشینی مخلوق ہو جو نہ کھاتی ہے نہ سوتی ہے، بس پڑھتی ہی رہتی ہے۔

○......❖......○

اگر ساری مانچسٹر یونی کو ایک دلہن مان لیا جائے تو...... Alan Gillbert Learning Commons المعروف علی لرننگ کامنز اس دلہن کے ماتھے کا جھومر قرار پائے...... چار اطراف شیشے سے سجی، شیشے سے بنی، کسی ارب پتی کے ذاتی گھر کی طرح بے حد نفیس اور صاف ستھرا...... فائیو اسٹار ہوٹل کی طرح چمکتی دمکتی، گھر کے ماحول سے کہیں بڑھ کر

آرام دہ اور پُر سکون......نرم گرم علی کا منز۔

اسٹوڈنٹس اپنی مرضی سے اپنی تعلیم کے مطابق کامن روم کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ ہال میں بھی پڑھا جاسکتا ہے جہاں کئی دوسرے اسٹوڈنٹس پڑھنے میں مصروف ہوتے ہیں۔ گروپ میں بھی الگ سے گروپ رومز میں بھی...... دو دو چار چار کے گروپ میں بھی...... یہاں ہر طرح کی سہولت موجود ہے، چارجنگ، ایل سی ڈی، کمپیوٹر، انٹرنیٹ، وائٹ بورڈ وغیرہ وغیرہ۔ ساتھ ہی کیفے ہے...... اسٹوڈنٹس لرننگ کامنز میں آجائیں تو انہیں کسی دوسری ضرورت کے لئے باہر نہیں جانا پڑتا، وہاں سب کچھ مہیا کر دیا گیا ہے۔

''تمہیں میری مدد کی ضرورت ہے؟'' عالیان ہاتھ میں دو عدد کافی مگ لئے اس کے سامنے بیٹھ چکا تھا۔ وہ اوپن ہال میں اکیلی بیٹھی پڑھ رہی تھی۔ اسے ضرورت پڑتی تھی تو وہ اپنی کسی کلاس فیلو سے مدد لینے چلی جاتی تھی۔

''تم بزنس کے اسٹوڈنٹ ہو اور میں انگلش لٹریچر کی...... تم میری مدد کیسے کر سکتے ہو؟'' جی ایگزامز کے دنوں میں اسٹوڈنٹس چڑچڑے بھی ہو جاتے ہیں۔

''جانتا ہوں...... لیکن تمہارے سبجیکٹ میں ایک اسکول کا بچہ بھی تمہاری مدد کر سکتا ہے۔'' عالیان جیسے اسٹوڈنٹس کا مزاج البتہ عروج پر ہوتا ہے۔

''تو وہ بچے اسکول کیوں جا رہے ہیں۔ یہاں آکر ماسٹرز کیوں نہیں کر لیتے؟'' امرحہ کا مزاج بھی مات نہیں کھاتا۔

عالیان نے قہقہے کو بلند ہونے سے روکا...... کیا جواب دیا تھا امرحہ نے......

''ان سب باتوں سے تمہارا مطلب کیا ہے؟'' امرحہ نے ہونٹ سکیڑے، اسے عالیان کا قہقہہ برا لگا تھا۔

''سیدھا اور صاف مطلب ہے، یہ بہت آسان سبجیکٹ ہے۔''

''تم میرا مذاق اڑا رہے ہو......؟'' مزاج بگڑنے لگا تھا۔ امرحہ کو نیند کی ضرورت تھی۔

''تمہیں بتا رہا ہوں......'' عالیان بھرپور نیند لے کر آیا تھا، جم کر بیٹھ گیا۔

''تم طنز کر رہے ہو......''

''حقیقت کو تمہاری زبان میں طنز کہا جاتا ہے۔'' اس نے ذرا آگے ہو کر اس کے سامنے رکھی کتاب کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہا تو امرحہ نے فوراً کتاب کو جھپٹ لیا۔

''اُف...... اتنی بدتمیزی۔'' اس نے ایسے طنز کیا جیسے اس نے برا مان لیا ہے، پھر بھی وہ مزید پھیل کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

''کافی پی لو۔ ٹھنڈی ہو جائے گی۔'' ہنسی دبانے کے لئے اس نے ہونٹ کا کونا دانتوں میں لیا۔

''کس نے کہا تھا، میرے لئے کافی لانے کو؟'' اسٹوڈنٹس کے پیچھے بھاگ بھاگ کر نوٹس لینے والی یہ کہہ رہی تھی...... ٹھیک ہے آخرکار ہر انسان بدل ہی جاتا ہے۔

امرحہ کو یہ بات بری لگی تھی کہ اس نے اس کے مضمون کو لے کر ایسا کہا۔ دنیا میں ہر انسان نیوٹن، اسٹیفن ہاکنگ یا عبدالسلام نہیں بن سکتا، ذہانت کا معیار مشکل مضمون پڑھنا ہی نہیں...... اگر ہر لڑکی مادام کیوری جیسی نہیں بنتی تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ کند ذہن ہے...... یا صفر ہے۔ وہ لاء پڑھ کر مارگریٹ تھیچر، آئرن لیڈی بن سکتی ہے...... ایم اے اردو کر کے بانو قدسیہ بن سکتی ہے۔ معمولی سمجھے جانے والے مضامین کو پڑھ کر بھی وہ کیا نہیں کر سکتی۔

''مجھے الہام ہوا تھا۔'' وہ اس کے دبے دبے غصیلے انداز کو جیسے چپکے چپکے دیکھنے لگا۔

باہر برف باری شروع ہو چکی تھی۔ دونوں قدِ آدم شیشے کی کھڑکی کے پاس بیٹھے تھے۔

''برف باری ہو رہی ہے امرحہ! دیکھو۔'' اس کا مقصد صرف اس کا غصہ کم کرنا تھا لیکن اگلی بات کر کے اس نے غلطی کی۔

''تم تو شاید پہلی بار دیکھ رہی ہو گی؟'' اس نے کھڑکی سے باہر آسمان سے اترتے سفید جگنوؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

امرحہ کا غصہ یک دم بڑھ گیا۔ ''کیوں میں کیوں پہلی بار دیکھ رہی ہوں گی؟''

''کیونکہ لاہور میں برف باری نہیں ہوتی نا۔'' اس نے سچ بولا غلط کیا، ہر جگہ سچ کا خیر مقدم نہیں کیا جاتا۔

''کیوں نہیں ہوتی، ہمارے پاکستان میں سب ہے...... سب۔'' اس نے ایسے شانے لہرائے جیسے کہتی ہو یو انگریز...... او shurrup۔

''برف باری بھی؟'' وہ ٹھوڑی کھجانے لگا پھر اس نے ہاتھ ٹھوڑی تلے ہی ٹکا لیا۔

کرسمس نائٹ پر لارڈ میئر اپنی پسندیدہ فلم دیکھتے ہوئے، اپنے قہقہے کا گلا دباتے ہوئے۔

''یونیورسٹی کی یادداشتیں ڈاٹ کام......''

''ہاں بالکل۔'' شان سے اترا کر کہا۔

سندری امرحہ مزے سے سچ کا گلا دباتے ہوئے، لارڈ میئر کو کم عقل سمجھتے ہوئے...... دیسی انداز میں لمبی لمبی چھوڑتے ہوئے...... ایک جھوٹ سو کہانیاں ڈاٹ کام۔

''لاہور میں برف باری ہوتی ہے امرحہ...... اچھا...... کب کب؟'' لارڈ میئر معصوم سا بچہ بنتے ہوئے۔

''جب جب یہاں ہوتی ہے۔'' امرحہ کے انداز کی نظر اتاری جانی چاہیے تھی۔

''اچھا...... اور کیا کیا ہوتا ہے لاہور میں......؟''

لارڈ میئر نے ریموٹ پھینک دیا ہے، انہیں صرف یہی فلم دیکھنی ہے...... بس......

''سب...... سب...... جو یہاں بھی نہیں ہے...... سب ہے وہاں...... جی ہاں...... پھول، پودے، اسکول، کالج، یونیورسٹیاں، عجائب گھر، بڑے بڑے بازار، شاپنگ سینٹر، ہوٹلز، سپر جنرل اسٹورز، ٹرین، موٹر وے، بڑی بڑی سڑکیں، سب ہے ہمارے پاس...... تم نے کیا سمجھ رکھا ہے ہمیں...... ہاں؟''

وہ اتنی دلچسپی اور محویت سے اسے دیکھ رہا تھا جیسے چھوٹے بڑے سب ٹام اینڈ جیری دیکھتے ہیں...... اس کے مدلل انداز۔

''تم نے کیا سمجھ رکھا ہے ہمیں؟'' سے وہ چونکا کیونکہ اس کا یہ انداز کچھ ایسا تھا جیسے عدالت میں جج کا ہوتا ہے۔

''بتاؤ جوزف تم نے قتل کیوں کیا...... کیوں کیا...... جواب دو...... ٹھہرو...... سزا کے لئے تیار ہو جاؤ...... الیکٹرک چیئر تمہارا مقدر ہے...... ہاں تمہارا مقدر۔''

''لاہور میں سب نہیں ہے امرحہ! سب کچھ تو مانچسٹر میں ہے۔'' مسکراہٹوں میں سب سے پیاری مسکراہٹ سجا کر عالیان نے کہا۔

''ہاں تم تو یہی کہو گے۔'' سندری امرحہ نے بروں میں سب سے بری طرح منہ بنا کر کہا۔

''میں...... ہاں میں ہی تو یہ کہوں گا...... لاہور خالی ہو چکا ہے...... اس کے پاس سب نہیں ہے...... تم تو یہاں بیٹھی ہو...... اس کے پاس سب کیسے ہو سکتا ہے...... اس کا سب تو اب مانچسٹر میں آ چکا ہے۔''

کھڑکی کے باہر گرتے برف کے گالوں نے اتنی پیاری بات پر تالیاں بجائیں...... وہ سفید سے نیلے، پیلے، ہرے ہو گئے...... اور امرحہ خاموش ہو گئی اور کتاب پڑھنے کی کوشش کرنے لگی۔

''ویسے یہ دیکھو۔'' اس نے اپنا موبائل امرحہ کے آگے کیا جہاں لاہور کے موسم کی ساٹھ سالہ تاریخ موجود تھی۔

''لاہور میں برف باری نہیں ہوتی۔'' کہہ کر اس نے بلند قہقہہ لگایا۔ اس بار اس نے آواز دھیمی رکھنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ اِدھر اُدھر بیٹھے اسٹوڈنٹس نے اس کی طرف دیکھا کہ اتنے دباؤ میں بھی کون ایسے دل سے ہنس رہا ہے۔

عالیان......اور کون......

''ہوتی ہے۔'' وہ اپنی بات پر قائم رہی۔

''سندری امرحہ...... چچ چچ...... لاہور کی پتنگیں اور گپیوں کی نہ ختم ہونے والی ڈوریں......'' لاہور کی تاریخ کے باب رنگیلے لوگوں سے اکتساب۔''

عالیان نے کسی قدر حیرت سے اسے دیکھا۔

''اور یہ سب؟'' اس نے موبائل پر نظر آنے والے کالم کی طرف اشارہ کیا جو لاہور کے موسم کے بارے میں تھا۔

''یہ غلط ہے...... کسی جھوٹے انسان نے لکھا ہے۔'' اس بار امرحہ نے شانے اور گردن ایک ساتھ اُچکائے اور اتنے یقین اور سنجیدگی سے کہا کہ عالیان کا جی چاہا کہ کہہ دے کہ ہاں ساری دنیا جھوٹی ہے، غلط ہے۔ صرف تم سچی ہو...... مجھے صرف تمہاری بات پر یقین ہے۔ لیڈی مہر کی طرح ٹھوڑی تلے ہاتھ رکھ کر وہ اپنی ممکنہ مسکراہٹ دبائے اسے دیکھتا رہا۔

دونوں کے درمیان کچھ دیر خاموشی رہی۔

سندری امرحہ ایسے ہی جھوٹ بولتی جائیں اور لارڈ میسرٔ ایسے ہی سنتے جائیں...... وہاں کچھ ایسا ماحول تھا...... علی لرننگ کے اوپن ہال میں...... کھڑکی کے پاس...... برف باری کو پس منظر میں رکھتے......

''اگر میں لاہور جا کر رہوں اور برف باری نہ ہو تو تم مجھے کہو گی کہ اس سال ہی نہیں ہوئی۔ اگر میں اگلے سال تک کے لئے لاہور میں رک جاؤں تو تم کہو گی کہ موسم میں خطرناک حد تک تبدیلی آچکی ہے...... اور اگر میں آس پاس کے لوگوں سے تصدیق کے لئے پوچھنا شروع کر دوں تو تم کہو گی کہ سب جھوٹ بول رہے ہیں۔ تمہاری بے عزتی کروانا چاہتے ہیں۔ آنکھ کی کمان کے کنارے کو شرارت سے رگڑ کر اس نے کہا۔

''تو تم کیا ثابت کرنا چاہتے ہو کہ سب کچھ تمہارے پاس ہی ہے؟''

وہ ہنسا۔ ''تم دو شہروں کے سرسری جائزے میں بھی حاسد ہو امرحہ...... میں نے یہ کب کہا کہ ہمارے پاس سب کچھ ہے...... میں نے صرف اتنا کہا کہ کیا تم پہلی بار برف باری دیکھ رہی ہو...... بس تم برا مان گئیں۔''

''میں بہت بار دیکھ چکی ہوں...... بس۔'' امرحہ باز آنے والی نہیں تھی۔

''ٹھیک ہے پر کہاں......؟''

''فلموں میں...... ٹی وی پر...... میگزینز میں۔'' اس نے روانی سے کہا۔

عالیان نے سر کو اٹھایا۔ علی لرننگ کی چھت کو دیکھا اور اتنی زور سے قہقہہ لگایا کہ ہال میں موجود ذرا زیادہ فاصلے پر موجود اسٹوڈنٹس بھی سر گھما کر اسے دیکھنے لگے اور قریب کی نشستوں پر ذرا دیر کو اونگھنے والے اسٹوڈنٹس ڈر کر، جھرجھری بھر کر چونک کر آس پاس دیکھنے لگے، کہ کیا ہوا، آخر کیا ہوگا بھئی۔

''عالیان!'' ڈر کر اٹھ جانے والی میگن نے اسے گھورا۔

عالیان نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا...... سختی سے اپنے منہ کو بھینچ لیا جبکہ امرحہ خاموشی سے کتاب پڑھنے لگی کہ وہ چلا جائے لیکن اپنی ہنسی قابو میں کرنے کے بعد وہ اس کی ایک کتاب لے کر بیٹھ گیا اور اسے سرسری دیکھنے لگا...... وہ کتاب کا ایک

صفحہ الٹتا اور اس کی طرف دیکھتا..... پھر جلدی سے صفحہ الٹ دیتا اور اسے دیکھ لیتا..... وہ غیر ارادی طور پر اس کے مزاج کو بگاڑ چکا تھا.....

''تمہاری آنکھیں.....'' اس نے بات ایسے شروع کرنی چاہی۔

''میری آنکھیں کیا.....؟'' امرحہ کو یقین تھا، اب وہ اس کی آنکھوں کو نشانہ بنائے گا۔

''سیاہ..... گہری۔''

''مجھے بھوری آنکھیں پسند نہیں۔'' اس نے جلدی سے اسے ٹوک دیا۔

''میں نے تم سے اپنی آنکھوں کے بارے میں تو نہیں پوچھا۔''

''تم میری آنکھوں کو بُرا کہتے، میں نے پہلے ہی کہہ دیا۔'' کیا حکمتِ عملی اپنائی تھی امرحہ نے..... واہ۔

''میں نے تمہیں برا کب کہا؟''

''کہہ سکتے تھے..... امکانات تھے۔'' کافی ذہین تھی امرحہ ویسے..... بادام کھاتی رہی تھی نا.....

''جب کہا ہی نہیں تو.....؟''

''کہہ دیتے تو.....؟''

''میں تو بس اتنا کہنے لگا تھا کہ تمہاری آنکھیں بہت گہری ہیں۔ جب تمہیں پہلی بار روتے ہوئے دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ بہت آنسو بہا چکی ہیں، بہت روتی رہی ہیں۔''

نوٹس لکھتے امرحہ کے ہاتھ رک گئے۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ اُسے اس سے خوف محسوس ہوا۔ وہ اس کے بارے میں اور کس کس بات کا ایسے ٹھیک ٹھیک اندازہ لگا چکا تھا.....؟ کیا اس کی نحوست کا بھی..... کیا اس کا بھی کہ لاہور میں وہ کتنی غیر اہم رہی ہے..... گھر کا، خاندان کا حصہ ہو کر بھی حصہ نہیں سمجھی گئی۔ اس پر کیسے کیسے طنز کئے جاتے رہے ہیں۔ اس کا کیسے کیسے مذاق اڑایا جاتا رہا ہے۔

وہ امرحہ جو رات کے اس وقت بارہ بجے کے قریب اعتماد سے علی لرننگ کامن میں بیٹھی پڑھ رہی ہے، دادا کے کمرے میں خوف سے چھپ جایا کرتی تھی کہ گھر میں آنے والے مہمان اسے دیکھ نہ لیں..... اگر وہ کسی تقریب میں چلی ہی جاتی تو کوئی ایسی جگہ تلاش کرتی جہاں کوئی اسے دیکھ نہ سکے۔ وہ اپنے ہم عمروں کو باتیں کرتے، قہقہے لگاتے، اچھل کود کرتے دیکھتی لیکن اپنی جگہ سے نہ ہلتی..... ان کے پاس جانے کی ہمت نہ کر پاتی۔

''کیوں روتی رہی ہو تم؟''

''میں کبھی نہیں روئی۔'' کس قدر خوفناک سوال پوچھ لیا تھا عالیان نے..... وہ اس سوال کا جواب کبھی نہیں دے گی۔

''یہ جھوٹ ہے۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''میں کبھی نہیں روئی..... کہا نا۔''

''جو کبھی نہیں روتا، وہ انسان نہیں ہوتا..... تم انسان نہیں ہو کیا؟''

''تم بھی انسان ہونا..... تو تم روتے ہو؟''

''ہاں، رویا ہوں، بہت رویا ہوں۔'' خاموشی کے بوجھل وقفے کے بعد وہ بولا۔ وہ پہلی بار اتنا اداس نظر آیا۔

''کیوں؟'' امرحہ کو جیسے یقین نہیں آیا کہ وہ روتا رہا ہوگا۔

وہ سر جھکا کر بیٹھا کا بیٹھا رہ گیا، ایسے انسان کی طرح جو ہنستے ہنستے ایک دم سے رونے لگے۔

''دیکھا نُر الگانا..... اپنے رونے کی وجہ کوئی بھی بتانا پسند نہیں کرتا.....''

''میں چھ سال کا تھا جب رات بھر اپنے ہاتھ کو اپنی ماما کے ہاتھ میں دیئے ان کے سرہانے بیٹھا رہا تھا...... صبح ان کا ہاتھ سرد ہو چکا تھا اور سخت بھی...... جب لوگوں نے میرے ہاتھ کو ان کے ہاتھ سے نکالنے کی کوشش کی تب میں رونے لگا...... اور بعد میں بھی اس منظر کو یاد کر کے روتا رہا...... یہ میرے اب تک کے رونے کی سب سے بڑی وجہ ہے۔''

امرحہ سن سی ہوگئی اور اسے اپنے رویے پر شرمندگی ہوئی، وہ اس سے معذرت کرتی یا کچھ اور کہتی اس سے پہلے ہی وہ اٹھا اور چلا گیا...... اس کی چال بتا رہی تھی کہ وہ خود کو کس کیفیت سے نکالنے کی کوشش کر رہا ہے...... امرحہ نے اسے جاتے ہوئے دیکھا۔ اس کا اپنے بارے میں اندازہ بالکل ٹھیک تھا۔ وہ کافی خود غرض ہوتی جا رہی تھی۔

لیڈی مہر اپنے بچوں کے بارے میں صرف اس محبت کا ذکر کرتی تھیں جو ان سب کے درمیان تھی۔ وہ کبھی یہ نہیں بتاتی تھیں کہ کون کیا، کیوں اور کیسے ہے...... ان کا ماضی کیا ہے اور ان پر کیا کچھ گزر چکا ہے۔

وہ کہا کرتیں۔ ''ان کے بچوں کا ماضی کتنا بھی بھیانک رہا ہو، ان کا حال پُرعزم ہے اور مستقبل شاندار۔''

وہ ان کے بچے تھے اور وہ ان کی تکلیفوں کو ان کے سوا کسی اور کے ساتھ زیرِ بحث نہیں لاتی تھیں...... کبھی مورگن، شارلٹ، ڈینس یا کوئی اور ان کے پاس پریشان صورت لئے آتا تو گھنٹوں کمرہ بند کئے اپنے اس بچے یا بچی کو لئے جانے کون کون سی باتیں کرتی رہتیں۔ امرحہ سمجھ سکتی تھی کہ اکثر ہم کتنے بھی مضبوط اور بہادر بننے کی کوشش کریں۔ ماضی سامنے آ کر تھوڑی دیر کے لئے ہی سہی پر دیوانہ سا ضرور کر دیتا ہے...... ہم اپنے حواس کھونے لگتے ہیں...... عالیان کے بارے میں اگر امرحہ نے کچھ جاننا چاہا تو انہوں نے صرف اتنا کہا۔

''وہ میرا بہت بہادر بیٹا ہے اور اپنی ماں مارگریٹ سے مثالی محبت کرتا ہے۔''

بس اس سے آگے انہوں نے کبھی کچھ نہیں کہا۔ وہ ایک سمجھ دار خاتون تھیں۔ انہیں معلوم تھا، کس کے بارے میں کتنی بات کرنی ہے اور اپنے بچوں کے لئے تو وہ بہت سمجھدار تھیں۔

امرحہ اپنے رونے کو لے کر بیٹھی تھی اور سمجھتی تھی۔ اس سے زیادہ دکھ کسی کو ملے ہی نہیں۔ اس سے زیادہ زیادتی زندگی نے کسی کے ساتھ کی ہی نہیں۔ قدرت نے سب غم کے پہاڑ اسی پر توڑ ڈالے ہیں...... کسی خوشی کا حق دار اسے ٹھہرایا ہی نہیں گیا...... ایک امرحہ ہی کیا...... ہم سب یہی سوچتے اور اسی سوچ پر یقین رکھتے ہیں۔

انسان نے سب سے زیادہ علم جو خود کو سکھایا ہے، وہ ناشکری اور شکوہ سرائی ہی تو ہے۔

O......❖......O

سفید راج ہنسوں نے سرسبز مانچسٹر یونی کو برف صورت اپنے پروں میں لپیٹ لیا۔ برف کے ایسے ڈھیروں کو دیکھنے والوں کا جی چاہتا تھا کہ وہ ان ڈھیروں پر پھسلیں، گولے بنا بنا ایک دوسرے کو ماریں...... اور بہت سے اسٹوڈنٹس وقت نکال کر ایسا کر بھی لیتے تھے۔ یورپ پر سفید پری کا راج تھا اور گرم خطوں سے تعلق رکھنے والے اس سفید پری پر فدا ہوئے جا رہے تھے جبکہ ٹھنڈے خطوں کے باشندے ایسے موسم سے بہت چڑتے ہیں۔ وہ بہار کے دلدادہ ہوتے ہیں، انہیں منہ سے بھاپ نکالتے اس موسم سے کوئی خاص لگاؤ نہیں۔ اتنے ڈھیر سارے گرم کپڑے پہننے سے انہیں کوفت ہوتی ہے...... پاکستانیوں کی تو خیر جان ہوتی ہے سردیوں میں...... اور وہ سردیوں کے مختصر دورانیے کو ایسے مناتے ہیں جیسے مغربی کرسمس کی چھٹیوں کو......

دستانے، ٹوپی چڑھائے، کانوں کے گرد مفلر لپیٹے، گرم کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ دیئے...... سرخ ناک لئے...... دھند کو اپنے اندر اتارتے، دھند کے پردوں کو چاک کرتے امرحہ یونیورسٹی میں آتے ہی مبہوت سی ہو جاتی...... دھند یونیورسٹی کی عمارت کی بلندیوں سے ہوتی زمین پر اتر رہی ہوتی...... وہ تھوڑی دیر کو کھڑی کی کھڑی رہ جاتی۔

''کیا یہ کسی خواب کا منظر ہے...... یا خواب ہی ہے؟''

اسٹوڈنٹس تیزی سے آجا رہے ہوتے...... نیلے پیلے سرمئی، کالے، سفید کوٹوں والے، ٹوپیوں والے، منہ سے بھاپ نکالتے...... ہاتھوں کو رگڑتے یا جیبوں میں ڈالے...... کتنے پیارے منظر تھے...... ٹھنڈ تھی...... برف تھی...... دھند تھی...... اور آزادی تھی۔

دوست تھے...... ہلا گلا تھا...... اور کوئی دکھ نہ تھا۔

دو دن بعد امرحہ تھوڑا سا وقت نکال سکی عالیان کے پاس جانے کے لئے، علی لرننگ کامن کے گروپ اسٹڈی روم کے شیشے کے دروازے کے پار وہ اسے نظر آ گیا۔ کم سے کم گیارہ اور اسٹوڈنٹس بیٹھے تھے اور وہ وائٹ بورڈ کے پاس کھڑا لیکچر دے رہا تھا۔ امرحہ نے اس کے لئے کافی لی تھی، اب اتنے اسٹوڈنٹس میں وہ ایک مگ کافی تو نہیں دے سکتی تھی، اس لئے پلٹ آئی۔ اور ابھی وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ ہی رہی تھی کہ عالیان تقریباً اس کے پیچھے بھاگتا ہوا آیا......

''یہ میرے لئے لائی ہو۔'' اس نے مگ پکڑ کر گھونٹ بھرا۔

''ہاں!'' وہ مگ ہاتھ میں لے چکا تھا۔ کافی پی رہا تھا اور پوچھ رہا تھا امرحہ نے اسے داد دی۔

''مفت!'' وہ سیڑھیاں اترنے لگا اس کے ہال کی طرف بڑھنے لگا۔

''ظاہر ہے مفت...... یہ ٹویٹ نہیں ہے......''

''اوہ شکر کہ یہ ٹویٹ نہیں ہے...... ویسے ہی میرے سر پر دس بارہ ٹویٹس ہیں...... چار تو کارل کی ہیں...... اور وہ میری جان کو آیا ہوا ہے۔''

''تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں آئی ہوں؟''

''دو دن سے انتظار کر رہا تھا تمہارا۔'' چلتے چلتے اس نے گردن موڑ کر کہا۔

''پر میں نے کب کہا تھا۔ میں آؤں گی؟''

''تم نے کہا نہیں پر میں نے سن لیا تھا......'' وہ نئی مسکراہٹوں کا استعمال کرتے نئے انداز سے مسکرایا، جو ظاہر ہے وہی کر سکتا تھا۔

''تم کہاں جا رہے ہو؟'' امرحہ کو نیچے جانا تھا، اسے تو نہیں نا......

''میں تمہارے ساتھ......''

''میرے ساتھ کیوں آ رہے ہو...... تم پڑھو بلکہ شاید تم کوئی لیکچر دے رہے تھے۔''

''میں بریک لینے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا۔''

''میں تو صرف معذرت کرنے آئی تھی تم سے۔'' دونوں سیکنڈ فلور پر ریلنگ کے ساتھ کھڑے تھے جہاں سے کھڑے ہو کر نیچے کا سارا منظر دیکھا جا سکتا ہے

''ٹھیک ہے...... کرو۔''

امرحہ اس کا منہ دیکھنے لگی۔

''کرو بھئی...... میں سن رہا ہوں۔'' کافی کی چسکی لے کر اس نے کہا۔

''معذرت کرنے آئی تھی...... جب یہ کہہ دیا تو مطلب معذرت کر لی...... اور کیا۔''

''آں...... اچھا، اب آگے۔''

''آگے کیا؟'' امرحہ کو پھر سے غصہ آنے لگا۔

''تم اتنے پیارے سے، سرد سرد مانچسٹر میں رہ کر اتنی جلدی گرم کیوں ہو جاتی ہو؟'' عالیان مسکرایا یعنی امرحہ سے ناراض ہونا وہ جانتا ہی نہیں تھا۔ اس کے غصے کو وہ پھول کی پتی کی مانند چھو کر اپنی ڈائری میں محفوظ کر لیتا تھا

"اچھا چلو، ایگزامز کے بعد ملتے ہیں...... مشکل ہے لیکن میں کرلوں گا...... ورنہ میرا تعلیمی ریکارڈ خراب ہو جائے گا......"

"مجھے تمہاری باتیں سمجھ میں نہیں آتیں......"

"مجھے خود بھی میری باتیں سمجھ نہیں آتیں...... اچھا تو جاؤ......"

"کیسے انسان ہو تم، کیسے جانے کے لئے کہہ رہے ہو۔" کارل کی آواز ان کے قریب، لیکن پیچھے سے آئی اور اس نے بڑھ کر عالیان کی گردن دبوچ لی۔

امرحہ تو فوراً وہاں سے غائب ہو گئی وہ امتحانات کے دنوں میں اس سے کوئی لڑائی مول لینا نہیں چاہتی تھی...... لیکن اگلی رات کو وہ خود امرحہ کے پاس آ گیا، یقیناً وہ اس سے کوئی لڑائی مول لینا چاہتا تھا......

کچھ فاصلے پر بیٹھی لیزا پڑھتے پڑھتے لڑھک کر سو چکی تھی اور صوفے اور کارپٹ کے درمیان جھولتی کافی مضحکہ خیز لگ رہی تھی۔ پہلے تو اسے دیکھ کر امرحہ اپنی ہنسی روکتی رہی پھر اس کے پاس آئی اسے دھکیل کر کارپٹ پر کیا تاکہ وہ ٹھیک سے کارپٹ پر ہی سو جائے...... سامنے اس کا لیپ ٹاپ کھلا رکھا تھا۔ اکثر ایسی چیزیں غائب کر لئے جانے کے واقعات ہو جاتے تھے...... امرحہ نے اس کی چیزیں سمیٹیں اور بیگ کو اس کے سر کے نیچے رکھا اور ابھی لیپ ٹاپ پر اس نے ہاتھ رکھا ہی تھا کہ اسے محسوس ہوا کہ اس کی تصویر کھینچی گئی ہے...... اس نے گردن موڑی تو کارل کھڑا تھا۔

"امرحہ The Lost Duck علی لرننگ کامن میں سوئے ہوئے اسٹوڈنٹس کی چیزیں چراتے ہوئے...... اپنی نوعیت کا چالیسواں واقعہ......" فون ہاتھ میں لئے وہ مسکرا رہا تھا۔

"یہ گرما گرم خبر کچھ ہی دیر میں The Tab Manchester (اسٹوڈنٹس ویب سائٹ) میں آ جائے گی......"

امرحہ کا جی چاہا کہ لیزا کی ٹھنڈی ہو چکی کافی اس کے منہ پر دے مارے۔ پر وہ باز رہی اور اپنی آنکھوں کی چنگاریاں کو جوالہ مکھی بناتے اسے گھورنے لگی۔

کارل بہت آسانی سے یہ دیکھ سکتا تھا کہ کس آتش فشانی انداز سے اسے گھورا جا رہا ہے تو بدلے میں وہ ہاتھ باندھ کر ایسے کھڑا ہو گیا جیسے سو دو سو پاپارازی اس کی تصویریں کھینچ رہے ہوں......

"تمہیں غصہ آ رہا ہے؟...... ہاں تمہیں تو غصہ آ رہا ہے۔" وہ مسکرایا۔

"میں عالیان سے کہتی ہوں۔" امرحہ کو آگ ہی لگ گئی۔

وہ ہنسا۔ "عالیان میرا باپ نہیں ہے ویسے ہوتا تو بھی وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔"

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا یہ دھمکی چلنے والی نہیں تھی کہ میں تمہاری اماں سے تمہارے ابا سے تمہاری شکایت کر دوں گی یا ذرا رک کو میں ابھی اپنے بھائی کو لے کر آئی، وہ تمہاری عقل ٹھکانے لگائے گا۔ اگر وہ سلطان راہی لانے کا ارادہ رکھتی بھی تھی تو وہ بھی "دی ہک" بننے کی قابلیت رکھتا تھا۔

"کچھ ہی دیر میں تم یونی میں مشہور ہو جاؤ گی، پھر ہر کوئی تم سے اپنی چوری شدہ چیزوں کا مطالبہ کرے گا...... وہ بھی جن کی کبھی ایک پن بھی چوری نہیں ہوئی ہو گی...... تم سوچ سکتی ہو، میرا کیا مطلب ہے۔" اف وہ پھر مسکرایا...... گندا بچہ۔

امرحہ کارل کو وہیں چھوڑ کر ویرا کے پاس بھاگ آئی۔ وہ اپنی کلاس فیلوز کے ساتھ گروپ اسٹڈی کر رہی تھی۔ ویرا کو ساری بات بتائی...... ویرا ہنسنے لگی۔

"تم فکر نہ کرو، وہ تمہیں ڈرا رہا ہے...... ویسے میں The Tab کے ایڈیٹر کو جانتی ہوں...... بات کر لیتی ہوں اس سے...... تم فکر نہ کرو۔"

"یاد سے کر لینا ورنہ کل تک میں چور مشہور ہو چکی ہوں گی۔"

ویرا نے قہقہہ لگایا۔"ویسے ایسا کر کے دیکھتے ہیں...... تمہیں معلوم تو ہو کہ چور کیسا محسوس کرتے ہیں۔"

"مجھے ایسے احساسات معلوم نہیں کرنے، یعنی حد ہے...... ایک چور کے احساسات ہی رہ گئے ہیں معلوم کرنے کے لئے۔"

ویرا ہنسی سے لوٹ پوٹ ہونے لگی۔"ایسی باتیں کرتی تم بڑی پیاری لگتی ہو۔ اگر اگلے جنم نام کی کوئی چیز ہے تو مجھے امرحہ بننا ہے...... "ینگ لیڈی آف پاکستان۔"

"اور مجھے ویرا...... خونخوار لیڈی آف رشیا۔"

ویرا نے وہیں کھڑے کھڑے ایڈیٹر سے بات کی، کچھ دیر بعد ویرا نے ایم ایم ایس جو ایڈیٹر نے اسے بھیجا تھا۔ امرحہ کو دکھایا...... وہ امرحہ کی تصویر تھی۔

"ہپناٹائز کر کے اسٹوڈنٹس کی چیزیں چرا لینے والی فریشر امرحہ (The Lost Duck) اپنی نوعیت کا چالیسواں واقعہ، یونیورسٹی انتظامیہ سے تحقیقات کی گزارش کی جاتی ہے۔"

"وہ تمہیں چور اور جادوگر ثابت کر رہا ہے...... تم دیکھتیں، کل تک تمہارے پاس اسٹوڈنٹس کی لائن لگ جاتی ہپناٹزم کے لئے......"

امرحہ کا منہ بن گیا اور وہ کارل کو سنہری القابات سے نوازنے لگی۔

"یہاں بڑی مانگ ہے ہپناٹزم کی...... تم تو مزے سے ہزاروں پونڈ کما لیتیں...... آج کل تو پروفیسرز کو ہپناٹائز کرنے کے لئے کہا جاتا...... ہاہاہا...... منہ مانگے پونڈز ملتے تمہیں امتحانات کے دنوں میں۔"

کچھ مزید سنہری القابات لینے کارل کو پھر سے اس کے پاس آنا تھا۔ اس لیے بھی کہ کارل کو اپنی تیاری سے زیادہ امرحہ کی فکر تھی کہ وہ بے چاری یہ نہ سوچتی ہو کہ اسے کوئی تنگ نہیں کر رہا۔ آخر اس کے ساتھ یہ غیروں والا سلوک کیوں؟ تو وہ اس کے ساتھ اپنوں جیسا سلوک کرنے اگلی رات علی لرننگ میں اپنے گروپ اسٹڈی روم سے نکلا......

علی لرننگ میں امتحانات کے دوران پڑھنے کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جو پورا سمسٹر آپ کو نظر نہیں آتے وہ ان دنوں نظر آتے آتے آپ کے دوست بن جاتے ہیں۔ پورا مہینہ علی لرننگ کامن میں "ہاؤس فل شو" ہوتے...... جو راتوں کو اپنے بستروں پر سوتے ہیں وہ یہاں اونگھتے اور پڑھتے پائے جا سکتے ہیں...... رات رات بھر ان کی شکلیں دیکھنے کو مل جاتی ہیں۔ اور یوں کارل کے پاس اسے دوست بنانے کا موقع بھی ہاتھ آ گیا اور وہ اس کے سامنے آ کر بیٹھ گیا...... امرحہ نے اس کے اٹھنے کا انتظار کیا اور مکمل توجہ سے پڑھنے کی کوشش کی لیکن بے کار...... کبھی نوٹس اس کے ہاتھ سے گر جاتے، کبھی پین اور پھر لیپ ٹاپ بھی گر گیا......

اُف اب وہ اتنا سامان سمیٹ کر دوسری جگہ جائے...... اب تو اسے فلور پر ہی بیٹھنا پڑے گا کیونکہ سب جگہیں پُر تھیں...... اور اسے یقین تھا، وہ جہاں بھی جائے گی کارل اس کے سامنے آ کر ایسے ہی بیٹھ جائے گا......

کارل خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ اس کے دماغ میں کچھ چل رہا ہے اور جو چل رہا ہے وہ ایسا کچھ اچھا ہرگز نہیں ہے...... کارل کے دماغ میں ایک ایسی بیٹری فکس تھی جو کبھی ڈاؤن نہیں ہوتی تھی، اور اس بیٹری کو چارج بھی نہیں کرنا پڑتا تھا، انسانی اجسام کو دیکھ کر یہ خود بخود چارج ہونے لگتی تھی۔ سب امتحانات کے مارے ہوئے تھے اور وہ خود کو چارج کرنے کے چکروں میں تھا...... پھر بھی ہر سال اسکالرشپ لے لیتا تھا...... اگر وہ ایسی حرکتیں نہ کرے اور صرف پڑھے تو یقیناً وہ جلد ہی یونی کا ڈین بن جائے۔

ساری کتابیں، نوٹس، کاغذ، لیپ ٹاپ، پین وغیرہ کو اپنی بانہوں میں عارضی طور پر سمیٹ کر وہ بمشکل اٹھی اور نئی جگہ کی

تلاش کرنے لگی۔

وہ چند قدم ہی چلی ہو گی کہ اس کے ہاتھ پر بجلی گری...... جی بجلی...... آسمانی نہیں...... زمینی...... کارل نے اپنے ہاتھ میں پکڑے پین کو پھرتی سے اس کے ہاتھ پر لگا دیا تھا...... اور اس کے ہاتھوں میں پکڑی سب چیزیں زمین بوس ہو چکی تھیں...... لیپ ٹاپ بھی ''ٹھاہ'' کر کے گرا تھا۔ اب اللہ ہی جانتا تھا وہ چلے گا یا سستے داموں بکے گا بھی نہیں۔

''کیا بدتمیزی ہے یہ؟'' امرحہ چلائی۔

''کیا ہوا؟'' اُف کارل کی معصومیت......

''تم نے کیا لگایا ہے میرے ہاتھ پر؟''

''میرے ہاتھ تو خالی ہیں...... صرف یہ ایک پین ہے میرے ہاتھ میں...... میں پڑھ پڑھ کر تھک چکا تھا، سوچا تم سے باتیں شاتیں کر لوں......''

''اس پین میں کچھ تھا...... ضرور کچھ تھا'' امرحہ قسم کھا سکتی تھی اس میں کرنٹ تھا۔

''تمہیں میرے اس پین پر شک ہے؟'' اس نے پین لہرایا...... ''دیکھو یہ صرف ایک پین ہے...... اس سے لکھا جاتا ہے...... لکھنا سمجھتی ہو نا...... ایسے...... ایسے لکھتے ہیں۔'' اس نے اپنے ہاتھ پر لکھ کر دکھایا

امرحہ نیچے بیٹھ کر اپنی چیزیں سمیٹنے لگی وہ بھی نیچے بیٹھ کر اس کی چیزیں سمیٹنے لگا اور ایک بار پھر امرحہ کے ہاتھ پر کرنٹ کا ایک جھٹکا لگایا...... امرحہ نے چیخ ماردی، کارل نے دونوں ہاتھ اٹھا لئے......

''ٹھیک ہے ٹھیک ہے...... نہیں کرتا تمہاری مدد میں...... تم تو جنگلیوں کی طرح چلا رہی ہو...... میں یونیورسٹی انتظامیہ سے بات کرتا ہوں آخر وہ یونیورسٹی میں خلائی مخلوق کو داخلے کیوں دیتے ہیں...... یہ تو اچھی بات نہیں ہے نا...... اس طرح تو تم لوگ ہمیں پاگل کر دو گے، آخر ہم کیوں پاگل ہوں تمہارے لئے۔''

امرحہ نے لیپ ٹاپ اٹھایا...... ''اگر تم یہاں سے نہیں گئے تو میں تمہارا سر پھوڑ دوں گی۔''

''اس طرح تمہارا لیپ ٹاپ ٹوٹ جائے گا...... جہاں تک میرا خیال ہے ابھی تک میرے سر سے زیادہ، تمہیں اپنا یہ لیپ ٹاپ عزیز ہو گا۔''

''تم اس کی جان کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟'' عالیان نے آ کر ایک زوردار گھونسا اس کی کمر میں جڑا...... اور اس کے ہاتھ سے پین جھپٹ لیا......

کارل نے قہقہہ لگایا۔ ''میں تو یہاں سے گزر رہا تھا امرحہ نے ہی مجھے روکا کہ آؤ باتیں کرتے ہیں...... باتیں شاتیں۔''

عالیان نے امرحہ کی سب چیزیں سمیٹیں اور اس کے ہاتھ میں کارل کا پین دیا۔

''اس پین کا استعمال میں تمہیں سکھا دوں گا۔ اگلی بار یہ تمہارے پاس آئے تو اسی پین سے اسے کرنٹ دینا۔''

امرحہ نے تبرک کی طرح پین کو قبول کیا...... اور اپنی کلاس فیلو کی ٹیبل پر چلی گئی......

کارل کا قہقہہ اس کے پیچھے گونجتا رہا۔

کارل انسانی حلیے میں ایک غیر انسانی مخلوق...... بلاشبہ......

پین میں ایک ہیوی بیٹری فکس تھی، جو پین کے کیپ کو بائیں طرف حرکت دینے پر کام کرتی اور پین کی نب سے ہلکا سا کرنٹ نکلتا...... جو معمول کے اوقات میں کافی زوردار لگتا...... عام استعمال میں وہ پین ایک عام لکھنے والا پین تھا...... صرف اس کا مالک ہی اس کا استعمال جانتا تھا...... اور اس کا مالک کارل تھا......

یہ پین کبھی کارل کا ٹریڈ مارک تھا...... اب تو کارل کے لئے پرانا ہو چکا تھا لیکن امرحہ کے لئے بہر حال نیا ہی تھا، اور

امرحہ کے لئے ہی نکالا گیا تھا۔ وہ اس پین کا استعمال، یونی میں، اسٹوڈنٹس سے بھرے کوریڈورز، لان، کلاسز، گراؤنڈ، لائبریری، سب ویز، بس، ہوٹل، بارز، کلب، کیفے ہر جگہ کیا کرتا، خریداری کے دوران بھی، سڑک پر چلتے رش والی جگہ پر بھی......

اب اگر تصور کیا جائے کہ ایک لڑکا یا لڑکی یا پروفیسر یا بے چاری گھریلو سی خاتون کو اچانک چلتے چلتے کمر پر، بازو، کلائی، یا گردن پر بجلی کا جھٹکا لگتا ہے تو وہ کس ردعمل کا اظہار کریں گے؟

جی......وہی......اور کارل ان سب ردعملوں کے مزے لیتا۔

کئی بار کلاس میں اس نے پروفیسرز کو بھی جھٹکے دیئے تھے......جس دن اس کا موڈ ہوتا وہ پہلی رو میں بیٹھ جاتا اور بلاوجہ لیکچر کے دوران یہ ظاہر کرتا کہ اسے لیکچر میں فلاں فلاں پوائنٹ سمجھ میں نہیں آ رہے...... پروفیسر چلتے اس کے قریب آ جاتے......

کارل دونوں ہاتھوں کو کھڑا ہو کر لہراتا اور ایسے لہراتا جیسے اسے بات کے دوران ہاتھ چلانے کی عادت ہے...... بہت سے لوگوں کو یہ عادت ہوتی ہے...... خیر ہاتھ چلاتے چلاتے پین پروفیسر کی ٹھوڑی، گردن، کان کی لو اور کبھی ناک سے ٹکرا جاتا۔ ایسا ہو ہی جاتا ہے اس میں کوئی حیرانی کی بات نہیں...... خیر...... تو بے چارے پروفیسر بھری کلاس میں چلا اٹھتے......ڈر کر......حواس باختہ سے ہو کر ایک دم سے اچھل پڑتے...... بے چارے پروفیسر صاحبان......

کلاس اپنے منہ کے آگے کتابیں کر لیتی......شرمندگی نہیں ہنسی چھپانے کے لیے......

"یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟" پروفیسر خود کو بحال کرتے ہوئے پوچھتے۔

"انگلیاں ہیں سر......دس......پانچ اس دائیں ہاتھ میں، پانچ ہی اس بائیں ہاتھ میں...... ٹھیک ہیں نا؟ یا کم ہیں؟ ویسے مجھے یہ بہت زیادہ لگتی ہیں، سوچ رہا ہوں دو چار کٹوا دوں......"

کلاس اپنے پیٹ پکڑنے کے قریب ہے،......نہیں وہ کارل کے بارے میں ایک لفظ نہیں کہے گی۔

"نہیں......میرا مطلب مجھے تمہارے ہاتھ سے کرنٹ لگا ہے۔"

"میرے ہاتھ سے......؟" کارل ایک پیارا سا معصوم سا بچہ۔

"ہاں......شاید......"

"میرے ہاتھ چھوئیں سر......چھوئیں پلیز......ان میں کرنٹ کب سے آنے لگا، مجھے پتا کیوں نہیں چلا۔"

"نہیں ٹھیک ہے......ٹھیک ہے، رہنے دو......"

"پھر آپ کو کرنٹ کیسے لگا؟" کارل ایک ہمدرد فرشتہ۔

"مجھے وہم ہوا ہے شاید۔" عینک اور پسینے کو صاف کرتے ہوئے۔

"چلیں میں آپ کو ہاتھ لگا کر پھر سے چیک کر لیتا ہوں......" پین والے ہاتھ کو پھر سے آگے بڑھاتا ہے۔

"کہا نا بس ٹھیک ہے۔"

"او کے، تو سر میں پوچھ رہا تھا کہ......" کارل پھر سے ہاتھ لہرا لہرا کر بات کرنے لگا ہے لیکن اب پروفیسر اس سے چار پانچ فٹ دور کھڑے ہیں، اور سوچ رہے ہیں آخر یہ کرنٹ آیا کہاں سے۔

ایسے موقعوں پر کلاس کے لئے اپنے قہقہوں کا گلا دبانا مشکل ہو جاتا...... کارل ہر بار ایسی با کمال اداکاری کرتا کہ انت کر دیتا...... عالیان کہیں قریب ہی ہوتا تو اس کی کمر پر چٹکی بھرتا......

"باز آؤ کارل، میں پروفیسر کو بتا دوں گا۔"

"میں زبان کاٹ دوں گا تمہاری، وہ بھی سوتے میں......"

"کسی کی جان جائے گی تمہارے اس چھوٹے موٹے کرنٹ کے گولے سے۔"
"گئی تو نہیں نا...... ویسے بھی سائنس کہتی ہے کہ ایک عام انسان کے جسم میں اچھے خاصے وولٹیج کے کرنٹ کو سہنے کی طاقت ہوتی ہے......"
"سائنس کہتی ہے یا کارل کہتا ہے۔"
"کارل کسی سائنس سے کم ہے کیا......؟" آنکھ مار کر۔
تو یہ ہے کارل...... انسانی حلیے میں غیر انسانی مخلوق......
ایسے کہ......
ویلکم ویک پر اس نے فریشر کا کافی بھرتہ بنایا تھا۔ وہ تو سارا سال ویلکم ویک کا انتظار کرتا تھا، فریشر میں تو اس کی جان ہوا کرتی تھی۔ وہ اپنے سارے پرانے اوزار نکال لیا کرتا تھا۔
اسی لیے اکثر سینئرز فریشر کو گائیڈ کرتے ہوئے کاغذ پر یہ بھی لکھ دیتے "اور کارل سے بچ کر۔"

Have a safe welcome week

کارل ویلکم ویک کے پانچ دن نئے نئے انداز اپناتا، تاکہ پہلے دن ملنے والے اسے دوسرے دن پہچان نہ سکیں، دوسرے دن ملنے والے اس کے ہاتھوں تیسرے دن بھی اُلو بن سکیں۔ وہ داڑھی اور بال بڑھا لیتا، دوسرے دن کٹوا لیتا، تیسرے دن ہرے رنگ کی وگ، چوتھے دن گنجا...... ساتھ کان ناک، ٹھوڑی اور بھنوؤں میں بالیاں...... پانچویں دن لمبے بال، پپی کارل یعنی "Ask me"۔
جس نے اسٹوڈنٹس کارڈ بنوانے جانا ہے، اسے وہ بڑے آرام سے یونی سے باہر کسی بھی دوسری عمارت میں بھیج دیتا......
اسٹوڈنٹ کارڈ؟ وہ تو پکاڈلی روڈ پر واقع آفس سے بنے گا...... ہاں صرف آج کے آج ہی...... نہیں کل نہیں...... کس نے کہا کارڈ یونیورسٹی سے بنتے ہیں، کسی نے مذاق کیا ہوگا...... میں آسک می کس لیے بنا ہوں، آپ کو گائیڈ کرنے کے لیے، تو بس پکاڈلی چلی جاؤ...... بہت رش ہوگا وہاں، آج کارڈ نہ بنا تو پھر اگلے سال ہی یونی آنا، جلدی جاؤ...... بس پکڑو...... اف اس رفتار سے جاؤ گی تو بن چکا کارڈ......
اس نے بے شمار فریشرز پکاڈلی بھیجے جو بعد ازاں اسے ڈھونڈتے پھرے اپنا حساب چکانے کے لیے۔
کئی بے چارے معصوم ایشیائی جو ڈرے ڈرے سے تھے اور اپنی ماما اور پاپا کے ساتھ یونیورسٹی کے گیٹ تک آئے تھے ان کو اس نے باتھ روم میں لاک کر دیا۔
جی اس کے پاس اوزار تھے وہ دروازے کے ہینڈل میں ایک باریک سلاخ اڑا کر اسے جام کر دیتا تھا...... ہو گیا لاک...... اب یہ اندر والے کی طاقت پر ہے کہ وہ کس زور سے ہینڈل کے ساتھ زور آزمائی کرتا ہے اور کتنی جلدی باہر نکل آتا ہے......
ایسے کام وہ بہت احتیاط سے کرتا...... اسے بھی یونی میں رہنا تھا......
چند لڑکیوں کو اس نے سائنس لیب میں بند کر دیا تھا...... امرحہ کی قسمت اچھی تھی کہ ویلکم ویک پر اس کا ٹکراؤ کارل سے نہیں ہوا تھا...... ورنہ دائم کے لیکچر کے بعد اس کا پہلا سامنا آسک می بنے کارل کے ساتھ ہو جاتا، اور جو اتنا اچھا تھا کہ ہر ڈیپارٹمنٹ تک اسٹوڈنٹس کو خود ہی لے کر جا رہا تھا تو اس کی لیب میں ہی موت واقع ہو جاتی۔ اور فریشر ویک پر ایک فریشر امرحہ لیب سے مردہ نکلتی اور مانچسٹر میں اپنی آمد کے چوتھے دن تابوت میں بند ہو کر پاکستان واپس جاتی...... اور دادا یہ معلوم نہ کر سکتے کہ پاکستان میں تو سب اس بے چاری بچی کے پیچھے پڑے رہتے تھے، مانچسٹر میں کون اس کے پیچھے پڑ گیا

تھا۔

کون کہہ پاتا کہ وہ 'کارل' تھا۔

''کارل'' مانچسٹر یونیورسٹی کے اپنے کام سے کام رکھنے والے اسٹوڈنٹس کے لیے ایک تحفہ عظیم...... ہر فریشر پر عذاب عظیم ترین...... کہ ہر فریشر رو رو کر اپنے گھر والوں کو ہری وگ، گنجے سر، لمبے بالوں والے آسک می کا قصہ سنا رہا ہوتا...... فریشر کے آتے ہی یونی میں کارل...... کارل ہو رہی ہوتی۔

اسٹوڈنٹ یونین کے صدر اور باقی لوگ اسے سنجیدگی سے محتاط رہنے کے لئے کہتے تو وہ بڑی معصومیت سے کہتا۔

''پتا نہیں آپ لوگ کیا کہہ رہے ہیں...... کیا میں نے کسی کی جان لے لی ہے۔ کیا میں قاتل ہوں؟''

یعنی وہ جان لے گا تو ہی کوئی چھوٹا موٹا جرم مانا جائے گا۔

تو وہ کسی ایک آدھ کی جان لے ہی لے...... تھوڑی تھوڑی کر کے سب کی تو نہ لے نا......

O......❖......O

باب

خطۂ چین کے رہنے والے کیا خوب کہتے ہیں کہ
اپنے دل کو میں شاخِ سبز سے سجاؤں تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک خوش گلو پرندہ اسے آ کر آباد نہ کرے۔"
اور ان کا ماننا ہے کہ
"محبت کرنے سے پہلے احترام کرنا سیکھیں۔"
اور ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ
صرف ایک ہی پھول خزاں میں کھلنے کی جرأت کر سکتا ہے "محبت کا پھول"
بدھا نے سب جانوروں سے کہا کہ نئے سال پر مجھ سے آ کر ملو۔ صرف بارہ جانور بدھا سے ملنے آئے اور بدھا نے ان بارہ کے نام ایک ایک سال کر دیا۔
نئے سال کا آغاز ہو رہا ہے...... پرانا وقت بیت چکا ہے۔
پرانے وقت کو الوداع کہا جائے گا...... نئے وقت کے لئے جشن تیار ہے......
گھروں کو صاف کرتے، دیواروں، دروازوں اور چوکھٹوں کو سرخ نظمیہ پارچوں سے سجاتے ہوئے۔ اپنی کھانوں کی میزوں کو Dumping (روایتی چینی کھانا) سے بھرتے ہوئے...... سرخ لفافوں میں ملفوف کی منی عنایت کرتے ہوئے...... نئے سال کو خوش آمدید کہتے، بدی اور بلاؤں سے دوری کی دعائیں دیتے اور لیتے ہوئے......
بدی اور بلائیں...... دنیا کی ہر قوم انہیں دفعان کرنے کا چارہ کرتی ہے۔
خیر اور اچھی قسمت...... دنیا کی ہر قوم اس کے حصول کے لئے تگ و دو کرتی ہے۔
چینی نیا سال...... خاندان کے ملاپ کا تہوار۔
پہلے چاند کی پندرہ کو چینی ساختہ سرخ لالٹینوں کا تہوار منایا جاتا ہے۔ لالٹینیں جن پر، پھول، پودے، پرندے، بُرجی جانور، تاریخ اور روایتی قدیم تاریخی شخصیات کندہ ہوتی ہیں سے عبادت گاہوں کو سجایا جاتا ہے اور ہاتھوں میں لے کر شام کو چاند کی روشنی میں مارچ کیا جاتا ہے۔
چینی سال...... بہار کا آغاز...... دعاؤں کے ساتھ...... خوشیوں کو لئے...... بدی کو دور کرتے...... روایات کو زندہ رکھتے...... سرخ سرخ...... روشن روشن...... منظم اور پُر جوش......
چینی کبھی دوسری اقوام کی مذہبی روایتی، علاقائی تقریبات کو حقارت سے نہیں دیکھتے...... اور اپنے لئے وہ دوسری اقوام سے بھی یہی توقع کرتے ہیں۔
مانچسٹر میں اس سال کی ڈریگن پریڈ کے لئے تیاریاں عروج پر تھیں۔ پریڈ اکتیس جنوری نئے سال کے پہلے دن تھی، یہ سال گھوڑے کا سال ہے۔

امرحہ کی چینی کلاس فیلو جی سن (Jee sun) نے سب کلاس فیلوز کو رجسٹریشن کروانے کے لئے کہا تھا۔ وہ امرحہ کے پاس بھی آئی تھی۔

''میں تو جانتی بھی نہیں کہ یہ سب کیا ہوتا ہے۔ میرے لئے تو کھڑے ہو کر دیکھ لینا ہی بہت بڑی دریافت ہو گی کہاں اس میں شرکت کرنا......''

''پریڈ میں جاؤ گی تو سب جان جاؤ گی...... تمہیں زندگی میں کھڑے ہو کر پریڈ دیکھنے کے تو کئی بار مواقع مل جائیں گے، شرکت کرنے کے نہیں...... اس سال تو نوے ہزار سے زیادہ لوگ شرکت کریں گے۔''

وہ ہنسنے لگی۔ ''نہیں، میں نے یہ سب کبھی نہیں کیا۔''

''جو کیا نہیں وہ کرو گی بھی نہیں......؟ چینی پاکستانی کو ''ناں'' نہیں کہتے ایک پاکستانی چینی کو ''ناں'' کیسے کہہ سکتا ہے۔ غیر چینی لوگ پریڈ میں شرکت کرتے ہیں تو ہمیں اچھا لگتا ہے، ہمیں یقین ہوتا ہے کہ نئے سال کا آغاز ہم نے سب اقوام کی دعاؤں اور محبت سے کیا ہے۔ ہم دونوں تو ایشیائی خطے کے دو اہم دوست بھی ہیں اور ہمسائے بھی...... قطار میں تین غیر ملکی کھڑے ہوں تو ہم پہلے پاکستانی کے آگے جھکنے کو ترجیح دیتے ہیں۔''

جی سن ٹھیک کہہ رہی تھی، امرحہ کبھی بھی کسی بھی طرح کی مدد کے لئے جی سن کے پاس جاتی وہ فوراً اس کی مدد کے لئے تیار ہو جاتی تھی...... ابتدائی تعارف میں اس نے امرحہ کو گلے سے لگایا تھا اور دوبار اس کے آگے جھکی تھی...... اس نے اسے بتایا کہ اس کے دادا تجارتی غرض سے ایک بار پاکستان گئے تھے اور پہاڑی علاقے میں خوفناک حادثے کا شکار ہو گئے تھے سردیوں کے دن تھے اتفاق سے دو پٹھان پہاڑی بچوں نے انہیں دیکھ لیا اور ایک بچہ کئی گھنٹے ان کے ساتھ برف میں ان کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ کو سہارا دیئے اور انہیں بے ہوش ہونے سے بچانے کی سعی کرتا رہا تا کہ وہ کومہ میں نہ چلے جائیں...... کئی گھنٹے بعد دوسرا بچہ مدد لا سکا اور پہاڑی لوگوں نے مل کر چھ مہینے تک ان کی تیمارداری کی...... میرے دادا ہر سال نئے سال کی دعاؤں میں ان سب پہاڑی پٹھانوں کو یاد رکھتے ہیں اور ان کے لئے خوشحالی اور خوش قسمتی کی دعائیں کرتے ہیں۔ وہ امرحہ کو پٹھان سمجھتی تھی اس کے نزدیک سب پاکستانی پٹھان ہی تھے......

کسی بھی قوم کے ایک فرد کی کی گئی نیکی بلاشبہ ساری قوم کا سر فخر سے بلند کروا دیتی ہے۔

''مجھے ہنسی آئے گی۔'' امرحہ کو ابھی بھی تامل تھا۔

''تو ہنستی رہنا، بلکہ چھلانگیں لگانا...... کوئی فرق نہیں پڑے گا...... روتے بسورتے لوگوں کا وہاں کیا کام...... ویسے کس جانور کا لباس پہننا پسند کرو گی؟ میں انتظام کر دوں گی...... چاہو تو کوئی ماسک نہ پہننا...... تم ڈریگن کا بانس بھی پکڑ سکتی ہو لیکن اس کے لئے تمہیں مسلسل حرکت میں رہنا ہو گا، تم تھک جاؤ گی، میں روایتی چینی لباس کمونو پہنوں گی اور میرے ہاتھ میں بڑا سا چینی پنکھا ہو گا میرا میک اپ بہت گہرا ہو گا...... چاہو تو تم میرے ساتھ یہ بن سکتی ہو...... یا تم percussion (دو بڑی گول دھاتی پلیٹوں پر مشتمل ساز، دونوں پلیٹوں کو آپس میں ٹکرایا جاتا ہے) بجا سکتی ہو...... یا ڈرم...... لیکن تمہیں ڈرم بجانے کی پریکٹس نہیں ہو گی۔''

''نہیں، میں کمونو نہیں پہن سکتی...... گہرا میک اپ تو ہرگز نہیں۔''

''اگر تم شرما رہی ہو تو میرا مشورہ یہ ہے کہ تم ڈریگن کا لباس پہن لو...... اسے پہن کر قطعاً یہ معلوم نہیں ہو گا کہ تم کون لڑکی یا لڑکا...... تمہاری مخصوص مشرقی جھجک بھی قائم رہے گی...... بھلے سے ماسک کے اندر شرماتی، گھبراتی رہنا، ہنستی، قہقہے لگاتی رہنا......''

امرحہ دل کھول کر ہنسی۔ ''ٹھیک ہے...... میں ڈریگن بن جاتی ہوں۔''

''میں وعدہ کرتی ہوں یہ تمہاری زندگی کا یادگار لمحہ ہو گا...... تم پر قسمت مہربان ہو گی۔''

امرحہ اور زیادہ مسکرانے لگی...... ''قسمت کی مہربانی کا انتظار رہے گا۔''

O......❖......O

نئے چینی سال کی رات سب مل کر چائنا ٹاؤن گئے...... چائنا ٹاؤن کی حدود کے آغاز پر سرخ، پیلے، سبز، رنگوں سے مزین چینی طرز تعمیر کا بڑا پھاٹک تھا، جس کے دونوں اطراف جانوروں کے بڑے بڑے مجسمے رکھ دیئے گئے تھے۔ سب سے بڑا مجسمہ گھوڑے کا تھا۔ ایک بہت بڑے ڈریگن کو بانسوں کی مدد سے اونچائی پر ٹانگ دیا گیا تھا۔ اور بھی کئی طرح کی سجاوٹ تھی۔ جا بجا چینی روایتی چیزوں کے اسٹالز لگے تھے۔ مانچسٹر کے درختوں کی شاخیں تو پہلے سے ہی سرخ گول چینی ساختہ لالٹینوں سے سجادی گئی تھیں۔

این، ویرا اور وہ مزے سے مفت چینی کھانے کھاتے رہے۔ تمام اسٹالز پر کھانے بہت کم قیمت پر دستیاب تھے یا مفت تقسیم کیے جا رہے تھے۔ امرحہ ایک چینی تحفہ بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی تھی۔

ایک عدد چینی شادی شدہ جوڑا اپنی شادی کی سلور جوبلی پر تحائف تقسیم کر رہا تھا اور مانچسٹر یونی کے اسٹوڈنٹس کا وہاں اتنا رش تھا کہ لگتا تھا سب اسٹوڈنٹس آئندہ زندگی صرف اس ایک تحفے پر گزارنے والے ہیں۔ یہی ان کا کل خزانہ ہونے والا ہے اور اس اثاثے کو آج کسی بھی صورت حاصل نہ کر سکنے پر وہ دنیا کے بدنصیب ترین انسان قرار پانے والے ہیں۔

تحفے میں ایک عدد روایتی سرخ پارچہ تھا جس پر چینی زبان میں دعائیہ نظم لکھی تھی۔ اور ایک گلے میں پہننے کے لیے چینی طرز کی مالا تھی اور دو سرخ ربن تھے۔ امرحہ کو دو عدد سرخ ربنوں کی سمجھ نہیں آئی...... جب ان میاں بیوی کے اسٹال پر رش ذرا کم ہو گیا اور ان کے سب تحائف تقسیم ہو گئے تو امرحہ ان سے پوچھنے گئی۔

''ایک تمہارے لئے اور ایک تمہارے شوہر کے لئے۔ جب مجھے انہوں نے......'' چینی خاتون نے اپنے شوہر کی طرف اشارہ کیا۔ ''پرپوز کیا تھا تو یہ اتنے غریب تھے کہ ان کے پاس کوئی انگوٹھی نہیں تھی تو انہوں نے ایک اسکول جاتی بچی کے بالوں میں سے ربن کھول کر میری انگلی میں باندھ دیا کہ مجھے کوئی انگوٹھی والا نہ لے اڑے۔''

دونوں میاں بیوی قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے۔ امرحہ دیکھ سکتی تھی کہ دونوں نے کس محبت سے اپنی زندگی گزاری ہوگی۔

سرخ ربن امرحہ کی آنکھوں میں بس گئے...... آنکھوں کے پاس لا کر وہ انہیں دیکھنے لگی...... اسے ایک دم سے ڈر لگنے لگا کہ یہ ربن کہیں کھو نہ جائیں۔ اس نے انہیں اپنے کراس بیگ کی محفوظ جیب میں رکھا۔

پھر ہاتھ کو کراس بیگ پر مضبوطی سے ٹکا لیا اسے لگنے لگا کہ سارے چوروں کی نظر اس کے ان دو عدد ربن پر ہی آ گئی ہے۔

سرخ نظمیہ پارچہ ویرا نے اپنے بال کھول کر سر پر باندھ لیا...... اور مالا این اون نے پہن لی...... امرحہ نے یہ دو چیزیں انہیں خوشی سے دے دی تھیں۔

''لاؤ، وہ ربن بھی میری کلائی پر باندھ دو...... ایک تم باندھ لو۔'' امرحہ نے ویرا کو نہیں بتایا تھا کہ ربن کے ساتھ کیا کہانی منسلک ہے۔ امرحہ کی جیسے جان ہی نکل گئی۔

''وہ میں پاکستان لے کر جانا چاہتی ہوں۔''

''ربن؟'' ویرا حیران ہوئی۔

امرحہ نے سر ہلایا۔

''میں پہن کر تمہیں واپس کر دوں گی۔ اس پر جو ستارے لگے ہیں مجھے وہ اچھے لگے ہیں۔''

''میں نے ابھی ربن نہیں باندھا...... میں انہیں ان چھوا رکھنا چاہتی ہوں۔'' امرحہ نے ہمت کر کے کہہ دیا۔

''بعض معاملات میں تم بہت عجیب ہو امرحہ!''

"مجھے لگتا ہے میں پوری کی پوری ہی عجیب ہوں۔" امرحہ کو اپنے عجیب ہونے پر اس رات کوئی شرمندگی نہیں ہوئی......
وہ خود کو بھی دوبارہ سے یہ بتانے کی ہمت نہ کر سکی کہ سرخ فیتے یک دم سے اس کے لئے اتنے اہم کیوں ہو گئے ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے ہم خود سے بھی چھپا کر بہت کچھ کرتے ہیں......

وہ ایسا اعزاز ان فیتوں پر کندہ کروالائی تھی کہ سرخ لالٹینیں اس کے گرد جھومنے لگی تھیں اور اور دعائیہ نظمیں، اس کا ہاتھ پکڑتی اسے اپنے سنگ ان جہانوں کی اور لے اڑنے لگیں تھیں جس کا باسی ہونے کا ابھی ابھی اس نے اعلان کر دیا تھا۔

رات......روشنی......اور تہوار......

فسوں اپنے ہجوم سنگ اس کے دل میں سمٹ سمٹ آنے لگا......اور ابھی یہ ابتداء ہے۔

تینوں ہاتھوں میں ہاتھ دیئے چائنا ٹاؤن میں سجے میلے سے لطف اندوز ہو رہی تھیں......سرخ لالٹینوں کے سائے میں کھڑے ہو کر تصویریں بنوا رہی تھیں......سجاوٹ قابلِ دید تھی......مسکراہٹیں اس سے زیادہ قابلِ دید تھیں۔

O......❖......O
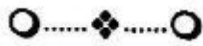
محبت وہ درجہ یار جو مجازی کو حقیقی کرتا ہے اور حقیقی کو عشق......عشق......عشق

اور......

زمین پر دو ہی چیزیں ایسی ہیں جن کے لئے جان دی جا سکتی ہے۔

"محبت اور پھر محبت......"

"محبت جو رتن دیپ سے سجی رتھ ہے جس کا سوار ابدیت کی طرف اڑان بھرتا ہے۔"

"اور امرت دھارا سے لبالب ہوا ایسا "جامِ محبوب" جو کبھی پینڈے سے نہیں لگتا......"

کیسا سچ ہے یہ کہ

سب سے زیادہ داستانیں محبت کی لکھی گئی ہیں۔

اور سب سے زیادہ گیت محبت کے گائے گئے ہیں۔

ابن عربی کا نظر یہ اہلیت......نادیدہ کو دیدہ بناتی

قلندر کے مادیت سے خالی تن سی......اور عشق حقیقی سے سجے من سی......"محبت"

محرابی پیشانیوں کے محرابی نور سی......

توبہ کے آخری مندرجات......قبولیت کے اوّلین درجات سی......

اور محبت خدا کے رحم سی......اور رحمت ہی......

رات بھر چینی دعائیں مانگتے رہے ہوں گے......کھانے کی میزوں کے گرد خاندان کو اکٹھا کئے......ہاتھ جوڑے......خدا کو یاد کرتے......صحت و تندرستی کی دعائیں کرتے......محبت و احترام کی مدح سرائی کرتے......چینی رات بھر مسکراتے رہے ہوں گے......اگلے دن جشن ہو تو پچھلی رات نیند نہیں آیا کرتی......وہ بھی نہیں سو پائے ہوں گے......

امرحہ بھی نہیں سو پائی تھی کیونکہ جس رات جشن ہو اس رات نیند نہیں آیا کرتی۔

اس دن کی رات اس پر بھی جشن بن کر نازل ہوئی تھی......

مانچسٹر شہر کی بڑی تقریبات میں شمار ہونے والی ڈریگن پریڈ کا آغاز البرٹ اسکوائر سے شام چار بجے ہو چکا تھا۔ پریڈ کا آغاز بڑے بڑے چینی روایتی سرخ اور پیلے ڈرموں اور Percussions کو پُر زور انداز سے بجا کر اور بلند آواز سے نعرہ "بہار کو خوش آمدید......خوش بختی کے لئے تیار ہیں ہم" سے کیا گیا۔

پریڈ کے آگے، درمیان میں اور آخر میں ڈرموں اور Percussions کو مسلسل بجایا جا رہا تھا اور جن کی آوازیں

بلاشبہ سریلا سماع باندھ رہی تھیں۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے سب جلوس صورت نئی زندگی کے سفر پر رواں دواں ہوں۔
پریڈ میں شامل ہزاروں لوگوں نے ہزاروں طرح کے سوانگ رچا رکھے تھے۔ پریڈ میں آگے کئی سو میٹر لمبے، موٹے ڈریگن کو بانسوں پر اٹھا کر گھمایا، نچایا اور اچھالا جا رہا تھا۔ ڈریگن اتنا بڑا تھا کہ اسے کم سے کم ڈیڑھ سو افراد نے اپنے قد سے اونچا کر کے اٹھا رکھا تھا۔ وہ سب مسلسل اسے قدرتی انداز میں حرکت میں رکھے ہوئے تھے۔ یوں گمان ہوتا تھا اصل ڈریگن ان کے سروں پر اُڑ رہا ہے۔ ڈریگن کے پیچھے اور درمیان میں کئی سو چینی بچوں کا گروپ تھا جو گردن میں ڈرم لٹکائے انہیں ردھم سے بجاتے آہستہ روی سے چل رہے تھے۔ بچوں کے لباس سفید تھے جن پر انہوں نے سرخ رومالوں کو گردن میں ترچھا باندھ رکھا تھا۔ قریباً انہی بچوں کی تعداد جتنا ایک اور گروپ ان لڑکیوں کا تھا جو چینی روایتی لباس کمونو پہنے ہوئے تھیں، اور ہاتھ میں بہت بڑے سائز کے چینی روایتی پنکھے پکڑ رکھے تھے۔ ان لڑکیوں کا میک اپ بہت گہرا تھا۔ آنکھیں قدرتی بناوٹ سے بہت بڑی بنائی گئی تھیں۔ یہ سب یک زبان دھیمی آواز میں چینی روایتی گانا گا رہی تھیں، ساتھ روایتی رقص پیش کر رہی تھیں۔
ایک گروپ سرخ لباس میں چینی مارشل آرٹ کی عکاسی کر رہا تھا۔ بہت سوں کے ہاتھوں میں چینی ساختہ بڑی بڑی پتنگیں تھیں، جو مختلف جانوروں کی اشکال پر مبنی تھیں اور جنہیں فضا میں چھوڑا گیا تھا۔ بہت سے لوگ الگ الگ مختلف سوانگوں میں بھی تھے۔ وہ چین کی تاریخ سے منسلک مختلف شخصیات کا سوانگ رچائے ہوئے تھے۔
دو، دو کے جوڑے بنے بہت سے، کوئی ایک بڑا جانور بنے ہوئے تھے۔ یعنی ایک ہی لباس میں ایک سر تھا اور دوسرا دھڑ......اور یہ دو لوگ ڈریگن یا گھوڑا یا چیتا بنے مسلسل بھاگتے، گھومتے اور ناچنے میں مصروف تھے۔ ہزاروں افراد کی ڈریگن پریڈ میں ہزاروں سوانگ تھے۔ کوئی خرگوش بنا اچھل رہا تھا، کوئی گھوڑا بنا دوڑ رہا تھا، کوئی بندر کے لباس میں تماشے دکھا رہا تھا اور کوئی چیتا بنا ڈرا رہا ہے۔ سب سوانگ چینی روایات، تاریخ، ان کی معاشرت کے عکاس تھے۔ مشرق میں اُگا چین مغرب میں چل پھر دوڑ رہا تھا، حقیقی قوموں کی یہی نشانی ہے، وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں ہوں اسی درخت کی شاخیں، تنے اور پتے لگتے ہیں جس درخت کی جڑ ان کی دھرتی میں اُگی ہوتی ہے۔
چند ایک ایسے گروپ تھے جنہوں نے سرخ لباس پہنے تھے اور ہاتھوں میں بڑی بڑی دھاتی پلیٹیں پکڑ رکھی تھیں اور وہ انہیں بجاتے چلے آرہے تھے۔ پریڈ میں بڑے بڑے جانوروں کے مجسمے تھے جنہیں بانسوں کے ذریعے اوپر اٹھایا گیا تھا۔ یہ سال گھوڑے کا سال تھا، اس لئے گھوڑے کے مجسمے زیادہ تھے۔ ایک بڑا اور اونچا گھوڑا پریڈ کے آگے اور پیچھے چل رہا تھا۔
سرخ اور پیلا رنگ نمایاں تھا۔
ڈرموں کی تھاپ سماں کمال تھا۔
سارا مانچسٹر امڈ آیا تھا پریڈ دیکھنے کے لئے......آس پاس کے شہروں سے بھی لوگ خاص پریڈ دیکھنے کے لئے آئے تھے۔ سڑک کے دونوں اطراف کھڑے افراد کا شوق دیدنی تھا۔ وہ مانچسٹر کی تاریخ میں ہونے والی شاندار پریڈوں میں سے ایک کو دیکھ رہے تھے۔
امرحہ ڈریگن کے لباس میں تھی ویرا اور این اون بھی ساتھ تھیں۔ ان سب نے ڈریگن کا سوانگ رچایا تھا اور وہ گھوڑوں، مرغوں، خرگوشوں، سانپوں، بندروں اور باقی جانوروں کے ساتھ چل رہی تھیں۔
جب امرحہ ڈریگن بنی تو ہنستے ہنستے دہری ہوگئی اور اس نے پریڈ کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا......پھر اس نے محسوس کیا کہ جی سن ٹھیک کہہ رہی تھی وہ اتنے بڑے اور چوڑے ڈریگن ماسک کے اندر جتنا جی چاہے ہنس سکتی ہے......شرما سکتی ہے......جھینپ سکتی ہے......وہ سر تا پا ڈریگن کے موٹے لباس میں تھی......باہر سب کو ایک ڈریگن نظر آتا تھا امرحہ نہیں۔
جیسا کہ اس نے ویرا کو دیکھا تو اسے بالکل اندازہ نہیں ہوا کہ وہ ویرا ہے......یقیناً اس کے ڈریگن کو دیکھ کر بھی نہیں بوجھا جا سکتا

تھا کہ اس کے اندر امرحہ ہے۔
سڑکوں سے سست روی سے گزرتے چائنا ٹاؤن کی طرف جاتے مختلف جگہوں پر ان پر رنگ برنگی جھنڈیاں برسائی گئیں، انہیں فضا میں وقفے وقفے سے چھوڑا جا رہا تھا اور فضا کئی میٹر بلندی تک ایسے رنگ برنگی ہو جاتی جیسے تتلیوں کے قافلے ان پر ٹوٹ پڑے ہوں...... اور انہیں ان سب سے سلام دعا لینے کی جلدی ہو۔
امرحہ نے اب کھل کر مسکرانا شروع کر دیا تھا، وہ ڈریگن بنی ہاتھ ہلا ہلا کر بچوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی۔ اسے مزا آ رہا تھا...... اسے سب بہت اچھا لگ رہا تھا۔ جہاں جہاں ان پر رنگ برنگی جھنڈیاں برسائی گئی تھیں وہاں وہاں امرحہ کو لگا تھا یہ سب اس کے لئے کیا جا رہا ہے...... اس سارے جشن کا اہتمام صرف اسی کے لیے کیا گیا ہے۔
لاہور میں چھپ چھپ کر رونے والی لڑکی کے لئے، ایک منحوس مان لئے گئے انسان کے لئے......
امرحہ افسوس کر رہی تھی کہ وہ کیوں روتی رہی تھی...... زندگی میں آپ نئے لوگوں، نئی خوشیوں، نئے جشنوں سے رُوشناس ہوتے ہیں تو ماضی کے دکھ بے معنی اور چھوٹے لگنے لگتے ہیں...... اپنی بے وقوفی پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے کہ کیا نادانی کرتے رہے ہیں......
زندگی کی دھارا میں دکھ اور سکھ دونوں بہتے ہیں...... دکھ بہہ جانے دیا جائے اور سکھ کو پی لیا جائے......
اور نیا ماحول آپ کو نئے اسباق ضرور پڑھاتا ہے...... کچھ اچھے کچھ بُرے...... کچھ آپ کی مرضی سے...... کچھ زبردستی...... اسباق سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ یہ کتنے بھی تلخ ہوں حکیم لقمان کی حکمت لئے ہوتے ہیں...... بلا معاوضہ حکمت دے کر جاتے ہیں۔
تو اب رنگ تھے...... جشن تھا...... لوگ تھے...... اور قہقہے تھے۔
موسم نم نم تھا...... جنوری کا آخری دن تھا اور چینیوں کے لئے سال کا پہلا دن...... اس بات کی علامت کہ جہاں کچھ ختم ہو رہا ہوتا ہے ٹھیک وہیں سے کچھ اور شروع ہو رہا ہوتا ہے۔
نظامِ قدرت اس جنم مرگ...... مرگ جنم کا نام ہے۔
سال جا رہا ہے...... ارے نہیں سال تو آ رہا ہے۔
''شام گہری ہو چکی تھی...... وہ ڈیڑھ گھنٹے سے چل رہے تھے لیکن تھکن نے آج ان سے دوستی کر لی تھی، وہ پھولوں سے لدی دور سے ہی ہاتھ ہلا رہی تھی۔ وہ چائنا ٹاؤن کے قریب پہنچ رہے تھے...... دور سے پریڈ کے استقبال کے لئے بجائے جانے والے ڈرموں اور دوسرے سازوں کی آوازیں آ رہی تھیں
''امرحہ!'' ڈرموں کی پُر زور تھاپ اور دھاتی پلیٹوں کی گونج میں یہ نام اس کے قریب بیٹھے سُر سنگیت لئے گونجا۔
اس کے قریب ہی ایک اور ڈریگن کھڑا تھا...... وہ قد میں اس سے اونچا تھا...... ڈریگن نے ماسک اتارا...... اور وہ مسکرا دیا...... وہ عالیان تھا...... وہ اس کے پاس کھڑا تھا...... اس کے جو......
ایک لڑکی ہے امرحہ......
شہرِ روشن......
شہرِ قلم کار......
شہرِ بے مثال لاہور سے......
امرحہ نے اسے دیکھا...... اسے جو......
ایک لڑکا ہے عالیان
شہرِ جمال......

شہرِ افکار......

شہرِ لازوال مانچسٹر سے......

نئے سال کے پہلے دن...... بہار کے پہلے دن...... شہرِ بے مثال...... شہرِ لازوال کے باسی ساتھ ساتھ کھڑے ہیں......

اور ایک محبت ہے

جہانِ بے مثال......

جہانِ لازوال......

جہانِ جاوداں...... جاوداں...... جاوداں سے......

امرحہ کو بالکل معلوم نہیں تھا کہ وہ بھی پریڈ میں شامل ہے۔ اتنے ہزاروں لوگوں میں وہ چاہتی بھی تو معلوم نہیں کر سکتی تھی۔ اسے صرف اپنے کلاس فیلوز کا ہی معلوم تھا۔ عالیان کو دیکھ کر لگ رہا تھا کہ جیسے وہ آخری وقت میں کسی طرح سے ڈریگن کا لباس حاصل کرنے میں کامیاب ہوا تھا اور افراتفری میں پریڈ میں شامل ہوا اور اسے تلاش کرتا رہا ہے۔

''داد دو مجھے امرحہ...... میں نے تمہیں اتنے سارے جانوروں اور ماسکوں میں سے پہچان لیا۔''

''داد دیتی ہوں تمہیں۔'' اتنے سارے ہزاروں لوگوں میں سے جو اپنی شکل اور وضع قطع چھپائے ہوئے تھے کسی ایک کو ڈھونڈ نکالنا قابلِ داد تھا۔ دو ڈھائی سو کے قریب تو صرف امرحہ جیسے ڈریگن ہی تھے۔

''کتنی زبردست پریڈ ہے نا یہ امرحہ!'' وہ اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ ڈریگن کا سر اتار کر اس نے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا تاکہ اس کی آواز آسانی سے سنی جا سکے۔ امرحہ کو وہ معمول سے زیادہ خوش لگا۔

''مجھے ایسے جشن، ایسے تہوار، جب سب خوش ہوں، گا رہے ہوں، مسکرا رہے ہوں، بہت اچھے لگتے ہیں۔'' اس نے سڑک کے کنارے کھڑے پریڈ کو، جوش و خوشی سے دیکھتے ایک چھوٹے بچے کے گال پر نرمی سے چٹکی بھرتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے اسی بچے کے ساتھ کھڑے دوسرے بچے کے بالوں میں محبت اور لگاوٹ سے ہاتھ پھیرا......

اس کے انداز بتا رہے تھے کہ وہ غیر معمولی پُرجوش اور خوش ہے۔

''تمہیں بھی پسند ہے یہ سب؟'' اس نے اس کے سر کے پاس سر جھکا کر کہا۔

''ہاں! مسکراہٹیں کسے اچھی نہیں لگتیں؟'' امرحہ کو چلا کر بتانا پڑا...... عالیان نے کان کو اس کے ماسک کے قریب جھکا دیا...... اس نے ایسا خوشی سے کیا...... امرحہ شہرزادی بنی اسے ہزاروں راتوں پر محیط داستان الف لیلہ سناتی تو شاید وہ خوشی سے سر کو ایسے ہی جھکائے رکھتا...... سر نہ اٹھاتا۔

''ہاں! لیکن کبھی کبھی تو ان سب کے ساتھ بھی مسکراہٹیں اچھی نہیں لگتیں۔'' اس نے آس پاس کے سارے ماحول کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''یہ تو کچھ ہو جانے سے سب اچھا اچھا لگتا ہے۔''

ایک بچہ جو اپنے باپ کے کندھوں پر سوار تھا اور تالیاں بجا رہا تھا عالیان نے اس کے گال پر نرمی سے چٹکی بھر کر کہا۔ بچہ کھلکھلا اٹھا اور اپنے باپ کے بالوں کو شرارت سے مٹھیوں میں جکڑ لیا۔

امرحہ نے ماسک اتار دیا...... اس سے ٹھیک سے عالیان کی آواز نہیں سنی جا رہی تھی۔

''کیا ہونے سے اچھا لگتا ہے؟'' امرحہ اس کی بات ٹھیک سے سن نہیں سکی تھی۔ ہجوم کے شور کی وجہ سے اسے چلا کر پوچھنا پڑا......

عالیان نے ذرا رک کر اس کی طرف دیکھا...... رک گیا...... روک دیا گیا...... شاید وہ فیصلہ کر رہا تھا۔

''محبت کے ہو جانے سے......'' اس نے بلاوجہ ہی چلا کر کہا جبکہ امرحہ اپنا ماسک اتار چکی تھی چلانے کی ضرورت نہیں

تھی...... یقیناً وہ ڈریگن پریڈ میں شامل ایک ایک انسان کو بھی سنانا چاہ رہا تھا...... سڑک کے اطراف میں کھڑے، مردوں، عورتوں، بڑے، بوڑھوں اور بچوں کو بھی...... سارے مانچسٹر کو...... ساری دنیا کو ہی......

اس کے ہونٹوں سے نکلے لفظوں کی گونج یقیناً چائنا ٹاؤن کی محراب کے پاس تیس چالیس بڑے ڈرموں کو اپنے سامنے رکھے سرخ لباسوں میں ملبوس پیلی پٹیاں سر پر باندھے چینیوں تک بھی گئی اور انہوں نے لفظ ''محبت'' کی گونج کو پا کر...... اسے اپنے اندر اتار کر بھرپور جوش سے...... عقیدت واحترام سے...... دونوں ہاتھوں میں پکڑی ڈرم اسٹکس کو سر سے اوپر اٹھا کر سرخ ڈرموں کی پیلی زمین پر دے مارا۔

محبت کے ساز کی پہلی گونج گونجی......

مشرق نے مغرب میں آ کر میلہ سجا دیا۔

استقبال کا آغاز ہوا...... خوش آمدید...... بہار کو گلے لگانے کے لئے ہم بے تاب ہیں۔ خزاں کو رخصت ہو جانا چاہئے۔

آؤ لفظ محبت سے ابتدا کریں...... آؤ اس کی انتہا کریں...... قافلہ رجوم (شہاب ثاقب) رقص کناں گہری ہو چکی شام میں رک ابر (بادل کی سیاہ دھاری) سے ہوتا ہوا عالیان اور امرحہ کو اپنی لپیٹ میں لیتا گزرا......

وہ ابا ک (مبہوت) ابابیل تھی وہ جہاں کی تہاں کھڑی تھی۔

''میرا دل چاہتا ہے میری شادی ایسے ہی ہو۔'' اس کی بھوری آنکھوں میں کئی خوش کن چمک دار رنگوں کی دھاریاں تلاطم مچانے لگیں۔

''جانوروں کی طرح......'' امرحہ نے دوبارہ غلطی نہیں کی عالیان کی طرف دیکھنے کی۔

''ایسے پریڈ کی صورت...... اتنے ہی لوگوں اور ایسے ہی سازوں کے ساتھ۔'' وہ ہنسا، کتنا پیارا ہنسا۔

وہ برطانیہ کا شہری تھا نا...... تو یہ خواہش کیوں نہ رکھتا کہ اس کی شادی بھی شاہی شادی جیسی ہو...... پریڈ کی صورت بارات جائے...... بگھی میں بٹھائے وہ اپنی دلہن کو واپس لائے...... اور آس پاس کھڑا ہجوم ان پر مسکراہٹوں اور دعاؤں کے ساتھ پھولوں کی بارش کر دے۔

وہ اور اس کی دلہن ہاتھ ہلا ہلا کر سب کی مسکراہٹوں کا جواب دیتے ہوں۔ دنیا بھر میں شاہی خاندان کی شادیاں دیکھنے والے زندگی میں کم سے کم ایک بار یہ خواب ضرور دیکھتے ہیں کہ ان کی شادی بھی پرنس چارلس، پرنس ولیم کی طرح ہو...... وہ تو پھر برطانیہ کا شہری تھا۔ اس نے یہ خواب کم سے کم سو بار تو ضرور ہی دیکھا ہوگا۔

''اچھا خواب ہے...... دیکھ لینا چاہئے......''

''اگلے سال، چینی نئے سال پر تم اپنی یہ حسرت پوری کر لینا۔''

امرحہ نے اسے اچھا مشورہ دیا تھا...... ہاں یہ اچھا مشورہ ہی تھا بے شک...... قافلہ رجوم اس بار صرف عالیان کی آنکھوں کے آگے سے گزرا اور اس بار وہ ان بھوری آنکھوں میں ہی ٹھہر گیا...... وہ ایک لمحے کے لئے سوچ کا شکار ہوئیں پھر انہوں نے جھٹ قافلہ رجوم کی باگیں اپنے ہاتھوں میں تھام لیں۔

فیصلہ ہو چکا تھا...... تو اب بس اعلان کرنا تھا...... لو میں اعلان کے لیے تیار ہوں۔

وہ امرحہ کو ساری روشنیاں اپنے اندر سموئے دیکھنے لگا۔

ایران میں زرپور جھیل کا کنارا ہے۔

ایک خسرو کمالی ہے...... ایک اس کا رباب ہے۔

خیال عمر خیام گیت بنا اس کے ہونٹوں پر مچل رہا ہے۔

از آمدنت اگر خبری دانستم
(اگر تیرے آنے کی خبر مجھے ملے)
پیش قدمت کوچہ راگل می کشتم
(میں تیرے قدموں سے پہلے گلی میں پھول بچھاؤں)
گل می کشتم گل گلاب می کشتم
(پھول بچھاؤں، گلاب کے پھول بچھاؤں)
خاک قدمت پدی دم واردانستم
(تیرے قدموں کی خاک پر اپنا آپ وار دوں)

یارم...... یارم...... یارم......

(میرے دوست...... میرے یار...... میرے محبوب)

جھیل کی لہریں رقص کرنے لگی ہیں، وہ خسرو کمالی اور اس کے رباب پر فدا ہیں، وہ اس کے ہونٹوں سے نکلتے گیت پر نثار ہو جاتی ہیں...... پرندے خسرو کمالی کے سر پر گول گول گھومتے جاتے ہیں...... وہ اس گیت پر قربان ہو ہو جاتے ہیں۔

اور خسرو کمالی پیشانی پر گلابی رومال باندھے اس کنارے کی طرف دیکھتا جاتا ہے جہاں سے زہرہ آفندی کو آنا ہے۔

وہ آئے گی، ضرور آئے گی، اس کا رباب دعا گو ہے، اس کا گیت سربسجود ہے

پیانہ بدہ...... پیانہ بدہ
(جام دے...... جام دے)
پیانہ بدہ کہ خمار استم
(ایسا جام دے کہ مجھے خمار آجائے)
من عاشق چشم مست یار استم
(میں یار کی مست آنکھوں کا عاشق ہوں)
من عاشق مست یار استم
(میں یار کی مست آنکھوں کا عاشق ہوں)

بدہ، بدہ......
(دے...... دے)

بدہ، بدہ......
(دے...... دے)

وقت نے اپنے لبوں پر پریت بھری مسکراہٹ کو سجالیا......
رقص کناں لہروں نے خسرو کمالی کے سُروں کو احتراماً چوما......
ہوا نے رک کر سلامیاں سمیٹیں...... خسرو کمالی کی...... اس کی زہرہ آفندی کے لئے۔

گل می کشتم گل گلاب می کشتم

یارم...... یارم
خاک قدمت پدی دم واردانستم

یارم...... یارم

پروالوں نے کوک دی۔
زریور جمیل نے پانی کی بوندوں کو تاروں کی مانند جگمگا لیا......
رباب نے مناجات میں سوز و درد پیدا کیا۔
اور خسرو کمالی نے آواز کو نرمی سے بلند...... بلند اور بلند کیا۔
"یارم...... یارم...... یارم" صدائیں فلک تک جا پہنچیں زہرہ آفندی کا دیا گلابی رومال جھوم جھوم لہرایا۔
"ٹھیک ہے مجھے منظور ہے...... ہم اگلے سال اسی دن شادی کر لیں گے۔" اس نے ایسے لہجے میں کہا کہ سوچنا پڑا کہ وہ ایسی آواز پہلے سے ہی اپنے دہن میں رکھتا تھا یا اس آواز و انداز کی پردہ کشائی اس نے ابھی ابھی کی تھی۔
ہاتھ میں پکڑا ڈریگن ماسک امرحہ کے ہاتھ سے پھسل کر گر گیا، جسے اٹھانے کے لئے وہ قطعاً نہیں جھکی...... اسے اٹھانے کے لئے وہ پہلے سے ہی جھک چکا تھا۔
"ہم......" رنگ ریز نے سارے رنگ اس پر اچھال دیے، خاص کر پیلا لیکن پھر بھی وہ بے رنگ ہی کھڑی رہی...... وہ سفید دھرتی نہیں تھی جسے من پسند رنگوں سے رنگ دیا جاتا۔
"اس نے کہا ہم......" کشمیری کلی اُفق نے دھاتی پلیٹیں بجاتے ہوئے فرزام کے قریب ہو کر سرگوشی کی۔
"ہاں میں نے سنا...... اس نے کہا ہم۔" فرزام نے ڈرم بجاتے ہوئے کہا۔
"اور وہ اس کے آگے ماسک اٹھانے کے بہانے جھک بھی گیا۔" اُفق شرارت سے مسکرائی۔
"ہاں اسے ایسا ہی کرنا تھا۔"
رنگ برنگی جھنڈیوں کی بوچھاڑ فضا کے سپرد کر دی گئی۔
خوش آمدید کا شور بلند ہوا۔
دھاتی پلیٹس ایک ساتھ کئی سو ہاتھوں میں گونجیں۔
ڈرموں پر سازندوں نے گول گول گھوم کر ات مچا دی۔
چینی رقاصاؤں نے سرخ لباسوں میں خود کو فضا میں اچھالا اور چینی رقص کی ابتدا کی۔
اس نے کہا۔ "ہم" "لو اب تو ابتدا ہو گئی۔
ہجوم نے پُر جوش نعرے لگائے...... بہار کی آمد کے جشن کو انہوں نے یادگار بنا دیا تھا...... فضا مشکبار ہو چکی تھی، تبت سے مشکبار پری یہاں بھی آ چکی تھی...... فرزام اور افق کے بلاوے پر...... امرحہ اور عالیان کے لئے......
اس کے پیروں میں گرے ماسک کو اٹھا کر وہ اسے واپس دے رہا تھا...... پریڈ آگے جا رہی تھی...... وہ دونوں ایک ہی جگہ کھڑے تھے۔
"یقیناً اب چینی پریڈ ان کے گرد سمٹ آئے گی اور انہیں اپنے گھیرے میں لے کر ان کے گرد سج جائے گی۔"
"تم نے سنا امرحہ! میں نے کیا کہا؟" اتنی پیاری بات پر اس کے لئے ایک مسکراہٹ تو بنتی تھی...... وہ مسکراہٹ اسے نہیں دی گئی تھی......
"مجھ سے شادی کرو گی امرحہ......؟ لیکن اس سے فرق نہیں پڑتا...... میں تو تم سے ہی شادی کروں گا...... تم سوچنے کے لئے وقت لے سکتی ہو لیکن اس سے بھی فرق نہیں پڑے گا...... میں سارا مانچسٹر اکٹھا کر لاؤں گا۔ اپنے کمرے کی کھڑکی کے باہر جب تم سارے مانچسٹر کو کھڑا دیکھو گی تو تمہیں "ہاں" کا بورڈ اٹھا کر سب کو دکھانا ہی پڑے گا......"
وہ اپنی رو میں بول رہا تھا...... وہ عالیان تھا "ہاں" کے بورڈ پر اس کا حق تھا کیونکہ وہ سارے مانچسٹر کو اکٹھا کر لانے کی صلاحیت رکھتا تھا، کیونکہ وہ اس سے محبت کرتا تھا۔

''میں...... میری منگنی ہو چکی ہے...... پاکستان میں میری واپسی کا انتظار کیا جا رہا ہے...... میری شادی ہونی۔''
اٹک اٹک کر وہ اتنا ہی کہہ سکی، رجوم کے سبھی قافلوں نے اپنی باگیں عالیان کے ہاتھوں سے چھڑوالیں۔
''خسرو کمالی کے رباب کی تان ٹوٹی...... اس کی مناجات سہم گئیں۔''
''رتن دیپ سے بجی رتھ اڑان بھرتی منہ کے بل پاتال کی طرف لپکی......''
''قالین باف کے حقیقی پارچے میں آگ بھڑکی......''
''تسبیح یار'' عین درمیان سے ٹوٹی......

سڑک کے کنارے پریڈ دیکھتی خاتون کے گود کے بچے نے چلا کر رونا شروع کر دیا۔ چینیوں کا ماننا ہے کہ سال کے پہلے دن بچوں کا رونا نحس ہوتا ہے۔ چینی عورت سہم سی گئی اور اس نے شدومد سے بچے کو چپ کروانا شروع کر دیا...... لیکن بچہ اور...... اور رونے لگا...... وہ روتا ہی جا رہا تھا...... یہ کیا...... یہ کیسے...... ابھی تو وہ قلقاریاں مار رہا تھا...... اس نے تالی بھی بجائی ہوگی۔ بھانت بھانت کے جانوروں کو دیکھ کر وہ کیسے محظوظ ہوا ہوگا...... چینی رقصاؤں کی طرح وہ بھی ناچنا چاہتا ہوگا...... اس نے اپنی ماں سے ڈرم بجانے کی فرمائش بھی کی ہوگی۔

پھر...... یہ سب کر کے بھی...... اب وہ رونے لگا...... وہ کیوں رونے لگا؟
اور ایک گیت تھا......
خسرو کمالی کا......
عالیان مارگریٹ کا......
لفظ لفظ ترانہ...... لفظ لفظ مرثیہ
اور ایک ساز رُباب تھا......
زیرو جھیل کنارے بجتا ہوا......
ڈریگن پریڈ میں گونجتا ہوا......
پھر جھیل کے پیندے میں گونگا پڑا ہوا......

''امرحہ!'' بھوری آنکھیں سیاہ پڑنے لگیں۔ اس نے امرحہ کو ایسے دیکھا جیسے وہ اسے کوئی دھوکا دے رہی ہو اور وہ جانچ رہا ہو کہ اسے دھوکا کیوں دیا جا رہا ہے......

''تم...... یہ سب کیا؟'' اسے سمجھ نہیں آئی کہ سوال کو کن الفاظ سے ترتیب دے کہ من پسند جواب پا سکے...... ''بھلا ایسا بھی ہوتا ہے کبھی؟''

''جو حقیقت ہے میں نے بتا دی...... میں بہت خوش ہوں...... تم نے ایسا کیسے سوچ لیا...... ہم تو دوست ہیں نا...... لیکن پلیز تم دوبارہ ایسا کچھ نہ کہنا......'' جلدی سے کہہ کر اس نے ماسک پہن لیا اور پریڈ کے ساتھ آگے بڑھنے لگی۔

اور پھر ساری پریڈ آگے بڑھنے لگی...... ساری دنیا...... ساری کائنات...... صرف ایک وجود کھڑا تھا...... ساکت تھا۔ کیونکہ شاید وہ پتھر کا ہو چکا تھا۔

وہ...... جو عالیان مارگریٹ کے علاوہ کوئی نہ تھا۔
جو سارے مانچسٹر کو اکٹھا کر کے اس کی کھڑکی تک لے جانے والا تھا وہ سارے مانچسٹر میں اب خود کو ڈھونڈ ڈھونڈ اکٹھا کرتا پھرے گا۔

چینی ماں روتے بچے کو چپ کروانے میں ناکام ہو چکی تھی...... اس کی شکل گہرے سایوں کی زد میں تھی...... وہ اپنے عقیدوں پر پختہ یقین رکھنے والی لگتی تھی...... اور اسی لئے پریڈ میں اس کی ساری دلچسپی ختم ہو چکی تھی اور وہ زیرِ لب دعائیں کر

رہی تھی کہ نئے سال میں بدنصیبی اور بلائیں اس سے دور رہیں......لیکن بچہ چپ ہی نہیں ہو رہا تھا۔
پریڈ چائنا ٹاؤن کی محراب کے اندر داخل ہو رہی تھی۔
ڈرموں کی تھاپ اب کان کے پردے پھاڑ رہی تھی۔
عالیان کا دم گھٹ رہا تھا پھر بھی اس نے ڈریگن ماسک پہن لیا۔
اور پہلے آہستہ روی سے پھر تیزی سے پریڈ کو پیٹھ دکھا کر بھاگنے لگا، عجیب انسان تھا وہ دو قدم پر محراب تھی اور وہ وہاں تک نہیں جا رہا تھا اور الٹی طرف بھاگنے لگا تھا۔ اس کا ڈریگن ماسک بہت بدہیئت لگنے لگا تھا اس بدہیئت ماسک کو دیکھ کر ڈر قطعاً نہیں لگ رہا تھا، بس دل مٹھی میں آیا لگتا تھا۔
امرحہ چینی ساختہ محراب کے پار ہو گئی اور پھر اس نے ہمت کر کے گردن موڑ کر دیکھا......کوئی بہت بے دردی سے پریڈ کو چیرتا بھاگ رہا تھا جیسے اس کے آس پاس آگ بھڑک رہی ہو......نہیں جیسے اس کے اندر آگ لگی۔
اُدھر اس ڈریگن نے خود کو پریڈ سے الگ کیا......اور لوگوں کے ہجوم میں خود کو گم کرتے......اپنے ماسک کے اندر ہی خود کو ٹوٹ پھوٹ جانے دیا۔
ادھر امرحہ نے خود کو لوگوں کی بھیڑ میں گم کر دیا۔ وہ ابھی ماسک اتارنے کی غلطی نہیں کر سکتی تھی۔
دو لوگ خود کو بھیڑ میں گم کرنے کی کوشش کرتے رہے......بھیڑ سے نکلنے کی بھی......الگ ہو جانے کی بھی اور مل جانے کی بھی......ایک وقت میں اتنی خواہشیں......
مانچسٹر کی کشادہ سڑکوں پر پھیلی......ہزاروں لوگوں سے اٹی ڈریگن پریڈ ماتمی جلوس کی صورت اختیار کر گئی۔
کیونکہ، کیونکہ ایک ماں کی گود میں بچہ حلق پھاڑ کر رو رہا تھا اور ماں کی ساری کوشش اسے چپ کروانے میں ناکام ہو چکی تھی۔ نئے سال کی آمد اس کے لئے نیک شگون نہیں لائی تھی۔ کیا اب سارا سال اسے رونا پڑے گا......؟
خیر اور بھلائی اس سے دور رہے گی۔ بلائیں اور شر اس پر حملہ آور ہوں گے......کیا خوش قسمتی پر اس کا کوئی حق نہ ہوگا۔
اور کیا......اور کیا......اس کا دل خون کے آنسو روئے گا۔
خسرو کمالی نے رباب کو زر یور میں پھینکا......اس نے دیکھ لیا تھا کہ اس طرف زہرہ آفندی کی جگہ ایک شیر کھڑا تھا۔
وہ جانتا تھا اس شیر کا نظر آنا نحس ہے......نحس ہے۔ روایات
چینی پریڈ کے اس اور اُس کنارے بھی ایک شیر اپنا منہ صاف کر رہا تھا......کیونکہ وہ شکار کر چکا تھا۔
وہ مشرقی اکھاڑوں کا نگر نگر پایا جانے والا شیر ہے......روایات کا......سوال کا......اور سوالوں کا......

O......❖......O

بانو قدسیہ کہتی ہیں "محبت مرگ سے پہلے جنم کا نام ہے۔"
اور مجھے ایسا لگتا ہے "محبت جنم سے پہلے مرگ کا نام بھی ہے۔"
یہ پہلے آپ کو مار ڈالتی ہے پھر جی میں آئے تو جنم دے دیتی ہے......یہ پہلے انگارہ بنتی ہے......جی میں آئے تو......تو گلزار......
یہ "م" کا پرچار کرتی ماہی......ماہی......محبت......ہے۔
یہ "م" سے بھینٹ لیتی محبت......مرگ......مرگ......ہے۔
یہ محال
یہ محرق (جلا دینے والی)
اور یہ محشر ہے......

محبت "م" سے...... یہ امر سے پہلے "مرن" ہے......
محبت مطلوق (قید کی گئی)......
محبت مضطر......
اور یہ محبت مشرک بھی ہے......
وہ پاکستان ہی رہ چکی ہوتی اور اس پر ایسا برا وقت نہ آیا ہوتا۔ کاش پاکستان میں سب اس کے لئے ٹھیک ہوتا۔ اسے اپنے ماحول سے نکل بھاگنے کی تمنا نہ ہوتی...... اسے یہاں آنے کی چاہ نہ ہوتی...... وہ شخص جو اس کے آگے پیچھے، دائیں بائیں، اندر باہر ہر طرف تھا...... جو ہر طرف سے اسے اپنی طرف آتا نظر آتا تھا...... وہ شخص اسے ساری زندگی نہ ملا ہوتا......
لیکن وقت کی کمان میں اس کی اپنی مرضی کے تیر ہوتے ہیں اور وہ انہیں اپنی مرضی سے تاک کر چھوڑتا ہے۔ وہ ایک لمحہ پیچھے...... سانس گم کئے...... نشانہ باندھے بیٹھتا ہے...... اپنے من پسند وقت...... یہ چھوڑا...... اور شکار چت......
اب اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ خاموش رہے اور سب سے دور بھی...... تعلیم مکمل کرے...... اور گھر جائے...... اور یہی سب ہونا تھا......
اداسی اور خاموشی کو لئے چند دن گزر گئے......
اور بقول بانو قدسیہ "مسکراہٹ سمیت وہ غائب ہونے کا فن جانتا تھا۔"
عالیان فن کار اسے ان چند دنوں میں کہیں نظر نہیں آیا...... اس نے اسے ڈھونڈنا نہیں چاہا تھا...... پھر بھی...... اس نے سوچا کہ کیا وہ غائب ہونے کا فن سیکھ چکا ہے؟
"تم بہت اداس رہتی ہو؟" ویرا پوچھ رہی تھی۔
"نہیں، میں ٹھیک ہوں۔" رات گئے وہ کھڑکی کے سامنے بیٹھی تھی، جیسے کسی کے انتظار میں ہو
"میں نے کب کہا تم ٹھیک نہیں ہو...... پریڈ میں، عالیان آیا تھا تمہارے پاس...... شاید اس نے کچھ کہا تھا تم سے......" ویرا اس کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔
"کیا کہے گا وہ؟" امرحہ نے کتاب جو سامنے رکھی تھی اور پچھلے کئی گھنٹوں سے رکھی تھی کو پڑھنے کی کوشش کی۔
"کچھ بھی کہہ سکتا ہے وہ بہت خوش لگ رہا تھا...... بعد میں میں نے اسے بہت اداس ہو کر جاتے دیکھا۔" ویرا واقعی وساد کی خفیہ ایجنٹ تھی، اتنے رش میں بھی اس نے یہ سب نوٹ کر لیا تھا۔
امرحہ ویرا کو دیکھنے لگی، اس کے پاس بتانے کے لیے کچھ نہیں تھا۔
"تم خاموش کیوں ہو امرحہ......؟"
"اس نے کہا وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"
"اوہ...... اور تم نے کیا کہا؟" ویرا مسکرائی۔
"میں نے؟" سوال تھا یا اقرار۔
"ہاں ظاہر ہے تم نے...... یہ تو خوشی کی بات ہے مجھے لگا تھا وہ تمہارا اچھا دوست بننا چاہتا ہے لیکن اسے کچھ اور ہی بننا تھا......" مسکراہٹ گہری ہو گئی۔
"میری منگنی پاکستان میں ہو چکی ہے...... میرے جاتے ہی میری شادی ہو جائے گی۔"
"تمہاری منگنی...... تمہاری منگنی ہو چکی ہے؟" حیرت سے ویرا کا منہ کھل گیا، یعنی کہ یہ بات اسے کیوں نہیں معلوم۔
"نہیں۔" امرحہ نے اداسی سے کہا۔
"تو تم نے جھوٹ بولا عالیان سے...... تم نے ایسا کیوں کیا امرحہ؟"

''جو مجھے مناسب لگا میں نے کہہ دیا......بس۔''

''بس؟'' ویرا حیرت سے اسے دیکھنے لگی......

''تم عالیان کے لئے ایسے بات کر رہی ہو......؟''

''کیسے بات کر رہی ہوں؟''

''اپنا انداز دیکھو امرحہ......اتنی بڑی یونیورسٹی میں وہ تمہارے پاس آتا ہے باتیں کرنے کے لئے......عالیان...... جانتی ہو کون ہے عالیان......یونی کی آنکھ کا تارا ہے، پروفیسرز کا چہیتا اسٹوڈنٹ......جس طرح صبح وہ یونیورسٹی کیمپس کے پاس کھڑا ہو کر تمہارا انتظار کرتا ہے، کبھی دیکھا ہے......؟''

''میں نے اسے کبھی نہیں کہا انتظار کرنے کے لئے۔''

''ایک صبح، صبح ہائے کہنے کے لئے وہ ہم سے دس پندرہ منٹ پہلے وہاں کھڑا ہوتا ہے۔''

''میں اسے ایسا کرنے کے لئے نہیں کہتی۔''

''تم کم عقل ہو......''

''میں کم عقل ہوں......''

''تم ناسمجھ ہو بہت......''

''میں بہت ناسمجھ ہوں۔''

''شٹ اَپ......تم نے اپنی منگنی کا جھوٹ کیوں بولا؟''

''میری مرضی......''

ویرا نے تھوڑی دیر اس کی طرف دیکھا......''ایک شخص تمہیں پرپوز کر رہا ہے امرحہ! اور تم نے مناسب الفاظ میں اسے ٹال دیا......'' ویرا تالی مار کر طنزیہ ہنسی۔

امرحہ کے جیسے کسی نے گال پر تھپڑ دے مارا......

''تم صاف انکار کر دیتیں اسے......ایسے بہانے سے اس کی بے عزتی کرنے کی کیا ضرورت تھی۔''

اس روسی ویرا کو سمجھانا بہت مشکل تھا۔

''بہت عجیب ہو تم......بہت زیادہ......اتنے ذہین انسان کو کیسے تم نے جھوٹ بول کر انکار کر دیا۔''

ویرا تو شروع سے ہی عالیان کی ذہانت کی مداح تھی۔

ویرا نے ایک بار اور تالی بجائی......

''ینگ لیڈی آف پاکستان......دی گریٹ لیڈی......افسوس ہوا۔''

امرحہ کا منہ سرخ ہو گیا وہ رو دینے کو ہو گئی۔

''کیسے نہ کرتی میں انکار......پتا نہیں کون ہے وہ......عیسائی، مسلمان، یا یہودی......مارگریٹ اس کی ماں کا نام ہے تو باپ کا کیا ہوگا......آئزک......داؤد......کیا ہوگا۔'' امرحہ تیز آواز میں چلا اٹھی اسے ویرا کے انداز سے تکلیف پہنچی تھی۔

ویرا اسے دیکھنے لگی

''اتنی معمولی سی وجہ کے لئے؟'' بہت اطمینان سے اسے نے پوچھا۔

''معمولی وجہ نہیں ہے یہ ویرا......نہیں ہے یہ سب معمولی......اس کے باپ کا، خاندان کا کوئی اتا پتا نہیں ہے......وہ کون ہے......وہ خود بھی نہیں جانتا ہوگا۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا اس بات سے؟'' ویرا کی آواز تیز ہو گئی۔

''یورپ کے آزاد معاشرے کی دین...... غیر مذہبی...... غیر اخلاقی اقدام کی پیداوار...... معمولی باتیں نہیں ہیں یہ سب...... میرے خاندان کے لئے طمانچے جیسی باتیں ہوں گی یہ سب......''

''طمانچہ!'' ویرا استہزائیہ ہنسی۔ ''خاندان...... واؤ...... تم تو سیدھے سیدھے عالیان کی بے عزتی کر رہی ہو۔''

''یہ سب اتنا آسان نہیں ہے جتنی آسانی سے تم مذاق اڑا رہی ہو۔'' امرحہ نے بے بسی سے ویرا کو دیکھا۔

''تمہارے ہاں محبت سب حساب کتاب لگا کر کی جاتی ہے امرحہ؟'' ویرا بے حد سنجیدہ ہو چکی تھی۔

امرحہ خاموش رہی، وہ اتنی ذہین کبھی نہیں رہی تھی کہ مدلل انداز میں کسی بھی سوال کا مقدمہ لڑ کر جیت سکتی۔

''کیسے تم نے اس کے خاندان، اس کے مذہبی، غیر مذہبی ہونے کا حساب کتاب لگایا اور اسے انکار کر دیا، وہ بھی جھوٹ بول کر...... بہت ذہین ہو تم...... اپنے حاصل جمع کا فائدہ دیکھا...... تم نے دیکھا کہ تم اس کے ساتھ نقصان میں رہ رہی ہو تو تم نے جھٹ جھوٹ بول دیا...... اور ایسے جھوٹ بولا کہ وہ تمہارا دوست تو رہے لیکن کچھ اور نہ بنے...... ایک بار تم نے مجھے کہا تھا کہ میں انسان کم مشین زیادہ ہوں، آج میں تمہیں کہتی ہوں تم انسان کم کیلکو لیٹر زیادہ ہو...... اس کی ذہانت، اس کی قابلیت گئی بھاڑ میں...... وہ کتنا اچھا انسان ہے یہ سب بھی...... بس اس کا باپ ہونا چاہئے اور اس کا خاندان۔ یورپ میں یہی سب ہے...... تو سب کیا ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگیں...... تمہارا مذہب ایسے لوگوں سے نفرت سکھاتا ہے...... تم بہت مذہب مذہب کی باتیں کرتی ہو نا...... تمہیں چھوٹے کپڑے پہننا پسند نہیں...... تمہیں چھوٹا ظرف رکھنا، چھوٹا دل رکھنا پسند نہیں ہے...... ایسے جھوٹ بولنا...... بے عزتی کرنا......؟''

دکھ کی نا تمام گہرائیوں میں اتر کر وہ بے بس کھڑی ویرا کو دیکھنے لگی

''مان لیا کہ وہ تمہارا ہم مذہب ہے...... پھر......''

''وہ...... مسلمان ہی ہے۔'' امرحہ کی کمزور آواز نکلی۔

''گڈ...... پھر مسئلہ کیا ہے؟'' امرحہ پھر سے خاموش ہو گئی۔

''اوہ...... اچھا وہ اکیلا ہے۔ اس کے باپ کا پتا نہیں، وہ ناجائز ہو سکتا ہے اس لئے...... وہ'' ویرا کہہ کر اس کے تاثرات دیکھنے لگی اور اس کے سختی سے لب بھینچ لینے پر اس نے طنزیہ ابرو اچکائی

''اوہ...... واؤ...... اس کے ناجائز ہونے سے مسئلہ ہے۔ اگر وہ ناجائز نہ ہوا امرحہ...... تو......؟''

''تو بھی نہیں...... نہیں، وہ مجھے نہیں پسند...... میں نے انکار کر دیا۔'' امرحہ کو یہ جواب سب سے زیادہ مناسب لگا۔

''شاید تم اسے پسند کرنے لگو؟''

''میں اسے پسند نہیں کر سکتی...... وہ میرا اچھا دوست ہے جیسے تم ہو۔''

''شاید تم اسے پسند کرنے لگو۔'' ویرا سنجیدگی اور سختی سے اپنی بات دوہرا رہی تھی۔ ''یا شاید تم اسے پسند بھی کرتی ہو لیکن اپنے خاندان کے لئے...... اپنے معاشرے، اپنی روایات کے لئے......''

''میں اسے کیوں پسند کروں گی...... کیوں کروں گی...... کون سی خوبی ہے اس میں، اگر وہ قابل ہے تو یونی میں ہزاروں اور بھی ہیں...... مجھے اسے ہاں کہنے کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔''

''تم مجھے مطمئن کرو امرحہ...... مجھے اس سب کی سمجھ نہیں آ رہی۔''

''جو کہنا تھا میں کہہ چکی ہوں۔'' امرحہ نے بے تاثر انداز اپنا کر کہا

''شاید تمہارا خیال ہے کہ اگر وہ مسلمان ہے بھی تو تم جتنا اچھا انسان نہیں ہے۔ وہ تمہاری طرح عبادت نہیں کرتا ہو گا...... تمہاری طرح حلال فوڈ کا استعمال نہیں کرتا ہو گا...... اسے بنیادی مذہبی تعلیمات کے بارے میں نہیں معلوم ہو گا...... اور اگر وہ تمہارے خاندان کے پاس جاتا ہے تمہارا ہاتھ مانگنے، تو اسے ان سب باتوں کی وجہ سے رد کیا جا سکتا ہے...... ہے نا

امرحہ......؟''

امرحہ خاموش رہی۔

''جواب دو امرحہ......''

''ہاں!'' امرحہ چلا اٹھی...... ''تم ٹھیک کہہ رہی ہو...... اتنا آسان نہیں ہے یہ سب...... بہت مشکل ہے یہ سب......''

''تم لوگ یورپ میں رہنے والوں کے بارے میں یہی سب سوچتے ہو، میں جانتی ہوں...... تمہیں لگتا ہے اقدار صرف تمہارے مشرقی ملکوں میں ہی ہیں...... روایات اور مذہب کی پاسداری بھی۔'' ویرا اب باقاعدہ اسے ذلیل کر رہی تھی۔

''اور کیا سچ نہیں ہے یہ...... کیا نام ہے عالیان کے فادر کا...... اس کا سرنیم مارگریٹ کیوں ہے؟''

''تم اس سے پوچھ لو......''

''میں نے اس کی ضرورت نہیں سمجھی...... اور تم جاؤ...... مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم عالیان کی اتنی بڑی حمایتی ہو۔'' امرحہ بھڑک اٹھی۔

''اگر تم غور کرو تو میں تم دونوں کی حمایت کر رہی ہوں...... لیکن تم لوگ بہت ناسمجھ ہوتے ہو......''

''ہم کون؟'' امرحہ کی تیوری چڑھ گئی۔

''تمہارے ملک پر طنز نہیں کر رہی امرحہ...... تم لوگ یعنی تم جیسے کم عقل لوگ، سطحی لوگ...... روایات، معاشرے کے علمبردار۔''

''بس بہت ہو گئی اب جاؤ...... میں نے جو کرنا تھا کر لیا۔''

ویرا اُسے دیکھ کر رہ گئی...... اور چلی گئی۔

کھڑکی میں کھڑی وہ اندھیری رات کے گہرے اندھیروں کو دیکھتی رہی، ویرا سے اس نے جان چھڑا لی تھی اب خود سے کیسے چھڑائے گی...... دنیا بھر سے چھپ کر بیٹھا جا سکتا ہے ایک اپنے آپ سے چھپ کر کہیں گم رہنے کے لیے جگہ نہیں ملتی...... دنیا بھر سے کیا کچھ نہیں کہہ دیا جاتا، ایک اپنے آپ سے کہنے کے لئے ہی کوئی لفظ نہیں ملتا......

تو کیا محبت جنم سے پہلے مرگ نہیں......؟

○......❖......○

باب

ہفتے کی رات ہے اور یہ ہارٹ راک کیفے کا ڈانس فلور ہے۔ ڈی جے اپنے میوزک کے ساتھ تجربات کرنے سے پہلے ایک خاص ڈسک کو پلے کرنا چاہ رہا ہے۔ یہ ڈسک اسے بارٹینڈر کارل نے دی ہے۔ کیفے میں یونیورسٹی اسٹوڈنٹس کا کافی رش ہے...... خاص کر بزنس اسکول کے اسٹوڈنٹس کا...... ڈانس فلور پر ڈانس شروع ہوا ہی چاہتا ہے۔ کارل کاک ٹیل بنا رہا ہے...... عالیان ابھی ابھی اس کے سامنے رکھی اونچی کرسی پر نیم دلی سے آ کر بیٹھا ہے۔ اسے کارل نے ہی کچن سے بلایا ہے۔ اور اب ڈی جے نے ڈسک پلے کر دی ہے۔

تمہاری منگنی ہو چکی ہے؟"

"نہیں......"

سبھی رازوں اور اسراروں کے پردے چاک کرتی آوازیں بدہیئت ہوتے ہوئے کلب میں گونجی۔

عالیان نے ایسی تکلیف کی شدت سے جو کسی زخم کی پیداوار نہیں بلکہ زخم کا موجب بننے والی ہوتی ہے سے سر اٹھا کر کارل کو دیکھا اور یہ دیکھنا ایسا تھا جیسے دراصل وہ کسی بھی چیز کو دیکھ نہیں پا رہا۔

"تم نے جھوٹ بولا عالیان سے......؟"

"جو مجھے مناسب لگا میں نے کہہ دیا...... کیسے نہ انکار کرتی، پتا نہیں کون ہے وہ۔ مارگریٹ اس کی ماں کا نام ہے تو باپ کا کیا ہوگا...... آئزک...... داؤد......"

"اتنی معمولی سی وجہ کے لئے......؟"

"معمولی وجہ نہیں ہے یہ...... میں اسے پسند نہیں کرتی...... کون سی خوبی ہے اس میں...... مجھے اسے ہاں کہنے کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا......"

"شاید تمہارا خیال ہے کہ وہ مسلمان ہے بھی تو تم جتنا اچھا مسلمان نہیں ہے۔"

"ہاں! تم ٹھیک کہہ رہی ہو...... کیا نام ہے عالیان کے فادر کا...... اس کا سرنیم مارگریٹ کیوں ہے......"

"وہ ناجائز ہو سکتا ہے اس لئے بھی؟"

"ہاں، ہاں......"

"تمہاری طرح، حلال فوڈ کا استعمال نہیں کرتا ہوگا اس لئے بھی......؟"

"ہاں......"

وہاں موجود ایک ایک اسٹوڈنٹ عالیان مارگریٹ کی طرف گردن موڑے دیکھ رہا تھا۔ کارل نے ایک آنکھ دبائی اور منہ بنا کر بھیڑیے کی آواز نکالی لیکن عالیان نہ وہاں موجود یونیورسٹی کے اسٹوڈنٹس کو دیکھ رہا تھا نہ ہی کارل کو...... وہ اپنے جوتوں کی نوک کو گھور رہا تھا...... اسے آج معلوم ہوا تھا...... ایک دم سے کیسے اونچائی پر بیٹھے بیٹھے ہم جوتے کی نوک تلے آ

جاتے ہیں۔
اس کے منہ پر کبھی کسی نے تھپڑ نہیں مارا تھا، اس کے سرخ ہوتے منہ پر آج تھپڑوں کے نذرانے تذلیل میں لپیٹ کر مارے گئے تھے۔
کاک ٹیل بناتے کارل کے ہاتھ رک گئے۔ عالیان کا ردعمل اس کی توقع کے برخلاف تھا...... اس نے اٹھ کر اسے گھونسا نہیں مارا تھا۔ وہ مسلسل اپنے جوتوں کی نوک کو دیکھ رہا تھا۔
ایسے کھیلوں کے وہ پکے دشمن تھے...... ویسے وہ دوست تھے۔
''عالیان......!'' کارل نے اسے آواز دی۔
عالیان نے جوتے کی نوک سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔
''شکریہ کارل...... میں تمہارا یہ احسان تاعمر نہیں بھولوں گا۔'' وہ اٹھا اور قدم اٹھانے کے لیے جدوجہد کرنے لگا۔
''وہ ناجائز ہو سکتا ہے اس لئے بھی۔''
''ہاں......''
''نہیں، وہ مجھے نہیں پسند...... کیا نام ہے عالیان کے فادر کا۔''
اس نے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے...... لیکن پھر بھی وہ بہرا نہیں ہوا...... محبت کی زبان اسی وقت تو بولتی ہے، جب اس کے گونگا ہو جانے کی دعا کی جاتی ہے اور محبت کے کان اسی وقت تو سب سننے لگتے ہیں جب ان کے بہرے ہو جانے کی بددعا کی جاتی ہے۔
کیا نام ہے عالیان کے فادر کا......؟ کیا نام ہے...... فادر...... اس کا سرنیم مارگریٹ کیوں ہے؟ فادر...... فادر......
نخستیں لالہ صبح بہارم، پیاپے سوزم از داغے کہ دارم
(میں صبح بہار کا پہلا لالے کا پھول ہوں جو عشق کے داغ سے مسلسل تڑپ رہا ہوں)
محبت جگا جوت ہے جسے مٹھی میں کر کے آنکھوں کے سامنے رکھ لینا آسان نہیں...... آنکھیں نہیں چندھیاتیں قسمت چندھیا جاتی ہے...... وہ اتنی جلدی کہاں مہربان ہوتی ہے...... محبت کی دیوی تو گھٹنوں کے بل جھکوا کر اپنی آنکھیں موند لیتی ہے نا...... دیوی کی مرضی آنکھیں کھولے نہ کھولے......
انسان جو سب سے زیادہ خواب محبت کے دیکھتا ہے۔
تو انسان پر سب سے زیادہ خواب محبت کے ہی بھاری پڑتے ہیں۔
انسان کسی بھی مزاج یا نسل سے تعلق رکھتا ہو دعا کے لئے باقاعدہ ہاتھ اٹھائے نہ اٹھائے لیکن اندر ہی اندر اتنی آرزو ضرور کرنے لگتا ہے کہ کائنات میں چھپا کر رکھی گئی ساری محبت اس کی جھولی میں ڈال دی جائے...... کہے نہ کہے پر اتنا ضرور سوچتا ہے کہ ''محبت'' کو وہ کچھ بھی کر کے چرا ہی لائے......
ساری محبت چرا لینے کا خواب عالیان مارگریٹ نے بھی دیکھا تھا...... اور یہ خواب اس پر بہت بھاری گزرا تھا......
کیونکہ محبت وہ ممنوع بیلی بھی تو ہے جو مست ناچ نچواتی ہے اور پھر بھی دلہن کھول کر ڈر شہوار کے درشن نہیں کرواتی۔
جھولی پھیلائے رقص یار کے رقاص اپنے پیر جلا بیٹھتے ہیں تب بھی نہیں...... بس نہیں......
وہ اپنا تن من بھسم کر ڈالتے ہیں تب بھی...... ''نہیں۔''
اپنی حیثیت سے نظریں چراتے وہ پرنٹ درک کی حدود سے نکل کر چلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ جس برف نے مانچسٹر کو اپنی ہتھیلیوں میں لے رکھا تھا، وہ اسے گرتا دیکھنا نہیں چاہتی تھی...... لیکن اب اسے دکھا دیا جائے گا...... چلتے چلتے کیسے گرا سا جاتا ہے۔
برف میں ایک قلندر خاصیت بہت کمال کی ہے...... یہ گرتی ہے تو شور نہیں مچاتی...... گر کر پگھل کر ختم ہو جاتی ہے تو بھی

واویلا نہیں کرتی...... برف اپنے سینے پر پڑتے، گرگر جاتے اس کے قدموں میں یہ خاصیت منتقل کر دینا چاہتی تھی۔

مانچسٹر کی اتنے سالوں دیکھی بھالی سردی میں اب عالیان کا دم گھٹ رہا تھا...... اس کی آنکھوں کی سرخی اور سانسوں کی غم ناکی اس پر گزرتے صدمے کی اولین گواہ بنیں اور اس کی بھوری بچوں سی چمک لئے آنکھیں بھر آئی تھیں...... اور سانس نے رواں رہنے کی صلاحیت کھو دی۔

انسان تھا نا...... رونا تو بنتا تھا۔

محبت کا سنہرا خواب جو دیکھ لیا تھا...... خواب کے ٹوٹ جانے پر ٹوٹنا تو بنتا تھا۔ آسمان کے سارے ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر مانچسٹر کی شاہراہوں پر بکھر رہے تھے...... کائناتی محبت پر...... کائنات کا ٹوٹ پھوٹ جانا تو بنتا ہے۔

سڑک پر چلتے وہ ایک بند گلی کے کنارے رک گیا۔ جس کے اندر ایک بڑا کوڑا دان رکھا تھا۔ وہ اندھیرے میں کوڑا دان کے پیچھے جا کر دیوار کے ساتھ خود کو لگا کر کھڑا ہو گیا، اور بے خیالی میں اپنے سر کو جھٹکا۔

اسے اپنی پہلی محبت یاد آ رہی تھی۔

مارگریٹ جوزف...... اس کی ماں جو اس کی بھوری آنکھوں کو اپنی نیلی آنکھوں سے گھنٹوں دیکھا کرتی تھی...... تھکتی نہیں تھی...... وہ تھک جاتا تو اس کی ٹھوڑی اٹھا کر پھر سے دیکھنے لگتی...... اور جیسے خاموشی کی زبان سے کہتی جاتی۔

''مجھے کیا معلوم تھا یہ آنکھیں مجھے ایسے لے ڈوبیں گی...... لیکن میں خوش ہوں کہ یہ مجھے لے ڈوبیں...... میں شکرگزار ہوں کہ مجھے یہ آنکھیں عطا کی گئیں۔ ان میں میری وہ تصویر بن کر اترتی ہے جو مصور بنا نہیں سکتے اور آئینے دکھا نہیں سکتے۔ میں کیسے نہ شکرگزار ہوں۔''

اس کی آنکھیں اس کے لبنانی باپ جیسی تھیں...... وہ مارگریٹ کے مردہ ہوتے وجود میں جان ڈال دینے والی آنکھیں تھیں...... وہ انہیں گھنٹوں کیوں نہ دیکھا کرتی۔

وہ اپنی ماں کے ساتھ ایک کمرے کے بے حد چھوٹے اور نسبتاً گندے سے فلیٹ میں رہتا تھا، جس کے ایک کونے میں کچن تھا اور دوسرے کونے میں واش روم۔ بیڈ کمرے کے دروازے کے عین سامنے تھا۔ ایک کھڑکی تھی جس کے آگے ایک کرسی رکھی رہتی تھی۔ اس کرسی پر کھڑے ہو کر عالیان کھڑکی سے سر ٹکا کر اپنی ماں کی راہ دیکھا کرتا تھا۔ مارگریٹ کے انتظار میں اس نے اپنی آنکھوں کو بہت تھکایا تھا۔

کمرے میں کچن اور واش روم کی بو ہمہ وقت رچی رہتی تھی لیکن یہ فلیٹ اس وقت مہک اٹھتا جب مارگریٹ آ کر اسے اپنی بانہوں میں بھر لیتی...... مارگریٹ ایک ہسپتال میں صفائی پر مامور تھی، اس کے جسم سے کئی طرح کے کیمیکل کی بو آتی...... مگر یہ بو عالیان کے لئے دنیا کی بہترین خوشبوؤں سے بڑھ کر تھی، وہ صرف اس کی ماں نہیں تھی، اس کا سب کچھ تھی۔

مارگریٹ جوزف مسکرانے کی کوشش کیا کرتی تھی لیکن وہ ایک بُری اداکارہ تھی۔ اس نے زندگی کو زندہ دلی، ہمت، اور جوان مردی سے گزارنے کے کچھ اقوال رٹ رکھے تھے...... وہ انہیں ہر روز دہراتی اور مسکرانے کی بھدی اداکاری کرتی اپنے کام پر چلی جاتی۔ مسکرا کر گھر کا دروازہ بند کرتی...... کھولتی...... دن کرتی...... رات کرتی...... روز کی بس یہی اداکاری...... زندگی اقوال پر کامیاب ضرور کی جا سکتی ہے خوش طالع نہیں......

ایسی زندگی کو سیاہی سے تو بچایا جا سکتا ہے لیکن ست رنگی نہیں رنگا جا سکتا۔ یہ دھنک جلی تو ہو سکتی ہے دھنک ڈھلی نہیں پھر تو یہ اس زہر کی صورت اختیار کر لیتی ہے جو دل کے کانوں کے پردے پھاڑے ڈالتی ہے۔ ایسی زندگی زندگی تو نہیں ہوتی...... کیونکہ وجود میں دھرا لوتھڑا اچیت ہو جاتا ہے...... یہ لوتھڑا جو دل ہے...... اور جس دھوکے باز بزدل کا کوئی علاج نہیں...... یہ غداری کرتا ہے...... اور اس سے غداری پر اسے موت کی سزا ملتی ہے......

تو مارگریٹ اقوال پر زندگی گزارنے کی کوشش کرتی رہی اور لحاف میں منہ دے کر روتی رہی کیونکہ اس نے زندگی کی

ایک فاش غلطی کر ڈالی تھی۔ اس نے ایک مسلمان سے محبت کر لی تھی۔ ایک ایسا لبنانی مسلمان جو وہاں کام کے لئے آیا تھا۔ پونڈز کے لئے...... محبت کے لئے نہیں...... وہ اس روایت کا پاسدار تھا کہ سفر کے دوران گاڑی کے نئے اور انوکھے اسٹیشنوں پر رک جانے کو دل پر نہیں لینا چاہئے...... سفر میں اسٹیشن تو آتے ہی رہتے ہیں...... تو کیا سفر کو ہی روک دیا جائے۔ وہ سمجھ دار تھا۔ اس نے سفر کو نہیں روکا۔

نیلی آنکھوں، پری چہروں سے تو دنیا بھری پڑی ہے۔ کس چیز کی کمی ہے اس جہان میں...... پھر ایک انسان کے لئے زندگی تباہ کر لینا کہاں کی روایت ہے۔ اگر ہے بھی تو یہ سب پرانی کہاوتیں ہوں گی...... قدیم قصے کہانیاں......

اس کی چھ سالہ زندگی اپنی ماں کی دبی دبی سسکیاں سنتے گزری...... وہ سمجھتی تھی وہ سو رہا ہے...... پر ایسی آہوں کے سائے تلے سو جانا گناہ کے مترادف ہوتا...... وہ دن بھر کام کرتی۔ رات بھر روتی...... ایسی حالت میں وہ زیادہ دیر تک زندہ کیسے رہتی...... کیونکر زندہ رہتی...... جو انسان کچن میں کام کرتا...... بیڈ پر لیٹا، کھڑکی میں کھڑا، ہر حالت میں صرف انتظار کے مجسمے میں خود کو ڈھالتا چلا جائے، وہ زندہ رہ کر زندہ کیسے ہو سکتا ہے بھلا...... ایسے انسان کو تو جلد مر جانا چاہئے...... جس کا لوتھڑا دل خون بنانے کے بجائے...... خون اگلنے لگے، ایسے لوتھڑے کے مالک کو جلد ہی مر جانا چاہئے۔

وہ پہلی تکلیف وہ یاد جو عالیان سے جدا ہونے کے لیے کبھی تیار نہیں ہوتی تھی کچھ یوں تھی کہ کمرے کی واحد کھڑکی کے آگے رکھی کرسی پر کھڑا وہ نیچے جھانک کر اپنی ماں کو تلاش رہا ہے۔ نیچے ایک مصروف سڑک تھی۔ جس پر چھوٹی چھوٹی کئی ڈکانیں اور اسٹورز واقع تھے۔

مارگریٹ تھکی تھکی اس سڑک پر چلتی اسے نظر آ گئی...... وہ اندر آئی اور بیڈ پر بیٹھ کر اسے دیکھنے لگی...... پھر چل کر اس کے پاس آئی اور وہی اپنی اداکارانہ مسکراہٹ سے اسے دیکھا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کرسی کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔

''تم بہادر ہونا......؟'' مارگریٹ نے ایک اچھی مسکراہٹ سجا کر پوچھا۔

جب عالیان تھوڑا بڑا ہوا تو اس نے کئی سالوں تک خود کو ہڑبڑا کر اٹھتے اور کہتے سنا۔ ''نہیں! میں بہادر نہیں ہوں۔''

دو تنہا لوگ جب ایک دوسرے سے یہ پوچھنے کی جرأت کرتے ہیں تو حقیقتاً وہ یہ کہنا چاہ رہے ہوتے ہیں کہ ''اب تیار ہو جاؤ...... تم بہادر ہو یا نہیں...... تمہیں بہادری دکھانی ہوگی، تلخ حقیقتیں تمہاری ریشمی زندگی میں گھلنے کے لئے تیار ہیں...... کیا تم بھی تیار ہو؟''

اپنے لبنانی باپ کی سی آنکھوں سے وہ مارگریٹ کو دیکھنے لگا۔ ہاں کی ناں ناں۔

''ماما پاپا کے پاس جا رہی ہیں؟''

مارگریٹ نے اس کے گال پر پیار کیا اور کھڑکی میں جا کر کھڑی ہو گئی...... دیکھا۔ وہ ایک بری اداکارہ تھی...... زیادہ دیر تک مسکرا نہ سکی...... پھر بہت دیر کے بعد وہ وہاں سے ہٹی اور ایک چھوٹے سے بیگ میں اس کے کپڑے رکھنے لگی۔ ایک دوسرے سفری بیگ میں اس نے اپنی ایک جینز اور دو شرٹس رکھیں۔ دونوں بیگ اٹھا کر اور اس کا ہاتھ تھام کر وہ اسے اپنی دوست کے پاس لے آئی اور اس کے گال چوم کر چلی گئی۔

مارگریٹ چلی گئی...... اور کتنی ہی صدیوں بعد واپس آئی۔ اتنی صدیوں بعد کہ عالیان نے جان لیا کہ اس کی ماں سوتے، جاگتے، کام کرتے، خاموش بیٹھے، سسکتی کیوں رہتی تھی اور مسکرانے میں وہ اتنی بری اداکارہ کیوں تھی اور یہ بھی کہ اس کی نظریں کن ویرانیوں میں بھٹکا کرتی تھیں اور اس کے وجود سے آہیں کیسے اور کیوں کر نکلا کرتی تھیں۔ اور وہ ایک قبر ہی قبرستان کیوں لگنے لگی تھی اور کرب کی جڑیں اس کے اندر سے پھوٹ کر تناور درخت بناتیں جنگل جنگل کیسے ہو جایا کرتی تھیں۔

جب وہ آئی تو وہ سوسن آنٹی کے گھر کے پچھواڑے میں ایک طرف بیٹھا کھیلنے والے بچوں کو دیکھ رہا تھا۔ ان بچوں نے کئی بار اسے اپنے ساتھ کھلانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اپنی ماں پر ہی گیا تھا...... وہ ایک برا کھلاڑی تھا...... وہ کھیل کو کھیل نہیں

سکتا تھا۔ بیٹھے بیٹھے جیسے اسے خبر سی ہو گئی کہ اس کی ماں کہیں اس کے قریب ہے وہ گھر کے اندر آیا...... دور سے ہی اس نے مارگریٹ جوزف کی ہچکیوں کو سن لیا۔ وہ ساری اداکاری کو بالائے طاق رکھ کر رو رہی تھی۔

''ہاں، وہ مجھے نظر آ گیا تھا...... وہ مجھے مل گیا تھا۔ تین ہفتے میں اسے پاگلوں کی طرح ڈھونڈتی رہی۔ اس کے دوست نے کہا تھا، مجھے چند ماہ بھی رکنا پڑے تو میں وہیں رکوں، وہ وہیں ملے گا...... اور وہ مل گیا...... اور اس نے...... اس نے جیسے مجھے دیکھ کر بھی نہیں دیکھا...... مجھے ان دیکھا کر کے وہ تیزی سے وہاں سے غائب ہو گیا...... میں اس کے پیچھے بھاگی...... لیکن اتنی جلدی نہ جانے وہ کہاں گم ہو گیا تھا...... سڑک پر ادھر اُدھر بھاگتے میں چلا رہی تھی...... اور سوسن پھر بھاگتے بھاگتے میں نے خود کو گرا لیا...... کہ شاید کسی کونے میں خود کو چھپا کر مجھے دیکھتے وہ مجھ پر ترس کھا کر ہی آ جائے...... میں گری ہی رہی اور روتی ہی رہی لیکن وہ نہیں آیا...... نہیں آیا وہ...... اگلے دن وہ میرے ہوٹل آیا...... دیکھو کتنا آسان تھا، اس کے لئے مجھے ڈنمارک میں ڈھونڈ لینا...... اور میں اتنے سالوں میں اسے دنیا بھر میں نہ ڈھونڈ سکی...... میں بہت ناکارہ، بہت بے کار ہوں نا سوسن! جانتی ہو میرے دو گھنٹے رونے کے بعد اور یہ بتانے کے بعد کہ پچھلے چار سالوں میں، میں نے کیسے کیسے اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کی...... کس کس شخص کے پاس اس کا پوچھنے کے لئے گئی...... خدا کے آگے کیسے کیسے گڑگڑاتی اور اسے یاد کر کے کیسے کیسے روتی رہی، اس نے کیا کیا...... اس نے جیب سے ایک کاغذ نکالا اور کہا۔

''یہ تمہاری طلاق کے کاغذ ہیں...... میں نے اپنے مذہبی اسکالر سے اس کی تصدیق کروا لی ہے...... تمہیں اس کی ضرورت نہیں ہو گی لیکن مجھے ہے...... تم دستخط کر دو۔'' پھر اس نے ایک لفافہ میرے آگے کیا اور کہا۔

''یہ لو پیسے اور واپس جاؤ۔ میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا لعنتی، کافر عورت!''

میں اسے کیسے کیسے یاد کرتی رہی اور روتی بلکتی رہی، ان قصوں کو سن کر وہ مجھے طلاق دے رہا تھا۔

اس کے لئے میں خدا کے آگے کیسے کیسے گڑگڑائی۔ یہ سن کر وہ مجھے لعنتی کہہ رہا تھا۔ اس نے کہا کہ اس پر اللہ کا غضب نازل ہوا تھا...... جو اس نے ایک کافر عورت سے شادی کر لی...... وہ تعلق ایک لعنت تھا...... میں...... سوسن اس نے کہا، میں ایک لعنت ہوں...... میں...... خدا نے مجھے بھی بنایا ہے اور اسے بھی۔ کیا خدا لعنتیں بناتا ہے۔ کیا خدا ایسا ناانصاف ہے کہ ایک کو اس جیسا انسان بناتا ہے اور ایک کو مجھ جیسا...... اس نے کہا، میں ایک کافر عورت ہوں...... وہ کافر کسے کہتا تھا...... خدا کو نہ ماننے والے کو...... خدا کو چھوڑ دینے والے کو...... اور ایک انسان کو نہ ماننے والے کو کیا کہتا ہے وہ...... بیوی کو بے آسرا چھوڑ دینے والے کو کس نام سے یاد کرنا چاہے گا وہ...... میں نے اس سے پوچھا۔

اس نے مجھے گالیاں دیں...... میرے مرحوم والدین پر الزام لگایا کہ میں ان کی حرام کی پیداوار ہوں...... میں سرتاپا حرام ہوں...... میری رگوں میں ناجائز اور گندا خون ہے...... میں اور میرے آباؤ اجداد شراب پیتے رہے ہیں اور میرے والدین کو شادی کی کیا ضرورت رہی ہو گی...... میں ایک گندے غلیظ مغربی معاشرے کی پیداوار، کیسے کیسے گل نہیں کھلا چکی ہوں گی۔ وہ گالیاں دیتا رہا اور مجھے بتاتا رہا کہ میں کیا کیا ہوں...... وہ مجھے جتا رہا تھا کہ مجھے چھوڑ آنے کی اصل وجوہات کیا تھیں، وہ میرا کافر ہونا تھا...... غیر مذہب ہونا تھا...... پھر اس نے میرے خدا کو گالیاں دینی شروع کر دیں...... وہ مجھے بتانے لگا کہ دراصل کس کا مذہب سچا ہے...... خود کو سچا ثابت کرنے کے لئے کہ میں ڈنمارک کی حکومت کو اپنے اور اس کے تعلق کو لے کر درمیان میں نہ لے آؤں یا برطانیہ کو، وہ مجھ پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگا کہ اپنی بات میں وہ کس قدر سچا ہے۔ وہ ایک سچے مذہب کو ماننے والا ہے...... میں نے اس سے کہا کہ اگر اس کا مذہب اتنا ہی سچا ہے، اچھا ہے، تو ایسے سچے مذہب کے کس حکم کے تحت وہ میرے ساتھ برا کر رہا ہے۔ سوسن مذہب کس کا سچا ہے اس کے لئے تو آپ کو خود کو سچا ہونا پڑتا ہے نا...... پہلے تو خود کو عمل کرنا پڑتا ہے...... ورنہ مذہب...... کون سا مذہب ہے جو یہ سب کرنے کی تعلیم دیتا ہے جو وہ میرے ساتھ کر رہا تھا۔'' وہ سوسن کے ہاتھ پکڑ کر اس سے سوال کرنے لگی۔

''اس نے کہا وہ بھٹک گیا تھا...... وہ میرے جال میں آ گیا تھا...... میں نے اپنی خوب صورتی کا استعمال کیا...... اسے پھنسایا، اسے ورغلایا...... بھٹک تو میں گئی تھی۔ پھنس تو میں گئی تھی اس کی محبت کے جال میں...... میں کتنی خوبصورت ہوں۔ اس کا احساس تو اس نے مجھے دلایا تھا۔ وہ تو کہا کرتا تھا خدا اپنے شاہکاروں میں مجھے بھی شمار کرتا ہوگا...... اور وہ کہا کرتا تھا۔ خدا کی مہربانی اس نے زمین والوں کے نصیب میں اس شاہکار کی رُونمائی کی...... مجھے شاہکار تو اس نے بنایا تھا...... پھر اس نے مجھے لعنت کیوں بنا ڈالا...... سوسن! میں زندہ رہنا نہیں چاہتی...... کوئی لعنت کے طوق کے ساتھ کیسے زندہ رہ سکتا ہے جبکہ اسے پہلے ''شاہکار'' کے رتبے پر فائز کر دیا گیا ہو...... جسے خوب کہہ دیا جائے اسے غلیظ کیسے کہا جا سکتا ہے......

میرا تو سب چلا گیا نا...... اس کا کیا گیا...... وہ تو بیش قیمت لباس میں ملبوس پہلے سے کہیں زیادہ خوب صورت میرے سامنے تن کر کھڑا تھا...... جھکی ہوئی تو میں تھی اس کے آگے...... گڑگڑا تو میں رہی تھی...... بھلا بتاؤ سوسن! جو نفع میں رہتے ہیں وہ میری طرح جھک کر گڑگڑاتے ہیں...... ایسے خوار ہوتے ہیں...... خسارے میں کون رہا سوسن...... وہ میرے ہاتھ پیر کاٹ ڈالتا...... اس نے میرا دل میری روح کاٹ ڈالی...... وہ اتنا ظالم ہوگا کاش! مجھے معلوم ہوتا...... میں اس سے ایسی محبت کرنے لگوں گی کاش مجھے یہ بھی معلوم ہوتا...... اور کاش وہ کھویا ہی رہتا...... میں ساری عمر اسے ڈھونڈتی ہی رہتی۔ میری آنکھیں اس کے انتظار میں تھک کر مردہ ہو جاتیں لیکن ایسے ذلیل نہ ہوتیں۔ اس کی زبان سے نکلا زہر میرے کان میں نہ ٹپکا ہوتا...... سوسن! میں تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ ہاتھ کی پشت کو ہونٹوں سے لگانے والا جب ان ہی ہونٹوں سے تھوکتا ہے تو کرب کا کیسا لاوا وجود میں پھٹتا ہے...... میں تمہیں کیسے بتاؤں، میں کس دلدل میں دھنسی ہوئی ہوں۔''

مارگریٹ نے اپنے وجود کو اپنے ہاتھوں میں لپیٹنا چاہا۔ وہ ایسے تڑپ رہی تھی جیسے اس پر بوند بوند تیزاب ٹپکایا جا رہا ہو اور اس کے پاس نکل بھاگنے کا کوئی راستہ نہ ہو......

دیوار کی اوٹ میں کھڑے اس بچے نے اس تیزاب کی بو اپنے ناک میں گھستے محسوس کی۔

''میں اس بھری دنیا میں جا کر کسے بتاؤں کہ اس نے مارگریٹ نامی شاہکار کی پردہ کشائی کیسے کی...... کاش! میں اسے کبھی نہ ڈھونڈ پاتی...... میں نے اسے ڈھونڈ نکالنے کا گناہ کیوں کیا...... میں نے گناہ ہی کیا...... اگر اسے یہ سب کہنا ہی تھا تو وہ مجھے برطانیہ میں ہی کہہ کر چلا جاتا۔ وہ کاغذ جو وہ اپنے مذہبی اسکالر سے تصدیق کروالایا تھا، مجھے یہیں دے کر چلا جاتا لیکن اس کو مجھے خوار کرنا تھا...... اسے میں پہلے لعنت کیوں نہیں لگی...... اسے مجھ جیسی کافر عورت کے سر پر منڈلاتا خدائی قہر پہلے دکھائی کیوں نہیں دیا...... ملک بدلتے ہی اسے اتنی عقل آ گئی۔ ایک امیر بیوہ کے ساتھ شادی کرنے کے بعد اسے میری اوقات یاد آ گئی؟

مجھے سب کہا کرتے تھے، یہ عربی دس شادیاں کر لیں تو پلٹ کر کسی ایک کی طرف بھی نہیں دیکھتے۔ پر میں نے کسی کا اعتبار نہیں کیا۔ میں نے اس کا اعتبار کیا جس نے مجھے دھتکار دیا...... اس نے تو مجھ سے پونڈز کے لئے، گرین کارڈ کے لئے بھی شادی نہیں کی تھی...... اس نے تو مجھے زندہ درگور کرنے کے لئے سب کیا تھا...... برطانیہ میں شادی کرنے والا ڈنمارک میں مجھے طلاق دے رہا تھا۔ مجھے میری، میرے والدین کی، میرے مذہب کی غلاظت کے بارے میں بتا رہا تھا، اس نے ایک بار بھی میری آنکھوں سے گرتے آنسوؤں کو نہ دیکھا...... اسے یہ پروا بھی نہیں تھی کہ میں اس کے قدموں میں گر جاتی ہوں...... میں کیسے اس کے بغیر کرب میں مبتلا رہی، جان کر بھی اس نے ہمدردی سے بھی میری طرف نہ دیکھا...... میں نے اسے اس کے بیٹے کے بارے میں بتایا تو اس نے اس بات کو...... اس بات کو ایسے سنا سوسن! جیسے میں اسے...... میں اسے اپنے کسی بوائے فرینڈ کے بچے کے بارے میں بتا رہی ہوں...... اپنے بیٹے کے بارے میں سن کر اس کی آنکھوں سے ایسی نفرت ٹپکنے لگی جیسے کسی نے گناہ آلود ہاتھوں سے اس کے پاکیزہ وجود کو آلودہ کر دیا ہو...... میرا بیٹا گناہ تھا اس کے لیے سوسن، صرف ایک میں ہی نہیں۔''

وہ ایک طلاق کا دکھ لے کر نہیں پلٹی تھی۔ اسے اس طلاق کے ساتھ کئی اور تازیانے مارے گئے تھے۔ اسے غلاظت کا

ڈھیر ثابت کر کے، اسی ڈھیر میں دفن کر کے بھیجا گیا تھا۔ اس سے منسلک ہر چیز پر "تھو" کیا گیا تھا۔

محبت کا پیادہ زمین بوس ہوا...... تپسیا تمام ہوئی......

محبت کی پھٹکار زدہ کنیا کماری عین جوبن کرلائی اور محبت کے شراپ کی مستحق پائی

وہ خاموشی سے اپنی ماں کے پاس جا کر بیٹھ گیا...... مارگریٹ نے آنسو پونچھ لئے...... کتنی بدصورت ہو گئی تھی وہ اتنے سے دنوں میں...... اس کے کپڑے گندے اور بدبودار تھے...... اس کے وجود سے ایسی بساند اٹھتی تھی جیسے کچا گوشت دھیمی آنچ پر جل رہا ہو...... مارگریٹ کے پیٹ کے ساتھ لگے اس کا دم گھٹنے لگا۔

امر جل کی دھارا زہر آب تھی......

زہر زہاب (ہمہ وقت جاری رہنے والا زہریلا چشمہ) نے اپنا دہن اس کے وجود میں کھول دیا تھا......

اس میں سے بساند کیوں نہ آتی......

اور پھر اس دن کے بعد سے اس نے اسے یہ کہنا چھوڑ دیا۔

کرسمس کی ان چھٹیوں میں ہم ہلز جائیں گے......

"سچ......؟"

"ہاں، بس تمہارے پاپا آ جائیں۔"

"وہ کب آئیں گے؟"

"شاید ابھی...... آج رات...... ورنہ کل صبح...... میں نے انہیں خط لکھے ہیں فون بھی کئے ہیں۔"

"وہ گندے ہیں...... وہ نہیں آتے......"

"وہ اچھے ہیں...... وہ آ جائیں گے۔"

وہ اتنا اچھا تھا کہ ایک بار بھی نہیں آیا تھا۔ اس نے اپنی اولاد کو بھی دیکھنے کی چاہ نہ کی۔ اس کو پتا ہی نہیں تھا کہ اس کے بیٹے کی آنکھیں اس جیسی ہیں۔ کچھ کچھ اس جیسے نقوش...... گھنی بھنویں، گھنی پلکیں...... سفید رنگت میں مبہم گندمی رنگت کی جھلک......

مغرب میں عرب گھلتا ہوا۔

عرب سے مغرب نکلتا ہوا......

وہ ایسا تھا...... جس کے دنیا میں آنے سے پہلے ہی اس کے باپ نے خود کو دنیا میں چھپا لیا تھا۔

اور مارگریٹ آخر تک یہ جان نہ سکی کہ جو گم ہو جاتے ہیں، ڈھونڈا انہیں جاتا ہے...... جو خود کو چھپا لیں...... انہیں ڈھونڈ نکالنا تذلیل ہے...... تذلیل...... بلکہ گناہِ عظیم...... ایسے گناہوں سے خود کو بچانا چاہیے۔

تو ایسے چھپ چکے مرد کی واپسی کی قصے، کہانیاں اب بس ہوئی تھیں...... دروازے پر ٹکی نگاہیں گناہ ناتمام ہوئیں......

اب وہ، مارگریٹ نامی عورت صبح اٹھتی اپنی آنکھوں کی سرخی کو میک اپ کی تہہ میں چھپاتی...... پھر بھی بدہیئت ہی لگتی...... دو گھونٹ کافی ہچکیوں کی مانند حلق سے اتارتی...... جلتے کچے گوشت کی بو کی تہوں میں مدفون اداکارانہ مسکراہٹ کو نکالتی اور اسے اسکول کے لئے تیار کر کے اس کا ہاتھ پکڑ کے سڑک پر ایسے چلتی جیسے اپنا ہی تابوت اٹھائے اپنی قبر کی طرف جا رہی ہو۔

اپنی ماں کے زیر سایہ وہ بھی ایسے ہی چلا کرتا جیسے اپنی ہی قبر کی قبر کشائی کے لیے جا رہا ہو...... خود کو تابوت میں لٹانے...... خاموشی سے...... طے شدگی سے...... دو انسان اپنے ہی پیروں پر چل کر اپنی اپنی قبر کی طرف کیسے جایا کرتے ہیں۔ مارگریٹ اور اس کے بیٹے کو دیکھ کر جانا جا سکتا تھا۔

پھر وہ اسے اسکول سے گھر لاتی اسے ایک سینڈوچ بنا کر دیتی، گھر کو لاک کر کے چلی جاتی اور رات کو آتی...... اس

وقت تک وہ کھڑکی میں کھڑا اس کا انتظار کرتا رہتا...... سینڈوچ ویسے کا ویسا ہی رکھا ہوتا...... کھانا بھوک لگنے پر کھایا جاتا ہے اور اس کی بھوک مارگریٹ کی صورت دیکھتے ہی مر جاتی...... وہ دعا کرنا نہیں جانتا تھا اس لئے سوچا کرتا تھا کہ کاش اس کی ماں سے ایسی گندی بدبو نہ آیا کرے...... کاش...... وہ اس بو سے چھٹکارا پالے...... کیسے بھی کر کے......

O......❖......O

اس کے باپ کی واپسی کے قصے جو وہ اسے سنایا کرتی تھی، اب تمام ہوئے لیکن پرانی تصویروں کو دیکھنا اس نے بند نہیں کیا تھا، وہ ایک تصویر کو جس میں وہ جھیل کے پانی میں پیر ڈبوئے بیٹھا تھا اور گردن موڑے مسکرا رہا تھا اور جگمگ کرتی آنکھوں کو لئے عرب کا شہزادہ لگ رہا تھا اس کے چہرے کے ساتھ لگا کر دیکھا کرتی اور دیر تک دیکھا کرتی۔

''ہاں، تم میرے جیسے ہو۔'' وہ خوش ہوتی اور گہرے سایوں میں گھر جاتی۔ پتا نہیں وہ کس کس بات پر خوش ہو سکتی تھی۔ کچھ عرصہ پہلے وہ یہی سب کر کے کہا کرتی۔

''دیکھو تو...... تم تو بالکل اپنے پاپا جیسے ہو۔'' پھر وہ اپنی نم آنکھیں صاف کر لیتی۔

''تمہارے پاپا تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہوں گے، تم ان جیسے ہو، میں خوش ہوں اس پر۔''

''ہاں، تم میرے جیسے ہو۔'' کا عمل وہ ہر رات کیا کرتی جیسے اسے ہر دن یہ ڈر ہو کہ کہیں وہ اس تصویر جیسا تو نہیں ہو رہا...... اس شخص جیسا ہی......

اسے اپنی زندگی کا آخری مرد اپنی زندگی کے پہلے مرد جیسا نہیں چاہئے تھا اب۔

''تم مجھے چھوڑ تو نہیں جاؤ گے نا۔'' وہ اس سے پوچھتی نہیں تھی بس بڑبڑاتی تھی، اسے معلوم بھی نہیں تھا کہ چھوڑ جانا کسے کہتے ہیں......

جن دنوں اس کی طبیعت زیادہ خراب ہونے لگی تھی ان دنوں وہ رات رات بھر بڑبڑاتی رہتی، اس کی بڑبڑاہٹ عجیب ہوتی جیسے ہچکیاں لیتی ہو...... مدفن ہچکیاں...... یا خود کو ایسی عدالت میں کھڑا کئے ہوئے ہو جہاں ملزم بھی وہی ہو اور مجرم بھی، جرم بھی اس کا ہو اور سزا بھی اسے ہی سنائی جانے والی ہو......

''اگر میرے بس میں ہو تو میں تمہاری دائیں آنکھ کی کمان کے کنارے پر بنے اس تل کو اپنی مٹھی میں لے لوں...... اور اسے کہیں چھپا دوں...... ہاں چلو اپنے دل میں...... تا کہ جب تم ہنسو تو کوئی اور اس تل کے رقص پر فدا نہ ہو پائے...... میں کسی اور کو تم پر فدا ہوتے کیسے دیکھ سکتی ہوں...... میں مر جاؤں گی ولید۔''

''کل میں فرش صاف کرتے پھسل گئی...... میری ناک سے خون بہنے لگا...... میں رونے لگی، تم ہوتے تو اپنی آستین سے میرا خون صاف کرتے اور مجھے بانہوں میں بھر کر کہتے ''مارگریٹ دی سپر وومن...... سپر وومن بھی روتی ہے کبھی...... اور تمہاری نیلی آنکھوں میں ایک ہی چیز بھلی نہیں لگتی ''آنسو'' تم وہ کام کیوں کرتی ہو مارگریٹ جو مجھے اچھے نہیں لگتے تم ''آہ'' کیوں کرتی ہو...... اگر تمہیں کسی وجہ سے رونا ہی ہوا کرے تو تم خود کو کہیں چھپا لیا کرو...... پھر اپنی روتی صورت کو میک اَپ سے چمکا لیا کرو...... مجھے معلوم نہیں ہونا چاہئے کہ تم روتی رہی ہو۔''

''میں روتی رہی ہوں۔'' مارگریٹ صبح تک یہی ایک فقرہ بڑبڑاتی رہتی...... اس نے تھوک کر چاٹ دی گئی محبت کی پوشاک میں خود سے ہی پیوند کاری کر لی تھی...... وہ ایک ایسی جذامی بڑھیا بن گئی جس کے زخم ہی اس کی دوا تھے...... اسے کسی وید کے پاس جانے کی حاجت نہ تھی......

کوئی ایسی محبت کو طوق زدہ، زنجیر پا کرے جو گدھ بنی بوٹی بوٹی نوچتی ہے...... ایسے مردار خور کو کوئی رحم والا مردار کرے...... کوئی رحم کرے......

اور جب جب وہ بہت زیادہ بڑبڑانے لگتی اور اس کے کانوں میں مزید سکت نہ رہتی سننے کی، وہ اپنے کانپتے ہاتھ سے

ہولے سے مارگریٹ کے جسم کو چھوتا اور وہ جھرجھری لے کر بڑبڑانا بند کر دیتی...... اور ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے وجود میں سمیٹ لیتی...... نہیں اپنے بیٹے کو نہیں...... عرب کے گم ہو چکے اپنے شہزادے کو...... جس کی محبت کو مار کر بھی وہ نہیں مار پا رہی تھی...... اور جو خود کو زندگی کے کنارے پر گھسیٹ لائی تھی اور موت کی طرف کسی شکوئے کے بغیر ہاتھ بڑھا رہی تھی۔

اور کون کہتا ہے کہ موت سیاہ شب خون ہے...... موت نے قطعاً مارگریٹ کی زندگی پر شب خون مارنے کی کوشش نہیں کی تھی...... یہ کام تو خود مارگریٹ کر رہی تھی، وہ خود سے شناسا نتھی کر چکی تھی...... ذرا سی تپش ملتے ہی وہ جل کر بھسم کیسے نہ ہو جاتی...... ایسی حالت میں اسے کون بچا سکتا تھا...... کوئی معجزہ ہی...... اور وہ کوئی نبی یا پیغمبر تو نہ تھی وہ تو صنم گزیدہ تھی اور معجزے ایسے لوگوں پر اتنے مہربان نہیں ہوتے۔

ایک رات وہ بڑبڑاتے ہی مر گئی۔ جس رات اس نے اپنی زندگی کے آخری مرد کا ہاتھ مضبوطی سے اپنے ہاتھوں میں تھام رکھا تھا۔ وہ اس کے ہاتھ کو بار بار اپنے ہونٹوں، اپنے گالوں، اپنی آنکھوں سے لگاتی۔

اس کی زندگی کے اس آخری مرد کی آنکھوں سے آنسو ماتمی جلوس کی طرح آہ و بکا کرتے رواں تھے...... انسان بڑا حساس واقع ہوا ہے...... موت کی آہٹ پر اس کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں...... نو مہینے زندگی نمو پاتی ہے تو ایسا واویلا مچاتی آتی ہے...... موت تو سالوں...... سالوں اور سالوں ہی نمو پاتی ہے، اپنی آمد پر کس اہتمام کا واویلا نہیں مچاتی ہوگی......

وہ رو رہا تھا...... واویلے پر اس کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔

اپنی طرف سے مارگریٹ اپنے ماں باپ، اپنے گھر، اپنے بچپنے، اپنے اسکول کی باتیں کر رہی تھی اسے سنا رہی تھی لیکن دراصل وہ اسے ہر دوسری بات کے بعد اس پہلے شخص کے قصے سنانے لگتی تھی جو اس کی پاکتی موجود تھا نہ سرہانے...... جو اس کے آخری وقت میں آنے والا تھا نہ ہی جنازے میں......

مارگریٹ کو کوئی خواہش نہ تھی اس شخص کو خدا کے حضور موردِ الزام ٹھہرانے کی...... وہ وہاں بھی یہی کرنے والی تھی...... وہ خدا سے اسے مانگنے والی تھی...... وہ رحم دل خاتون تھی، وہ جو اس کے لئے خدا سے رحم مانگنے والی تھی

''قہوہ پینے کے بعد وہ ہمیشہ کپ کو اوندھا کر دیا کرتا تھا...... یہ اس کی عادت تھی...... مجھے اس کی یہ عادت بہت پسند تھی۔''

ہاں واقعی مارگریٹ کو اس کی یہ عادت پسند تھی۔ اس کی کافی کا مگ خالی ہوتے ہی اوندھا ہو جاتا۔ بڑے ہوتے ہوئے اس نے کئی اوندھے کپ پاؤں کی ٹھوکر سے توڑ ڈالے...... اوندھے کپ دیکھ کر وہ پاگل سا ہو جاتا...... اس کا بس نہ چلتا کہ کیسے وہ اس دنیا کو اس بھٹی میں جلا ڈالے، جو اس کی ماں کے اندر بھڑکتی رہی تھی، اور وہ ساری دنیا کو اوندھا کر دے جس میں بھٹک بھٹک کر وہ کسی کو ڈھونڈتی رہی تھی۔''

''کاش تمہاری آنکھ کی کمان کے کنارے بھی تل ہوتا۔ تمہارے دنیا میں آتے ہی میں نے سب سے پہلے اس تل کو ڈھونڈا...... میں نے نو مہینے اس ایک تل کے لئے دعائیں کی تھیں۔''

اور آخری بات جو کر کے وہ خاموش ہو گئی، وہ بس اتنی سی تھی۔

''بس اب تم میرے ہاتھ کو اپنے ہونٹوں سے لگا لو۔''

اس نے اس ہاتھ کو ہونٹوں سے لگا لیا...... لگائے رکھا...... لیکن وہ اس کا بیٹا تھا، اس کا محبوب نہیں۔

اور پھر چھبیس سال کی جوان لیکن بوڑھی ہو چکی، نیلی آنکھوں اور کبھی کی گلابی رنگت والی مارگریٹ کو اس نے تابوت میں پھر سے کسی کے انتظار میں، ابدی نیند سوتے دیکھا...... اور تابوت کے کنارے وہ دیوانوں کی طرح رویا......

عالیان مارگریٹ...... اس نے اسی وقت فیصلہ کر لیا تھا کہ اسے کس سے سب سے زیادہ نفرت کرنی ہے...... اپنے باپ سے......

وہ ادارے میں پرورش پانے لگا۔ کچھ عرصے بعد اسے بتایا گیا کہ ایک خاتون نے اسے گود لے لیا ہے اور وہ ان کے گھر ان سے ملنے جا سکتا ہے۔ اسے ایک رات اس خاتون کے گھر چھوڑ دیا گیا۔

○.....❖.....○

وہ خاتون ماما مہر تھیں۔ انہوں نے اسے دیکھتے ہی اس کی دونوں ہتھیلیوں کو ہونٹوں سے لگا لیا اور اپنی آنکھوں پر رکھ لیا۔

''مارگریٹ......!'' انہوں نے ہولے سے سرگوشی کی۔

وہ ان کی گود میں رات بھر بیٹھا رہا اور وہیں سو گیا...... یہ ان دونوں کی پہلی ملاقات تھی۔

وہ اپنی اب تک کی زندگی میں دوسری بار محبت کر رہا تھا...... اور پھر سے ایک عورت سے...... ایک سے پیدائشی ہوئی تھی...... دوسری سے معجزاتی...... کسی آسمانی صحیفے کی طرح جس کے اترتے ہی بس آنکھوں سے لگا لیا جاتا ہے...... سینے میں اتار لیا جاتا ہے...... مقدس محبت...... جس کی عبادت کرنے پر دل مائل رہتا ہے۔

ماما مہر سے جدائی اسے شاق گزرتی...... وہ ان کے ساتھ رہنا چاہتا تھا اور ان کے لئے رویا کرتا تھا...... وہ ایک نئی عورت سے مل رہا تھا جس کی آنکھیں گہرے پانیوں میں ڈوبی نہیں رہتی تھیں...... جن میں آس تھی نہ انتظار...... اور یہ خاتون بڑبڑایا بھی نہیں کرتی تھیں...... رویا کرتی تھیں نہ ہی اس کی ٹھوڑی کو اٹھا کر اس کی آنکھوں کو گھنٹوں تکا کرتی تھیں...... اور ان کے سینے سے لگے اسے انسانی گوشت کے جلنے کی بو بھی نہیں آیا کرتی تھی...... کیسی خاتون تھیں وہ، وہ بالکل مارگریٹ جیسی نہیں تھیں...... جس رات وہ ان کے سینے سے لگ کر سونے لگتا، اس انتظار میں رہتا کہ کب وہ کوئی سسکی بھریں گی۔ کسی کو پکاریں گی......

ہاں وہ بہت محبت سے اپنے شوہر...... اپنے والدین کا ذکر کیا کرتیں...... یا اسے کہانیاں سنایا کرتیں جن میں پریاں ہوتیں...... ان کے کھیل تماشے، شرارتیں ہوتیں لیکن کوئی اختتام نہ ہوتا...... نہ دکھ نہ آہ...... نہ رونا، نہ رُلانا......

وہ قصہ گو نہیں تھیں...... کیونکہ وہ ''محبت گو'' تھیں۔

وہ ایک اچھی کہانی نہیں بن سکتی تھیں کیونکہ وہ انسان ''بننے'' میں مصروف رہتیں۔

وہ کیمیا گر تھیں...... انہیں تو تانبے کو سونا بنانا تھا...... ''سونا''

وہ اس سے کہانی سننے کی فرمائش کرتیں...... اسے بہت وقت لگا کہانی بننے میں، ایک لمبا عرصہ وہ ایک ہی جملہ دہراتا رہا۔

''ایک...... ایک پری تھی۔''

پھر وہ خاموش ہو جاتا...... دونوں خاموش ہو جاتے۔

کہانی کئی سالوں تک ایسے ہی شروع اور اختتام پذیر ہوتی رہی...... ماما مہر نے ہمت نہیں ہاری...... انہیں معلوم تھا...... انہیں انتظار تھا...... کہانی آگے ضرور بڑھے گی...... اور ایسا ہوا......

کیونکہ وہ محبت ہی کیا جو اختتام پر صابر ہو جائے......

کہانی ایک دن آگے بڑھ گئی...... کئی سال لگے لیکن ایسا ہو گیا۔

''ایک پری تھی...... وہ جنگل میں پھول لینے نکلی اور دو دُموں والے ایک بندر کو دیکھ کر ڈر گئی اور جلدی سے ایک درخت کے پیچھے چھپ گئی...... درخت نے اس سے کہا کہ وہ پانی میں چھلانگ لگا دے، ورنہ بندر اس کے سارے بال کھا جائے گا...... بندر اس کے سنہری بال نہ کھا جائے، اس ڈر سے اس نے پانی میں چھلانگ لگا دی...... لیکن یہ کیا ماما...... مچھلیوں نے اس کے سنہری بال کھا لئے۔ وہ باہر نکلی تو...... سب درخت...... سارے پھول...... سارے بندر...... سارے ہی بندر...... ہاہاہا کرنے لگے...... ایسے منہ کھول کر ہاہاہا...... ہاہاہا کرتے رہے۔''

ماما مہر کی طرح کہانی کہیں سے بھی شروع ہو، اسے ہاہاہا پر ہی ختم ہونا چاہئے ہر صورت۔ بیٹے عالیان نے یہ گر آخر کار

سیکھ ہی لیا تھا...... اس رات ماں بیٹا نشست گاہ میں دیر تک لوٹ پوٹ ہوتے رہے...... تو عالیان میں زندگی آخر کار نمو پانے لگی تھی...... اور یہ محبت کا ہی کمال ہے۔ وہ مُردے کو زندہ کر ڈالتی ہے۔ زوال کو کمال...... کمال کو با کمال۔

ماما مہر میں اس کی جان آ چکی تھی اور اس کے لئے بہت تکلیف دہ ہوتا ان سے دور، ان کے بغیر رہنا...... ان ہی دنوں اس نے جانا کہ جہاں محبت ہوتی ہے وہاں تکلیف ضرور ہوتی ہے...... جو ہمیں چاہئے ہوتا ہے، وہی ہم سے دور ضرور ہوتا ہے...... جسے مٹھی میں بند کر لینے کو جی چاہے، اس کے لئے دل مٹھی میں ضرور آ جاتا ہے۔

پندرہ سال کا ہو جانے کے بعد اسے وہ چیزیں دی گئیں جو اس کی ماں کی تھیں۔ جسے آنٹی سوسن نے ادارے کے حوالے کیا تھا۔ اس نے وہ تصویر جسے وہ اس کے گال کے ساتھ لگا کر گھنٹوں دیکھا کرتی تھیں سب سے پہلے پھاڑ کر پھینک دی...... وہ خط جو غلط پتوں کی وجہ سے واپس آ چکے تھے، انہیں بھی وہ پھاڑ ڈالتا، اگر وہ مارگریٹ کے ہاتھوں سے نہ لکھے گئے ہوتے...... کچھ وہ خطوط بھی تھے جو مارگریٹ کی موت کے بعد واپس آئے تھے، یعنی اپنی موت سے پہلے بھی وہ اسے خط لکھتی رہی تھی...... اس نے کبھی ان خطوط کو پڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی...... سوائے ایک بار کے۔

''آج سے چار سال پہلے جب تم اپنے گھر والوں سے ملنے کا کہہ کر مانچسٹر سے جا رہے تھے تو مجھے لگتا تھا میں تمہیں مانچسٹر میں آخری بار دیکھ رہی ہوں...... یہ ایسا وہم تھا کہ کچن میں کام کرتے میں اپنا ہاتھ جلا بیٹھی...... ہسپتال میں تمہاری دی انگوٹھی بھول آئی...... سارے ہسپتال میں اس انگوٹھی کو ڈھونڈتی رہی...... کوڑے دان میں اگلے دن اس رِنگ کے ملنے نے مجھے پاگل سا کر دیا تھا۔''

لکھے جانے والے ابھی خط واپس آتے رہے...... جس کی آنکھ کی کمان کے کنارے تل تھا، اسے ڈھونڈنے مارگریٹ گاہے بگاہے نکلتی رہی یہاں تک کہ زندگی کی آخری سانسیں لینے لگی...... اور پھر موت نے اسے اپنی سانسیں عطا کر دیں، اپنے سارے وہموں کے ساتھ وہ پوشیدہ ہو گئی......

وہ اس شخص کا جائز بیٹا تھا یا ناجائز۔ اسے اس سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ اسکول میں اس کے نام کے آگے ولید البشر لگتا تھا جو بڑا ہونے پر اس نے بدل لیا۔ وہ کسی ولید البشر کو نہیں جانتا تھا...... اگر دنیا میں کوئی ولید البشر تھا تو وہ اس کا باپ نہیں تھا۔ ایک بھیڑیا تھا جس نے اس کی ماں کو چیر پھاڑ ڈالا اور اسے لعنت قرار دیا...... اس عورت کو اس نے لعنت قرار دیا، جس نے اس کے بعد دوستی کے نام پر بھی کسی مرد سے بات نہ کی...... اگر وہ ایک لعنت ہی ہوتی تو رنگین کپڑے پہنے، خود کو سجائے بنائے وہ اب تک بڑی شان سے زندہ ہوتی۔ اس کے لحاف اس کے منہ سے نکلنے والے خون کے چھینٹوں سے سرخ نہ ہوئے ہوتے...... اس کی راتیں سسک کر نہ گزرتیں...... اس کے دن آنکھوں کی نمی چھپاتے نہ گزرتے...... اسے زندگی گزارنے کے لئے اقوال یاد نہ کرنے پڑتے...... اور ہر روز اسے خود کو بہادر بنا کر زندگی کے سامنے نہ کھڑا کرنا پڑتا......

وہ اسے لمبے لمبے خط نہ لکھتی...... پاگل ہوئی اسے ڈھونڈتی نہ پھرتی......

بے وفا اور لعنتی عورتیں اتنے وبال پالتی ہیں بھلا...... اور کیا ایسی عورتیں اتنی جلدی مر جاتی ہیں...... اور کیا اتنی ہی آسانی سے وہ موت کو خوش آمدید کہتی ہیں۔

پہلے وہ سوچا کرتا تھا کہ وہ اس شخص کو ڈھونڈ کر مار ڈالے گا...... لیکن ماما مہر کہا کرتی تھیں کہ اپنے دل و دماغ کو اس معاملے پر خاموش رکھو...... سارے وبال یہیں سے پھوٹتے ہیں۔

''ولید البشر'' کا خیال آتے ہی وہ اپنے دل و دماغ کو خاموش کروا دیتا...... شروع شروع میں مشکل لگا...... لیکن اس نے کر لیا...... ماما مہر ٹھیک کہتی تھیں اسے وبال پالنے کی ضرورت نہیں تھی...... اس کی زندگی میں مارگریٹ اور مہر موجود تھیں اور اسے ان ہی کے سہارے زندگی مکمل کرنی تھی۔

وہ خاسر (گھاٹا کھانے والا) وقت ہے۔
برفیلی ٹھنڈ میں مانچسٹر کی ایک بند گلی کے کنارے وہ خود کو دنیا سے چھپا کر کھڑا ہے۔
''مارگریٹ اس کی ماں کا نام ہوگا تو باپ کا کیا ہوگا...... معمولی وجہ نہیں ہے یہ...... نہیں ہے معمولی...... اس کے باپ کا، خاندان کا کوئی اتا پتا نہیں ہے...... وہ کون ہے وہ خود بھی نہیں جانتا ہوگا...... یورپ کے آزاد معاشرے کی دین...... غیر مذہبی...... غیر اخلاقی اقدام کی پیداوار...... میرے خاندان کے لئے طمانچے جیسی باتیں ہوں گی یہ سب''
عالیان نے جھرجھری لی...... اسے بہت ٹھنڈ لگ رہی تھی...... جس دیوار کے سہارے وہ کھڑا تھا وہ گیلی تھی اور اس میں سے بو آتی تھی...... نہیں وہ غلط تھا...... وہ بو تو اس کے اندر سے آ رہی تھی...... انسانی گوشت کے جلنے کی۔
ہاں، اب اسے ٹھیک ٹھیک معلوم ہو گیا تھا کہ اس کی نیلی دھنسی ہوئی آنکھوں والی ماں نے کیا محسوس کیا تھا، جب اس شخص نے جس سے وہ دیوانوں کی طرح محبت کرتی تھی، اسے لعنت قرار دیا تھا......
اچھا تو کیا اس کا سانس بھی ایسے حلق میں اٹکا ہوگا کہ سانسوں کی نجات کے لیے موت کو بلاوا دینا پڑا ہوگا۔
زمین دھسان (دلدل) ہے......
آ کاش اندھیار کا سیواک ہے......
دھڑ...... دھڑ...... لاکھوں کروڑوں تاریک، غبار سے اَٹے پٹ وا ہوئے......
زندگی اندھیار کی چاکر ہوئی۔
اور لو روشنیاں گل ہوئیں...... اب بس گل ہوئیں۔
اس شخص کے دل کو تسلی نہیں ہوئی تھی۔ اس نے مارگریٹ کے بیٹے سے بھی بدلہ لیا تھا...... اسے بھی ذلیل و رسوا کر دیا تھا...... اسی کی ذات کو لے کر اس پر سوال اٹھے تھے...... اس شخص کی شناخت سے اس کی شناخت ہونی تھی...... جس شخص کے نام کو وہ اپنی زبان سے ادا نہیں کرتا تھا۔ اس شخص کے نام کو اپنے نام کے ساتھ لگانے پر اسے تسلیم کیا جائے گا۔ اگر ایسا ہی تھا تو اسے کچھ نہیں چاہئے تھا...... اسے کوئی پہچان...... کوئی محبت نہیں چاہئے۔ اسے امرحہ واجد اب نہیں چاہئے۔ اس کی ماں پر غیر اخلاقی اقدام کی انگلی اٹھانے والی......
امرحہ واجد......
بددعاؤں سے آسیبوں نے اسے اپنی لپیٹ میں لیا۔
آخر اس نے اس لڑکی کو کیوں پسند کیا۔
اس کی بدقسمتی اسے اس اسٹوڈنٹ پارٹی میں لے گئی ورنہ اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا اس فضول سے مذاق میں شرکت کرنے کا جو فریشرز کے ساتھ کئے جاتے تھے۔ خاص کر امرحہ کے ساتھ کئے جانے والے مذاق میں تو اسے بالکل دلچسپی نہیں تھی۔ کیونکہ جب جب وہ لڑکی اسے ملی تھی، اس کا مزاج ہی بگاڑا تھا اس نے......
وہ ایک طرف اندھیرے میں کاک ٹیل لئے بیٹھ گیا اور سارا تماشا دیکھنے لگا...... اور جب وہ رو رو کر اردو میں چلانے لگی تو اسے برا لگا...... اور جب گھٹنوں میں سر دے کر وہ باقاعدہ رونے لگی تو...... تو۔
مارگریٹ کچن میں اس کے لئے کچھ پکانے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا اور کھڑکی سے اندر کچن کی طرف سے آتی آوازیں سن رہا تھا...... جب ان آوازوں کو سنتے سنتے وہ خود رونے جیسا ہو گیا تو کچن کی طرف آیا......
''ماما!'' اس نے روتی ہوئی مارگریٹ کو بلانے کی جرأت کی۔ کچھ دیر بعد وہ چھری پھینک کر اس کی طرف پلٹی...... اس کی انگلی سے خون نکل رہا تھا۔
''میرا ہاتھ کٹ گیا ہے...... مجھے بہت درد ہو رہا ہے۔''

اگر وہ براڈوے میں کام کرتی تو سارے براڈوے کو لے ڈوبتی..... اتنے سے بچے کو اُلو بنانے میں وہ ناکام تھی، انگلی ٹ کر رونے کی وجہ بتا رہی تھی۔

اس نے انگلی سے خون کو بہنے دیا..... اور روتی رہی۔

''مجھے بہت درد ہو رہا ہے..... بہت درد.....''

وہ کہہ رہی تھی اور وہ خاموش کھڑا انگلی کو نہیں ان آنکھوں کو دیکھ رہا تھا جن سے خون ابل رہا تھا اور وہ خون فرش پر نہیں، کے دل پر گر رہا تھا۔

امرحہ واجد سسکنے لگی، رونے لگی تو آنسو اس کے دل پر گرنے لگے۔ اسے الہام ہوا کہ مارگریٹ کی طرح لحاف میں منہ ے کر وہ بھی بہت روتی رہی ہیں.....

مارگریٹ کو پھر سے کسی نے رُلا دیا۔

وہ رات اس نے جاگ کر گزاری..... مشرقی افق پر دو نین دھرے تھے وہ ان میں ڈوب ڈوب جاتا تھا.....

بھوری آنکھوں میں جو دیپ بجھے پڑے تھے، وہ جل اٹھے تھے.....

وہ تان سین کی شاگرد رہی ہوگی..... اس نے اس کے اندر چراغاں کر دیا تھا.....

وہ حیات کا دہانہ تھی..... وہ اسے زندہ کر رہی تھی.....

وہ مشرقی ساحرہ تھی..... بس میں کر لینا وہ سیکھ کر آئی تھی.....

اور وہ بنفشین بھی تھی، وہ اس کے زخم مندمل کرنے آئی تھی.....

اسے لڑکیوں میں صرف اتنی دلچسپی تھی جس سے کارل کو چڑ ہو سکے۔ وہ کارل کی ہر گرل فرینڈ کو لے اڑتا۔ کارل کے نھ یہ سب چلتا رہتا تھا۔ پھر اس نے ایک ایسی لڑکی میں دلچسپی کیوں لی، جس نے اتنی حقارت سے وہی سارے الفاظ اس منہ پر دے مارے تھے جو کبھی ڈنمارک میں اس کی ماں کے منہ پر مارے گئے تھے۔ وہ خود اپنے باپ کے لئے بھی اتنا ہی بر تھا..... جتنا اب امرحہ واجد کے لئے.....

اس نے استہزائیہ ہنس کر سوچا۔ ''ایک ہی نسل کے دو انسانوں کا ایک جیسا نصیب..... دونوں کو محبت ہوئی..... دونوں کو لے میں دھتکار ملی..... دونوں کو لعنت قرار دے دیا گیا۔''

دو انسانوں کے نصیب میں اتنی مماثلت..... وہ واقعی بہت بدنصیب تھا۔ ایک کا انجام دوسرے کا آئندہ لکھ دیا گیا تھا۔

امرحہ واجد کو اس کی ماں سے زیادہ اس کے باپ کی فکر تھی، جس کی غلیظ تصویر کو اس نے پھاڑ کر پھینک دیا تھا..... وہ انگلی رہی تھی کہ وہ کون تھا..... وہ عالیان مارگریٹ تھا..... اور اسے کیا ہونا چاہئے تھا..... اگر عالیان نام اسے اس کی ماں نے نہ ہوتا تو وہ یہ بھی بدل لیتا۔

اسٹوڈنٹ پارٹی کے بعد اس نے خود کو اسے دیکھتے پایا..... وہ اس کے ڈیپارٹمنٹ تک جاتا..... وہ اپنے لمبے دوپٹے کو ںبھالتی یونیورسٹی کے در و دیوار کو ایسے دیکھتی جیسے کسی نئے جہان آ چکی ہو..... وہ اپنے آپ میں مسکراتی رہتی..... خاص کر تب ب اس کے قریب سے کوئی عجیب و غریب لباس یا ہیئر اسٹائل والا اسٹوڈنٹ گزرتا۔ اسٹوڈنٹ پارٹی کے بعد اس نے دیکھا ہنسی کو دبائے، زبردستی کا منہ پھلائے وہ سب کی معذرت سن رہی ہے۔ جیسے ان پر اس نے ''ہرجانے کا دعویٰ'' کر دینا تھا ن یہ اس کی انسان دوستی کی مثال ہے کہ وہ ایسا نہیں کر رہی۔ ڈیرک جیسے ہاتھ باندھے سزا کے انتظار میں کھڑا تھا اور وہ ساب تانے کسی خونخوار بادشاہ کی اکلوتی بیٹی بنی ایسے ظاہر کر رہی تھی جیسے کہہ رہی ہو۔

''بس..... اب تمہیں بھوکے شیروں کے آگے ضرور ڈالا جائے گا.....''

وہ اکثر آکسفورڈ روڈ پر اس کے پیچھے جاتا..... اس کا دوپٹہ اس کے لئے ایک مسئلہ تھا۔ اسے اتنے بڑے بڑے دوپٹے

لینے کا شوق بھی تھا اور انہیں سنبھالنا بھی نہیں آتا تھا...... شاید وہ سارے مانچسٹر کو یہ بتانا چاہتی تھی کہ صرف وہ اکیلی "مشرق کی پہچان" ہے...... جی ہاں...... وہ اکیلی......

ایک دن جب وہ آکسفورڈ روڈ پر اس کے پیچھے پیچھے آیا تو اس کا دوپٹا اس کے پیچھے والے کے پاؤں میں الجھ گیا۔ پیچھے والا معذرت کر کے آگے بڑھ گیا...... اور وہ دوپٹے کے کنارے اور اس کنارے کو پیر تلے دبانے والے کو گھورتی رہی...... کچھ آگے جا کر اتفاقاً وہ بے چارہ الجھ کر گر گیا...... اور وہ جو پیچھے کھڑی اسے گھور رہی تھی، منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسی۔ اس کا انداز کچھ ایسا تھا جیسے اس لڑکے کو کہہ رہی ہو......

"اب آیا مزا...... اگلی بار دھیان سے چلنا...... یو گدھے۔"

اور اسی دوپٹے کو لے کر اگلا منظر کچھ یوں تھا کہ ایک ہندوستانی لڑکے نے زمین بوس ہوتے اس کے دوپٹے کو پیچھے سے اٹھا کر اسے دیا اور ساتھ کوئی استہزائیہ یا طنزیہ جملہ کہا اور ہنسنے لگا...... اور پھر ایک دم سے اس کی ہنسی تھم گئی...... امرحہ واجد ہاتھ لہرا لہرا کر اسے کچھ کہہ رہی تھی......

"ہندوستان، پاکستان کی تاریخی ناچاقی کا ایک چھوٹا سا منظر۔"

بات شاید دوپٹے سے ہوتی، اسلام آباد اور دہلی تک جا پہنچی تھی۔

اور اس سے اگلا منظر کچھ ایسے تھا کہ یونی کے باغ میں لگے ایک پودے کے ساتھ اس کا دوپٹہ اٹک گیا وہ ذرا آگے چلی گئی، دوپٹے کے کھچاؤ سے اسے پیچھے پلٹنا پڑا اور ایسا کرتے وہ اپنے پیچھے آنے والی لڑکی سے ٹکرا گئی...... ٹکر سے اس بچاری کی عینک گرتے ہی ٹوٹ گئی جو اس نے کچھ دیر کے لئے سر پر بالوں میں لگائی تھی۔ ظاہر ہے وہ بے چاری صبر کے گھونٹ پی کر رہ گئی، اگر امرحہ واجد ہوتی تو دھاڑیں مار مار کر روتی...... اسٹوڈنٹس کی ہمہ وقت کی خالی جیبوں پر ایسے نقصانات کسی ہائیڈروجن بم کی طرح پھٹتے ہیں اور وہ تو پھر اس کا نظر کا چشمہ تھا کتابوں سے زیادہ اہم و ضروری......

عالیان کو اس سے بات کرنے سے زیادہ اس کے پیچھے پیچھے رہنا دلچسپ اور خوش کن لگتا...... وہ اپنی کلاسز سے فارغ ہوتے ہی اس کے پیچھے پیچھے ہوتا۔ اتنے سالوں کی اچھی تعلیمی کارکردگی میں وہ اتنی بے قاعدگی کا متحمل تو ہو ہی سکتا تھا۔

ایک دن اس کے کلاس فیلوز نے اسے پروفیسر ڈرل کے آفس بھیج دیا...... یہ وہی کلاس فیلوز تھے جو پروفیسر ڈرل کو جانتے تھے اور امرحہ کو بھی...... پروفیسر صرف what ہی ایسے پوچھا کرتے جیسے کہہ رہے ہوں۔

"کیا...... یعنی کہ کیا...... ہیں...... کیا؟ اب بولو نا...... بولتے نہیں۔"

ایسے what کو سن کر سامنے پیش ہونے والا کتنے ہی ضروری کام کو لے کر آیا ہوتا، یہی سوچتا کہ "آخر کیا ضرورت تھی اتنے معمولی سے کام کے لئے پروفیسر کو تنگ کرنے کی...... ہیں......"

وہ دونوں ہاتھوں کو میز پر رکھتے اور مریخ پر جانے جیسی سنجیدگی لئے ایسے دیکھتے جیسے کہتے ہوں۔

"تمہاری یہ جرأت کہ تم یہاں تک آئے...... لاؤ دکھاؤ، کیا مسئلہ ہے...... آئے ہیں بڑے پڑھنے...... نیوٹن بننے...... باتوں سے فرصت نہیں اور آ جاتے ہیں پروفیسرز کو تنگ کرنے...... ہیں......!"

اور پھر وہ اس پیش ہونے والے نیوٹن سے وہ وہ سوال کرتے کہ اس بے چارے، بے چاری کو رندھے گلے کے ساتھ معذرت کر کے اٹھنا پڑتا۔

"نالائق!" اپنی پشت پر یہ سرگوشی بھی سننا پڑتی۔

رندھے گلے کے ساتھ اور نالائق کا لقب لے کر جب وہ پروفیسر ڈرل کے آفس سے باہر آئی تو اسے بھیجنے والے اس کے کلاس فیلوز کوریڈور میں لوٹ پوٹ ہونے لگے...... انہوں نے نہ جانے کون کون سے جھوٹ سچ گھڑ کر اسے بھیجا ہو گا اور بات اسے آفس سے باہر آنے کے بعد معلوم ہو گئی تھی...... وہ خاموش کھڑی ان کے قہقہے سنتی رہی...... پھر خود بھی ہنسنے لگی۔ اس

بار اس نے ہاتھ میں پکڑی فائل انہیں دے مارنے کی حرکت نہیں کی تھی نہ ہی دھاڑیں مار کر رونے کی......

وہ مانچسٹر کے رنگ میں رنگ رہی تھی...... پہلے کی نسبت وہ خوش نظر آتی تھی۔ عالیان کو لگنے لگا تھا کہ وہ کسی ونڈر لینڈ میں آ گیا ہے...... یعنی صرف ایک لڑکی کے مانچسٹر میں آ جانے سے سارا مانچسٹر ہی ونڈر لینڈ میں بدل چکا تھا۔ وہ اب تک اپنی ماں کو یاد کر کے سوتا رہا تھا اور کئی کروٹیں بدلنے کے بعد اسے نیند آتی تھی...... اب وہ اسے سوچتا...... مسکراتا...... اور سو بھی جاتا...... اور کبھی سوچتے سوچتے لحاف کو جھٹک کر اٹھ کر بیٹھ جاتا اور قہقہے لگاتا...... اچھا تو وہ یہی پری تھی...... جس کی کہانی کہیں سے بھی شروع ہو، اختتام ہاہاہا پر ہوتا ہے۔

وہ اپنی کلاس فیلوز سے پوچھنے لگا۔

''Rotatouile دیکھی ہے...... وہی چوہے والی......؟''

''ناں...... کون سی؟''

''جس میں چوہا کھانا پکاتا ہے۔''

''اچھا...... سو سویٹ...... وقت ملتے ہی ضرور دیکھوں گی۔''

''ہاں، کتنا کیوٹ لگتا ہے نا وہ کھانا پکاتے...... لو اِٹ......''

کوئی بھی اس کی طرح آخ نہ کرتا...... ناک نہ چڑھاتا...... ہاں ٹھیک تھا...... ٹھیک تھا کہ وہ مشرق سے آیا بھید تھی...... جسے وہ بوجھ رہا تھا......

مشرق...... اسے مشرق سے کوئی بیر نہیں تھا لیکن مشرق اسے لے ڈوبا۔ ہندوستان کو لے کر وہ صرف ایک شہر بنارس جانا چاہتا تھا وہ بھی جب وقت ملتا، اسے وہاں جانے کی کوئی جلدی نہیں تھی۔ ہندوستان کی سیاحت اس کے لیے بس یہیں تک تھی، اسے کہیں اور نہیں جانا تھا۔ لیکن امرحہ سے ملنے کے بعد اب اسے لاہور جانا تھا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کیا سب لڑکیاں ایسے ہی دوپٹوں میں الجھتی ہیں...... بری بات پر ناک چڑھا کر ''آخ'' کرتی ہیں اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر آنکھیں نم کر لیتی ہیں......

تو کیا لاہور میں سب امرحہ جیسی ہیں...... جو ایسے ظاہر کرتی ہیں کہ جیسے ہٹلر کو آخری سیلوٹ کرنے والوں میں وہ بھی شامل رہی تھیں اور جو چٹکی بجا کر کہتی ہیں۔

ٹھیک ہے ڈن...... کے ٹو...... اور کچھ......؟

اور کے ٹو سے ذرا دور سڑک کی چڑھائی چڑھتے ہی وہ اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر کہتی جاتی ہیں۔

''خدا کے لیے سامنے دیکھ کر گاڑی چلاؤ...... اللہ خیر...... آ...... اف...... یہ کس راستے سے لے کر جا رہے ہیں ہمیں...... کوئی اور اچھے والا سیدھا سادہ راستہ نہیں ہے بیس کیمپ کی طرف جانے کے لیے...... نہیں نہیں مجھے ڈر نہیں لگ رہا، پھر بھی...... کوئی اور راستہ ہو تو اچھا ہے...... سیدھا سادہ سا......''

جب وہ فارغ ہوتا وہ ''لاہور نامہ'' پڑھتا رہتا۔ یعنی اپنے فارغ اوقات کار میں وہ ''لاہور'' میں رہتا۔ وہ اتنا لاہور میں رہنے لگا کہ صبح آنکھ کھلتے ہی اسے خود کو یاد کروانا پڑتا کہ وہ St-Anselm Hall میں ہے کینٹ یا مال میں نہیں...... وہ روز پاکستانی اخبار بھی ضرور پڑھتا کہ لاہور میں کیا کیا ہو رہا ہے۔ لاہور میں کچھ بدل تو نہیں گیا کہ وہ جو صوبائی حکومت نے مال پر بگھی اور ڈاچی چلانے کی شروعات کی تھی وہ ختم تو نہیں کر دی گئی...... اور وہ بازار جنہیں زبردستی دو بجے بند کرایا جاتا ہے وہ حکومت کے عتاب سے بند ہی تو نہیں ہو گئے...... اور اس بجلی کا کیا بنا، کیا کچھ پیش رفت ہوئی۔ اس نے لوڈشیڈنگ کے بارے میں اتنا پڑھا کہ اس نے امرحہ سے پوچھ ہی لیا۔

''کیا واقعی پاکستان بجلی کو لے کر اتنے بڑے کرائسز سے گزر رہا ہے؟''

اس کا رنگ فق سا ہو گیا۔ ''نہیں...... پر تم کیوں پوچھ رہے ہو......؟''

''نہیں۔'' وہ اس کے نہیں پر دنگ تھا۔ ہر روز وہ بجلی کو لے کر خبریں پڑھتا تھا۔

''ایسے ہی...... وہ میرا ہال میٹ بتا رہا تھا۔'' اس نے جھوٹ بولا کہ سچ پر اسے بتانا پڑتا کہ وہ کیوں لاہور کو اتنا کھنگالتا پھرتا ہے۔ اور آج کل وہ لاہور کی فکر لاہوریوں سے زیادہ کیوں کر رہا ہے۔

''کیا بتا رہا تھا...... کوئی پاکستانی ہے یا ہندوستانی۔'' اس نے بمشکل اپنا غصہ ضبط کیا۔

عالیان کے لئے یہ حیران کن منظر تھا۔ ''یہی کہ وہاں بجلی کا مسئلہ......''

''وہاں کوئی مسئلہ نہیں ہے بجلی کا...... سب ٹھیک ہے...... جیسے یہاں سب ٹھیک ہے...... کیوں ہوگا وہاں کوئی مسئلہ؟''

اسے یقیناً اس ہوسٹل فیلو پر غصہ آ رہا تھا۔

عالیان دنگ اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ اپنے ملک کی عزت کو لے کر وہ اتنی حساس تھی کہ ایک غیر ملکی کے سامنے کسی بھی اندرونی مسئلے کو لے کر بات ہی نہیں کرنا چاہتی تھی، یعنی یہ ان کے گھر کا معاملہ تھا، غیر ملکی دور رہے اس سے۔

''میں نے خبریں سنی ہیں بی بی سی پر...... احتجاج دیکھے ہیں۔''

''کبھی کبھار بجلی کا چھوٹا بڑا مسئلہ ہو جاتا ہے تو بس تھوڑے سے لوگ احتجاج کر لیتے ہیں...... بس ایسے ہی......'' امرحہ ایک باکمال پاکستانی تھی، سات سالوں کی خون کے آنسو رلانے والی لوڈشیڈنگ کو وہ چھوٹا بڑا کبھی کبھار کا مسئلہ کہہ رہی تھی...... واپڈا والوں کی مشترکہ سیلوٹ پر اس کا قومی حق تھا...... سات توپوں کی سلامی پر بھی......

''کبھی کبھار کے مسئلے پر لوگ ایسے احتجاج کرتے ہیں...... انہوں نے حکومتی آفس کو آگ لگا دی تھی۔''

''تم نے کوئی غلط خبر دیکھ لی ہے...... ایسا نہیں ہوگا...... آگ کیوں لگائے گا بھلا کوئی...... سب ٹھیک رہتا ہے لاہور میں...... پاکستان میں...... بہت پیارا ملک ہے ہمارا...... ہمیں وہاں کوئی مسئلہ، کوئی مشکل نہیں ہے۔''

ہاں یقیناً بہت پیارا ملک ہوگا...... جس ملک کی رہنے والی اس کی کسی خامی کو زیرِ بحث نہیں لا رہی، جس کے خلاف وہ ایک بات نہیں سننا چاہتی، وہ ملک کتنا پیارا ہوگا...... وہ امرحہ سے زیادہ پیارا ہوگا نا......

عالیان کو اس کی یہ حساسیت اتنی اچھی لگی کہ اس نے پاکستان کو لے کر وہ خبریں ہی پڑھنی بند کر دیں جن میں کسی مسئلے کی نشاندہی ہوتی...... لاہور میں سب ٹھیک ہے...... جیسے مانچسٹر میں سب ٹھیک ہے۔

تو امرحہ کا لاہور اس کا ہو گیا تھا...... جیسے عالیان کا مانچسٹر امرحہ کا ہو چکا تھا۔ ایسے ہی فاصلے کم ہو جاتے ہیں۔

محبت ہی میں ہم اپنی ساری قیمتی چیزیں ہتھیلی پر رکھ کر پیش کر دیتے ہیں کہ لو یہ آج سے تمہاری ہوئیں...... مجھ سے زیادہ ان پر تمہارا حق ہے...... ان سے اب تم بھی پیار کرنا، ان کا خیال اب تم بھی رکھنا...... لو اب آج سے......

مانچسٹر ٹاؤن ہال تمہارا...... مینار پاکستان میرا......

تم ہیٹن پارک سے لطف اٹھانا، مجھے لاہور چڑیا گھر چھوڑ آنا......

پکاڈلی سٹریٹ پر چہل قدمی تم کرنا...... مال کی بگھی پر مجھے بٹھا دینا......

جین آسٹن تمہیں پڑھنی ہوگی...... ہاں میں بانو قدسیہ کو ضرور پڑھوں گا......

فش اینڈ چپس کو میچ پائی اب تم بھی کھانا، کلچے نہاری میں کھاؤں گا......

''اوے سن'' اب میں کہا کروں گا...... تم O My My کیا کرنا......

اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ اس سے محبت کر رہا ہے۔ ''محبت''...... ابریشمی بلی...... جو میاؤں بھی نہیں کرتی اور پسر کر بیٹھ جاتی ہے...... آنکھیں موند کر میٹھی نیند سو جاتی ہے...... اب اسے بالکل نہ اٹھایا جائے...... شش...... اسے سریلی بانسری کی لوری سنتے سونے دیا جائے۔

کارل سے امرحہ کو چھپائے رکھنا کسی مہم کو سر کرنے کے برابر تھا۔ بظاہر کارل ایسے ظاہر کیا کرتا جیسے وہ بالکل انجان ہے

اور اس کے پاس تو اتنا وقت ہے ہی نہیں کہ عالیان کی نگرانی میں ضائع کرتا پھرے...... لیکن حقیقت میں وہ ان لوگوں میں سے تھا جو چوبیس گھنٹے کو چوبیس دن بنا لیتے ہیں......

ایک رات جب دونوں سڑک پر شرط لگا کر دوڑ رہے تھے اور کارل جیت چکا تھا تو اس نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ کہا۔

''تم آج کل مسلسل مجھ سے ہار رہے ہو۔''

''ایک دوڑ میں ہرا کر تم مجھے لوزر نہیں کہہ سکتے۔''

وہ ہنسا۔''ایک دوڑ میں...... کم آن عالیان...... اس ہفتے میں یہ تیسری بار ہے۔''

''میری صحت کچھ خراب ہو گئی ہے...... میں فٹ نہیں ہوں۔''

وہ اور ہنسا۔''تم ہار رہے ہو...... مطلب تم کہیں اور جیت رہے ہو...... مجھ سے ہار کو تم اہمیت نہیں دے رہے...... میرے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے...... میں نے تم سے کہا کہ مارٹن کو اسٹور روم میں لاک کرنا ہے تو تم نے کہا کہ وہ بے چارہ ڈر جائے گا...... اس سے پہلے تو تمہیں کبھی کسی کے ڈرنے کی پروا نہیں ہوئی تھی۔''

''اگر وہ انتظامیہ سے ہماری شکایت کر دیتا......؟''

کارل منہ کھولے اسے دیکھتا رہا۔''اس سے پہلے ہم ڈیوڈ کے ساتھ یہ کر چکے ہیں اور اسے تو ہم نے کوڑے دان میں کیا تھا...... اور بے چارہ بے ہوش ہو گیا تھا...... تم اب بدل رہے ہو...... میں تمہیں اکیلا بدلنے نہیں دوں گا۔'' کارل نے گھونسا دکھا کر کہا۔

''میں اب بڑا ہو رہا ہوں۔''

''نہیں۔ بڑے ہونے کی نشانیاں نہیں ہیں یہ...... مجھے تشویش ہے...... بلکہ خوف ہے، میں اپنا بہترین دشمن کھو دوں گا۔ یو نو! سر کارل کہتے ہیں دوست ہو نہ ہو دشمن ضرور ہو اور تم جانتے ہو، پوری یونیورسٹی میں میری ٹکر کے صرف تم ہو۔'' کارل نے اس کا سینہ ٹھونک کر کہا۔

''تم انتظار کرلو...... فریشرز میں بہت سے بھینسے تمہاری ٹکر کے آ چکے ہوں گے...... جتنی چاہے ٹکریں انہیں مار لینا......''

''میرا خیال ہے وہ بُل آ چکا ہے۔'' سر کارل نے پُرسوچ سر ہلایا۔

عالیان زیرِ لب ہنسا......''امرحہ...... بل...... ہاہاہا۔'' وہ سوچ کر رہ گیا

امرحہ کے نام پر ہی وہ ایسے مسکرا دیا کرتا تھا...... وہ اس کے ساتھ پر کیسے کیسے نہیں مسکرایا کرے گا...... ہر بار ایک نئی مسکراہٹ...... اک نئی ادا......

پرانی امرحہ کی جگہ ایک نئی امرحہ...... نئی امرحہ کی جگہ لیتی پھر سے پرانی امرحہ......

○......❖......○

رات کے آخری پہر وہ اپنے کمرے میں آیا۔ کمرے میں کارل موجود تھا، اسے کمرے میں آنے کے لئے یا کسی کے بھی کمرے میں جانے کے لئے چابی کی ضرورت نہیں ہوا کرتی تھی۔ جس حساب سے وہ جاسوسی اور ایکشن فلمیں دیکھتا، اور عام زندگی میں ان جاسوسی حرکتوں کی مشق کرتا رہتا وہ اب تک اعلانیہ جیمز بانڈ نہیں بن چکا تھا تو یہ اس کی کسرِ نفسی تھی۔

''میرے کمرے سے جاؤ کارل!'' اس نے اپنا کوٹ اتار کر پھینکا۔

''تم کہاں تھے؟''

''تم اپنے کمرے میں جاؤ......''

''تمہیں کیا ہوا ہے؟''

''تمہارا شکریہ میں ادا کر چکا ہوں...... اب تم جاؤ۔''

''شکریہ...... یہ لفظ پہلے کب ہم دونوں نے استعمال کیا ہے...... وہ لڑکی تمہیں پسند نہیں کرتی۔ بات ختم۔''

"ہاں بات ختم......اب جاؤ۔"
"نہیں......تم ٹھیک سے بات ختم کرو۔" کارل نے اس کی شرٹ کا گریبان پکڑ لیا۔
"میں بات ختم کر چکا ہوں کارل......تم سے بھی اور اس سے بھی۔" اس نے اپنا گریبان آزاد کروایا۔
"اس سے کرنا تو بنتا ہے......اس نے تمہاری بے عزتی کی......لیکن تم؟"
"میں سب سے ختم کر رہا ہوں۔" وہ چلایا۔
"کتنی لڑکیوں کے ساتھ تم نے میرے بریک اَپ کروائے......میں نے کبھی ایسے ری ایکٹ نہیں کیا......تم بہت بُرے کھلاڑی بنتے جا رہے ہو۔"
"ہاں، میں بہت برا کھلاڑی ہوں......بدترین انسان ہوں میں......" اس نے کارل کو ہلکا سا دھکا دے کر خود سے دور کیا۔ "تم جاؤ اب......"
"تم یہ سب نہیں کر سکتے......ایسے خود کو نہیں بدل سکتے۔" کارل چلایا۔ "ہم دونوں نے بہت وقت ساتھ گزارا ہے......میرا حق ہے تم پر۔"
عالیان نے اپنے منہ کو اس سے چھپانے کی کوشش کی۔
"جاؤ کارل......خدا کے لئے مجھے اکیلا چھوڑ دو......"

○......❖......○

اپنے کمرے کی کھڑکی میں کسی نا تمام تصویر کی طرح جسے مکمل کرنے سے پہلے غیر ضروری جان کر ویرانے میں پھینک دینے کی تیاری کی جا رہی ہو، کھڑا وہ اپنے پھینکے جانے کے انتظامات کو دیکھ رہا تھا۔
کارل اور وہ چپکے چپکے ایک گھر کے خواب دیکھتے رہے تھے۔ ایک دوسرے کو وہ یہی بتاتے کہ انہیں بزنس ٹائیکون بننا ہے......اور ایک دوسرے سے چھپا کر وہ ہوم ڈیکور کے رسالے دیکھتے رہتے۔ کارل جو اتنی لڑکیاں بدل چکا تھا، صرف اس لئے کہ وہ جان چکا تھا کہ وہ گھر نہیں بنا سکتیں اور جب ان لڑکیوں سے اس کا چھٹکارہ حاصل کرنا ناممکن ہو جاتا تو جیسے وہ خود عالیان کو دعوت دیتا کہ خدا کے لئے میرا بریک اَپ کروا دو۔
ایک گھر......ایک خاندان......مل کر ایک ہو جانا......اس کی اہمیت وہی سمجھ سکتا ہے جو ان سے محروم رہا ہو۔ عالیان نے تو پھر بھی چند سال اپنی ماں کے ساتھ گزارے تھے، کارل نے تو ہوش ہی ادارے میں سنبھالا تھا۔ اس کے والدین ٹرین کے حادثے میں مر چکے تھے۔ سوتیلے نانا اور نانی نے اسے کی ذمہ داری اٹھانے سے انکار کر دیا تھا۔ عالیان کے پاس ماما مہر تھیں اس کے پاس وہ بھی نہیں تھیں۔ اسی لیے دونوں کو ایک گھر چاہیے تھا۔ اور عالیان نے امرحہ کے ساتھ وہ گھر بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ اس سے اس گھر کا نقشہ لیتا رہتا تھا جہاں انہیں رہنا تھا۔
"تمہارے وہاں گھر کیسے بنتے ہیں؟"
"مطلب تعمیرات؟"
"نہیں......مطلب کیا خواہش رکھی جاتی ہے ایک گھر کو لے کر کہ وہ ایسا ہو؟"
"اچھا یہ......اگر کوئی الہ دین کا چراغ پوچھ رہا ہے کہ گھر کیسا ہو تو سعودی شہزادے طلال کے محل جیسا یا پام سٹی میں میڈونا کے گھر جیسا......"
وہ ہنسا......"الہ دین نہیں ایک عام انسان پوچھ رہا ہے......مجھ جیسا عام......"
"اچھا......" اس کا منہ لٹک گیا۔
الہ دین کا خواب چکنا چور ہوا۔ اب اسے شہزادے طلال جیسا محل کون بنا کر دے گا......عالیان زیرِ لب ہنسا۔

''اگر میں بزنس ٹائیکون بن گیا تو اسے ایک محل بنا دوں گا...... اور میں نے اپنے پیسے کا کرنا ہی کیا ہے لیکن اگر میں اس کے لئے الہ دین نہ بن سکا تو......؟''

''ایک بڑا سا باغ ہو جس میں کئی سو پھول کھلے ہوں...... اس باغ میں گھر کی بڑی بڑی کھڑکیاں کھلتی ہوں...... پیچھے بھی کئی سو پھولوں والا ایک باغ ہو ایک چھوٹی سی آبشار کے ساتھ اور اس میں بھی بڑی بڑی کھڑکیاں کھلتی ہوں گھر کی...... گھر کی چھت بہت اونچی ہونی چاہئے...... یعنی اتنی کہ چھ، سات فٹ لمبا فانوس لگا ہو تو سر اٹھا کر دیکھنے پر وہ دور...... بہت دور لگے۔''

''یہ ایک عام آدمی کا گھر ہی ہے نا امرحہ!'' اسے ٹوکنا پڑا۔

وہ رک کر سوچنے لگی اور خاموش ہو گئی...... یعنی خفا ہو گئی۔ مطلب ایک سیدھا سا جواب اس سے حاصل کرنا مشکل تھا۔ کہیں وہ اتنا ذہین تھی کہ فوراً جواب گھڑ لیتی تھی۔ اور کچھ معاملات میں وہ ایسی تھی جیسے اونگے بونگے لوگ ہوا کرتے ہیں اور انہیں احساس بھی نہیں ہوتا کہ وہ کس قدر بونگے ہیں اور ہاں یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ ان کا یہ بونگا پن کسی کو بہت اچھا لگتا ہے اتنا کہ اپنے چھ سات ہوسٹل میٹس کے ساتھ گپیں ہانکتے، سڑک پر چہل قدمی کرتے...... اپنے بیڈ کی چادروں کو یونانی طرز پر جسم پر باندھے ایک کندھا عریاں رکھے...... یونانی تیز میوزک پر کوریڈور میں ٹھمکے لگاتے اور اپنے دیگر بندر لنگور کے کرتب کرتے کوئی اسے ہی سوچتے، اسی کے لئے زیرِ لب ہنستا ہے۔ کوئی ٹھٹھرتی راتوں میں لحاف پھینک کر اٹھ بیٹھتا ہے، وہ خود کو تلاش کرتا ہے، کہ عالیان...... ہاں عالیان...... کہاں گیا وہ بے چارہ...... اوہ اچھا کھو گیا...... اوہ......

ساتھ کے کمروں میں جب کوئی پاجامہ پارٹی، Do or Die یا اسٹوڈنٹس کا تھیٹر چل رہا ہوتا تو وہ اپنے کمرے میں بیٹھا کسی اور کو محسوس کر رہا ہوتا...... کارل اسے گھسیٹ کر لے جانے کی کوششیں کرتا۔

''تم میاؤں میاؤں بلی بنتے جا رہے ہو...... چلو شیر بنو اور ذرا دھاڑ کر دکھاؤ۔'' وہی فارغ اوقات میں کی جانے والی ان کی بھی ایکشن، کبھی مسٹری، کبھی ہارر اور کبھی مزاحیہ موویز جیسی حرکتیں اور شرارتیں لیکن اب اس سب میں اس کا خاص دل نہیں لگتا تھا۔ وہ کر تو لیتا تھا لیکن بس خود کو پرانا والا عالیان ثابت کرنے کے لئے...... اسے ڈر لگتا تھا کہ کوئی اس کے دل کا بھید نہ پا جائے......

بھید جو بھوری آنکھوں نے کالی آنکھوں سے کشید کیا تھا۔

بھید جو محبت میں ملفوف دل پر کھلتا ہے...... صرف محبت میں ملفوف دل پر......

اسے یہ چونکا سا دینے والی لڑکی اس قدر اچھی لگی کہ اس کی کوئی بات اسے بری نہیں لگتی۔ اس کی کسی بات پر اسے غصہ نہیں آتا...... اس کی کسی بات پر وہ بھڑکتا نہیں تھا۔ وہ اس کے لئے وہ پری تھی جو دو دُموں والے بندر سے خوفزدہ ہو جاتی ہے...... سارا مانچسٹر اس کے لئے دو دُموں والا بندر تھا...... وہ حیران ہو کر ڈر ڈر جاتی...... اور وہ اس کے سنہری بال کھا لیے جائیں گے...... اور پھر سب ہنسیں گے......

پہلے اس کا خیال تھا دنیا میں سب سے اہم محبت ہوتی ہے...... امرحہ نے اسے سمجھا دیا تھا کہ اور کیا کیا کچھ اہم ہوتا ہے...... شناخت...... نام...... خاندان......

عالیان کھڑکی میں کھڑا ہے اور آج پہلی بار امرحہ کے بارے میں سوچتے وہ زیرِ لب مسکرا نہیں رہا...... اسے رات گزرنے کا غم نہیں کہ اگر رات گزر گئی تو وہ کس وقت امرحہ کو سوچے گا۔

فروری خزاں ہوتا برف میں ڈھل رہا ہے......

فروری جسے بہار کی آمد پر چینیوں نے سرخ...... سرخ...... سرخ رنگ ڈالا ہے۔ یہ فروری آج اس سرخ پر سفیدے کی صورت گرتے اس کا گلا دبا رہا ہے...... اس پر فراقیہ علامتیں نقش کر رہا ہے...... بہاروں کے ماخذوں کو خزاؤں کے سپرد کر رہا ہے۔

○......❖......○

باب

پیر کو وہ یونیورسٹی آئی تو جو پہلا شخص اس کے پاس آیا، وہ کارل تھا۔ چمڑے کی جیکٹ کی جیبوں میں دونوں ہاتھ ڈالے، بنا ٹوپی اور مفلر کے وہ بہت غصے سے اسے گھور رہا تھا۔

''تم یونیورسٹی سے خود جاؤ گی یا میں تمہیں نکلواؤں؟'' اس کا انداز کسی خونخوار جانور کا سا تھا۔

وہ جواب دیئے بغیر آگے بڑھی ہی تھی کہ اس کے کراس بیگ کے اسٹریپ میں اس نے پین کو اڑس کر اسے بُری طرح سے پیچھے کھینچا۔

''کیا بدتمیزی ہے یہ......؟''

چبا جانے کے انداز سے وہ اسے دیکھنے لگا۔

''میں تمہاری شکایت کر دوں گی...... دو دن میں یونیورسٹی سے باہر ہو گے۔''

''تمہیں دو سیکنڈ بھی نہیں لگیں گے دنیا سے باہر ہونے میں...... اگر عالیان واپس نہ آیا تو......''

امرحہ نے چونک کر کارل کو غور سے دیکھا۔ ''کیا مطلب......؟''

''میں نے کہا، اگر عالیان واپس نہ آیا تو......'' اس کے انداز میں ایسی سختی در آئی کہ جیسے وہ اس کے منہ پر بس تھپڑ مار ہی دے گا یا اسے اٹھا کر کہیں پھینک دے گا۔

''عالیان کہاں ہے؟'' اسے لگا وہ کوئی مذاق کر رہا ہے

''تم بتاؤ...... عالیان کہاں ہے۔'' الٹا اس نے پوچھا، اس انداز میں پوچھا کہ امرحہ ڈر گئی۔

''تم خود کو سمجھتی کیا ہو...... عالیان کے مقابلے میں تم ہو کیا...... تم جیسی لڑکی جو ایک ڈگری لینا پہاڑ سر کرنے کے برابر سمجھتی ہے، وہ آخر خود کو سمجھتی کیا ہے...... کس دنیا سے آئی ہو تم، جانتی ہو نا...... یا میں تمہیں یاد دلاؤں کہ تمہاری حیثیت کیا ہے۔''

''تم کہنا کیا چاہ رہے ہو؟'' امرحہ بری طرح سے ڈر گئی۔

''کہنا نہیں بتانا...... عالیان کا کوئی خاندان نہیں ہے، وہ ایک ناجائز بچہ ہے اور وہ تمہاری طرح اچھا مسلمان نہیں ہے...... ایک تم ہی ہو اچھی والی مسلم نن...... اس کی ماں ایک بُری عورت تھی اور باپ...... ہونہہ۔''

امرحہ یک دم سانس لینا بھول گئی...... یونیورسٹی کی محراب موم بتی کی لو کی طرح تھر تھرانے لگی

''یہ سب تمہیں کس نے بتایا؟'' امرحہ کی جان مٹھی میں آ گئی۔

''بتایا...... میں نے خود سنا ہے...... ان فیکٹ آدھی یونیورسٹی نے سنا ہے...... وہ سب جو تمہاری سوچ ہے...... جو حقیقت میں تم ہو...... ویسے تم لوگ بہت پڑھے لکھے بنتے ہو۔ مانچسٹر جیسی یونیورسٹی میں پڑھنے آتے ہو...... خود کو تعلیم یافتہ کہلواتے ہو اور اندر سے وہی گھسی پٹی گھٹیا سوچ رکھتے ہو جاہل لوگ......''

امرحہ کی جان مٹھی میں آگئی...... سنسناہٹ کا طوفان اس کے وجود میں برپا ہوا۔

"مجھے بتاؤ کارل! تم کس سننے کی بات کر رہے ہو۔" تھرتھراتی محراب گرنے کو تھی...... وہ گر جائے گی۔ نظر آ رہا تھا۔ وہ گر جائے گی۔

"جو تم نے عالیان کے لئے ویرا سے کہا......"

"ویرا سے جو کہا...... کیا ویرا نے تمہیں بتایا......" امرحہ کو لگا بس آج سے اس کا ہر انسان پر اعتماد تہس نہس ہوا۔

"ریکارڈنگ ہے میرے پاس...... سنو گی...... وہ سب جو تم نے کہا۔" کارل نے تنفر سے کہا۔

محراب دھڑام سے زمین بوس ہوئی...... افسوس...... اس محراب کے عین نیچے ہی امرحہ کھڑی تھی...... امرحہ کو پرشور جھکڑ نے آلیا...... اس کی نظر دھندلا گئی...... اسے کارل ٹھیک سے دکھائی نہیں دے رہا تھا...... نہیں...... اسے تو دنیا میں کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا...... بس اتنی سی دیر لگتی ہے اندھا ہونے میں...... اتنی سی دیر میں روشنیاں گل ہو جاتی ہیں۔

"وہ سب کیا؟" وہ بمشکل پوچھ سکی۔

"جو کچھ تم نے ویرا سے کہا تھا وہ سب...... امرحہ...... دی مینڈ کی...... اب عالیان کو ڈھونڈ کر تم لاؤ گی...... ورنہ اپنا سامان باندھ کر رکھنا...... ٹرسٹ می، ملکہ الزبتھ بھی تمہیں برطانیہ میں نہیں رکھ سکے گی۔"

پین سے اس کے کراس بیگ کے اسٹریپ کو پوری شدت سے کھینچ کر وہ چلا گیا...... وہ چلا گیا اور کیا کہہ گیا امرحہ نے نہیں سنا تھا...... وہ اسے نہیں سن رہی تھی...... وہ اسے کیسے سن سکتی تھی...... وہ تو......

پھر سے ایک تیز سیٹی کی آواز...... چھک چھک...... جیسے زنگ آلود وزنی انجن کی ریل سزائے موت کے قیدی کا پیچھا کرتی، اپنے اندر جلاد بٹھائے بھاگی چلی جاتی ہو...... کتنی جلدی ہے جلاد کو قیدی کا سر تن سے جدا کرنے کی۔

اسے اس حالت میں آنے میں وقت نہ لگا، جس میں کسی درندے کے لئے لگائے گئے ہڈی توڑ لوہے کے وزنی شکنجے میں انسانی وجود آ جاتا ہے...... سارے کا سارا۔

اُف...... موت بھی اور تکلیف بھی...... آہ۔

وہ ابابیل تھی...... اس پر "آہ" فرض نہ تھی......

وہ بزنس ڈیپارٹمنٹ کی طرف بھاگی...... عالیان کو ڈھونڈنا چاہا...... وہ نہیں ملا...... اس کے چند دوستوں سے پوچھا...... انہیں اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا...... اس کا فون بند تھا۔

وہ تو کہا کرتا تھا، وہ خود کو مار ڈالے گا، کلاس نہیں چھوڑے گا...... مر جائے گا لیکن...... تو کیا اس نے خود کو مار ڈالا تھا......؟

تو کیا وہ مر چکا تھا...... کیا واقعی...... عالیان مارگریٹ مر چکا تھا۔ چند دن پہلے بچوں کے گالوں پر چٹکی بھرنے والا...... اس سے بھی پہلے اس کے لئے کراسنگ پر قلابازیاں لگانے والا...... اور...... بھوری آنکھوں والا لارڈ میسر...... مر چکا تھا...... اتنی جلدی......

O......❖......O

لرزے کی ایک پُر درد کیفیت امرحہ کے وجود میں جاگی اور اسے گرنے سے بچنے کے لیے قریبی دیوار کا سہارا لینا پڑا...... اس کے چاراطراف کی ہوا نے اپنا رخ اس سے پھیر لیا، اور ہوا کی اس خود غرضی پر اس کا دم گھٹنے لگا۔

کراس بیگ بہت وزنی ہو چکا تھا۔ اس کا وزن امرحہ سے اٹھایا نہیں جا رہا تھا۔ وزنی تو اس کا اپنا وجود بھی ہو چکا تھا۔ امرحہ کے لیے اسے قائم رکھنا محال ہو رہا تھا کہ عزت بھی رہ جائے اور چوٹ بھی نہ لگے۔

اسے یاد ہی نہ رہا کہ اسے اپنی پہلی کلاس لینی ہے۔ اگر کوئی اسے اس وقت پکارتا تو اسے یہ بھی یاد نہ آتا کہ امرحہ نامی

لڑکی خود وہ ہی ہے۔

ایسے چلتی جسے چلنا تو ہرگز نہیں کہتے، وہ برفیلے لان کے ایک کونے میں بیٹھ گئی، چپ...... خاموش۔

''دنیا میں اتنا سناٹا کیوں ہے۔''

''نہیں!! یہ شور...... اتنا شور......؟ کان پھٹ رہے ہیں......

کچھ سنائی نہیں دے رہا...... کان تو بہرے ہو چکے ہیں۔''

اب وہ گود میں ہاتھ رکھے بیٹھی ہے، جیسے دائرے کی صورت اس کے گرد الاؤ بھڑکانے کی تیاریاں کی جاتی ہوں اور وہ اس پر راضی ہو۔

ہونی ہو چکی ہے مطلب...... اس کی سب تدبیریں حساب کتاب الٹا ہی ہوا...... وہ نالائق کی نالائق ہی رہی۔

اسٹوڈنٹس آ جا رہے ہیں...... برفیلی ہوا چل رہی ہے...... دھند ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے اور ایسا کرتے بہت خوفناک لگ رہی ہے۔

آکسفورڈ روڈ ایسے رواں دواں ہے جیسے ابھی ابھی وہاں سے شور مچاتی چیختی چنگھاڑتی پرانے انجن کی ریل گاڑی قطعاً نہیں گزری......

باغ کے ایک کونے میں وہ اکیلی بیٹھی ہے...... جیسے ساری دنیا تباہ ہو چکی ہے...... اور اب وہ...... اب وہ اکیلی رہ گئی ہے...... بالکل اکیلی...... جیسے تخیل کے باغ میں بنجھی گھاس، خزاں میں پیوست بہار سے دور اکیلی۔

سیاہ بلوری پیالے آنسوؤں سے بھر بھر گئے...... گود میں ہاتھ رکھے وہ اتنی بڑی یونی میں...... اتنی بڑی دنیا میں اکیلی ہوئی بیٹھی ہے...... افسوس...... برائے نام جسے میں آتے ہی سہی وہ عالیان کو کھو چکی ہے۔

اور محبت کا ایک ہی پنجرہ ہے ''دنیا''......

اس کا ایک ہی قصور ہے۔ ''دنیا دار ہونا''......

اس پنجرے پر ایک ہی تالا لگتا ہے...... ''روایات کا......'' اِس سوال کا، اُس سوال کا...... اس خوف کا...... اس انجام کا...... یہ وہ...... بس سب سوالیہ......

سرکشی کی اجازت نہیں...... بغاوت کا حکم نہیں......

اس پنجرے کی سلاخوں کی بنیادیں، خود غرض معاشرے کے کھوکھلے، بُھر بھرے اصولوں سے ہری بھری دھرتی کے سینے سے پھوٹتی ہیں...... اور اصول وضوابط کی فضا میں غرور وتکبر سے تن جاتی ہیں۔

یہ پنجرہ...... اس پنجرے کا قیدی حساب کتاب کیوں نہ کرے...... وہ سارے سوالوں کا جواب نکال لے گا تو ہی تالا کھلے گا نا......

اور سب سوالوں کے جواب کون فاتح ہے جو نکال پاتا ہے......

امرحہ اتنی عقل مند تھی کہ عالیان کو پہچان گئی تھی اور اتنی ہی بے وقوف کہ اسے پا نہ سکی۔

اور ذرا بتایئے مشرق میں وہ قلم دوات کہاں ملتی ہے جو ایسی ''محبت'' کرنے کی تحریری اجازت دیتی ہے...... ایسی محبت جس کی اہمیت مٹی کے کچے ٹوٹے ہوئے گھڑے سے بھی گئی گزری ہوتی ہے۔

وہ اٹھی اور گھر آ گئی۔

''آپ کی عالیان سے بات ہوئی؟'' اس نے آتے ہی لیڈی مہر سے ایسے پوچھا کہ انہیں کوئی شک نہ ہو۔

''دو دن سے اس نے مجھے فون نہیں کیا...... اس کا فون بند ہے...... کل تم اس سے یونیورسٹی میں مل سکتی ہو...... پوچھنا اس کے موبائل کے ساتھ کیا ہوا ہے...... کل ضرور وقت نکال کر اس سے مل لینا......''

وہ زندگی کا سارا وقت نکال کر اس سے مل لیتی، اگر اجازت دے دی جاتی...... اس پر یہ اجازت جائز کر دی جاتی......
وہ لیڈی مہر کو بتا نہ سکی کہ وہ یونیورسٹی نہیں آیا...... اور یہ بھی کہ ان کے فرماں بردار، لاڈلے بیٹے کے منہ پر اس نے تھپڑ دے مارے ہیں، اب دکھ اور شرمندگی کو لیے وہ خود کو چھپا رہا ہے...... خود کو گم کر کے وہ تلاش کرتا پھر رہا ہے......
''اگر اسے کہیں جانا ہو تو وہ کہاں جاتا ہے...... اس نے مجھے نوٹس دینے کے لیے کہا تھا اور اب...... اس کا کچھ اتا پتا ہی نہیں......'' اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اپنی آواز کو کس ردھم پر لے آئے کہ اس کی چوری نہ پکڑی جائے، آتش دان کے قریب آ کر وہ سلاخ سے آگ کو بلاوجہ کریدنے لگی۔
''جائے گا کہاں...... وہ مجھے بتائے بغیر شہر تک نہیں چھوڑا کرتا۔''
آگ کو کریدتے اس کے ہاتھ رک سے گئے۔ ''یعنی اس بار وہ یہ نافرمانی کر چکا ہے وہ اپنی ماں کو بغیر بتائے کہیں جا چکا ہے۔''
''تم یونیورسٹی سے کیوں آ گئیں؟''
''بس ایسے ہی...... دل نہیں چاہ رہا تھا کلاسز لینے کو۔''
''اچھا...... تم نے تو ایک بار کہا تھا تم مر جاؤ گی اپنی کلاسز نہیں چھوڑو گی۔'' لیڈی مہر نے ہنس کر کہا۔
اس نے آتش دان کی کارنس پر اپنے دائیں ہاتھ کا پنجہ گاڑ دیا...... عالیان سے سیکھ کر اس نے یہ بات دو تین لوگوں سے کی تھی...... وہ گردن اکڑا کر یہ بتانا چاہتی تھی کہ اس کے لیے اس کی تعلیم کس قدر اہم ہے اتنی زیادہ کہ صرف موت ہی درمیان میں حائل ہو کر روک سکتی ہے...... تو کیا موت حائل ہو چکی تھی...... ایسا ہی ہوا ہے یقیناً پھر تو......
''جاب پر جانے سے پہلے تم Anselm ہال چلی جانا......''
''میں چلی جاؤں گی...... آپ پریشان نہ ہوں وہ ٹھیک ہو گا۔''
''وہ میرا بیٹا ہے، وہ اپنا خیال رکھنا جانتا ہے، اپنے لیے نہیں، میرے لیے۔''
امرحہ کو ایک دم سے احساس ہوا کہ وہ کافی دیر سے آگ کے اتنے قریب کھڑی ہے، لیڈی مہر کی اس بات نے اسے چونکا دیا تھا...... ہاں وہ ٹھیک ہو گا...... کسی کے لیے نہیں...... صرف ماما مہر کے لیے......
''دیکھو، دھند نے آج مانچسٹر پر کیسی یلغار کی ہے۔'' وہ کھڑکی کے پاس بیٹھی مانچسٹر پر اترنے والی دھند پر نثار ہو رہی تھیں۔
امرحہ نے ان کی پشت سے ان کے چہرے پر چھائی معصومیت کو پچھتاوے کے احساس میں گھر کر دیکھا اس کا جی چاہا وہ ان کے قدموں میں اپنا سر رکھ، دے اور عالیان سے پہلے ان سے معافی مانگ لے...... انہیں بتائے کہ ان کا بیٹا نہ جانے کہاں چلا گیا ہے اور ایک صرف اس کی وجہ سے......
''تم کچھ پریشان لگ رہی ہو امرحہ؟''
''نہ...... نہیں...... ٹھیک ہوں میں......'' جلدی سے کہہ کر وہ اپنے کمرے میں آ گئی، تھوڑی دیر اور ان کے پاس رہتی تھی تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی۔
پھر عالیان کو ڈھونڈنے نکلی اور پہلی بار اس کے ہال ST Anselm آئی۔ پر جو دن میں یونیورسٹی نہیں آیا تھا، وہ شام تک ہال کیسے آتا......
وہ اپنی جاب پر آ گئی۔ کسٹمرز صبر سے اس سے اپنا بل بنواتے رہے۔ اس کی دس انگلیاں جامد تھیں، وہ حرکت کرنے سے انکاری تھیں...... ایک معمولی سے جوتے کا اس نے دس ہزار پونڈ کا بل بنا دیا۔
''امرحہ......! میں آ چکی ہوں۔'' ویرا اس کے سر پر کھڑی تھی، پچھلے دس منٹ سے کھڑی تھی۔

امرحہ اپنے کام میں مصروف رہی۔ اس نے سنا ہی نہیں کہ اسے مخاطب کیا گیا ہے۔
''امرحہ!'' ویرا نے دس منٹ مزید صبر سے کھڑے رہنے کے بعد اسے مخاطب کیا۔
''میں فارغ نہیں ہوں۔''
''ٹھیک ہے...... ایک گھنٹہ ہے تمہارا دورانیہ ختم ہونے میں...... میں کیفے میں......''
''میرے لیے انتظار کرنے کی ضرورت نہیں...... تم جا سکتی ہو......''
''تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گی۔''
''مجھے تمہارے ساتھ اب نہیں جانا......''
''یہ فیصلہ ہم بات کرنے کے بعد کریں گے۔''
''فیصلہ ہو چکا ہے......'' اس نے اسے دیکھے بنا اپنا کام کرتے ہوئے کہا۔
وہ ویرا کے کمرے کی ایک ایک چیز تہس نہس کر آئی تھی۔ ایک گھنٹے بعد وہ اسٹور سے نکلی تو ویرا جو اسٹور کے ایک طرف ٹہل رہی تھی۔ اس کے پیچھے لپکی۔
''تم اتنی تیزی سے کہاں جا رہی ہو...... تمہیں معلوم بھی ہے کہ میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔''
اس نے جیسے سنا ہی نہیں اور وہ اپنی بس میں بیٹھ گئی۔ ویرا اپنی سائیکل پر آتی رہی بس کے پیچھے پیچھے کہ کہیں وہ درمیان میں ہی اتر کر کہیں اور نہ چلی جائے...... اس نے آتے ہی اپنا کمرہ لاک کر لیا، ویرا نے لیڈی مہر کی پروا کیے بغیر اتنی زور زور سے دروازہ بجایا کہ اسے دروازہ کھولنا ہی پڑا...... وہ لیڈی مہر کو کس منہ سے اس سارے تماشے کی تفصیل بتاتی جو اس کے اور ویرا کے درمیان چل رہا تھا......
''دو بالغ افراد، غصہ کرنے، لڑنے سے پہلے آرام سے بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں۔'' ویرا نے اپنے قد کی طرح لمبے ہاتھوں کو اس کے شانوں پر رکھ کر نرمی سے کہا۔
''بالغوں میں سے ایک بالغ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ کچھ بھی...... خاص کر اگر وہ چھپا رستم بھی ہو تو......'' شانوں پر سے اس کے ہاتھ جھٹک کر اس نے تیز آواز میں کہا۔
ویرا کو اس کے انداز پر ایک جھٹکا لگا اس کی گلابی رنگت پھیکی سی پڑ گئی۔ اس کی آنکھوں سے گہرا ملال چھلکنے لگا۔
''تم اتنی سی بات پر ایسے ری ایکٹ کر رہی ہو؟'' اس نے یہ کہتے ہوئے محسوس کیا کہ زندگی میں پہلی بار اس کی آواز ایسے ارتعاش کا شکار ہوئی ہے۔
''اتنی سی بات...... تم نے میری ساری باتیں ریکارڈ کر کے عالیان کو دے دیں۔ کس قدر شرمناک حرکت ہے...... جانتی ہو...... اسے کارل نے بھی سنا اور کچھ دوسرے اسٹوڈنٹس نے بھی......''
ویرا کی آنکھوں میں ملال کی جگہ خوف نے لے لی۔ کمانڈو کی طرح ساری دنیا کو اپنے پیچھے رکھنے والی نے کسی قدر سہم کر امرحہ کو دیکھا اور ایسا کرتے ویرا بلاشبہ بہت بدہیئت لگی۔
''عالیان کو نہیں...... کارل کو امرحہ......!''
امرحہ کو بات سمجھنے میں کچھ وقت لگا۔ ''کیوں...... کیوں کیا ایسا...... کیا مصیبت آئی تھی تم پر ویرا......؟''
''کارل نے مجھ سے کہا تھا...... اس نے عالیان اور تمہیں پریڈ میں باتیں کرتے دیکھ لیا تھا...... تھوڑا بہت سن بھی لیا تھا۔ اس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں تم سے پوچھوں...... وہ عالیان کا دوست ہے۔ عالیان بہت پریشان تھا پریڈ کے بعد سے...... کارل جاننا چاہتا تھا اس کی وجہ......''
''وہ عالیان کا دوست نہیں ہے......'' امرحہ چلا اٹھی۔

''وہ عالیان کا دوست ہے امرحہ...... صرف وہی ایک دوست ہے۔''

''دوست ایسا کرتے ہیں جیسا اس نے کیا...... جیسا تم نے کیا......'' امرحہ کو یقین سا ہونے لگا کہ وہ اپنا چین وقرار تا عمر کے لیے کھودے گی...... اور پھر کبھی نہیں پاسکے گی۔

''امرحہ! اس نے صرف اتنا کہا تھا کہ وہ ٹھیک ٹھیک سب جاننا چاہتا ہے۔ جب میں تم سے بات کر رہی تھی تو فون پر وہ سن رہا تھا مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ فون کال ریکارڈ کرلے گا...... اور تم سے بات کرتے، بحث کرتے میں بھول گئی کہ ساری باتیں کارل کو نہیں سننی...... اور مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ ہارٹ راک میں وہ ڈسک چلوادے گا......''

امرحہ نے ویرا کی شکل کو پہچاننے کی کوشش کی...... مکڑی کے جالے سی بینائی نے پھر سے امرحہ کو اندھا کرنے کی کوششیں کی...... پلکوں کی جنبش امرحہ پر گراں گزری......

''ہارٹ راک...... ڈسک پر......؟''

امرحہ کی شکل کی طرف دیکھتے ویرا رودینے کو ہوگئی وہ تو اتنی بہادر تھی، پھر اب کیسے وہ رودینے کو ہوگئی۔

''ہاں! کارل نے وہاں ڈی جے سے چلوادی...... ہمارے ڈیپارٹمنٹ کے اسٹوڈنٹس بھی تھے وہاں...... اور عالیان بھی...... مجھے بھی آج ہی یونیورسٹی سے معلوم ہوا ہے۔''

''اور عالیان......؟'' امرحہ بڑبڑائی۔

اس کا خیال تھا یہ سب Anselm ہال میں ہوا ہوگا، پر وہ تماشا تو ہارٹ راک میں لگا تھا جہاں یونیورسٹی کے اسٹوڈنٹس کا جم غفیر ہوتا ہے...... تو اس کی زبان سے کی گئی ہتک سب نے سن لی...... جس کی وہ عزت کرتی تھی اس کی سرِعام بے عزتی کردی......

''ویرا! تم نے کیا کیا؟'' اس کی آواز میں آنسو پھنسنے لگے۔

''کیا کیا تم نے...... تم مجھ سے کرید کرید کر وہ سوال پوچھتی رہیں...... وہ سب...... وہ سب جو سچ بھی تھا...... اور جھوٹ بھی تھا...... تم مجھ سے وہ کیوں پوچھتی رہیں...... تم...... تم تو کہتی ہو کہ تم میرے ملک کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتی ہو...... وہاں کے میدان، پہاڑوں، سمندروں، موسموں، تاریخ کے بارے میں...... اتنا کچھ جانتے تم نے وہاں کے لوگوں کے بارے میں کیوں نہ جانا...... تم نے یہ جاننا کیوں ضروری نہ سمجھا کہ مشرقی لڑکیوں کا جھوٹ کیسا سچ ہوتا ہے...... سچ کو کیسے خفیہ تابوتوں میں لپیٹ کر دفن رکھا جاتا ہے کہ کوئی ان کی خوشبو نہ پالے...... ویرا تم تو کہتی تھیں تم مجھے سمجھتی ہو...... اب تم مجھے کیوں نہ سمجھیں...... میں تو تمہاری دوست تھی......''

ویرا کو ''دوست تھی'' کے لفظ کی ادائیگی نے تکلیف دی۔

''تم میری دوست ہو امرحہ......! اسی لیے مجھے وہ سب برا لگا جو تم نے عالیان سے کہا اور اس کے لیے سوچا...... تم نے انکار کیا......''

''انکار!'' امرحہ کو پھر سے زیرلب دہرانا پڑا۔ ''تمہیں چند سال ہمارے معاشرے میں گزارنے ہوں گے ویرا...... میرے خاندان، میرے بابا، اماں، ان سب لوگوں کے ساتھ...... امرحہ کی جگہ آکر...... کسی بھی مشرقی لڑکی کی جگہ آکر...... تم سمجھ جاؤ گی۔ انکار کیوں ضروری ہو جاتا ہے۔''

''میں نہیں جانتی یہ سب...... سب بے بنیاد باتیں ہیں......''

امرحہ ایسے استہزائیہ ہنسی کہ ویرا کو سب جواب مل گئے تھے......

''وہ میرا دوست تھا ویرا...... باتیں کرنے کے لیے ہمارے پاس ایک وقت تھا۔''

''وہ دوست بنانے کے لیے جائز ہے...... لائف پارٹنر بنانے کے لیے ناجائز کیوں ہے؟''

''میں نے اس کی بے عزتی کر دی...... وہ مجھ سے ناراض ہو گیا ہے۔''
''تمہیں اس کی ناراضی کی فکر کیوں ہے؟''
''وہ مجھے ناپسند کرے گا اب...... وہ مجھے منافق سمجھے گا۔''
''تم نے منافقت کی ہے۔''
''میں نے منافقت کی ہے؟'' سرگوشی صورت اس نے خود سے سوال کیا...... اور ملنے والے جواب نے اسے شرمندہ کر دیا۔

''وہ تمہارا دوست ہے تو ٹھیک...... کچھ اور بنے تو غلط...... ایک ہی انسان کو اچھا اور برا بنا رہی ہو...... منافقت نہیں ہے کیا یہ...... وہ تمہیں برا سمجھے گا...... تمہیں اس بات سے خوف ہے اور تم اسے برا سمجھتی رہیں۔''
''تم نے میرے ساتھ ٹھیک نہیں کیا ویرا......!''
''تم نے خود اپنے ساتھ ٹھیک نہیں کیا امرحہ...... اسی لیے کہتی ہوں عقل سے......''
''عقل ہے میرے پاس...... لیکن اس عقل سے پہلے خوف ہے...... بڑا...... ہیبت ناک اژدھا جیسا......''
''اس خوف کو ختم کر دو امرحہ......''
امرحہ کو خاموش ہو جانا پڑا۔
''اسے حد درجہ تکلیف پہنچی ہے تو وہ یوں گم ہو گیا ہے نا؟''
اس کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا...... جس وقت وہ امرحہ سے وہ سب باتیں کر رہی تھی، اس وقت اسے گمان بھی نہیں تھا کہ صورت حال ایسی ہو جائے گی...... یہ ٹھیک تھا کہ وہ امرحہ کے انداز اور جوابات سے چڑتی چلی گئی اور اس پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی اور اس دوران وہ یہ بھی بھول گئی کہ کارل یہ سب سن رہا ہے...... کارل نے ویرا کو سو طریقوں سے راضی کر لیا تھا کہ وہ امرحہ سے بات کرے اور وہ باتیں اسے سنائے...... کیونکہ عالیان کی پریشانی کی وجہ اب امرحہ سے بہتر کوئی نہیں بتا سکتا تھا کیونکہ اب تو سب ہی جان گئے تھے کہ عالیان کیسے سائے کی طرح امرحہ کے پیچھے پیچھے رہا کرتا تھا......
''عالیان ٹھیک ہوگا امرحہ...... وہ واپس آ جائے گا...... وہ پڑھا لکھا ہے۔ ایسی ویسی کوئی حرکت تو نہیں کر سکتا نا......''
امرحہ نے جیسے سنا ہی نہیں...... وہ اپنے بستر میں گھس گئی اور خود کو لحاف میں دبا لیا...... ویرا کمرے سے چلی گئی تو وہ لحاف سے نکلی۔ اب وہ جہاں کہیں بھی ہوگا...... کتنا بھی ٹھیک ہوگا...... لیکن تکلیف سے انجان نہ ہوگا...... وہ کتنا بھی بہادر ہوگا ایک بار تو ٹوٹا ہی ہوگا...... اس نے محبت کی ہے...... اس کا اقرار کیا...... اور اسے ایسے دھتکار دیا گیا۔
اس کا سارا علم بھی اسے یہ سمجھا دینے سے قاصر رہا ہوگا کہ اس کے ساتھ جو ہوا، اس میں اس کا کوئی قصور نہ تھا......

O......❖......O

مزید دو دن گزر گئے، عالیان یونیورسٹی نہیں آیا۔ وہ ہال بھی نہیں گیا تھا۔ کارل ایک بار پھر اسے سنجیدگی سے دھمکا گیا تھا۔ ویرا نے وہ ریکارڈنگ لا دی تھی جو ہارٹ راک میں چلائی گئی تھی۔ ساری رات امرحہ اس ریکارڈنگ کو سنتی رہی تھی۔ وہ عالیان کی جگہ خود کو کھڑا کر لیتی اور امرحہ کا ہتک آمیز، تلخ انداز سنتی...... اور بے مول سی ہو جاتی......
عالیان کی جگہ...... وہ کبھی بھی عالیان کی جگہ نہیں آ سکتی تھی۔
اس کے لیے باغ سے پھول توڑ کر لاتا ہوا...... ہزاروں کے مجمع میں اسے پہچان کر اس کے پاس آنے والا...... صرف اس کے پاس...... بہانے بہانے سے اس کے ساتھ رہنے والا۔
''عالیان تمہیں لائبریری میں ملے گا ورنہ کہیں نہیں۔''
''اب عالیان تمہیں امرحہ کے آس پاس ملے گا ورنہ کہیں اور ہرگز نہیں۔''

اس کی آنکھوں کی پہیلی بوجھ لینے والا...... عالیان......

اس کی پیدائش کے بعد سے سب اس سے دور دور رہنے والے تھے۔ دادا کے بعد ایک وہی تھا جو بھاگ بھاگ کر اس کے پاس آتا تھا۔ تھا کیا امرحہ میں کہ وہ اس کے لیے ایسا مقناطیس بن چکی تھی...... وہ اس سے خفا نہیں ہوتا تھا......، وہ اس کی باتوں پر ایسے ہنستا تھا جیسے ہنسنا اس نے ابھی ابھی اس کی باتیں سن کر ہی سیکھا ہے......

اگلے دن وہ پھر یونیورسٹی نہیں آیا...... جاب پر جانے سے پہلے وہ ہارٹ راک کیفے آ گئی۔ اس کے پوچھنے پر اسے بتایا گیا کہ وہ اندر اپنی ڈیوٹی پر ہے۔

''میں اس سے ملنا چاہتی ہوں...... میرا نام امرحہ ہے...... آپ اس سے کہہ دیں۔'' اس نے کاؤنٹر بوائے سے کہا۔

کاؤنٹر بوائے واپس آیا تو اس کا منہ دیکھنے لگا۔

''کیا وہ آ رہا ہے؟'' امرحہ کو خود ہی پوچھنا پڑا۔

''معلوم نہیں...... وہ تو خاموشی سے مجھے دیکھنے لگا کوئی جواب نہیں دیا......'' البانوی کاؤنٹر بوائے اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

''میرا نام بتایا؟'' امرحہ کو یقین تھا وہ ٹھیک تلفظ سے اس کے نام کی ادائیگی نہیں کر سکا ہو گا۔

البانوی کو جیسے برا لگا۔ ''ظاہر ہے۔''

امرحہ نے ایک گھٹن زدہ سانس لیا، اسے اپنے دل کی کھال سکڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''مطلب کہ وہ نہیں آ رہا...... لیکن شاید آ ہی جائے۔''

وہ ہارٹ راک سے باہر آ گئی۔ وہ اپنی جاب پر جائے یا نہ جائے۔ شاید عالیان باہر آ ہی جائے...... ابھی بس کچھ ہی دیر میں......

وہ ہارٹ راک کے باہر کھڑی ہو گئی...... اپنے کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ دیئے...... مفلر کے کونے سے آنکھوں کی نمی کو صاف کرتے...... بے بسی سے پرنٹ ورک کے میلے کو دیکھتے، اور حیرت زدگی سے ہنستے مسکراتے چہروں کی مسکراہٹ پر دکھ کا اظہار کرتے اس نے خود کو پایا...... کھڑے کھڑے اس پر کئی موسم آ کر گزر گئے...... وہ جنگل بیابانوں میں بھٹک کر پیاسے صحراؤں کی کوک بن گئی۔

ایک گھنٹہ گزر گیا......

عالیان باہر نہیں آ رہا تھا...... یعنی وہ نہیں آنے والا تھا...... اس نے اپنے اسٹور فون کیا کہ وہ نہیں آ سکتی جاب پر...... وہ چھٹی نہیں کرتی تھی۔ ایسے پہلی بار فون کر کے اس نے کہا۔

منیجر نے تشویش سے پوچھا۔ ''تم ٹھیک ہو...... گرم خطے کے لوگوں کو ٹھنڈ کا بخار بہت جلدی چڑھتا ہے۔''

اس کا منیجر ایک نیم مزاحیہ انسان تھا وہ کسی نہ کسی طرح ہر بات میں مذاق کا پہلو ضرور نکال لیتا تھا۔

''نہیں بخار نہیں ہے۔'' اس نے بمشکل کہا۔

''بخار نہیں ہے تو آ کیوں نہیں رہیں...... کیا گھر کی یاد کا نزلہ ہوا ہے؟''

''وہ میرے درد ہے......''

''درد ہے...... سر میں؟'' امرحہ کے انداز پر وہ سنجیدہ ہوا۔

''ہاں...... نہیں...... بس بہت درد ہے......'' وہ اس کا رونا نہ سن لے، اس نے جھٹ فون بند کر دیا

، کر اس بیگ کی اسٹرپ میں ہاتھ دیئے وہ ٹہلنے لگی، بہت سے ہائے ہیلو دوستوں نے رک کر پوچھا کہ وہ وہاں ایسے کیوں کھڑی ہے...... اندر کیوں نہیں آ رہی...... یا جا کیوں نہیں رہی......

وہ شرمندہ ہو رہی تھی بہانے بناتے، جھوٹ بولتے......لیکن ظاہر ہے یہ شرمندگی، اُس شرمندگی کے آگے، بہت معمولی تھی جو اسی کیفے میں عالیان نے جھیلی ہوگی......پہلی بار تھپڑ اور دوسری بار تذلیل۔
اور پانچ گھنٹے بعد وہ باہر آیا......وہ......اگر وہ عالیان مارگریٹ ہی تھا تو......امرحہ کو اسے پہچاننے میں کچھ وقت لگا......
اس کی شبیہ وہی تھی......وہی ناک نقشہ، وہی صورت......پھر بھی وہ عالیان نہیں تھا......وہ شرط لگا لیتی اور جیت جاتی وہ عالیان ہو ہی نہیں سکتا تھا......
وہ جس کاملیت کے برج پر کھڑا دکھائی دیتا تھا اب وہ اس برج کے ساتھ زمین بوس ہوتا دیکھا جا سکتا تھا۔
اس کی آنکھوں میں سارے جہاں کے ویرانوں کے اندھیرے آن بسے تھے......وہ عالیان ہی ہوتا تو ایسے اندھیروں کو اپنے اندر پڑاؤ کی اجازت دیتا......؟نہیں کبھی نہیں......
باہر نکلتے ہی اس کی نظر امرحہ پر پڑی، اور وہ پھر بھی نہیں رکا......دیکھا وہ عالیان نہیں تھا......رات کے اس وقت ایسے امرحہ کو انتظار کی حالت میں کھڑا دیکھ کر بھی وہ نہیں رکا تھا......تو وہ عالیان کیسے ہو سکتا تھا......؟
''عالیان!'' اسے لپک کر اس تک جانا پڑا۔
اس نے رکنے میں تامل کیا......عالیان نے امرحہ کے لیے رکنے میں تامل کیا اور امرحہ کو ایسے دیکھا جیسے کہتا ہو۔
''خاتون اب میں اچھے مزاج کا مالک انسان نہیں رہا......مجھ سے دور رہیں......مجھ سے دور رہا جائے......''
اس کے اتنے قریب جا کر امرحہ کو اس سے ایک قدم پیچھے ہٹنا پڑا......اس کے تاثرات ایسے اجنبی اور ٹھنڈا کر دینے والے کیوں ہیں......روشنی جو اس کے وجود سے آر پار ہوئی لگتی تھی وہ کہاں ہے......وہ تو عالیان سے بات کرنے آئی تھی وہاں کہیں عالیان تھا ہی نہیں تو اب وہ کس سے بات کرے......اور......اب وہ روشنیاں منعکس کرتے عالیاں کو کہاں ڈھونڈے......
''تم کہاں تھے؟'' جس شدت سے وہ اس سے پوچھنا چاہتی تھی، اس شدت سے پوچھ نہ سکی۔
سوال اس نے پوچھا تھا جب کہ سوالیہ وہ اسے دیکھنے لگا تھا۔
''میں بہت دیر سے یہاں کھڑی انتظار کر رہی ہوں۔'' اس نے اس بات کو جان بوجھ کر اس انداز میں بتایا کہ ترس کھا کر پرانا عالیان واپس آجائے۔
''کس کا انتظار کر رہی تھیں؟'' وہ خود کو بدل لایا تھا آغاز اس نے آواز سے کیا ہوگا۔
سوال میں لپیٹ کر کیا جواب دیا تھا اس نے، وہ ابھی بھی لاجواب کر دینے پر قدرت رکھتا تھا۔ امرحہ اس کی شکل دیکھ نہ رہ جاتی تو کیا کرتی؟
''ویرا اور کارل نے مل کر......عالیان......وہ سب......کارل نے اپنی مرضی سے ایڈیٹنگ کی......''
''میں جانتا ہوں......'' وہ اسے ایسے دیکھنے لگا جیسے تہمت لگانے والوں کو دیکھا جاتا ہے، جیسے مارگریٹ نے ولید البشہ کو دیکھا ہوگا۔
''تم پھر بھی مجھ سے ناراض ہو؟'' وہ پھر سے یہ پوچھنے کی جرأت نہ کر سکی تم کہاں چلے گئے تھے اور کیوں؟
''نہیں......ناراض ہونے کے لیے وجہ کا ہونا ضروری ہے......تمہارے اور میرے درمیان اب کوئی وجہ نہیں رہی۔''
کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا امرحہ کے قریب سے دور ہو جانے کی آج اسے کتنی جلدی تھی۔
جو ''ہم'' کہہ چکا تھا، وہ اب تم اور میں کہہ رہا تھا۔
''عالیان! میری بات سنو!'' وہ اس کے پیچھے لپکی۔
''وہ سب ویسے نہیں تھا......وہ تو......''

''کیا سب ویسے نہیں تھا...... جو تم نے کہا وہ سب...... کیا وہ سب تم نے نہیں کہا تھا؟''
''میں نے کہا تھا لیکن۔''
''تو تم کس بات کی وضاحت کے لیے اس وقت یہاں کھڑی میرا وقت برباد کر رہی ہو؟''
یک دم خون نے اپنی رفتار کو خطرناک حد تک بڑھا کر خود کو جامد کر لیا...... امرحہ اسے اسی جامد حالت میں سن سی دیکھنے لگی...... اس کی قسمت خراب...... بہت زیادہ خراب کہ وضاحت وہ اب بھی نہیں دے سکتی تھی...... اتنی ذہین تھی ہی نہیں...... نی بہادر تو کبھی بھی نہیں رہی تھی...... اب وہ کسی بھی چال پر کوئی بھی پتا پھینکے گی بازی مات ہی رہنے والی تھی......
''میری ماں ایک بری عورت تھی...... ایک آزاد معاشرے کی دلدادہ...... گناہ گار، اخلاقی مذہبی حدود کو پھلانگنے والی اور لیا کیا کہتے ہیں تمہارے مشرق میں ایسی عورت کو...... یقیناً بہت سے نام ہوں گے ایسی عورتوں کے لیے...... جو تم بھول بانے کی وجہ سے کہہ نہ سکی ہو۔ لو اب کہہ لو...... میں سن رہا ہوں۔'' اس نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے اور مکمل فرصت اور کامل توجہ سے امرحہ کو دیکھنے لگا۔
ہارٹ راک کیفے کے آس پاس...... اتنے بڑے دی پرنٹ ورک کی حدود کے اندر کھڑے امرحہ کو کوئی ایک بھی چیز یسی نہ ملی، جس پر وہ اپنی نظریں لگا سکتی......
''میں جانتا تھا کہ میں کسی خاندان کا حصہ نہیں ہوں۔ میرا کوئی باپ نہیں ہے، لیکن اس حقیقت سے صحیح معنوں میں مجھے م نے رُوشناس کروایا۔''
خاموشی کا دورانیہ میں اور تم میں ٹھہر آیا......
امرحہ نے چاہا کہ وہ خاموش ہی رہے اگر وہ ایسے ہی بولتا رہا تو وہ اپنی باقی ماندہ زندگی کیسے گزارے گی......
''مجھے اتنا خراب سمجھتی تھیں تم...... مجھے ترس آتا ہے خود پر، جب جب میں یہ سوچتا ہوں کہ تم اتنی ناپسندیدگی اپنے اندر کھ کر مارگریٹ جیسی عورت کے بیٹے سے ملتی رہیں۔ تم واقعی ایک انسان دوست لڑکی ہو...... بہت رحم دل...... جو کسی کو کتنا بھی پسند کرے اس پر ظاہر نہیں کرتی...... تم نے مجھ پر بھی ظاہر نہیں ہونے دیا...... لیکن شکریہ کارل کا۔''
''جو تم نے سن لیا وہی سب نہیں ہے۔'' عالیان کو دیکھے بغیر اپنے آنسو روک کر اس نے کہا۔
''جتنا سن لیا ہے اس نے میرے لیے میرا سب ختم کر دیا ہے۔ میں ایک ناجائز بچہ ہوں۔ ناجائز...... میری ماں ایک ری عورت تھی...... جو تم کہہ چکیں وہ بھی اور جو تم نہیں کہہ سکیں وہ بھی میں سب سن چکا ہوں...... سمجھ چکا ہوں...... میرا مذہب کیا ہے...... میں عیسائی ہوں، یہودی یا کچھ بھی نہیں...... میں وضاحت دینا مناسب نہیں سمجھتا اور تمہیں تو بالکل بھی نہیں۔''
''عالیان!'' اس کے آنسو نکل ہی آئے اور آواز رندھ گئی...... اور اس کی آواز نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا...... عالیان کے آگے وہ کچھ بول ہی نہیں سکی اور اس نے جانے کے لیے قدم آگے بڑھا دیے......
''تم مسلمان ہو۔'' امرحہ نے تیزی سے اس کے آگے آ کر کہا۔
''جب میرے باپ کا ہی نہیں پتا تو میرے مذہب کا کیسے پتا ہو گا...... اور اگر میں مسلمان ہوں تو تم جتنا اچھا مسلمان ہیں ہوں......''
''یہ سب ایسے نہیں ہے عالیان تم غلط سمجھ......''
''میں اب ہی تو ٹھیک سمجھا ہوں...... مجھے کہہ لینے دو کہ تم جیسے پیدائشی مسلمان ہم جیسے مسلمانوں کو مسلمان مانتے ہی ہیں۔ میں نے بہت رپورٹیں اور فیچرز پڑھے ہیں جن کے مطابق کسی غیر مسلم کے اسلام کو اپنا لینے پر اسے مسلمان تو مان لیا جاتا ہے لیکن معاشرے میں اسے وہ درجہ نہیں دیا جاتا جو ایک پیدائشی مسلمان کو دیا جاتا ہے...... ایک عربی تاجر نے ایک نومسلم کو اپنے ساتھ کھانا کھانے کی اجازت تو دی لیکن تاجر کے خاندان میں شادی کی خواہش کے اظہار پر اسے ملک بدر کروا دیا......

مجھے پوچھ لینے کی اجازت دو کہ تم سب جائز لوگ...... اچھے شریف خاندان والے...... نیک بیویوں والے...... تم کتنے اچھے مسلمان ہو...... تم حلال فوڈ کھاتے ہو...... حرام سے پرہیز کرتے ہو...... تم جن کے اسلامی نام ہوتے ہیں...... دور دور تک جن کی نسلوں میں مشرک کا خون شامل نہیں ہوتا...... کتنے اچھے مسلمان ہوتے ہو؟''

ہاتھ باندھے عالیان اس کے معاشرے پر طمانچے مار رہا تھا۔ وہی معاشرہ جہاں امرحہ کو منحوس ہونے کا لقب ملا۔ وہ اتنے اچھے مسلمان تھے کہ اس کی پیدائش کو لے کر توہمات کا شکار تھے۔ اور کوئی ایک دو نہیں۔ ہر ایک...... جس سے اسلام نے سختی سے منع کیا تھا۔ اس کے خلاف وہ سختی سے عمل پیرا تھے۔ اس کے ماموں جو کئی حج کر چکے تھے انہوں نے اس کی نحوست کی وجہ سے اپنے بیٹے کے لیے اس کا رشتہ لینے سے انکار کر دیا تھا۔ اور اس کی دادی جو تہجد گزار تھیں، اور فارغ وقت میں تسبیح پڑھا کرتی تھیں، وہ اس کی موجودگی میں کوئی خوشی کی بات نہ کیا کرتی تھیں کہ مبادا خوشی دکھ میں بدل جائے۔ اس کے کئی خالہ زاد، ماموں زاد، خاندان کی تقریبات میں شراب پیا اور پلایا کرتے تھے...... امرحہ کے بھائی جنہوں نے رمضان کے علاوہ کبھی نماز کی ادائیگی نہیں کی تھی۔ انہیں سنت اور فرائض کے بارے میں برائے نام معلومات تھیں...... اور یونیورسٹی کے مشرق وسطیٰ اور دوسرے خطوں کے مسلمان لڑکے لڑکیاں جو آزادانہ کلبوں اور باروں میں جاتے، ناچتے گاتے، شراب نوشی کرتے، پورک کھاتے اور جنس مخالف کے ساتھ روم شیئر کرتے۔

وہ خاندان کی حیثیت سے ایک فرد کی حیثیت سے کسے مثال بنا کر پیش کرتی کہ دیکھو کتنے اچھے مسلمان ہیں ہم...... وہ قوم کے نام پر کس قوم کو اس کے آگے کرتی کہ دیکھو کیسے کامل ہیں ہم...... ہمارے ظاہر و باطن میں تضاد نہیں ہے...... چھوٹی موٹی برائیاں الگ، لیکن ہم میں کوئی بڑی برائی نہیں ہے...... ایک جائز بچہ جو مسلمان خاندان میں پیدا ہوتا ہے وہ شراب پیے۔ حرام کھائے اور تمام مذہبی اصولوں کو توڑ ڈالے، پھر بھی وہ ایک ''مسلمان'' ہے کیونکہ ایک تو وہ مسلمان خاندان میں پیدا ہوا ہے دوسرا وہ ''پیدائشی مسلمان ہے۔''

''میرے دادا ایک اچھے انسان ہیں...... اچھے مسلمان۔'' مثال بنا کر پیش کرنے کے لیے اس کے پاس صرف ایک دادا ہی تو تھے۔

عالیان نے اسے ایسی نظر سے دیکھا کہ امرحہ جان پائی کہ بنا ایک لفظ کہے افسوس کا اظہار کیسے کیا جاتا ہے...... اس نے جانا کہ اگر دادا اتنے ہی اچھے ہیں تو وہ کیوں ان جیسی اچھی نہیں ہے...... عالیان نے اس ایک نظر میں اتنا کچھ کہہ دیا کہ امرحہ نے اپنی گویائی کو زنجیر پا ہوتے دیکھا۔

''مجھے تم پر یہ ثابت نہیں کرنا کہ میں کتنا اچھا انسان ہوں...... برائے نام ہی سہی اپنا ماضی بھی مجھے تم پر نہیں کھولنا...... کیونکہ اس کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی...... کیوں نہیں رہی یہ تم بہتر جانتی ہو...... اب تم ایک کام کرنا...... جو مجھے بھی کرنا ہے یونی میں...... مانچسٹر میں کوئی عالیان نہیں ہے...... اس زمین پر کوئی امرحہ نہیں ہے...... میں تمہیں نہیں جانتا......''

تو وہ ایسی باتیں کرنا بھی جانتا ہی تھا......

جس کے لیے وہ ''سب'' تھی اب وہ اس کے لیے ''کوئی امرحہ نہیں'' ہونے کا اعلان کر رہا تھا۔

تف ہے نامحبت پر جو اپنی پیشانی پر پان کے پتے کا نصیب کندہ کروالیتی ہے کھایا...... چبایا...... تھوک دیا۔

محبت شروع ہونے میں وقت لیتی ہے، ختم ہونے میں کیوں نہیں......؟

یہ محبت ہو جانے کے بعد خود کو مہر بند کیوں نہیں کر لیتی...... سختی سے کسی مضبوط تابوت میں...... فرعونوں کے خفیہ معبدوں کی مانند...... زمین کی تہوں میں جگہ بدلتے قارون کے خزانے کی طرح

یہ محبت اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں اتنے دشمن لیے کیوں چلتی ہے؟

اس دیپ کی لو پر ہوائیں نحس جادوگرنیوں کی طرح کیوں منڈلاتی پھرتی ہیں...... اپنی راجدھانی میں یہ ایسے دشمنوں کو

جگہ ہی کیوں دیتی ہے؟

اگر ایسی ہی بات ہے پھر تو جیسے کوئی بات ہی نہیں ہے......

اگر یہی سب ہے تو بس پھر کچھ بھی تو نہیں ہے...... ہاں کچھ بھی تو نہیں۔

عالیان جا رہا ہے...... اس کے آگے...... اس سے دور...... مگر وہ ایسے چل رہا ہے جیسے اپنے مرکز سے بچھڑ چکا ہو...... س کے وجود میں جڑ پکڑ چکے ارتعاش کو کم بینائی والے بھی دیکھ سکتے ہیں...... چال کو مضبوط بنانے کے لیے اسے تردد کرنا پڑ رہا ہے......

عربی شہزادے کے گھوڑے کا شہ سوار منہ کے بل زمین پر گرا ہے...... اس کا وجود اس خاک سے اٹا پڑا ہے جسے سوار تا عمر اپنے وجود سے جھاڑ نہیں پاتا......

وہ شدت سے مانگی جانے والی دعا کو درمیان میں ہی چھوڑ دیئے جانے کی عملی صورت لگ رہا ہے...... اس کے وجود سے پھوٹتے سب ہی اشارے پاتال کی طرف بڑی وضاحت سے ایستادہ تھے۔

امرحہ وہیں کھڑی اسے دیکھتی رہی...... وہ چلا گیا تب بھی...... جانا تو اسے بھی تھا بس وہ قوت جو چلنے، پھرنے، بولنے کے لیے ضروری ہوتی ہے وہ قوت وہ اپنے ساتھ لے گیا تھا......

عالیان مارگریٹ...... وہ کیسا انسان تھا...... وہ اس کی جان نکال کر لے گیا تھا...... کیا وہ ایسا ہی تھا...... کتنا برا تھا وہ...... بہت برا......

اسے بس سے واپس گھر آنا تھا...... لیکن وہ پیدل چلنے لگی...... منہ سے بھاپ نکالتے پیروں کو برف پر گھسیٹتے......

اگر ان کے درمیان یہ سب نہ ہو چکا ہوتا تو اس وقت اس کے ساتھ، اس کے پیچھے، اس کے پہلو میں عالیان چل رہا ہوتا...... جو اس کے ساتھ رہنے کے لیے فضول فضول بہانے گھڑ لیا کرتا تھا۔

امرحہ نے دونوں ہاتھ رگڑے کتنی ٹھنڈ تھی مانچسٹر میں...... اف...... اتنی ٹھنڈ...... اتنی ٹھنڈ کہ وہ زندہ کو مردہ کر رہی تھی...... ایسا غضب کا موسم...... جو زندوں کو مردہ کر دے...... ایسے موسم سے خدا بچائے......

ایسے موسم سے خدا کی پناہ......

O......❖......O

گھر آتے ہی اس نے ویرا کے کمرے کے دروازے کو دھکے سے کھولا۔ ویرا لیپ ٹاپ پر بیٹھی کام کر رہی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے گلابی گال پر مارا۔

''تم نے میرے ساتھ بہت برا کیا۔ جو میں نہیں چاہتی تھی، وہی ہوا۔ وہ مجھ سے نفرت کرنے لگا ہے۔'' وہ پوری شدت سے دھاڑی۔

گال پر ہاتھ رکھ کر ویرا اس کی سرخ آنکھوں کو دیکھنے لگی۔

''مجھے نہیں معلوم تھا امرحہ کہ یہ سب ایسے...... اتنا پیچیدہ ہو جائے گا'' ویرا نے اسے شانوں سے تھام کر کرسی پر بٹھانا چاہا لیکن وہ کارپٹ پر ڈھیر ہوتی چلی گئی۔

''تم تو میری دوست تھیں۔ اب تم نے کسی کو بھی میرا دوست نہیں رہنے دیا۔''

''امرحہ...... ویرا بری نہیں ہے...... تم......'' ویرا اس کے قریب بیٹھ گئی۔

''تم بری نہیں ہو۔ پر میرے ساتھ تو برا کر دیا نا، کر دیا نا برا...... اب اچھا کون کرے گا۔''

''وہ پھر سے تمہارا دوست بن جائے گا امرحہ!''

''دوست...... اب میں مانچسٹر میں ہوں یا نہیں ہوں، اسے اس سے بھی فرق نہیں پڑے گا اور تم دوست ہونے کی بات

کر رہی ہو۔ وہ میرا دوست بھی نہیں رہا ایسی باتیں سن کر کون کسی کو دوست رکھے گا۔"

"وہ غصے میں ہے امرحہ! غصے میں انسان بہت کچھ کہہ دیتا ہے۔"

"صرف غصہ نہیں تھا، کاش یہ میرا وہم ہی ہو۔ یہ صرف غصہ ہی ہو۔"

"کیا تم اس سے محبت کرتی ہو؟" ویرا نے ہاتھ کی پشت سے اس کی آنکھیں صاف کیں۔

مشرقی خطوں میں نکلا چاند، گھٹا ٹوپ بادلوں میں چھپ گیا...... امرحہ نے خاموشی کا پرچار کیا......

"تو تم اس سے محبت نہیں کرتیں......" ویرا نے جیسے سب بوجھ لیا۔

"یقین جانو امرحہ! میں نے کبھی یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ تم اس کے بارے میں اس انداز سے سوچتی ہو گی۔ میری غلطی بے شک ہے لیکن بے قصور تم بھی نہیں۔"

امرحہ جانتی تھی ویرا ٹھیک کہہ رہی ہے۔

"ابھی وہ ناراض ہے۔ زیادہ دیر تک تم سے ناراض نہیں رہ سکے گا۔ تم دونوں پھر سے دوست بن جاؤ گے، پھر سے۔"

ویرا دھیمی آواز سے اسے سمجھا رہی تھی اور وہ ویرا کی باتیں ایسے سن رہی تھی۔ جیسے یہی آخری تریاق بچا ہو اس کے لیے، خوش فہمیاں اور تسلیوں سے کشید کیا گیا......

وہ اپنے کمرے میں آ گئی اور چپ چاپ بیڈ کے کنارے بیٹھ گئی۔ رات کا دوسرا پہر بھی بیت گیا۔ وہ ویسے ہی گم صم بیٹھی رہی...... اس میں حرکت کرنے کی جستجو نہ رہی تھی، زندگی اس میں صرف سانس کی صورت باقی رہی، ایک چہرہ اس کی آنکھوں کے آگے گھومنے لگا۔ الفاظ اس کے ذہن میں تصویروں میں ڈھلنے اور ابھرنے لگے۔

کہانی شروع سے اب تک قصہ گو بنی بیان ہونے لگی......

رات کا آخری پہر شروع تھا۔ وہ اٹھی اور الماری تک آئی۔ اس نے بہت اندر تقریباً چھپا کر رکھے ایک باکس کو نکالا۔

اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ اس کا وجود ارتعاش کا غلام تھا۔ اس نے باکس کو کھولا۔

اور یہ رات کے آخری پہر کا قصہ ہے......

چھپا ہوا...... چھپایا ہوا...... سر بمہر بند...... اس پر بات ابھی ممکن نہیں۔

آخری پہر کی پہلی بات ابھی نہیں۔

O......❖......O

باب

''اور خوش فہمی بڑے کام کی چیز ہے، یہ زندہ رہنے کے لیے کچھ اسباب بڑے اہتمام سے پیدا کر ہی دیتی ہے۔'' ان خوش فہمیوں کو امرحہ نے گلے سے لگالیا، مٹھی میں دبالیا۔ ''سب ٹھیک ہوجائے گا'' خود کو یہ جملہ یاد کروادیا۔
دوسرا سمسٹر شروع تھا، اور جیسا کہ یونیورسٹی میں کہا جاتا ہے کہ اگر آپ نے پہلے سال یا پہلے سمسٹر میں چالیس فی صد رزلٹ حاصل کرلیا تو حقیقتاً آپ نے تیر مارلیا تو امرحہ نے یہ تیر مارلیا تھا اس کا رزلٹ ساٹھ فیصد رہا تھا۔
اور یونی میں ہی مشہور ایک اور مقولے کے مطابق آپ کو پہلے سمسٹر میں یونی میں موجود جو اسٹوڈنٹس لائق فائق، ذہین فطین، نیوٹن، آئن سٹائن، لوئی پاسچر، اسٹیفن ہاکنگ، رائٹ برادران یا الیگزینڈر گراہم بل کے جان نشین یا لے پالک لگتے ہیں، وہ حقیقتاً ایسے ہوتے نہیں ہیں۔ گول فریم کی بڑی عینک لگائے اسٹیفن نظر آنے والا اور مکمل توجہ سے لیکچر کے دوران گردن ہلانے والا اسٹوڈنٹ دراصل ایک درمیانے درجے کا اسٹوڈنٹ ہے، جس کی حقیقت رزلٹ کے بعد کھلتی ہے۔
یہ مقولہ بھی ٹھیک تھا، امرحہ کو اپنے علاوہ وہاں سب ذہین فطین نظر آتے تھے۔ لیکن رزلٹ کے بعد اس کی غلط فہمی دور ہوگئی۔ وہ سب ذہین فطین اس سے تقریباً پیچھے ہی رہے تھے، یہ وہی لوگ تھے، جنہیں فریشر فلو پوری آب و تاب سے چڑھا تھا۔ رات کو یہ خود سے ''ایک گھنٹے'' صرف ایک گھنٹے کا وعدہ کر کے نکلتے اور ساری رات گھوم پھر کر، ناچ گا کر ڈگمگاتے ہوئے صبح کی کرنوں کے ساتھ واپس آتے۔ پہلا لیکچر کٹی پتنگ کی طرح ان کے ہاتھ آنے کا نام نہ لیتا اور اگر یہ پتنگ کود پھاند کر ہلڑ مچا کر ان کے ہاتھ آ ہی جاتی تو کلاس میں بیٹھ کر ان کے لیے آنکھیں کھول کر کانوں کو ہمہ تن گوش کر کے یا چنا منا گوش کر کے لیکچر سننا ایسے ہوجاتا جیسے ہوا میں اونچائی پر تنی رسی پر نو آموز کا چلنا...... اوہ میں گرا...... آ...... آمیں گرا اور لو وہ گر گیا...... بے چارہ۔

رزلٹ پر امرحہ کی آنکھیں کھل سی گئیں...... یعنی اس کا تو خیال تھا کہ سارے گورے ایسے ہوتے ہیں۔ ایسے کیسے؟
یہی بیٹھے بیٹھے راکٹ بنا لینے والے، دریائے ٹیمز میں کود کر دریائے سین سے نکلنے والے، سپر سیکرٹ کمپیوٹرز کے چٹکیوں میں پاس ورڈز توڑ لینے والے، روبوٹ سے کم ایجاد نہ کرنے والے اور شیر سے کم شکار نہ کرنے والے...... وغیرہ...... وغیرہ۔

سب سے شان دار رزلٹ کرناٹک کی منجلا کا رہا تھا جو اتنی کمزور تھی کہ کلاس کا ہر اسٹوڈنٹ اسے ٹویٹ دینے کے لیے بے تاب رہا کرتا، اور اسے ٹویٹ دے کر بھول جانے کو نیکی سمجھا کرتا تھا۔ ایک بار کلاس میں سرکین کلارک نے ایسے ہی کہا کہ منجلا ضرور گولڈ میڈل لے گی تو کلاس کے اسٹوڈنٹ ڈیوڈ نے بھرپور سنجیدگی سے سر ہلا کر کہا۔
''ضرور...... اگر یہ مانچسٹر کی سردیاں نکال سکی تو......''
''سردیاں نکال سکی سے تمہارا کیا مطلب ہے؟'' ساری کلاس کی دبی دبی ہنسی سے یہ واضح تھا کہ وہ بات سمجھ چکے ہیں لیکن یہ پروفیسرز بھی نا......

''پہلے سمسٹر کی پہلی برف باری میں ہی منجلا کا دیہانت ہو جائے گا نا......''
منجلا سمیت کلاس ہنس ہنس کر پاگل ہوگئی۔ منجلا اسکالرشپ پر مانچسٹر یونی پڑھنے آئی تھی۔ ایگزامز کے دنوں میں امرحہ نے ایک دوبار اس کے ساتھ بھی گروپ اسٹڈی میں شرکت کی تھی وہ انتہائی بے ضرر اور ہر وقت مدد کرنے کے لیے تیار رہنے والی لڑکی تھی۔ اپنی معصومیت میں وہ عالمگیری حیثیت اختیار کر چکی تھی کہ ولیم جو موقع ملتے ہی بیگز میں سے چاکلیٹس، کوکیز نکال لیا کرتا۔ منجلا کے نام پر قسم اٹھا کر خود پر کیے جانے والے شبے سے جان چھڑوا تا...... بعد ازاں وہ منجلا کو ٹویٹ دیتا ہوا نظر آتا...... جی ہاں...... جھوٹی قسم کے ہرجانے کے طور پر...... ضمیر کی آواز......
امرحہ کی کارکردگی اچھے اسٹوڈنٹس کی طرح تسلی بخش رہی تھی اور ظاہر ہے وہ پروفیسرز کی نظر میں آ چکی تھی۔
سر رابرٹ نے یاد سے کلاس میں وہ کارڈز پڑھے جو پہلی کلاس کے دن انہیں لکھ کر دیئے گئے تھے اور جس میں اپنے موٹو کے نیچے انہوں نے خود کو سوفی صد کا چیلنج دیا تھا۔ سر رابرٹ نے جو طنز کیے وہ سننے سے تعلق رکھتے تھے جیسا کہ انہوں نے ہیگ کا کارڈ لہرایا۔ ہیگ جو یونی میں ہر ایک کو کمپیوٹر گیمز کے چیلنج دیتا ہوا پایا جاتا تھا۔ دنیا کی شاید ہی کوئی ایسی گیم ہوگی جس میں اس نے رات دن لگا کر ریکارڈ نہیں بنایا ہوگا۔
''تم ماسٹرز اِن انگلش لٹریچر کیوں کر رہے ہو۔ تھری ڈی میں ہی کوئی ڈگری لے لو...... گیمز بنایا کرنا...... کھیلا بھی کرنا......
اس کی شکل پر بے چارگی چھا گئی۔
''طنز نہ کرو اومرا...... مجھے تو خود نفرت ہے اس سب سے۔ لیکن کیا کروں یہ لت جان ہی نہیں چھوڑ رہی تمہارے پاس کوئی ترکیب ہے اس سے جان چھڑانے کی۔''
''امرحہ...... امرحہ سمجھ میں آیا...... تمہاری دیکھا دیکھی بہت سوں نے مجھے اومرا کہنا شروع کر دیا ہے۔ تم اپنا لیپ ٹاپ توڑ ڈالو'' امرحہ نے ''اومرا'' کا غصہ نکالا ''نہ رہے گا لیپ ٹاپ نہ کھیلو گے گیمز۔''
''کیا ہمیشہ ہی تمہارا دماغ ایسے شاندار انداز سے کام کرتا ہے۔ اومرا......؟''
''چلتا تو نہیں تھا لیکن تم سب کے درمیان آ کر چلنے لگا۔ ہوہیگا۔''
ہی ہو ہیگا چھوٹی سی مانو بلی کی طرح آنکھیں جھپکتے اپنی نشست پر خود کو کسی طرح سے غائب کرنے کی کوشش میں تھا اور ظاہر ہے وہ ناکام تھا۔
ہیگ...... چیلنج سوفی صد...... موٹو ''ایسے پڑھنا ہے کہ حیران کر دینا ہے۔''
''ویل ہیگ آپ کامیاب رہے۔ ہم سب کو حیران کر دیا آپ نے۔ ہیگ کی حیران کن سوفی صد کارکردگی پر پلیز ٹیبل بجائے جائیں۔''
زور شور سے ٹیبل بجائے گئے۔
زور وشور سے ٹیبل وقفے وقفے سے بجتے رہے۔
''تمہیں عالیان پڑھاتا رہا ہے نا...... شکل سے تو تم لوئر مڈل کلاس سے بھی نیچے کی مخلوق لگتی ہو...... اردو میڈیم میں پڑھتی رہی ہو نا؟، ایسا رزلٹ لینا تمہارے بس کی بات نہیں......؟'' اس کی ہم جماعت شزا نے اپنی ری بونڈ بھنوؤں کو کسی مستول کی طرح تان کر پوچھا۔
''ٹھیک کہا میں اُردو میڈیم میں ہی پڑھتی رہی ہوں۔ اچھا ہوتا تم بھی پڑھ لیتیں۔ تو تمہارا اسٹار بھی چالیس فی صد والوں میں نہ ہوتا اور تمہیں کس نے کہا کہ عالیان مجھے پڑھاتا رہا ہے؟''
پتا نہیں پاکستانی اُردو میڈیم میں پڑھنے کو گالی کیوں سمجھتے ہیں۔ انگریز تو انگریزی پڑھنے میں ہتک محسوس نہیں کرتے۔

بلکہ انگریزوں کو اس وقت شرم آیا کرتی تھی جب انہیں خود پر جبر کر کے لاطینی پڑھنی پڑتی تھی۔ دوسری اقوام اپنی مرضی سے ساری دنیا کی زبانیں سیکھ لیں گی لیکن جہاں کوئی زبان ان کی جگہ لینے کی کوشش کرے گی وہیں وہ اپنی واضح ناپسندیدگی ثابت کر کے اپنی زبان کے آگے ڈھال بن کر کھڑے ہو جائیں گے کہ دنیا کی کوئی زبان ان کی زبان سے اچھی ہے نہ ہوگی۔

''علی کامنز میں وہ گھنٹوں تمہارے پاس بیٹھا رہا کرتا تھا'' ری بونڈ ہی بالوں کو شزا نے ہاتھ لگائے بغیر گردن کے جھٹکے سے شانوں سے پرے کیا۔

امرحہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔ یعنی پاکستانی خواتین دنیا کے کسی بھی کونے میں رہیں۔ خصلت عظیم ''ٹوہ'' پر دل و جان سے نثار رہتی ہیں۔ کسی تمغے کی طرح سجائے..... فخر و غرور سے سرشار پھرتی ہیں۔

''وہ بزنس کا اسٹوڈنٹ ہے میں انگلش لٹریچر کی۔''

''وہ اتنا لائق ہے کہ پروفیسر سے اچھا انگلش لٹریچر پڑھا سکتا ہے۔''

''وہ اتنا لائق ہے آخر سب کو کیسے پتا تھا۔'' امرحہ نے خود کو سوچتے پایا۔

''تم اس سے ٹیوشن لیتی رہی ہو؟'' امرحہ پوچھے بنا رہ نہ سکی۔

''تم اس کی جان چھوڑتیں تو وہ کسی اور کو ٹیوشن دیتا نا'' ہونٹوں کے کونوں کو استہزائیہ اچکا کر وہ کڑوی گولی کی طرح بدمزا سی دکھائی دینے لگی۔

''عالیان یونی کا راجر فیڈرر ہے۔ ساری ٹرافیاں اکٹھی کر لائے گا وہ..... ویسے تم آج کل اس کے ساتھ نظر نہیں آتیں۔ وہ بھی ڈیپارٹمنٹ نہیں آتا۔'' شزا نے مکمل ایمان داری سے ''ٹوہ'' کی ڈیوٹی سرانجام دی تھی اور وہ اس میں غفلت کا شکار قطعاً نہیں ہوئی تھی۔

امرحہ کوئی جواب دینا ہی نہیں چاہتی تھی۔

''ویسے میں نے بھی وہ ڈسک سنی ہے..... تمہارے نادر خیالات پر مبنی.....''

شزا طنز سے کھلکھلائی اور امرحہ کے لیے اس کے پاس سے ہٹ جانے کے علاوہ چارہ نہ رہا۔

شزا جو Gravity Falls کی Pacifica کے نام سے زیادہ جانی جاتی تھی، اسے عجیب و غریب ملبوسات پہننے پر لیڈی گاگا بھی کہا جاتا۔ وہ پاکستان کے ایک بڑے وزیر کی بیٹی تھی، جن کے وزیراعظم بننے کے امکانات کافی روشن تھے۔ وہ اسٹوڈنٹس اور پروفیسر سے ایسے مخاطب ہوتی جیسے کرپشن کے پیسوں سے بنائے اپنے پاپا کے محل نما گھر کے گھریلو ملازم سے مخاطب ہو۔ جو لباس وہ ایک بار پہن لیتی دوبارہ کوئی اسے اس لباس میں کم ہی دیکھتا۔ اس کے جوتے بیگز، قلم، نوٹ بکس، ملبوسات اور ایسی ہی دوسری چیزیں اتنی مہنگی ہوتیں کہ انہیں دیکھ کر حقیقتاً اسٹوڈنٹس کو ہول اٹھتے کہ.....

''اُف کیا اس نے انہیں خریدنے کی جرأت کی، کیا واقعی..... اس نے انہیں خرید لیا۔ اور یہ کیا یہ تو اس کے ہاتھ میں بھی ہیں۔''

''اسی لیے پاکستان میں غربت کا یہ عالم ہے سارے بجٹ سے تو لیڈی گاگا کے کپڑے جوتے ہی آجاتے ہیں۔''

جرمن جوئیل نے بڑی جرأت سے اس کے منہ پر کہہ دیا تھا اور اس لیڈی گاگا نے پاک افواج کے ذخیرے میں موجود سارے بارود کو آنکھوں میں بھر کر اسے گھورا۔ اور بس..... ایسے ویسوں کے منہ لگنا اس کی شان کے سراسر خلاف تھا۔

ایک بار لیکچر کے دوران وہ اپنے آئی فون کے ساتھ مصروف تھی۔ اسے کئی بار اس حرکت پر سرزنش کی جا چکی تھی۔ پر کیا کیا جا سکتا تھا وہ اتنا بارود اپنے ساتھ رکھتی تھی کہ کوئی کچھ کہہ بھی دیتا تو بھی فائدہ نہ ہوا کرتا۔

مزید اس نے یہ کیا کہ مزے سے پچھلی رو میں بیٹھے جوناتھن کی تصویر کلک کی۔ نیند کی وجہ سے جوناتھن کے لیے مشکل تر ہو رہا تھا سر کو ڈھلکنے سے روکنا اور آنکھیں پوری کھول کر متوجہ رہنا۔ لیڈی گاگا نے باقاعدہ کرسی سے کھڑے ہو کر پیچھے جوناتھن

کی طرف رخ کر کے یہ حرکت کی۔

کلاس دنگ رہ گئی۔

''اگر آپ کو لیکچر نہیں سننا تو آپ کلاس سے آؤٹ ہو جائیں۔ اور باہر نکل کر مانچسٹر کی تصویریں اتاریں۔''

پروفیسر نے کسی قدر تحمل سے کہا۔

''سننا ہے اگر کسی کام کا ہو تو......'' اس نے بے نیازی سے شانے اچکا کر کہا۔

یہ بدتمیزی کی انتہا تھی بلاشبہ......

''آپ کے ملک میں نہیں لیکن یہاں گرومنگ کورسز ہوتے ہیں۔ کلاس کے اسٹوڈنٹس آپ کو فنڈز جمع کر دیں گے آپ گرومنگ کلاسز لیں...... جب بات کرنا سیکھ جائیں تو آجایئے گا۔ ہم آپ کو ڈگری دے دیں گے۔''

''تو آپ گرومنگ کلاسز لے کر آئے ہیں؟''

''اگر آپ کے ساتھ میرے دو تین مزید مکالمے ہوئے تو یقیناً مجھے بھی لینی پڑیں گی۔''

امرحہ اتنی شرمندہ ہوئی کہ سارا وقت کلاس میں سر جھکا کر بیٹھی رہی،

تو یہ لیڈی گاگا شزا بھی عالیان کے بارے میں خبریں رکھنے میں دلچسپی رکھتی تھی اور یقیناً اس تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش بھی کی ہو گی۔ لیکن وہ رسائی صرف امرحہ کی ہو سکی تھی۔

علی کامنز کے باغ میں بیٹھے وہ خود کو اداس ہونے سے روک رہی تھی۔ اس کا رزلٹ اچھا رہا تھا اور ظاہر ہے وہ خوش ہو کر بھی خوش نہیں تھی۔ ایگزامز کے دنوں میں عالیان نے اسے یونی کورن دیا تھا۔ جس کی پیشانی کے سینگ پر سفید چٹ تھی تھی اور عالیان کی لکھائی میں۔

Keep calm and ride a unicron in to exams.

لکھا تھا۔ ایگزامز کے دنوں میں کم و بیش ہر اسٹوڈنٹ کے اسٹڈی ٹیبل پر یہ یونی کورن نظر آتا ہے۔ کچھ سینئرز فریشرز کو دیتے ہیں۔ کچھ گھروں سے لے کر نکلتے ہیں۔ لیکن اس بے خبر امرحہ کو عالیان نے دے دیا تھا۔ ایگزامز کی تیاری کے دوران وہ تھک جاتی تو اس چٹ کو دیکھ لیتی اور جیسے اس میں ایک نامعلوم سی طاقت عود آتی اور وہ تن دہی سے پھر سے پڑھنے لگتی۔

اگر سب کچھ پہلے جیسا ہوتا تو عالیان شاید اس کے پاس آتا۔ نیلے پیلے سفید پھول لے کر اور کہتا۔

''اگلی بار اس سے بھی اچھے رزلٹ پر تمہیں اس سے بڑا پھولوں کا گلدستہ گلے کے ساتھ ملے گا، تیسرے سمسٹر میں پھولوں کا گودام ملے گا۔ اور چوتھے اور فائنل میں......'' وہ شرارت سے مسکرا کر خاموش ہو جاتا۔

سارے مرجھائے پھولوں نے امرحہ کے گرد ڈھیر لگا لیا۔ وہ اٹھ کر لائبریری آگئی۔

''کیسی ہو مینڈکی؟''

وہ اپنی کتابیں ایشو کروا چکی تھی اور یونیورسٹی کا منحوس ترین انسان کارل اپنی کتابیں ایشو کروا رہا تھا۔ چیونگم سے وہ ایسے اور اتنی تیزی سے پٹاخے پھوڑ رہا تھا جیسے اسے جلد از جلد اس چیونگم سے ننھا منا بم تیار کرنا ہو اور پھر اس نے وہ بم کسی پر دے مارنا ہو۔

امرحہ سے بہترین کون مستحق ہوگا کارل کے بم کا......

کچھ شزا کا غصہ...... کچھ سے زیادہ اپنے اندر کا دکھ اور کچھ ہارٹ راک میں ڈسک کا چلایا جانا، اس نے ہاتھ میں پکڑی تین وزنی، موٹی کتابوں کا سیٹ اس کے سر پر دے مارا۔

''مجھ سے دور رہا کرو...... مینڈک ہو گے تم، تمہارا خاندان اور آگے پیچھے کے سب فلاں فلاں اور فلانی فلانیاں......''

تم سے آگے کا فقرہ اس نے اردو میں کہا اور شزا کی آنکھوں کا بارود ادھار لیتے، اسے اپنی نظروں میں بھر کر داغتے وہ اسے

گھورنے لگی۔

کاؤنٹر پر کھڑے تین لائبریرین کے ہاتھ کام کرتے رک گئے۔ پچاس ساٹھ کے قریب ادھر اُدھر کھڑے، آتے جاتے اسٹوڈنٹس نے باقاعدہ رک کر اس منظر کو دیکھا۔ ذرا دور کھڑی منجلا کے ہاتھ سے کتابیں گر گئیں۔

بھلا منجلا کو کیا ضرورت تھی اپنے وزن سے زیادہ کتابیں اٹھانے کی۔

اور کارل......؟

کارل کا چیونگم چباتا جبڑا رک گیا، بم اس کے جبڑے کے اندر ہی پھٹا اور دھواں، کانوں، آنکھوں، ناک سے نکلا، اس نے گردن کو خم دیا اور آنکھوں کو ذرا سا پھیلا کر امرحہ کو دیکھا، اسے دیکھا، یعنی تم......تم مینڈکی......دی لاسٹ ڈک......

تمہاری اتنی جرأت......آہاں......ہم......اوہ......اب میں سمجھا......

زیرلب مسکراتا دو انگلیاں اس کی طرف اٹھا کر اپنی آنکھوں کے سامنے لا کر ایران کے لیے امریکی مارکہ واچنگ یو کی دھمکی ایران کو......اوہ نہیں......امرحہ کو دیتا وہ لائبریری سے باہر چلا گیا۔

لائبریری کا ماحول جو اس کے سر پر کتابیں پڑنے سے وہیں جامد ہو گیا تھا۔ پھر سے رواں دواں ہو گیا۔ وہ اپنی کتابیں سنبھالتی باہر نکلی اور یہ کیا؟ کارل ایک دم سے کسی چھلاوے کی طرح اس کے سامنے آیا اور اس کے ہاتھ سے کتابیں چھین کر لے گیا۔ دو سیکنڈ بھی کم ہوں گے اس نے اس سے بھی کم وقت میں یہ کیا۔

تالیاں کارل کے لیے اور امرحہ کے لیے ایک عدد ٹشو......

''لائبریری کی کتابیں لے گیا۔'' ساکت حالت میں امرحہ خوف سے بڑبڑائی۔

''اوہ......!'' امرحہ کا سر گھوم گیا، یہ اس نے کیا کیا۔ اس نے کارل کے ساتھ پنجابی پنگا کیوں لیا۔ اوہ، وہ لائبریری کی ملکیت کتابیں لے گیا تھا۔ وہ انہیں ضائع کر دے گا۔ اور اسے جرمانہ بھرنا پڑے گا۔ اتنا جرمانہ، اس نے تو اتنی مہنگی اور تاریخی کتابیں نکلوائی تھیں۔

اللہ امرحہ سے پوچھے اس نے اتنی فاش غلطی کیوں کی۔ جب وہ کارل کے دماغ جیسا دماغ نہیں رکھتی تو کارل کے غصے جیسا غصہ بھی نہیں رکھنا چاہیے تھا۔ وہ بزنس اسکول کی طرف بھاگی کارل کو ڈھونڈنے پر، اب تو جیمز بونڈ، انڈیانا جونز، سی آئی اے کے ایجنٹس اور ان کے آگے پیچھے کے سب ہی رشتے دار بھی آ جاتے تو بھی کارل کو ڈھونڈ نہ سکتے۔

وہ بزنس اسکول کے کاریڈور میں کھڑی تھی اور بے بسی سے عالیان کے پاس جانے کا سوچ رہی تھی، لیکن آخری بار جو اس کی آنکھوں سے چھلکتی سرد مہری دیکھ لی تھی۔ اس کی کپکپی ہی نہ تھمی تھی تو پھر سے کیسے اس کے پاس چلی جاتی۔ اسے ویرا کے پاس جانا پڑا۔

''تم اس سے کیوں الجھیں؟''

''دماغ چل گیا تھا میرا......''

''کچھ کرتی ہوں۔ پُرسکون رہو تم......'' ویرا کارل کو فون کرنے لگی۔

''وہ کہہ رہا ہے وہ تمہیں کل دے دے گا۔''

''آج ہی کیوں نہیں؟'' اس کی شکل پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

''تم نے اس کے سر پر کتابیں دے ماریں۔ ایک دن کی خواری تو وہ تمہیں دے گا نا۔'' ویرا نے اسے ہلکا پھلکا کرنے کے لیے بات کو مزاح کا رنگ دیا۔

''اگر یہ ایک دن کی خواری ہے تو میں ہو جاتی ہوں خوار......''

''اگر تم کہو تو میں ہال سے جا کر لا دوں اس کے روم سے......'' ویرا پچھلے واقعے سے اس قدر شرمندہ تھی کہ کوشش کرتی

تھی کہ اس کا زیادہ خیال رکھ سکے۔ اس کی کوئی بھی پریشانی ختم کر سکے۔

''نہیں کل تک انتظار کر لیتی ہوں۔''

لیکن...... لیکن یہ ایک دن کی خواری ہرگز نہیں تھی۔ اسے ویرا سے کہہ دینا چاہیے تھا کہ ہاں چھاپہ مار کر اس کے کمرے سے کتابیں لے آؤ۔ لیکن اب دیر ہو چکی تھی۔ اگلے دن کارل کتابیں لیے اس کے سامنے کھڑا تھا۔

''یہ لو امرحہ دی مینڈ کی...... میں تمہیں روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن پہلے مجھے سوری بولو۔'' کتابیں اس نے سینے کے ساتھ دونوں بازوؤں کی لپیٹ میں تھام رکھی تھیں۔ حفاظت سے...... محبت سے......

''سوری۔'' دانت پر دانت جما کر امرحہ نے خود کو خود ہی تسلی دیتے ہوئے کہا

''جس وقت تم نے مجھے کتابیں ماری تھیں اس وقت کم سے کم دو سو لوگوں نے ہمیں دیکھا تھا۔ یعنی میرے پاس دو سو لوگ گواہ تھے۔ چشم دید گواہ...... تم سمجھ رہی ہو نا...... اس سے کیا کیا ہو سکتا تھا...... تم یونیورسٹی سے بے دخل ہوتیں پھر میں تم پر پورے دس لاکھ پاؤنڈ کا ہتک عزت اور قاتلانہ حملے کے ہرجانے کا دعویٰ کرتا...... لیکن ایک تو میں رحم دل بہت ہوں۔ چھوٹا سا میاؤں میاؤں سا دل ہے میرا۔ اور پھر تم سے پرانی دوستی بھی ہے۔ اب تمہارے سوری کو کم سے کم چار سو لوگوں کو تو سننا چاہیے نا۔ یہ کچھ زیادہ نہیں ہے۔ بلاشبہ میں انصاف پسندی سے کام لے رہا ہوں۔''

دونوں انگلش ڈیپارٹمنٹ کے باہر کھڑے تھے اور وہاں اور قرب و جوار میں اتنے اسٹوڈنٹس تو تھے کہ کارل کی حسرت پوری ہو جاتی۔ امرحہ نے پھر سے اس وقت کو کوسا، جس وقت اس نے دکھ اور غصے سے بھڑک کر کتابیں مارنے کی خوفناک غلطی کر ڈالی تھی۔

لب بھینچ کر اس نے آس پاس دیکھا اور قدرے بلند آواز میں کہا۔''سوری۔''

کارل سینے سے کتابیں لگائے ذرا سا کمر اور سر کو خم دے کر کھڑا رہا، اس کی گہری نیلی آنکھوں میں قہقہوں کے جوار بھاٹا پھٹنے لگے۔ بڑی ادا سے اس نے کسی ملکہ عالیہ کی طرح گردن کو گھما کر آس پاس دیکھا۔ پھر ہونٹوں کو ارادتاً بگاڑ لیا، جیسے اس صورت حال نے اس کے قومی وقار اور باعزت شخصیت کو صدمہ پہنچایا ہو اور اس کی ساکھ متاثر ہوئی ہو......

''کوئی متوجہ ہی نہیں ہوا......'' بگڑے ہونٹوں کے ساتھ اس نے انگلی سے اشارہ کر کے امرحہ کو گردن گھما کر دیکھنے کا اشارہ کیا۔

امرحہ نے قطعاً گردن نہیں گھمائی...... وہ تو یہ سوچ رہی تھی کہ آخر وہ ماسٹرز کر کے کیا کرے گی۔ یعنی اگر وہ یونیورسٹی چھوڑ کر لاہور واپس چلی جائے تو کیسا رہے گا۔ اس کارل سے کہیں زیادہ رحم دل اسے منحوس کہنے والے تھے۔

''مجھے چلے جانا چاہیے۔ میں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے۔ میں پورے پندرہ لاکھ پاؤنڈ کا دعویٰ کروں گا۔'' کارل جانے لگا۔

''سوری'' امرحہ نے پوری شدت سے چلا کر کہا۔ ہرجانے کا دعویٰ تو وہ کیا کرتا اسے لائبریری کی کتابوں کی فکر تھی۔

کافی سے زیادہ فرق پڑا اس بار...... سب نے حیرت سے امرحہ کو دیکھا۔ ایک بار پھر سے ماحول جامد ہو گیا۔ گردنیں امرحہ کی طرف مڑ گئیں۔ آنکھوں میں حیرت سمٹ آئی۔

کارل نے ادائے بے نیازی سے کہ وہ تو امرحہ کے کسی مسئلے کو حل کرنے کے لیے اس کے پاس کھڑا ہے آنکھوں کی چتلیوں کو گول گول گھما کر ''فریز'' ہو چکے اس منظر کو دیکھا اور جیسے شانت سا ہو گیا۔

''یہ کچھ بہتر رہا ہے...... اس سے ایک اور بات بھی ثابت ہوئی کہ رونے کے علاوہ بھی تم بہت کچھ کر سکتی ہو۔ یعنی کمال کر سکتی ہو۔ یہ لو اپنی کتابیں...... میں ہنٹ دیتا تو نہیں ہوں، لیکن تمہیں دے رہا ہوں۔...... پھر ملتے ہیں۔''

دو انگلیوں سے وچانگ یو کا اشارہ دیتا وہ عالیان کی طرح ہی ہوا میں اچھل کر پیروں کی تالی بجاتا غائب ہو گیا۔ اور

امرحہ کا جی چاہا کہ وہ واپس کتابیں اس کے سر پر دے مارے۔
مارتی رہے...... مارتی رہے کہ آخر کار اسے یونیورسٹی سے نکال دیا جائے، ساری کتابیں تیز دھار بلیڈ سے کاٹی ہوئی تھیں۔ صفحات درمیان سے دو حصوں میں کاٹ دیئے گئے تھے۔ وہ کبھی بھی یہ ثابت نہیں کر سکتی تھی یہ کارل نے کیا ہے۔ اسے اپنی محنت کی کمائی سے جمع کیے گئے پاؤنڈز میں سے بھاری جرمانہ ادا کرنا پڑا۔
کارل زمین پر موجود سب سے زیادہ منحوس انسان......
دو دن وہ کھانا نہیں کھا سکی، سو نہیں سکی، اس کے جی میں آیا کہ وہ کارل کو وہ ساری بددعائیں دے ڈالے، جو پنجاب کی خواتین روایتی خاندانی لڑائیوں میں دیتی ہیں۔ لیکن وہ اسے چند امرحہ ٹائپ بددعائیں ہی دے سکی۔ جیسے کہ مانچسٹر میں جب بادل چھائیں تو آسمانی بجلی تم پر ٹوٹ پڑے اور ایسے گرے کہ تمہیں سیاہ بھوت بنا دے۔ تم زندہ رہو لیکن مُردوں کی طرح، یونی کے سب اسٹوڈنٹس تمہیں دیکھتے ہی چیخیں مارنے لگیں۔ دل برداشتہ ہو کر تم یونیورسٹی ہی چھوڑ جاؤ اور یا یہ کہ تم رات کو سوؤ تو کارل ہو صبح اٹھو تو ''فلم زرنیا'' کے لومڑ بن چکے ہو...... آمین۔
اس واقعہ کے بعد وہ زمین پر موجود سب سے زیادہ دکھی لوگوں میں سے ایک ہوگئی۔ اسے پوری شدت سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ اکیلی ہوگئی ہے۔ عالیان اسے کہیں دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ایک بار وہ اسے دکھائی دیا بھی تو اپنے آپ کو سیاہ ہڈ میں چھپائے۔
''اگر میں کہیں گم ہو جاؤں تو تم مجھے کیسے ڈھونڈو گی؟'' ایک بار وہ امرحہ سے پوچھنے لگا۔ وہ کیا کیا سوچتا رہتا تھا۔ وہ گم ہونے جا رہا تھا، اور اسے یہ انتظام بھی رکھنا تھا کہ اسے ڈھونڈ لیا جائے۔
''تمہارے ان لمبے کانوں سے......'' اس نے سنجیدگی سے کہا لیکن ساتھ ساتھ سیاہ پتلیاں بھی مٹکائیں۔
''میری شناخت کے لیے یہ اتنا اہم کردار کریں گے مجھے معلوم نہیں تھا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ یہ لمبے...... اور...... اور لمبے ہو جائیں تا کہ مجھے جلدی سے ڈھونڈ لیا جائے۔''
اب تو وہ جلدی سے گم ہوگیا تھا۔ امرحہ اسے ان بڑے اور لمبے کانوں سے پہچان کر ڈھونڈ نہ نکالے وہ انہیں ہوڈی میں چھپا کر رکھتا تھا۔ معمولی بات تھی لیکن کافی تکلیف دہ بات تھی۔
ہارٹ راک کے باہر آخری ملاقات کے بعد امرحہ نے اسے بہت سارے دنوں کے بعد آکسفورڈ روڈ پر تیزی سے سائیکل چلاتے دیکھا تھا۔ امرحہ بس میں تھی۔ کاش بس کی جگہ وہاں کوئی لاہوری رکشا ہوتا تو وہ رکشے والے سے کہتی کہ بھائی ذرا اس سرمئی ہوڈی والے کا پیچھا کرنا۔
وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ آخر اب وہ کہاں اتنا مصروف رہتا ہے کہ دکھائی بھی نہیں دیتا۔ اسی روڈ پر اس کے ساتھ چہل قدمی کرنے والا، اسی روڈ پر اس سے دور بھاگ رہا تھا۔
وہ چپکے سے بزنس ڈیپارٹمنٹ کے کتنے ہی چکر لگا لیتی وہ اسے نظر نہیں آتا تھا۔ وہ واقعی میں ذہین تھا۔ چھپ جانا جانتا تھا۔ امرحہ تو ناکارہ تھی اور وہ اسے اتنی بڑی یونی میں ڈھونڈ نکالتا تھا۔ اکثر وہ یونی میوزیم کے کسی کونے کھدرے میں چھپی سی کھڑی ہوتی اور وہ پیچھے آ کر کھڑا ہو جاتا جیسے چلتے چلتے اسے خواب آ جاتے ہوں کہ امرحہ اس وقت کہاں ہے۔ جیسے وہ ریڈار ہو اور اسے ٹھیک ٹھیک معلوم ہو کہ امرحہ نامی جہاز مانچسٹر یونی کے آسمان پر کس طرف کو محوِ پرواز ہے۔ امرحہ کو یہ خواب نہیں آتے تھے کہ وہ کہاں ہے؟ سارے خواب عالیان کو ہی کیوں آئے؟ سب ہی الہام عالیان کو ہی کیوں ہوئے؟
اس مغرب میں رہنے والے کو مشرقی آداب کس نے سکھائے؟
ڈھونڈ نکالتا اور ظاہر بھی نہ کرتا۔ ان گروں کا بادشاہ وہ کب بنا؟
دوبارہ وہ عالیان سے بات کرنے کی ہمت نہیں کر سکی۔ وہ اسے دیکھ لینا چاہتی تھی بس...... ان کے درمیان جو کچھ ہو چکا

تھا، اسے ٹھیک ہونے میں وقت بھی لگنے والا تھا اور مرہم بھی......

مرہم وقت کے تھال پر تھا اور وقت قسمت کی مٹھی میں...... امرحہ کے ہاتھ میں تو اب کچھ بھی نہیں رہا تھا۔

O......❖......O

''آؤ اور سب کہہ ڈالو''

''میں سننے کے لیے تیار ہوں...... اور اسے معمولی نہ جانو......''

دی بگ بین (The big ben) لندن ڈبل ڈیک بس اور لندن ٹیکسی برطانیہ کے لینڈ مارک مانے جاتے ہیں، اور ''سائی'' کو مانچسٹر یونی کے اسٹوڈنٹس کا لینڈ مارک مانا جاتا ہے۔ بنا کسی شک وشبہ کے Say it all (سب کہہ ڈالو) یعنی سائی......

پیلے رنگ کے بورڈ پر نارنجی روشنائی سے یہ الفاظ سائی کی لکھائی میں لکھے ہیں۔ یونی میں شاید ہی کوئی ایسا بدنصیب ہوگا جو اس بورڈ کے مالک کو نہیں جانتا ہوگا۔

سائی سیاہ فام نسلاً امریکی لیکن برطانوی شہری ہے۔ اس کا اصل نام ایڈی ہے۔ ہلکے گھنگھریالے بال، پتلا سا جس کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی لمبا دکھتا ہے۔ آنکھیں گول گول اور نمایاں اور ان پر پتلے فریم کا نظر کا چشمہ......

اپنے بیگ کو دونوں کندھوں پر پھنسائے کمر پر پیچھے لٹکائے...... وہ مانچسٹر یونی کا زمینی فرشتہ ہے۔ یونی کا دادا، دادی، نانا، نانی، چچا، ماموں، خالہ، بھائی، بہن اور دوست...... وہ سب ہے۔ وہ سائی ہے۔

یونیورسٹی میں اس کے بیٹھنے کی ایک ہی مخصوص جگہ تھی۔ علی لرننگ کامن کے باغ کے درخت تلے، ویسے اسے کہیں بھی روک کر بٹھایا جا سکتا تھا، وہ اعتراض نہیں کیا کرتا تھا۔ کیونکہ وہ تو فرشتہ تھا اور اس تک رسائی بہت آسان تھی۔ جب وہ فارغ ہوتا درخت تلے آ کر بیٹھ جاتا اور بیگ میں سے بورڈ نکال کر رکھ لیتا...... مطلب۔

''میں فارغ ہوں...... ہمہ تن گوش ہوں...... آؤ میں سب سنوں گا اور تم سب کہہ ڈالو۔ اپنے درد...... اپنی تکلیفیں...... وہ سب فضول کی باتیں جو کوئی اور نہیں سنتا۔ تمہارے رونے کے قصے، تمہارے نہ ہنسنے کی وجوہات، تمہاری خالی جیب کی بدقسمتیاں، تمہارے کمروں سے کھانے کی اشیاء کا غائب ہو جانا، شیمپوز پرفیومز، اور ایسی ہی دوسری چیزوں کا گم شدہ رہنا، اسائنمنٹس کا مکمل نہ ہونا۔ پڑھائی ایک بوجھ لگنا، پرانی کتابوں کا نہ بکنا، نئی کتابوں کے پیسوں کا بار اور کیفے میں اڑ جانا، لیکچر سے زیادہ دھیان پارٹی میں لگے رہنا، گھر کی یاد ستانا...... مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں تو سب سننے کے لیے دل و جان سے تیار ہوں۔''

ایڈی یعنی کہ سائی یونی کا چار سالہ پرانا اسٹوڈنٹ ہے۔ اس کی تاریخ کے بارے میں مختلف باتیں گردش کرتی رہتی ہیں۔

کچھ کہتے ہیں کہ جب وہ نیا نیا یونی آیا تھا تو کچھ معاملات کو لے کر اتنا پریشان رہا کرتا تھا کہ فلاں فلاں درخت کے سائے میں بیٹھ کر رونے لگتا تھا۔ اس نے ایک دو اسٹوڈنٹس کو اپنی بات سنانے کی کوشش کی، لیکن کچھ کے پاس وقت نہیں تھا اور کچھ کا کہنا تھا کہ وہ بے کار باتوں کو لے کر پریشان ہے۔ اب اگر کسی پروفیسر نے اس کے آگے کی رو میں بیٹھے لڑکے کو مسکرا کر دیکھ لیا، اور بعد ازاں سائی کو ذرا سی ترچھی نظروں سے دیکھ لیا تو اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ پروفیسر کو تو خود بھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ آخر کر کیا رہے ہیں۔ اور اگر کاریڈور میں چلتے شرارتی لڑکیاں ایک دم سے اس کے سامنے آ کر دائرہ بنا کر اسے چٹکیاں بھر کر اس کا چشمہ اُتار کر بھاگ بھی گئیں تو اسے تو انجوائے کرنا چاہیے کہ ایسی تتلی لڑکیاں صرف اس کے ساتھ شرارت کرتی ہیں۔ مزید یونی میں چلتے پھرتے کوئی اسے پین کی باریک نب چبھو دیتا ہے اور متواتر ایسا کر رہا ہے تو یہ تو ایسی خاص بات نہیں۔ وہ بھی ایک پین خرید لے باریک نب کا، بلکہ پین ہی کیوں ایک چھوٹا سا خنجر...... اوہو...... ورنہ وہ اپنے پھل

کاٹنے والی چھری ہی بیگ میں رکھ کر لے آئے۔اس میں مسئلہ کیا تھا آخر......

چھ مہینے بعد سائی نے محسوس کیا کہ بہت سی باتیں دوسروں کے لیے بہت معمولی اور غیر اہم ہوتی ہیں جب کہ وہی باتیں کسی ایک کے لیے بہت اہم اور غیر معمولی ہو جاتی ہیں۔اس نے ایک بورڈ بنایا اور اس پر Say it all لکھا اور اسے لے کر یونی میں گشت کرتا رہا۔جہاں کوئی اس سے اس کا مطلب پوچھتا تو وہ بتا دیتا۔پہلے پہل اس کے Say it all کی ضرورت کسی کو محسوس نہ ہوئی۔بلکہ یہ ایک مضحکہ خیز خیال لگا۔

ظاہر ہے ہم اپنی باتیں اپنے دوستوں سے شیئر کرتے ہیں ورنہ خوف سے کسی سے بھی نہیں کرتے......ویسے دوستوں کے ساتھ شیئر کر دینے سے ہی وہ بی بی سی نیوز سروس کی طرح سارے میں نشر ہو جاتی ہیں تو ایک انجانے انسان کے ساتھ شیئر کرنے کا رسک کوئی کیونکر لے گا۔بلکہ نتیجے کے طور پر ان کا کیا حال ہوگا......نہ ختم ہونے والی لڑائیاں......اور تاریخی عظیم اسٹوڈنٹس اسکینڈلز کے نہ ختم ہونے والے سلسلے کا آغاز......یعنی انجام......یہی سب نا؟ لیکن آہستہ آہستہ لڑکے لڑکیاں اس کے پاس آنے لگے۔خاص کر وہ جن کی نئی نئی کسی دوست سے لڑائی ہوئی ہوتی یا پروفیسر نے دبے دبے لفظوں میں کلاس میں ان کی بے عزتی کر دی ہوتی......کچھ صرف اسے لطیفے سنانے کے لیے آتے......وہ لطیفے جو بعد ازاں انہوں نے کلاس میں کریک کرنے ہوتے کہ کلاس ہنسے گی بھی یا نہیں......کچھ گروپ کی صورت آتے۔

''سائی! دیکھو ہم میں سے کون سب سے زیادہ کیوٹ لگتا ہے۔''

سائی انگلی اٹھاتا اور ایک ایک کی طرف اشارہ کر دیتا یعنی تم پانچوں کیوٹ ہو زیادہ تر اس کے پاس لڑکیاں آتیں۔

اب یہ سائی کا اصول تھا کہ برطانیہ، امریکا بلکہ پورے یورپ کی فوج بھی اس کے گرد گھیرا ڈال کر کھڑی ہو جاتی تو بھی وہ کسی کا بتایا ایک لفظ منہ سے نہ نکالتا۔اسے راکٹ سے باندھ کر اڑا دو یا توپ کے گولے سے، اگر کوئی اسے کچھ بتا گیا ہے دل کا حال سنا گیا ہے تو بس اب وہ سائی کے سینے میں دفن ہو چکا ہے، سوئس بینکوں کے سب ہی پیسے نکال کر بھی اس کے آگے ڈھیر کر دیئے جائیں تو بھی اس کا منہ نہیں کھلے گا۔

یونی کے بہت سے اسٹوڈنٹس اسے رازوں کا ایٹم بم کہتے۔ایک صرف اس کی زبان کھل جاتی تو وہ برباد ہو جاتے۔

اب کوئی لائبریری کی کتابیں چرا بیٹھا ہے۔جیسے لائبریری سے کسی نے کتابیں ایشو کروائیں اور باغ میں بیٹھے یا کینٹین میں کافی، چائے پیتے وہ ذرا سی دیر کو اپنی کتابوں سے غافل ہو گیا تو یہ کتاب چور بھائی صاحب یا بہن جی، اس غافل اسٹوڈنٹ کو سبق سکھانے کے لیے فوراً لے کر غائب ہو جاتے ہیں کہ آئندہ ایسی غفلت نہ برتنا، تمہیں یہ سبق سکھانے کے لیے میں یہ کتابیں ساتھ لیے جاتا ہوں۔

اب جب ایسا سقراطی سبق سکھانے والے کا ضمیر اسے سونے نہیں دے دیتا یا اسے پولیس کے سائرن کی آوازیں سنائی دیتی ہیں تو وہ سائی کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے۔

''میں نے کتابیں چرا لیں۔مجھے پیسوں کی ضرورت تھی سائی! پچھلے دو ہفتوں سے میں پرنٹ ورک نہیں گیا، کوئی فلم نہیں دیکھی۔کرسٹن کی پارٹی میں وہی پرانی شرٹ پہن جاتا کیا۔میں نے اس کے لیے گفٹ بھی نہیں لیا۔گفٹ میں نے اسے دینا بھی نہیں تھا وہ کون سا دیتی ہے۔گفٹ نہ بھی دینا ہو، پیسے تو چاہیے ہوتے ہیں نا سائی! جب میں امیر آدمی بن جاؤں گا تو پوری ایک لاکھ کتابیں لائبریری کو چندے میں دوں گا۔چلو دو لاکھ......میرا خیال ہے چار لاکھ ٹھیک ہے۔یونی کی لائبریری بھی تو اتنی بڑی ہے۔''

اگلا آتا......''میں کل رات نشے میں تھا میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو گھونسا مارا، وہ بے چارہ کوئی غریب افریقی تھا۔وہ مجھے میرے کمرے کے بیڈ تک لٹا کر گیا اور دروازہ ٹھیک سے بند کر گیا۔اس نے میری جیبیں بھی نہیں ٹٹولیں۔میں اسے ڈھونڈ رہا ہوں۔وہ جلد ہی مجھے مل جائے گا۔میں اسے معاف کر دوں گا......نہیں......یعنی میں اس سے معافی مانگ لوں گا۔مجھے کل

رات نیند نہیں آئی۔ دعا کرنا آج آ جائے۔ میں زمین پر سو رہا ہوں۔ بیڈ پر افریقی ڈرائیور سوتا ہے...... ہاں آج کل اس کا بھوت ہر وقت میرے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ وہ مجھے کچھ کہتا نہیں ہے، پھر بھی مجھے اس سے بہت ڈر لگتا ہے۔''

کوئی اور آتا...... ''لزا میری گرل فرینڈ ہے لیکن...... لیکن مجھے اب اس کی دوست وی وی آن اچھی لگنے لگی ہے...... میں کیا کروں سائی...... لزا بھی اچھی ہے اور وی وی بھی اچھی ہے۔ میں بھی اچھا ہوں۔ ہم سب اچھے ہیں، پھر میں کیا کروں سائی؟''

تو اب یہی سائی اگر جا کر لزا کو بتا دے کہ پیاری دوست اور ننھی بھولی بھالی لڑکی تمہارا بوائے فرینڈ، تمہاری دوست وی وی کو ہالیڈے اِن میں دو بار ڈنر کے لیے لے جا چکا ہے۔ ہاں ہاں ان ہی پیسوں سے جو اس نے گلے میں سوزش کے علاج کا بہانہ کر کے تم سے لیے تھے۔

تو لزا کو اتنی سی بات بتا دینے پر کیا چھوٹا سا کترینا طوفان لاء ڈیپارٹمنٹ کی دیواروں سے نہیں ٹکرائے گا......

پھر سائی لائبریری اسٹاف کے پاس جاتا اور کہتا یونیورسٹی اسٹوڈنٹس کی کتابیں چرانے والوں میں سے ایک یہ رین بھی ہے۔ اسے پکڑوا سے جرمانہ کرو۔ بلکہ یونی سے ہی باہر کر دو۔ اور یہ بریڈ ڈینیل، یہ ہر رات نشے میں دھت ہو کر کسی نہ کسی کو مار آتا ہے۔ ایک رات وہ دیوار پر بنے کارٹون کو دیر تک مارتا رہا، اگر ریسٹورنٹ کی دیوار ٹوٹ جاتی تو ریسٹورنٹ انتظامیہ یونی پر ہرجانے کا دعویٰ کر دیتی۔ پیسوں کے لیے نہیں، شہرت کے لیے، تو برائے مہربانی اس محمد علی کلے کو سنبھالیں۔

یعنی ایک سائی کی وجہ سے آدھی یونی جرمانہ بھرتی یا یونی خالی کرتی...... لیکن وہ سائی تھا سنتا تھا بتاتا نہیں تھا...... ہاں تو زیادہ تر اس کے پاس لڑکیاں آتیں...... جو لڑکی سائی کے پاس بیٹھی نظر آ جاتی...... اس کے بوائے فرینڈ کو بہت تشویش ہوتی...... یا اس کے دوستوں کو...... اور اگر وہ ساتھ ساتھ ٹشو سے آنکھیں بھی رگڑ رہی ہوتی۔ تو بس پھر خیر نہ ہوتی اور سائی بڑی شفقت سے اس ننھی منی چڑیا کے آنسو ٹشو سے صاف کر رہا ہوتا۔

''سائی...... میں نے اتنا مہنگا ڈریس لیا...... دو گھنٹے لگا کر میک اَپ کیا، تیار ہوئی، بالوں کو کرل بھی کیا...... اور اس نے کہا۔ کاش تھوڑے سے ہی سہی پر تمہارے دانت صاف ہوتے، جب تم چھوٹی تھیں تو تمہاری ماما تمہارے دانتوں پر لگتا کیڑا کیوں نہیں دیکھ سکیں...... اتنی غافل ماما ہیں تمہاری...... سائی اسے صرف میرے دانت نظر آ رہے تھے...... گلابی میک اَپ سے سجی میری آنکھیں نہیں...... اور میں تو ہنس بھی نہیں رہی تھی...... بول بھی کم رہی تھی پھر بھی اس کی ماما میرے دانتوں کو ہی گھور رہی تھیں...... پھر کہنے لگیں تمہیں دانتوں کا کینسر تو نہیں ہے...... بیٹھے بٹھائے انہوں نے میرے دانتوں کو کینسر کروا دیا...... پھر اس کا بھائی آیا...... جس کے آتے ہی گھر بدبو سے بھر گیا...... وہ مجھے دیکھتا رہا اور جاتے ہوا اس نے مجھے کیا کہا۔ ''میرا ایک دوست ہے ڈینٹسٹ...... اس نے دانتوں کے پیچیدہ ترین کیس نپٹائے ہیں۔ وہ تمہارے لیے بھی ضرور کچھ کر دے گا...... اگرچہ میں اسے ناکام ہوتے دیکھ رہا ہوں۔'' پھر وہ منہ کھول کر ہنسنے لگا اور بدبو سے میرا دم گھٹنے لگا...... پہلے وہ اپنی بدبو کا علاج کیوں نہیں کروا لیتا...... سائی ایسی محبت کا کیا فائدہ، کہ آپ اس کے سامنے اس لیے کم بولیں کہ وہ پھر سے آپ کے دانتوں کو لے کر بیٹھ جائے گا...... وہ ہر ملاقات میں میرے دانتوں کا ذکر ضرور کرتا ہے...... کیوں کرتا ہے وہ ایسا...... میں اسے چھوڑ رہی ہوں سائی...... میں بہت روؤں گی...... پر یہ روز روز کے رونے سے اچھا ہے۔''

سوں سوں کرنے...... آنسو بہانے اور صاف کرنے کا وقفہ......

جب میں کیمسٹری کا نوبل انعام لے رہی ہوں گی تو اپنے بدبودار بھائی کے ساتھ بیٹھے مجھے ٹی وی پر براہِ راست دیکھتے اسے ضرور دکھ ہوگا...... لیکن اس وقت کچھ نہیں ہو سکے گا، میری زندگی میں مارک زیک برگ آ چکا ہوگا...... اور میں اپنا نوبل انعام اسی کے نام کروں گی...... ہاں ٹھیک ہے...... میں یہی کروں گی۔''

یونی میں تو یہ سب چلتا ہی رہتا تھا سنا تھا Anselm ہال جہاں وہ رہتا تھا اکثر رات گئے اسے اٹھایا جاتا اور کمرے

میں کہیں رکھا اس کا Say it all بورڈ ڈھونڈ ڈھانڈ کر اس کے پاس رکھا جاتا اور پھر اس پر اپنی فرسٹریشن نکالی جاتی وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر یا زمین پر اسٹوڈنٹ کے ساتھ ہی بیٹھ جاتا اور رو رو کر سنایا جانے والا حال سنتا......

''مجھے گھر جانا ہے سائی...... میری ماں کیا کھانے بناتی ہے...... یہاں کے کھانوں میں بالکل مزہ نہیں ہے۔ میری تائی کے ہاتھوں میں تو بالکل ذائقہ نہیں ہے...... ہفتے میں ایک بار ان کے گھر جاتا ہوں...... سارے ہفتے کا بچا ہوا کھانا مجھے کھلا دیتی ہیں...... پاپا کہتے ہیں تجھے زہر ہی کیوں نہ کھلا دے...... ہفتہ اتوار تُو ان ہی کے گھر رہے گا...... پاپا جی...... نہیں مجھے صرف اپنی ماں کے پاس جانا ہے......''

جالندھر کے رہائشی پرتاپ سنگھ کو رونا بڑا اچھا آتا تھا بے چارہ سائی بھی رونے لگتا تھا۔

''یونی میں سب اتنے اچھے اچھے کپڑے پہن کر آتے ہیں...... ایک میں ہی کیوں غریب ہوں سائی...... میرے پاس صرف ایک آرمانی کی جینز ہے میں کب تک اسے ہی پہنوں...... میرا آئی فون پرانا ہو چکا ہے...... چھ مہینے سے میں نے وہی پرانا ہیئر اسٹائل اپنا رکھا ہے کہ مجھے لگنے لگا ہے کہ میں سترھویں صدی کا کوئی جوکر ہوں جسے دیکھ کر بچے بھی نہیں ہنستے......''

آرٹ اسکول کا چارلی......

''میں پاستا بنا کر رکھ گیا، آیا تو پلیٹ غائب۔ کمرہ لاک تھا سائی...... میں قسم کھا سکتا ہوں کمرہ لاک تھا، یہ پانچویں بار ہوا ہے کہ میرا پاستا غائب ہوا ہے...... سنا ہے Oak ہاؤس میں جن وِن کا سایہ ہے؟ وہ پوچھتا رہی تھی کہ کمرے میں ایک لڑکا ٹھنڈ سے مر گیا تھا اور وہ بھوکا بھی تھا...... سائی میں کیسے پتا کروں کہ وہ کس کمرے میں بھوک سے مرا...... یا ٹھنڈ سے...... کیا میرے کمرے میں...... کوئی مجھے کچھ بتا تا ہی نہیں ہے۔ میں انتظامیہ کے پاس گیا تو اس نے بڑے ٹھنڈے لیکن جلے ہوئے انداز میں کہا وہ تو شاید ٹھنڈ اور بھوک سے نہ مرا ہو، لیکن تم یقیناً خوف سے مرنے والے ہو۔ چلو میں تمہارا کمرہ نوٹ کر لیتا ہوں...... وجے پنڈت کمرہ نمبر 302...... Oak ہاؤس...... بے جا خوف اور خدشات کے باعث کمرے میں مردہ پایا گیا...... اس کے بھوت سے بچنے کے لیے اپنی ذمہ داری پر کمرہ لیا جائے...... سن 2014ء شکریہ۔''

''میں نے اپنی وارڈ روب دیکھی تو مجھے معلوم ہوا کہ میرے نئے جوتے جو ماما نے میری سالگرہ پر مجھے دیئے تھے اور جنہیں میں نے ایک بار بھی استعمال نہیں کیا تھا، وہ تو کوئی دس بار پہن کر وہاں رکھ چکا ہے...... اوہ سائی میں کس قدر لاپروا ہوں...... میں نے روز اپنے جوتے کیوں چیک نہ کیے...... میں کمرہ لاک کرنا کیسے بھول گیا آخر...... لیکن سائی...... آخر بھی ہم کمرہ لاک کرنا بھول ہی جاتے ہیں نا...... ہم سب ہی......''

تو مانچسٹر یونی میں جو بارہ لڑکے لڑکیوں کے گروپ کو دوست رکھتے تھے یا صرف ایک کو، سائی کی ضرورت کبھی نہ کبھی سب کو پڑتی تھی؟...... ایک سننے والا کان سب کو چاہیے ہوتا ہے...... پروفیسر تک اس کے پاس پائے جاتے......

سائی سے بات کرنے کے چند طریقے تھے۔

''آپ صرف بولیں وہ صرف سنے......'' زیادہ تر یہی کرتے۔

''آپ بولیں ساتھ وہ بھی بولے...... آپ کی اجازت ہو تو......''

''آپ بولیں...... تو پھر وہ سوالات کرے...... آپ بول چکے ہوں تو وہ آپ کو اچھی یا جیسی کیسی رائے دے...... آپ کی اجازت ہو تو......''

امرحہ سائی کے پاس دو چار بار آ چکی تھی، ایک بار جب اسے جاب نہیں مل رہی تھی اور ایک بار جب عالیان نہیں مل رہا تھا...... اب کارل والے واقعے کے بعد وہ پھر سے اس کے پاس رونے کے لیے آئی تھی لیکن ایک ہندوستانی لڑکا راما اس کے پاس پہلے سے ہی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ جانے لگی تو راما نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک لیا۔

وہ ہاتھوں کو گود میں رکھے سر جھکائے ایسے بیٹھا تھا جیسے مانچسٹر یونی میں اس کی مہندی کی رسم ادا کی جا رہی ہو...... آپ

ہنس سکتے ہیں لیکن یہی سچ ہے......

''وہ میری دوست ہے...... بہت اچھی دوست...... ہاں صرف دوست...... وہ مجھ سے ایک سال سینئر ہے یہ اس کا آخری سمسٹر ہے...... پھر وہ چلی جائے گی...... فرانس...... اس نے کہا کہ میں فرانس آ سکتا ہوں اس سے ملنے...... ہاں میں چلا جاؤں گا اس سے ملنے...... ایک سال بعد جاؤں گا...... پھر شاید پانچ چھ سالوں بعد جاؤں...... پھر شاید آٹھ دس سالوں بعد...... پھر میں بوڑھا ہو جاؤں گا اور ظاہر ہے پھر میں مر جاؤں گا...... ظاہر ہے ہمیں مرنا بھی تو ہوگا نا...... شاید وہ بھی کبھی آئے اتر پردیش مجھ سے ملنے...... میں اسے اپنا گاؤں دکھاؤں گا...... لیکن سائی! یہ سب سوچتے میں رونے جیسا کیوں ہو جاتا ہوں...... اور سائی وہ ابھی گئی نہیں...... اور میں ابھی سے اسے بری طرح سے یاد کرنے لگا ہوں...... ابھی تو وہ میرے پاس ہی ہے...... اسے دیکھ کر مجھے رونا آتا ہے...... یہ اس کا آخری سمسٹر ہے...... پھر میرا بھی آخری سمسٹر آ جائے گا میں بھی چلا جاؤں گا...... مانچسٹر میں مل کر...... دنیا میں بکھر کر ہم کھو جائیں گے نا سائی......''

امرحہ گود میں ہاتھ رکھے آنکھوں کی نمی چھپانے کے لیے سر جھکائے بیٹھے اتر پردیش کے راما کو دیکھ رہی تھی۔ کوئی اندھا بھی بتا سکتا تھا کہ اس لڑکی کے چلے جانے کے بعد وہ سیدھے سیدھے مر جائے گا......

''اسے روک لو راما!'' سائی کو مشورے کی اجازت دی گئی۔

''روک لینا اتنا آسان نہیں...... وہ فرنچ ہے...... خاندان کے نام پر اس کے پاس ایک ماں اور ایک سوتیلی بہن ہے...... اس کی ماں بیلے ڈانسر رہ چکی ہے...... میرا خاندان...... میں...... میرا گھر......''

''کوئی ترکیب نکالو لیکن روک لو اسے...... وہ گئی تو تم بھی اپنی اصل حالت میں نہیں رہ پاؤ گے...... تم مر جاؤ گے راما...... اپنے زندہ رہنے کے لیے کچھ کرو......''

امرحہ ایک ٹک راما کو دیکھ رہی تھی، جس فرنچ لڑکی کی بات وہ کر رہا تھا، کافی مہینوں سے گاہے بگاہے شلوار قمیص ساڑھی، چولی میں ملبوس نظر آتی رہی تھی۔ ماتھے پر چھوٹی سی بندی بھی لگا لیتی...... ننھے سے بالوں کو چوٹی کی صورت گوندھ کے رکھنے کی کوشش کرتی۔

جس قصے کو راما بیٹھا رو رہا ہے، ایسے ہزاروں قصے مانچسٹر کی دھرتی سے شروع ہو کر ختم بھی ہو جاتے تھے۔ اور صرف خوش قسمت ہی ہوتے تھے جو آہیں اور یادیں نہیں ایک دوسرے کا ساتھ لے کر نکلتے تھے۔ مختلف ملکوں، سماجوں، روایتوں کے حامل اسٹوڈنٹس کا ایک جگہ اکٹھے ہو کر پڑھنا...... دوست بننا...... محبت میں مبتلا ہو جانا...... اور روایات کے نام پر الگ ہو جا اور پھر بڑھاپے میں آہیں بھرنا...... یہ سب کڑوی ہی سہی، لیکن حقیقت تھی۔ راما کے بارے میں سوچتے اس نے اپنی نیند گنوا لی۔ وہ اپنی بات بتائے بغیر ہی پلٹ آئی تھی۔

○......❖......○

کتابوں والے واقعے کو بمشکل چند دن ہی گزرے تھے کہ صبح وہ یونیورسٹی آئی تھی اور اپنی کلاس کے لیے جا رہی تھی کہ اس کے قریب سے گزرتی ایک لڑکی نے اسے روک لیا۔

''hey...... تمہارا جوتا بہت خوب صورت ہے...... کہاں سے لیا ہے؟''

وہی عظیم عادت تعریف پر پھول جانا...... تو وہ بھی جھٹ پھول سی گئی اور بھول ہی گئی۔

''اپنے اسٹور سے جہاں میں کام کرتی ہوں۔''

''بہت خوب صورت ہے...... اگر تمہیں برا نہ لگے تو میں پہن کر دیکھ لوں...... میں آؤں گی تمہارے اسٹور اسے لینے۔''

''ہاں ہاں کیوں نہیں......'' اس نے جھٹ جوتا اتار کر اس کے آگے کیا اور اس گلابی اسکرٹ اور گلابی گالوں والی لڑکی

نے جوتے کو پہننے کے بجائے اسے جھٹ اٹھایا اور یہ جا وہ جا۔
''ہے......(Hey)'' امرحہ حیرت زدہ سی اسے آوازیں ہی دیتی رہ گئی، لیکن وہ رکی نہ پلٹی...... لیکن رک رک کر چلتا
وئی اور اس کے پاس آ رہا تھا......
''کون......؟ بوجھیے کون......؟''
کارل اور کون......
اس کے ہاتھ میں اس کا گلابی جوتا تھا۔
''یہ آج کے دن کے لیے میرے پاس رہے گا...... تمہاری یاد دلائے گا......'' جوتا اس کے آگے لہرا کر وہ چلا گیا، ہاں وہ
ٹ دے کر تو گیا تھا کہ میں آؤں گا...... بھلے سے وہ تفصیلات دے دیتا، ہونا یہی تھا......
''اف!'' اس نے آس پاس دیکھا، بمشکل ایک جوتے سے چلتی بینچ پر بیٹھی۔ شرمندگی سی شرمندگی تھی کوئی...... یہ کارل
ں کی جان کو آ گیا تھا۔ اب ایک جوتے کے ساتھ وہ اندر جا سکتی تھی نہ باہر...... اس نے ویرا کو فون کیا، لیکن اس کا فون بند تھا
کلاس میں جا چکی ہوگی...... این اون کا بھی بند تھا، سردی کے دن تھے زمین پر پیر رکھنے کے لیے جرأت چاہیے تھی اور پھر
ں لنگڑا کر چلنا...... ناچار وہ اٹھی دوسرا جوتا بھی اُتارا اور صرف جرابوں کے ساتھ چلتی بس اسٹاپ تک آ گئی۔
اور کیا......
جی کارل...... وہ اس کے پیچھے پیچھے اس کی تصویریں لے رہا تھا...... بس آ کر ہی نہیں دے رہی تھی، وہ اسٹاپ پر صرف
ابوں کے ساتھ ننگے پیر برف پر کھڑی تھی۔ دوسرا جوتا ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا...... اس نے گھور کر کچھ دور موجود کارل کو
یکھا...... اس کے جی میں آئی کہ ہاں بس اب...... اب اسے قاتلہ بن جانا چاہیے...... اگر اب بھی نہیں بنے گی تو آخر کب
بنے گی......؟ کارل کا خون اس پر جائز تھا۔
اسے ساری زندگی اتنی کوفت اور شرمندگی نہیں ہوئی تھی جتنی یونی سے ایسے آتے اور پانچ منٹ بنا جوتوں کے ایسے
مڑے رہنے سے ہو رہی تھی۔ تیزی سے اپنی کلاس کے لیے بھاگتے اسٹوڈنٹس بھی گردنیں موڑ کر اسے دیکھنا نہیں بھول
ہے تھے۔ اور ہنس بھی تو رہے تھے...... اف
گھر آئی جوتا تبدیل کیا۔
''کیوں آ گئیں اتنی جلدی؟'' نشست گاہ میں ٹی وی دیکھتے لیڈی مہر نے پوچھا۔
''میرا جوتا......'' غصے کی شدت سے وہ اتنا ہی کہہ سکی۔
''کیا ہوا جوتے کو...... اوہ ٹوٹ گیا۔''
''ایک منحوس انسان ہے یونی میں، وہ لے گیا۔''
''وہ چیل، کوا ہے کیا۔'' وہ ہنسیں۔
''نہیں...... ڈائن۔''
''ڈائن تو فی میل نہیں ہوتی امرحہ......؟''
''وہ میل ڈائن ہے۔'' وہ نہیں بتانا چاہتی تھی یہی ہے وہ جو اس کے اور عالیان کے درمیان ایسی دوری کا باعث بنا
ہے۔ یہ بات وہ اکثر خود کو تسلی دینے کے لیے سوچ لیا کرتی تھی۔ اپنے کیے کا الزام ویرا اور کارل پر ڈال دیا کرتی تھی، جب کہ
یرا اور کارل سے زیادہ وہ خود قصوروار تھی۔
جب وہ یونی واپس آئی، اس کی پہلی کلاس ہو چکی تھی۔ باقی کی کلاسز لے کر وہ واپس جا رہی تھی کہ بندر کی طرح
بازیاں لگاتا وہ اس کے سامنے آیا۔

''یہ لو اپنا جوتا۔''

اس نے جوتا آگے کیا، جس کے گلابی چمڑے کو بلیڈ سے لمبی لمبی لکیریں دے کر کاٹ دیا گیا تھا اور اس کی جھالر سی بن گئی تھی۔ اب اس جوتے کو کسی ریسرچ کے لیے تو استعمال کیا جا سکتا تھا کہ اس کی ابتدائی شکل آخر کیا رہی ہوگی، لیکن پاؤں میں پہننے کے لیے ہرگز نہیں...... یہ ممکن ہی نہیں تھا۔

''اچھا جوتا تھا...... لیکن زیادہ قیمتی نہیں تھا...... تم مارکیٹ سے نیا لے لینا۔''

وہ تیزی سے اس سے آگے چلنے لگی، ورنہ آج اسے قاتلہ بننے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔

''تم اب تک کہاں تھیں امرحہ دی مینڈ کی...... ٹرٹرٹر...... میں کب سے ہوں اس یونی میں...... تم تب سے کیوں نہیں آئیں...... اب سوچتا ہوں تو افسوس ہوتا ہے کہ کیسے بے کار اور فضول گئے وہ سب سال...... بہت زیادہ افسوس ہوتا ہے۔ لیکن اب تو تم یہاں ہی ہونا۔ مجھے وقت کو جمع اور ضرب دینا آتا ہے، اور دیکھو، تمہاری جتنی بھی دوستیں ہیں اور بہنیں جیسا کہ میں نے سنا ہے ایشیا میں بہت بڑے بڑے خاندان ہوتے ہیں۔ یعنی جو تمہاری چھ، سات، آٹھ دس بہنیں ہیں۔ ہاں جو بالکل تم جیسی ہیں، انہیں بھی مانچسٹر بلا لو...... اسی یونی میں...... میں کچھ بھی کر کے فنڈز اکٹھے کر دوں گا، تا کہ انہیں آنے میں آسانی رہے۔ لیکن برائے مہربانی تم اپنے جیسی ایک ایک کاربن کاپی کو یہاں لے آؤ۔''

وہ اس کے ساتھ ساتھ چلتے مزے سے ایسے باتیں کر رہا تھا جیسے دونوں میں کتاب بدل دوستی ہو...... جی...... پنجاب کا دوپٹا بدل دوستی کو میں نے مانچسٹر میں کتاب بدل دوستی کا نام دے دیا ہے...... ٹھیک کیا نا۔

امرحہ رکی اور شرارے اگلتی آنکھوں سے کارل کو تاڑا......

کارل بھی رک گیا اور بہت مزے سے امرحہ کو دیکھنے لگا، پھر اپنی ناک پر انگلی رکھ لی۔

''تم ایکس مین سیریز میں کام کرتی رہی ہو کیا...... یہ دیکھو...... میری کھال جل کر پھٹ رہی ہے۔''

امرحہ نے کانوں میں ایئر فون لگایا اور میوزک تیز کر دیا۔ کارل کا قہقہہ اس کی پشت پر دیر تک فضا میں منتشر رہا۔

گھر واپسی پر بس میں بیٹھ کر اس نے ایسے دانت پر دانت جمائے جیسے ان دانتوں تلے کارل کی گردن ہو...... آہ تھو...... کیا سوچ رہی تھی وہ......

کاش میں بھی کارل جیسی ہوتی یا ویرا جیسی، پھر اینٹ کا جواب پتھر سے دیتی...... دوبدو جنگ ہوتی۔

''اللہ جی میرے بھی ذہن میں کوئی ترکیب ڈال دیں کہ اس کارل، فال، شال کو ہی سب عطا کیا ہوا ہے۔''

کارل عالیان سے متعلق دھمکی دے کر تقریباً غائب ہی ہو گیا تھا۔ شاید وہ عالیان کو ڈھونڈ تا رہا تھا اور جب عالیان واپس آ گیا تو دوبارہ امرحہ سے اس کا ٹکراؤ نہیں ہوا تھا۔ اپنی عادت سے مجبور ہو کر وہ اسے لائبریری میں چھیڑ بیٹھا اور امرحہ نے پھر سے جیسے اسے خود کو تنگ کرنے کا عندیہ دے دیا۔

ویسے بھی اس کے بارے میں مشہور تھا کہ الٹے کام کیے بنا اسے نیند آیا کرتی تھی، نہ اس سے کھانا کھایا جاتا تھا...... اس کے انسانی ڈھانچے میں سپر اسپرنگ فکس تھے جو اسے کسی پل چین سے رہنے نہ دیتے۔ یہ اسپرنگ اس قدر کارآمد تھے کہ دس قدم انسانوں کی طرح چلنے کے بعد وہ گیارہویں قدم پر چھلانگ یا چھلانگ نما چال ضرور اپنا لیتا۔

آتے جاتے اسٹوڈنٹس کے ہاتھوں سے کھانے کی چیزیں اچک لینا تو اس کے بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کا کام تھا۔ یعنی دو ہاتھوں سے برگر پکڑے، منہ کھولے کھانے والا ایک بڑی سی مزے دار سی بائیٹ لینے کے چکروں میں ہے اور جب کترتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ برگر تو ہاتھ میں رہا ہی نہیں...... عینی شاہدین برگر شکار کی طرف ہنس کر دیکھتے ہیں اور اشارے سے بتاتے ہیں۔

''کارل!''

اب برگر شکار کارل کو بمشکل ڈھونڈتا اس کے پاس جاتا ہے اور اسے شرم دلاتا ہے، تو الٹا کارل اسے انتظامیہ کے پاس جانے کی دھمکی دیتا ہے کہ آخر ایک بزنس اسٹوڈنٹ پر ایسا گھٹیا الزام کیسے لگایا جاسکتا ہے، آخر کیسے۔

رات کو ویرا آئی اپنی ہنسی دباتی۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے موبائل اس کے آگے کیا، وہاں اس کی بس اسٹاپ پر ننگے پیروں کھڑی کی تصویر تھی اور عنوان لکھا ایسے تھا۔

"مانچسٹر میں سو سالہ سردی کا ریکارڈ ٹوٹنے پر دور جدید کی نیلسن منڈیلا کا ننگے پیروں احتجاج۔"

ویرا کارپٹ پر پیٹ پکڑے افغان بلی کی طرح لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔ ہنسی کی زیادتی کی وجہ سے اس سے بات بھی نہیں کی جا رہی تھی۔ تھپڑ کھانے کے بعد آج وہ اس کے کمرے میں آئی تھی اور ایسے لوٹ پوٹ ہو رہی تھی...... امرحہ ویرا کو دیکھ رہی تھی۔

شاید واقعی آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے...... کارل پھر سے پہلے جیسا کارل بن گیا تھا تو عالیان بھی پہلے جیسا ہو ہی جائے گا۔

امرحہ موبائل ہاتھ میں لے کر بیٹھ گئی اور بس بیٹھی ہی رہ گئی۔ کارل نے آدھی یونی کو اپنے فیس بک اکاؤنٹ میں اس کی موویر پر ٹیگ کر دیا تھا۔ امرحہ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ آدھی یونی کے خیالات اس نادر و نایاب تصویر کے نیچے پڑھتی۔ اپنی ہی مضحکہ خیز تصویر دیکھ کر ہی اس کی آنکھوں میں مرچیں سی بھر گئی تھیں۔ اسے رونا بھی آ رہا تھا اور ویرا کو دیکھ دیکھ کر ہنسی بھی۔

ویرا پاگل ہوئی جا رہی تھی...... وہ زندگی سے بھرپور غبارے چھوڑ اور پھوڑ رہی تھی۔ چینی پریڈ کے بعد سے امرحہ مسکرا نہیں سکی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اب وہ تاعمر نہیں ہنس سکے گی۔ لیکن ویرا کی ہنسی جیسے اسے اشارے دے رہی تھی کہ "سب ٹھیک ہو جائے گا پیاری...... ایک نہ ایک دن آخر سب ٹھیک ہو ہی جاتا ہے۔"

"تم جانتی ہو، مانچسٹر نے تمہیں کیا تحفہ دیا ہے۔" اپنی ہنسی کی چھکڑ ریل کو بمشکل روک کر ویرا بول پائی۔

"کارل...... تمہیں کارل سے نوازا گیا ہے۔ خوش قسمت ہو تم۔"

کھلی کھڑکی سے آتی ٹھنڈی ہوا نے امرحہ کو اپنی موجودگی کا احساس دلایا...... اب...... ہاں اب...... اسے یہ ہوا نرم لگی...... سرگوشیاں کرتی...... اس کے دل کو تھوڑا قرار سا آیا...... سکون کی ایک لہر اٹھی۔

"مانچسٹر یونی میں تعلیمی دور سے متعلق جو ڈائریز ہم لکھ رہے ہیں نا امرحہ! وہ سب ایک طرف ہوں گی، لیکن جو تمہاری اسٹوڈنٹ ڈائری میں رقم ہوں گی نا وہ نوبل پرائز وننگ ہوں گی۔ تم اپنے پوتے، پوتیوں کو ہنسا ہنسا کر مار ڈالو گی۔ کس طرح کی یادوں سے تم مالا مال ہو چکی ہو۔ کتنی خوش قسمت ہو نا تم...... مقناطیس کی طرح اپنی طرف کھینچتی ہو کہ آؤ...... مجھے ستاؤ، رلاؤ۔"

ہنستے ہنستے ویرا کو پھندا لگ گیا تو امرحہ نے جھک کر اس کی کمر میں زوردار گھونسا مارا...... ویرا منہ کھول کر حیرت سے اسے دیکھنے لگی کہ کیوں مارا، وہ بھی اتنی زور سے......

"کچھ تمہاری ڈائری میں بھی لکھا جانا چاہیے تھا۔ میں تمہارے پوتے، پوتیوں کو بور ہوتے نہیں دیکھ سکتی۔" امرحہ نے معصومیت سے کہا۔ ویرا نے اس کے بال مٹھیوں میں بھر لیے اور اس کے سر کو جھٹکے دینے لگی۔ یہی کام امرحہ نے کیا۔

دونوں کارپٹ پر لوٹ پوٹ گتھم گتھا ہو گئیں۔

"میرے پوتے، پوتیاں بور نہیں ہوں گے۔ میں انہیں تمہارے قصے سنا سنا ہنسا، ہنسا کر خوش گفتار گرینڈ مدر ہونے کا خطاب حاصل کر لوں گی۔ وہ ہر وقت میرے ساتھ چپکے رہا کریں گے کہ گرینڈ ماں پلیز اس امرحہ دی لاسٹ ڈک کی باتیں سنائیں نا، جو لاہور والوں کو چھوڑ کر مانچسٹر والوں کو ستانے آئی تھی۔"

''میں بھی تمہارے قصے سنایا کروں گی Ginger Ball فکر نہ کرو۔''

O......❖......O

''مانچسٹر کے راج ہنس! تم نے مسکرانا کم کر دیا ہے یا کفایت کر رہی ہو؟'' دادا پوچھ رہے تھے۔ بہت بار پوچھ چکے تھے۔

''تھک جاتی ہوں...... مشکل ہو گئی ہے زندگی......''

''کیا مشکل ہے؟''

''بہت کچھ مشکل ہو گیا ہے۔'' وہ دادا کو بتا نہ سکی کہ کیا مشکل ہے۔

''اگر مجھے نہیں بتا سکتیں تو سائی تو ہے نا۔''

''آپ سائی سے پہلے ہیں میرے لیے دادا۔''

''پھر بھی...... کچھ رشتے کتنے بھی قریبی ہوں، ان سے سب نہیں کہا جا سکتا۔''

دادا ٹھیک کہہ رہے تھے۔ عالیان کی بات کو لے کر وہ سائی کے پاس ہی گئی تھی۔

''تمہاری اماں اور دادی دانیہ کی شادی کرنا چاہتے ہیں، لیکن تمہارے ماموں نہیں مان رہے، کہتے ہیں شادی بہت دھوم دھام سے ہو گی، ابھی تم لوگوں کے حالات ٹھیک نہیں ہیں۔''

''یہ کیا بات کی انہوں نے دادا؟''

''یہی تو میں نے کہا تمہاری اماں سے کہ پوچھو اپنے بھائی سے، ہم کیا بھوکے مر رہے ہیں۔ آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو رہا ہے۔ واجد کا اسٹور ٹھیک ہو رہا ہے۔ وہ تمہارے دیے قرض کو جمع کر رہا ہے۔ خاندان کی ایک تقریب میں اس نے کسی سے کہہ دیا تھا کہ وہ شادی میں فضول خرچی نہیں کرے گا...... تمہارے ماموں کو اس بات کی خبر ہو گئی۔''

''بابا کیا کہتے ہیں دادا؟''

''واجد کا کہنا ہے کہ اس کے پاس ضائع کرنے کے لیے فضول پیسے ہیں ہی نہیں، پہلے کی بات اور تھی، اب جو کچھ جڑا تھا، وہ سب کاروبار میں لگ گیا۔ واجد نے برا وقت دیکھا ہے۔ کسی نے اس برے وقت میں اس کا ساتھ نہیں دیا۔ خاندان میں کسی نے قرض کے نام پر چند ہزار بھی نہیں دیئے۔ واجد بہت بددل سا ہو گیا ہے سب سے۔ مشکل ہے یہ منگنی رہے۔ واجد نے تو دانیہ سے یہ تک کہہ دیا ہے کہ وہ پڑھنے کے لیے تمہارے پاس چلی جائے۔ ہوتی رہے گی شادی سال دو سال میں......

امرحہ، واجد کہہ رہا تھا کہ اس کا وہی سکہ اس کے کام آیا، جسے اس نے اور خاندان والوں نے کھوٹا سمجھ لیا تھا۔ بہت یاد کرتا ہے تمہیں...... بار بار میرے پاس آتا ہے...... کہتا ہے تمہارے ساتھ بہت زیادتی ہوتی رہی۔''

امرحہ کی آنکھیں نم ہو گئیں...... ''تو بابا کو احساس ہو گیا...... دانیہ کیا کہتی ہے دادا۔''

''صاف کہہ دیا ہے اس نے مر جاؤں گی کسی دوسرے ملک نہیں جاؤں گی۔ وہاں پڑھو بھی کام بھی کرو، کیا ضرورت ہے اتنے وبال پالنے کی، مجھے کون سا منسٹر بننا ہے کسی ملک کا۔ یا فون پر لگی رہتی ہے یا سوتی رہتی ہے۔ اتنی آرام دہ زندگی چھوڑنے کی اسے کیا ضرورت ہے بھلا۔''

آرام دہ زندگی تو امرحہ کی تھی۔ زندگی کی روح کام ہے...... صرف کام...... چلتے رہنا...... حرکت میں رہنا...... علم کے کام میں مصروف...... عمل کے کام میں مصروف...... اتنی سی زندگی میں انسان کے پاس اتنا وقت ہی کہاں ہے کہ ضائع کرے پھرے...... سو کر...... رو کر یا موج مستی میں۔

یہ زندگی انسان کو بھلائی کے کام کرنے کے لیے عطا کی گئی ہے۔ خیر اکٹھا کرنے کے لیے، اسے کھیل تماشے کی نذر نہیں کیا جا سکتا۔ شفاف، میٹھا پانی بھی ٹھہر جائے تو بدبو دینے لگتا ہے۔ کیچڑ میں بدل جاتا ہے، انسان کیوں کر خود کو ٹھہرا کر برباد کرے

سکتا ہے۔ کائنات کی ہر شے...... ہر شے ہمہ وقت حرکت میں ہے اور تا قیامت رہے گی۔ انسان ساکن ہو کر گناہ کبیرہ کا مرتکب کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ تو انسانی رتبے کے منافی ہے۔ سراسر منافی۔

''ہنستی رہا کرو امرحہ! تمہاری خاموشیاں اتنی گہری کیوں ہوتی جا رہی ہیں؟'' دادا کو ایک بس اس کی ہی فکر تھی۔

امرحہ نے دادا کو ہنس کر دکھا دیا۔ ٹھیک اسی وقت کارل اس کے قریب سے استہزائیہ ہنس کر گزرا...... اس کا انداز ایسا تھا جیسے کہہ رہا ہو...... بہت ہنسی آ رہی ہے...... ابھی تمہاری یہ ہنسی بھی غائب کرتا ہوں۔ مسئلہ ہی کوئی نہیں۔

امرحہ کو جیسے آگ ہی لگ گئی۔ دادا کو اس نے خدا حافظ کہا اور سائی کے پاس آئی۔ جوتے والے قصے کے بعد اس نے لاکھ ذہن لڑایا، لیکن کارل کو مزا چکھانے کی کوئی ایک بھی ترکیب نہیں سوچ سکی۔

''مجھے مشورہ دو۔'' سائی کو ساری بات سنا کر اس نے مشورہ مانگا۔

''تھوڑا بہت بدلہ تو جم سے بھی لیا جا سکتا ہے۔'' سائی ہنسنے لگا۔

''ہنستے ہوئے تم بالکل میرے دادا جی جیسے لگتے ہو۔''

''کیا تمہارے دادا میرے جیسے جوان ہیں یا میں ان جتنا بوڑھا ہوں۔''

''ہنستے ہوئے تم ان جیسے معصوم اور سادہ لگتے ہو۔'' مسکرا کر کہا پھر ہونٹ سکیڑے۔ وہ سائی کے مشورے کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ آخر اسے جم کا خیال کیوں نہیں آیا۔ گو اینٹ کا جواب پتھر تو ہر گز نہیں تھا، لیکن اینٹ کا جواب کچھ تو تھا، وہ بھی صرف پانچ پونڈ میں۔

امرحہ جم کے پاس جائے، پہلے ہمیں اس کی تاریخ تک جانا چاہیے۔

تو جم کی تاریخ کچھ یوں ہے کہ وہ اکثر کلاس میں اُونگھتا ہوا پایا جاتا تھا۔ اب پوری یونی میں وہ اکیلا تو نہیں تھا جو یہ کرتا تھا۔ کم و بیش یونی کا ایک ایک اسٹوڈنٹ اپنے پورے تعلیمی سال میں چالیس سے پچاس بار اس عظیم سانحے سے ضرور گزرتا...... کچھ اس سانحے سے زیادہ گزرتے...... کچھ کم، لیکن فیض یاب سب ہی ہوتے۔

کچھ کلاس میں اُونگھتے پائے جاتے۔ کچھ ہر جگہ اور بہت سے کسی بھی جگہ...... مطلب کسی بھی جگہ...... سمجھ جائیں بس......

آپ بس میں بیٹھے ہیں، آنکھ کھلی۔

''اوہ میں تو بہت آگے آ گیا۔'' جلدی سے بس بدلی...... بس چلی...... آنکھ پھر سے لگی۔

''اف میں تو بہت پیچھے آ گیا۔'' پہلا لیکچر گیا۔

اور......

جولی کافی لینے گئی ہے۔ جولی واپس نہیں آئی۔ جولی کے کافی مگ جو بعد ازاں ایک ہوش مند رحم دل اسٹوڈنٹ نے صرف اس خیال سے اٹھا لیے ہیں کہ کافی ٹھنڈی ہو کر بے کار ہو جائے گی اور جولی کو سوتے سے اٹھا دینا تو بالکل بھی مناسب نہیں ہے...... بے چاری سو ہی تو رہی ہے نا اور سوتے ہوئے کتنی پیاری بھی تو لگ رہی ہے۔ خیر جولی کینٹین کاؤنٹر پر سر رکھے اونگھ رہی ہے اور کاؤنٹر مین اس پر پانی کے چھینٹے بھی مار چکا ہے۔ لیکن جولی بدستور اونگھ رہی ہے۔ کاؤنٹر کی طرف آتے کسی مہربان نے اس کے کھلے منہ کی تصویر لے کر The Tab بھیج دی ہے۔

یعنی یونی کے باغوں میں، درختوں تلے، کلاس کے دوران، کوریڈور میں، باتھ رومز، واش رومز، ٹیوب، بارز، کیفے، ریسٹورنٹ، لائبریری میں تو خاص کر اور کینٹین میں تو ضرور ہی...... کون تھا جو منہ کھول کر اونگھتا پایا نہیں جاتا تھا۔ ایگزامز کے دنوں میں تو ٹیبل اور کرسیوں کے نیچے بھی، اور تو اور کوڑا دان کی آڑ میں چھپ کر بھی۔

جب کوئی اس اونگھ سے محفوظ نہیں تھا تو سزا صرف ایک جم کو ہی کیوں...... اور وہ تو تھا بھی دوسری قسم والوں میں سے۔

پہلی قسم آنکھیں بند کر کے قدرتی اونگھ لینے والی...... دوسری قسم آنکھیں کھول کر خود پر جبر کر کے غیر قدرتی اونگھ لینے والی......دوسری قسم میں وہ لوگ شامل ہیں جو اپنے تعلیمی ریکارڈ کو بہتر بنانے کے لیے اور ایک اچھے اسٹوڈنٹ کا خطاب پانے کے لیے آنکھیں میچ کر نہیں، کھول کر سوتے ہیں۔ جی ہاں...... ایسا ممکن ہے۔

مارٹن لائبریری سے کتابیں ایشو کروا رہا ہے۔

''برائے مہربانی ذرا جلدی کریں اور مجھے یہ ایشو کر دیں۔'' ہاتھ کو کتابوں پر رکھتے ہوئے۔

''یہ میرا ہاتھ ہے۔'' لائبریرین۔

''اوہ...... میں مذاق کر رہا تھا۔'' آنکھیں مسل کر۔

''یہ رہیں میری تین کتابیں...... انہیں ایشو کر دیں۔''

''معذرت کے ساتھ...... یہ لائبریری کی ملکیت ہے...... ہم اپنے زیرِ استعمال کمپیوٹر اور دیگر مشین ایشو نہیں کر سکتے۔ آپ کو صرف کتابیں ہی ایشو کی جا سکتی ہیں۔''

''اوہ...... آپ سمجھے نہیں، میں آپ کو ہنسانا چاہ رہا تھا۔'' مزید سختی سے آنکھیں مسلتے ہوئے۔

''ویل...... تمہارے جیسے، دو تین پہلے ہی مجھے بہت ہنسا گئے ہیں۔ مجھ میں مزید سکت نہیں رہی ہنسنے کی...... اب یہ کام تم اپنے پروفیسرز اور یونی ڈین کے ساتھ جا کر کرو۔''

''آپ برا مان گئے، میرا مقصد تو محض تفریح تھا۔''

''میں اس طرف دائیں رخ کھڑا ہوں اور میرے کافی مگ پر سے بھی ہاتھ اٹھا لو...... یہ بھی ایشو نہیں ہوگا۔''

اب جیکب لائبریری آیا ہے۔

''مجھے میری مطلوبہ کتابیں نہیں مل رہیں۔''

''ملیں گی بھی کیسے...... ہم کینٹین میں کتابیں نہیں رکھتے...... ڈین کا آرڈر نہیں ہے نا۔''

اور اب زونی کینٹین گئی ہے۔

''ایک ونیلا کوک...... نہیں...... میرا خیال ہے مجھے کریم کافی لے لینی چاہیے۔ ایک کریم کافی۔''

''ٹھیک ہے...... کتابوں کی الماریوں میں ڈھونڈ لو...... دو ونیلا کوک اور ایک کریم کافی میرے لیے بھی۔''

اور......

جانسن اپنے دوست کی کمر میں زوردار گھونسا مار کر کہتا ہے۔

''تم نے مجھ سے بیس پونڈ لیے تھے، میرے مرنے کے بعد واپس کرنے کا ارادہ ہے؟''

''نہیں...... ایگزامز میں تمہارے پیپرز چیک کرنے کے بعد......'' پروفیسر ولیم کی آواز گونجتی ہے...... کوریڈور جو پروفیسر کو گھونسا پڑنے پر ساکت سا ہو گیا ہے۔ فلک شگاف قہقہوں سے گونج اٹھتا ہے...... اوہ بے چارے جانسن کا اب کیا ہوگا...... خدا پوچھے اس نیند سے۔

تو ہمارا جم ان دوسری قسم والوں میں سے تھا...... بے چارا...... پروفیسر کا ماننا تھا کہ وہ رات بھر آوارہ گردی کرتا ہے اور پھر ان ہی کی کلاس میں ایسے اونگھتا ہے، جیسے ان کا لیکچر اس قابل ہی نہیں کہ اسے سنا جائے۔ یہ تو سراسر بے عزتی ہوئی نا۔ جب کہ جم جاب کرتا تھا اور رات گئے تک پڑھتا تھا۔ آوارہ گردی کا تو اس کے پاس وقت ہی نہیں تھا۔ ایسے میں بے چارہ کبھی کبھار کلاس میں اونگھنے لگتا تھا۔

اسی معاملے کو لے کر دونوں کے درمیان سرد جنگ سی شروع ہو گئی۔ اب وہ مکمل ہوش و حواس میں بھی ہے تو پروفیسر پار کرا سے ایسے دیکھتے ہیں جیسے کہتے ہوں۔

"ہاں...... ہاں اونگھ لو جم چوزے...... میں لوری ہی تو سنا رہا ہوں...... چلو دیر نہ کرو اور اونگھ لو۔"

اس خاموش، سرد طنزیہ جنگ سے تنگ، آ کر ایک دن جم باقاعدہ خراٹے لے کر اونگھنے لگا۔ اسے جھنجھوڑنے کے بعد پروفیسر پارکر نے اسے جن نظروں سے دیکھا۔ اس کا جی چاہا کہ گریجویشن کرنے کے اپنے خواب کو آگ لگائے اور گھر چلا جائے۔ لیکن پھر اس نے ہمت کی اور اپنے اور پروفیسر کے درمیان کی سرد جنگ کو ختم کرنا چاہا، لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا...... پھر اس نے ایک عملی صورت اختیار کی کہ پروفیسر کو سمجھا سکے کہ ایسی طنزیہ اور سرد جنگ ایک اسٹوڈنٹ کے ساتھ رواں رکھنے سے کتنی تکلیف ہوتی ہے۔

اس نے پورے پانچ دن پروفیسر کو دیکھنے میں گزارے۔

پروفیسر پارکر کوریڈورز سے گزر رہے ہیں۔ اپنی کلاس لینے جا رہے ہیں، جم ایک ہاتھ کا فاصلہ رکھے ان کے ساتھ ساتھ چلتے انہیں اس افریقی قبائلی کی طرح دیکھ رہا ہے جو یورپ کی گوری میموں کو دیکھ کر منہ بند کرنا اور آنکھیں جھپکنا بھول جاتا ہے۔

جم مکمل سنجیدہ ہے...... جم خاموش گھور رہا ہے۔

"What" پروفیسر پارکر چلا کر پوچھ رہے ہیں۔

نو جواب...... بس گھورنا...... مسلسل گھورنا۔

پروفیسر کلاس سے باہر آ رہے ہیں، جم ساتھ ساتھ...... گھورنا جاری...... گردن کا زاویہ ایک سا...... جیسے شکنجے میں کس دیا گیا ہو، عین پروفیسر کے منہ کی سمت، نہ کم ادھر نہ زیادہ اُدھر۔

پروفیسر اپنے آفس میں بند، آفس کے باہر جم کھڑا ہے۔ پروفیسر اگلی کلاس کے لیے آفس سے باہر...... جم ساتھ...... خاموشی سے...... استقامت سے۔

پروفیسر جلدی سے گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی بھگا لے گئے ہیں۔ اگلے دن پارکنگ میں جم پھر سے موجود ہے۔ گردن کا ٹھیک وہی زاویہ، نہ کم نہ زیادہ...... بالکل زومبی کی طرح۔

پروفیسر پارکر نے انتظامیہ سے رابطہ کیا...... انتظامیہ نے جم سے۔

"وہ میرے پروفیسر ہیں، مجھے ان سے پیار ہے، میں انہیں دیکھ سکتا ہوں، یہ کوئی قابلِ اعتراض بات یا جرم نہیں ہے۔"

"واقعی یہ کوئی جرم نہیں تھا۔" انتظامیہ ٹھنڈا سانس بھر کر رہ گئی۔ پروفیسر نے دو دن کی چھٹی لی...... تیسرے دن آئے...... جم پھر سے پارکنگ سے ان کے ساتھ۔

"کیا چاہتے ہو مجھ سے تم؟" پروفیسر پارکر کے اعصاب جواب دے چکے ہیں۔

جم خاموش...... گھورنا جاری...... ان کے ساتھ ساتھ...... سائے کی طرح...... خدا ایسی کڑی آزمائش سے بچائے......

دنوں میں پروفیسر پارکر اور جم یونی میں مشہور ہو گئے۔ مختلف ڈیپارٹمنٹس سے اسٹوڈنٹس آ رہے ہیں، یہ تماشا دیکھ رہے ہیں، تصویریں لے رہے ہیں۔ ویڈیو بنا رہے ہیں۔ گروپ کی صورت اسے زیرِ بحث لا کر قہقہے لگا رہے ہیں۔ لیکن جم خاموش ہے۔ سنجیدہ ہے اور اپنے کام کے ساتھ پورا پورا انصاف کر رہا ہے۔

تو کوئی ہفتے بعد جم نے پروفیسر پارکر کی جان چھوڑی...... ظاہر ہے آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ اس کے بعد پروفیسر نے کلاس میں یہ معلوم کرنے کی قطعاً کوئی کوشش نہیں کی ہو گی کہ "آخر یہ خراٹوں کی آواز آ کہاں سے رہی ہے۔"

نیا نیا جم اور پروفیسر پارکر کا واقعہ ہوا تھا تو ایک لڑکا جم کے پاس آیا اور اسے پانچ پونڈ دیے۔ "جو پروفیسر کے ساتھ کیا ہے وہی فرینڈ آف اسٹیون کے ساتھ بھی کر دو۔"

جم نے پانچ پونڈ رکھے اور ایک دن کے لیے اسٹیون کے دوست کے پیچھے بھی زومبی بن کر لگ گیا۔ آہستہ آہستہ جم کی

خدمات دوسرے اسٹوڈنٹس نے بھی حاصل کرنی شروع کر دیں تو جم نے کچھ اصول وضع کر لیے......اب جب کام کرنا ہی تھا تو ذرا طریقے سے کر لینا چاہیے تھا نا۔

ایک دن کے یونی کے صرف پانچ پونڈ......بس، ٹیوب سے شکار کے پیچھے پیچھے رہائش گاہ تک کے دس پونڈ......درمیان میں دو گھنٹے کا بریک...... رات اور چوبیس گھنٹے کے بیس پونڈ......یعنی شکار کے پیچھے پیچھے جم بازاروں، گلیوں، ریسٹورنٹس، شاپنگ سینٹر تک جائے گا......صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رکھ کر......زومبی اسٹائل میں گردن کو ایک ہی زاویے پر اکڑائے......جم از گھورنگ۔

زیادہ تر صرف یونی کا ہی پیکج لیتے......بہت کم دوسرا بیس پونڈ کا پیکج بھی لیتے۔ جم کے فن کے دوسرے رہنما اصول۔

''اسے رشوت نہیں دی جاسکتی، بے شک شکار اسے اپنا کریڈٹ کارڈ پکڑا دے یا آٹھ ہزار پونڈ ہاتھ سے دے۔''

شکار کا کوئی قصور ہونا ضروری ہے۔ معصوم لوگوں کو وہ تنگ نہیں کرے گا اور اگر بعد ازاں ثابت ہو گیا کہ شکار معصوم تھا تو اسے پانچ پونڈ دینے والے کے ساتھ وہ یہی سب مفت کرے گا۔

تو جب جم ڈیوٹی دیتا تو یونی میں قہقہے بلند ہوتے۔

''جم از آن ہز ورک (جم اپنے کام پر)''

مشن از ایبلا......ڈیپارٹمنٹ بیالوجی......عمر بیس سال......انتہائی تیز طرار بدتمیز نمک مرچ لڑکی۔ قصور......اپنی کلاس فیلو روزلین کے لمبے قد پر پھبتیاں کسنا اور اسے مسز ایفل ٹاور کے نام سے ڈیپارٹمنٹ میں مشہور کر دینا۔

ہاتھ میں پانچ پونڈ لے کر امرحہ جم کے پاس آئی۔

''کارل، بزنس ڈیپارٹمنٹ، بدتمیز، انتہائی بدتمیز، میرے ہاتھ سے کتابیں چھین کر لے گیا، پھر انہیں ضائع کر دیا۔ مجھے بھاری جرمانہ بھرنا پڑا۔ پھر میرا جوتا کاٹ دیا۔ پورے ڈیڑھ سو پونڈ کا تھا میرا جوتا۔''

ڈیڑھ سو پونڈ کے لفظ پر جم نے اسے بڑے غور سے دیکھا کہ ''ہیں! اتنے پیسے خرچ کر لیتی ہو......ہارٹ فیل نہیں ہوتا تمہارا؟''

امرحہ نے جوتے کی قیمت حسبِ زنانہ عادت بڑھا چڑھا کر بتائی تھی۔ ورنہ وہ دور دور تک اتنے کا نہیں تھا۔ اتنے کا ہوتا تو امرحہ کی پہنچ سے دور ہی رہتا نا۔

جم نے سر ہلا دیا، یعنی ''ہاں......'' ویسے امرحہ کا دل بیس پونڈ پیکج لینے کو چاہ رہا تھا۔ پر کارل پر وہ اتنے پیسے لگانا نہیں چاہتی تھی۔

''تو جم از آن ہز ورک''

اپنی دو کلاسز لینے کے بعد امرحہ کا دل کارل کا حال دیکھنے کے لیے چاہا۔ وہ اس کے ڈیپارٹمنٹ آئی تو اسے معلوم ہوا کہ اسے آرٹ اسکول کی طرف جاتے دیکھا گیا ہے۔ کارل کا آرٹ اسکول میں کیا کام، یعنی جم بھی وہیں ہوگا۔ جب وہ آرٹ اسکول داخل ہوئی تو کوریڈور میں اسے تین لوگ نظر آئے۔ کارل......جم......اور آنا......

آنا جم کی منگیتر ہے۔ اف وہ کارل تھا۔ امرحہ اسے ہرا نہیں سکتی تھی۔ منظر کچھ یوں تھا کہ جم اپنے انداز میں گردن کو کارل کی طرف فکس کیے گرد و پیش سے بے گانہ ہوئے، گھور رہا تھا اور ٹھیک جم کے ہی انداز سے کارل جم کی بھولی بھالی، سرخ گالوں والی پیاری سی منگیتر آنا کو گھور رہا تھا۔

اب جہاں جہاں آنا، وہاں وہاں کارل اور ساتھ جم۔

آتے جاتے سب اس ڈرامے کو دیکھ رہے تھے، بلکہ جاتا تو کوئی نہیں رہا تھا۔ پلٹ پلٹ کر واپس آ رہے تھے، دیکھنے کہ اس براہ راست شو کا کیا اینڈ ہوتا ہے۔ آنا خون خوار نظروں سے جم کو گھور رہی تھی، ساتھ اسے کھری کھری سنا رہی تھی بلکہ اسے

دھمکی دے رہی تھی۔

"میں نے کہا جم بند کرو، اپنی یہ فضول حرکت ابھی۔"

"جم......" کوئی ردعمل نہیں۔

"جم......اگر تم نے ابھی کے ابھی یہ سب فضولیات نہیں چھوڑیں تو میں بہت برا کر گزروں گی تمہارے ساتھ......
جم......" آنا چلائی۔

جم ہنوز اپنے کام میں مصروف۔

غصے اور شرمندگی سے آنا کے گال اور کان اور سرخ ہو گئے۔ اس نے آس پاس نظر دوڑائی، سب انہیں ہی دیکھ رہے تھے۔ جم کارل کے پیچھے پڑا تھا تو بدلے کے طور پر کارل جم کی منگیتر کے پیچھے۔

آنا نے غصے سے ابلتے ہوئے جم کے ہاتھ پر پورا زور لگا کر چٹکی بھری، پر مجال ہے جو جم نے سی بھی کی ہو۔ کہاں ملتے ہیں آج کل ایسے جانفشانی سے کام کرنے والے......

"یعنی تم میری بات نہیں مانو گے......" اب آنا بے چاری کی آواز بھیگ گئی۔

امرحہ کی قسمت ہی خراب تھی۔ اور کیا ضرورت تھی جم کو یونی میں اپنی منگیتر رکھنے کی۔ اس طرح بزنس تو نہیں ہوتے نا۔ اس کے پانچ پونڈ ضائع گئے۔ کارل کو کیا کوفت ہوتی، الٹا جم کوفت کا شکار ہو رہا ہو گا اندر ہی اندر......اب پانچ پونڈ کے لیے وہ اپنی سویٹ ہارٹ کو ناراض تو نہیں کرے گا یقیناً۔

اور پھر کوریڈور میں موجود اسٹوڈنٹس نے دیکھا کہ پندرہ، بیس منٹ تک مزید جم کو بے نقط سنانے اور نم آنکھیں رگڑنے کے بعد بھی جم کے انہماک میں فرق نہ آیا اور وہ مکمل توجہ اور ایمان داری سے ڈیوٹی ہی کرتا رہا تو آرٹ اسکول کی سب سے خوب صورت لڑکی آنا نے انگلی سے انگوٹھی اتار کر جم کی جیب میں ڈھونس دی۔

"پاپا ٹھیک کہتے تھے، تم انسان کے نام پر ایک بن مانس ہو، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

سوں سوں کرتی آنا چلی گئی۔ سب تو یہ توقع کر رہے تھے کہ آنا جم کو ایک تھپڑ سے نوازے گی، لیکن وہ تو اسے بن مانس ثابت کر کے چھوڑ ہی گئی تھی۔

امرحہ دور سے بھی دیکھ سکتی تھی کہ کارل زیر لب ہنسا ہے۔ امرحہ پاؤں پٹختی وہاں سے چلی آئی۔ کیونکہ جم آخر کار سوں سوں کرتی آنا کے پیچھے بھاگ کھڑا ہوا تھا۔

اگر دادی یہ منظر دیکھ لیتیں تو جم اور آنا کے پاس جاتیں اور کہتیں۔

"بیٹا جم! مل گیا سبق......اب اس امرحہ سے دور رہنا۔ کہو تو میں تمہیں اس کی ہسٹری شیٹ سنا دوں۔ لیکن اب کوئی فائدہ نہیں۔ تمہارے ساتھ جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا اور کافی برا ہو چکا۔"

کارل پاگلوں کی طرح ہنس رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا مانچسٹر یونی کو انگلی پر فٹ بال کی طرح گول گول گھما کر اپنی فتح کا واضح اعلان کرے اور کہے کون ہے جو مجھے زچ کر سکے، اگر کوئی ہے بھی تو وہ آئے اور اپنی سعی کر دیکھے۔

O......❖......O

مانچسٹر یونیورسٹی کی اسٹوڈنٹ سوسائٹی اور چند دوسرے ملکوں کے اسٹوڈنٹس کی سوسائٹیوں نے مقامی برطانوی خاندانوں سے ملاقات کا اہتمام کیا تھا۔ ان ملاقاتوں کا مقصد ایک دوسرے کے معاشرے، رسم و رواج، تاریخ، عادات و اطوار، رجحانات وغیرہ کے بارے میں جاننا تھا۔ ایسی ملاقاتیں قربت کا باعث بنتی ہیں۔ دوریاں کم ہوتی ہیں۔ ایک دوسرے کو براہ راست سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔

امرحہ نے اپنا نام دائم کو پہلے سے ہی دے دیا تھا اور امرحہ کو ہاں کہہ دیا گیا تھا۔ مختلف ملکوں کے اسٹوڈنٹس کا بیس رکنی

گروپ مسٹر اینڈ مسز پاؤل کے گھر پہنچ گیا جہاں پاؤل خاندان کے ساتھ دو اور خاندان موجود تھے۔ مسٹر اینڈ مسز ایڈم اور مسٹر اینڈ مسز گڈل اور ان تین خاندانوں کے چار عدد شرارتی اور ایک سیکنڈ میں ساٹھ سوال پوچھنے جیسے بچے۔

ملاقات کے لیے لان میں نشست کا انتظام کیا گیا تھا۔ لان میں کوئلے کی دو بڑی بڑی انگیٹھیاں رکھی گئی تھیں۔ ان کے اطراف نشستیں لگائی گئی تھیں۔ بھالو سے سفید کتے بھی اِدھر اُدھر گشت کر رہے تھے۔ گھر کی عمارت دھند میں لک چھپ جا رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی اور ہی جزیرے پر آ چکے ہوں۔ انہیں اتنے اچھے خیر مقدم کی توقع ہرگز نہیں تھی۔ امرحہ کے پاس صوفے پر ایک نو سالہ بچی اسکرٹ میں ملبوس بیٹھی تھی اور امرحہ حلف اٹھانے کو تیار تھی کہ بچی بہت ہی معصوم نظر آ رہی تھی۔

''تم کس نسل سے ہو؟'' یہ اس کا پہلا سوال تھا، وہ اتنی معصوم تھی۔

امرحہ نے تم کس شہر سے ہو۔ کس مذہب، کس ذات کی ہو، جیسے سوالات تو سنے تھے، یہ نسل والا سوال اس نے پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔

''میں پاکستان سے ہوں...... پاکستانی مسلمان ہوں۔'' امرحہ نے گڑبڑا کر اِدھر اُدھر دیکھا کہ کوئی اور تو ان کی گفتگو نہیں سن رہا۔ وہ کیا گھوڑا تھی جو اپنی نسل کا اتا پتا رکھتی۔

''وہ تو ٹھیک ہے، میں نے تعارف میں سن لیا تھا۔ میں نسل کا پوچھ رہی ہوں۔''

''تم کس نسل سے ہو؟'' امرحہ خاک نہ سمجھی۔ الٹا اس سے ہی پوچھ لیا۔

اس کا منہ بن گیا۔ ''میرے سوال کا جواب تو دیا ہی نہیں، میں نے ابھی اپنا ڈی این اے نہیں کروایا۔ لیکن مجھے شک ہے کہ میں ریڈ انڈین نسل سے ہوں۔''

''اوہ مجھے یاد آ گیا۔ میں بھی ریڈ انڈین نسل سے ہوں۔''

''تم نے اپنا ڈی این اے کب کروایا تھا۔ کس عمر میں؟'' بچی جو پتا نہیں کس سائنسدان کی خالہ تھی نے شک سے اسے گھورا۔

''دو سال پہلے۔''

''تم ریڈ انڈین نہیں ہو سکتیں۔'' بچی نے باقاعدہ اس کی آنکھوں کی پتلیوں میں اپنی ایکس ریز پتلیاں گاڑ کر یقین سے کہا۔

''کیوں نہیں؟''

''تم اپنی بھنوؤں کی بناوٹ دیکھو...... تم سکندر کی نسل سے ہو سکتی ہو، لیکن ریڈ انڈینز سے ہرگز نہیں، میرا مشاہدہ مجھے دھوکا نہیں دے سکتا۔''

امرحہ چکرا گئی۔ ''بھنوؤں سے کیا ہوتا ہے۔ میری رپورٹ یہی کہتی ہے کہ میں ریڈ انڈین نسل سے ہی ہوں۔''

بچی نے اپنی پتلیوں کے ایکس ریز تیز کر دیئے۔ ''تم ہو ہی نہیں سکتیں۔ میں نے بہت ریسرچ کر رکھی ہے۔ ایشیا میں ریڈ انڈینز کے جینز نہیں ملتے۔''

ماشاء اللہ جس بارے میں امرحہ پہلی بار سن رہی تھی، نو سالہ بچی اس پر تحقیق بھی کر چکی تھی۔

''بس میں تو ریڈ انڈین ہی ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ تمہاری ریسرچ کیا کہتی ہے اور تم بھول رہی ہو تمہارے بڑے سو سال تک ہندوستان رہے ہیں۔ ایسا ہونا ممکن ہے۔''

''میرے بڑے رہے ہیں، لیکن ریڈ انڈینز نہیں۔ تم مجھے اپنی رپورٹ دکھا سکتی ہو۔''

''وہ پاکستان میں ہے۔'' امرحہ کو یقین تھا کہ بچی کو ٹالنا ناممکن سا تھا۔

''تم اپنے خاندان سے کہو، تمہیں میل کر دیں۔ میں ابھی پڑھنا چاہتی ہوں۔''

''میں اپنے سب کام خود کرتی ہوں۔ اتنے معمولی سے کام کے لیے بھی میں، اپنے خاندان والوں کو زحمت دینا نہیں چاہتی۔'' امرحہ تو ایک جھوٹ بول کر پھنس گئی۔ بھلا کہہ دیتی مجھے نہیں معلوم میں کس نسل سے ہوں۔

بچی شک سے اسے دیکھتی رہی اور اگلا سوال اس کے منہ سے نکلتے دیکھ کر امرحہ نے انگلی سے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور کورین لڑکے کی طرف اشارہ کیا، جو کسی ایک مسز کی فرمائش پر اپنا دیسی گانا سنانے جا رہا تھا۔ ایڈم خاندان کا گیارہ سالہ جیری گٹار بجا رہا تھا۔ ساتھ وہ سب چائے کے ساتھ فش اینڈ چپس کا کچ پائی کھا رہے تھے۔

کورین کا گانا ختم ہوا تو انہیں ایسٹر پر نت نئے انداز سے پینٹ کیے جانے والے انڈوں کے بارے میں بتایا گیا اور ٹوکری بھر کر انڈے ان کے آگے پیش کیے گئے۔ کچھ خاندانی البمز دکھائے گئے۔ ساتھ انہیں موقع دیا گیا کہ ان کے خاندان، رہن سہن اور دیگر باتوں کے بارے میں وہ سب سوال جواب کریں۔ اس دوران ڈی این اے بچی مسلسل امرحہ کا جائزہ لیتی رہی کہ وہ کیسے ہنس رہی ہے، کیسے کھا رہی اور کس قسم کے سوالات پوچھ رہی ہے۔ اس نے چپکے سے امرحہ کی ایک تصویر بھی لے لی۔

یقیناً امرحہ کی یہ تصویر اس کی ذاتی ریسرچ گاہ۔ اس کے اساتذہ اور اس جیسے ہی دوسرے بچوں کے سامنے پیش ہوگی کہ معلوم کیا جائے کہ یہ لڑکی ریڈ انڈین امریکن ہے۔ آسٹریلین یا ریڈ انڈینز افریقن ...... ہے بھی کہ نہیں۔

بنگالی مالا سے لوک کہانی سننے کی فرمائش کی گئی اور اس نے سنا دی۔ امرحہ کو اپنی فکر لگ گئی۔ یہ برطانوی لوگوں کو آخر کہانیوں کا اتنا شوق کیوں ہوتا ہے۔ ہمارے بچے بھی اتنے شوق سے نہیں سنتے جتنے شوق سے ان کے بڑے بوڑھے سنتے ہیں۔ لوک کہانی تو امرحہ کو بالکل ہی نہیں آتی۔ کبھی اس کے گھر میں ایسی باتوں کا تردد ہی نہیں کیا گیا تھا۔ وہاں تو سب ادھر والوں کی باتیں، اُدھر والوں کی باتیں، فلاں کی شادی، فلاں کا رشتہ، فلاں کپڑے جوتے، یہ وہ...... سب بے کار کی باتیں ہوتی تھیں۔ اسے یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ پنجاب کی لوک کہانیاں ہیں، کون کون سی۔

تھوڑی سی دیر کے لیے ایک طرف کونے میں ہو کر اس نے دادا کو فون کیا۔

''تم ہیر رانجھا سنا دینا۔'' دادا نے مشورہ دیا۔

یہ تو اسے خیال ہی نہیں آیا تھا۔ اس نے فلم دیکھی تھی، اسے کہانی یاد تھی، لیکن اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔ انہیں لوک کہانی سے زیادہ صوفی ازم میں دلچسپی تھی اور وہ امرحہ سے مختلف صوفی بزرگوں کے بارے میں سوالات کرنے لگے۔ ساتھ ساتھ انہوں نے دیسی کھانوں کے بارے میں معلومات لیں۔

''سنا ہے...... ہندوستان میں زبردستی شادیاں کروا دی جاتی ہیں۔'' مسز ایڈم نے پوچھا۔

''میں ہندوستانی نہیں، پاکستانی ہوں۔'' امرحہ بڑی جز بز ہوئی۔

مسز ایڈم ہنسنے لگی۔ ''تم سب پاکستانی انڈین ہندوستانی کہلائے جانے پر اتنا چڑتے کیوں ہو۔ ہندوستانی سے مراد ہماری برصغیر ہوتا ہے۔ تم لوگ ہمیں یورپین کہتے ہو، ہمیں امریکی کہتے ہو، ہم نہیں چڑتے۔ ہندوستان سے مراد ایک خطہ ہے جو بلاشبہ تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ جسے یورپ میں ''جادونگری'' کہا جاتا ہے۔ میرے رشتے کے چچا جب اپنے کاروبار میں دیوالیہ ہو گئے تو انہوں نے ہندوستان کا سفر کیا۔ پہلے وہ بنارس گئے اور پھر سندھ...... واپسی پر ان کا کہنا تھا کہ ان شہروں کے سفر نے انہیں پاگل ہونے سے بچا لیا۔ بنارس میں وہ سادھوؤں کے ساتھ وقت گزارتے رہے اور سندھ میں پیروں، فقیروں کے ساتھ۔''

امرحہ خاموش ہو گئی اور مسز ایڈم کے پوچھے گئے سوال کے بارے میں سوچنے لگی۔ امرحہ کو ڈر تھا کہ اس سے یہ سوال پوچھا جائے گا اور وہ پوچھ لیا گیا۔

''ایسا نہیں ہے۔ جہاں تعلیم اور سوچ کی کمی ہے۔ وہاں یہ سب ہوتا ہے، اسلام نے تو سختی سے لڑکا لڑکی کی مرضی پوچھنے

کا حکم دیا ہے۔ معاملہ کوئی بھی ہو اسلام جبر کا مخالف ہے۔ جبر کی کوئی گنجائش نہیں اسلام میں۔"

"اور یہ جو غیرت کے نام پر قتل کیے جاتے ہیں۔ لندن میں ایک پاکستانی لڑکی کو اس کے باپ اور بھائی نے مار کر تہ خانے میں دبا دیا تھا۔" مسز ایڈم بولیں۔

امرحہ کے ہونٹ خشک ہو گئے۔

"جس نے ایک انسان کا قتل کیا، وہ کل انسانیت کا قاتل ہے۔ اسلام ہمیں یہ سبق دیتا ہے۔ زور زبردستی کی کوئی گنجائش نہیں، تو قتل کی کیسے ہوگی، وجہ کچھ بھی ہو جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ اسلام کے دائرے سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ یہ ان کے ذہنی جنون ہیں، ہمارا مذہب، ہمارا قانون، ہمارا معاشرہ نہ اس کی اجازت دیتا ہے، نہ ہی تعلیم، یہ اپنے گناہوں کے خود ذمہ دار ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ یہ خود کو مسلمان کہلواتے ہیں، ایک اچھا مسلمان ہر حال میں وہی کرتا ہے...... جو چودہ سو سال پہلے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کیا۔ نہ کم نہ زیادہ، ٹھیک ٹھیک وہی۔ ہم سب بھی ایسے لوگوں کو اتنا ہی ناپسند کرتے ہیں، جتنا آپ لوگ کرتے ہیں۔"

سب اس کی باتوں کو بغور سنجیدگی سے سنتے رہے اور سر ہلاتے رہے۔

باری باری پھر سب کے خاندانوں کے بارے میں پوچھا گیا۔

"یعنی تمہارے وہاں ابھی بھی خاندان بڑے ہی ہوتے ہیں۔ گڈ...... کیا گھر بھی بڑے بڑے ہوتے ہیں رہنے کے لیے؟" امرحہ نے اپنے خاندان کے بارے میں بتایا تو اس سے پوچھا گیا۔

امرحہ گڑبڑا گئی، یعنی کچھ کنبے جتنے زیادہ بڑے تھے۔ گھر اتنے ہی چھوٹے تھے۔ ان کے اس سوال کا مقصد طنز نہیں تھا۔ وہ صرف یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کیا لوگوں کے پاس اتنے وسائل ہوتے ہیں کہ وہ بڑے کنبے بنا کر انہیں پال بھی لیتے ہیں۔

امرحہ کہاں سے چھوڑتی اور کہاں سے بتاتی، ان کے گھر صفائی کرنے والی آپا کے گیارہ بچے تھے اور وہ ایک کمرے کے کرائے کے گھر میں رہتی تھیں۔

دادا کے ایک دوست کے سات شادی شدہ بیٹے جو پانچ کمروں کے ایک گھر میں رہتے تھے۔

"سب مل جل کر رہنا پسند کرتے ہیں۔" سو باتوں کی ایک بات امرحہ نے کر دی۔

"اگر کسی خاندان میں چار پانچ، بیٹے ہوں تو کیا وہ ایک ہی گھر میں ہمیشہ رہیں گے۔"

"گھر کی سربراہ ماں پانچوں بیٹوں کو ایک ہی گھر میں اپنے پاس رکھنا چاہیں گی۔"

"ایک ہی گھر میں...... پانچوں کو ان کی بیویوں اور بچوں کو؟"

"جی سب کو...... اگر ان میں سے کوئی ایک بھی کسی وجہ سے کہیں الگ رہائش اختیار کرنا چاہے گا تو والدہ رو، رو کر اپنا برا حال کر لیں گی۔"

"کیوں، وہ روئیں گی کیوں؟" تینوں خواتین نے مشترکہ Aww کیا۔

"وہ کسی ایک کو بھی خود سے جدا نہیں کرنا چاہیں گی۔"

"بچے بڑے ہو جائیں، خاص کر ان کی شادی ہو جائے تو انہیں الگ زندگی شروع کرنی ہی ہوتی ہے۔ ہر ایک کو پرائیوسی چاہیے ہوتی ہے۔ یو نو پرسنل اسپیس۔"

"کیا بات کر رہی تھیں مسز گِڈل......" امرحہ ٹھنڈا سانس بھر کر رہ گئی۔ "پاکستانی مائیں کیا جانیں، پرسنل اسپیس یا پرائیوسی...... انہیں تو اپنے لال اپنی آنکھوں کے آگے چاہئیں بس۔"

"بس وہ انہیں اتنا پیار کرتی ہیں کہ ان کے بغیر ایک پل بھی نہیں رہنا چاہتیں۔"

"اور بیٹے...... وہ کیا کہتے ہیں؟" مشترکہ Aww کے بعد پوچھا گیا۔

''بیٹے بھی وہی چاہتے ہیں جو ماں جی چاہتی ہیں۔''

Aww تینوں خواتین اپنی نم آنکھیں صاف کرنے لگیں۔ وہ پاکستانی مشترکہ خاندانی نظام سے متاثر نظر آ رہی تھیں۔

امرحہ انہیں دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ کے کرداروں کے بارے میں مزید بتانے لگی کہ کیسے وہ بچوں کی تربیت کی ذمہ داری اپنے سر لے لیتے ہیں اور خاندان کو جوڑے رکھنے میں سب سے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

''اسی لیے مشرقی لوگ جو مغرب کا سفر کرتے ہیں تو اپنے گھروں کو یاد کر کے روتے ہیں۔'' مسز ایڈم ٹشو سے آنکھیں رگڑنے لگیں۔

امرحہ ترچھی نظروں سے تینوں خواتین کو دیکھتی رہی۔ اس نے یہاں اپنی بہترین پرفارمنس دی تھی۔ ڈی این اے بچی خاموشی سے امرحہ کے پاس بیٹھی اسے ہمہ تن گوش سن رہی تھی۔ امرحہ کو صرف ایک اس بچی سے ڈر تھا کہ کہیں وہ اسے غلط ثابت نہ کر دے۔

''تم اپنے گھر کو یاد کر کے روتی ہو؟'' ڈی این اے بچی نے پوچھا۔

اب امرحہ اسے کیا بتاتی کہ اسے تو اس خیال سے ہی رونا آ جاتا تھا کہ اسے کبھی تو واپس گھر جانا ہی ہے۔

''نہیں...... ابھی مجھ پر یہ نوبت نہیں آئی۔''

''پاکستانیوں کی کوئی ایک بڑی خوبی بتاؤ؟''

''ہم بدترین حالات میں بھی زندہ رہنا جانتے ہیں۔'' امرحہ نے تجزیہ کر کے، سوچ کر کہا۔

ڈی این نے سر ہلانے لگی۔

''مانچسٹر والوں کی کوئی ایک بڑی خوبی بتاؤ؟'' امرحہ نے پوچھا۔

''ہم بدترین حالات کو بدلنا جانتے ہیں۔'' اس نے مضبوط قوتِ ارادی کے تاثر کے ساتھ کہا۔

امرحہ بچی کی حاضر دماغی پر حیران ہوئی

ان سب کے ساتھ گروپ فوٹو لی گئیں۔ مسٹر ایڈم نے ان کے لیے ایک چھوٹی سی تقریر کی، جس کے آخری جملے کو امرحہ نے ڈی این اے بچی کی طرح نوٹ بک میں نوٹ کر لیا۔

There are never any winners or any looser .Participation is all...... remember that an enjoy the challenge of each moments as it arises now.

امرحہ اپنے ساتھ اپنی غیر استعمال شدہ ایک گرم شال اور ایک کشمیری طرز کا شولڈر بیگ لے گئی تھی اور ایک چوڑیوں کا سیٹ تھا اس کے پاس وہ بھی...... یہ تینوں چیزیں اس نے تینوں خواتین کو پیش کیں اور ان تینوں کے چہرے ایسے دکنے لگے جیسے انہیں بیش قیمت جواہر پیش کر دیئے گئے ہوں۔ جاتے ہوئے ان سب کو ہوم بیک پائی دی گئی۔ ڈی این اے بچی نے اسے اپنا ای میل ایڈریس دیا کہ امرحہ ہر صورت اسے اپنی رپورٹ بھیج دے۔

امرحہ اسے ضرور بھیج دے گی، اگر وہ اپنا ڈی این اے کروانے میں کامیاب ہو گئی اور خوش قسمتی سے وہ ریڈ انڈین بھی نکل آئی تو۔

○......❖......○

مانچسٹر پکاڈلی گارڈن میں 230 فٹ اونچا اسٹار فلائر (Star Flyer) جھولا ہے، جو اتنی بلندی پر بلندی سے ہی نازاں ہے۔

''امرحہ...... دیکھو گی کہ دو سو تیس فٹ کی بلندی سے مانچسٹر کیسا لگتا ہے؟'' یونی کے باغ میں گم صم بیٹھا دیکھ کر ویرا نے

قریب آ کر اسے لالچ دی اور زبردستی اسے اپنے ساتھ بٹھا کر پکاڈلی گارڈن لے آئی...... کچھ وہ اداس تھی کہ قریب سے گزرتے عالیان سے اس نے ہائے کہا تو وہ اتنی تیزی سے آگے بڑھ گیا جیسے وہ اس سے کوئی خیرات مانگ رہی ہو اور وہ اسے خیرات دیتے دیتے تھک گیا ہو...... اور کچھ وہ اپنے ذہن کو کہیں اور لگانا چاہتی تھی، تاکہ کم سے کم سوچ سکے کہ وہ مانچسٹر کو 230 فٹ کی بلندی سے دیکھنے کے لیے جھولے میں بیٹھ گئی۔

لیکن دو سو تیس فٹ کی بلندی سے اسے مانچسٹر تو کہیں بھی نظر نہیں آ رہا تھا...... وہاں سے تو موت نظر آ رہی تھی...... موت......

ویرا نے اس کی کمر میں گھونسا جڑا۔ ''خاموش بیٹھو امرحہ۔''

لیکن امرحہ نے دور...... بہت دور دھندلے ہوتے مانچسٹر کو جیسے آخری بار دیکھا اور سارے مانچسٹر کو گواہ بنایا کہ میں مرنے جا رہی ہوں...... ''آؤ اور مجھے بچالو...... ہائے مجھے بچالو......''

وہ ایسے چلائی...... ایسے چلائی اور چلاتی ہی رہی کہ بہت سے، وقتی بہرے ہو گئے ہوں گے۔ یونی کے کئی اسٹوڈنٹس اسٹار فلائر میں موجود تھے۔ گول گول گھومتے جھولے میں بیٹھے انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ ویرا نے سختی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا۔ مرنے والوں کے ساتھ کوئی ایسا کرتا ہے بھلا۔ وہ مرنے جا رہی ہو اور چلائے بھی نا۔ دادا جی...... دادی جی۔

وہ تو اس لیے بھی اسٹار فلائر میں بیٹھ گئی تھی کہ روسی کمانڈو ویرا کے آگے اس کی سبکی نہ ہو...... پر سبکی بہتر تھی...... بہ نسبت موت کے...... ہے نا؟

''تم اتنا ڈرتی ہو۔'' زمین پر آتے ہی ویرا نے اس کے بازو میں چٹکی بھری، امرحہ سن سی نہ ہو چکی ہوتی تو اس چٹکی پر چلا اٹھتی۔

''مجھے نہیں پتا تھا میں اتنا ڈروں گی...... ویسے ایسے ڈرتی نہیں آج نہ جانے کیوں ڈر ہی گئی......'' امرحہ صاف صاف جھوٹ بول رہی تھی۔

''مجھے یقین ہو گیا تھا کہ یہ اسٹار فلائر کا آخری رائڈ تھا تم مر جاتیں اور پھر تو حکومت اسے بند کرا دیتی......''

شکر تھا وہاں کارل نہیں تھا...... امرحہ آس پاس شرمندہ شرمندہ سی دیکھ رہی تھی۔ جو لوگ ان کے ساتھ جھولے میں بیٹھے تھے وہ بھی کڑے تیوروں سے دونوں کو گھور کر گزر رہے تھے یعنی ہمارا تو مزا خراب کر دیا نا۔

''یو یونی چک...... huh''

امرحہ رات کو سوئی تو پھر سے دو سو تیس فٹ کی بلندی پر تھی...... آنکھ کھلی تو سادھنا اور این اون اس کے سرہانے کھڑی تھیں...... ویرا نے ضرورت ہی محسوس نہیں کی تھی آنے کی......

''کوئی برا خواب دیکھ لیا ہے؟'' سادھنا اسے پانی پلانے لگی۔

''میں ٹھیک ہوں...... شکریہ آپ دونوں جائیں۔''

این اون اس کی ہتھیلیاں مسل رہی تھی۔

''جب تم ٹھیک ہوتی ہو تو ایسے چلاتی ہو؟'' این اون نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہا اور کمرے سے چلی گئی۔

''کوئی پریشانی ہے تمہیں امرحہ؟'' سادھنا اس کے قریب بیٹھ گئی۔

''نہیں۔''

''تم پہلے جیسی نہیں رہیں۔''

''پہلے جیسی کیسی......؟''

”تم مرجھا سی گئی ہو...... ایسے لگتا ہے تمہارے اندر کچھ سوکھتا جا رہا ہے۔“
”تھک جاتی ہوں میں۔“
”کاش یہ تھکن ہی ہو...... اور تم بالکل ٹھیک ہو......“ سادھنا اس کے بال چھو کر چلی گئی۔
”کاش یہ خواب ہی ہو...... اور کھڑکی کے نیچے عالیان کھڑا ہو۔“ کروٹ بدل کر اس نے سونے کی کوشش کی......

اگلے دن شروع کے دو لیکچرز چھوڑ کر اسے ایک پاکستانی گھر جانا پڑا...... سادھنا کی کمر میں بہت درد تھا اور وہ اپنی ڈیوٹی دینے نہیں جا سکتی تھی، لیکن خاتون بضد تھیں کہ ان کے گھر شام کو پارٹی ہے، اس لیے سادھنا ہر صورت اپنا کام کر کے جائے...... سادھنا کو کمر پر ہاتھ رکھے کراہتے ہوئے دیکھا تو امرحہ نے اس کی جگہ جا کر کام کی پیش کش کی، جو سادھنا نے بہت مشکل سے مانی...... خاتون نے اس سے سارے گھر کا اتنا کام لیا کہ وہ واپس یونیورسٹی جانے کے قابل ہی نہیں رہی۔

یونیورسٹی...... جاب...... پڑھائی...... اسے یہ سب پہلے مشکل لگتا تھا لیکن اب وہ اس کی عادی ہو چکی تھی...... زندگی تھوڑی سی مشکل تھی بدترین نہیں...... ہاں جو سکون اس کے پاس ہوا کرتا تھا اب وہ کہیں نہیں رہا تھا۔

اسی دوران اسے اپنے ڈیپارٹمنٹ کے اسٹوڈنٹس کے ساتھ شیکسپیئر کے ڈرامے دیکھنے کا اتفاق ہوا شیکسپیئر کے لکھے ڈرامے اچھے تھے، باکمال ہوتے تھے، لیکن اسٹیج پر آ کر تو انہوں نے حد ہی کر دی تھی...... اتنے زبردست کہ آنکھ جھپکے بنا دیکھتے جاؤ۔

دوسرے سمسٹر میں کورس کی نوعیت بدل گئی تھی اور وہ مشکل لگنے لگا تھا...... یونیورسٹی میں مشہور ہے کہ جب تک پہلے سمسٹر کی کتابوں کے ساتھ جان پہچان اور دوستی ہونے لگتی ہے سمسٹر ختم ہو جاتا ہے اور دوستی جو ہوتے ہوتے رہ چکی ہوتی ہے وہ ایگزامز میں دشمنی نبھا کر جاتی ہے۔

نہیں...... نہیں...... اس میں بے چارے اسٹوڈنٹس کا تو قصور نہیں وہ تو کتابوں کو بھی ایسے ہی سر پر سوار کرتے ہیں جیسے فیس بک، ٹوئٹر، یوٹیوب کو...... ان کو انہیں پڑھنے کی بھی اتنی ہی بے قراری ہوتی ہے جتنی لاگ ان ہونے کی......

امرحہ کو ٹرافورڈ شاپنگ سنٹر میں بالی ووڈ ڈھابہ میں اچھے معاوضہ پر جاب آفر ہوئی تھی لیکن اس نے انکار کر دیا...... اس کا دل نہیں چاہا اپنا اسٹور چھوڑ کر جانے کے لیے...... وہاں سات سیلز مین اور دو منیجر تھے وہ ان سب کی عادی ہو چکی تھی۔ بغیر کسی وجہ کے ان سے لگاؤ محسوس کرتی تھی۔

امرحہ تبدیلی کو پسند بھی کرتی تھی اور تبدیلی سے خائف بھی رہتی تھی...... اس نے اپنی زندگی میں ایک چیز کے لیے پوری شدت سے تبدیلی کی خواہش کی تھی۔ اپنے ماحول کے بدل جانے کی...... اور اب یہاں...... یہاں اسے ہر چیز کے ساتھ گہری وابستگی محسوس ہوتی تھی...... یونیورسٹی کے ساتھ...... اپنی کلاس...... کلاس میں موجود اپنی نشست کے ساتھ، کلاس ڈور تک کے ساتھ...... یونی کے ایک ایک درخت، گھاس کے ایک ایک قطعے کے ساتھ...... یونی میں جا بجا ایستادہ خاموش مشہور شخصیات کے مجسموں تک کے ساتھ بھی...... ہر چیز اسے اپنا آپ محسوس کرواتی تھی...... اس سے باتیں کرتی تھی...... وہ جانتی تھی وہ مانچسٹر میں مہمان ہے اور یہی چیز اسے کرب میں مبتلا کر دیتی تھی...... آکسفورڈ روڈ پر واقع چرچ کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر وہ کبھی کبھی دادا سے بات کر لیا کرتی تھی ورنہ خاموش بیٹھی آتی جاتی ڈبل ڈیک بسوں کو تکا کرتی اور ہنستے مسکراتے باتیں کرتے اسٹوڈنٹس کو کسی قدر حسرت سے دیکھا کرتی تھی...... کبھی وہ بھی ہنسنے والوں میں شامل رہی تھی...... بے فکری تھی...... کوئی اس کے ساتھ ساتھ تھا......

چرچ کی سیڑھیوں پر اکیلے بیٹھنے کی نوبت وہ خود پر خود لے آئی تھی...... اور اکثر وہ وہاں پائی جاتی...... اور سوچا کرتی کہ اگر اسے پاکستان جانا ہے تو ان سب چیزوں کو اٹھا کر اپنے ساتھ لے جانا ہے...... یہ سب اس کا اپنا نہیں تھا لیکن اس سب نے اسے اپنا بنا لیا تھا......

یہ سب اپنا ہے...... یہ سب اپنا نہیں رہے گا...... یہ یہیں رہ جائے گا...... اگر یہ سب یہیں رہ جائے گا تو وہ تو خالی ہاتھ رہ جائے گی نا...... تو کیا مانچسٹر اسے سب دے کر سب واپس بھی لے لے گا......

دوسرے سمسٹر نے اسے سہا دیا تھا۔ دوسرا سمسٹر بھی ایک دن ختم ہو جائے گا، تیسرا اور چوتھا بھی...... بس پھر سب ختم...... چلو گھر واپس...... اسی ماحول میں جس میں وہ نحس تھی......

وہ رات کو مانچسٹر میں سوتی...... صبح آنکھ کھلتی تو لاہور ماڈل ٹاؤن اپنے گھر میں ہوتی...... دادا کے کمرے کی کھڑکیوں سے روشنی لکیر بناتی عین اس کی آنکھوں پر برس رہی ہوتی۔ تلملا کر وہ آنکھ کھولتی سامنے ہی دادا اور اس کی مشترکہ تصویر دیوار پر جگمگا رہی ہوتی...... وہ چیخ مار کر اٹھ جاتی۔

''میں لاہور کب آئی...... مانچسٹر کہاں گیا؟''

اس کے دل کے دھڑکنے کی رفتار خطرناک حد تک بڑھ جاتی، شٹل کاک کے نیم اندھیرے کمرے میں وہ گہری گہری سانسیں لے رہی ہوتی، اٹھ کر کھڑکی تک جاتی، باہر مانچسٹر پر نظر دوڑاتی...... اسے پھر بھی لگتا یہ خواب ہی ہے...... حقیقت میں تو وہ ماڈل ٹاؤن اپنے گھر کے بیڈ پر سوئی یہ خواب دیکھ رہی ہے......

وہ ویرا کو فون کرتی...... ''ویرا! صبح یونیورسٹی جانا ہے۔''

''نہیں...... صبح تمہیں الیکٹرک چیئر پر بٹھایا جانا ہے...... صبح تمہاری موت کا دن ہے......'' ویرا چلا کر کہتی۔

وہ کئی بار اس بے چاری کو ایسے تنگ کر چکی تھی۔

''تمہیں یہ راتوں کو کیا دورے پڑتے ہیں امرحہ......'' ویرا صبح پوچھتی۔

اب وہ اسے اپنے دوروں کی کیفیت کیا سمجھاتی کہ اس کی آنکھ جب لاہور میں کھلتی ہے تو اس پر کیا گزرتی ہے......

وہ سائی کے پاس اگلی صبح آئی......

''سائی! میں نے خواب میں دیکھا کہ تمہاری شادی ہو رہی ہے۔''

''اچھا!'' وہ مسکرانے لگا۔ ''کیا مجھے اب یہ نہیں پوچھ لینا چاہیے کہ کس کے ساتھ؟''

''ہاں پوچھ لو...... لڑکی کا چہرہ تو نظر نہیں آیا لیکن اس نے چولی پہن رکھی تھی ہاتھوں میں گول گول مہندی لگا رکھی تھی۔''

بسنت بہاری رنگوں نے سائی کے وجود کا احاطہ کیا۔

''سنا ہے خواب الٹے ہوتے ہیں جیسے وہ نظر آتے ہیں اس سے......''

''یہ الٹ نہیں ہوگا...... میرے دادا کہتے ہیں فجر کے وقت دیکھے گئے خواب سچے ہوتے ہیں۔''

''کیا واقعی؟'' بسنت بہاری رنگ پھر سے اس کے وجود کے گرد اڑانیں بھرنے لگے۔

''مجھے حیرت ہے کہ تم نے میرے لیے خواب دیکھا۔''

''مجھے حیرت نہیں ہے...... ہم باقاعدہ دوست نہ سہی، ہم میں ایک تعلق تو ہے...... تم نے کتنی بار سنا ہے مجھے......''

سائی کی آنکھیں نم ہو گئیں وہ Say it all تھا۔ پوری یونی اس کے پاس آتی تھی...... اور وہ...... اس کے پاس کوئی نہیں ہوگا شاید۔

''میں جذباتی ہو رہا ہوں، مجھے تمہارا خواب اچھا لگا۔''

''کیا تم مجھے اپنی شادی میں بلاؤ گے؟''

''کیا تم میری شادی میں آؤ گی...... ہاں ضرور آنا...... عالیان کے ساتھ...... اوہ......'' اس نے اپنی زبان پکڑی وہ واقعی جذباتی ہو رہا تھا اس کی زبان پھسل گئی تھی...... مطلب عالیان بھی اس کے پاس آیا تھا...... شاید آدھی رات کو آیا ہو...... اسے جگا کر بورڈ کو اس کے پاس لٹا کر...... یا اسے اپنے ساتھ چہل قدمی پر آمادہ کر کے...... تب جب وہ ساتھ تھے یا

تب جب وہ جدا ہوئے...... وہ اسے کن دنوں کی باتیں سناتا رہا ہوگا، تب کی جب سازوں نے بجنا شروع کیا تھا یا تب کی جب ساز ٹوٹ کر گونگے ہو گئے تھے......

بہار سے پہلے اور بہار کے بعد نہ جانے وہ کتنی بار آ چکا ہوگا سائی کے پاس...... امرحہ سے ملنے کے بعد اور امرحہ کو چھوڑ دینے کے بعد...... سائی کے سامنے قہقہے لگاتے ہوئے...... سائی کے سامنے آنسو چھپاتے ہوئے......

ایک بار امرحہ نے عالیان سے پوچھا تھا۔

''تم کبھی سائی کے پاس گئے ہو؟''

''ہاں!'' وہ شرارت سے مسکرانے لگا...... مسٹری ہنسی۔

''تم ایسے کیوں ہنس رہے ہو؟'' حسب عادت وہ شک میں مبتلا ہو گئی

''ایسے کیسے؟''

''مسٹری سے......''

''مجھے تو پتا بھی نہیں کہ میں مسٹری ہنسی ہنس رہا ہوں۔''

''ایک بار میری بہن بھی ایسے ہی ہنسی تھی میں نے اس کے بال پکڑ لیے تھے...... دوبارہ اس نے مجھے نہیں چڑایا تھا......''

''میں تمہیں چڑا تو نہیں رہا...... البتہ تم میرے بال پکڑ سکتی ہو...... ویسے بال پکڑ کر تم کیا کرتی ہو......؟''

''میں نے اس کا سر دیوار میں دے مارا تھا......''

غیر ارادی طور پر عالیان اس سے ایک قدم دور ہوا...... اپنا سر بچانے کے لیے...... امرحہ نے فلک شگاف قہقہہ لگایا۔

''مجھے یقین دلاؤ کہ تم مذاق ہی کر رہی ہو......'' وہ رک کر اسے دیکھنے لگا۔

''میں نے ایسا کیا ہے......'' امرحہ کو اس کی حیرت اچھی لگی۔

''تم بہت چھوٹی ہو گی نا تب......'' حیرت سے اس کی آنکھیں امرحہ پر ٹھہری گئیں۔

''نہیں...... میں فرسٹ ائیر میں تھی تب......''

''اور اس کا کیا بنا؟'' بائیں ہاتھ کی پہلی انگلی کو اس نے بائیں آنکھ کے کنارے رکھا۔

''کس کا میری بہن کا؟'' امرحہ کو اس کی حیرت اچھی لگی۔

''نہیں، اس کے بے چارے سر کا......؟''

''ٹھیک ہی رہا...... بس اب وہ ذرا سی تیز آواز میں بات کرے تو اس کے سر میں درد سے ٹیس اٹھتی ہے......'' امرحہ نے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا۔

''اوہ، پر میرا نہیں خیال کے صرف ٹیس ہی اٹھتی ہو گی۔''

''کیا اب بھی تم تیار ہو اپنے بال پکڑوانے کے لیے۔''

''نہیں...... بالکل نہیں......'' وہ اپنے سر کو اس سے اور دور لے گیا۔

''پھر بتاؤ تم نے سائی سے کیا کہا...... میرے بارے میں ہی کچھ کہا ہوگا......''

''تمہیں یہ یقین کیوں ہے کہ تمہارے بارے میں ہی کچھ کہا ہوگا......''

''تمہارے ہنسنے کے انداز سے...... کیا تم نے اسے یہ بتایا ہے کہ میں بھیں بھیں کر کے روتی ہوں اور ایسا کرتے کس قدر بری لگتی ہوں...... یا تم نے اسے یہ بتایا ہے کہ میں نے تمہیں تھپڑ مار دیا تھا......؟''

عالیان لب دبائے اپنی ہنسی دبانے کی کوششیں کرتا رہا اور جب مذاقاً صرف اسے ڈرانے کے لیے امرحہ نے ہاتھ اس

کے بالوں کی طرف بڑھائے تو وہ قہقہہ لگاتا ہوا بھاگ گیا۔
''میں اب اسے یہ بتانے جارہا ہوں کہ وہ تم جیسی خون خوار جنگلی بلی سے بچ کر رہے......'' جاتے ہوئے وہ کہہ گیا۔
سائی دیکھ رہا تھا کہ امرحہ چپ کی چپ ہی رہ گئی ہے......
''امرحہ......'' سائی نے اسے متوجہ کیا۔
خاموشی سے سائی کو دیکھ کر امرحہ اس کے پاس سے چلی آئی......اور بزنس ڈیپارٹمنٹ آ گئی۔
کاش آج تو اسے عالیان نظر آ جائے......اور کوریڈور میں دیوار کے ساتھ سر لگائے، ایک سیدھی اور ایک ترچھی ٹانگ کھڑی کیے اپنے آئی فون کے ساتھ مصروف وہ اسے نظر آ گیا......امرحہ کو خود کو دیکھ کر لگتا تھا کہ وہ اتنے بڑے مانچسٹر میں اکیلی رہ گئی ہے...... جب کہ اسے دیکھ کر اس نے جانا کہ اکیلا ہونا کسے کہتے ہیں......
وہ ایسے خاموش کھڑا تھا جیسے اس کی زبان نے کبھی کلام کی زحمت ہی نہیں اٹھائی......نہ اب وہ یہ خواہش رکھتی ہے......
کوئی اتنا خاموش ہوسکتا ہے کہ اس پر یہ گمان گزرے......عالیان پر یہ گمان پختہ ہو رہا تھا......جن بہاروں کو ساتھ لیے وہ چلا پھرا کرتا تھا، ان سب بہاروں کو خفا کیے ان سے خفا ہوئے وہ بے نور سا کھڑا تھا......اسے دیکھ کر مسکرانے پر مائل لوگ مسکراہٹ روک لینے پر مجبور ہو جاتے تھے......امرحہ کو اس کی اس شبیہ نے دکھی کر دیا......کیا یہ عالیان تھا؟
''تم یہاں ایسے کیوں کھڑی ہو؟'' ویرا پیچھے سے آئی اس کے ہاتھ میں دو کافی کے مگ تھے۔
''میں......میں تمہیں ڈھونڈنے آئی تھی۔''
''کیا میں گم ہو چکی ہوں......کب؟'' ویرا نے ابرو اچکائی
''مجھے تمہارا فون چاہیے تھا، دادا سے بات کرنی ہے......میرے فون میں کچھ مسئلہ ہے۔''
''لاؤ اپنا فون دکھاؤ......'' وہ ویرا تھی......ویرا......زیرو......زیرو، سیونٹی (0070)
''تم اپنا فون دے رہی ہو یا نہیں......'' امرحہ نے برا ماننے کی اداکاری کی۔
''اپنا فون دو، میں ٹھیک کر دیتی ہوں پاگل......''
''وہ خراب تھا میں گھر چھوڑ آئی ہوں......'' امرحہ کی قسمت خراب کہ اسی وقت اس کے بیگ کی اوپری جیب میں رکھے فون پر کسی کا میسج آیا......کس پاگل نے اسے اس وقت میسج بھیجا تھا......یہ کوئی وقت تھا بھلا......ویرا نے دائیں آنکھ کی کمان اچکائی۔ ''یعنی فون تو گھر ہے نا امرحہ......ہے نا......؟''
''اوہ یہ تو میرے پاس ہی ہے......'' امرحہ کی اداکاری عروج پر تھی۔
''اور بھی دیکھ لو۔ کیا کیا تمہارے پاس ہی ہے جسے تم گم شدہ سمجھے بیٹھی ہو۔''
''یہ کافی کس کے لیے ہے؟''
''میرے اور عالیان کے لیے۔''
نہ جانے کیوں لیکن اسے لگا کہ گرم کافی ویرا نے اس پر انڈیل دی ہے......وہ ہے کون عالیان کے لیے کافی لے جانے والی......اور عالیان کیوں پیے گا اس کی کافی......جی نہیں......نہیں پیتا وہ ایسے ویسوں کی کافی ٹویٹ......
وہ تیزی سے جانے لگی اور جاتے جاتے اپنے ایشین فلیگ کے نام سے مشہور ہو چکے دوپٹے کو تیزی سے سنبھالنے کی آسکر ایوارڈ اداکاری کرتے ویرا کی کافی گرا بیٹھی۔
''اوہ سوری......'' گریمی ایوارڈ ونر پرفارمنس۔
ویرا کی دائیں آنکھ کی کمان پھر سے اچکی ''امرحہ......''
ویرا نے اتنا ہی کہا تھا کہ امرحہ جلدی سے واپس پلٹ آئی......عالیان اس سے ناراض ہے......ٹھیک ہے ایسا ہی

ہے......لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ......کہ......

خیالات کا ہجوم اس کے دماغ میں ایک دوسرے سے دست و پا ہونے لگا...... وہ عالیان کو دیکھنے کیوں گئی تھی......

کیوں......؟ یہ سوال اس کے اندر بازگشت بن گیا......

سب ٹھیک ہو جائے گا یا بس سب ختم ہو جائے گا......؟

جس کی بنیاد نہیں رکھی گئی تھی وہ عمارت اپنی طرف آنے کے راستے گم کرنے لگی۔

امرحہ بلاوجہ یونیورسٹی میں چکر لگانے لگی......

اسے کسی پل چین نہیں تھا...... وہ پاگل بنی بلاوجہ یہاں سے وہاں گھوم رہی ہے......سو جھوٹ سچ بول کر اس نے اپنے آپ کو تسلی دے لی تھی......تو وہ تسلی قائم کیوں نہیں رہ رہی تھی......

''یہ کیا تم تتلی بنی چکرا رہی ہو......؟'' کسی نے بھی اس کے پیچھے آ کر کہا تھا۔

''میں یونہی گھوم رہی ہوں......''

''میں تمہیں روز ہی یونہی گھومتے دیکھتا ہوں...... کتنا گھومنا ہے تم نے......؟''

''مجھے ایسا کرنا پسند ہے...... لیکن ٹھہرو...... تم روز میرا پیچھا کرتے ہو؟''

ایک دم اس کے چہرے کے رنگ بدلے جیسے اس کی چوری پکڑی گئی ہو......

''ایسی باتیں معلوم ہو ہی جاتی ہیں......''

''تم میری جاسوسی کرتے ہو نا......؟''

''اسے جاسوسی کا نام نہیں دیا جا سکتا......'' بیگ میں سے اس نے دو لولی پاپ نکالے ایک خود کھانے لگا ایک اس کے آگے کیا۔

''کیا تم دائم کے لیے کام کر رہے ہو...... اسے یہ خوف رہتا ہے کہ یونیورسٹی میں، میں ضرور کچھ الٹا سیدھا کر کے پاکستان کا نام لے ڈوبوں گی...... اسے میری سمجھداری پر شک کیوں ہے آخر......؟''

لولی پاپ منہ میں دبائے وہ جی جان لگا کر ہنسا۔''تم باتوں کو کتنے رخ دے ڈالتی ہو امرحہ......! تم ایسی باتیں کرنا کہاں سے سیکھتی ہو...... نہ میں تمہاری جاسوسی کر رہا ہوں...... نہ ہی دائم نے مجھے تمہارے پیچھے لگایا ہے۔ ویسے پاکستان میں تم کافی مقبول رہی ہو گی......''

امرحہ سناٹے میں آ گئی...... اسے کیسے معلوم ہوا یہ......''اس بات سے تمہارا کیا مطلب ہے آخر......؟'' اس کا رنگ فق ہو گیا۔

لولی پاپ منہ سے نکال کر وہ بلند بانگ قہقہے لگانے لگا......''تمہاری شکل بتا رہی ہے کہ میری بات کو پھر سے تم نے اپنی مرضی کا رنگ دے ڈالا ہے...... تم باتوں کو اپنی مرضی کے رنگ دیتی ہو......اور ایسے غصہ کرتی ہو...... بھڑکتی ہو......اور چڑ جاتی ہو...... کتنا زرخیز دماغ ہے تمہارا امرحہ...... میں نے آج تک اتنا زرخیز دماغ کسی کا نہیں دیکھا...... امرحہ نت نئی سوچوں کی عظیم کاشت کار...... ہاہاہا......''

''یہ پکڑو اپنا لولی پاپ...... میں نہیں کھاتی یہ...... بچی نہیں ہوں میں......'' وہ برا مان گئی اور آگے بڑھ گئی۔ اور وہ لولی پاپ ہاتھ میں پکڑے اس کے پیچھے لپکا...... اور تب تک اس کے پیچھے ہی رہا، جب تک اس نے وہ لولی پاپ کھا نہیں لیا۔

خود سے اور سوچوں سے تھک کر امرحہ نے خود کو تھکا ڈالا...... ایسی تھکن جو کسی آرام اور دوا سے جانے والی نہ تھی......

باب

''کھیل تماشا'' کتاب اب تک سنائی اور دہرائی جا رہی تھی۔ ماسٹر بالی اور رجنی نے شٹل کاک میں دیر تک ۔ ح ٰ لیا۔ لیڈی مہر کا دل ہی نہیں بھرتا تھا اس کتاب کو سن کر......اور امرحہ کو یہ ایسے یاد ہو گئی تھی کہ وہ بہت آرام سے شروع سے آخر تک تقریر کی طرح اسے سنا سکتی تھی......دسویں بار تو امرحہ نے کتاب پکڑنے کی زحمت ہی کی تھی ورنہ کتاب تو اسے ازبر ہو چکی تھی۔

پھر امرحہ انہیں ایک محبت سو افسانے سنانے لگی......نہیں نہیں اشفاق احمد کے لکھے نہیں یونیورسٹی میں لکھے جانے والے چلتے پھرتے افسانے۔

''سائی کی طرف سے تو کوئی مسئلہ نہیں ہو گا لیکن روپا گجرات سے ہے۔ اور سنا ہے اس کے خاندان والے خاصے روایتی ہیں......انہیں اگر معلوم ہو جائے کہ روپا ایک سیاہ فام عیسائی کو پسند کرنے لگی ہے، تو مشکل سے ہی اسے ایک بھی دن یونی میں رہنے دیں......''

لیڈی مہر سر ہلاتی رہیں انہیں سائی کی کہانی نے جذباتی کر دیا تھا۔

''مجھے تو عالیان کی فکر ہونے لگی ہے تمہاری کہانیاں سن سن کر......''

امرحہ نے لیڈی مہر کو دیکھ کر نظریں چرا لیں۔

''شارلٹ بھی آنے والی ہے فون آیا تھا اس کا...... عالیان بھی شاید کسی نمونے کو پسند کر چکا ہو گا......'' وہ خاموش سی ہو گئیں۔

''عالیان کتنا بھی انکار کرے میں جلدی ہی اس کی شادی کر دوں گی......وہ کہتا ہے کامیاب بزنس مین بن جاؤں گا تو سوچوں گا......لیکن تب تک شاید میں دیکھ نہ سکوں...... مجھے انکار تو نہیں کرے گا لیکن میں زبردستی نہیں کرنا چاہتی۔''

''آپ اس سے بہت پیار کرتی ہیں نا؟''

''نہیں......وہ مجھ سے بہت پیار کرتا ہے......اس کی محبت مجھے حیران کر دیتی ہے...... میں نے ایک سال پہلے اسے منع کیا تھا کہ مجھ سے پوچھے بغیر وہ گھر نہ آیا کرے......دیکھ لو، میری سالگرہ کے علاوہ وہ کبھی مجھ سے پوچھے بغیر گھر نہیں آتا......وہ کچھ نہ کہے مجھ سے، میرے لیے کچھ خاص نہ کرے...... مجھے خبر ہو جاتی ہے کہ میرے دس بچوں میں سے سب سے زیادہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے......دوسرے بچے احسان مند ہو کر عقیدت میں مجھ سے محبت کرتے ہیں، لیکن وہ نہیں۔ پہلی بار جب میں نے اسے گود میں بٹھایا اور اس کی روتی ہوئی آنکھوں کو چوما تو وہ ایسے میرے سینے سے لگ گیا جیسے مجھ میں سما جائے گا......وہ مجھ سے بار بار پوچھتا۔ میں اسے چھوڑ کر تو نہیں جاؤں گی......اس کی ماں کے بعد میں دوسری عورت ہوں جس سے وہ بے پایاں محبت کرتا ہے......اور مجھے یقین ہے تیسری عورت اس کی بیوی ہو گی جس پر وہ قربان ہی ہو جائے گا......''

''عالیان کے ماں باپ، خاندان......'' اس نے ہمت کر کے پوچھا۔ ایک بار پہلے بھی اس نے یہ ہمت کی تھی اور لیڈی مہر نے کہا تھا کہ وہ اپنے بچوں کے ماضی کے بارے میں ان کے علاوہ کسی اور سے بات کرنا نہیں چاہتیں، یہ بہت حساس معاملہ ہے۔

''تم عالیان کی دوست ہو امرحہ...... ! لیکن اس سے اس کے ماضی کے بارے میں پوچھنے کی غلطی کبھی نہ کرنا...... ایک بار میں نے کوشش کی تھی۔ اس نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں اس بارے میں کبھی بات نہ کروں...... وہ تکلیف سے گزرنا نہیں چاہتا، اتنے سے ذکر پر ہی وہ کئی دن گم صم رہا تھا...... ایک دن وہ ٹھیک ہو جائے گا، میں جانتی ہوں...... ہر دکھ اور صدمے کے بھرنے کا اپنا ایک الگ وقت اور انداز ہوتا ہے...... میرے لیے تو یہی بہت ہے کہ وہ اپنی زندگی میں خوش باش ہے، بہت مشکل سے میں نے اسے ٹھیک کیا تھا...... جب تک وہ اور ٹھیک نہ ہو جائے میں کسی کو اسے تکلیف دینے نہیں دوں گی...... وہ کوئی بھی ہو......

خاندان کے نام پر اس کے پاس ایک ماں تھی جو جوانی میں ہی مرگئی تھی...... اب میں ہوں اس کا خاندان...... اسی لیے مجھے ڈر رہتا ہے کہ وہ کسی ایشیائی لڑکی کو پسند نہ کرلے...... ذات پات، خاندان، یہ سب ایشیائی لوگوں کے لیے بہت اہم ہوتا ہے۔ ایک سال پہلے یونیورسٹی میں عالیان کا ایک دوست بنا تھا، پاکستان سے تھا...... اچھا دوست تھا اس کا، لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ عالیان کی ماں ایک عیسائی عورت تھی تو اس نے آہستہ آہستہ عالیان سے تعلق ہی ختم کرلیا۔ کہاں وہ عالیان کو اپنی زمینوں اور باغوں کی سیر کے لیے بلا رہا تھا...... عالیان بہت آبدیدہ ہوا تھا اس لڑکے کے سلوک سے...... زمانہ جاہلیت میں جو لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے جو مشرک تھے اور پھر وہ مسلمان ہو گئے لیکن ان میں سے بہت سوں کے گھر والے مسلمان نہیں ہوئے تھے تو کیا جو مسلمان ہو چکے تھے وہ اس لیے قابل نفرت رہے ہوں گے کہ ان کے خاندان کے لوگ ابھی بھی مشرک ہیں۔

جب عالیان چھوٹا تھا تو میں نے اسے بتایا کہ اس کے کاغذات میں دو مذاہب لکھے گئے ہیں...... اسلام، عیسائیت...... اسے دونوں مذاہب کی تعلیم دی گئی...... میں نے اس سے درخواست کی کہ وہ بالغ ہونے تک کوئی ایسا کام نہ کرے جو اسلام کے منافی ہو اور اس نے میری درخواست مانی......

میں نے عیسائی بچے بھی پالے ہیں امرحہ! لیکن میں نے کبھی ان کی مذہبی تعلیم میں اپنی خود غرضی کو آڑے آنے نہیں دیا...... میں چاہتی تو سب بچوں کو اسلام قبول کرنے کے لیے کہہ سکتی تھی، وہ مجھ سے اتنے متاثر تھے کہ فوراً میری بات مان لیتے وہ مجھے خدا کے بعد کا درجہ دیتے تھے۔ لیکن میں اپنی ذات میں چھوٹی ہو جاتی...... شارلٹ...... مورگن کبھی غیر مناسب لباس نہیں پہنتیں...... میرے لیے اتنا ہی بہت ہے...... میری روایات میں سے انہوں نے کچھ کو اپنا لیا ہے۔ وہ مجھے وضو کرواتے رہے ہیں...... میں قرآن پڑھا کرتی تھی تو میرے پاس بیٹھ جایا کرتے تھے...... اذان پر خاموش ہو جاتے ہیں...... انہیں یاد ہوتا ہے...... رمضان کب آئے گا...... عید کب ہو گی...... جو احادیث، فرمان میں نے انہیں سنائے ہیں...... وہ انہیں یاد ہیں......

دیکھو امرحہ! ہم بچی محبت سے سب کچھ کر سکتے ہیں...... سب...... لیکن خود غرضی تنگ دلی، تعصب کو دل سے ختم کرنا ہوتا ہے...... دل کو صاف کرو...... پاک کرو تو ہی محبت مقدس ہو کر اترتی ہے جیسے مقدس ہستیوں پر خدائی پیغامات نازل ہوتے ہیں...... محبت بھی خدائی پیغام ہی تو ہے...... محبت، حساب کتاب سے بری ہوتی ہے...... دل میں بال برابر بھی فرق ہو تو ''محبت'' اپنا رخ بدل لیتی ہے...... منہ پھیر لیتی ہے...... اس کے ''ابدی'' قیام کے لیے وجود کو پاکیزہ رکھنا پڑتا ہے۔''

''محبت اپنا رخ بدل لیتی ہے...... منہ پھیر لیتی ہے۔'' امرحہ نے کتنی ہی بار خود کو یہ فقرہ دہرانے دیا۔

چند دنوں بعد اس نے ایک سوٹڈ بوٹڈ آدمی کو تیز آواز میں نشست گاہ میں بحث کرتے سنا..... نشست گاہ کا دروازہ بند تھا پھر بھی اس آدمی کی آوازیں باہر تک آ رہی تھیں۔

''کون ہے یہ.....؟'' امرحہ نے سادھنا سے پوچھا۔

''معلوم نہیں.....سال ڈیڑھ سال پہلے بھی یہ یہاں آیا تھا۔ کافی بحث کر کے گیا تھا۔ پولیس بلوانی پڑی تھی، بعد میں یہ گھر کے اطراف میں گھومتا پھرتا بھی دیکھا گیا تھا۔''

امرحہ نے رات کو لیڈی مہر سے پوچھا تو انہوں نے سختی کا ایسا تاثر دیا کہ امرحہ معذرت کر کے اٹھ آئی۔ ''یعنی دور رہو اس معاملے سے''.....اور امرحہ دور ہو گئی......

رات کو وہ اپنے کمرے کی کھڑکی کے پاس رکھی کرسی پر بیٹھی پڑھ رہی تھی، کہ اس نے عالیان کو دیکھا.....اور یہ پہلی بار تھا کہ اسے دیکھ کر اسے بہت برا لگا.....اس کی سائیکل کے پیچھے ویرا بیٹھی تھی......

شٹل کاک کے باہر اسے اتار کر وہ چلا گیا اور ویرا ذرا سی لنگڑاتی ہوئی اندر آ گئی......

''کیا ہوا تمہارے پاؤں کو؟'' امرحہ نے بڑی تنقیدی نظروں سے اس کے پیر کو دیکھا۔ اسے اس کے پیر کی قطعاً کوئی فکر نہیں تھی......

''سڑک پر گر گئی تھی.....ہلکی سی چوٹ آ گئی ہے.....''

''تمہاری سائیکل کہاں ہے.....؟''

''آج تو میں سائیکل پر گئی ہی نہیں.....''

''تو تم واپس کیسے آئی ہو؟''

ویرا نے بڑے آرام سے اسے دیکھا۔''امرحہ! تم نے کھڑکی سے دیکھ تو لیا ہے کہ مجھے عالیان چھوڑ کر گیا ہے.....''

امرحہ کو خاموش ہو جانا پڑا.....یعنی اس کا پاؤں ٹوٹا تو اس نے عالیان سے کہا کہ مجھے گھر چھوڑ آؤ.....رات کے اس وقت.....اور وہ بھی آ گیا......

رات گہری سیاہ ہو گئی.....اور نیند نے اڑان بھر لی.....ساری رات آسمان سے سیاہی برستی رہی.....سب کچھ اس سیاہی کے لبادے میں ملفوف ہوتا چلا گیا......

اس کے لیے اگلی کئی راتیں سونا دوبھر ہو گیا۔

اس نے پھر سے ہمت کی عالیان کے پاس جانے کی.....وہ ہار گئی اور اس کی پشت دیکھ کر سہم کر پلٹ آئی۔

وہ آنکھیں جو اسے دیکھ کر جگمگایا کرتی تھیں اب اسے پہچاننے سے بھی انکاری ہو جاتیں تو وہ رو سی پڑتی.....اور پھر ایک بار وہ اسے مخاطب کرنے کی جرأت کر بیٹھی۔

''عالیان!'' وہ اپنے کسی دوست کے ساتھ بات کر رہا تھا، دوست چلا گیا تو وہ اس کی طرف پلٹا.....اتنی دیر لگی اسے پلٹنے میں......

اس سے اگلی بات نہ ہو سکی اور گھبرا کر اس نے بیگ میں سے ایک عدد چاکلیٹ نکال کر اس کے آگے کی......

''یہ لو میری طرف سے ٹویٹ.....''

ایک لمحے کے لیے ہی سہی لیکن وہ حیران ہوا......

''میں تمہارے لیے لائی ہوں.....'' امرحہ نے مسکرانے کی کوشش کی جب کہ وہ رو دینے کو تھی۔

''میں ٹویٹ نہیں لیتا۔'' اس نے اپنا رخ موڑ لیا۔

''تو مجھے دے دو.....میں ابھی بھی لیتی ہوں.....'' اس کی پشت سے وہ بولی.....آواز کانپ رہی تھی اور وہ

خود بھی......

عالیان نے ذرا سی گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا وہ لاجواب ہو چکا تھا...... صرف ایک لمحے کے لیے وہ پرانا عالیان نظر آیا اور پھر وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا جیسے کسی بھولے بھٹکے انسان نے اسے راستہ پوچھنے کے لیے روکا تھا۔

کتنا کچھ بدل گیا ہے...... کتنا کچھ بدل رہا ہے......

امرحہ نے اسے دُور تک جاتے دیکھا...... اور جب وہ نظر آنا بند ہو گیا تو پلٹ گئی...... جس وقت وہ پلٹی اس وقت عالیان نے اسے بہت دُور سے خود کو مکمل چھپا کر جاتے ہوئے دیکھا۔

○......❖......○
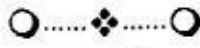
اسے اس کے پیچھے جانے کی کوئی حاجت نہیں رہی تھی نہ وہ یہ چاہتا تھا کہ وہ اس کے پاس آیا کرے۔ اسے خود کو اس سے دور ہی رکھنا تھا وہ خود کو دور ہی لے گیا تھا لیکن......

رات بھر جاگنے کے بعد وہ منہ اندھیرے ہال سے نکل گیا تھا۔ گھٹن کا یہ عالم تھا کہ اسے لگتا تھا زمین و آسمان آپس میں مل رہے ہیں اور وہ ان دونوں کے درمیان دب کر مر جائے گا...... پہلے وہ ہال کے باغ میں آیا اس نے اپنا سانس بحال کرنا چاہا، لیکن ایسا نہ کر سکا اور اسے تیز تیز سڑک پر بھاگنا پڑا...... ہر چیز اسے خوف زدہ کر رہی تھی اس کا دم گھوٹ رہی تھی۔ وہ بھاگتا رہا، بھاگتا رہا اور شہر کے اندر رہ کر بھی شہر سے دور نکل گیا۔

اگر وہ کسی سے بھاگ رہا تھا تو وہ کسی اس کے اندر تھا اور اس کسی کو وہ اپنے ساتھ لیے بھاگ رہا تھا...... وہ کسی ایک مارگریٹ تھی ایک ولید البشر...... ایک سسکیاں بھرتا ہوا، ایک دھتکارتا ہوا، دو لوگوں سے سجا میدانِ حشر تھا اور ہر طرف خون ہی خون تھا...... مارگریٹ کی معصومیت کا...... شدت کا...... عقیدت کا، محبت کا۔

آخری چیز کوڑیوں کے مقابل دوسرے پلڑے میں رکھی گئی تھی اور بے وزن رہی تھی۔ اس وقت اسے اپنی ذات سمیت دنیا کے کسی عجوبے سے کوئی دلچسپی نہ رہی...... اسے کسی عروج، کسی کامیابی، کسی زندگی کی چاہ نہ رہی، اپنی ذات کی حکمرانی میں اس نے ایک غلام کی حیثیت اختیار کر لی۔ نئے جہانوں کی دریافت کے خواب پست ہوئے...... یہ خیال ہی اسے دیوانگی لگا کہ اب وہ پہلے کی طرح ٹھیک زندہ رہ سکے گا...... اس پر ہر خیال گراں گزرا سوائے موت کے خیال سے...... اس پر وارد ہونے والی چیزوں میں آگے بھی موت رہی اور پیچھے بھی...... اوّل بھی آخر بھی...... ضروری بھی اور اشد بھی......

وہی سب اس کے ساتھ ہونے لگا جو مارگریٹ کے ساتھ ہوا تھا، اپنے بیٹے سے بے تحاشا محبت کے باوجود وہ اس کے لیے زندہ نہ رہ سکی اور ولید البشر سے نفرت کے باوجود وہ اس کے لیے مر گئی۔

اس میں قصور مارگریٹ کا نہیں تھا...... اس میں قصور اس دُرفنا کا تھا جو محبت کی مٹھی میں بند ملتا ہے۔

ایک ہی رات میں یہ دُرفنا اس کے وجود کی سیپی میں آن براجمان ہوا اور وہ اس کیفیت میں آ گیا جس میں پُل سے چھلانگ لگا دی جاتی ہے، کنپٹی پر پستول رکھ لی جاتی ہے اور ٹریگر دبانے میں تامل نہیں کیا جاتا...... یا سر کے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑ کر در و دیوار سے ٹکریں ماری جاتی ہیں...... اور دل کے مقام پر مکے مارے جاتے ہیں۔

یہ نقطۂ فنا ہوتا ہے...... بس مٹ جانے کی خواہش اس کا آغاز ہوتا ہے۔

اس نے پُل سے چھلانگ لگائی نہ ٹریگر دبا سکا بس آب فنا پیئے دیوانوں کی طرح شہر بدلتے، معلق گھومتے، چلتے، عالیان مارگریٹ کو ختم کرتا رہا۔

وہ قبرستان مارگریٹ کے پاس بھی گیا تھا، وہ وہاں مارگریٹ کے مرنے کے بعد پہلی بار خود چل کر گیا تھا۔ ادارے میں

قبرستان جانے کا انتظام کیا جاتا تھا، لیکن وہ سختی سے انکار کر دیا کرتا تھا، اسے اس مارگریٹ کے پاس نہیں جانا تھا جو اب تابوت میں تھی۔ کیا تھا اگر وہ اس ایک کمرے کے گھر کے تابوت میں خود کو زندہ مردہ رکھنے پر قدرت رکھ لیتی۔ اب وہ اس کے پاس آیا تھا تو اس کے ہاتھ میں پھول نہیں تھے لیکن آنکھوں میں آنسو بہت تھے۔

مارگریٹ کی قبر کو ہتھیلی سے مسلتے اس کے اپنے اندر سے کچے گوشت کے دھیمی آنچ پر جلنے کی بساند آنے لگی...... اس نے خود کو سونگھا...... پاگلوں کی طرح سونگھا...... وہ تو مارگریٹ بن رہا تھا...... اسے خوف آیا...... خوف سے وہ وہاں سے بھاگا۔

اسے مارگریٹ تو نہیں بننا تھا جب کہ وہ مارگریٹ ہی بن رہا تھا یعنی وہ مارگریٹ سے ملنے نہیں اس کے تابوت میں جگہ لینے گیا تھا۔

وہ مانچسٹر سے دور ہو گیا...... اس نے زمین کی حدوں سے نکل جانا چاہا...... وہ بے سمت سفر کرتا رہا...... وہ ایک ہی ٹرین میں ایک ہی نشست پر دن بھر، رات بھر بیٹھا رہا...... وہ کسی بھی ایک شہر کی ایک ہی سڑک پر کروڑوں بار چکراتا رہتا۔

چابی کے گڈے کی طرح...... چلتا تو چلتا ہی رہتا رکنا فراموش کر دیتا، بیٹھتا تو صدیاں گزار دیتا...... وہ فیصلے کی کیفیت میں تھا نہ نتیجے کی...... وہ آر تھا نا پار...... بس وہ گم ہو چکا اور خود کو ڈھونڈنے کی رتی برابر کوشش نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جیسے اس پر سب آشکار ہو چکا تھا اور وہ سب سے انجان بھی تھا۔

''دیکھو، میں کود جاؤں گی ولید...... ہاں میں کود ہی جاؤں گی...... آ کر مجھے روک لو...... لو میں کود رہی ہوں...... آؤ ولید آ جاؤ......''

آخری سفر سے پہلے آخری جملوں میں سے ایک یہ جملہ بھی تھا۔ وہ سہم کر مارگریٹ سے لپٹ جاتا کہ وہ اٹھ کر بھاگ نہ جائے اور کود نہ جائے......

اور وہ زندگی کے اُس طرف کود ہی گئی۔

اور زندگی کے اس طرف اس کا بیٹا بیٹھا تھا...... لندن برج پر......

مارگریٹ کو لندن برج پسند تھا ان دونوں کی آخری تصویر وہیں لی گئی تھی۔ کود جانے کا خیال اس کے ذہن میں بھاگ دوڑ رہا تھا...... وہ ایک بینچ پر بیٹھا تھا۔

''تم یہاں بیٹھو میں تمہارے لیے کچھ کھانے کو لاتی ہوں۔''

ایک افریقی نژاد عورت کی مشقت زدہ اور تھکی ہوئی آواز آئی وہ ایک آٹھ سالہ بچے کو اس کے پاس بٹھا کر خود چلی گئی، بچہ لاغر اور بیمار سا تھا، ماں کو دور جاتے دیکھتے رہنے کے بعد اس نے اپنے قریب رکھے تھیلے کو کھولا اور اس میں سے کسی قدر عقیدت سے تین گھوڑوں کا گول گول گھومنے والا کھلونا نکالا۔

کھلونا کافی خستہ حال اور ٹوٹا پھوٹا سا تھا۔ بچے نے انگلی کو ایک گھوڑے کی اگلی ٹانگوں میں پھنسا کر اسے گول گھما دیا۔ تینوں گھوڑے آگے پیچھے بھاگنے لگے اور گھوڑوں کے ٹاپوں اور ہنہنانے کی آوازیں کھلونے میں سے نکلنے لگیں۔

بچہ ایسے مسکرانے لگا جیسے کسی ایک گھوڑے پر وہ خود سوار ہو...... سب سے آگے والے پر...... گھوڑوں کے ساتھ اس کی مسکراہٹ دوڑنے لگی۔ بچے کے ننھے سے قہقہے نے عالیان کو متوجہ کیا پھر اس کی جاندار مسکراہٹ نے...... بچہ ساری دنیا سے بے نیاز گھوڑوں کو دوڑا رہا تھا۔

''تم انہیں دوڑانا چاہتے ہو؟'' بچے نے اجنبی کی نظریں خود پر محسوس کر کے اسے اپنا خزانہ استعمال کر لینے کی اجازت دینی چاہی۔

''یہ دیکھو، یہ ایسے چلتا ہے۔''اس نے گھوڑے کی اگلی ٹانگوں کو پکڑ کر گھمایا۔

''اور سنو ان کی آوازیں کتنی پیاری ہیں...... میں نے کبھی اتنی پیاری آوازیں نہیں سنیں، تم نے بھی نہیں سنی ہوں گی۔''
کھلونا اس نے عالیان کے کان کے قریب کیا اور یہ سب کرتے وہ ایسے پُر جوش سا تھا کہ ایک اجنبی اس کے کھلونے سے متاثر ہو چکا ہے۔

عالیان نے بچے کو ایسے دیکھا کہ وہ ان دنوں ہر چہرے کو دیکھ رہا تھا کہ یہ سب کیوں زندہ ہیں...... کیا انہیں زندگی سے دور نہیں بھاگنا۔

اسی پل اس کے اندر کسی قوت نے اسے اکسایا کہ وہ بچے سے مکالمہ کرے...... یہ قوت اتنی شدت سے اس کے اندر جاگی کہ اتنے دنوں سے ایک لفظ بھی منہ سے نکالنے کی زحمت نہ کرتے عالیان نے خود کو بولتے پایا...... اس نے بچے کے ہاتھ سے کھلونا لے لیا۔

''یہ ٹوٹا ہوا ہے۔''اس نے قدرے سفاکی سے کہا۔

بچے کا پیارا چہرہ پھیکا سا پڑا اور اسے اپنی پیاری چیز کے لیے ایسے کلمات پر صدمہ پہنچا۔

''نہیں! یہ بالکل ٹھیک ہے۔''اس نے اس انداز میں کہا کہ دنیا کا کوئی انسان اسے جھٹلا نہیں سکتا تھا۔

''دیکھو، اس گھوڑے کی دُم نہیں ہے...... اس والے کا سر نہیں ہے...... اور اس گھڑ سوار کا بازو ٹوٹا ہوا ہے......''

اس بات سے بچے کو اور صدمہ ملا لیکن اس نے ایسا انداز اپنا لیا کہ وہ اس بات کے خلاف بھی ڈٹ کر دکھا سکتا ہے۔

''اس سے فرق نہیں پڑتا...... یہ گھوڑے پھر بھی دوڑتے ہیں۔''اس نے اس انداز میں ہنس کر کہا جیسے عالیان پاگل ہو۔

عالیان پاگل ہی تھا...... وہ بچے کی بات پر سن ہو گیا۔

''اس سے فرق نہیں پڑتا...... یہ گھوڑے پھر بھی دوڑتے ہیں۔''یہ گونج اس کے کانوں کے پردوں سے کہیں اندر اتری، اور اس نے جانا کہ وہ کس بات سے انجان رہا ہے۔

بچے نے جو فلسفہ اپنا رکھا تھا۔ وہ فلسفیوں کے بس کی بات نہ تھی۔

''اگر ان سب گھوڑوں کی ٹانگیں ٹوٹ جائیں...... سر بھی...... اور سب گھڑ سوار مر جائیں تو...... تو؟''اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

''یہ پھر بھی دوڑیں گے، میں انہیں دوڑا لوں گا اور گھڑ سواروں کو میں مرنے نہیں دوں گا......''بچے نے انقلاب برپا کر دینے والے انقلابی کے سے انداز میں ہاتھ کی مٹھی کو ہوا میں لہرا کر کہا۔

''یہ دیکھو۔''اس نے ایک گھڑ سوار پر انگلی رکھی۔

''یہ ٹوٹ کر گر چکا تھا...... تمہاری زبان میں یہ مر چکا تھا...... میں نے اسے گھوڑے کی پیٹھ پر رکھ کر باندھ دیا...... تم غور کرو گے تو بھی تمہیں وہ باریک مضبوط دھاگہ دکھائی نہیں دے گا جس سے میں نے اس گھڑ سوار کو باندھا ہے...... کرو غور، ڈھونڈو وہ دھاگہ......''

عالیان نے غور کیا وہ دھاگے کو ڈھونڈ نہ سکا۔ بچہ اس معاملے میں اپنے فن کی بلندیوں پر رہا تھا۔

''میں نے کہا ناں میں گھڑ سواروں کو مرنے نہیں دوں گا...... میں انہیں زندہ رکھنا جانتا ہوں۔ یہ گھوڑے کی پیٹھ پر ہمیشہ موجود رہیں گے۔''بچے نے آخری معرکہ بھی سر کرنے لینے والے سپہ سالار کی آواز کی کھنک کی طرح کھنک کر کہا۔

''میں نے کہا نا میں گھڑ سواروں کو مرنے نہیں دوں گا، میں انہیں زندہ رکھنا جانتا ہوں۔'' یہ فقرہ عالیان کے اندر آسمان پر نکلنے والی دھنک کی طرح پھیل گیا۔

''اور اس کی چابی...... یہ بھی ٹوٹی ہوئی ہے......'' اس کے اندر چھپ کر بیٹھے پرانے عالیان نے دعا کی کہ کاش بچہ اسے لاجواب کر دے۔

بچے نے فاتح کی سی سربہ جود ہوتی مسکراہٹ کو اپنے ہونٹوں پر سجا لیا۔

''اس کی چابی ہے میرے پاس...... جو کبھی نہیں ٹوٹے گی...... یہ دیکھو'' اس نے وہ انگلی جو وہ گھوڑے کی ٹانگوں میں اڑس کر انہیں دوڑا تا رہا تھا اٹھائی۔

''یہ ہے اس کی چابی...... میں ہوں اس کھلونے کی چابی۔'' کہہ کر اس نے گھوڑوں کو اس عظیم چابی کے ذریعے پھر سے دوڑایا اور مایوسی کے میدان میں امید کے گھڑ سوار دوڑنے لگے...... اس نے اسے لاجواب کر دیا تھا۔

سیپی نے منہ کھولا اور دُرفنا کو اگل دیا...... کیونکہ انسان پر یہ جائز نہیں کہ اپنے اندر وہ اسے جگہ دے۔ اس آبِ فنا کا چشمہ اس پر حرام کیا گیا ہے...... ایک بچہ بھی جانتا ہے ٹوٹے ہوئے کھلونے کو کیسے چلایا جائے گا......

''میں ہوں اس کی چابی۔'' گھڑ سوار مقابلے کے جوش سے للکار اٹھے، گھوڑوں کی ٹاپوں نے دلدلی جنگلوں کو بھی پچھاڑ ڈالا...... ان پر انسان سوار تھے...... وہ انسان جو دکھ اور شکست خوردگی کے سمندروں کو بھی پاٹ جاتے ہیں۔

''گھوڑے کو گرنے نہ دو...... گھوڑ سوار کو مرنے نہ دو۔'' اقوال یاد کر کے زندگی گزارنے کی کوشش کرتی مارگریٹ کو کاش کوئی یہ فلسفہ سکھا دیتا...... اور اب وہ زندہ ہوتی اور اس کا بیٹا پل کے دہانے نہ بیٹھا ہوتا۔

''جو انسان روتا ہے وہ آسمانی فرشتوں کو رنجیدہ کر دیتا ہے۔''

''فرشتے کیوں رنجیدہ ہوتے ہیں ماما؟''

''انسان کو رونے کے لیے نہیں بنایا گیا...... اس پر اشرف ہونے کا تاج سجایا گیا ہے اس تاج کو سجا کر انسان روئے گا تو رنجیدہ ہی کرے گا نا...... انہوں نے انسان کی تخلیق دیکھی ہے اور وہ یہ کیسے فراموش کر سکتے ہیں کہ انسان کو وہ علم و حکمت عطا کی گئی جو انہیں نہیں دی گئی۔ اگر انسان وہ منظر دیکھ لے جب کائنات کا رب اس کی تخلیق کا فیصلہ کرتا ہے اور نطفے میں جان ڈالتا ہے اور اسے پروان چڑھاتا ہے اور لوح پر اس کا نام لکھا جاتا ہے اور فرشتوں کو اس بندے کے لیے ذمہ داریاں سونپی جاتی ہیں تو انسان صرف اور صرف اپنے مقصدِ حیات کے لیے جدوجہد کرے...... وہ دکھ پر صبر کرے، نعمت پر شکر کرے...... وہ زندگی کو بامقصد بنانے کو بندگی جانے...... رتبوں میں سب سے پہلا رتبہ تخلیق میں لائے جانے کا ہوتا ہے اور ہر تخلیق پا جانے والے کو اس رتبے پر فخر و شکر کرنا چاہیے۔''

ماما مہر نے اسے اپنی گود میں بٹھا کر کہا تھا...... اسے یہ یاد تھا...... اسے وہ بھول گیا تھا تو ہی اس حالت میں یہاں بیٹھا تھا۔

''زندگی میں جو جذبہ آپ کو برباد کرنے لگے اس جذبے سے دور ہو جائیں گے...... کیونکہ انسان کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اس کی تخلیق کا فیصلہ خدا نے کیا ہے...... وہ اپنا خدا خود نہیں بن سکتا وہ خود کو برباد نہیں کر سکتا۔''

بچے کی پیشانی چوم کر عالیان وہاں سے اٹھ آیا...... اسے مارگریٹ نہیں بننا تھا...... اس کے پیچھے بچہ گھوڑے دوڑا رہا تھا...... ساز بجا رہا تھا...... کیونکہ اس کھلونے کی چابی وہ خود تھا...... اور وہ گھڑ سوار اس وقت تک نہیں گر کر مریں گے جب تک وہ چابی سلامت تھی۔

زندگی کھیل نہیں ہے...... زندگی میدان ہے...... ابد کا میدان...... اور ابد کی زندگی کے لیے...... گھوڑے گرنے نہ دیں۔ گھڑ سوار کو مرنے نہ دیں...... یہ فرض ہے ورنہ انسان اشرف ہونے کا شرف کھو دے گا۔ یہ حقیقت ہے۔

وہ مانچسٹر واپس آیا تو رات ہو چکی تھی وہ اپنی جاب پر ہارٹ راک آ گیا۔
''مجھ سے کچھ نہ پوچھنا۔'' کارل نے اس کی آ کر گردن دبوچ لی تو اس نے کہا
''دوبارہ، ایسے غائب نہ ہونا۔'' کارل نے اس کا ایک کان کھینچا، خوشی کے احساس سے۔
اور اب آج رات کارل اسے زبردستی سڑک پر کھینچ لایا ہے۔ دونوں مٹرگشت کرنے لگے۔ آتے ہوئے کارل ایک ہال میٹ کا پزا اٹھا لایا تھا جو وہ اپنے کمرے میں ''اکیلا'' چھوڑ کر خود ذرا سی دیر کے لیے اِدھر اُدھر ہو گیا تھا۔
''تمہارا کب تک ٹھیک ہونے کا ارادہ ہے۔'' پزا کو سونگھ سونگھ کر کھاتے اس نے بھرے ہوئے منہ سے پوچھا۔
''میں ٹھیک ہوں۔''
''تم اپنے ٹھیک ہونے کے بارے میں مجھ سے زیادہ نہیں جان سکتے، جب تم چھوٹے تھے تب تم ایسے رہا کرتے تھے۔''
''ٹھیک ہے...... ابھی میں پورا ٹھیک نہیں ہوں......''
''چلو پھر یہ بتاؤ پورے ٹھیک کب تک ہو جاؤ گے۔''
''زندگی ایک عجیب مضمون ہے نا کارل......'' اپنے نہ ٹھیک ہونے کی بات اس نے زندگی سے شروع کی
''بالکل نہیں! زندگی ایک خالی مضمون ہے، یہ مضمون پڑھا جانے والا نہیں لکھا جانے والا ہے اسے ہم لکھتے ہیں، یہ زندہ دل ہوگا، رنگین یا کامیاب یہ ہم طے کرتے ہیں، یہ مشکل ہوگا، بے کار یا فضول یہ بھی...... اس کا عنوان ہم ہیں ''میں کارل'' تم عالیان مجھے دیکھو کیا تم نے مجھے کبھی روتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے خود کو خود کبھی روتے ہوئے نہیں دیکھا۔ جس دن تم سے شرارت کی تھی تمہاری رونی شکل دیکھ کر کی تھی ورنہ تم جیسے تھے ویسے بچے مجھے پسند نہیں تھے تم میرے مزاج کے نہیں تھے۔''
''جانتا ہوں......''
''میری سمجھ میں نہیں آ رہا میں تمہارے ساتھ اتنا اچھا کیوں بن رہا ہوں پر سنو...... ایک دن چرچ میں سروس کے بعد فادر نے مجھے روک لیا۔ میں خاموش اور اداس رہا کرتا تھا، کافی چھوٹا تھا میں اس وقت۔ وہ کئی بار مجھے سمجھا چکے تھے کہ زندگی کو ایسے اداس ہو کر نہ گزاروں۔ اس دن انہوں نے میرے سامنے ایک گلاس توڑا، گلاس گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں ان ٹکڑوں پر ننگے پاؤں چلنا چاہوں گا...... میں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ دکھ ٹوٹا ہوا گلاس ہے، کرچیاں اور ٹکڑے...... ان پر چل کر ہم خود کو زخمی ہی کر سکتے ہیں، بس جو ہو چکا ہے اسے بدلا نہیں جا سکتا...... گلاس ٹوٹ چکا ہے اب کچھ نہیں ہو سکتا، ٹوٹے ہوئے گلاس کو اٹھاؤ اور باہر پھینک دو، اس کی کرچیوں پر خود کو گھسیٹتے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں، یہ کم عقلی اور بے وقوفی ہے جب کہ انسان سے ارفع توقعات وابستہ کی جاتی ہیں......'' کارل سارا پزا کھا چکا تھا اور خالی ڈبہ ڈسٹ بن ڈھونڈ کر اس میں ڈال چکا تھا۔
''یہ سب باتیں کر کے میں نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ میں تم سے زیادہ سمجھدار اور بہادر ہوں۔''
عالیان نے اس خاموش اور بہادر انسان کو دیکھا جو کسی کا پزا چرا کر کھا رہا تھا۔
''اگر تم اس کی وجہ سے اپ سیٹ ہو تو میں اسے یونی سے نکلوا سکتا ہوں۔'' کارل نے سنجیدگی سے کہا۔
''اور تمہیں اس کی تو بیٹ لے لینی چاہیے تھی...... لے کر مجھے دے دیتے، ایسے معاملات میں غصہ نہیں کرتے۔''
''کسے نکلوانے کا کہہ رہے ہو؟''
''امرحہ کو......''
''کون امرحہ......؟''

کارل خاموش اسے دیکھتا رہا پھر کندھے اچکا دیئے۔ ''کون امرحہ...... دلچسپ۔''

''تم کس بارے میں بات کرنا چاہ رہے ہو کارل......''

''ٹھیک ہے بات یہیں ختم...... بلکہ سب ختم...... پھر تم پہلے جیسے کیوں نہیں ہو رہے، ایسا لگتا ہے تمہاری کھال میں کوئی اور چل پھر رہا ہے۔'' کارل نے اس کی ناک کی چٹکی لی۔

''عالیان کی کھال میں عالیان ہی ہے۔'' عالیان نے اس کے دونوں کانوں کو ایک ساتھ مروڑا۔

''خود کو دھوکا دے رہے ہو؟''

''ایک دوڑ ہو جائے......؟'' عالیان نے پیش کش کی۔

کارل نے جان دار قہقہہ لگایا ''بات بدل رہے ہو؟''

''چار...... تین...... دو۔'' عالیان نے انگلیاں اٹھائیں۔

''ایک......'' کارل چلایا اور بھاگ کھڑا ہوا...... عالیان بھی۔

اب بس یہی حل تھا...... بھاگتے پھرنا...... آنکھیں میچ لینا...... کانوں میں انگلیاں ٹھونس لینا...... راستہ بدل لینا...... غیر حاضر ہو جانا...... غیر ہی بنے رہنا...... مشکل تھا مشکل سے ہی ہونا تھا۔

ابھی ان کی دوڑ ہال سے ذرا دور ختم ہی ہوئی تھی اور کارل جیت گیا تھا کہ ایک پاؤں میں اپنا اور ایک میں کسی دوسرے کا جوتا پہنے شاہ ویز کارل کے سامنے آیا...... اتفاق سے اس کے دائیں ہاتھ میں باکسنگ گلوز تھا۔

''میرا پزا تم نے کھایا ہے؟'' وہ باکسنگ رنگ میں آیا۔

''نہیں تم سے کس نے کہا......؟'' کارل پر سارے جہان کی معصومیت جچتی تھی۔

''تمہارے چمکیلے ریکارڈ نے...... اب شرافت سے میرا پزا واپس کر دو۔''

کارل نے پورا جبڑا کھول دیا ''دیکھو کیا اس میں سے تمہارا پزا ہو کر گزر رہا ہے۔''

شاہ ویز نے منہ پھیر لیا اور ناک پکڑ لی...... ''یہ باکسنگ گلوز تم دیکھ رہے ہو نا اور تم جانتے ہو عامر خان میرا پسندیدہ باکسر ہے...... تم مجھے اکسا رہے ہو کہ میں اسے اسی سڑک پر خراج تحسین پیش کروں۔'' اس نے باکسر کی طرح اچھل اچھل کر کہا۔

''بڈی تم عالیان سے پوچھ لو...... میں نے تو دو ہفتوں سے پزا کی شکل نہیں دیکھی۔''

''جب کہ ان دو ہفتوں میں پورے دس پزا ہال سے غائب ہوئے ہیں......'' شاہ ویز نے دائیں ہاتھ کو لہرا کر کہا...... کارل نے اس گھونسے سے اپنی ناک بچائی۔

''اس نے ہی پزا کھایا ہے۔'' عالیان نے کہا۔

کارل کو ذرا حیرت نہیں ہوئی اسے عالیان سے یہی توقع تھی۔ شاہ ویز نے ہاتھ لہرایا، مکا مارنے کے لیے نہیں بلکہ مکے کی متوقع آمد کی خبر دینے کے لیے......

''جو Testoni کے جوتے تم نے مارک کو رینٹ پر دیئے تھے میں احتیاطاً انہیں اس کی وارڈ روب سے نکال کر اپنی وارڈ روب میں لاک کر آیا ہوں......''

عالیان پاگلوں کی طرح ہنسنے لگا کہ اب کارل تم کیا کرو گے...... کارل خاموش سا شاہ ویز کو دیکھنے لگا، اس کے جوتے پزا سے مہنگے تھے۔

''اب تم پزا لے آنا اور جوتے لے جانا جب تک پزا نہیں آئے گا فی گھنٹہ جوتوں پر ہرجانہ بڑھتا جائے گا...... ایک گھنٹے بعد آنے کی صورت میں، میں دو دن جوتے استعمال کر کے تمہیں دوں گا...... اور میں یہ بتا دوں کہ انہیں پہن کر میں فٹ بال

کھیلنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔'' شاہ ویز نے خلائی مکا لہرا کر کہا۔

''Hmm'' کارل نے شاہ ویز کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''پچھلے ہفتے تم نے جیری کو اپنا ہینڈی کیم استعمال کے لیے دیا تھا...... جیری اتنا لاپرواہ ہے کہ اسے اسٹڈی ٹیبل پر ہی رکھتا ہے۔''

کارل نے کہا اور ہال کی طرف دوڑ لگا دی جب تک شاہ ویز کو بات سمجھ میں آئی تھوڑی سی دیر ہو چکی تھی پھر بھی وہ کارل کے پیچھے تیزی سے بھاگا لیکن کارل ہال کا داخلی دروازہ پار کر چکا تھا۔

''اور میں یہ بتا دوں کہ میں ہینڈی کیم کو نہلانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔'' کارل نے بھاگتے ہوئے چلا کر کہا۔

عالیان نے بھی دونوں کے پیچھے بھاگنا مناسب سمجھا کیونکہ اس کا ارادہ شاہ ویز کی مدد کرنے کا تھا۔

O......❖......O

باب

ڈیرک کسی چینل کے لیے ایک ڈاکومنٹری بنا رہا تھا۔ اس نے امرحہ کو بھی ساتھ کام کرنے کی پیش کش کی، جو امرحہ نے قبول کر لی۔ ڈاکومنٹری کا موضوع مختلف مذاہب کے اسٹوڈنٹس کے وہ خیالات، سوالات، یا ابہام تھا جو وہ اسلام کو لے کر رکھتے ہیں۔

ڈیرک اور اس نے مل کر سوالات لکھے۔ انہیں کم سے کم چالیس اسٹوڈنٹس سے سوالنامے کے جوابات لینے تھے۔

ڈاکومنٹری کا دورانیہ بیس منٹ تھا۔ ریکارڈنگ کے لیے انہوں نے مختلف اسٹوڈنٹس سے رابطے کر لیے تھے۔

کچھ ریکارڈنگ یونیورسٹی کیمپس میں کی جانی تھی کچھ یونی کے باغ میں، اسٹوڈنٹس ہالز اور کچھ قریبی کیفے اور سڑک پر......

ریکارڈنگ شروع ہوئی تو تقریباً سب نے ہی ان کے ساتھ تعاون کیا اپنے خیالات کے اظہار کے لیے وہ آزاد تھے اور وہ آزادانہ ہی اظہار کرتے تھے۔ کچھ اسٹوڈنٹس کے تاثرات، سوالات کافی منفی اثرات لیے ہوئے تھے۔ اسلام کو لے کر کافی غلط فہمیاں پروان چڑھ چکی ہیں۔ مغربی لوگ حالات سے باخبر رہتے ہیں یہ ایک سچ ہے لیکن اس سے بھی بڑا سچ وہ میڈیا ہے جو انہیں اپنی مرضی کے جھوٹ سچ دکھاتا ہے۔ ایک اسلامی ملک پاکستان میں میڈیا کی لگامیں کسی کے ہاتھ میں نہیں ہیں تو کسی دوسرے ملک کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔

سب سے بڑی حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام کے خلاف جتنی بھی غلط فہمیاں یا پروپیگنڈہ ہو چکا ہے اس کو لے کر مسلم اُمہ نے کوئی لائحہ عمل نہیں بنایا۔ جو بنایا ہے، وہ بہت کمزور ہے۔

''جاپانی اور جرمن جنگِ عظیم میں مفتوح رہے تھے یہ ماضی ہے، جاپانی اور جرمن ترقی کے ہر میدان کے فاتح ہیں۔ یہ حال ہے۔''

''ہر قوم خود پر ٹوٹنے والی افتاد سے سبق سیکھتی ہے اس افتاد سے چھٹکارا حاصل کر لیتی ہے...... مسلم قوم کیوں نہیں؟''

''جنگِ عظیم دوم کے دوران جاپانیوں کو وحشی اور درندے کہا گیا...... اور اب...... اور آج کی دنیا میں انہیں ''دنیا کی امن پسند قوم'' کی صف میں سب سے آگے کھڑا کیا جاتا ہے...... دنیا کا کوئی انسان ایک جاپانی سے زیادہ امن پسند نہیں ہو سکتا......''

''تقدیریں بدل جاتی ہیں اگر قومیں بدل جائیں اور قومیں صرف اسی وقت بدلتی ہیں جب ان کی سوچ بدلے......اور سوچ اس وقت روشن ہوتی ہے جب جہالت کا اندھیرا چھٹ جائے...... اور جہالت کا اندھیرا چودہ سو سال پہلے قرآن کی تکمیل سے مٹ چکا ہے۔

اس مٹا دیئے گئے اندھیرے کے بعد بھی ہم جاہل ہی رہیں تو تف ہے ہم پر...... پھر بھی ایک قابلِ فخر قوم نہ بن سکیں تو ''خسارے میں ہیں ہم...... قوموں میں قوم نہ کہلا پائیں تو ''دھبہ'' ہیں ہم......''

''اندھے گونگے اور بہروں کے لیے کوئی وعدہ نہیں ہے۔ کامرانی کا نہ شجاعت کا۔''

پال کا تعلق یونان سے تھا، وہ تقریباً لامذہب ہی مشہور تھا، یونیورسٹی میں وہ اپنے تیز مزاج کی وجہ سے جانا جاتا تھا، اسے تخریبی ذہن کا مالک بھی کہا جاتا تھا۔ ڈاکومنٹری کے لیے جب اسٹوڈنٹس سے رابطے کیے گئے تو اس نے ڈیرک سے ریکارڈنگ کی خواہش کا اظہار کیا۔ کیمرہ آن ہوتے ہی اس نے اسلام کو لے کر انتہائی شدت پسندانہ خیالات کا اظہار شروع کر دیا۔ ڈاکومنٹری کے لیے آزادی رائے کی اجازت دی گئی تھی، لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں تھا کہ ایسا گرا ہوا انداز اپنایا جاتا۔

ریکارڈنگ Oak ہاؤس کے باغ میں کی جا رہی تھی۔ ڈیرک نے کیمرہ بند کر دیا تو وہ ضد کرنے لگا کہ اسے آزادی رائے کا حق پوری طرح سے استعمال کرنے دیا جائے۔

''تمہارا انداز مناسب نہیں ہے۔'' ڈیرک نے تحمل سے کہا۔

''کیوں! میرے انداز کو کیا ہوا ہے؟'' وہ چڑ گیا۔

''تم الزامات لگا رہے ہو؟''

''کیا الزام لگایا ہے؟''

''مجھے تم سے بحث نہیں کرنی۔'' ڈیرک نے بات ختم کی۔

''تم میری بے عزتی کر رہے ہو؟'' وہ بلاوجہ غصے میں آ گیا۔

''اور تم جو اتنی گھٹیا زبان کا استعمال کر رہے ہو...... شکر کرو۔ میں نے تمہارا منہ نہیں توڑ دیا۔'' امرحہ بولے بغیر رہ نہ سکی جب کہ ڈیرک نے اسے خاموش رہنے کے لیے کہا تھا۔

پال اور بھڑک اٹھا کہ گالیاں دینے لگا اور امرحہ کو مخاطب کر کے جو دل میں آیا کہنے لگا۔

ڈیرک نے امرحہ کو چلنے کا اشارہ کیا لیکن امرحہ ہلی نہیں۔

''مجھے سن لینے دو اس کی بکواس۔'' امرحہ غصے میں چلائی۔

''اس کی ضرورت نہیں ہے امرحہ! چلو...... عقل سے کام لو۔''

لیکن امرحہ نے عقل سے کام نہیں لیا اور وہ پال کی بکواس سنتی رہی۔

''امرحہ! خدا کے لیے چلو۔'' ڈیرک منت کرنے لگا وہ امرحہ کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

''جاہلوں سے بحث نہیں کرتے امرحہ!'' ڈیرک نے اسے سمجھانا چاہا۔

''یہ یونیورسٹی اسٹوڈنٹ ہے جاہل نہیں۔'' امرحہ غصے سے بولی۔

''تم یہاں سے چلو بس۔''

پال مسلسل الٹی سیدھی باتیں کر رہا تھا اس سے ایسے سوال پوچھ رہا تھا۔ جن کے جواب میں خاموش رہا جا سکتا تھا یا اس کے منہ پر تھپڑ مارے جا سکتے تھے اور جب اس کی بکواس بڑھ گئی تو امرحہ نے اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا۔

''بکواس بند کرو اپنی ذلیل انسان......'' امرحہ کی برداشت کی حد ختم ہو گئی تھی۔

ڈیرک ایک دم سے پال اور امرحہ کے درمیان آیا۔

''امرحہ! جاؤ تم یہاں سے۔'' ڈیرک چلایا...... پال کسی بھینسے کی طرح بے قابو ہو رہا تھا...... کچھ دوسرے اسٹوڈنٹس ڈیرک اور پال کی طرف بھاگے جو گتھم گتھا ہو رہے تھے...... پال امرحہ کی گردن دبوچ لینا چاہتا تھا۔

ذرا سی دیر میں صورتِ حال بدل گئی تھی...... اور انتہائی خوف ناک صورتِ حال اختیار کر گئی تھی۔ اس نے یونیورسٹی کے ایک اسٹوڈنٹ کو تھپڑ مار دیا تھا صرف اس ایک تھپڑ پر پال اسے یونی سے نکلوا سکتا تھا۔

امرحہ گھر آ گئی...... ویرا سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا...... دو گھنٹے بعد ڈریک کا اسے فون آیا وہ اسے اسٹوڈنٹ یونین کے دفتر آنے کے لیے کہہ رہا تھا...... وہ یونین کے آفس آ گئی...... ڈریک نے فوراً سے پہلے معاملہ یونین کے سپرد کر دیا تھا۔

ساری صورت حال صرف ایک اسٹوڈنٹ کے خلاف جانے والی تھی "امرحہ کے" ڈریک اسے منع بھی کر رہا تھا کہ پال کو بولنے دے اور وہاں سے چلی جائے لیکن امرحہ سے اپنا غصہ دبایا نہیں جا سکا اس نے پہلی بار براہِ راست ایسا کچھ سنا تھا وہ بھی اپنی ہی یونی کے اسٹوڈنٹ کے منہ سے......

یونین کے صدر، اسلامی سوسائٹی کے صدر اور پاکستانی سوسائٹی کے صدر نے ان تینوں سے پہلے الگ الگ بات کی...... پھر اسٹوڈنٹ یونین کے چند دوسرے فعال لیکن سمجھ دار اسٹوڈنٹس کی موجودگی میں میٹنگ کی گئی۔

O......❖......O

یونین کے صدر جے پیٹرسن نے امرحہ کے عمل کو سخت ناپسند کیا۔

"وہ بکواس کر رہا تھا...... میں برداشت نہیں کر سکی۔" امرحہ کو جے پیٹرسن کے ردِعمل پر اور غصہ آیا۔

"بہرحال اس نے اپنی زبان کا استعمال کیا...... آپ نے ہاتھ کا...... آپ کا ردِعمل سنگین ہے...... آپ جانتی ہیں اس بنا پر وہ آپ کو یونیورسٹی سے نکلوا سکتا ہے۔"

"مائی فٹ...... اگر اس نے دوبارہ بھی ایسی بکواس کی تو میں اس کا منہ توڑ دوں گی۔"

میٹنگ میں موجود ایک ایک شخص نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"آپ اپنے مذہب کے کس اصول کے تحت اس کا منہ توڑ دیں گی......؟" عالیان اس سے پوچھ رہا تھا۔

"تشدد کی تو اسلام میں گنجائش ہی نہیں ہے...... انتہائی حد پر جا کر بھی......"

"اور ایسی فضولیات کی گنجائش ہے؟" امرحہ کو عالیان کی بات بری لگی اسے یہ بھی برا لگا کہ اتنے سارے لوگوں میں وہ اسے غلط ثابت کرنا چاہ رہا ہے۔

"نہیں ہم نہ پال کے ردِعمل کے حامی ہیں نا ہی آپ کے۔" جے پیٹرسن نے کہا۔

"لیکن آپ سب صرف مجھے ہی غلط کہہ رہے ہیں......"

"آپ غلط ہیں......" عالیان نے سنجیدگی سے کہا۔

امرحہ اس کی شکل دیکھتی رہ گئی...... تو وہ اسے اس قدر ناپسند کرنے لگا تھا۔ غصے اور دکھ کے الاؤ نے اس پر ہلا بول دیا...... وہ جیسے عقل سے بیگانہ سی ہو گئی۔

"ہونہہ...... یونین کی اس میٹنگ کے ارکان عیسائی ہیں یا یہودی...... یا لامذہب وہ کیسے میری حمایت کر سکتے ہیں...... ایک مسلمان کو وہ کیسے ٹھیک کہہ سکتے ہیں......؟" امرحہ کا دماغ واقعی کام کرنے لگا تھا۔

عالیان نے سختی سے اپنے لب بھینچ لیے۔ اس نے اتنی ناپسندیدگی سے امرحہ کو دیکھا کہ اس نے آج تک شاید ہی کسی کو دیکھا ہو گا۔

"یونین کے ارکان سمجھ دار پڑھے لکھے انسان ہیں...... آپ غلط سمجھ رہی ہیں، یہاں ہم سب مذہب سے بالاتر ہو کر بات کر رہے ہیں...... ہم مسئلے کے حل کے لیے آپ کے پاس بیٹھے ہیں...... آپ کو سمجھانے کے لیے...... آپ کی غلطی ہے آپ مان جائیں۔ پال سے مفاہمت کر لیں۔"

"ہرگز نہیں......"

"آپ کو اس سے پہلے معذرت کرنی ہو گی آپ کر لیں...... وہ بھی کر لے گا...... ورنہ اس معاملے کو ہم یونیورسٹی انتظامیہ تک جانے سے نہیں روک سکیں گے۔"

''جو ہوگا وہ میں دیکھ لوں گی...... میں اس سے معذرت ہرگز نہیں کروں گی۔''

''ٹھیک ہے...... یہ معاملہ یونیورسٹی انتظامیہ کے پاس ہی جانا چاہیے پھر...... مس امرحہ کا یونیورسٹی سے چلے جانا ہی بہتر ہوگا۔'' یہ عالیان کی کرخت آواز تھی جسے سن کر امرحہ بلبلا سی اٹھی تھی۔

ہاں وہ اس سے شدید نفرت ہی تو کرنے لگا ہے اب۔

میٹنگ بغیر کسی نتیجے کے برخاست ہوگئی...... امرحہ نے اسٹوڈنٹ یونین کے آفس سے باہر نکلتے عالیان کو جالیا۔

''تو تم مجھ سے اتنی نفرت کرنے لگے ہو کہ مجھے ایسے یونیورسٹی سے نکلوا دینا چاہتے ہو؟''

''میں تمہیں نکلوا رہا ہوں؟''

''تم نے جے پیٹرسن سے کہا کہ......''

''ہاں۔ میں نے کہا...... اور ٹھیک کہا۔''

''میرا یونیورسٹی سے نکل جانا بہتر ہے......؟'' وہ سن چکی تھی پھر بھی تصدیق چاہی تھی۔

''بالکل......'' اس نے تصدیق کر دی۔

امرحہ جہاں کی تہاں کھڑی رہ گئی۔ ''اتنی نفرت اب اس سے۔''

''تم مسلمان ہوتے تو تمہارے دل پر چوٹ لگتی...... صرف نام رکھ لینے سے اور چند کتابیں پڑھ لینے سے کوئی مسلمان نہیں بن جاتا...... جس طرح کی بکواس اس نے کی تھی وہ قتل کیے جانے کے لائق تھا......'' عالیان کے رویئے سے بھڑک کر امرحہ نے اس پر گہری چوٹ کی۔

عالیان نے بہت صبر سے امرحہ کو دیکھا جیسے کسی جاہل کو علم کی نظر سے جانچا۔

''ایسے کتنے قتل ہوئے تھے اُس دور میں جس میں محمد ﷺ پر پتھر برسائے گئے تھے؟'' وہ سوال کر رہا تھا۔

''بتاؤ...... جواب دو...... جب ان کے جوتے خون سے بھر گئے تھے...... انہیں برا بھلا کہا جاتا رہا...... جب وہ اپنی قوم کے پاس واپس آئے تو انہوں نے اپنی قوم کو کیا حکم دیا تھا...... ملیامیٹ کر دو ان لوگوں کو جنہوں نے مجھے برا بھلا کہا...... ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دو...... کیا ایسا کوئی حکم دیا تھا انہوں نے؟''

غصے میں بھڑک جانے والوں میں سے ایک کے پاس اس کا جواب نہیں تھا۔

''کیا اس عورت کے ہاتھ کاٹ دینے کا حکم دیا تھا جو ان پر گند پھینکا کرتی تھی...... ایک اللہ کا پیغام پھیلانے والے کے سامنے جب مشرک، جاہل اللہ کو برا بھلا کہتے اور مذاق اڑاتے تو کیا وہ غصے میں بھڑک کر ایک ایک کا منہ توڑ دیا کرتے تھے...... جو اللہ کے نبی تھے جو تم سے زیادہ اللہ کے قریب تھے کیا وہ یہ کہا کرتے تھے؟

ساری دنیا میں اسلام کا تماشا تم جیسے بھڑک بھڑک جانے والے مسلمانوں نے بنایا ہے۔ تم مسلمان ہونا...... اسلام کو مانتی ہو...... پھر غصے میں بھڑکنے کی وجہ...... غصہ تو حرام ہے نا...... ہر حال میں حرام...... حرام کا مطلب حرام...... کبھی حرام کو حلال ہوتے دیکھا ہے...... کسی بھی صورت کسی بھی ماحول میں۔

غصے میں برا بھلا کہنا، گریبان پکڑ لینا، تشدد کرنا...... یہ کون سا مذہب ہے جس کی تصویر اٹھا کر تم دنیا کو دکھا رہی ہو؟ تم نبی کے نام پر جان دینے کو تیار ہوگی لینے کو بھی تیار ہوگی، لیکن اسی نبی جیسی بننے پر تیار نہیں ہوگی۔

اِسلام اینٹ کا جواب پتھر نہیں ہے مس امرحہ...... بالکل نہیں...... اسلام اینٹ کا جواب برداشت ہے، تحمل ہے، صبر ہے، حکمت ہے اور سب سے بڑھ کر خاموشی ہے......

اسلام گالی کا جواب گالی نہیں ہے...... اسلام گالی کا جواب درگزر ہے۔

کیا تم نے درگزر کو اپنایا...... کس نبی نے کب درگزر سے کام نہیں لیا، کب کب خاموشی اختیار نہیں کی، نبیوں کے لیے

سب سے زیادہ صبر خاموشی، حکمت کے پیغامات اترے ہیں نبیوں نے یہی درس اپنی امتوں کو دیئے ہیں۔ تم کس نبی کو مانتی ہو...... تم کس دین کی پیروکار ہو...... تم میں برداشت نہیں...... تم میں صبر نہیں...... تم کون ہو؟
کل انسانیت وحشی پن پر اتر آئے تو بھی اسلام اس کی مخالفت کرتا ہے۔ اپنے برائے نام اسلام کو صرف خود تک رکھو...... بھڑک کر اسے مار کر تم نے ثواب نہیں کمایا...... تم اسے بولنے دیتیں...... کیا اس کے کہہ دینے سے وہ سچ ہو جائے گا جو جھوٹ ہے، غلط ہے۔ تم جانتی ہو کہ یہاں کیا ہو سکتا تھا۔ پال کا حلقہ بہت بڑا ہے۔ وہ ایک اسپورٹس مین ہے...... یونی اسے سپورٹ کرتی ہے، اس کے کئی چاہنے والے ہیں...... اگر وہ اپنے گروپ کو مسلمانوں اور اسلام کے خلاف استعمال کر کے ایک محاذ کھڑا کر لیتا تو؟ عرب اور افریقہ کے مسلمان اسٹوڈنٹس ان معاملات میں بہت حساس ہیں وہ بھی ایک محاذ بنا لیتے...... ایک ایسی جگہ جہاں مسلمان بھی ہیں، عیسائی بھی اور دیگر مذاہب کے اسٹوڈنٹس بھی وہاں مذہبی آگ بھڑک اٹھتی...... مانچسٹر یونیورسٹی دنیا کی امن پسند یونیورسٹیوں میں سے ایک ہے، لیکن پھر یہ امن پسند نہ رہتی...... تمہاری ذرا سی غلطی کا نقصان کتنا بڑا ہوتا تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتیں۔"

"تو کیا اس نے ٹھیک کیا؟" امرحہ کی آواز رندھ گئی۔

"اس نے غلط کیا لیکن بہر حال زبان سے، مسلمان تم ہو، اچھے کی توقع تم سے تھی اس سے نہیں۔ یونیورسٹی انتظامیہ اس معاملے کو دیکھے گی تو شاید وہ تم دونوں کو یونی سے نکال دے کیونکہ تمہیں یونیورسٹی میں رکھنے کی صورت میں مذہبی گروپس بننے کا خطرہ موجود رہے گا...... جب کہ یونیورسٹی کو ہر حال میں اپنے ماحول کو تعصب سے پاک رکھنا ہے...... یہ ایک درس گاہ ہے یہاں دنیا بھر سے لوگ پڑھنے کے لیے آتے ہیں...... ایک ایسی درس گاہ میں آ کر بھی اگر تم تحمل اور بردباری کا مظاہرہ نہیں کر سکتی تو بہتر ہے گھر چلی جاؤ۔"

"تو تمہاری یہ خواہش ہے کہ میں گھر چلی جاؤں۔"

"نہیں امرحہ...... ہم یہاں ذاتی معاملات پر بات نہیں کر رہے...... اگر تمہیں کوئی بات نہیں سمجھنی تو بہتر ہے کہ میرا وقت ضائع نہ کرو...... جب جے پیٹرسن نے مجھے فون کیا تھا تو مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم بھی اس معاملے میں شامل ہو۔ ورنہ میں خود کو اس معاملے سے دور رکھتا...... وہ اکثر مجھے ایسے معاملات میں بلا لیتا ہے۔ لیکن اگر اب مجھے یہ محسوس ہوا کہ یہ معاملہ بگڑ سکتا ہے تو میں یونیورسٹی سے تمہیں نکالے جانے کی پُر زور سفارش کروں گا...... میں یونیورسٹی اسٹوڈنٹس کے درمیان مذہبی چپقلش نہیں چاہتا۔"

کہہ کر وہ چلا گیا۔

اس کی ساری باتیں ٹھیک تھیں اور ایک بات سب سے زیادہ ٹھیک تھی کہ اب وہ واقعی "امرحہ" کو نہیں جانتا تھا...... اسے اس کے ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

امرحہ جاب پر نہ گئی اور سڑکوں پر مٹرگشت کرتی رہی...... رات ہو گئی اور رات سے اور رات۔

جے پیٹرسن کو اس نے فون کر دیا تھا، وہ مسئلے کو ختم کرنے کے لیے تیار تھی...... مانچسٹر کی ایک ایک چیز جو اسے اچھی لگا کرتی تھی اسے زہر لگ رہی تھی اس کا دل کہیں دور بھاگ جانے کو چاہ رہا تھا...... کہیں چھپ جانے کو کہیں بھی موجود نہ ہونے کو......

وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ اسے خود کے ساتھ کیا کر لینا چاہیے۔

کشتی کے پیندے میں ہوئے سوراخ کی مانند...... وہ سمندر کے کھارے پانی سے خود کو بچا لینے پر قادر نہ رہی تھی اور وہ تو اس پر بھی قادر نہیں رہی تھی کہ کسی طرح سے اس سوراخ کو ہی بند کر ڈالے۔

تو اسے ڈوب ہی جانا تھا...... اگر یہی طے تھا تو اسے زیادہ مچلنا نہیں چاہیے پُرسکون رہنا چاہیے...... لیکن اس سے یہ بھی

تو نہیں ہو پا رہا تھا...... وہ داخلی طور پر ایک مشکل دور سے گزر رہی تھی اور اس کا الزام وہ صرف اپنے سر پر نہیں لے سکتی تھی کہ سب اس کی وجہ سے ہوا اور اس میں سراسر اسی کا تو قصور ہے۔

O......❖......O

وہ جے پیٹرسن کے پاس موجود تھی۔

''میں سارے معاملے کو ختم کرنا چاہتی ہوں۔''

''ڈاکومنٹری پر فی الحال کام نہیں ہوگا...... یا آپ لوگ اسے ریلیز نہیں کریں گے...... اس سارے معاملے سے آپ کسی کو آگاہ نہیں کریں گی اپنے قریبی دوستوں کو بھی نہیں، ورنہ نتائج کی ذمہ دار آپ ہوں گی...... آپ کسی کو کسی بھی صورت یہ نہیں بتائیں گی کہ پال نے کیا کیا کہا The Tab Manchester یا کسی بھی دوسرے اخبار تک یہ بات کسی بھی صورت نہیں جانی چاہیے۔ آپ بالکل خاموش رہیں گی...... کوئی کچھ بھی پوچھے گا تو آپ لاعلمی کا اظہار کریں گی۔ پال چاہتا ہے آپ اس سے معذرت کریں۔''

''پہلے معذرت وہ کرے گا...... پہل اس کی تھی۔''

''ٹھیک ہے کل اپنی کلاس لینے کے بعد یہاں آجایئے گا۔''

جے پیٹرسن سے ملنے کے بعد امرحہ عالیان سے ملنے اس کے ڈیپارٹمنٹ آئی لیکن وہ اسے نہیں ڈھونڈ سکی...... ناچار وہ سائیکل اسٹینڈ کے قریب کھڑی ہوگئی...... اپنی کلاسز لے کر جب وہ اپنی سائیکل کے پاس آیا تو وہ فوراً اس کے پاس آگئی۔

''میں اپنے تلخ رویئے کی معذرت چاہتی ہوں عالیان!''

''جے پیٹرسن نے مجھے بتایا ہے کہ معاملہ ختم ہو چکا ہے۔'' عالیان نے اس سے ٹھیک ویسے ہی بات کی جیسے جے پیٹرسن نے امرحہ سے کی تھی۔

''میں اس معاملے کی نہیں...... تمہاری اور اپنی بات کر رہی ہوں۔''

''تمہاری اور میری کوئی بات نہیں ہے جسے کیا جائے۔'' سائیکل نکال کر وہ آگے بڑھ گیا اور اس پر بیٹھ کر اتنی شدت سے پیڈل گھمایا جیسے کسی پرانے صدمے کو نئے انداز سے رفع کرتا ہو۔

امرحہ نے غصے میں اس پر طنز کیے تھے کہ وہ لامذہب ہے یا صرف نام کا مسلمان ہے، لیکن نام کا مسلمان وہ نکلا تھا یا خود امرحہ، امرحہ کو خدشہ رہا تھا کہ وہ حرام فوڈ کھاتا رہا ہوگا...... اور امرحہ حرام کی قسم غصے میں کئی ہزار بار مبتلا ہو چکی تھی اور اس حرام کا کیا جو غصہ غیبت اور چغلی کی صورت وہ کئی سو بار کھا چکی تھی۔ اسے اپنے مسلمان ہونے پر فخر تھا لیکن یہ کیسا فخر تھا جو صرف نام کا تھا۔

لیڈی مہر کا کہنا تھا کہ وہ چاہتا تو اپنی ماں کا مذہب اپنا سکتا تھا لیکن اس نے میرا مذہب اپنایا...... اس پر کوئی زبردستی نہیں کی گئی تھی، بالغ ہونے کے بعد اختیار اس کے ہاتھ میں تھا اور اس نے اسلام کا انتخاب کیا...... وہ ایک عام مسلمان نہیں ہے۔

لیکن امرحہ نے اسے عام بھی نہیں سمجھا تھا...... وہ ایک عیسائی عورت کا بیٹا ہے یورپ میں پلا بڑھا ہے، اس کے باپ کا تا پتا نہیں تھا اس کے ساتھ دوستی کی جا سکتی ہے۔ رشتہ داری نہیں وہ خوب صورت ہے، لائق فائق ہے سمجھ دار، بُردبار ہے لیکن پھر بھی پاکستانی معاشرے میں صفر ہے، کیونکہ اس کی ماں عیسائی تھی اور اس کا باپ سوالیہ...... اس کے آگے پیچھے کوئی نہیں ہے۔ اسے ایک مسلمان عورت نے پالا ہے اور اس کی پرورش ایک بے سہارا بچوں کے ادارے میں ہوئی ہے...... صرف ان چند باتوں سے ہی مانچسٹر یونیورسٹی کا ٹاپر...... صفر ہو جاتا ہے۔

''اس نے ٹھیک کہا امرحہ! اسلام گالی کا جواب گالی نہیں ہے...... بلکہ کتنی پیاری بات کی ہے اس نے۔'' دادا امرحہ کو سمجھا رہے تھے۔

عالیان کو صرف ایک یونیورسٹی فیلو ثابت کر کے اس نے دادا کو ساری بات بتا دی تھی۔

''میں بھی غلط نہیں تھی دادا۔ جو میں نے سیکھا، دیکھا وہی میں نے کیا، میں نے اپنے گھر میں کبھی ایسی باتیں نہیں سنیں......کیسا تحمل اور کیسی بُردباری......''

''بتاؤ کیا میں نے تم میں بُردباری اور تحمل پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی...... جب تم مانچسٹر جا رہی تھیں تو میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ امرحہ دوسروں کے لیے مثال بننا کہ تم اب اکیلی نہیں اپنے ساتھ اپنے ملک و مذہب کا نام لیے جا رہی ہو......تمہارا ایک غلط قدم تمہاری قوم پر انگلی اٹھائے گا......تم نے کتنی بار مجھے کہا کہ دادا روسی بہت سخت جان ہوتے ہیں...... جب کہ روسیوں کے نام پر تم صرف ایک ویرا کو جانتی ہو......تم نے کہا کہ جرمن بہت صلح جُو اور امن پسند ہوتے ہیں جب کہ تمہارا صرف ایک ہم جماعت جرمن ہے......تم نے کہا کہ جدت فرانسیسیوں پر ختم ہے...... تم بمشکل ایک یا دو فرانسیسیوں کو جان پائی ہو گی...... پال بھی تم ہی سے سارے مسلمانوں کو تشبیہ دے گا۔ تم نے الٹا یونین کے صدر پر طنز کیے۔''

''جی......''

''تمہاری آواز اتنی بوجھل کیوں ہے؟''

''ٹھیک ہے، آپ کو ایسے ہی لگ رہا ہے۔''

''میرے خواب میں تم روتی ہوئی آئی تھیں...... اگر تم روتی رہی ہو تو مجھے وجہ بتا دو...... کیا اس مسئلے کو لے کر پریشان تھیں؟''

''میں کیوں روؤں گی بھلا......؟''

''امرحہ بچے! تم یہ بھول جاتی ہو کہ میرا دل تمہارے دل سے جڑا ہے۔ میرا دل اداسی سے بھرتا جا رہا ہے۔ اور ایسا اس لیے ہے کہ تمہارا دل اداس ہے۔ میں اپنے دل سے تمہارے دل کا حال جان جاتا ہوں۔''

''آپ کا وہم ہے۔''

''میں دعا کروں گا یہ میرا وہم ہی ہو۔''

''ہاں ضرور دعا کیجیے گا...... کہ سب وہم ہی ہو۔'' اس نے فون بند کیا اور کھڑکی کھول دی۔

اگر ایک دل دوسرے دل سے جڑ جائے تو سب معلوم ہوتا رہتا ہے؟ سب......لیکن اگر وہ جڑ جائے تو ہی نا......

O......✤......O

شارلٹ اپنے نمونے کو لے آئی تھی اور کیا نمونہ لائی تھی کہ نشست گاہ میں بیٹھی این اون تک نظریں چرا کر جورڈن کو دیکھ رہی تھی جو خود لڑکا سی بنی گھوما کرتی تھی اور جسے ''لڑکا نامی مخلوق'' سے اتنی ہی دلچسپی تھی کہ ''بس یہ بھی ایک مخلوق ہے......''

سادھنا خاص امرحہ کو اس کے کمرے سے نکال کر لائی تھی۔

''میں نے اب تک کی زندگی میں اتنا خوب صورت انسان نہیں دیکھا۔'' سادھنا نے جورڈن کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے آہ صورت کہا۔

امرحہ نشست گاہ سے ذرا دور کھڑی کی کھڑی ہی رہ گئی۔ ''میں نے اتنی بڑی یونیورسٹی میں اس کے قریب قریب کا بھی نہیں دیکھا۔'' اس نے بھی آہ صورت ہی کہا۔

سادھنا نے امرحہ کے بازو پر چٹکی بھری ''ہم اسے نظر لگا دیں گے۔''

''نظر بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔''

جانے کس دل سے خواہش کی تھی ماما مہر نے کہ شارلٹ ہالی وڈ کا ہیرو ہی اٹھا لائی تھی۔ چند ایک فلموں میں سپورٹنگ کردار ادا کر چکا تھا۔ سپر ہیرو کے بھی کر ہی لے گا اور سپر اسٹار بن ہی جائے گا۔

ماما مہر کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اس گڈے کو کسی شوکیس میں سجا کر اس شوکیس کا دنیا بھر کے سامنے افتتاح کریں...... یا ایک بڑی سی نمائش رکھ لیں کہ "دیکھو میرا داماد...... ہے کسی کے پاس ایسا......؟"

"تمہیں کہاں ملا شارلٹ؟" ماما مہر نے سرگوشی کی۔

این اون نے کان خاص ان کے قریب کے لیے...... اف یہ سچ ہے اسے بھی معلوم کرنا تھا کہ ایسے چینی مٹی سے ہاتھ لگائے کہیں ٹوٹ ہی نہ جائے جیسے گڈے کہاں پائے جاتے ہیں......

"ہارورڈ یونی سے ماما، جورڈن ایک شارٹ کورس کے لیے آیا تھا، کورس کیا اور چلا گیا پھر کچھ مہینے بعد آیا اور مجھے یہ انگوٹھی پہنادی......" اس نے انگوٹھی والا ہاتھ آگے کیا، اگر نشست گاہ کی سب لائٹس بجھا دی جاتیں تو انگوٹھی میں جڑا ہیرا بتاتا کہ اس کی قیمت کیا ہے وہ اتنی روشنیوں میں بھی اپنی روشنی بکھیر رہا تھا۔

"مجھے تو یقین نہیں آ رہا کہ اس نے تمہیں پسند کر لیا ہے۔"

شارلٹ کا منہ اُتر گیا۔ وہ بلاشبہ خوب صورت تھی لیکن جورڈن جتنی بہرحال نہیں...... لیکن ماؤں کو تو صرف اپنے ہی بچے پیارے لگتے ہیں نا...... تو ماما مہر کو جورڈن کیوں پیارا لگا پھر؟

"کتنی خوش قسمت ہوں میں شارلٹ!" ماما مہر نے بچوں کی طرح دونوں ہاتھ ٹھوڑی تلے ٹکائے۔

امر حہ نے ہنسی کی زیادتی کی وجہ سے منہ پھیر لیا البتہ سادھنا کو نشست گاہ سے جانا پڑا...... کیا انداز تھا ماما مہر کا......

"فلمی ستارے آئیں گے...... بولو مجھے شادی کے انتظامات کرنے ہیں...... انجلینا جولی، بریڈ پٹ کے آنے کے کتنے فی صد امکانات ہیں؟"

"صرف خاندان کے لوگ ہوں گے ماما یا قریبی دوست......"

"اور میڈیا...... میڈیا آئے گا۔"

شارلٹ کی گلابی رنگت پیلی سی پڑ گئی۔ اس نے آنکھیں گھما کر جورڈن کی طرف دیکھا کہ وہ ان کی طرف متوجہ تو نہیں۔

"بالکل نہیں ماما، جورڈن کو یہ سب پسند نہیں۔"

"لیکن مجھے پسند ہے یہ شارلٹ...... تم جانتی ہو میری کتنی بڑی خواہش تھی کہ میرا کوئی بچہ ہالی وڈ اسٹار بنے لیکن کتنے برے ہو تم سب...... سوائے عالیان کے کوئی آڈیشن دینے نہیں گیا اور میری قسمت دیکھو وہ آڈیشن میں ناکام ہو گیا، ویسے وہ ہر جگہ ٹاپ کرتا ہے...... شارلٹ میری مانو بلی اب تو مجھے ایک بنا بنایا ہیرو مل گیا ہے...... مجھے مت روکو۔"

"ٹھیک ہے ماما! چپکے سے بلوا لیجیے گا۔" شارلٹ نے کان کے قریب ہو کر کہا۔

"تم جورڈن سے یہ بھی کہنا کہ وہ فلمی ستاروں کو شادی میں ضرور بلائے خاص کر بریڈ پٹ کو......"

سادھنا واپس آ کر بیٹھ چکی تھی اور اس آخری بات پر پھر باہر جانے کو تھی۔

آریان دن بہ دن صحت یاب ہو رہا تھا سادھنا تو چڑیا کی چوں چوں پر بھی پیٹ پر ہاتھ رکھ کر ہنستی تھی...... این اون البتہ جورڈن کو دیکھنے میں مصروف تھی......

"کیا آپ چاہتی ہیں میں یہاں سے اٹھ جاؤں۔" جورڈن نے بانسری سی میٹھی لے میں بہت مہذب انداز سے این اون سے پوچھا۔ این اون نے گھبرا کر ناں میں سر ہلایا۔

"برائے مہربانی اپنی نظریں مجھ پر سے اٹھا لیں یا خود کو...... شکریہ۔"

این اون ندیدے بھوکے بچوں کی طرح اسے دیکھنے لگی...... بری بات این...... باز آؤ......

یعنی اس نے جورڈن کے لب تو ہلتے دیکھے تھے پر آواز اس کے کانوں کے پردوں سے اندر نہیں اتر سکی تھی...... سادھنا کو منہ پر ہاتھ رکھ کر پھر سے باہر جانا پڑا......

اور یوں بہار کی دلہن شارلٹ اور بہار کا گڈا جورڈن ماما مہر سے شادی کی اجازت لے گئے۔
رات بھر شارلٹ کی چمکتی ہوئی آنکھیں امرحہ کی آنکھوں میں اندھیرا کرتی رہیں۔ شارلٹ کا بھی کوئی خاندان نہیں تھا اس کی ذات پر ایک نہیں کئی سوالیہ نشان تھے، لیکن جورڈن اسے بیاہ کر لے جارہا تھا۔ شارلٹ نے بتایا تھا کہ جورڈن کا خاندان کافی بڑا ہے اور وہ شارلٹ کو لے کر بالکل خوش نہیں ہیں اور انہوں نے صاف صاف اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر دیا ہے، لیکن جورڈن نے ان کی ناپسندیدگی کی پروا نہیں کی اور انہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیا۔
تو یہ ہوتی ہے محبت...... بنا کسی سوال و جواب کے...... ٹھیک ہے ''محبت'' کا اندھا ہونا ضروری نہیں لیکن ''محبت'' کا ہی اتنا بینا ہونا بھی ٹھیک نہیں...... کہ پہلے سوال نامے کو بھرو پھر آگے بڑھو، جمع تفریق کرو حاصل جمع نکالو پھر اقرار، انکار کرو...... اور یہ بھول جاؤ کہ محبت ہی تو سب سے پہلے ذات و نسل کا فرق مٹاتی ہے...... عرش و فرش کا...... تخت و خاک کا...... کم و زیادہ کا، محبت ہی تو سب برابر کر دیتی ہے۔ جز سے کُل ہوتی ہے اور کُل ہی رہ جاتی ہے اگر ایسا نہ کرے تو وہ محبت نہیں رہتی۔
سوال و جواب نکالتے وہ رات گزر گئی۔
اگلی رات ویرا اسے سائیکل پر بٹھا کر لے گئی وہ اسے آکسفورڈ روڈ کی طرف لیے جارہی تھی۔
''ہم کہاں جارہے ہیں......''
''یونی۔'' ویرا کھڑی ہو کر سائیکل چلا رہی تھی۔
''اس وقت...... آدھی رات کو......؟'' امرحہ مضبوطی سے سائیکل کو تھامے رہی۔
وہ بس گر جانے کو ہی تھی، اتنی بار ویرا کی رولر کوسٹر پر بیٹھ جانے کے باوجود ہر بار اسے یہی لگتا کہ یہ اس کا آخری سفر ہے اور اگلا سفر آخرت کی طرف ہوگا۔
''ہاں...... ضروری ہے۔'' ویرا نے اور تیزی سے سائیکل چلائی۔
آکسفورڈ روڈ پر اس کی سائیکل رکی تو وہ حیران رہ گئی وہاں کم سے کم پندرہ اور اسٹوڈنٹس موجود تھے ویرا نے ہینڈی کیم امرحہ کے ہاتھ میں پکڑایا۔
''مجھے ٹھیک سے شوٹ کرنا۔''
''کیا کرنے جارہی ہو تم......!'' امرحہ کا خیال تھا روڈ پر وہ سب دوڑ لگائیں گے۔
''دیکھ لینا۔'' ویرا نے ہاتھوں کو رگڑا۔
خود کو گرم کرنے کے لیے پہلے ان سب نے دوڑ لگائی پھر اولڈ کیمپس کی محراب کے اندر ہو گئے تاکہ روڈ پر لگے کیمرے انہیں شوٹ نہ کر سکیں۔
''ہمارے پاس زیادہ سے زیادہ دس منٹ ہیں، پولیس آنے کی صورت میں کوئی کسی کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔'' ایک لڑکے نے جس نے اونچی اٹھان والی ٹوپی پہن رکھی تھی ہاتھ میں پکڑی دھاتی پلیٹ کو چمچ سے بجا کر کہا۔
امرحہ نے پولیس کے نام پر خوف سے ویرا کو دیکھا۔ ''ویرا یہاں کیا ہونے جارہا ہے۔''
''تمہارا خون...... پھر ہم تمہیں یہاں دفن کر دیں گے۔'' ویرا نے سفاکی سے کہا۔
''ٹن، ٹن، ٹن'' دھاتی پلیٹ پر چمچ بجا، ان بے چاروں کے پاس صرف دس منٹ تھے نا......
زبان کے نیچے دو انگلیاں دے کر سیٹی بجائی اور محراب کے سامنے پوزیشن لیے کھڑے کمانڈوز یونیورسٹی آرک پر ٹوٹ پڑے...... اسے سر کرنے کے لیے۔
امرحہ کو نہیں معلوم تھا کہ یونی کو سر کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے...... اسے گمان سا ہوا کہ ذرا دور ایک کیمرہ چھپا ہوا ہے جس کے پیچھے جیمز کیمرون کھڑا اپنی نئی آنے والی فلم کے لیے ریکارڈنگ کر رہا ہے۔

امرحہ نے سر کو جھٹکا سا دیا۔ ''کیا وہ پاگل خانے سے بھاگے پاگلوں کے درمیان تھی......؟''

نہیں، وہ مانچسٹر یونیورسٹی کے ان اسٹوڈنٹس کے کرتب دیکھ رہی تھی جنہوں نے خفیہ سوسائٹی بنا رکھی تھی جن میں شامل اسٹوڈنٹس، ایکس مین، اسپائڈر مین، اور بیٹ مین بننے کے مواقع تلاش کرتے رہتے تھے، یعنی وہ افواہ درست تھی کہ چند اسٹوڈنٹس نے کئی سوفٹ اونچی آمنے سامنے کی دو عمارتوں کی چھتوں پر رسہ تان کر ان پر چہل قدمی کی...... وہ چہل قدمی کرنے والے کون ہوں گے ان ہی میں سے کوئی نا...... ان چار لڑکیوں اور دس لڑکوں میں سے کوئی۔

ویرا چھ فٹی چھپکلی آرک پر یہ جا وہ جا...... جیسے یہ اس کا خاندانی پیشہ ہو، دیواروں پر رینگنا، چڑھائیاں چڑھنا...... بس سب سر کر لینا اور جیسا کہ امرحہ سوچ رہی تھی کہ وہ اب گرے کہ تب، تو ان میں سے کوئی ایک بھی نہیں گرا تھا، البتہ ان کے وہ غبارے جو انہوں نے منہ میں لے رکھے تھے اور جن میں پانی بھرا تھا وہ پھٹتے گئے اور جس، جس کا غبارہ پھٹتا گیا وہ کھیل سے باہر ہوتا گیا اور آرک سے نیچے کودتا گیا...... جیسے پہاڑ پر درخت پر چڑھائی کی جاتی ہے ایسے ہی وہ اوپر سے اوپر جا رہے تھے۔ اصل کو ہ پیما اور بن مانس بھی ان کے ساتھ آ کر مقابلہ کرتے تو ہار جاتے...... یہ حقیقت ہے آنکھوں دیکھی۔ چودہ میں سے چھ اپنے غباروں سمیت یونی آرک تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان چھ نے اپنے پانی بھرے غبارے فضا میں پھوڑ کر اپنی فتح کا اعلان کیا، ان چھ میں کارل اور ویرا بھی شامل تھے۔

ونر حضرات مسکراتے ہوئے نیچے کود آئے۔

یہ کھیل کا پہلا راؤنڈ تھا، ابھی دوسرا باقی تھا، اب انہوں نے پہلے سے زیادہ وزنی اور بڑے غبارے منہ میں لے لیے، ایک دو تین کا اشارہ کیا گیا، سیٹی بجائی گئی اور لنگور حضرات، مستقبل کے ایکشن ہیروز، ہیر وئنز پھر سے آرک پر ٹوٹ پڑے۔

ویرا کمانڈو بچے نے جنگلی گوریلے کی سی پھرتی سے کونے میں فٹ پائپ کو جھپٹا اور امرحہ نے پلکیں بھی نہیں جھپکی تھیں کہ وہ یہ جا وہ جا...... اِدھر اُدھر ہاتھ پیر پھنساتی ویرا تیزی سے اوپر چڑھ رہی تھی...... ایک تو چڑھائی اوپر سے پانی بھرے غبارے...... آسان کام نہیں کرتے تھے وہ......

ایک ایک کر کے چار کے غبارے پھٹے وہ نیچے کود گئے...... رہ گئے کارل اور ویرا، اب کارل کو ہارنا موت لگ رہا تھا اور ویرا کو ہار مان لینا۔

ویرا ایک سمت سے کارل مخالف سمت سے محراب کی چوٹی کی طرف بڑھ رہے تھے موت و زندگی کی جنگ تھی۔ دونوں کم و بیش ایک ہی وقت میں اس سفید جھنڈے پر جھپٹے جو انہوں نے پہلے سے ہی وہاں لگا دیا تھا۔ جھنڈا ویرا اور کارل دونوں کے ہاتھ میں بیک وقت آیا۔ کال نے زور سے جھٹکا دیا ویرا گرتے گرتے بچی۔ ویرا نے اس سے زیادہ زوردار جھٹکا دیا لیکن کارل ہلا تک نہیں اور دانت دکھانے لگا۔ ویرا نے غبارہ اوپر ہی پھوڑ دیا جب کہ کارل نے اپنا غبارہ امرحہ کے سر پر پھوڑنا چاہا لیکن امرحہ پیچھے ہٹ گئی۔

خیالی جیمز کیمرون نے تالی بجائی اور انگوٹھے کا اشارہ دے کر کیمرہ کلوز کر دیا۔

''فلم دی یونی لنگورز کی شوٹنگ مکمل ہوئی۔''

دونوں میں سے اصل ونر کون ہے اور کس کے ہاتھ میں پہلے جھنڈا آیا اس کے لیے جو دوسرے کھلاڑی کھڑے دیکھ رہے تھے ان سے ووٹنگ کروائی گئی جس کے رزلٹ میں دس ووٹ لے کر کارل جیت گیا۔

''یہ سب تمہارے چمچے ہیں اس لیے فیصلہ تمہارے حق میں کیا ہے۔'' ویرا بھڑک اٹھی وہ کارل کو سمجھتی ہی کیا تھی، نت نئی شرارتوں کا چوہا دان، چوہا ہی......

''چلو میرے دوست اس قابل تو ہیں کہ ایسے کار آمد چمچے بن سکیں، تمہاری زنگ آلود چمچی تو اس قابل بھی نہیں ہے...... سیڑھی لگا کر بھی دی نا تو یہ دو فٹ اوپر چڑھنے سے پہلے ہی چیخ چیخ کر سارے مانچسٹر کو اٹھا دے گی...... مس رشیا! اپنی چمچی

بدلو......'' کارل نے انگلی سے امرحہ کی طرف اشارہ کر کے منہ اٹھا کر ہنسنا شروع کر دیا، سب ہی ہنسنے لگے۔

امرحہ کا خون کھول اٹھا اور سچ تو یہ ہے کہ اس کا جی چاہا کہ کارل کا منہ یوں توڑ ڈالے کہ اسے بیس تیس سیکنڈز کے اندر آرک کی چوٹی کو ہاتھ لگا کر دکھا دے اور غبارے کو پتھروں سے بھر کر اس کے سر پر پھوڑے......

آہ...... پر ایسے سپنے ہی دیکھے جا سکتے تھے۔ تصویر ٹانگنے کے لیے اگر وہ اسٹول پر کھڑی ہو جاتی تو دادا سے اسٹول پکڑواتی کہ مل کر اسٹول اسے گرا ہی نہ دے۔ اب جو تین فٹ کے اسٹول پر ایسے کھڑا ہو گا اس پر ایسے جیکی چن طرز کے سپنے دیکھنا بنتا تو نہیں۔ ایک زوردار سیٹی گونجی اور خفیہ سوسائٹی کے ارکان میں کھلبلی مچی، جلدی سے وہ ایک سائیکل پر دو دو، تین تین بیٹھے اور یہ جا وہ جا۔

سیٹی رات کو گشت کرنے والی یونیورسٹی پولیس کی آمد کا اعلان دینے کے لیے خفیہ سوسائٹی کے ہی ایک رکن نے بجائی تھی جو اسی کام پر مامور تھا۔ امرحہ بھی پولیس آگئی۔

''ہائے میری یونی گئی!'' امرحہ گھبرا کر چلائی، ویرا نے اسے کھینچ کر سائیکل پر بٹھایا۔

''اب ہمیں یونی سے نکال دیا جائے گا نا۔'' امرحہ نے دانت پر دانت جمائے۔

ویرا نے قہقہہ لگایا۔ ''میں پورا برطانیہ ہلا ڈالاں گی اگر کسی نے ایسا کرنا چاہا۔''

''تم تو ہلا ڈالو گی میں کیا ہلاؤں گی...... میری تو دادی نے اس بار میری پیشانی پر لکھوا دینا ہے ''منحوس ماری جہاں جاتی ہے۔ بیڑا غرق کراتی ہے۔''

ویرا کا قہقہہ بڑا عظیم تھا...... امرحہ کے ذہن میں آنے والا خیال اس سے بھی زیادہ عظیم تھا...... اور اس عظیم خیال کو اس نے عظمت بخش دی۔

ہینڈی کیم سے بنی ویڈیو اس نے محترم ڈین اور انتظامیہ کو میل کر دی۔ ڈیرک سے سیکھی ایڈیٹنگ سے اس نے ویرا کو کاٹ کر نکال دیا اور صرف کارل کو رہنے دیا...... اس کا دل چاہا کہ The Tab میں بھی بھیج دے، لیکن ویب پر اس ویڈیو کے پوسٹ ہوتے ہی کارل یونیورسٹی میں اور زیادہ مشہور ہو جاتا کیونکہ سارے اسٹوڈنٹس ایسی حرکتوں کو بہر حال بہت پسند کرتے ہیں اور اس طرح کارل کے نام کا ڈنکا یونی میں بجنے لگتا، جو امرحہ کو منظور نہیں تھا۔

ویڈیو بھیج دی گئی...... کتابوں اور جوتوں والا حساب برابر ہو گیا...... امرحہ رات کو سکون سے سوئی...... اتنے سکون سے...... اتنے سکون سے...... کہ ایک گھنٹے کے اندر اندر وہ خوفناک چیخ مار کر اٹھ بیٹھی...... کارل اس کے بستر پر سانپوں سے بھرا باکس انڈیل رہا تھا۔

''اف...... یہ میں نے کیا کر دیا......'' امرحہ نے اپنا پسینہ صاف کیا۔

کاش ڈین کا آئی ڈی ہیک ہو جائے یا ڈین ہی...... ڈین ہی......

امرحہ نے سونے کی کوشش کی اور اگلی بار گلا گھونٹے جانے سے اٹھ کر بیٹھ گئی اور گہرے گہرے سانس لینے لگی۔

اب وہ کیسے مرنا پسند کرے گی...... اس کا فیصلہ کسی اور کو کرنا تھا...... آپ جانتے ہیں کون...... جی وہی۔

○ ❖ ○

کارل کو انتظامیہ نے حاضر کر لیا...... دو گھنٹے تک میٹنگ ہوتی رہی، اگلی میٹنگ میں ویرا کو بھی شامل کیا گیا۔ کارل ڈوب رہا تھا...... تو ویرا کو بھی لے کر کیوں نہ ڈوبتا، باقی کے کھلاڑیوں کو البتہ اس نے بچا لیا تھا۔ کارل نے اپنے دوست کی بنائی ویڈیو انتظامیہ کے آگے حاضر کر دی۔

فیصلہ تین دن کے لیے یونیورسٹی سے باہر...... نو لیکچر، نو کلاس...... ساتھ وارننگ، وارننگ مطلب عام وارننگ نہیں، مطلب اگلی بار کسی بھی قسم کی شکایت پر سیدھا یونیورسٹی سے باہر......

یونیورسٹی انتظامیہ ان معاملات میں کافی سخت ہوتی ہے لیکن ہر بار وہ اس بات کا خیال ضرور رکھتے ہیں کہ ان کے فیصلے سے یونیورسٹی کی ساکھ متاثر نہ ہو..... اگر ایسے ہی اسٹوڈنٹس باہر نکالے جاتے رہے تو انگلیاں یونیورسٹی پر ہی اٹھیں گی۔

ویرا نے امرحہ سے بات چیت ہی بند کر دی، امرحہ نے اسے منانا چاہا لیکن ناکام رہی، ویرا کے گھر ڈین کا فون گیا تھا اور آفیشل وارننگ لیٹر بھی تفصیلات اور ویڈیو کے ساتھ..... کوئی کم بات تھی..... وہ ٹام کروز کی بنی اپنے ہنر دکھاتی رہی اور انتظامیہ نے اس کی بے عزتی کر دی..... اصل والی بے عزتی اس کے فادر نے اس کی کی، انہوں نے کہا وہ سو بار ایسی عمارتیں پھلانگے لیکن قانون کو ہاتھ میں نہ لے۔

''تم نے روس کی ناک کٹوا دی..... تم نے کیا کیا؟'' وہ بار بار یہی کہتے جاتے۔ ''پورے مانچسٹر میں تمہیں یونیورسٹی کی آرک ہی ملی تھی سر کرنے کے لیے..... آس پاس دیکھنا تھا کوئی ایک آدھ پہاڑ مل ہی جاتا.....'' وہ اتنی زور زور سے چلا رہے تھے کہ آواز ویرا کے بند کمرے سے باہر تک آ رہی تھی، امرحہ اور سادھنا دم سادھے سنتی رہیں، ویرا سوں سوں کرتی رہی۔

''تو ویرا بھی روتی ہے۔'' امرحہ کو نہ جانے کیوں حیرت سی ہوئی۔

اور ویرا کے فادر بھی ڈانٹتے ہیں، یعنی دنیا بھر میں موجود ساری اولادوں کا نصیب کم و بیش ایک سا ہی ہوتا ہے۔

''مجھے معاف کر دو ویرا!'' بند دروازے کے پاس اس کی سوں سوں سننے کے بعد امرحہ نے ہمت کی اندر جانے کی۔

''تم مجھ سے نفرت کرتی ہو؟'' ویرا نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''اگر ہم کسی کو اپنی محبت کا یقین نہ دلائیں تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ ہم اس سے نفرت کرتے ہیں۔''

''میں نے اپنی اور تمہاری گفتگو کارل کو سنائی، تم نے اس کا بدلہ لیا؟''

''خدا گواہ ہے کہ نہیں..... مجھے صرف کارل کو سبق سکھانا تھا۔'' امرحہ نے بڑا دل لگا کر شدت سے سچ بولا، ویرا کئی لمحے اسے دیکھتی رہی۔

''تم بہت معصوم ہو امرحہ! بہت زیادہ.....'' ویرا نے مسکرا کر کہا۔

امرحہ کے دانت نکل آئے ''کیا واقعی؟''

ہاں اور تم بے وقوفوں کی ملکہ معظمہ بھی ہو، تم کسی کو بھی لے ڈوب سکتی ہو کسی کا بھی سر قلم کروا سکتی ہو۔'' ویرا نے چلا کر دونوں لمبے لمبے بازوؤں کو ہوا میں لہرا کر کہا۔

امرحہ بت سی بن گئی..... اب نہ پوچھ سکی۔ ''کیا واقعی؟''

ویرا نے اس کی ''بارہ بجے والی'' شکل دیکھی امرحہ نے اس کی ''میں تمہیں کھا جاؤں گی.....'' والی شکل پر غور کیا اور دونوں کے جبڑوں سے یک دم قہقہوں کے کبوتر نکلے۔

''یہ تم دونوں میں کیا کھچڑی پک رہی ہے آج کل؟'' صبح ناشتے کی میز پر لیڈی مہر پوچھ رہی تھیں۔

امرحہ نے ناں میں صرف سر ہلایا جب کہ ویرا نے منہ پھلا لیا، لیڈی مہر نے این اون کی طرف دیکھا، این اون آج کل لیڈی مہر کی کارندہ خاص بنی ہوئی تھی، اور اس کارندہ خاص نے چابی کی گڑیا کی طرح سب سنا دیا..... سب۔

لیڈی مہر کتنی ہی دیر ویرا کو دیکھتی رہیں۔

''یہ تو مجھے معلوم تھا کہ تم میں بہت کچھ خاص ہے۔ لیکن اتنا زیادہ خاص ہے مجھے اندازہ نہیں تھا اور امرحہ تم..... تمہیں یہاں آ کر پر لگے ہیں یا تم ''پر'' اپنے سامان میں چھپا کر لائی تھیں جو تم نے یہاں آ کر لگا لیے.....؟''

دونوں کھی کھی کرنے لگیں۔

''زمین پر گھومو پھرو جو جی میں آئے کرو، کبھی قانون نہ توڑو..... دنیا میں ایسا کوئی شوق نہیں جسے اصولوں کو توڑ کر ہی پورا کیا جا سکتا ہو..... حدوں سے باہر بہر حال نہیں نکلنا چاہیے خاص کر ایک طالب علم کو.....''

ویرا نے گھور کر امرحہ اور این اون کو دیکھا، ہر طرف سے اس کی بہادری پر لعن طعن کی جا رہی تھی۔
''مجھ سے بچ جانا اب تم۔'' ویرا نے جاپانی میں این اون کو دھمکی دی۔
''یہ مجھے جان سے مار دینے کی دھمکی دے رہی ہے آنٹی!'' این اون نے فوراً ہی ایک کی تین لگا کر بتا دی...... امرحہ کا منہ کھل گیا یعنی این اون بھی ''پر'' سامان میں رکھ کر ساتھ لائی تھی یا مانچسٹر یونی کے باغ سے توڑے تھے...... آخری خیال پر اتفاق کیا جاتا ہے۔
یونی میں کارل آیا اسے دیکھ کر چلا گیا پھر اگلے دن وہ بس سے اتری ہی تھی کہ وہ اس کے پاس آیا اور ہاتھ سینے پر باندھ لیے۔ امرحہ نے بس کی کھڑکی سے دیکھ لیا تھا۔ وہ سنجیدگی سے یونی کی دیوار کے ساتھ کمر ٹکائے آتی جاتی بسوں کی طرف دیکھ رہا تھا یعنی مس امرحہ ینگ لیڈی آف پاکستان کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ امرحہ نے ساتھ بیٹھے اسٹوڈنٹ سے پانی کی بوتل لے کر دو گھونٹ پانی پیا...... بس ایسے ہی گلا خشک سا ہو رہا تھا اس کا جی تو چاہا کہ اگلے اسٹاپ پر اتر جائے پر وہ ڈرتی ورتی تھوڑی تھی کارل سے...... کیا سمجھتا ہے کارل اسے...... ہیں؟
سینے پر ہاتھ باندھے ہڈ کیپ سے سر کو ڈھانپے وہ اسے جم کے انداز سے گھورنے لگا۔ اب وہ نہ بول رہا تھا نہ اس کا راستہ چھوڑ رہا تھا وہ کتنی بھی تیزی سے دائیں بائیں سے ہو کر نکل جانا چاہتی اتنی ہی پھرتی سے وہ اس کے آگے آ جاتا......
''میرا راستہ چھوڑو۔'' امرحہ نے چلا کر کہنا چاہا لیکن آواز نکلی ہی نہیں...... پانی...... پانی کہاں ہے......؟
''کیا مسئلہ ہے تمہارا کارل؟''
''تم......''
''اب تک تم مجھے گھونسے مارتے رہے ایک میں نے مار دیا۔''
''مجھے تمہارا پنچ اچھا لگا...... ہمیں اب دوستی کر لینی چاہیے۔''
''میں لنگوروں سے دوستی نہیں کرتی۔''
''پر مجھے مینڈکیاں پسند ہیں...... امرحہ......"The Disaster Queen"''
''کارل دی فتور......'' آکسفورڈ روڈ پر دونوں آمنے سامنے کھڑے لڑ رہے تھے۔
''فتور؟'' ہڈ کیپ کو اس نے سر کو دائیں بائیں جھٹک کر اُتارا...... اسے غصہ آ رہا تھا۔
''ہاں فتور...... کرتے رہو اب اسے گوگل۔''
''ضرورت نہیں...... مجھے یہ نام پسند آیا......''
''تم پر پنچ بھی بہت رہا ہے بلکہ اسے اپنے نام رجسٹرڈ کروا لو۔''
''Hmm...... پھر ملتے ہیں امرحہ۔''
اس کے کراس بیگ کی اوپری جیب سے جھانکتی ایک عدد چاکلیٹ کو نکال کر وہ چلا گیا، ساتھ ہمٹ دے گیا۔ بھاڑ میں جائیں اس کے ہنٹ۔ امرحہ یونی آ گئی اور سارا دن اس حد تک محتاط رہی کہ کلاس میں ہادی الرحمٰن نے پین مانگا تو وہ شک سے اسے دیکھنے لگی۔
''کیوں چاہیے تمہیں مجھ سے پین؟''
''میرا پین کام نہیں کر رہا۔'' وہ بے چارہ مصری گھبرا گیا۔
''تم کسی اور سے لے لو...... مجھ سے ہی کیوں مانگ رہے ہو؟''
''تم میری ساتھ والی سیٹ بیٹھی ہونا اور اتفاق سے مجھے یہ غلط فہمی رہی تھی کہ تم کافی خوش اخلاق ہو اور پین نامی چیز عاریتاً مانگ لینے پر ایسے خونخوار نہیں ہو جاتی ہو گی۔''

''میرے پاس کوئی پین نہیں ہے۔'' تین پین اس کے بیگ میں رکھے تھے۔
پامیلا نے اس سے کہا۔''تھوڑی دیر کے لیے میری بکس اور لیپ ٹاپ کو سنبھال سکتی ہو مجھے کمپیوٹر ڈیپارٹمنٹ تک جانا ہے، صرف پندرہ منٹ کے لیے۔''
''میں خود بھی وہیں جا رہی ہوں۔'' کہہ کر وہ تیزی سے آگے بڑھ گئی، نہیں وہ سائی کے پاس جا رہی تھی...... پورا دن وہ نفسیاتی مریضہ بنی رہی۔
چند دن گزرے تو وہ اس واقعے کو بھولنے لگی، اسے اور بھی بہت کام تھے جیسے کہ پاکستانی اسٹوڈنٹ سوسائٹی کے ساتھ مل کر امرحہ سوشل ورک کر رہی تھی۔ مقامی ہسپتال کے لیے انہیں فنڈز اکٹھے کرنے تھے، بچوں کے بہرے اور اندھے پن کے علاج کے لیے۔
امرحہ شزا سے اچھے خاصے پونڈز نکلوانے میں کامیاب ہو چکی تھی، ساتھ ہی شزا نے اسے اپنے ''پرانے'' اور ''بے کار'' بیگ، جوتے اور کوٹ دے دیئے تھے جو امرحہ نے اپنے اور آرٹ ڈیپارٹمنٹ کی لڑکیوں میں اچھے داموں سے بیچ دیئے۔ وہ عالیان کے پاس بھی گئی تھی۔ حقیقت یہ تھی کہ وہ پھر سے چھپ کر اسے دیکھ رہی تھی اور وہ ایک دم سے اس کے سامنے آ گیا تھا۔
''میں فنڈز جمع کر رہی ہوں۔'' وہ گھبرا گئی باکس آگے کیا...... ''ثبوت''
اس نے چند پونڈ فنڈ باکس میں ڈال دیئے اور جانے لگا۔
''بچوں کے اندھے اور بہرے پن کا علاج ہونا ہے...... علاج مہنگا ہوتا ہے، ہمیں زیادہ پونڈز چاہئیں۔'' اس کی پشت سے گھوم کر وہ جلدی سے آگے آئی اس کا راستہ روک لیا۔ اسے زیادہ پونڈز نہیں اس کا زیادہ وقت چاہیے تھا۔
اس نے اپنے کراس بیگ میں سے ساری کتابیں نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیں اور بیگ کے پیندے میں پڑے ہوئے سکوں کو اکٹھا کیا اور فنڈز باکس میں ڈال دیے...... اور پھر سے جانے لگا۔
''کتنے شرم کی بات ہے عالیان...... !تم نے کتنا کم فنڈ دیا ہے۔''
''میرے پاس جتنے تھے میں نے سب اس باکس میں ڈال دیئے ہیں۔'' وہ بے زاری سے بولا۔
''یہ تو بہت بری بات ہے، بلکہ قریب قریب بے عزتی کی۔'' اس نے کہتے اپنے بیگ میں سے جلدی سے دس پونڈ نکالے اور باکس میں ڈال دیئے۔
''یہ دس پونڈ کی ٹویٹ میں نے تمہاری طرف سے باکس میں ڈال دی ہے، اب تم مجھے دس پونڈ واپس کر دینا...... ٹھیک ہے کر دینا یاد سے۔'' امرحہ کو اپنی بہادری پر حیرت ہوئی۔
عالیان خاموش اسے دیکھ رہا تھا۔
''جب چاہے کر دینا، میں جلدی نہیں مچاؤں گی۔'' امرحہ کہہ کر پلٹ آئی، جیسے وہ اسے دیکھ رہا تھا، اس پر تو امرحہ نے یونی کے بیچ بیٹھ کر دھاڑیں مار کر رونا شروع کر دینا تھا۔ لیکن اس بار کوئی اس کے سامنے گھٹنوں کے بل آ کر نہیں بیٹھے گا، وہ یہ بھی جانتی تھی۔ اس بار مغرب و مشرق کا تال میل نہ ہوگا اس بار اسے چپ نہ کروایا جائے گا...... نہ جان...... نہ پہچان یونیورسٹی میں کوئی امرحہ نہیں...... اسی یونیورسٹی میں کوئی عالیان بھی نہیں۔
کارل فوراً اس کے پاس آیا اور صرف دو پونڈ باکس میں ڈالے ''یہ لو، آج سے ہم دوست ہیں۔'' چمک دار دانتوں کی نمائش کی...... خوامخواہ۔
امرحہ نے فنڈ باکس کو کھول کر دو پونڈ نکالے، اس میں اپنے بیگ سے دو پونڈ نکال کر شامل کیے اور اسے واپس کیے۔
''یہ لو، دوبارہ ایسی بات نہ کرنا۔'' اس کی آخری دھمکی کی وجہ سے وہ نفسیاتی مریضہ بن گئی تھی۔ اب یہ دوستی کی فرمائش بھی اسی کی کڑی ہوگی۔

کارل نے اپنی آنکھیں چندھیالیں، اس کے پاس اس شبہ کی مات فی الحال نہیں تھی، وہ زیر لب مسکرایا۔ جب وہ ایسے مسکراتا تھا تو مطلب اس کا یہ ہوتا کہ مجھے اچھا لگا...... بہت اچھا لگا...... میں نے انجوائے کیا، ویسے وہ یونی کا ایک ایک لمحہ ہی انجوائے کر رہا تھا۔

وہ ہر کھیل کا بادشاہ تھا۔ اس کے سر پر فتح کا تاج سجتا تھا۔ یونیورسٹی میں وہ اسٹوڈنٹ یونین کے صدر سے زیادہ مقبول تھا اور ظاہر ہے اپنی حرکتوں کی وجہ سے تھا۔ جیسے کہ یونی میں موجود کمپیوٹر کو ایک اسٹوڈنٹ استعمال کر کے اٹھتا ہے تو فوراً اس پر کارل بیٹھ جاتا ہے اپنے موبائل کو اس کمپیوٹر سے جوڑ کر ننھا منا سا لیکن خطرناک ہیکنگ سوفٹ ویئر عارضی طور پر انسٹال کرتا ہے، اور اس کمپیوٹر پر استعمال ہوئے تازہ تازہ آئی ڈی کے پاس ورڈز کو توڑتا ہے اور بس......

نہیں وہ بلیک میل نہیں کرتا...... ہرگز نہیں وہ آئی ڈی اور پاس ورڈ کا غلط استعمال بھی نہیں کرتا، بس وہ تھوڑا بہت ڈیٹا، کچھ تصویریں، کچھ پیغامات، کچھ بات چیت موبائل میں محفوظ کر لیتا ہے اور پھر اسے پرنٹ ورک کے کسی مہنگے ریسٹورنٹ میں لنچ ڈنر کروا دیا جاتا ہے، سینما کی ٹکٹ لے دی جاتی ہے، کھانے پینے کی دوسری اشیاء اس کی وارڈ روب میں بھر دی جاتی ہیں اور اسی وارڈ روب میں چند اور نئی شرٹس آ جاتی ہیں، نئے شوز بھی اور اسے اپنی نئی کار استعمال کے لیے دے دی جاتی ہے۔ جسے وہ دنوں واپس نہ کرتا جب تک مانچسٹر کی ایک ایک سڑک کی سیر نہ کر لیتا...... بس یہی سب چھوٹا بڑا...... وہ بھی سب اپنی خوشی سے کرتے ہیں وہ مجبور نہیں کرتا۔

اسٹوڈنٹس کے گھروں میں Prank کالز کرنا بھی اس کا مشغلہ ہے، لیکن اس مشغلے کا استعمال وہ اس وقت کرتا جب وہ انسانوں سے بور ہو چکا ہوتا۔ وہ اسٹوڈنٹس کے بارے میں انتہائی سنجیدگی سے مختلف کہانیاں گھڑ کر ان کے گھر والوں کو سناتا اور اگلے دن وہ بے چارے ہال میں بھاگے آتے کہ آخر سلویا کیوں خودکشی کرنے جا رہی تھی...... سامنے کے دو دانت ٹوٹ جانے پر خودکشی......؟ کیا یہ پاگل پن نہیں؟

اور شیلے راتوں کو اٹھ اٹھ کر اُلو کی آوازیں کیوں نکالتا ہے وہ بھی کھڑکی سے آدھا دھڑ باہر نکال کر...... کیا وہ اُلو کی طرح اڑنے کی کوشش بھی کرتا ہے؟ اوہ گوش...... اور یہ کرسٹی بلیوں سے اتنی الرجک کیوں ہونے لگی ہے کہ اس نے تین بلیوں کا قتل کر دیا اور انہیں اپنے بیڈ کے نیچے دفنا دیا اور جس دن اسے قتل کرنے کے لیے کوئی بلی نہیں ملتی وہ بلی کی صورت والی اپنی ہال میٹ لڑکیوں پر حملہ کر دیتی ہے...... Dhuzz...... Dhuzz کرسٹی قاتلہ بننے جا رہی ہے۔

اور رونی وہ کیا کرنا چاہتا ہے آخر، وہ اپنے کیمسٹری کے پروفیسر کو دیکھتے ہی پاگلوں کی طرح کیوں چلانے لگتا ہے اور ہال کی آخری منزل کی چھت پر آدھی رات کو چڑھ کر وہ کسے آوازیں دیتا ہے...... کیا...... کیا اس کا کہنا ہے کہ مارلن منرو اس سے ملنے آتی ہے...... آہ میرا رونی...... وہ تو بہت لائق تھا......

ہال میں والدین اپنے پاگل، دیوانے بیمار ذہن بچوں سے مل جاتے اور بچے سوچ سوچ کر پاگل ہو جاتے کہ آخر یہ کون ہے جو ان کے گھر راتوں کو فون کرتا ہے اور والدین یہ سوچتے کہ بچے ان سے کچھ نہ کچھ تو چھپا رہے ہیں...... لیکن کیوں، اس کی کیا وجہ ہے......؟

وجہ کارل تھی اور کافی بڑی وجہ تھی۔

امرحہ کافی آگے جا چکی تھی کارل سے مکالمہ میں اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ کارل بھاگ کر اس کے سامنے آیا۔

"ٹھیک ہے نہیں کرتا دوستی کی بات...... ویسے میں بہت اچھا انسان ہوں۔"

"مجھے تم جیسے اچھے انسانوں سے دور رہنا چاہیے۔"

"میں پاکستان کو بہت پسند کرتا ہوں، کاش وہ میرا ملک ہوتا، خاص کر لاہور پر تو میں فدا ہوں۔" اس نے دل پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

''مجھے تشویش ہو رہی ہے، پاکستان کی قسمت کو لے کر خاص کر لاہور کو لے کر۔''

''میں بزنس ٹائیکون بن جاؤں گا تو پاکستان کو کافی بزنس دوں گا۔''

''اف، اتنے برے حالات کبھی نہیں آئیں گے میرے ملک پر......''

''کیونکہ جتنے برے آنے تھے وہ تو تمہاری پیدائش سے آ چکے ہوں گے نا......'' پوری جان سے قہقہہ لگاتا وہ چلا گیا۔

امرحہ تو سناٹے میں ہی آ گئی، اسے بہت بری لگی اس کی آخری بات، حقیقت میں اب تک کی جانے والی ساری باتوں اور حرکتوں میں سب سے زیادہ بری بات۔ وہ کون تھا اس کے ماضی کے بارے میں ایسی خطرناک بات کرنے والا۔

جس طرح کا کارل تھا اور جو بات وہ کر گیا تھا امرحہ کو یقین سا ہو گیا کہ وہ اس کی پیدائشی تاریخ جان چکا ہے۔ ہاں ایسا ہو گیا ہے، وہ کسی نہ کسی طرح سے اس کا ماضی بھی جان چکا ہے، اب وہ یونی میں ان باتوں کا اشتہار لگاتا پھرے گا نا۔ اور ایک دن جب وہ یونی آئے گی تو اسے معلوم ہو گا کہ اب سب اسے امرحہ نہیں کہہ رہے بلکہ وہ تو......وہ تو......کچھ اور ہی......

○......❖......○

تو وہ جان گیا ہے کہ ڈین کو ویڈیو بھیجنے کا معرکہ مارنے والی پاکستان میں کس حیثیت کی مالک رہی ہے۔ امرحہ نے اپنا فون، اپنا بیگ چیک کیا کہ ضرور اس نے ان میں کوئی چپ (Chip) لگا دی ہو گی یا ویرا سے لگوا دی ہو گی بعد میں ویرا جینفر لارنس طرز کی صورت پر بمشکل معصومیت طاری کر کے کہہ دے گی۔

''مجھے کیا پتا تھا وہ تمہاری نحوست کے بارے میں جان جائے گا۔''

وہ اور دادا اکثر ماضی کے بارے میں یہ بات کرتے رہتے تھے۔ وہ اپنے فون کو ایم ایس سی کرنے والے مارک کے پاس لے گئی اس سے اس کی اچھی ہائے ہیلو تھی۔

''مارک! اسے چیک کر دو اس میں کوئی ایسا سسٹم تو فکس نہیں جس سے کوئی میری باتیں سن سکے۔''

''تم مذاق کر رہی ہو؟'' فون اس نے ہاتھ میں لے لیا اور سیدھا ان باکس میں پہنچا، کیونکہ یہ ایک یونیورسل عادت بن چکی ہے۔ فون کسی کا بھی ہو، جانا سیدھا ان باکس میں ہوتا ہے۔

''میرے پیغامات پڑھنے بند کرو...... میں سنجیدہ ہوں۔ اس میں کوئی ایسی چپ لگی ہے نا کہ کوئی میری ساری گفتگو سنتا رہے۔''

مارک سنجیدگی سے فون چیک کرنے لگا پھر سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''ہاں! تمہارا شک ٹھیک ہے، اس میں ایک سسٹم فکس ہے۔''

''اوہ!'' امرحہ کا گلابی سفید رنگ سیاہ پڑ گیا۔

''تم اس بٹن کو دباؤ گی تو ساری یونیورسٹی دھماکے سے اُڑ جائے گی اور اس بٹن کو دباؤ گی تو پورا مانچسٹر اڑ کر لاہور چلا جائے گا......اور اس تیسرے بٹن کو دبانے سے تم خود غائب ہو جاؤ گی، تم لوگوں کو نظر آنا بند ہو جاؤ گی......میرا خیال ہے تم اس تیسرے بٹن کا استعمال فوراً شروع کر دو......'' فون اس کے آگے کر کے وہ اسے ایک ایک بٹن کے بارے میں سنجیدگی سے بتانے لگا......بے حد سنجیدگی سے......پھر فلک شگاف قہقہہ لگایا۔

''کیا تمہارے پیچھے اسکاٹ لینڈ یارڈ کی پولیس لگی ہے امرحہ؟'' ہنسنے سے فارغ ہو کر اس نے پوچھا۔

سب ایک سے بڑھ کر ایک تھے اسکاٹ لینڈ یارڈ کی پولیس بہتر تھی کارل منحوس یارڈ سے......

سچ امرحہ......بری بات

اسے کارل ناپسند تھا جب کہ وہ تو اتنا پیارا تھا......ہر فن مولا سا......سوچتا، کرتا اور ہو جاتا......آخر کتنے ہیں دنیا میں ایسے لوگ......؟

جب بھی وہ دیوار کے ساتھ کمر لگائے، ایک ٹانگ کو کھڑا دوسری کو ترچھا دیوار پر جمائے دونوں ہاتھوں کو جیب میں رکھے کھڑا ہوتا تو اس کی آرتی اتارنے کو دل چاہتا ایک تو اس لیے کہ وہ آس پاس والوں کو "مجھے رک کر، پلٹ کر دیکھو" پر مجبور کر دیتا دوسرا اس لیے کہ "یہ بھونچال یہاں کھڑا ہے، کاش تا قیامت یہاں ہی کھڑا رہے، یہیں کھڑے کھڑے اس کا مجسمہ بن جائے، پر اب یہ حرکت نہ کرے۔"

مائیکل انجیلو اس کا مجسمہ بناتا تو اسے ایک اور زندگی خدا سے مستعار لینی پڑتی صرف اتنی سی بات سوچنے کے لیے کہ وہ ایک خوب صورت انسان کا مجسمہ بنائے یا خوب صورت شیطان کا...... یا...... یا...... بس زندگی تمام ہو جاتی اس کی۔

وہ بے حد گورا تھا، گلابی گورا، نیلی آنکھیں، پتلی ناک، گھنی بھنویں، لمبی گردن اور ذرا سا لمبوترا چہرہ...... قد ویرا سے ذرا کم عالیان سے ذرا زیادہ...... کبھی کبھی مونچھیں رکھ لیتا تو ایسے لگتا کسی قدیم سلطنت کا جنگجو سلطان ہے جو شیروں کو دائیں بائیں بٹھا کر طعام کیا کرتا تھا...... اور ان ہی کی طرح دھاڑا کرتا تھا۔

ہاں وہ اتنا خوب صورت ضرور تھا کہ اگر گاؤں کی مٹیاریں پانی کے گھڑے اپنی لچکیلی کمر پر ٹکائے پگڈنڈی پر چلتے کارل کے پاس سے گزرتیں تو ضرور کہتیں۔

"وے توں کینا سوہنا ایں...... کج خدا دا خوف کر...... وے تو اینا سوہنا کیوں ایں......؟"

کارل مسکرا دیتا ہے اور شانے اچکا دیتا ہے...... اور مٹیاروں کے سبھی گھڑے...... ہاہاہا...... Dhuzz Dhuzz......

Dhuzz

رات کو امرحہ سادھنا کے کمرے میں آئی وہ آریان کے لیے چند تحائف پیک کر رہی تھی۔

"عالیان گھر کیوں نہیں آتا؟" امرحہ نے پوچھ ہی لیا۔

"پہلے ویک اینڈ پر آجاتا تھا پھر اس کی ماما نے منع کر دیا۔"

"منع کیوں کر دیا؟" امرحہ سادھنا کی مدد کرنے لگی۔

"میں نہیں جانتی، کبھی کبھار رات گئے آجاتا ہے۔"

"کب...... میں نے اسے کبھی آتے نہیں دیکھا......؟"

"ایک دو بار سے زیادہ نہیں آیا، رات گئے آتا ہے۔ کچھ دیر ٹھہر کر چلا جاتا ہے۔ زیادہ وہ کھڑکی کے راستے آنا پسند کرتا ہے اسی لیے لیڈی مہر کے کمرے کی کھڑکی اندر سے بند نہیں ہوتی، اسی مہینے اس کی سالگرہ آنے والی ہے تو وہ آئے گا کیک لے کر......"

"اسی مہینے...... اچھا تمہیں پکا معلوم ہے اسی مہینے نا......؟"

"ہاں!" سادھنا مسکرانے لگی۔

"اچھا...... یعنی وہ پھر چنا منا سا کیک لے کر کھڑکی کے راستے آئے گا۔" امرحہ یک دم خوش سی ہو گئی۔

لیکن اس بار اسے بچا ہوا کیک نہیں ملے گا، چلو کوئی بات نہیں...... حالات برے ہو چکے تھے تو اچھے بھی ہو ہی جائیں گے...... آخر کو ایک دن سب ٹھیک ہو ہی جائے گا...... امید کے پودے کو پانی دیتے رہنا چاہیے اور اسے اتنا تناور کر دینا چاہیے کہ مایوسی کا جنگل دور دور تک اگنے ہی نہ پائے...... ویسے بھی سائی کہتا ہے۔

"اختتام پر سب نہ سہی لیکن بہت کچھ ٹھیک ہو جاتا ہے۔"

امرحہ کہتی ہے "اختتام پر سب برا ہو گا تو کچھ اچھا بھی تو ہو گا نا...... بلکہ ضرور اچھا ہی ہو گا سب۔"

اور میرا یہ کہنا ہے کہ اختتام کو بھول جائیے......

زندگی ہر پل صرف شروعات کا نام ہے...... اسے تن دہی سے جاری و ساری رکھیں۔

اگلے دن یونی میں وہ کلاس لے کر نکلی ہی تھی کہ دادی نے بہت خاص وقت نکال کر اسے شرف بات چیت بخشا..... وہ بھی ان کی پسند کے جوابات دیتی رہی۔

''نہیں ناچنے گانے والی جگہ پر نہیں جاتی..... ہاں کلب نہیں جاتی دادی، حلال گوشت ہی کھاتی ہوں، سہولت سے مل جاتا ہے.....جی دو لوگ جاتے ہیں، مجھے یونیورسٹی چھوڑنے، پھر جاب پر..... گھر لے کر بھی آتے ہیں، اکیلی نہیں جاتی میں، دادی بالکل اکیلی نہیں نکلتی گھر سے.....''

''تم پاکستان آ رہی ہو.....؟''

''پاکستان!'' اس کا سانس اٹکنے لگا تو اصل بات یہ کرنی تھی۔

''کب ختم ہو رہی ہے تمہاری پڑھائی.....؟''

''کیوں کیا کرنا ہے آپ کو؟''

''تمہاری شادی اور کیا.....؟''

''کیا کہہ رہی ہیں دادی؟'' اس نے چلا کر پوچھا۔

''شادی.....شادی!'' دادی اس سے زیادہ چلائیں۔

''آپ بول کیوں نہیں رہیں دادی! مجھے آپ کی آواز نہیں آ رہی۔''

''بول تو رہی ہوں.....حماد دیکھو اسے کیا ہوا اس کی تصویر تو نظر آ رہی ہے اسے میری آواز کیوں نہیں جا رہی۔''

''ہماری آواز آ رہی ہے تمہیں..... میں تمہیں نظر آ رہا ہوں کیا؟''

''دادی بولیں نا..... کہاں چلی گئیں.....اچھا میرا لیکچر ہے میں جا رہی ہوں۔''

وہ لاگ آف ہو گئی اور لفظ شادی، شادی، اس کے کانوں میں سائیں سائیں کرنے لگا۔

''تمہارا رنگ پیلا پڑ رہا ہے امرحہ۔'' قریب سے گزرتی جیکا نے رائے زنی کی۔

○.....❖.....○

"In the memory of katy the cat."

یہ وہ بورڈ تھا جو امرحہ کی کلاس فیلو لورین کی پشت پر زنجیر میں پرویا جھول رہا تھا۔ رات اس کی بلی کا انتقال ہو چکا تھا اور آج وہ سوگ منا رہی تھی۔ اس نے کالی شرٹ اور اسکرٹ پہن رکھی تھی اور بال برش نہیں کیے تھے منہ بھی نہیں دھویا تھا۔ رو رو کر اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں اور اس نے رات سے کچھ نہیں کھایا تھا یہ بھی نظر آ رہا تھا۔ امرحہ اس کے پاس گئی اس کی بلی کا افسوس کرنے۔ زندگی میں پہلی بار وہ کسی جانور کے مرنے کا افسوس کر رہی تھی۔

''کیسے مری بے چاری بلی.....؟''

''ایسے نہ کہو امرحہ! وہ بے چاری ہرگز نہیں تھی بہت بہادر تھی، پرنسز تھی.....''

''اوہ..... پرنسز کیٹی کیسے مر گئیں لورین.....؟''

غم کی شدت سے لورین پھر بے قابو ہو گئی آنکھیں ٹشو میں چھپا لیں اور ایک ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ اس کی موت کے بارے میں نہ پوچھا جائے اسے بہت تکلیف ہوتی ہے..... امرحہ آنکھیں پٹ پٹا کر اسے دیکھتی رہی۔ بلی کی یاد میں دونوں ہاتھ گود میں رکھ لیے۔ اب سچ یہ تھا کہ امرحہ کو دور کے عزیزوں کی وفات پر رونا نہیں آیا کرتا تھا اب لورین کا ساتھ دینے کے لیے کیسے روتی اور لورین کی جان پر آخر کیا مصیبت ٹوٹ پڑی تھی کہ ایک بلی کے لیے ایسے جان ہلکان کر رہی تھی، باقی سب سنجیدگی سے اس سے کیٹی پرنسز کا افسوس کر کر کے جاتے رہے ایک امرحہ ہی اس بے چاری لورین کا غم نہیں سمجھ پا رہی تھی۔

کچھ لوگ لورین جیسے حساس تھے کہ جانور کے لیے آنسو بہا رہے تھے اور کچھ کارل جیسے کہ انسانوں کو ہی آٹھ آٹھ آنسو رُلا رہے تھے۔

امرحہ جاب سے واپس آ رہی تھی۔ رات کا وقت تھا وہ بس میں بیٹھی تھی جو تقریباً خالی ہی تھی۔

''ہائے ڈی کوئین!'' کارل کی آواز اس کی نشست کی دوسری طرف کی رو کی نشست سے آئی اس نے ہڈ پہن رکھا تھا اور ہڈ کیپ سے سر کو پیشانی تک چھپا رکھا تھا۔

امرحہ اپنے چہرے پر وہ بے زاری لے آئی جو دادی اسے دیکھ کر لے آیا کرتی تھیں، اب وہ سمجھی دادی کا قصور نہیں تھا منحوس لوگوں کو دیکھ کر ایسے ہی منہ بن جایا کرتے ہیں۔ آج کی رات خوف ناک خواب دیکھتے گزرنے والی تھی، رات کے اس وقت اسے جو دیکھ لیا تھا وہ اور عالیان سائیکل کا استعمال بہت کرتے تھے خدا جانے آج وہ بس میں کیوں سوار تھا۔

''تم مجھے بری طرح سے نظر انداز کر رہی ہو، آخر کو ہم یونی فیلو ہیں...... پھر میرے تم پر کتنے احسانات بھی تو ہیں خاص کر وہ، اگر میں ہارٹ راک میں وہ ڈسک نہ چلواتا تو سوچو عالیان جیسا بور انسان تمہارا سر کھا رہا ہوتا اور تم مجھ جیسے سپر فاسٹ، سپر ہیرو سے محروم ہو جاتیں۔''

''کتنی بدقسمت لڑکی ہوگی وہ جس کا وہ ہیرو ہوگا یعنی بیوی، بے چاری نے ایسے ہی مذاق میں کوئی بات کہہ دی اور کارل نے اس مذاق کا جواب دینے کے لیے اسے چھت سے الٹا لٹکا دیا یا فریج میں بند کر دیا ورنہ لانڈری مشین میں ٹھونس کر گھما دیا اور نہیں تو غریب کا ایک آدھ کان ہی کاٹ لیا......'' امرحہ سوچتی رہی اور کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی۔

''آج صرف تمہارے لیے میں بس میں سوار ہوا ہوں۔''

امرحہ نے ذرا سی گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا، مسکراہٹ اس کی آنکھوں میں چمک رہی تھی۔ امرحہ کو خوف سا آیا۔

''یہ یہاں کیا کر رہا ہے۔''

''بس کے کرائے میں، میں اپنے پونڈ ضائع نہیں کرتا۔'' وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس کی نشست کے پاس آ گیا۔

''جو دو پونڈ تم نے مجھے دیئے تھے ان میں چند پونڈ اور ملا کر میں یہ لے آیا ہوں۔'' اس نے وہ ہاتھ جو ہڈ پاکٹ میں تھا نکالا اور چھن سے ایک ہتھکڑی نکل کر سامنے آئی۔ پلک جھپکنے کی دیر تھی کارل نے اس کے ہاتھ جو اگلی نشست کی پشت کے گول راڈ پر رکھا تھا، میں ہتھکڑی ڈال کر راڈ کے ساتھ لاک کر دیا۔

''یہ......'' امرحہ دنگ رہ گئی اس نے ہتھکڑی کو جھٹکا دیا۔

''کارل کیا بدتمیزی ہے یہ؟''

''بدتمیزی نہیں جواب، میں ادھار نہیں رکھتا، لڑکیوں کا تو بالکل نہیں۔'' وہ بڑی شان سے مسکرایا۔ ''کیونکہ میں Count Destroyer ہوں ناں......''

''کارل مذاق بند کرو......''

''مذاق ہم کل یونی میں کریں گے......'' کہتا وہ اسٹاپ پر رکتی بس سے اتر گیا۔

''کارل!'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی ہتھکڑی جھٹکنے لگی۔

''کارل رک جاؤ...... اسے کھول کر جاؤ......'' وہ چلائی لیکن کانوں میں ایئر فون لگائے تیز انگلش میوزک پر آڑا ترچھا ہوتے وہ دور ہوتا چلا گیا۔

بس میں سوار چھ افراد اسے دیکھنے لگے۔

''میری مدد کریں۔'' وہ تیز آواز میں چلائی سب کے سب بیٹھے دیکھ رہے تھے آگے نہیں آ رہے تھے اس کی آواز پر جیسے چونک گئے اور اس کی طرف آئے۔

''اوہ...... یونیورسٹی کے چوزے جو نہ کریں وہی کم ہے...... آخری اسٹاپ تک انتظار کریں وہیں کچھ ہوگا، میں آفس ڈن کر دیتا ہوں، وہ اسے کھولنے کا انتظام رکھے۔'' ٹکٹ چیکر نے کہا۔

آخری اسٹاپ، اتنی دور، اور پھر رات۔'' امرحہ نے گہرے گہرے سانس لے کر خود کو نارمل رکھنا چاہا ورنہ غصے سے وہ راڈ کے ساتھ سر پھوڑ لینے کو تھی، یہ اس نے کیا کیا اس نے کارل جیسے فتور سے ٹکر کیوں لی، کیا ضرورت تھی، کتنی پاگل تھی امرحہ...... ایک ایسی لڑکی جو سردیوں کی راتوں میں کچن تک اکیلے پانی پینے نہیں جایا کرتی تھی، نے ڈین کو کارل کی ویڈیو بھیج دی۔ ایک ایسی لڑکی بھی جو چوہے کو پھدکتے دیکھ کر آسمان ہلا دینے والی چیخیں مارنے والی نسل سے تعلق رکھتی تھی، اس نے ''دی کرائے کڈ'' کی نسل سے تعلق رکھنے والوں سے ٹکر کیوں لی...... اس نے یہ فاش غلطی کیوں کی۔ ایک ایسا ماحول جہاں لڑکیاں ملی رفتار سے چلتی بس کے پائیدان کے راڈ کو پکڑ کر اس میں بیٹھ جانے کو بڑا معرکہ سمجھتی ہیں وہ یونیورسٹی آرک سر کر لینے والوں کو کیسے اور کیوں للکار بیٹھی۔

وہ ایک ایسے ماحول سے تھی جہاں لڑکی کار تو چلاتی ہے اسے دھکا نہیں لگاتی، وہ سر اٹھا اٹھا کر اونچی دیواروں، عمارتوں، پہاڑوں کو ضرور دیکھتی ہے انہیں پھلانگنے کا نہیں سوچتی...... حفاظت کے پیش نظر اگر کوئی گن، پستول گھر میں رکھی ہے تو وہ تا عمر اسے ہاتھ میں پکڑ کر نہیں دیکھتی کہ اسے کھول کر اس میں میگزین کیسے بھرتے ہیں اور اسے چلانے کے لیے سیکھنے کی جرأت بھی نہیں کرتی کہ یہ اس کا کام نہیں ہے۔ بھلے سے چور، ڈاکو، قاتل اس کے پیٹ میں دو گولیاں اتار دے وہ ایک گولی بھی چلانے کی جرأت نہیں کرے گی کہ یہ تو اس کا کام ہی نہیں ہے۔ یہ کام تو اس کا باپ کرے گا، بھائی، شوہر یا بیٹا، وہ نہیں۔ بجلی کے فیوز ٹھیک کرتے یہ اپنے باپ بھائی کے پاس اوزار لے کر کھڑی ہو جاتی ہے اس فیوز کو خود سے ٹھیک کرنے کی غلطی نہیں کرتی...... سیکھنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا...... بھلا وہ کیوں سیکھے اور کرے یہ کام تو مردوں کے ہیں نا......

بس کی نشست سے بندھی بیٹھی وہ رو دینے کو ہو گئی لیکن روئی نہیں، بائیں ہاتھ سے فون نکالا ویرا کو کیا وہ تو بھڑک اٹھی۔

''تم پہلے ہی میری ناک کٹوا چکی ہو۔''

یعنی ویرا کی ناک کا دارومدار بھی اسی پر تھا...... چچ چچ...... لوکٹ گئی پھر......

''آتی ہوں میں، اس وقت تک تم جی بھر کر رو لو...... مینڈکی۔'' وہ دھاڑی۔

آخری اسٹاپ پر بس رکی تو ٹرانسپورٹ کے عملے کا ایک رکن اس کی ہتھکڑی کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ رات کے اس وقت وہ کٹر حاصل کرنے میں ناکام ہو چکے تھے۔ ہانپتی کانپتی ویرا بس میں آئی اس کا سانس بری طرح سے پھول رہا تھا۔

''ہٹیں میں کرتی ہوں۔'' آتے ہی اس نے سب کو ایک طرف کیا اور ہاتھ میں پکڑی باریک سلاخ سے چند منٹ کی کوشش سے اس کی ہتھکڑی کھول دی۔

جب وہ ہتھکڑی کو کھولنے کی کوشش کر رہی تھی تو عملے کے چھ ارکان اسے مشکوک انداز سے دیکھ رہے تھے۔

''تم پولیس میں ہو یا......'' ایک نے پوچھ ہی لیا۔

''میں پولیس میں کیوں ہوں گی، میں سابقہ سی آئی اے ایجنٹ ہوں۔'' ویرا نے بھنویں تان کر سنجیدگی سے کہا۔

''سابقہ کیوں؟'' شک اور بڑھ گیا۔

''میں نے بارک اوباما کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی، گن میں اس کی کنپٹی پر رکھ چکی تھی۔'' ویرا نے پہلے سے زیادہ سنجیدگی سے کہا اور اسے لے کر بس سے اتر آئی۔ ان چھ کی شکلیں دیکھنے لائق تھیں۔

''تم واقعی میں سی آئی اے کی ایجنٹ رہ چکی ہو...... تم نے اوباما کو مارا کیوں نہیں؟'' ویرا کو سب آتا تھا پتا نہیں وہ مانچسٹر سے ماسٹرز ان بزنس ایڈمنسٹریشن کیوں کر رہی تھی۔

ویرا نے جواب میں اس کی گردن دبوچ لی۔

"تم میرے پاپا کے پاس جاؤ گی یا انہیں یہاں بلوالوں۔"

"انہیں بلوالو...... لیکن کارل کے لیے...... التجا کرتی ہوں میں ویرا!" امرحہ نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"وہ چھوٹے موٹے کیس ہینڈل نہیں کرتے۔" ویرا نے غصے سے اپنی رولر کوسٹر کو اسٹارٹ کیا۔ "تمہارے لیے آسکتے ہیں، تم ہو مشن امپاسبل۔"

سارے راستے ویرا غصے سے بڑبڑاتی رہی اسے سناتی رہی وہ چپ کر کے بی بی سی ویرا سروس سنتی رہی۔

ویرا نے سائیکل روکی پر وہ شٹل کاک تو نہیں تھا...... وہ تو وہ جگہ تھی جہاں عالیان رہتا تھا اور ساتھ ہی کارل...... ہاں کارل......

"ویرا! تم یہاں کیوں آئی ہو؟"

"چلو، تم اندر ایک مکا مارو کارل کے منہ پر......" ویرا نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے لیا۔

"نہیں، میں نہیں جاؤں گی اندر، مجھے کچھ نہیں کہنا کارل سے...... بس ختم۔"

"پھر مجھ سے دوستی ختم کر دو......" Anselm ہال کے باہر دونوں آمنے سامنے کھڑی تھیں، ایک ہاتھ چھڑا کر بھاگ جانے کو تھی "امرحہ" ایک ہاتھ سے گھسیٹ کر اندر لے جانے پر مُصر تھی "ویرا"۔

"مجھے تمہاری جیسی بزدل دوست نہیں چاہیے۔" ویرا دھاڑی۔

"میں اندر چلی جاتی ہوں لیکن میں کارل کو کچھ نہیں کہہ سکتی...... میری بات سمجھنے کی کوشش کرو...... میں یہ نہیں کر سکتی۔"

جواب میں ویرا اسے اپنے ساتھ اندر لے آئی اور اندر داخل ہوتے ہی گرج دار آواز میں نظر آنے والے پہلے لڑکے سے کارل کے بارے میں پوچھا۔ کوریڈور میں اور بھی لڑکے تھے ویرا کی آمد اور ایسی آواز سے متوجہ ہو گئے۔

"وہ وہاں میوزک بار میں۔" شاہ ویز نے پورے دانت نکال کر ہاتھ کا اشارہ کر کے بتایا بھی اور ساتھ آگے کو بھی ہوا کہ آپ محترمہ کارل پر جو عذاب نازل کرنا ہے اس کے لیے میں آپ کو لے چلتا ہوں اس کارِ خیر میں میرا حصہ بھی ڈال دیجیے۔

آس پاس کے جو دوسرے تھے وہ بھی میوزک بار کی طرف بڑھنے لگے ایسے بنا ٹکٹ کا فرسٹ شو کون مس کرنا چاہے بھلا۔

کچھ لڑکے اوپر کی طرف لپکے کہ باقی ہال میٹس کو بھی بلا لائیں کہ ویرا کارل کا پوچھتی اس وقت آئی ہے اور اس انداز میں آئی جیسے ہال سے باہر روس کی فوج کو پوزیشن لیے کھڑا کر آئی ہو، ...... ایک، دو، تین...... فائر......

ویرا نے امرحہ کا ہاتھ مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔ میوزک بار کے دروازے میں کھڑے ہو کر اس نے اندر نظر دوڑائی میوزک بار میں سامنے کاؤنٹر تھا جس کے پار تین بارٹینڈر کھڑے تھے۔ کاؤنٹر کے عین سامنے والے حصے میں کرسیوں اور میزوں کو پار کر کے اسنوکر ٹیبل رکھا تھا جس پر کارل اسنوکر کھیل رہا تھا۔ باقی اسٹوڈنٹس اِدھر اُدھر کھڑے، اکٹھے بیٹھے تھے۔

کارل اسنوکر اسٹک کو پکڑے ٹیبل پر جھکے ایک آنکھ کو بند کیے، گیند کو ہٹ کرنے ہی لگا تھا کہ ویرا نے دانت پیس کر کہا،

"کارل!"

کارل نے آنکھ کھولی، مسکرایا اور اس طرف سر گھما کر دیکھا جس طرف ویرا کھڑی ہی نہیں تھی...... ڈرامے باز...... اس نے سر اٹھایا ویرا کی طرف گھمایا...... ویرا اس کے ساتھ امرحہ...... اور امرحہ کے آگے پیچھے Anselm ہال کا مجمع۔

"اِٹس شو ٹائم یو نی چک۔" ts show time chick

"امرحہ! تم آ گئیں کافی دیر لگ گئی تمہیں تو آنے میں۔" اس نے دیوار گیر گھڑی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"بہت سست ہوتی ہے ٹرانسپورٹ کی انتظامیہ...... اگر میں مانچسٹر کا میئر بن گیا جو کہ مجھے بننا ہی ہے تو میں ضرور

طرف توجہ دوں گا لیکن میرے میسز بننے کے وقت کے آنے سے پہلے تک کے لیے سوری۔'' اسنو کراسنگ اس نے ایسے ہاتھ بس پکڑ رکھی تھی جیسے اے ایس فائیو زیرو کی Sniper Rifle ہو اور ویرا کو نشانے پر رکھا...... ٹھاہ...... Dhuz......

ویرا ڈیڈ مین کی سی سنجیدگی لیے اس کے قریب جا کر کھڑی ہوگئی۔ ''ویرا یہ کر سکتی تھی۔''

''ویرا! تم مجھے اتنے پیار سے کیوں دیکھ رہی ہو...... مجھے تشویش ہو رہی ہے، میں دل کے عارضے سے ہلاک ہونا نہیں چاہتا۔''

ویرا نے اپنا وہ ہاتھ جو اس کے کراس بیگ کی جیب کے اندر تھا نکالا اور ہاتھ میں پکڑی بوتل کا اسپرے اس کی آنکھوں پر کر دیا...... ایک دم سے۔

''آہ!'' کارل چلا اٹھا اور آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے اور تیزی سے پانی کی تلاش میں باہر کی طرف لپکنا چاہا کہ ویرا نے دوسری بوتل نکالی اور آنکھوں کو رگڑتے، آہ آہ کرتے ادھر اُدھر میز کرسی سے ٹھوکر کھاتے کارل پر تیزی سے اسپرے کرنے لگی۔

''اوہ گوش...... اتنی گندی بدبو......'' ایک ایک نے اپنی ناک پکڑ لی امرحہ کو بھی اپنی ناک پکڑنی پڑی۔

جتنے لڑکے کارل کے پاس کھڑے تھے وہ تیزی سے کارل سے دور ہوئے۔ بدبو کی انتہا تھی بس...... ویرا نے پوری بوتل خالی کر دی...... پھر ہاتھ باندھ کر ہنٹر مار اسٹائل میں کھڑی ہوگئی۔

''اب کچھ بھی کر لو کارل! ایک ہفتے سے پہلے اس شینل فائیو سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتے، میں سائنس دان بن گئی ضرور اس خوشبو سے جلد چھٹکارا پانے کے لیے کچھ کروں گی، لیکن میرے سائنس دان بننے کے وقت کے آنے سے پہلے تک کے لیے سوری......''

امرحہ کا جی چاہا کہ وہ تالیاں بجائے لیکن اس نے ایسا نہیں کیا وہ پلٹی تو میوزک بار کے دروازے کے ساتھ شانہ ٹکائے کھڑے عالیان پر اس کی نظر پڑی وہ بہت سنجیدہ نظر آ رہا تھا اور پیارا بھی...... امرحہ نے سوچا کہ وہ ایسے ہی کھڑا رہے اور باقی سب غائب ہو جائیں تو کتنا اچھا رہے۔

امرحہ کا ہاتھ پکڑ کر ویرا باہر نکلی اور اپنے پیچھے انہوں نے قہقہوں کا طوفان ابلتے سنا۔ ہال کے اسٹوڈنٹس کارل، کارل، کہہ کر دیوانوں کی طرح ہنس رہے تھے ان میں عالیان بھی شامل تھا۔ ان سب نے مل کر میوزک بار کے دروازے کو بند کر لیا کہ وہ باہر نہ جا سکے۔ کاؤنٹر پر رکھی کسی کی سوفٹ ڈرنک سے کارل نے اپنی آنکھیں دھونی چاہیں لیکن شاہ ویز نے لپک کر وہ ڈرنک اس کے ہاتھ سے چھین لی۔ سب نے ساری ڈرنکس اٹھا کر کارل سے دور کر دیں'' امرحہ دی لاسٹ ڈک...... کارل دی خ...... خ۔'' عالیان نے اس کے قریب جا کر اپنی ناک پکڑ کر کہا۔ کارل نے اسے دھکا دے کر پیچھے کیا اور میوزک سے باہر جانا چاہا اس کی آنکھیں جل رہی تھیں اسے ایک پل قرار نہیں آ رہا تھا...... لیکن سب لڑکے بار کے دروازے پر جمع تھے وہ اسے باہر جانے نہیں دے رہے تھے، دھکا مار کر پیچھے کر دیتے۔

''ایک ایک کو دیکھ لوں گا میں۔'' کارل چلایا۔

''دیکھ لینا...... ابھی تو ہمیں سونگھ لینے دو...... اف آخ خ۔''

کارل نے عالیان کو دبوچ لیا۔ ''لو سونگھو مجھے...... آؤ میرے پاس۔''

عالیان کا بدبو سے دم گھٹنے لگا۔ کارل ایک ایک کے قریب جا کر انہیں دبوچ رہا تھا۔ ''آؤ گلے ملو مجھ سے...... آؤ۔'' اور وہ ہنستا جا رہا تھا عالیان تو ہنس ہنس کر دیوانہ ہو رہا تھا۔

کارل نے رک کر چندھی آنکھوں سے عالیان کو دیکھا اسے یہ منظر اچھا لگا۔

''اسے تنگ کرنے میں بہت مزا آتا ہے اس کی شکل دیکھنے والی ہوتی ہے۔'' کارل نے عالیان کی گردن دبوچتے

ہوئے کہا۔
''شینل فائیو کی خوشبو بھی سونگھنے والی ہے......اف اتنی بدبو......آخ۔''
''میں تمہاری ناک پھوڑ دوں گا۔''
''جتنی بدبو ہے یہ کام ہمیں خود ہی کرنا پڑے گا......ہال ایک ہفتے کے لیے خالی کر دو سب......''
''کارل کو ہی نکال باہر کرتے ہیں نا سب۔'' شاہ ویز چلایا۔
اور پھر سب نے مل کر اسے اٹھایا اور ہال سے باہر پھینک آئے۔
ساری رات S.T.Anselm ہال میں یہی سب چلتا رہا۔ ہنس ہنس کر ان کے سر درد کرنے لگے تھے وہ اسے بار بار اٹھا کر باہر پھینک رہے تھے۔
کارل کو عطر معطر کرنے کے بعد مانچسٹر کی سڑکوں پر سے گزرتے ویرا ہنس ہنس کر پاگل ہوئی جا رہی تھی۔
''تمہیں یہ سب کس نے سکھایا ہے......تم نے میری ہتھکڑی بھی کھول دی۔''
''پاپا نے......فوجی رہے ہیں وہ......تم ڈگری لے لو تو روس آنا۔''
''اچھا! کیا بالکل تمہارے جیسی ہو جاؤں گی؟''
''یا میرے جیسی ہو جاؤ گی یا پہلے سے بھی جاؤ گی۔''
ویرا سائیکل سے اُتر گئی۔ ''چلو تم سائیکل چلاؤ۔''
''مجھے نہیں آتی......''
''چلاؤ گی تو آ جائے گی۔''
''مجھے سیکھ کر کیا کرنا ہے......؟''
''سیکھنے سے پہلے کیا کیوں نہیں کرتے۔'' ویرا نے اسے زبردستی سائیکل پر بٹھا دیا اور ہینڈل کو پکڑے رکھا لیکن اس نے بیٹھتے ہی سائیکل گرا دی......ویرا نے اسے اٹھایا، بٹھایا، اس نے چند پیڈل مارنے کے بعد پھر خود کو اور سائیکل کو گرا دیا۔ ویرا نے اسے پھر چلانے کے لیے کہا۔
اگر سکھانے والا نہیں تھک رہا تھا تو سیکھنے والے کو بھی کچھ شرم کرنی چاہیے تھی۔ سائیکل گر گر کر چلتی رہی......امرحہ قریباً قریباً سنسان ہوئی سڑکوں پر سائیکل گرا اور چلا رہی تھی......اسے اچھا لگ رہا تھا......گر گر کر اٹھنا اٹھ کر گر جانا......ابتدا ایسے ہی ہوتی ہے، گرنے سے ڈرنا نہیں چاہیے......جامد ہو جانے سے، حرکت نہ کرنے سے خوف کھانا چاہیے......جب ساری کائنات کتاب بنی کھلی پڑی ہو تو انسان کو شاگرد ضرور بن جانا چاہیے......دیر نہیں کرنی چاہیے......دیر ہو جائے تو مزید دیر نہیں کرنی چاہیے۔
آسمانوں کے سب ہی دروازے کھلے پڑے ہیں......آئیں ان دروازوں کے اس پار کو د جائیں......اس سے اگلے پار......کیونکہ یہ سب انسان کو ہی کرنا ہے......اور یہ سب انسان ہی کر سکتا ہے۔
زمین بچھی ہوئی ہے اور فلک تنا ہوا ہے اور کائنات لامحدود پھیلتی جا رہی ہے اور ہر لمحے یہ پکار کرتی ہے ''آؤ اور مجھے پا لو......میرے فاتح بن جاؤ۔''

O......❖......O

باب

"وقت تمہیں زندہ رکھے عالیان......

بہاریں تم پر فدا ہو جائیں...... وہ تم سے جدا ہونے پر نالاں رہیں۔

قسمت کا قلم اگر تمہارے لیے کوئی دکھ لکھنے کا ارادہ رکھتا ہے تو میں سر کو سجدے میں جھکاتی ہوں اور دعا کرتی ہوں کہ ایسا کرنے سے پہلے قسمت کی یادداشت کھو جائے اور وہ تمہارے نام دکھ لکھنا بھول جائے۔

جو دروازہ کھلتا ہے وہ بند بھی ہو جاتا ہے تم پر کبھی بند دروازوں پر دستک دینے کی نوبت نہ آئے......

رحمتوں کے دروازے تم پر کھلیں اور انہیں کبھی بند ہونے کا حکم نہ ملے...... اور تمہاری جان میں آب حیات حلول کر جائے۔"

پورے چاند کے آسمان اور چمن من ستاروں سے سجی رات میں وہ کھڑکی کے پاس کھڑی اپنے ہاتھ سے بنائے کارڈ پر لکھ دی گئی ان دعاؤں کو زیر لب دہرا رہی تھی، بار بار...... وہ ان میں مزید دعاؤں کا اضافہ کر رہی تھی۔

"بے سکونی کے سائے اندھے اور بہرے ہو جائیں تم تک آنے کے لیے انہیں کوئی راہ دکھائی اور سجھائی نہ دے۔"

وہ کھڑکی میں کافی دیر سے کھڑی تھی ہر آہٹ پر اسے لگتا تھا بس وہ آ گیا ہے جب کہ بارہ بجنے میں کافی وقت تھا۔

اور وہ وقت سے دس منٹ پہلے آ گیا تھا...... بیگ کو پشت پر لٹکائے اس میں چھوٹا سا کیک چھپائے۔

اور پھر بادام کا منا سا کیک کاٹ لیا گیا تو وہ واپس جانے لگا۔ امرحہ اپنی کھڑکی میں ہی کھڑی تھی نہ جانے کیوں اسے امید تھی کہ وہ ایک بار تو ضرور اس کے کمرے کی کھڑکی کی طرف دیکھے گا...... لیکن جیسے خاموشی سے وہ آیا تھا ویسے ہی خاموشی سے جا رہا تھا...... وہ جا رہا تھا۔

اس کی چال میں شکست خوردگی اتنی نمایاں ہو گئی کہ امرحہ کا دل پھوٹ پھوٹ کر رونے کو چاہا، جو جگنو اس کے گرد گول گول گھومتے نظر آئے تھے، وہ اس کے قدموں تلے مردہ ہونے لگے۔ وہ ٹمٹما کر بجھ رہے تھے۔

امرحہ کا جی چاہا کہ بھاگ کر جائے اور ان مردہ جگنوؤں کو پھونکیں مار مار کر اس کے گرد گول گول گھومنے پر مجبور کر دے ورنہ التجا ہی کر لے...... ورنہ آواز دے کر اسے روک لے اور کہے کہ بادام کیک مجھے چاہیے...... ضرور ہی چاہیے...... مجھے دے دو عالیان...... پلیز...... لیکن اس نے آواز نہیں دی اور اسے کیک بھی نہیں ملا۔

ابھی وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہوا تھا کہ اس نے مڑ کر اس کھڑکی کی طرف دیکھا جس سے وہ ایک بار کودا تھا۔

امرحہ نے دیکھا کہ اس نے گردن کو موڑ کر دیکھا...... ہاں اس نے دیکھا...... اور پھر فوراً ہی گردن گھمالی جیسے کسی نے اس کے پیروں تلے کی زمین کھینچ لی ہو......

اپنے پیچھے اندھیرے کو چھوڑتے وہ چلا گیا۔ امرحہ کھڑکی میں ہی کھڑی رہ گئی۔

"یہ مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا۔" امرحہ نے خود سے چھپ کر سرگوشی کی۔

"میں اس سے کبھی معافی حاصل نہیں کر سکوں گی۔" اپنے گالوں کو اس نے کھڑکی کی چوکھٹ کے ساتھ ٹکا دیا۔

"اب مجھے اس سے خوف آتا ہے اور یہ ایک خوفناک جذبہ ہے۔"

قسمت کے اندھیرے جنگل میں سرسراہٹ ہوئی، دعائیں ان سے ہو ہو کر گزریں...... امرحہ نے اللہ کو اسی شدت سے یاد کیا جس شدت سے اس کے گم ہو جانے کے بعد کیا تھا...... اس نے دعا کی تھی کہ وہ گم ہو چکے عالیان کو واپس لے آئے...... اور اب بھی اس نے یہی دعا کی......"گم ہو چکا عالیان واپس آجائے...... اے خدا۔"

O......❖......O

یہ اگلی رات کا قصہ ہے۔

وہ اپنی جاب سے واپس آرہی تھی بس اسٹاپ کی طرف پیدل...... آج پھر سے اس نے ایک گاہک کا دس ہزار پونڈ سے زیادہ کا بل بنا دیا تھا جب کہ اس کے جوتے کی قیمت کچھ کم سو پاؤنڈ تھی۔

صبح اس نے اٹھ کر سفید کارڈ پر نیلے، پیلے، سرخ ستارے چپکا دیئے تھے، پھر شٹل کاک کے لان میں سے ایک پیلا پھول توڑ کر احتیاط سے بیگ میں رکھ لیا تھا۔ زیادہ پھول وہ لے کر نہیں جا سکتی تھی۔

جلدی جلدی کرتے بھی جب وہ صبح اس کے ڈیپارٹمنٹ تک گئی تو وہ کلاس میں جا چکا تھا۔ حالات پہلے جیسے نہیں تھے کہ وہ اس کی کلاس میں جا کر کہتی کہ میری بات سن لو اور، اسے اپنی کلاسز بھی لینی تھیں۔ عالیان کوئی لیکچر مس نہیں کرتا تھا اس کی آخری کلاس کے وقت سے ذرا پہلے وہ اس کے ڈیپارٹمنٹ آگئی۔

وہ، ویرا اور چند دوسرے دوست ایک ساتھ باہر نکلے، عالیان کے ہاتھ میں چند کارڈز تھے اور اس کے کراس بیگ میں سے پھول جھانک رہے تھے۔ امرحہ نے عالیان کے اکیلا ہونے کا انتظار کیا۔ اسے کارل کا بھی ڈر تھا کہ وہ کہیں قرب و جوار میں ہی نہ ہو۔ عالیان کو اپنی سائیکل کی طرف جانا تھا، اس کی سالگرہ کا دن تھا لیکن وہ مسکرا نہیں رہا تھا اس سے زیادہ تو وہ امرحہ کی سالگرہ کے دن مسکرا رہا تھا۔

ویرا عالیان کے ساتھ ہی تھی، ویرا کو بھی اپنی سائیکل لینی تھی، لیکن ویرا نے اپنی سائیکل نہیں لی...... وہ عالیان کی سائیکل کے پیچھے بیٹھی۔

امرحہ ذرا دور خود کو چھپا کر کھڑی تھی...... کھڑی کی کھڑی ہی رہ گئی تھی۔

ویرا نے آج اتنی خوب صورت گلابی پھول والی فراک کیوں پہن رکھی تھی۔ گلابی ہی جوتے اور لمبے بالوں کو اس نے آج کس محنت سے سنوارا تھا۔ امرحہ آج اس کے ساتھ سائیکل پر نہیں آئی تھی جیسا کہ اب اکثر وہ یونی بس میں آجایا کرتی تھی۔ وہ صبح ویرا کو دیکھ ہی نہیں سکی تھی۔ ویرا جو یونی میں اپنی خوب صورتی کے لیے بھی مشہور تھی آج اس خوب صورتی کو چیلنج کرتی کیوں نظر آرہی تھی؟

عالیان نے سائیکل چلائی اور ویرا نے بیٹھے بیٹھے شرارت سے اس کی سائیکل کو گرانے کے لیے ہلایا اور سائیکل ڈگمگا گئی۔

کتنا برا منظر تھا یہ...... مانچسٹر میں دیکھا جانے والا سب سے برا منظر...... مانچسٹر میں وقوع پذیر ہونے والا بدترین منظر۔

یونیورسٹی کے در و دیوار سے آکاس بیلیں لپٹ گئیں۔ آکسفورڈ روڈ پر دلدلی جھاڑیاں جابجا پھوٹنے لگیں اور آکسفورڈ روڈ دلدل میں بدل گیا۔

چرچ کے گھنٹے کی ٹن، ٹن، ٹن نے مانچسٹر کے آسمان کو سر پر اٹھا لیا۔ پیلا پھول بیگ میں رکھے رکھے اپنی موت آپ مر گیا۔ سفید کارڈ پر چپکے ستارے جھڑنے لگے۔

"ثابت ہوا وقت انسان کا فرماں بردار نہیں ہے۔"

اس کے بازو پر سخت گرفت پڑی۔ امرحہ چونکی وہ بس اسٹاپ سے آگے نکل آئی تھی۔ وہ اتنی سست روی اور معلق سی

حالت میں چلتی رہی تھی کہ رات کافی ہو چکی تھی۔

اس کے بازو پر پڑنے والی گرفت نے اسے پتلی سڑک کے اندر گھسیٹا وہ چیخ مارتی اس سے پہلے ہی ماسک سے منہ کو چھپائے اس انسان نے غرا کر کہا۔

''تمہاری آواز نکلی تو میں تمہاری کھال ادھیڑ دوں گا۔'' کلچ کی آواز کے ساتھ ایک تیز دھار چاقو نکلا اور اس کی پسلی کے ساتھ مس ہوا۔

سارے جہان کا خوف امرحہ کی آنکھوں میں سمٹ آیا، بند سڑک کے نیم اندھیرے ماحول میں اس نے کالے ماسک میں پوشیدہ آنکھوں کو دیکھا جن کی پتلیاں بمشکل دکھائی دے رہی تھیں۔

''کیا چاہتے ہو...... میرے پاس بیس پونڈ سے زیادہ نہیں ہیں۔'' امرحہ کی آواز کانپ رہی تھی ایک خدشہ اسے یہ بھی تھا کہ یہ کارل ہوگا، اسے ڈرا رہا ہوگا۔

ماسک مین نے پوری قوت سے اپنا دایاں پیر اٹھا کر امرحہ کے پیر پر دے مارا، تکلیف سے امرحہ بلبلا اٹھی اگر اس نے جوگرز نہ پہن رکھے ہوتے تو اس کے پیر کی کھال ادھڑ جاتی۔ پیٹ کے بل امرحہ سڑک پر بیٹھتی چلی گئی اور جیسے ہی وہ جھکی اس نے پورا زور لگا کر امرحہ کو ٹانگ ماری...... اس بار امرحہ سڑک پر گر گئی۔

''کون ہو تم کیا چاہتے ہو۔'' خوف سے امرحہ چلائی۔

وہ نیچے اس کے قریب جھکا اور ہاتھ میں پکڑے چاقو کو اس کے بازو پر رکھا اس کی نوک کو اندر کرنے لگا۔

چاقو امرحہ کی کھال سے چھوا...... اندر گھسا...... خوف سے امرحہ کی آنکھیں سرخ ہو گئیں وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا جیسے اسے بہت مزا آ رہا تھا یہ کرتے۔

''بتایا تو ہے تمہاری کھال......'' چاقو کو اس نے گھمایا۔ امرحہ نے سارا خوف بالائے طاق رکھ کر چیخ ماردی اور پیچھے کی طرف بھاگی۔

''ہیلپ!''

وہ بڑے آرام سے اٹھا اور اس کی طرف آیا۔ امرحہ کی قسمت خراب کہ وہ پتلی گلی نما سڑک بند تھی اور امرحہ اس کے آگے سے ہو کر نہیں جا سکتی تھی۔

''ہیلپ...... ہیلپ......!'' ساتھ اس نے بیگ میں سے فون نکالنا چاہا لیکن اس کے ہاتھوں میں اس بری طرح کپکپاہٹ تھی کہ وہ بیگ کی زپ بھی نہیں کھول سکی، وہ بند گلی کے آخری کنارے کی دیوار کے ساتھ چپک کر کھڑی تھی اور وہ بڑے مزے سے اس کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔

''اگر اب تمہاری آواز نکلی تو میں تمہارا گلا کاٹ دوں گا۔''

''خدایا...... اے اللہ......'' امرحہ نے بلند آواز سے کہا وہ بس بے ہوش جانے کو تھی۔

''اللہ!'' وہ استہزائیہ ہنسا۔

دیوار کا سہارا لینا امرحہ کے لیے محال ہو رہا تھا وہ بس گر جانے کو تھی۔

''کیا ہو رہا ہے یہاں؟'' ایک تیز ٹارچ کی روشنی گلی میں چمکی۔ ماسک مین تیزی سے بھاگ گیا ٹارچ والا گلی کے اس حصے کی طرف آیا جس طرف امرحہ تھی۔

خوف اور تکلیف سے امرحہ کو ٹھیک سے دیکھنے اور سمجھنے میں وقت لگا۔

''اوہ خدایا...... کیا ہو تا رہا ہے یہاں؟'' وہ امرحہ کو دیکھ کر بری طرح چونکا امرحہ نیچے بیٹھ گئی اس کے لیے کھڑا رہنا مشکل ہو رہا تھا۔

''تم ٹھیک ہو؟'' وہ گھٹنوں کے بل اس کے قریب بیٹھ گیا۔ امرحہ نے خوف سے ہی اسے بھی دیکھا اور اٹھنے کی کوشش کی۔

''ٹھہرو۔ میں تمہارے لیے پانی لاتا ہوں۔''

آدمی جلدی سے گیا اور پانی کی بوتل لے آیا۔

''لو یہ پیو اور اپنی سانسیں درست کرو۔ پُرسکون ہو جاؤ، میں ابھی پولیس کو بلاتا ہوں۔''

امرحہ ہاتھ سے پسینہ صاف کرنے لگی۔ اس کی سانسیں قابو میں ہی نہیں آ رہی تھیں۔

''اس طرف ساتھ ہی میرا اسٹور ہے، میں کوڑا دان میں کوڑا ڈالنے آیا تو مجھے ہیلپ کی آواز آئی۔ تم میرے اسٹور میں چل کر بیٹھ سکتی ہو، آؤ میرے ساتھ میں پولیس کو فون بھی کرتا ہوں۔''

''نہیں پولیس رہنے دیں۔ کیا آپ مجھے ٹیکسی میں بٹھا سکتے ہیں؟''

''رکو لڑکی! تم ایسے نہیں جا سکتیں تم غیر ملکی ہو تمہارے ساتھ مانچسٹر میں یہ سلوک برداشت نہیں کیا جائے گا، جو ہم خود اپنے ساتھ برداشت نہیں کر سکتے۔ آؤ میرے ساتھ۔'' وہ نیم بوڑھا آدمی آگے چلنے لگا۔

امرحہ کو ناچار اس کے ساتھ جانا پڑا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر اس کا اسٹور تھا۔ کہنی سے اوپر اس کے دائیں بازو میں کافی تکلیف تھی وہ جگہ خون سے گیلی ہو رہی تھی۔ ''تمہیں کوئی چوٹ تو نہیں آئی؟''

''نہیں۔ میں ٹھیک ہوں اسے میرا بیگ چاہیے تھا بس......''

تھوڑی دیر میں پولیس آ گئی امرحہ نے سارا واقعہ بتا دیا۔

''آپ پہچانتی ہیں اسے؟'' پولیس مین پوچھ رہا تھا۔

''وہ ماسک میں تھا۔''

''آواز؟''

''نہیں جانتی اسے......آواز بھی نہیں۔''

''آپ یونیورسٹی اسٹوڈنٹ ہیں اکثر اسٹوڈنٹ ایسے مذاق کرتے ہیں۔''

''نہیں۔ وہ یونیورسٹی اسٹوڈنٹ تو نہیں لگتا تھا اسے میرا بیگ چاہیے تھا۔''

''کیا اس نے مانگا تھا یا چھینا تھا؟''

''مانگا تھا۔ میں نے نہیں دیا تو مجھے گرا دیا اس نے۔''

''اس کے ہاتھ میں چاقو دیکھ کر بھی آپ نے اسے دینے سے انکار کر دیا جس میں صرف بیس پونڈز تھے، آپ کو ڈر نہیں لگا؟''

''بوکھلاہٹ میں، میں نے انکار کر دیا......سب ایک دم سے ہوا۔''

پولیس کی گاڑی ہی اسے گھر چھوڑ گئی۔ گھر آ کر اس نے بازو کا حال دیکھا...... گہرے رنگوں کی وجہ سے خون نظر نہیں آیا تھا۔ فرسٹ ایڈ باکس کچن سے لا کر اس نے بہت مشکل سے بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ کی پٹی کی۔ فرسٹ ایڈ باکس میں کوئی اینٹی بائیوٹک نہیں تھی اور اسے بازو پر کافی تکلیف ہو رہی تھی، گرم دودھ میں ہلدی ڈال کر اس نے پی لی اور کمرے میں گم صم بیٹھ گئی۔

خاموش...... بالکل چپ......

''میں ایک بہادر لڑکی ہوں۔'' بہت دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے خود سے کہا۔

''میرے بازو میں تکلیف ہے، لیکن میں اسے برداشت کر سکتی ہوں۔ مجھے رونا آ رہا ہے، لیکن میں روؤں گی نہیں۔

میں خوف زدہ ہوں، لیکن میں اپنے خوف پر قابو پالوں گی...... یہ عمل کا ردِ عمل ہے۔ میں اسے اپنی حکمتِ عملی سے بدل دوں گی...... میں اسے ٹھیک کرلوں گی...... مجھے ڈرنا نہیں چاہیے...... مجھے ڈرنا نہیں چاہیے...... میں اکیلی ہوں، اور اکیلا ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ بزدل یا کمزور بن جایا جائے۔"

○......❖......○

ویرا صبح کے قریب گھر واپس آئی تھی۔ عالیان کے کلاس فیلوز اور ہال میٹس نے اس کے لیے برتھ ڈے پارٹی کا انتظام کیا تھا ویرا وہیں تھی رات بھر......

روسی دھن پر سیٹی بجاتی جب ویرا اپنے کمرے میں چلی گئی تو امرحہ نے اٹھ کر اپنے بیگ میں سے کارڈز نکال کر الماری میں رکھے باکس میں رکھا۔ پھول تو اس نے مسل کر آکسفورڈ روڈ پر ہی پھینک دیا تھا اگر وہ پھول عالیان کو دے بھی دیتی، تو کیا وہ لے لیتا، لے لیتا تو چلتے چلتے کہیں بھی پھینک دیتا، وہ تو رات بھر مزے سے پارٹی کرتا رہا تھا۔ امرحہ بھی مانچسٹر میں موجود ہے۔ وہ یہ بھول چکا تھا۔

کبھی تو وہ اس کی دوست رہی تھی اس کبھی کے لیے ہی وہ اسے پارٹی میں بلا لیتا۔ امرحہ شو اسٹور پر سارا وقت اس پارٹی کے بارے میں سوچتی رہی تھی۔

گھسی ہوئی تین جینز کی پینٹوں میں سے کوئی ایک اس نے پہنی ہوگی شاید ہلکے مٹے مٹے نیلے رنگ کی اور یونیفارم کی طرح جانی جانے والی، کئی کئی بار استعمال کی جانے والی چند گنی چنی مخصوص ٹی شرٹس میں سے کوئی ایک شاید کالی جس کی پشت پر موٹے تناور درخت کی صرف جڑیں سرمئی رنگ میں پھیلی پڑی تھیں اور جو عالیان کو بہت پسند تھی یا شاید نیلی پر سفید وہی سفید جس کی فرنٹ پر سرچ می (ڈھونڈ لو مجھے) لکھا تھا۔

"آخر تمہارا کیا مطلب ہے کہ کیا ڈھونڈ لیا جائے تم میں سے؟"

"جنہیں کچھ ڈھونڈنا ہوگا وہ کیا کیوں تو نہیں پوچھیں گے نا...... وہ تو بس کر گزریں گے......"

"کیا کر گزریں گے؟"

وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ "تم نہیں سمجھو گی۔"

اور وہ نہیں سمجھی تھی۔ ٹھیک کہا تھا اس نے......

اس کے پاس گھسے ہوئے اور پرانے کپڑے ہی تھے۔ "یہ میں نے چار سال پہلے لی تھی۔ یہ تین سال پہلے۔ یہ جوتے جرمنی، فرانس، یونان تک جا چکے ہیں، ابھی بھی دیکھ لو کیسے نئے ہیں اور مضبوط بھی، ان کے ساتھ مزید تین چار ٹورز کیے جا سکتے ہیں۔"

"تم کافی کنجوس ہو...... پرانی شرٹس کو تم خود تراش خراش لیتے ہو یا جو جو کو دے دیتے ہو اور وہ فرانس کے قدیم وجدید تجریدی آرٹ تمہاری شرٹس پر بنا دیتی ہے مجھے تو اس کی بنائی علامتوں سے بغاوت کی بو آتی ہے۔"

"ہاہاہا...... باغی ہی ہے وہ۔ اس کے تجریدی آرٹ سے بنی شرٹس کو جب میں پہنتا ہوں تو اسے بہت آرڈرز ملتے ہیں اسی لیے تو وہ اتنی امیر ہے۔ میں تو اس کا چلتا پھرتا ماڈل ہوں اور میں کنجوس بالکل نہیں ہوں امرحہ......! صرف فضول خرچ نہیں ہوں۔ میرے اس کراس بیگ کو دیکھو، یہ بتاؤ یہ کتنا پرانا ہے؟"

"کم سے کم دس سال پرانا۔" امرحہ نے چڑ کر کہا۔

"ہاہا...... نہیں یہ یونی کے پہلے دن سے میرے ساتھ ہے چند ایک بار پھٹ چکا ہے، لیکن میں اسے سلائی کر لیتا ہوں دھو بھی لیتا ہوں۔ میں ایک یونیورسٹی اسٹوڈنٹ ہوں فیشن ماڈل نہیں جو نت نئے کپڑوں کو پہن کر ہی یونیورسٹی آسکتا ہے......

یہ بیگ، یہ جوتے اور کپڑے صرف استعمال کی چیزیں ہیں انہیں چیزیں ہی رہنے دینا چاہیے۔ جنون نہیں بنا لینا چاہیے۔ انسانی

ترقی کا راز ان میں ہے نا ہی یہ اس ترقی کے رضا کار ہیں ان کے لیے پاگل ہونا پاگل پن ہے۔"

"ایک سال میں تم کتنی خریداری کرتے ہو؟"

"بہت کم ضرورت پڑتی ہے، ماما، مورگن، شارلٹ کرسمس پر گفٹ دے دیتی ہیں۔ کچھ دوست جو موٹے ہو جاتے ہیں یا جن کی وارڈ روب میں مزید گنجائش نہیں رہتی کپڑے جوتے رکھنے کی وہ کم قیمت پر نیلامی کر دیتے ہیں میں اور کارل وہ لے لیتے ہیں وہ بھی اگر بہت زیادہ ضرورت ہو تو۔"

"تو تم اپنے پیسوں کا کرتے کیا ہو؟" امرحہ کو حیرت تھی ماما مہر کے بیٹے کی یہ حالت تھی اور وہ جاب بھی تو کرتا تھا۔

"ویل یہ ایک راز ہے۔ ویسے تمہارے پاپا کیا بہت امیر ہیں، تم کتنے نت نئے انداز کے کپڑے بدلتی ہو، یونی کے پہلے دن جو تم نے لباس پہنا تھا، وہ میں نے دوبارہ نہیں دیکھا۔"

"وہ گرمیوں کے لیے تھا۔ گرمی آئے گی تو استعمال کروں گی۔"

امرحہ جھوٹ بول رہی تھی، اپنا وہ سوٹ وہ این اون کو دے چکی تھی۔ کیوں کہ امرحہ کو اچانک سے وہ برا لگنے لگا تھا۔ اپنی طرف سے اتنی کفایت کرنے کے بعد بھی وہ ہر مہینے اپنے اسٹور سے کم قیمت کے دو جوڑے جوتے ضرور لے لیتی تھی۔ کافی ساری جینز لے چکی تھی، ٹاپ بھی، گرم کوٹ، جیکٹس، بیگز اور دستانے تو اس کے پاس اتفاق سے اتنے ہو چکے تھے کہ انہیں کاٹ کر سی کر ایک سوئیٹر بن سکتا تھا در اصل اسے دستانوں کی لباس کے ساتھ میچنگ کا خبط ہو گیا تھا اور پاکستان سے جو وہ گرم کپڑے لائی تھی ان کے ساتھ دستانوں کی میچنگ کرتے کرتے وہ اتنے ہو گئے کہ بس بہت ہی ہو گئے۔

امرحہ عالیان کی شرٹس کو انگلیوں پر گن سکتی تھی اور وہ گن رہی تھی۔

تو اس نے وہ ہلکے براؤن رنگ کی جو جو کے تجریدی آرٹ سے سجی شرٹ پہنی ہو گی بلیک جینز پر۔ پھر اس نے پھونک ماری ہو گی اور کیک کاٹا ہو گا اور کارل کے منہ میں ڈالا ہو گا شاید کیک کارل نے ہی کاٹ لیا ہو اور موم بتیوں کی جگہ کوئی راکٹ فٹ کر دیا ہو کیک پر اور کیک کو عالیان کے منہ میں ڈالنے کے بجائے منہ پر تھوپ دیا ہو۔ ساتھ ساتھ ان غباروں کو پھوڑا گیا ہو گا جن میں کارل نے پٹاخے بھرے ہوں گے جو زمین پر گرتے ہی خود بخود پھوٹنے لگتے ہیں، کان پھاڑ دینے والی آوازوں کے ساتھ، پٹاخوں کے گرتے ہی سب چیخیں مارتے خاص کر لڑکیاں ادھر ادھر اچھلی بھاگی پھرتی ہوں گی۔

اور پھر تیز میوزک لگایا گیا ہو گا اور سب ساتھ ایک آواز میں گاتے ہوں گے۔

Its my friend's birthday

So dance buddy Dance

Dance.....Dance

عالیان کے گرد انہوں نے گول دائرہ بنا لیا ہو گا، ایک دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈالے وہ شانے دائیں بائیں ڈگمگاتے گھومتے جاتے ہوں گے۔

It's my friend's Birthday

So I am dancing

امرحہ گم صم حالت سے چونکی۔

Its's my friend's Birthday

So I am praying

امرحہ نے آنکھیں بند کر کے اس کے لیے دعا کی۔

اگلی صبح وہ یونی نہیں جا سکی۔ دیر سے سو کر اٹھی۔

اسے بخار ہو رہا تھا۔ پہلے ڈاکٹر کے پاس گئی۔ ڈاکٹر کو بتایا کہ حادثاتی طور پر وہ اپنا بازو ایک لوہے کی سلاخ سے زخمی کر بیٹھی اس کے زخم میں سوجن بھی بہت اور اس کے لیے بازو کو حرکت دینا مشکل تھا۔ اسے ہر حال میں یونی جانا تھا، لیکن اس کا بخار بڑھ رہا تھا اس سے چلا بھی نہیں جا رہا تھا۔ وہ آدھے راستے سے ہی گھر واپس آ گئی، تیز دھار چاقو اس کی کھال میں گھسا تھا زخم تازہ تھا تو اتنی تکلیف نہیں تھی، لیکن اب تو اس سے برداشت ہی نہیں ہو رہا تھا۔ وہ گھر آ کر سو گئی۔

اسے اتنا تیز بخار ہو گیا کہ وہ مدہوشی میں بڑبڑانے لگی۔ سادھنا رات اس کے کمرے میں ہی سوئی اور جب اگلی صبح وہ اسے سوپ پلا رہی تھی تو وہ تذبذب سے امرحہ کو دیکھنے لگی۔

''اگر یہ سوپ تم نے پینا ہے تو پی لو لیکن مجھے ایسے نہ دیکھو۔'' امرحہ نے مذاق کیا۔

''تمہارے اور عالیان کے درمیان کچھ ہوا ہے؟''

''کچھ کیا...... کچھ بھی نہیں......'' دائیں بازو کی تکلیف پورے جسم میں دوڑ گئی۔

''ویرا عالیان کی برتھ ڈے پارٹی میں گئی تم کیوں نہیں گئیں؟''

''تمہیں تو معلوم ہے کہ یہ لوگ کیسی کیسی شرارتیں کرتے ہیں پارٹی میں، دادا نے منع کر دیا تھا۔''

''تمہارے اور اس کے درمیان کوئی ناراضی ہے، پہلے تم اس کی کافی باتیں کر لیا کرتی تھیں میرے ساتھ......''

''نہیں...... وہ مصروف ہوتا ہے، بہت۔ اس کے اور دوست بھی تو ہیں، میں اس کے لیے اتنی اہم نہیں ہوں۔''

''کیا تمہیں یہی دکھ ہے کہ تم اس کے لیے اتنی اہم نہیں؟''

''دکھ...... نہیں، دکھ کیوں ہوگا مجھے؟''

''تو پھر امرحہ تم رات بھر اس کا نام لے کر روتی کیوں رہی ہو؟''

امرحہ خاموش سادھنا کو دیکھتی رہی۔ لفظوں کو اس کے حلق سے نکلنے میں دقت درپیش تھی۔

''میں روتی رہی ہوں؟''

''اتنی اونچی آواز میں کہ مجھے کمرے سے باہر جا کر دیکھنا پڑا کہ آواز گھر میں کہاں تک جا رہی ہے۔''

''بخار میرے سر کو چڑھ گیا ہوگا۔''

''بخار...... تم اس طرح رو رہی تھیں کہ میں بھی رونے لگی۔ میرا دل پھٹنے لگا اور میں نے پرارتھنا کی کہ بھگوان تمہیں سکون دے۔''

''میں...... میں دادا کو یاد کر رہی ہوں گی۔ پتا نہیں ڈاکٹر نے کل کیسی دوا دی تھی۔''

سادھنا نے خاموش رہنا مناسب سمجھا اور کھڑکی کے پردے اٹھا دیئے، باہر روشن دن نکلا تھا، دھوپ چمک رہی تھی...... اوپری من سے روٹھ جانے والی سہیلی سی...... دوپٹے کا کونا دانتوں میں دبا کر دلہن بنی ننھی سی بچی کی اویں، اویں شرماہٹ سی اور کسی جان سے پیارے کی ''پکی کٹی'' سی بھی......

○......❖......○

''اور کتنے دن بیمار رہنا ہے؟''

ویرا اچھل کر اس کے بیڈ پر کود ی، امرحہ کا زخمی بازو بال بال بچا جسے وہ کشن پر رکھے نیم دراز ہی تھی اس نے ویرا کو کچھ بھی نہیں بتایا تھا، بازو کے زخم کا تو بالکل بھی نہیں۔

''میرا تو دل چاہتا ہے اب بیمار ہی رہوں۔'' اس کے اتنے مایوسانہ انداز پر ویرا چونک سی گئی۔

''امرحہ! پارٹی سب دوستوں نے مل کر عالیان کو دی تھی، سرپرائز پارٹی تھی، اگر عالیان کی طرف سے ہوتی تو تم بھی وہاں ہوتیں، وہ تمہیں بھی بلاتا۔''

امرحہ کو تھوڑا سا سکون ملا، ہاں اگر وہ پارٹی کا انتظام کرتا تو اسے بلاتا۔ وہ پارٹی شارٹی کرنے والوں میں سے نہیں تھا جو کپڑوں پر پیسے ضائع نہیں کرتا تھا وہ پارٹی پر کیوں کرے گا۔

''تم اپنے گھر پارٹی کرتی تھیں؟'' وہ اس کی سالگرہ سے اگلے دن پوچھ رہا تھا۔

''پارٹی؟'' امرحہ بڑبڑا کر رہ گئی جس طرح سے اس کا یوم پیدائش مشہور ہو چکا تھا وہ تو صرف ''یوم سیاہ'' یا ''یوم دفعان بلا'' کے طور پر ہی منایا جا سکتا تھا۔

''نہیں۔ کوئی پارٹی نہیں......''

''گھر میں کیک کاٹ لیتی ہو گی، دوستوں کے ساتھ...... ہے نا......''

''نہیں (آہ بھر کر، اس کی بھی نوبت نہیں آئی تھی) دادا کے ساتھ پہلے بادشاہی مسجد جاتی تھی نفل پڑھنے، شکرانے کے۔ دادا کہتے ہیں کہ اپنی پیدائش کے دن زیادہ عبادت کرنی چاہیے خدا کو بتانا چاہیے کہ ہم اس کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں بنایا اور کس محبت سے بنایا۔ ہمارے لیے نبی بھیجے...... ہمیں خدا کو بتانا چاہیے کہ ہم خوش ہیں کہ ہمارے لا وجود کو وجود میں لانے پر وہ راضی ہوا۔''

''گڈ...... پھر......؟'' عالیان متاثر نظر آنے لگا۔

''پھر وہ مجھے میری پسند کا تحفہ لے دیتے اور میری پسند کی جگہ لے جاتے اور رات میں میری ہی پسند کے ہوٹل میں کھانا کھلا دیتے۔'' امرحہ کو یہ سب بتاتے ڈر بھی تھا کہ وہ یہ نہ پوچھ لے کہ ہر جگہ صرف دادا ہی کیوں؟

''میں متاثر ہوا ہوں امرحہ......!''

''اور تم...... تم کیا کرتے ہو؟''

''کرتا تو نہیں ہوں، لیکن کرنا چاہتا ہوں۔'' اس نے دونوں آنکھیں میچ کر پھر انہیں کھول کر کہا اور مسٹری سے مسکرانے لگا۔

''میں چاہتا ہوں کہ جب میری سالگرہ ہو تو میں سپر مین بن جایا کروں، بے شک صرف ایک گھنٹے کے لیے اور ماما کو اڑا کر اپنے ساتھ لے جایا کروں دور بہت دور بادل کے ایک ٹکڑے پر تیز ہوا موم بتی کو بجھا دے اور میں اور ماما مل کر کیک کاٹیں یا پھر میں انہیں وکٹوریہ فال لے اڑوں۔ گرتے ہوئے پانیوں کی بوچھاڑ کے درمیان کسی اونچی نوکیلی چٹان کے کنارے۔ پانی کے پردے کے بس اتنے قریب کہ ہاتھ بڑھا کر ہاتھ گیلے کر لو۔ ننھی منی پانی کی چھمیں میرا کیک گیلا کر رہی ہوں اور کبھی میں پیٹر کے مجسمے کو احترام سے اٹھا کر اس کی کشتی سے نیچے رکھوں اور اس کی کشتی کو سمندر میں لے آؤں اور......''

''میں خوف زدہ ہو رہی ہوں عالیان۔''

اگر وہ سپر مین نہیں بھی بنا تو امرحہ کو ڈر تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح سے یہ سب کر ہی لے گا۔ اور اس کے خواب کیسے بڑے بڑے تھے...... یو نو بڑے بڑے؟ بادل کے ٹکڑے پر جا کر کیک کاٹنا۔ شکر ہے اس نے آتش فشاں کے اندر جانے کی خواہش کا اظہار نہیں کیا۔

یادوں کے ان گنت روپ تھے...... ہر روپ پہلے سے نیا اور نکھرا تھا۔

ویرا اپنے کمرے سے گٹار لے آئی تھی اور اسے کوئی روسی گیت سنانے لگی تھی۔ گاتے ہوئے وہ اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ کوئی بھی اس پر نثار ہو سکتا تھا، لیکن امرحہ کا کوئی ارادہ نہیں تھا اس پر نثار ہونے کا، بھلا اسے کیا ضرورت تھی اتنی پیاری گلابی فراک پہن کر عالیان کی سائیکل پر بیٹھنے کی۔

''مجھے یہ شک سا کیوں ہے کہ تم مجھے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہی ہو؟'' ویرا نے درمیان میں ہی رک کر پوچھا۔

''تم اتنی پیاری لگ رہی ہو کہ دل چاہ رہا ہے تمہیں کھا جاؤں۔'' اب امرحہ اسے یہ تو نہیں کہہ سکتی تھی کہ وہ اسے کھا ہی

جانا چاہتی ہے۔
"یہ پیار سے کھا جانے والا انداز تو نہیں ہے۔" ویرا دوسرا روسی گانا گانے لگی۔
این اون، سادھنا بھی اس کے کمرے میں آگئیں بعدازاں لیڈی مہر بھی۔
اس کی اتنی سی بیماری پر وہ کیسے کیسے اس کا دل بہلا رہے تھے...... وہ کوئی دنیا جہان کی دولت نہیں لٹا رہے تھے اس پر...... صرف ذرا سی توجہ دے رہے تھے اور یقین جانئے ہر بیمار کو ہر تکلیف میں مبتلا کو بس ذرا سی توجہ کی ہی ضرورت ہوتی ہے۔
شام کو سائی اس کی خیریت معلوم کرنے آیا، امرحہ نے اسے فون کر کے سب بتا دیا تھا۔ وہ اس کے لیے پھول لایا تھا۔
"تم اس واقعے کے بارے میں کسی سے بات نہ کرنا سائی!"
"ظاہر ہے ایسا ہی کروں گا...... لیکن تم اس کے پاس ضرور جانا۔"
"کیا مجھے جانا چاہیے؟"
"ہاں بالکل...... تمہیں خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"
"میں خوف زدہ نہیں ہوں مجھے جانا تو تھا اس کے پاس، اس لیے میں نے پولیس سے جھوٹ بولا۔"
"بس ٹھیک ہے تم نے ٹھیک کیا۔ مجھے خوشی ہے کہ تم بہتر انداز سے سوچ رہی ہو۔"
"مجھے یہی سب کرنا تھا سائی! ورنہ بات بہت بگڑ جائے گی۔"
صحت یابی کی دعائیں دیتا سائی چلا گیا، لیکن صرف کمرے سے...... نشست گاہ میں لیڈی مہر کی اس سے مڈبھیڑ ہو گئی تھی اور وہ انہیں نہ جانے کون کون سی کہانیاں سنا رہا تھا کہ وہ ہنس ہنس کر بے حال ہو رہی تھیں۔
"تمہاری یونیورسٹی میں کتنے مزے مزے کے لوگ پڑھتے ہیں نا۔" سادھنا اس کے لیے رات کا کھانا لائی تو ہنسی کو قابو میں کر کے کہنے لگی۔
"تمہیں سائی اچھا لگا؟"
"ہاں...... بہت...... وہ یونیورسٹی کے ابتدائی دنوں کی باتیں کر رہا ہے۔"
"مزے مزے کی حرکتیں ایک اور انسان بھی کرتا ہے، کیا تم اس سے ملنا نہیں چاہو گی؟ میں شرط لگاتی ہوں پھر تم ایسے کھل کر ہنس نہیں پاؤ گی۔"
"نہیں۔ مجھے کارل نہیں چاہیے وہ تمہیں ہی مبارک ہو...... شکر کرو، تمہاری باتیں سن سن کر اس سے خوف زدہ ہو کر میں نے اب تک مانچسٹر نہیں چھوڑ دیا۔"
"دادا بھی شکر کریں کہ اس کی حرکتوں سے سہم کر میں نے دنیا ہی نہیں چھوڑ دی کاش آج کل میں ہی وہ مرنے شرنے والا ہو...... آمین۔"

O......❖......O

اپنی کلاس لینے کے بعد وہ پال کے ڈیپارٹمنٹ آگئی اور اس کا انتظار کرنے لگی۔
"مجھے تم سے بات کرنی ہے پال۔" وہ اپنی کلاس سے باہر نکلا تو امرحہ تیزی سے اس کی طرف گئی اس کے دوست بھی اس کے ساتھ تھے۔
"میرے پاس ضائع کرنے کے لیے وقت نہیں ہے۔" اسے جیسے کوئی فرق ہی نہیں پڑا تھا۔
"میں سب کے سامنے بات کرنا نہیں چاہتی۔" امرحہ نے بے حد مضبوط انداز میں کہا۔
"مجھے اس سے دلچسپی نہیں ہے کہ تم کیا چاہتی ہو؟"
"تمہیں اس رات والے واقعے میں بھی دلچسپی نہیں ہے؟"

''تمہیں اپنی بکواس سنانے کے لیے میں ہی ملا ہوں؟'' وہ بھڑکنے کی ناکام اداکاری کرنے لگا۔
''میرے بازو پر زخم ابھی تازہ ہی ہے...... اگر تم اپنے دوستوں کے سامنے بات کرنا چاہ رہے ہو تو ٹھیک ہے...... میرا خیال تھا یہ تمہارے حق میں بہتر نہیں ہوگا۔''
پال اپنے دوستوں سے الگ ہو کر آگے چلنے لگا، امرحہ اس کے پیچھے ہی تھی، دونوں ڈیپارٹمنٹ سے باہر نکل آئے تو امرحہ اس کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔
''تم مجھے تھپڑ مار سکتے ہو۔''
''تمہیں پھر سے یاد دلا دوں کہ تم میرا وقت......''
''تم اسی وقت مجھے سب کے سامنے تھپڑ مار سکتے ہو، ایک نہیں جتنے جی چاہے مار سکتے ہو میں تمہیں اجازت دیتی ہوں۔'' امرحہ نے اتنی سنجیدگی اور متانت سے کہا کہ وہ کچھ بول ہی نہیں سکا۔
''اور اگر تم نے اکیلے میں مارنے ہیں تو بھی، تم مجھے برا بھلا کہہ سکتے ہو، گالیاں دے سکتے ہو، سب کر سکتے ہو، لیکن اس کے لیے تمہیں قانون کو ہاتھ میں لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں اپنی تعلیم، اپنا کیریئر داؤ پر لگانے کی ضرورت نہیں ہے، تم اسپورٹس پرسن ہو یونی کے لیے میڈل جیت کر لائے ہو، ہیرو ہو یونی کے، لیکن اخبارات، میڈیا تمہیں لمحوں میں ہیرو سے زیرو بنا دے گا۔''
''تم جانتی ہو تم کیا کہہ رہی ہو......'' وہ ہنسا۔
''ہاں، سنو...... میری بات مکمل ہونے دو، اس رات اس آدمی نے میرے منع کرنے کے باوجود پولیس کو بلا لیا تھا۔ میں نے ان سے جھوٹ بول دیا تھا۔ صبح پولیس کا فون آیا ہے انہوں نے مین روڈ پر لگے کیمروں سے تمہاری فوٹیج حاصل کر لی ہے، جس میں تم میرا بازو گھسیٹ کر گلی کے اندر لے جا رہے تھے۔ انہوں نے تمہارا قد کاٹھ سب نوٹ کر لیا ہے، میں انہیں بتا سکتی تھی پال کہ یہ تم ہو۔ تم نے ہاتھوں میں جو دستانے پہن رکھے تھے، وہ بھی تمہارے بائیں ہاتھ کی چھ انگلیوں کو چھپانے میں ناکام تھے۔ اگر میں پولیس سے کہوں گی تو وہ ضرور باریک بینی سے اس معاملے کو دیکھیں گے۔ مزید اگر تمہارے چاقو سے بنا زخم میں نے پولیس کو دکھا دیا تو تم جانتے ہو کہ یہ صرف ہراساں کرنے کا کیس ہی نہیں رہے گا۔ تمہیں یونی سے نکال دیا جائے گا، کوئی رعایت نہیں برتی جائے گی تم نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا ہے...... تمہارا کیریئر ختم۔''
وہ اسے گھور رہا تھا۔ ''مجھے نفرت ہے، تمہاری شکل سے۔''
''کیا تمہارے پاس اس نفرت کی وجہ ہے...... ایک تھپڑنا...... اور میرا مسلمان ہونا...... تم سو تھپڑ مجھے مار لو...... لیکن اپنے خود کو کرمنل مت بناؤ...... تم ہر طرح سے اپنا غصہ مجھ پر نکال سکتے ہو۔''
''تم غلط جگہ اپنا لیکچر دینے کا شوق پورا کر رہی ہو۔''
''اگلی بار مجھے نقصان پہنچانا چاہو تو اتنا خیال رکھنا کہ تمہیں نقصان نہ پہنچے۔''
''تمہیں میرے نقصان کی اتنی فکر کیوں ہے؟'' وہ استہزائیہ ہنسا۔
''کیونکہ اب تم مجھے انسان ہونے کی حیثیت سے نہیں ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے دیکھتے ہو، تو ٹھیک ہے ایک مسلمان تمہارے اس قاتلانہ حملے کو درگزر کرتا ہے...... میں چاہوں تو اسی وقت تمہیں پولیس کو پکڑوا سکتی ہوں، تم پر جرم ثابت ہو جائے گا۔ تم یونی سے باہر ہو گے تو ایک مسلمان، ایک اسلام کو ماننے والا تمہارا کیریئر، تمہاری نیک نامی بچا رہا ہے...... تمہارے حملے کو درگزر کر رہا ہے...... تم نے اسلام کو لے کر وہ سب کیوں کہا...... میں نہیں جانتی لیکن اب تم یہ جان لو کہ تمہارے ساتھ ایسا کرنے کے لیے میرا مذہب کہہ رہا ہے...... تم اسلام سے نفرت کرتے ہو شاید، لیکن اسلام کا پیروکار نہ تم سے نفرت کرتا ہے نہ تمہارے مذہب سے، نہ ہی کرے گا...... مجھے نفرت کا درس نہیں دیتا میرا مذہب...... تم کسی بھی وقت میرے منہ پر آ

کر تھپڑ مار سکتے ہو۔ اس کے لیے تمہیں خود کو خطرے میں ڈالنے کی ضرورت نہیں، مجھے خوف زدہ دیکھنے کے لیے تمہیں قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی ضرورت نہیں ہے...... میں بھی یہاں پڑھنے آتی ہوں اور تم بھی...... اگر ہم ایک دوسرے کو پسند نہیں کر سکتے تو ہمیں ایک دوسرے کا احترام ضرور کرنا چاہیے...... اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو غیر جانب دار ہو جانا چاہیے...... خاموش ہو کر الگ ہو جانا بہت سے مسائل حل کر دیتا ہے۔"

"میں تمہاری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتا۔" وہ سختی سے بولا۔

"ٹھیک ہے...... تمہیں میری شکل نظر نہیں آئے گی۔" امرحہ کہہ کر آ گئی۔

"اسلام گالی کا جواب گالی نہیں ہے...... اسلام اینٹ کا جواب برداشت ہے۔"

اینٹ کا جواب، برداشت اور حکمت وہ پال کو دے آئی تھی اور اسے امید تھی کہ سب اچھا ہی ہوگا...... کیونکہ حکمت کبھی معتبر نہیں ہوتی۔

رات کو لیڈی مہر نے ان سب کو نشست گاہ میں ایک ساتھ بلایا۔

"میں تم سب سے ایک وعدہ لینا چاہتی ہوں انسانیت کے ناتے اور اس سے بھی کہیں بڑھ کر ایک ماں کی محبت کے ناتے سے...... تم سب مجھ سے وعدہ کرو کہ اگر کوئی میرے بارے میں، اس گھر اور میرے بچوں کے بارے میں تم سے کچھ پوچھے گا تو تم ایک لفظ بھی نہیں بتاؤ گی......"

"کچھ ہوا ہے؟" ویرا نے پوچھا۔

"میں تفصیلات نہیں بتا سکتی، تم چاروں پوری ایمان داری سے مجھ سے وعدہ کرو کہ کوئی کسی بھی طرح کی معلومات تم سے لینا چاہے گا تو مجھے بتاؤ گی تمہارے سامنے کسی کا نام لیا جائے یا کسی کی شکل و صورت کے بارے میں پوچھا جائے تم نے ایک لفظ منہ سے نہیں نکالنا۔ یہ سب میں اپنے بچوں کے فائدے کے لیے کر رہی ہوں۔ میں بہت مشکل سے انہیں زندگی کی طرف لائی ہوں میں ان کے دلوں کے حال جانتی ہوں، ان پر کیا گزرتی رہی ہے۔ مجھ سے زیادہ کون جانے گا اس لیے ایک ماں تم سب سے درخواست کرتی ہے...... کہ حد سے زیادہ احتیاط کی جائے...... اور اگر کوئی کچھ پوچھے تو فوراً پولیس کو فون کیا جائے۔ سادھنا کے ساتھ چند دن پہلے یہی سب ہوا ہے لیکن سادھنا نے عقل مندی کا مظاہرہ کیا اور آ کر مجھے بتا دیا......"

ان سب نے بڑی محبت کے ساتھ لیڈی مہر کو وعدہ دے دیا۔

امرحہ کئی دنوں سے دیکھ رہی تھی کہ وہ کچھ پریشان سی رہتی ہیں، اس نے پوچھا تو انہوں نے اتنا ہی کہا کہ یہ بہت ذاتی سا مسئلہ ہے، وہ بتا نہیں سکتیں۔

O......❖......O

عالیان اپنی کلاس لے کر نکلا ہی تھا کہ یونین کا صدر جے پیٹرسن مسٹری فلمی ہنستا اس کے پاس آیا۔

"کسی کا خون کرنے جا رہے ہو یا کر کے آئے ہو؟"

عالیان نے گھنٹوں کی محنت سے بنائے گئے اس کے ہیر اسٹائل کو دونوں ہاتھوں سے خراب کر دیا۔ پیٹرسن اپنے نت نئے ہیئر اسٹائل کے لیے یونی میں بدنام ترین تھا۔ اس وقت ایک کینگرو اس کے سر پر پوز بنائے بیٹھا لگتا تھا۔

"تم اپنے علاوہ کسی کو خوب صورت نہیں دیکھ سکتے نا؟" وہ بھنا گیا۔

"اب ٹھیک ہے ورنہ اس طرح ہنستے تو تم کارل، کارل سے لگ رہے تھے۔"

"خدا مجھے بچائے بلکہ مجھے مار ہی ڈالے اگر میں کارل، کارل لگوں۔"

"بس پھر تم ایک دو دن میں مرنے ہی والے ہو......"

"امرحہ کیسی ہے؟" جے پیٹرسن نے ایک دم سے پوچھا بلکہ کچھ ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

''کون؟'' عالیان نے بھرپور سنجیدگی سے پوچھا۔

''تمہاری دوست......''

''میری کوئی دوست امرحہ نہیں......''

''کم آن Frish (فرینڈ کی جدید شکل) وہی جس کے پیچھے تم ہر وقت رہا کرتے تھے۔''

''تم مجھ سے ایسی غیر ضروری باتیں کرنے آئے ہو؟''

''تم اس سے کسی وجہ سے ناراض ہو گیا؟''

''پھر وہی فضول باتیں......''

''اچھا اچھا سنو! اسٹوڈنٹ یونین کی بلڈنگ میں موجود سیف روم جسے سیکرٹ روم بھی کہہ لیتے ہیں کو جانتے ہونا۔ جہاں اسٹوڈنٹس اپنا نام ظاہر کیے بغیر کچھ بھی لکھ کر جا سکتے ہیں۔ کوئی شکایت یا کوئی بھی مسئلہ......تو فرش سب سے زیادہ تمہارے خلاف شکایتیں موصول ہوئی ہیں اور درخواستیں بھی۔ اس روم کی دیواروں پر ایک انچ جگہ نہیں بچی، ہر خط میں لکھا ہے عالیان کی ناراضی ختم کروائی جائے، جا بجا دیواروں پر یہ پیغامات چپکے ہیں۔''

''کس نے کیا ہے یہ؟'' اب عالیان بھنا گیا۔

''ویل فرش نام نہیں لکھا، لکھا بھی نہیں جاتا، اتنا سب بھی اس لیے بتایا کہ تم یونین کے فعال رکن ہو، مطلب صدر ہی......'' پیٹرسن نے ایک آنکھ بند کی۔

''تو؟''

''تو......سنو وہ راما کہہ رہا تھا کہ اگر اسٹوڈنٹ پارٹی جیسا ایک اور مذاق ہم اس لڑکی کے ساتھ کر لیں تو اس بار اس کی آنکھوں سے وہ ساگر نکلے گا کہ سارا مانچسٹر اس میں ڈوب کر بہہ جائے گا اور پھر جب آئندہ آنے والی نسلیں تحقیق کریں گی کہ آخر مانچسٹر کے ساتھ کیا بنی اور اسے بہا کر لے جانے والا سیلاب آخر آیا کہاں سے تھا وہ بھی ایسا غضب ناک تو بیش بہا کھدائی اور تحقیق کرنے کے بعد انہیں خاتونِ پاکستان امرحہ کی دو آنکھیں ملیں گی......''

''تم کہنا کیا چاہتے ہو......؟''

''صرف اتنا کہ مانچسٹر کو اس ساگر میں ڈوب کر بہہ جانے سے بچا لو...... جو پیغامات دیواروں پر چپکے ہیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بس بہت جلد ہم پر یہ آفت آنے ہی والی ہے، تم اسے مذاق سمجھو لیکن میری درخواست بھی...... میں مانچسٹر کو ڈوبتے نہیں دیکھ سکتا...... ویسے مجھے ناراض لوگوں کو منانے کا یہ انداز اچھا لگا، تم مان جاؤ گے اور پھر سے اس کے دوست بن جاؤ گے تو میں اس طریقے کو یونین اور یونیورسٹی میں رائج کروا دوں گا...... اپنا یہ سائی بھی تو ایسے ہی مشہور ہوا ہے میں بھی ہو جاؤں گا......'' وہ کھی کھی ہنسنے لگا۔

عالیان پر اپنی کوفت پر قابو پانا مشکل سا ہو گیا اور وہ تیزی سے انگلش ڈیپارٹمنٹ کی طرف لپکا۔

''اسٹوڈنٹ یونین کے سیکرٹ روم میں لیٹرز تم لکھ لکھ کر آتی رہی ہو؟'' وہ ایک دم سے اس کے سامنے آ کر کہنے لگا۔

امرحہ خوف زدہ سی اس کی شکل دیکھنے لگی اور صرف ناں میں گردن ہلا سکی۔

''وہ تمہاری ہی لکھائی میں ہیں سب......''

''میں نے نہیں لکھے......'' وہ اور زیادہ ڈر گئی۔

''تم نے بائیں ہاتھ سے لکھے ہیں......''

''بائیں ہاتھ سے تو مجھ سے پین بھی نہیں پکڑا جاتا...... یہ سب یونی فیلوز کا کام ہوگا۔''

''یونیورسٹی کے اسٹوڈنٹس اتنے فارغ نہیں ہیں......''

''اس میں فارغ ہونے کی کیا بات ہے یہ تو نیکی کا کام ہے۔'' اس کی زبان سے پھسلا۔
''تو یہ نیکی کا کام تم نے سب سے کہا کرنے کے لیے؟'' وہ استہزائیہ ہنسا۔
''نہیں......'' امرحہ کو اس کا انداز برا لگا۔
''تو پوائنٹز دیئے ہوں گے سب کو تم نے......'' طنزیہ کہہ کر وہ جانے لگا۔
یہ بات اس کے انداز سے زیادہ بری لگی...... ''وہ سب میں نے لکھے ہیں...... داد دو مجھے عالیان میں نے سیکرٹ روم کو ہزاروں خطوط سے بھر دیا ہے۔''
''ایسے بے کار کام کے لیے داد دیتا ہوں تمہیں......'' اس نے پلٹ کر کہا۔
''تم مجھ سے ناراض ہونا پسند کرتے ہو مجھے......'' وہ گھوم کر اس کے سامنے آ کر کھڑی ہوئی۔
''نا تم سے ناراض ہوں نا ہی ناپسند کرتا ہوں کیونکہ یہ کرنے کے لیے کسی تعلق کا ہونا ضروری ہے اور ہمارے درمیان......''
''تم تو کہا کرتے تھے۔ تم میرے دوست ہو......''
''اب میں کہہ رہا ہوں۔ میں تمہارا دوست نہیں ہوں۔''
''تم مجھے معاف کیوں نہیں کر دیتے......''
''میں معاف کر چکا ہوں......''
''تو تم مجھ سے بات کیوں نہیں کرتے۔''
''کیونکہ میں سب باتیں ختم کر چکا ہوں......'' کہہ کر وہ رکا نہیں چلا گیا۔
اب یہ وہی مقام تھا کہ وہ گلستان بھر کے گل اس کے قدموں میں بچھا دے گی تو بھی وہ انہیں پھلانگ کر گزر جائے گا...... کیونکہ ایک بار وہ کانٹے بچھا چکی تھی...... اب آسمان کے ستاروں کے جھرمٹ بھی اس کی راہوں میں ڈھیر کر دینے پر اس کی اندھیری راہوں میں روشنی نہ کر سکے گی۔
ماحول انگشت بدنداں تھا اور ہوا نے اپنے پر اپنی آنکھوں پر لپیٹ کر آنکھیں میچ لی تھیں...... قسمت سے پوچھ پڑتال نہیں کی جا سکتی کیونکہ کبھی یہ چنگیز خان کی خون آلود تلوار ہوتی ہے اور کبھی حاتم طائی کا کمال سخاوت...... ''قسمت۔''

O......❖......O

''اگر ساری دنیا تباہ ہو رہی ہو اور کسی ایک چیز کو آئندہ انسانی زندگی کی ترقی کے لیے قائم رہنے کی اجازت ہو تو میں یہ اجازت سائیکل کے لیے لینا پسند کروں گی......
سائیکل...... تکبر سے پاک، چلانے والے کی شاہی سواری۔''
شٹل کاک کے سامنے کی سڑک پر اس نے این اون کے ساتھ مل کر کافی مشق کر لی تھی سائیکل چلانے کی۔ سیدھی خالی سڑک پر وہ بنا ڈرے چلا لیتی، سادھنا اور این اون کو پیچھے بٹھا کر بھی مشق کی۔ کسی کو پیچھے بٹھا کر سائیکل چلانا نئے نئے سائیکل چلانے والے کے لیے مشکل ہوتا ہے لیکن اس نے تھوڑا بہت اس سلسلے میں ڈر خوف نکال ہی لیا۔ دوبارہ وہ یونی کے راستے تک بھی گئی این اون پیچھے بیٹھی ہوتی......
''سب ہمیں ہی دیکھ رہے ہیں نا؟'' اس کا سانس گم ہو جاتا۔
''کیا واقعی؟'' این اون اپنا ہیئر بینڈ ٹھیک کرنے لگی۔
''پاگل مجھے دیکھ رہے ہیں......'' سائیکل ڈگمگائی۔
''کیوں...... تم ہو کیا جو تمہیں دیکھا جائے......''

حسد......

''پاکستانی...... پاکستانی لڑکی سائیکل چلا رہی ہے نا......''

فخر......

''پاکستانی لڑکی سائیکل چلائے تو اسے سب دیکھتے ہیں...... کیوں ایسا تضاد کیوں۔''

شکوہ......

''چپ کر جاؤ این اون میں نے تمہیں گرا دینا ہے۔''

جواب شکوہ......

''تم مجھے گرا دو...... لیکن سائیکل تو تھوڑی تیز چلاؤ۔ کم سے کم میں آخری لیکچر تو لے لوں۔''

''ٹھہرو، اس بس کو گزر جانے دو، اس کے ڈرائیور کو بہت جلدی ہے۔'' اس نے سائیکل روک دی، کوئی پچاس ویں بار روکی کہ یہ کار گزر جائے، یہ شرارتی بدتمیز لڑکا گزر جائے، ذرا ٹریفک کم ہو لے، سڑک خالی ہو لے...... وغیرہ وغیرہ...... مزید وغیرہ وغیرہ بھی۔

''جو بس ہمارے پیچھے ہے، اسے بھی گزر جانے دو...... اور جو اس کے پیچھے ہے اسے آگے آ لینے دو، آگے آ کر اسے بھی گزر جانے دو...... ٹھہرو، مجھے بس میں ہی بیٹھ جانے دو......''

''خبردار جو تم اتریں این......''

''اس رفتار سے تمہارے سائیکل چلانے کے دوران میں دس بار اتر کر بیٹھ چکی ہوں، بیٹھ بیٹھ کر تھک جاتی ہوں تو کھڑی ہو کر ساتھ چلنے لگتی ہوں، اور اس ایشین فلیگ کو تھوڑے اور بل دو گردن میں، میں تابوت میں بند ہو کر جاپان واپس جانا نہیں چاہتی۔''

سائیکل روک کر اس نے ایشین فلیگ کو دو اور بل دیئے گردن میں، اس نے جینز پر ٹاپ پہن رکھا تھا تاکہ زیادہ یورپین لگے...... سر پر اس نے کیپ پہن رکھی تھی جس کی جھری سے اس کے لمبے بالوں کی ٹیل باہر نکلی ہوئی تھی۔

یونی کی طرف جاتے دائم اور راما نے اسے دیکھا اور دونوں نے سارے دانت نکال دیئے اور چلتے چلتے کھڑے ہو کر اسے دیکھنے لگے۔ دائم نے ہاتھ سے پرفیکٹ کا اشارہ بھی کیا اور اتنی سی بات پر وہ سائیکل گرا بیٹھی...... این اون بھاگ کر یونی چلی گئی وہ اکیلی پیدل سائیکل کو لیے یونی تک آئی۔

''یہ پاکستانی، ہندوستانی برداشت ہی نہیں کر سکتے کہ ان کے خطے کی لڑکیاں ایسے سائیکل چلائیں الٹا حواس باختہ کر دیتے ہیں......'' غصے سے وہ ان پر بڑبڑانے لگی۔

آنے والے دنوں میں آدھا راستہ وہ چلاتی اور آدھا راستہ این اون، تب ہی کہیں جا کر وقت پر یونی پہنچ پاتے کبھی وہ گارڈ کی صورت ان کے آگے آگے ہوتی۔ وہ تیز سیٹی بجاتی اور دوسرے سائیکل سواروں کو پیچھے کرتی جاتی کہ ینگ لیڈی آف پاکستان اپنی سواری چلا رہی ہیں، تھوڑا ڈرتی ہیں ذرا پیچھے پیچھے ہو جائیں......

ایک دن ایسے ہی راستے میں وغیرہ وغیرہ سے ڈر کر سائیکل کو روکتے وہ بمشکل یونی روڈ تک آئی کہ پیچھے سے ایک دم سے عالیان کی سائیکل عین اس کے پہلو میں دائیں طرف برابر میں آئی۔ وہ بھی اپنے دھیان میں تھا امرحہ بھی اور جب امرحہ کی اس پر نظر پڑی تو وہ اتنی بری طرح سے گھبرا گئی کہ دائیں رخ ٹھیک اس کی سائیکل کے اوپر سائیکل گرا بیٹھی۔

این اون جاپانی میں چلائی جس کا اردو میں ترجمہ ہے ''ہائے اماں جی مجھے مار ڈالا''۔

امرحہ کی سائیکل پوری کی پوری عالیان کی سائیکل کے اوپر تھی، خود وہ بھی پورے اور یہ سب ایسے ہوا کہ۔

''وہ آیا...... اسے دیکھا...... اور اسے گرا دیا......''

دو سائیکلوں کے اس ٹکراؤ سے مانچسٹر کا روڈ ہل سا گیا...... اور اس کے نتیجے میں جو کام سب سے برا ہوا وہ یہ تھا کہ اس کی سائیکل کے آگے لگے اسٹینڈ باکس میں کچھ سینڈوچز ٹشو میں لپٹے رکھے تھے شاید وہ ناشتا کر کے نہیں نکلا تھا اور وہ ناشتا آکسفورڈ روڈ پر نکل کر گر گیا تھا اور دو عدد سینڈوچز روڈ پر بچکے بکھرے پڑے تھے اب وہ کچھ بھی ہوں گے لیکن سینڈوچز نہیں ہوں گے......

عالیان نے ایک غصیلی نظر امرحہ پر ڈالی اور پھر سینڈوچز کو دیکھا اور جیسے رو دینے کو ہو گیا...... اس بے چارے کا کتنا بڑا نقصان ہو گیا تھا۔

''میری غلطی نہیں ہے۔'' امرحہ بھی رو دینے کو ہو گئی۔

اس نے اپنی سائیکل اٹھائی۔ بے چارے ہو چکے سینڈوچز سمیٹے اور جانے لگا۔

''عالیان!'' این اون نے آواز دے کر روکا اور اس کے پیچھے سائیکل پر بیٹھ گئی۔

اب سارا مانچسٹر اس کی سائیکل کے پیچھے بیٹھے گا سوائے اس کے۔

یونی کے اندر جا کر این اون کو ڈھونڈا اسے برگر لے کر دیا۔

''کہنا تمہاری طرف سے ہے......''

''تمہاری طرف سے مجھے اور میری طرف سے عالیان کو؟''

''پاگل کہنا ٹویٹ ہے، لے لو......''

''پر میں تم سے ٹویٹ لینا نہیں چاہتی نہ اسے دینا چاہتی ہوں۔''

امرحہ نے اس کی پونی کھینچی اور آدھا گھنٹہ لگا کر اسے ساری بات سمجھائی......

این اوین برگر ہاتھ میں لے کر بزنس اسکول کی طرف جانے لگی، کچھ فاصلہ رکھ کر امرحہ بھی اس کے پیچھے پیچھے تھی اسے ڈر تھا کہ وہ ضرور کوئی گڑبڑ کرے گی اور گڑبڑ ٹھیک اس کے سامنے آ گئی۔

کارل نے برگر ہاتھ میں لیے ایک ننھی بچی کو خاموشی سے جاتے دیکھا تو رک گیا اور اس کا حال احوال پوچھنے لگا اور پھر برگر اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

این پلٹی ہی تھی کہ اس نے فوراً برگر کی ایک بڑی بائیٹ لی۔

''تم نے کارل کو برگر کیوں دیا؟'' امرحہ رو دینے کو ہو گئی۔

''اس نے کہا وہ عالیان کے پاس ہی جا رہا ہے اور اسے وہ برگر دے دے گا...... میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور آ گئی۔''

''ایک بار پھر جاؤ اس کا سر پھوڑو اور آ جاؤ......''

''یہ کام اب تم کر لو...... میں تھک گئی ہوں......'' کہہ کر وہ ننھی بچی چلی گئی۔

بڑی بچی دل مسوس کر کھڑی رہی۔ ''کاش کوئی عالیان کو ٹویٹ دے دے۔''

ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کچھ کرنے کا کہ ویرا ہاتھ میں برگر اور کافی لیے ڈیپارٹمنٹ کی طرف جاتی ہوئی نظر آئی۔

امرحہ کا دھاڑیں مار مار کر رونے کو جی چاہا...... کیا اتنے بڑے روس میں کوئی یونیورسٹی نہیں تھی کہ ویرا وہاں پڑھ سکتی اسے انچسٹر آنے کی کیا ضرورت تھی بھلا؟

○◆○

اندھیرے غار میں بند ہو جانے کی کیفیت تھی۔ کسی ایک طرف سے روشنی لکیر بناتی آ رہی تھی اور روشنی کی یہ لکیر بڑھتی ہی جا رہی تھی...... غار کا دہن کھل رہا تھا...... پرسکون اور آزاد ہو جانے کی کیفیت تھی......

کہ دور سے آتی چاپ قریب آتی محسوس ہوئی، سہا دینے والی چاپ کہ گھٹنوں میں سر دے لیا جائے...... کان لپیٹ لیے جائیں...... ایک ہیولا بنتا قریب سا آیا...... لمبے سائے کے اس پار روشنی کے دہن کے عین سامنے کھڑا ہوا اور ساری روشنی کو پیچھے دھکیل دیا...... اور اندھیرا۔

عالیان ہڑبڑا کر اٹھا...... نیم اندھیرے کمرے میں وحشت زدہ خود کو بستر پر پایا۔ اس کی سانسیں تیز تیز چل رہی تھیں جیسے رات بھر بھاگتا رہا ہے کوئی اس کے پیچھے رہا ہے...... اس کے کانوں میں وہ انجانی چاپ ابھی بھی زندہ تھی، جو ایسی شکن زدہ تھیں کہ ہر نفرین ادا کو اپنے اندر سموئے ہوئے تھیں۔ وہ اسے محسوس کر رہا تھا...... وہ خواب میں سے ہو کر آیا تھا...... جیسے خود کو کھینچ کر خواب سے باہر نکالا تھا...... وہ خوف زدہ تھا...... یا کچھ اور تھا...... جو بھی تھا اس کی دائیں آنکھ میں آنسو تھا......

امرحہ رات کو جاب سے واپس آ رہی تھی کہ سڑک کے کنارے چلتے اسے ایک آدمی نے بہت مہذب انداز سے روکا۔

''خاتون آپ کا تھوڑا سا وقت چاہیے۔''

امرحہ رک گئی۔ ''فرمایئے۔''

''آپ خاتون مہر کی بیٹی ہیں؟''

''نہیں۔'' امرحہ سمجھی آدمی لیڈی مہر کے مرحوم شوہر کے رشتے داروں میں سے کوئی ہے۔

''ان کی لے پالک بیٹی نہیں ہو؟''

''نہیں میں تو پاکستان سے آئی ہوں یونیورسٹی میں پڑھنے ان کے گھر میں رہتی ہوں پے انگ گیسٹ ہوں۔''

''اچھا...... اس کا مطلب تم ان کے سب بچوں کو جانتی ہوگی...... جتنے اس خاتون نے لے کر پالے ہیں۔''

امرحہ کو ایک دم سے لیڈی مہر کی بات یاد آ گئی اور وہ آگے چلنے لگی۔

''میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کر سکتی۔ آپ جائیں یہاں سے۔''

''انہوں نے دس بچے پالے ہیں کیا تم سب کے نام جانتی ہو...... ان کی شکلیں......'' امرحہ اور تیزی سے چلنے لگی وہ بھی ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

''مجھے صرف لڑکوں کے بارے میں معلومات چاہئیں...... کہ وہ کہاں ہیں، کس ملک میں ہیں کون کون ہیں، ان کی تصویریں مل سکیں تو بہتر ہوگا۔ تم یہ چھوٹی سی جاب کرتی ہو کتنا کما لیتی ہو...... میں تمہیں پورے ایک لاکھ پونڈ دوں گا......''

امرحہ حیرت سے رک کر اسے دیکھنے لگی یہ کون تھا جو اتنی بڑی رقم دینے کو تیار تھا۔

''اگر چاہو تو زیادہ بھی دے سکتا ہوں......''

''میں پولیس کو بلا لوں گی جناب!''

''دو لاکھ پونڈ...... تین لاکھ پونڈ...... جواب دو...... جانتی ہو کتنے پیسے ہوتے ہیں یہ...... تحمل سے میری بات سنو، تم جذباتی ہو کر بھاگ رہی ہو، تمہیں کچھ زیادہ کام نہیں کرنا صرف اتنا کہ وہ سب لڑکے اس وقت کہاں ہیں...... کس کس ملک میں ہیں ان کے نام کیا ہیں...... بس اتنا ہی اور اتنے سے کام کے اتنے پیسے...... اتنے کہ تم ساری زندگی میں شاید ہی کما سکو گی......''

''پہلے بچوں کو چھوڑ جاتے ہو پھر انہیں ڈھونڈتے اور خریدتے پھرتے ہو؟'' امرحہ نے طنز سے کہا۔

اس نے بہت سکون سے امرحہ کے طنز کو سہا۔ ''ہاں کچھ ایسا ہی ہے...... لیکن اگر تم تھوڑا سا تعاون کر دو تو بہتر ہوگا۔''

''میں کسی بھی قسم کا تعاون نہیں کروں گی...... جاؤ......''

''چار لاکھ پونڈ......''

''میں پولیس کو فون کرنے لگی ہوں......'' امرحہ نے فون نکال کر ہاتھ میں لیا۔

''پانچ لاکھ پونڈ......''

امرحہ نے عاجز آ کر اس کی شکل کی طرف دیکھا اور نمبر ڈائل کرنے لگی۔ ''تمہارا کام بہت آسان ہے تمہیں صرف یہ معلوم کرنا ہے کس لڑکے کی ماں کا نام مارگریٹ جوزف تھا۔''

امرحہ فون کان سے لگانا بھول گئی وہ اس انسان کی شکل دیکھ رہی تھی۔

O......❖......O

''کون ہیں آپ؟''

''میرا خیال ہے تمہیں اس سے مطلب نہیں ہونا چاہئے، میں نے تمہیں ایک بہت بڑی رقم آفر کی ہے تم اس بارے میں سوچو۔''

''میں ابھی بھی پولیس کو فون کرنے کا ارادہ رکھتی ہوں۔''

''تم جلد ہی مجھے فون کرو گی اتنے پیسے کم نہیں ہوتے......'' کہہ کر وہ چلا گیا۔

اس کے جانے کا انداز ایسا تھا جیسے اسے یقین تھا کہ اسے ضرور فون کیا جائے گا کیوں کہ اس نے مبالغے کی حد تک ایک بہت بڑی رقم آفر کر دی تھی۔ اس کے لئے کسی کا بھی لالچ میں آ جانا فطری ہے۔

امرحہ خود کو کسی فلم کا کردار محسوس کرنے لگی۔ مارگریٹ جوزف کے بیٹے عالیان مارگریٹ کو کوئی ڈھونڈ رہا ہے......کون؟ مارگریٹ کے خاندان کا کوئی فرد یا اس کے باپ کے خاندان کا...... یا اس کا باپ ہی...... یہ شخص عالیان کا باپ یا کوئی انکل نہیں ہو سکتا کیوں کہ ایک تو وہ سیاہ فام تھا۔ دوسرا وہ چالیس سال سے کم کا تھا۔

یعنی عالیان کے لئے لیڈی مہر نے درخواست کی تھی کہ کوئی کچھ بھی پوچھے اسے نہ بتایا جائے لیکن کیوں؟ وہ عالیان کو کیوں چھپا رہی ہیں؟

گھر آنے تک وہ کافی دیر اس سلسلے میں سوچتی رہی اور پھر لیڈی مہر کے کمرے میں جا کر انہیں سب بتا دیا وہ اس شخص کا حلیہ پوچھنے لگیں۔

''تم کسی سے ذکر نہ کرنا اس بات کا، خاص کر عالیان سے۔''

''یہ کون تھا؟''

''امرحہ! یہ سب معاملات اتنے نازک ہیں کہ میں اس بارے میں کسی سے بھی بات نہیں کر سکتی اور تمہارے لئے یہ جاننا ضروری بھی نہیں۔''

''کیا آپ عالیان کو اس کی ماں یا باپ کے خاندان سے چھپا رہی ہیں؟'' امرحہ نے سنگ دلی سے پوچھا۔

انہیں اس بات سے تکلیف ہوئی۔ ''میں جو کر رہی ہوں عالیان کے لئے کر رہی ہوں۔''

امرحہ کو تھوڑا غصہ آیا، وہ سب معاملات اپنے ہاتھ میں کیوں رکھنا چاہتی ہیں۔ انہیں عالیان کو اس سلسلے میں باخبر رکھنا چاہئے، اسے لگا کہ وہ اس معاملے میں خود غرضی دکھا رہی ہیں، انہیں شاید عالیان کے چھن جانے کا ڈر ہے، وہ عمر کے اس حصے میں اسے کسی کے ساتھ بانٹنا نہیں چاہتیں یا انہیں لگتا ہوگا ایسے وہ ان سے بہت دور چلا جائے گا۔ امرحہ کے بیگ میں اس شخص کا دیا کارڈ رکھا ہے۔ امرحہ اس بات کو گول کر گئی...... اس نے اس بات کو مختلف انداز میں سوچا اور اندر ہی اندر اس کے منفی پہلوؤں پر ہی غور کرتی رہی۔

عالیان کا ایک خاندان ہوگا، شاید بھائی، بہن، انکل، آنٹی، نہ جانے کون کون...... کسی وجہ سے اگر وہ عالیان سے دور ہوئے بھی تو اب تو وہ عالیان کو ڈھونڈ رہے ہیں نا...... یونیورسٹی میں امرحہ نے عالیان کو دیکھا تو اس کا دل چاہا کہ اسے جا کر

بتائے کہ کوئی اسے ڈھونڈ رہا ہے...... یہ اتنی بڑی بات تھی کہ اس سے صرف اپنے اندر رکھی نہیں جا رہی تھی...... اور وہ خود کو بار بار اس پر سوچنے سے بھی نہیں روک سکی۔

O......❖......O

سادھنا کے ساتھ وہ اس سے ملنے اس کے ہاں آئی تھیں اور دونوں لان میں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے تھے۔

''آپ نے یہاں آ کر مجھے حیران کر دیا۔''

''اگر میں تمہارے جیسی ہوتی تو میں بھی تمہاری کھڑکی سے آتی تم سے ملنے......''

''اسی لئے تو میں چاہتا ہوں کہ میں سپرمین بن جاؤں اور آپ کو اپنے ساتھ اڑاؤں......'' اس نے مذاق کرنے کی اچھی کوشش کی۔

''اگر تم سپرمین بن بھی گئے تو بھی میں تمہارے ساتھ کسی چوٹی یا بادل کے ٹکڑے پر جانے کے لئے تیار نہیں ہوں گی۔''

''آپ کو تیار ہونے کی نہیں صرف آنکھ بند کرنے کی ضرورت ہوگی۔''

''اپنے ساتھ اڑانے کے لئے تم کسی اور کو تیار کرو...... ڈگری کے بعد کیا پلان ہے تمہارا؟''

''مزید ایک اور ڈگری کے بعد کوئی بزنس شروع کروں گا۔''

''ٹھیک ہے...... میں سوچ رہی ہوں ہم کسی اور ملک چلے جائیں۔''

''کس ملک اور کیوں ماما؟''

''کسی بھی ملک تم دیکھ لینا، جو تمہیں اچھا لگے۔''

''آپ نے ایک دم سے برطانیہ چھوڑنے کے بارے میں کیوں سوچ لیا؟''

''کافی عرصے سے سوچ رہی ہوں، بس تم اس بات کو ذہن میں رکھنا۔''

''ٹھیک ہے لیکن میں حیران ہوں...... میں جانتا ہوں آپ کو مانچسٹر سے کتنی وابستگی ہے۔''

''مجھے اپنے بچوں کے علاوہ کسی سے کوئی وابستگی نہیں۔''

''میں سمجھا نہیں......!''

''تم اسے چھوڑو۔ مجھے یہ بتاؤ کہ امرحہ اور تمہارے درمیان کیا چل رہا ہے؟''

''کیا مطلب؟''

''دوستی ختم کر دی ہے اس سے...... تم ایسے تو نہیں ہو دوست بنا کر چھوڑ دینے والے...... امرحہ لوگوں کو جلد ناراض کر دیا کرتی ہے لیکن اسے جلد ہی اس بات کا احساس بھی ہو جاتا ہے، اس میں خوبیاں اور خامیاں ساتھ ساتھ ہیں اور یہ کوئی ایسی غیر معمولی بات نہیں، ہم سب ایسے ہی ہوتے ہیں۔'' کہہ کر انہوں نے عالیان کی طرف سے کسی جواب کا انتظار کیا۔

''دیکھو، جواب میں تم خاموش ہو...... یہ تمہارا ذاتی مسئلہ ہے...... مجھے تم سے ایک اور بات پوچھنی ہے عالیان...... میں تمہاری ماں ہوں، شاید تمہارا دل دکھے لیکن......''

''مجھے اس شخص سے نہیں ملنا ماما...... نہ مجھے اسے ڈھونڈنا ہے۔''

''شاید تمہیں اس سے مل کر اچھا لگے......''

''وہ میرے لئے گالی ہے اور گالی کبھی اچھی نہیں لگتی۔ مجھے اس شخص کے تذکرے سے ہی اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ مجھے لگنے لگتا ہے......''

''ٹھیک ہے بات ختم...... بس خاموش رہو، پرسکون رہو...... میں شارلٹ کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔ فون پر اس کی ساس نے بہت سخت اور چبھتے ہوئے انداز میں مجھ سے بات کی۔''

''آپ جورڈن کا سوچیں، اس کی ماما کا نہیں...... پریشان نہ ہوں۔''

''پریشان نہیں دُکھی ہوں، اس نے ایک ادارے میں پرورش پائی ہے، ایک مسلم خاتون کی وہ لے پالک بیٹی ہے۔ کتنی بڑی وجوہات ہیں یہ......''

عالیان سے زیادہ اب کون جان سکتا تھا کہ کتنی بڑی وجوہات ہیں یہ......

''اچھی بات تو یہ ہے ماما کہ جورڈن شارلٹ سے محبت کرتا ہے۔''

''اس ایک شخص کی محبت ناکافی ہونے لگتی ہے جب اس کے ساتھ جڑے دوسرے لوگوں کی ناپسندیدگی بڑھنے لگتی ہے۔''

''نہیں ماما......! پھر دوسروں کی ناپسندیدگیوں کی پروا نہیں رہتی۔''

''تو تم ''محبت'' کے بارے میں سوچتے ہو، اس شخص اور اُس کے بارے میں......''

''نہیں......آپ جانتی ہیں مجھے ماما مارگریٹ نہیں بننا۔''

''تو تم ماما مہر بن جاؤ...... میں نے اپنے شوہر سے بے لوث محبت کی ہے۔''

''اور آپ کو بدلے میں بے لوث محبت ملی بھی......''

''تمہیں بھی ملے گی، مجھے خوف محسوس ہوا ہے یہ جان کر کہ تم محبت سے دور بھاگ رہے ہو، تم جوان ہو، زندگی کے عملی میدان سے ابھی دور ہو، اپنے ذہن و دل کو وسعت دو اور یاد رکھو ''بھاگ جانا'' کسی جذبے سے ہو یا عمل سے نقصان دہ ہوتا ہے۔''

''نہ بھاگنا بھی فائدے مند نہیں ہوتا ماما...... مجھے صرف آپ سے محبت ہے۔''

''یہ اور برا ہے، تمہاری زندگی صرف ایک تعلق تک محدود نہیں ہونی چاہئے۔'' انہوں نے عالیان کو گہری نظروں سے بہت دیر تک دیکھا۔

''تم آج کل مارگریٹ کی ڈائریاں پڑھ رہے ہو؟ تم اپنی عمر سے بہت بڑے لگ رہے ہو۔''

''کیا آپ مجھے وہ ڈائری بھی دے سکتی ہیں جو آپ کے پاس ہے۔''

''جب تم شادی کر لو گے اور اپنے بچوں کو سائیکل ریس میں ہرا دیا کرو گے تو وہ تمہیں ملے گی، تم نے پھر سے مارگریٹ کی باتیں شروع کر دی ہیں، اسے یاد کرو لیکن ایسے آہ کے انداز سے نہیں، خوش ہو کر یاد کرو اسے......''

''جو انسان زندگی میں خوش نہیں رہا اس کے مرنے کے بعد اسے خوشی سے یاد نہیں کیا جا سکتا اور ہم اس شخص کی بدقسمتی کا موازنہ اپنی قسمت کے ساتھ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔''

''تم بدقسمت نہیں ہو، تمہیں میرے عالیان کے لئے ایسے الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔''

''اگر دنیا میں آپ نہ ہوتیں تو میں دنیا کے ہر انسان سے نفرت کرتا۔''

''میں نہ ہوتی تو کوئی اور ہوتا......''

''نہیں ماما! کوئی اور نہ ہوتا آپ کے علاوہ کوئی مجھ سے ایسی محبت نہ کرتا...... آخر کار میں نے یہ جان لیا ہے۔''

O......❖......O

باب

بہار کی دلہن کی شادی کی تیاریاں اتنے زور و شور سے کی جا رہی تھیں جیسے وہ شاہی خاندان کا آخری چشم و چراغ ہو۔ ڈیزائنرز، ویڈنگ پلانرز اور ان کی ٹیم گھر میں ایسے آتے جاتے نظر آتے جیسے وہ اسی گھر میں رہتے ہوں۔ بس کچھ دیر کو گھر سے باہر چلے جاتے ہوں۔

''ماما! آپ اتنے پیسے کیوں برباد کر رہی ہیں؟'' ویک اینڈ پر شارلٹ آئی تو خفا ہونے لگی۔

''تم یہ کہنا چاہ رہی ہو کہ تم پر مزید اور احسان نہ کروں، کرسمس پر تحائف لیتے بھی تم سب کو شرم آتی ہے۔ اب تم مجھے دینا چاہتے ہو لیکن کچھ لینا نہیں۔ ایسا کر کے تم سب مجھے دوسری عورت، دوسری ماں ہونے کا احساس دلاتے ہو، میرا سب کچھ تمہارا ہے، میری آنکھوں کا نور اور میرے زندہ رہنے کی قوت بھی...... تم مجھ سے فرمائش نہیں کرتیں کیوں کہ میں دوسری عورت ہوں۔'' وہ خفا ہو گئیں۔

''شادی کے دن مجھے ہاتھی چاہئیں، دس بارہ تو ضرور ہی ہوں، جھیل کنارے چہل قدمی کریں دو تین زرافے ہو جائیں، باقی کچھ شتر مرغ اور ریچھ......'' شارلٹ نے ان کے گلے میں بانہیں ڈال دیں، فرمائشیں شروع ہو گئیں۔

''اگر تمہیں ہاتھی اور یہ سب چاہیے تو شادی سری لنکا میں کرنی ہو گی یا افریقہ میں۔'' انہیں ہاتھیوں، زرافوں سے اب بھی مسئلہ نہیں تھا۔

''نہیں، مجھے یہ سب مانچسٹر میں ہی چاہیے۔ اگر آپ نے مجھے اور جذباتی کیا تو میں سفید چیتوں کی فرمائش بھی کر سکتی ہوں۔ آپ بھی میری آنکھوں کا نور اور زندہ رہنے کی قوت ہیں۔''

''تم اور جذباتی ہو سکتی ہو، لیکن صرف اتنا بتا دو کہ تم شادی کرنا چاہتی ہو یا جنگل آباد کر کے شکار؟''

ماما مہر نے قہقہہ لگایا۔ شارلٹ نے دھڑا دھڑ ان کا منہ چومنا شروع کر دیا۔

شادی سے ایک ہفتہ پہلے جورڈن کا خاندان امریکا اور دوسرے ملکوں سے مانچسٹر میں اکٹھا ہو گیا اور وہ سب عارضی رہائش گاہ میں رہنے لگے۔ شارلٹ ان کے استقبال کے لئے گئی اور کافی پریشان صورت واپس آئی۔ جورڈن ماما مہر کے بلانے پر اپنے ماما پاپا کے ساتھ ڈنر پر آیا تھا۔ تمام وقت ماحول میں تناؤ رہا، اس کی ماما قلوپطرہ کی ہمعصر نظر آتی سارا وقت خاموش بیٹھی رہیں اور پاپا نشست گاہ میں ٹنگی مشہور پینٹنگز دیکھتے رہے۔ کھانے کے نام پر چند نوالے کھائے گئے اور جانے میں جلدی کی گئی۔

''تمہیں یقین ہے جورڈن تمہیں خوش رکھ سکے گا، اس کی ماں کی نظروں میں واضح حقارت تھی تمہارے لئے، اگر تم اس سے محبت نہیں کرتیں تو چھوڑ دو اسے، میں نہیں چاہتی کہ دنیا میں کوئی بھی تمہیں ان نظروں سے دیکھے۔'' لیڈی مہر کے گھر آج سے پہلے ایسے مہمان نہیں آئے تھے جن کی آتے ہی ان کے جانے کی تمنا کی جانے لگی تھی۔

''جورڈن مختلف مزاج کا ہے ماما!'' وہ کہہ نہ سکی کہ وہ اس سے محبت کرتی ہے اب اسے چھوڑ نہیں سکتی، وہ بھی صرف اس

کی ماں کی حقارت کی وجہ سے......

''محبت کرتا ہے تم سے، خالی خولی بڑ تو نہیں مار رہا......''

''مجھے یقین ہے اس کے جذبے پر...... آپ ایسے پریشان نہ ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''تمہارا یہ یقین ہمیشہ قائم رہے...... میں دعا گو رہوں گی۔''

لیڈی مہر نے سادھنا اور امرحہ کو جورڈن کے گھر بھیجنا چاہا، جورڈن کے کچھ اور رشتے دار بھی آ چکے تھے۔ وہ چاہتی تھیں کہ دونوں جا کر ذرا جانچ پڑتال کر کے آئیں کہ جورڈن کے خاندان کے باقی افراد خاص کر خواتین کس مزاج سے تعلق رکھتی ہیں تاکہ شادی کے انتظامات میں وہ ان کی پسند اور مزاج کے مطابق ردوبدل کر دیں۔ میڈیا کو بلانے کا خیال تو انہوں نے دل سے ہی نکال دیا تھا، اتنے نازک مزاج لوگ تھے نہ جانے کس بات سے بھڑک اٹھتے۔ اور بریڈ پٹ کو وہ ایسے ماحول میں بلا کر کیوں بور کرتیں۔

○......❖......○

یہ فرمائش سنتے ہی امرحہ اور سادھنا کا دم سا نکل گیا۔ جورڈن کی ماما کی تنی ہوئی بھنوؤں اور کھنچے ہوئے اعصاب کو دیکھ کر ہی وہ ڈر گئی تھیں کہاں اب دوسری خواتین سے ملنا۔

''ہم بہانہ کیا کریں گے کہ کیوں آئے ہیں؟'' امرحہ گھبرا گئی۔

''سادھنا! تم کہہ دینا میں جورڈن کو ابٹن لگانے آئی ہوں، مارکیٹ سے ابٹن کا تھال لیتی جانا، بتا دینا شارلٹ میری چھوٹی بہن جیسی ہے ابٹن کی رسم کرنی ہے۔''

سادھنا کا رنگ ابٹن جیسا پیلا ہو گیا۔

امرحہ شلوار قمیص، سادھنا ساڑھی میں 'دلہا جورڈن' کو ابٹن لگانے آ گئیں۔

''تمہیں فون کر کے آنا چاہیے تھا جورڈن گھر نہیں ہے۔'' جورڈن کی ماما نے بھنوؤں کی کمانوں میں تیر رکھتے ہوئے کہا۔

''اس رسم میں بنا بتائے آتے ہیں۔'' امرحہ نے مسکرا کر کہا۔ شکر ہے ایسی باتیں گوگل نہیں ہو سکتیں۔

وہ دونوں چھ عدد خواتین کے نرغے میں بیٹھی تھیں کچھ ادھر ادھر ٹہل رہی تھیں۔ امرحہ نے ایک ہی نظر میں اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ سب بہت نازک مزاج اور جدید فیشن کی دلدادہ ہیں۔ ان سب نے ایسے ملبوسات اور زیورات پہن رکھے تھے کہ اگر ان میں سے صرف ایک خاتون کو اٹھا کر بھاگ لیا جاتا اور مارکیٹ میں بیچ دیا جاتا تو ساری عمر پیسے کے پیچھے بھاگنے کی ضرورت نہ رہتی۔ یا امرحہ کے سامنے بیٹھی جورڈن کی آنٹی کا ایک ہاتھ ہی کاٹ کر ساتھ لے جایا جاتا تو بہت ہوتا بلکہ بہت زیادہ ہوتا۔

دن روشن تھا اور وہ سب قلعہ نما عمارت کے سامنے دور تک پھیلے لان میں بیٹھے تھے جس میں کئی لمبے لمبے درخت بھی تھے۔ دو مرد اور تین لڑکے درختوں سے ذرا آگے نشانہ بازی کا کھیل کھیل رہے تھے اور کافی ہنگامہ کر رہے تھے۔ امرحہ اور سادھنا کو اٹھنے کی جلدی تھی کہ کہیں دولہا جورڈن ہی نہ آ جائے اور انہیں ابٹن کی رسم کرنی ہی پڑے لیکن جورڈن کی ماما نے چائے کا آرڈر دیا تھا اور آرڈر تھا کہ آ کر نہیں دے رہا تھا۔

''آنٹی جولیا! اب آپ کی باری۔'' نشانچیوں کے ہجوم میں سے ایک لڑکا آیا اور بندوق آگے کی۔

''میں نے مردوں کو ہرانا چھوڑ دیا ہے رافیل!'' آنٹی جولیا جواہرات سے سجی انگلیوں کو لہرا کر مسکرائیں۔

اسی دوران رافیل کی نظریں سادھنا سے ہو کر امرحہ پر آ کر ٹھہر گئیں۔

''یہ کون ہیں؟'' وہ امرحہ کو دیکھے جا رہا تھا۔

''یہ شارلٹ کے گھر سے آئی ہیں کوئی ہندوستانی رسم کرنے......''

''کیا رسم ہوگئی؟'' اس نے بندوق کی نال امرحہ کے کندھے پر رکھ کر پوچھا۔ امرحہ کو اس کی جرأت پر حیرت ہوئی۔ وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔

''ہمیں چلنا چاہئے۔'' سادھنا جلدی سے اٹھ کر کھڑی ہوئی۔

''چائے پی کر جانا...... بیٹھ جاؤ، تم ہندوستانی لوگوں کو نشست و برخاست کے آداب کب آئیں گے؟'' آنٹی جولیا کی آواز ناپسندیدگی کے جذبے سے پُر تھی۔

امرحہ نے کندھے پر ٹکی بندوق کی نال کو ہاتھ سے جھٹکا۔ ''یہ کن آداب میں سے ہے؟''

آنٹی جولیا کا منہ بن گیا، رافیل مزے سے امرحہ کو دیکھتا رہا۔

''رافیل! تم انہیں لے جاؤ ان کی نشانہ بازی دیکھو۔'' آنٹی جولیا کا انداز استہزائیہ تھا لیکن ہتک سے بھرا۔

''اوہاں......'' رافیل نے کسی قدر کمینگی سے اپنی ٹھوڑی مسلی۔

''انہیں تو گانا آتا ہوگا یا ناچنا! ایسے کام ان کے مرد کرتے ہیں، یہ تو مردوں کے صرف پیر چھوتی ہیں جھک جھک کر......'' جورڈن کی ماما کہہ کر دیر تک ہنستی رہیں جیسے اس سے پہلے انہیں کبھی کسی لطیفے پر ہنسی نہیں آئی۔

سادھنا ضبط سے سرخ ہوگئی اگر بات شارلٹ اور لیڈی مہر کی نہ ہوتی تو دونوں اتنا ضبط بالکل نہ کرتیں، سادھنا خاموشی سے دوبارہ بیٹھ گئی۔

''دنیا بھر میں بے حس لوگوں کے انداز اطوار ایک جیسے ہوتے ہیں وہ ہتک کر کے شرمندہ ہوتے ہیں نہ خوفزدہ، انہیں دوسروں کو گراتے رہنے کا مشغلہ محبوب ہوتا ہے۔''

وہ سب ان دونوں کو ہندستانی سمجھ رہے تھے۔ رافیل نے بلند و بانگ قہقہہ لگایا اور سادھنا اپنی انگلیاں چٹخانے لگی۔

امرحہ کھڑی ہوگئی اور ہاتھ آگے کیا کہ بندوق اسے دے دی جائے۔

''آہاں......'' وہ مسکرایا یعنی اسے چڑایا۔ بندوق اس کے ہاتھ میں ہی تھیں۔

سادھنا اپنی جگہ سے گرتے گرتے بچی۔ ''چلو جلدی گھر چلیں'' وہ اس کے قریب جلدی سے اٹھ کر آئی۔

''رکو ذرا......'' امرحہ رافیل کے ساتھ چلنے لگی۔

''یہ پاگل پن ہے۔'' ہندی میں سادھنا چلائی۔

''آج یہ پاگل پن ہو جانے دو...... دنیا میں کسی بھی انسان کو کسی بھی ہنر یا قابلیت کی بناء پر کسی دوسرے انسان کی بے عزتی کرنے کا کوئی حق نہیں۔''

درختوں سے ذرا اُس طرف پانچ بناوٹی کھلے کدو مختلف فاصلوں پر رکھ دیئے گئے تھے۔ ایک سے دوسرا دور تھا، دوسرے سے تیسرا اور پہلے سے آخری...... پہلے رافیل نے نشانے لگائے اور دیکھتے ہی دیکھتے چار کدو ہوا میں منتشر ہوگئے۔ پانچواں نشانہ چوک چکا تھا پھر بھی وہ سب اس کے لئے تالیاں بجا رہے تھے، یعنی پانچواں کدو ذرا مشکل سے ہی منتشر ہوتا تھا۔ اس کا فاصلہ زیادہ اور نشانہ ذرا مشکل تھا۔

''دیکھنا تمہاری کلائی نہ ٹوٹ جائے۔'' رافیل نے بندوق اس کے آگے کی۔

وہ سب استہزائیہ ان دونوں کو دیکھ رہے تھے، یعنی ان کا خیال تھا کہ وہ سراسر جذباتی ہو رہی ہے۔ ناچ گانے کے علاوہ کیا آتا ہوگا انہیں بھلا۔

امرحہ نے بندوق پکڑی اور پکڑ کر ایسے اس میں کارتوس بھرا کہ رافیل کے ہونٹوں سے مسکراہٹ غائب ہوگئی۔

امرحہ دادا کے ساتھ بلوچستان جاتی رہی تھی نا، دادا کے اس دوست کے گھر میں تین لڑکے اور اس کی ہم عمر چار لڑکیاں

تھیں۔ وہ سب رات دن یہی نشانے لگانے کا کھیل کھیلا کرتے تھے۔ دادا کے دوست کو شوق تھا کہ سالانہ مقامی مقابلوں میں ان کے بیٹے اول آئیں اور وہ آتے بھی تھے۔ لڑکے دن رات مشق کیا کرتے تو لڑکیاں بھی کر لیتیں اور جب امرحہ وہاں جاتی تو امرحہ بھی یہی کھیل کھیلتی تھی۔ امرحہ کی ہم عمر لڑکیاں تو اتنی ماہر تھیں کہ اپنے بھائیوں کو ہرا دیتی تھیں۔

بائیں آنکھ بند کر کے، سانس کو اندر گم کر کے، صرف ہدف پر نظر رکھ کے، آنکھ کی پتلی کو ساکت رکھ کر امرحہ نے ٹریگر دبا دیا......اور

ایک کھوکھلا کدو ہوا میں منتشر ہو گیا۔

سادھنا نے اپنا رکا ہوا سانس چھوڑا، دونوں بند آنکھوں کو کھول کر اسے دیکھا۔

دوسرا کدو پہلے سے زیادہ فاصلے پر تھا وہ بھی منتشر ہوا، تیسرا چوتھا اور پھر پانچویں کی باری آ گئی۔

مقابلہ برابر نہیں ہونا چاہیے اب۔'' سادھنا نے ہندی میں سرگوشی کی

''مقابلہ برابر نہیں ہونا چاہئے اب۔'' اس نے خود سے کہا۔ بلوچستان میں اس نے جتنی بھی مشق کی ہو، وہ ایک ماہر نشانچی نہیں تھی کبھی کبھار وہ لاہور میں پٹھانوں سے بندوق لے کر غباروں پر مشق کر کے اپنا شوق پورا کر لیا کرتی تھی۔ اس نشانے کا لگ جانا قسمت ہوتا معجزہ یا تکا......

زرتاش نے کہا تھا۔'' نشانہ بازی میں فاصلہ اتنا اہم نہیں جتنا ارتکاز، ہدف پر ایسے نظر رکھو جیسے پوری دنیا میں وہ ہدف ہی باقی ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں......ہتھیار کو اپنے ارتکاز کے ہم آہنگ کرو اور ٹریگر دبا دو۔''

اور اس نے ٹریگر دبا دیا۔

فاصلہ زیادہ تھا......نشانچی مشرقی تھا......مجمع حاسد و متکبر تھا اور پانچواں کدو فضاء میں منتشر تھا۔

امرحہ نے بندوق پر سے دونوں ہاتھ چھوڑ دیئے، وہ پٹاخ سے گری اس کی بلا سے بے کار ہو جائے اب......صرف مرد حضرات اور سادھنا نے تالیاں بجائیں۔

رافیل کی شکل ایسی ہو گئی جسے اسے ابھی ابھی کسی نے بتایا ہو کہ اس کی ایک عدد دم پیچھے نکل آئی ہے۔ اس کے ہم عمر لڑکے نظروں ہی نظروں میں اس کا مذاق اڑا رہے تھے۔

وہ دونوں واپس آ گئیں اور اپنے پیچھے سناٹا چھوڑ آئیں۔

''اینٹ کا جواب چھنکار۔'' سادھنا بہت خوش تھی۔''تم آریان کی فیورٹ آنٹی ہو۔''

گھر آ کر انہوں نے نشانوں والی بات چھپا کر باقی سب بتا دیا۔ امرحہ شاید وہ نشانے نہ لگاتی اگر سادھنا'' کاش یہاں ویرا ہی ہوتی'' نہ بڑبڑاتی۔

○......❖......○

''تم سب یونیورسٹی سے اپنے دوستوں کو بلا سکتی ہو بلکہ میں کہوں گی کافی سارے دوستوں کو بلاؤ۔'' لیڈی مہر نے ان سب کو اجازت دی۔

امرحہ نے سائی کو بلایا، ویرا نے کسی کو بھی نہیں این اون نے چند جاپانی دوستوں کو اور عالیان نے کارل کو......

جی کارل کو......کیا آپ اس کی آمد سے پریشان ہیں؟ ویل امرحہ بھی......

''تمہیں کس نے بتایا کہ کارل بھی آ رہا ہے؟''

''کارل ایک بورڈ پشت پر لٹکائے گھوم رہا ہے کہ جو اسے اپنا بہترین سوٹ دے گا یا لے کر دے گا وہ اس کے چند اہم کام کر دے گا......تم جانتی ہو نا اس کے اہم کاموں کا مطلب؟''

''کوئی بھی اس کی نامعقول حرکتوں سے خوش نہیں، کسی سے سوٹ نہیں ملے گا اسے......''

"کیسی ہے؟ ویل پیاری ڈی کوئین مانچسٹر کے ٹاپ بزنس مین کی بیٹی اسے مک لارین میں بٹھا کر لے گئی تھی۔ خریداری کروانے، سنا ہے اسے اپنے سابقہ بوائے فرینڈ سے کوئی حساب برابر کروانا ہے کارل سے......" شانے اچکا کر ویرا ہنسنے لگی۔

امرحہ ہنس نہ سکی۔ وہ تو یہ بھی چاہتی تھی کہ شادی پر ویرا بھی نہ ہو لیکن اس کے چاہنے سے کچھ نہ ہوسکا اور شادی کا روشن نکھرا نکھرا دن سب سمیت آموجود ہوا۔ ہیڈن پارک کی طرز کا پارک تھا جہاں شادی کا انتظام تھا۔ گھاس کا وسعت لئے پھیلا میدان تھا، جھیل تھی، جھیل پر پُل تھا، پُل کے اس طرف گھاس کے میدان، لمبے لمبے درخت اور پھول تھے، کہیں کہیں پہاڑیوں کے ٹیلے بھی تھے۔ پُل کے اس طرف سامنے ایک قدیم طرز کی عمارت تھی جس کے اندر رات کی پارٹی کا انتظام تھا۔

پُل کے اس طرف سفید گھوڑے چہل قدمی کر رہے تھے اور جا بجا پھیلے سوان تھے جو آسمان سے نازل ہوتے دن کو خوابناک بنا رہے تھے۔

پریوں کی شہزادی ماما مہر کی بیٹی کی شادی تھی، انہیں یہی سب چاہئے تھا۔ گلابی پھولوں سے سجے گول چبوترے کے پس منظر میں، جھیل، پُل، درخت، ٹیلے، سوان اور گھوڑے تھے اور چبوترے کے سامنے دو اطراف نشستیں...... امرحہ نے گلابی چوڑی دار پاجامے پر سفید کامدار دوپٹہ لیا تھا، ویرا اور این اون شارلٹ کے ساتھ تھیں۔ وہ باہر آ گئی، مہمان آ رہے تھے اور تقریب شروع ہونے میں کچھ وقت تھا۔ سفید گھوڑوں اور سوان کو دیکھنے کے لئے وہ پھولوں سے سجے پُل سے جھیل کے اس طرف چلی گئی۔ اس طرف سے دھند بہت چھوڑی جا رہی تھی تاکہ تقریب کے آغاز سے پہلے قدرتی شکل اختیار کر لے۔

ابھی اس نے پل کے اس طرف پیر رکھا ہی تھا کہ مشین سے مصنوعی دھند کا ایک اور ریلا چھوڑا گیا۔ پہلے ہی اتنی دھند چھوڑی گئی تھی کہ مزید چھوڑ دی گئی، ہاتھ کا پنکھا بناتی وہ دھند ہٹانے لگی کہ اس کا ہاتھ تھپڑ کی صورت انسانی کھال سے ٹکرایا۔

وہ انسانی کھال عالیان کی تھی۔ وہ اس کے عین سامنے کھڑا تھا۔ اس کے گال سے اس کا ہاتھ چھوا تھا۔

اگر ان کے درمیان آنے والے اس پُل کو کھینچ کر لمبا کر دیا جائے تو اس دوران کچھ یہ ہوا کہ اس نے عالیان کو دیکھا، اس کی سرد مہر لیکن دنیا میں سب سے خوبصورت آنکھوں میں سے دو آنکھوں کو، جن میں دیکھنے کے بعد دیکھنے کا راستہ نہیں ملتا تھا، جن کی چمک چکا چوند بھی مدھم نہیں پڑتی، جو بینائی رکھنے کے علاوہ بھی کئی کمالات رکھتی ہیں، جن سے مل کر بچھڑا نہیں جاسکتا، پھر پیشانی پر گرتے اس کے بھورے بالوں اور ان کے نیچے تنی بھنوؤں کو، پھر چند دنوں کی بڑھی شیو کو اور پھر "عالیان" کو جس کے وجود سے شناسائی کی جھلک ابھر کر معدوم ہو چکی تھی اور اس کے اردگرد پھیلی دھند کو، اس دھند میں دھندلے نظر آتے درختوں، پھولوں، سفید گھوڑوں اور سوان کو......

"ہاں وہ ایک شہزادہ ہی تھا...... بلاشبہ۔"

لیکن وہ سنڈریلا نہیں تھی وہ اس کا جوتا لے کر آیا تھا نہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے گھوڑے پر بٹھانے۔

وہ ایک لمحہ تھا...... وہاں ایک امرحہ تھی اور ایک عالیان تھا۔

ایک ساحر تھا...... اس کا سحر تھا۔

اور ایک باب محبت تھا جسے پڑھ کر بند کیا جا چکا تھا۔

زمین پر بکھرتی دھند رقص کناں ہونے کے لئے تیار ہوئی اور پھر جھوم کر ان کے قریب آ گئی۔ امرحہ نے چاہا کہ وہ دھند کو دونوں ہاتھوں میں سمیٹ کر اس کی آنکھوں میں بھر دے کہ وہ کہیں جانے کا راستہ ڈھونڈ نہ پائے اور وہیں کھڑا رہے...... پھر کیا حرج تھا اگر قیامت بھی آ جائے۔

"اوہ میں معذرت چاہتی ہوں!" اس نے اس سے معذرت کی جبکہ دھند سے شکر یہ کہا۔

وہ آگے بڑھنے لگا اور اس کے دوپٹے میں الجھ کر گر گیا، دھند میں اسے اس کا سفید دوپٹا کیسے نظر آ سکتا تھا۔

''اُف...... مجھے پھر سے معاف کر دو......'' دوپٹے کا شکریہ جو ایک بار پھر سے اسے معافی مانگنے کا موقع دیا۔

وہ جھنجھلا کر اٹھا اور ایسا کرتے اس کے بال پیشانی پر اور پھیل گئے اور اس پر سے نظریں ہٹانے کے لئے ارادے مضبوط کرنے پڑے۔

''تم اتنا غصہ کیوں کرنے لگے ہو عالیان؟'' دوپٹا سنبھالنے کے بجائے اس نے اور پھیلا دیا کہ وہ پھر سے گر جائے۔

''تم اتنا غصہ کیوں دلاتی ہو؟'' اس نے غصے سے کہہ کر آگے بڑھ جانا چاہا۔

''سرد ملک میں رہ کر تم اتنی جلدی گرم کیوں ہو جاتے ہو؟'' وہ جلدی سے اس کے سامنے آئی۔

عالیان کے پاس کئی جواب ہوں گے لیکن اس نے اسے ایک بھی دینا ضروری نہ سمجھا۔

''اگر تم میری تھوڑی سی مدد کر دو اور مجھے کسی ایک سفید گھوڑے پر بٹھا دو......'' چوڑی پاجامہ اونچی ہیل اور کانوں میں بُندے پہنے امرحہ وہاں گھوڑے پر بیٹھنے آئی تھی۔

''اگر تم گھوڑے کی لگام پکڑ لو گے تو مجھے گھوڑے سے ڈر نہیں لگے گا۔'' وہ اسے بتا رہی تھی کہ اس کا، عالیان کا اور گھوڑے کا ایک ساتھ ہونا کس قدر ضروری ہے۔

چچ چچ کی شکل بناتا، تاسف سے سر ہلاتا وہ پھر سے آگے جانے لگا۔

''چلو تم گھوڑے پر بیٹھ جاؤ اور میں لگام پکڑ لوں گی......اب خوش......چلو اب مسکرا دو......''

وہ پھر سے اس کے سامنے آئی جلدی سے۔

''ان گھوڑوں پر لگام اور زین نہیں ہے، انہیں تمہاری سواری کے لئے یہاں نہیں لایا گیا۔'' وہ جواب دیئے بغیر رہ نہیں سکا۔

''اچھا......ان پر زین اور لگام کیوں نہیں ہے؟''

''وہ تم گھوڑوں سے جا کر پوچھ لو۔''

''چلو ہم دونوں چل کر پوچھ لیتے ہیں، ویسے بھی مجھے گھوڑوں کی زبان نہیں آتی۔''

''تمہیں تو انسانوں کی زبان بھی نہیں آتی۔'' کہتے اس نے خود کو مصلوب پایا۔

اس کی آنکھوں کی مانند پڑتی چمک سے امرحہ افسردہ ہو گئی۔

''تم پہلے والے عالیان کیوں نہیں بن جاتے؟''

''تمہیں خاموش رہنا سیکھنا چاہئے......ورنہ دور رہنا۔''

''تم سکھا دو یہ سب......''

''تم تو خود ایک استاد ہو امرحہ، جو سبق تم دیتی ہو، وہ کوئی اور نہیں دے سکتا۔''

''ہو سکتا ہے میرے پلو سے یہ سبق باندھ دیئے گئے ہوں۔''

''مجھے یہ سب جاننے میں دلچسپی نہیں۔''

''تمہیں اپنے بال تراشنے چاہئے تھے، تمہارے بالوں کی نوکیں تمہاری آنکھوں کو پریشان کر رہی ہیں۔'' امرحہ نے ہر بار سے زیادہ خوبصورت نظر آتے اس کے چہرے کو دیکھتے رہنے کے بعد کہا

غیر ارادی طور پر اس نے اپنے بال پیشانی سے اٹھائے اور امرحہ مسکرا دی جس پر وہ اور خفا سا ہو گیا۔

''میں نے تو صرف اس لئے کہا کہ تمہارے بالوں سے زیادہ مجھے تمہاری آنکھوں کی فکر ہے۔''

''میں اپنی فکر کرنے کے لئے خود ہی کافی ہوں۔'' اس کی آواز تیز ہو گئی۔

''میں جانتی ہوں۔ تمہیں خود پر ناز ہے۔'' امرحہ اس کی تیز آواز سے گھبرا گئی لیکن کہے بغیر وہ رہ نہیں سکی کیوں کہ وہ بات کو طول دینا چاہتی تھی۔

''ہاں اتنا تو ضرور ہے کہ میں تم جیسا نہیں ہوں۔'' امرحہ کی آنکھوں میں ٹھہرے ہوئے انداز میں دیکھ کر اس نے کہا۔

امرحہ کے کانوں میں سائیں سائیں ہونے لگی۔

''جب تم مشرق کا سفر کرو گے تو تم پر بہت سے راز کھلیں گے۔''

''مجھے ایسے خطے کا سفر نہیں کرنا جہاں رازوں اور روایتوں کا احترام انسانوں سے بڑھ کر کیا جاتا ہے۔''

امرحہ لاجواب ہو گئی وہ آگے بڑھ گیا اور وہ اس کی پشت سے چلائی۔

''جب تم بوڑھے ہو جاؤ گے تو تم ضرور پچھتاؤ گے...... تمہیں گھوڑے پر بیٹھنے میں میری مدد کر دینی چاہئے تھی۔''

امرحہ جھیل میں نظر آتے اس کے عکس کو دیکھتی رہی۔ جھیل خوب صورت تھی۔ اس پر تنا آسمان یا اس میں جھلملاتا اس کا عکس۔

اس کی نظروں نے اس کے عکس کے حق میں فیصلہ دیا۔

پُل پر سے گزرتے عالیان نے برائے نام گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا اور ایسا کرنے پر اسے افسوس ہوا کیوں کہ اس نے خود کے ساتھ کئے عہد کو توڑ دیا تھا۔

امرحہ اسے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ ایک پُل ان کے درمیان بھی تھا۔ وہ اِس اور اُس طرف تھے۔ اب وہ جہاں ہوا کرتی ہے، وہ وہاں سے چلا جایا کرتا ہے اس نے خود کو اتنا بدل لیا ہے اور اسے اس پر افسوس بھی نہیں۔

امرحہ نے اپنا دوپٹا سنبھالا اور اس طرف آنے لگی جہاں وہ شخص کھڑا ہوگا جو آج اہتمام سے تیار ہو کر آنا بھول گیا تھا اور جس نے ٹائی باندھنے کا تردد بھی نہیں کیا تھا، جسے تقریب میں آنے کی جلدی نہیں رہی ہوگی اور کان میں سرگوشی کرنے کی بھی۔

''مجھے بتایا جائے کیا دلہن صرف سفید لباس والی ہے...... اچھا...... اور سفید دوپٹے والی؟''

○......❖......○

شارلٹ کی ھہ بالیاں اس بار صرف دو تھیں، شارلٹ کی دوست اور ویرا، امرحہ کو کہا گیا تھا لیکن اس نے اور سادھنا نے انکار کر دیا، جورڈن کے خاندان کی نازک مزاجی نے انہیں برہم کر دیا تھا۔ انہیں ان سب کی نظروں میں آنے کی خواہش نہیں تھی۔

شارلٹ دلہن بن کر آئی تو امرحہ نے دیکھا کہ دلہن کے بعد سب نے جس چہرے کو دیر تک دیکھا، وہ ویرا کا تھا، اس نے ہلکا ارغوانی آف شولڈر فراک پہنا تھا اور وہ اتنی خوب صورت لگ رہی تھی کہ اگر بلیک آؤٹ کے دنوں میں اسے کسی عمارت کی چوٹی پر بٹھا دیا جاتا تو وہ آدھے شہر کو اپنے حُسن کی چکا چوند سے منور کر دیتی۔

''ویرا نے اتنی خوبصورتی کا کیا کرنا ہے؟'' امرحہ نے دیکھا کہ دور کھڑے عالیان نے بھی ویرا کو دیکھا اور امرحہ یہ سوچے بنا رہ نہیں سکی۔

''اگر ویرا صحرائے گوبی کی طرف کا سفر اختیار کرے اور صحرا میں بھٹک جائے اور پیاسی...... پیاسی......'' امرحہ اسے یہ بددعا دیئے بغیر نہیں رہ سکی، وہ یہ کرنے پر مجبور تھی۔

دو خاندان ایک جگہ موجود ہو کر بھی کیسے الگ الگ رہتے ہیں یہ شارلٹ اور جورڈن کی شادی میں دیکھا جا سکتا تھا۔ تناؤ موجود تھا اور خوشی کے بجائے گھبراہٹ ہو رہی تھی، وہ سب آپس میں دھیمی آوازوں میں باتیں کر رہے تھے اور مسکرانے میں

اس قدر کنجوسی کر رہے تھے کہ کہیں ان کی مسکراہٹوں کا غلط مطلب نہ نکال لیا جائے۔ ان کے بیش قیمت لباس، زیورات، ان کے ہاتھوں کی حرکات، ان کے لبوں کا وا ہونا کچھ ایسا تھا کہ سانس گھٹنے لگتا۔ وہ ایک شادی میں شریک ہونے سے زیادہ کسی نیلامی میں شریک ہوئے لگتے تھے جہاں وہ اپنے رتبے کی بولی سننے آئے ہوں۔

شادی کی رسم شروع ہو گئی اور جب انگوٹھی پہنانے کی باری آئی اور دولہا نے اپنے شہ بالے کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ انگوٹھی اسے دی جائے تو شہ بالے نے اپنی جیبیں ٹٹولنی شروع کر دیں۔

''انگوٹھی تو نہیں ہے۔'' رافیل نے ہاتھ اٹھا دیئے۔

''تم دیکھو، شاید تمہارے پاس ہو۔'' اس نے دوسرے شہ بالے سے کہا۔

اس نے بھی اپنی جیبیں ٹٹولیں اور ہاتھ اٹھا دیئے۔ ''میرے پاس بھی نہیں ہے۔

دونوں نے یہ حرکت کرتے کافی وقت لیا تھا، پادری بے زاری سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

''تم دیکھو، شاید تمہارے پاس ہو؟'' دوسرے شہ بالے نے تیسرے سے کہا۔

تیسرے نے بھی خود کو ٹٹولا اور اس بار جورڈن کے انکل سے کہا۔

''آپ کے پاس تو نہیں انکل......! میرے پاس بھی نہیں ہے۔''

انکل نے بھی اپنا کوٹ کھنگالا اور ساتھ بیٹھی آنٹی جولیا سے یہی کہا۔ آنٹی جولیا نے اپنا پاؤچ اور ہاتھوں کی انگوٹھیاں دیکھیں اور اگلی خاتون سے کہا۔ ''آپ کے پاس ہو شاید'' اگلی خاتون نے بھی کم و بیش یہی کہا اور اپنے سے اگلے کی طرف اشارہ کر دیا۔ آگے سے آگے...... قطار در قطار وہ اپنے سے آگے بیٹھے کو اشارے کرنے لگے۔

پادری صاحب حد سے زیادہ بے زار ہو چکے تھے، دلہن رو دینے کو ہو رہی تھی۔ لیڈی مہر اپنی نم آنکھیں چھپا رہی تھیں۔

''یہ لوگ واقعی شارلٹ کو پسند نہیں کرتے۔''

آدھ گھنٹے سے زیادہ وقت گزر چکا تھا۔ ان کی تلاشیاں ہی ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھیں اور پھر آخر کار جب ان کے ایک ایک بوڑھے، عورت، مرد، لڑکے، لڑکی اور بچے نے خود کو کھنگال ڈالا اور کوئی ایک بھی نہ بچا تو......

''انگوٹھی نہیں ہے...... یہ شادی نہیں ہو سکتی۔'' وہ یک آواز چلائے۔

سکوت چھا گیا...... تناؤ اور بوجھل پن اور بڑھ گیا۔

شہ بالے رافیل نے چھینک ماری اور انگوٹھی اس کے منہ سے نکل کر باہر گری جسے اٹھا کر اس نے دولہا کو دیا۔

شادی کی رسم ہو گئی۔ لیڈی مہر کے چہرے کے سارے رنگ اڑے ہی رہے۔

شادی میں ہنسی مذاق، شرارت، ویڈنگ پرانک معمول کا حصہ ہیں لیکن اس مذاق پر ہتک غالب تھی۔ انہیں شارلٹ کے ساتھ یہ سلوک پسند نہیں آیا تھا۔ عالیان انہیں لے کر ذرا دور چلا گیا اور جب واپس لایا تو وہ مسکرا رہی تھیں۔

رات کی تقریب قلعے کے اندر وسیع ہال میں تھی جسے سفید اور بنفشی رنگوں کے امتزاج سے خواب ناک بنایا گیا تھا، جیسے کسی قدیم شہزادی کی خوشیوں کے نام جام لہرائے جا رہے ہوں۔ کارل اور عالیان شادی کی تقریب کے دوران سے ہی غائب تھے۔ اسے ان دونوں کے غائب ہو جانے کی سمجھ نہیں آئی بلکہ کارل تو ایسے تیار ہو کر آیا تھا جیسے اسی کی شادی ہو۔ امرحہ کو کارل کے جانے کی خوشی تھی۔ اس نے سادھنا اور این اون کے ساتھ انگلش طرز پر گول گول گھومنے کی کوشش بھی کی تھی۔

ابھی کیک نہیں کاٹا گیا تھا۔ شارلٹ کافی مرجھائی ہوئی سی لگ رہی تھی۔ بہر حال کیک کی ٹرالی لائی گئی اور اس سے پہلے کہ وہ دونوں کیک کاٹتے، ہال کا دروازہ دہشت ناک انداز سے کھلا اور ایک پاگل دیوانہ شخص بھاگتا ہوا شارلٹ کی طرف آیا،

جسے دیکھتے ہی شارلٹ نے چیخ ماردی اور اتنی شدت سے ماری کہ ہال کا ماحول ساکت ہو گیا اور سب اسے دیکھنے لگے اور ٹھیک اسی دوران اس پاگل نے سر سے ہاتھ اوپر اٹھا کر پسٹل سے فائر کیا۔
''فریز...... کسی نے بال برابر بھی جنبش کی تو میں اسے گولی ماردوں گا۔''
فائر کی آواز سے سہم کر چیخوں سے گونجتا ہال سناٹے سے بھر گیا۔
''تم میرے ساتھ یہ کیسے کر سکتی ہو شارلٹ؟'' وہ چلایا اور پسٹل کا رخ جورڈن کی طرف کر دیا۔
''تم شادی کر رہی ہو...... تم شارلٹ...... تم...... یہ سب......''
شارلٹ بُری طرح سے سہم گئی اور جورڈن تو تھا ہی ایکٹر وہ ایسے سہا کہ ذرا دور کھڑی اس کی ماں سے دل کا دورہ چند انچ کے فاصلے سے گزرا......
''یہ پاگل خانے سے کیسے بھاگا۔'' ہال میں سے کسی کی آواز ابھری اور وہ خود بھی...... وہ سائی تھا جو اس پاگل کی طرف بڑھ رہا تھا۔
''اپنی جگہ پر واپس چلے جاؤ ورنہ مجھے اپنے اس ہاتھ کی انگلی کو زحمت دینی پڑے گی۔'' اس نے شرٹ کے اندر سے دوسرا پسٹل والا ہاتھ نکال کر اور اس کی طرف تان کر کہا، پہلا پسٹل بدستور جورڈن پر تنا تھا۔
''چلے جاؤ یہاں سے میک!'' سائی قریب جاتے چلایا۔
امرحہ نے حیرت سے سائی کو دیکھا بھلا اس کا کیا کام، یہ تو شارلٹ کو جانتا بھی نہیں تھا اور اس پاگل نے اپنی انگلی کو زحمت دے دی اور فائر کر دیا۔ گولی سائی کے بازو میں لگی اور خون کی دھار اس کے بدن سے پھوٹی وہ وہیں گر گیا۔
''سائی!'' امرحہ نے چیخ ماردی اور اس کی طرف لپکنے لگی کہ ویرا نے اس کا ہاتھ سختی سے پکڑ لیا۔
''ہمیشہ گڑبڑ کرتی ہو، بیٹھ جاؤ ورنہ تمہیں تو وہ شوق سے گولی مارے گا۔'' ویرا نے ایک ہاتھ اُس کی کمر میں دیا اور ایک اس کے منہ پر رکھا اور اس کے کان میں کہا۔
''میں نے کہا نا کوئی اپنی جگہ سے نہیں ہلے گا۔'' وہ حلق کے بل دھاڑا۔
اس کا حلیہ ہی ایسا تھا کہ ہال میں سب دبک گئے...... سکوت چھا گیا۔
ذرا دور سے ایمبولینس کے سائرن کی آوازیں آنے لگیں اور پولیس کے بھی...... یعنی ان کے بچاؤ کے لئے لوگ آ رہے تھے۔ جلد ہی شارلٹ کے سابقہ پاگل عاشق کو پکڑ کر لے جائیں گے۔
''تم تو مجھ سے پیار کرتی تھیں شارلٹ اور شادی...... شادی...... وہ کس سے کر رہی ہو؟'' پسٹل کا رخ جورڈن کی طرف رکھ کر وہ اچھل اچھل کر چلایا، اتنی اونچی آواز میں کہ ان کے کانوں کے پردے ہل گئے اور خوف سے آنکھیں بند کر لینے کو جی چاہا۔
''سائی!'' امرحہ اس دوران سسک رہی تھی۔
''میری جگہ تم کسی اور کو لے آئیں۔'' اس نے قہقہہ لگایا۔
''ٹھیک ہے میں اپنی جگہ خالی کروا لیتا ہوں۔'' اس نے جورڈن کی کنپٹی پر پسٹل رکھی۔ جورڈن کی ماما اور چند دوسری خواتین کی چیخیں نکل گئیں جس کے جواب میں اس پاگل نے پسٹل کا رخ ان کی طرف کر کے ہوائی فائر کر دیا۔
''کوئی آواز نہیں......'' وہیں ان کی آواز بند بلکہ گم سی ہو گئی۔
''چلو شارلٹ میرے ساتھ......''
''میری شادی ہو چکی ہے میک...... جورڈن میرا شوہر ہے۔''
''جورڈن تمہارا شوہر تھا...... یہ ابھی مردہ ہونے جا رہا ہے۔'' اس نے ''تھا'' کو لمبا کھینچ کر کہا۔

"مجھے تم سے نفرت ہے...... میں تم جیسے پاگل انسان کے ساتھ ایک منٹ کے لئے نہیں رہ سکتی...... سائیکو...... نفرت ہے مجھے تم سے۔" شارلٹ نے بھی حد ہی کر دی۔

"مجھے اس سے نفرت ہے میں ایک اور منٹ اسے زندہ نہیں چھوڑ سکتا۔" میک نے بھی حد کی حد کر دی۔

ہال کے اندر بھاگتے ہوئے تین چار لوگ آئے، حلیے سے وہ اسپتال کے ملازم لگتے تھے اور پاگلوں کا پاگل نظر آتا ایک ڈاکٹر جس کی آنکھوں پر بہت بڑا چشمہ تھا۔

"میک! چھوڑ دو اسے۔ ہمارے ساتھ واپس چلو۔" ڈاکٹر ذرا دور سے محتاط انداز میں چلایا۔ ہال والوں کی نظریں اب ڈاکٹر پر تھیں۔

"مجھے پاگل سمجھا ہے کیا؟" اس نے جنونی قہقہہ لگایا اور پسٹل کا رخ ڈاکٹر کی طرف کر دیا۔ "حساب کتاب تو تم سے بھی باقی ہیں میرے۔"

تم اسے مار ڈالو گے......" ڈاکٹر نے جورڈن کی طرف اشارہ کیا۔

"شکریہ یاد دلانے کے لیے کہ مجھے اسے مارنا ہے......"

"تم یہ نہیں کرو گے میک......"

"میں یہ کروں گا...... ہاہاہا...... مجھے کون روکے گا......"

"تم یہ نہیں کر سکتے۔" ڈاکٹر چلایا یعنی پاگل کو اور بھڑکایا۔

"میں یہ ضرور کروں گا۔" اچھل اچھل کر وہ چلانے لگا۔

اسے دیکھ کر خوف اور بڑھنے لگا اور اس وقت خوف سے دم ہی نکل گیا، جب ڈاکٹر نے اچھلتے میک کو غافل سمجھ کر اس پر قابو پانے کے لئے ایک دم سے حملہ کر دیا۔ حملے کی صورت دو فائر فوری ہوئے ہال خواتین کی چیخوں سے گونج اٹھا، جن میں سب سے نمایاں چیخ جورڈن کی ماما کی تھی۔ فائر کے ساتھ ہی ہال کی سبھی بتیاں بجھ گئیں۔ لوگوں کے اٹھنے، گرنے، بھاگنے کی آوازیں بھی آئیں اور جورڈن کے کراہنے اور ماما جورڈن کے چلانے کی بھی۔

ایک منٹ سے بھی کم وقت میں یہ ہوا۔ اتنی چیخ و پکار پر بھی روشنیاں روشن نہ کی گئیں اور جب روشنیاں روشن ہوئیں تو کیک کے پاس نہ مُردہ دولہا تھا نہ دلہن، اور اس کا پاگل خانے سے بھاگا ہوا بوائے فرینڈ اور نہ ہی اس پاگل کا پاگل سا ڈاکٹر۔

وہ سب غائب تھے۔ وہ سب کہاں تھے۔ ہال میں نظریں گردش کر رہی تھیں۔

ہال میں آرکسٹرا نے دھن چھیڑی اور اونچی چھت تلے بنے وسیع گول دائرے نما اندھیرے ڈانس فلور پر سپاٹ لائٹ روشن ہوئی اور روشنی چلتی چلتی ایک جگہ پر آ کر رک گئی، دولہا اور دلہن پر۔ جورڈن نے ہاتھ اوپر اٹھایا جسے دلہن شارلٹ نے تھام لیا اور گول گول گھومنے لگی۔

دوسری سپاٹ لائٹ چلتی دو اور لوگوں پر آ کر رک گئی۔ پاگل کارل اور ڈاکٹر عالیان پر۔ انہوں نے سر کو جھکا کر داد لیتی چاہی اور دولہا، دلہن کی نقل اتارتے گول گول گھومنے لگے......

رکے ہوئے سانس، تنفس بحال کیے گئے۔ انہیں گمان تک نہیں ہوا تھا کہ یہ کیا ہوا ہے۔

دلہن والوں اور دولہا کے صرف مردوں نے کھڑے ہو کر تالیاں بجا بجا کر ہال سر پر اٹھا لیا۔ کارل اور عالیان کے ویڈنگ پرانک نے میدان مار لیا تھا...... کچھ کو تو مار ہی ڈالا تھا۔

امرحہ بھی کھڑے ہو کر تالیاں بجا رہی تھی آج اسے کارل اچھا لگا تھا۔ ویرا نے اس کے کان میں سب بتا دیا تھا صرف چند گھنٹوں میں سب پلان کیا گیا تھا، شارلٹ اور جورڈن بھی ان کے ساتھ تھے۔ کارل اور عالیان کا گیٹ اپ ایسا تھا کہ

امرحہ نے انہیں بہت دیر میں پہچانا۔ان کی پرفارمنس لاجواب تھی۔پاگلوں سے بڑھ کر کارل پاگل لگ رہا تھا۔
تو اسی لئے ہر چار میں سے تیسرے کو کارل ہونا چاہئے۔ہر تین میں سے دوسرے کو اور ہر دو میں سے پہلے کو تھوڑا تھوڑا کارل ضرور ہونا چاہئے۔......کیونکہ کبھی کبھی یہ بہت ضروری ہے......

○......❖......○

"مجھے اچھا لگا امرحہ نے میرے لئے اتنی دردناک چیخ ماری۔"
"مجھے تو یہ لگنے لگا تھا کہ پرانک الٹا ہمارے گلے ہی پڑ جائے گا۔خواتین کی چیخوں کی حالت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔"
"میں دیکھ رہا ہوں کہ بات بدلنے میں تم کافی ماہر ہو چکے ہو۔"
"تمہیں ایسی بات نہیں کرنی چاہئے کہ مجھے بات بدلنی پڑے یا جس کا میں جواب دینا نہ چاہوں۔"
"عالیان! میں اچھا برا سب سنتا ہوں لیکن صرف وہ کہنے کی کوشش کرتا ہوں جو ٹھیک ہو۔میری بات غور سے سنو عالیان! اگر میری جگہ کوئی تمہیں لگتی تو تم دیکھتے کہ ہال امرحہ کی چیخوں سے گونج اٹھتا اور تم یہ بھی دیکھتے کہ۔"
"یہ تمہارا وہم ہے۔مجھے ایسی کوئی خوش فہمی نہیں......نہ پالنی ہے مجھے۔"
"تم سائی پر وہم کا الزام نہیں لگا سکتے۔"
"ٹھیک ہے لیکن اب میں اس سے آگے نکل آیا ہوں۔"
"پلٹ کر دیکھو، کسے پیچھے چھوڑ آئے ہو اور یاد رکھنا ہمیں صرف یہ گمان ہی ہوتا ہے کہ ہم آگے بڑھ آئے ہیں۔صرف گمان۔میں چاہتا ہوں اس گمان کے غلط ثابت ہونے سے پہلے تم خود ہی اسے غلط ثابت کر دو۔"
"سائی ہم خود کو کتنی بھی بلندی پر کھڑا کر لیں، کچھ لوگوں کے لئے ہم ہمیشہ پستیوں کے باسی ہی رہتے ہیں، ان دیکھے پست دائرے جو ہمارے گرد کھینچ دیئے جاتے ہیں ہمیں نظر آئیں نہ آئیں، ان لوگوں کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوتے۔"
"میں اختلاف نہیں کروں گا تم سے۔"
"تم میں یہ خوبی ہے سائی کہ تم ہر بات کو جلد سمجھ جاتے ہو۔" عالیان نے اس کے کندھے کو تھپک کر کہا۔
"عالیان میں بات کو نہیں جس حالت میں وہ بات کی جاتی ہے، بس اسے سمجھ جاتا ہوں اور تم سے بھی یہی کہوں گا اس حالت کو سمجھنے کی کوشش کیا کرو جس میں ناپسندیدہ باتیں کی جاتی ہیں۔"
"میرا خیال ہے ہمیں سب چھوڑ دینا چاہئے اور پُرسکون ہو جانا چاہئے۔کیا تم مجھے اجازت دو گے کہ میں کوئی اور بات کروں؟"
سائی نے ٹھنڈا سانس لیا۔"تم چاہتے ہو تو ٹھیک ہے۔کرو کوئی اور بات۔"
"کیا تم نے کبھی کسی کا انتظار کیا ہے کہ وہ تمہارے پاس آئے اور تم اسے سنو۔"
"بہت سے ہیں اور ان میں سے ایک کارل ہے لیکن میں جانتا ہوں وہ کبھی میرے پاس نہیں آئے گا۔"
"ہاں وہ کبھی نہیں آئے گا وہ خود پر یہ نوبت ہی نہیں لائے گا، جانتے ہو وہ اپنا اتنا بڑا مداح ہے کہ اپنے کمرے میں لگے شیطان کے پوسٹر کے پاس کھڑا ہو کر کہہ رہا تھا۔"کارل کے بعد میں تمہاری ذہانت کا مداح ہوں۔"
شیطان کہتا ہوگا۔"خود سے پہلے میں بھی تمہارا ہی مداح ہوں جناب کارل!" کہہ کر سائی اور عالیان دیر تک بچوں کی طرح ہنستے رہے۔
جناب کارل کہیں اور دل ہی دل میں قہقہے لگا رہے تھے۔
"این! تم بیٹھے بیٹھے اتنی موٹی کیسے ہو گئیں؟" ایک دم سے اسے سائیکل وزنی لگنے لگی تھی۔

''موٹی نہیں موٹا۔'' نیلی آنکھوں کو مٹکا کر وہ مسکرایا۔
اپنے خدشے کے سچ ہو جانے کے خوف سے اس نے گردن موڑ کر دیکھا۔ اس کے پیچھے کارل بیٹھا تھا اور این ذرا دور کھڑی دانت نکال رہی تھی۔
''کیا ہوا امرحہ چلاؤ نا سائیکل۔''
کھڑے ہو کر اس نے سائیکل کو جھٹکا دیا کہ وہ گر جائے بھلا وہ کوئی عالیان تھا جو جھٹ سے گر جاتا۔ وہ آرام سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔
''اگر تم مجھے اپنی سائیکل کے پیچھے بٹھا لو تو میں اس وقت تک بیٹھا رہ سکتا ہوں جب تک پاکستان نہ آ جائے۔ حتیٰ کہ چاند تک لے جانا چاہو تو بھی۔''
''میں تمہیں اس وقت تک ضرور بٹھائے رکھ سکتی ہوں جب تک جہنم نہ آ جائے۔''
''ٹھیک ہے اپنے ٹھکانے تک لے چلو۔ آگے جنت تک میں پیدل چلا جاؤں گا۔''
امرحہ پیدل ہی سائیکل لے کر آگے آگے چلنے لگی۔ اس کے ہوتے وہ اسے چلانے کی غلطی نہیں کرنا چاہتی تھی کہ اسے ایسے گرا دے کہ وہ بستر سے ہی نہ اٹھ پائے۔
''میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اچھی سائیکل چلا لیتی ہو۔ ایک ریس ہو جائے؟''
امرحہ کو اس کی بات پر ہنسی آئی لیکن وہ ہنسی نہیں سنجیدگی سے آگے آگے چلتی رہی اور وہ ساتھ آنے سے باز نہ رہا۔
''تم مجھے نظرانداز کر رہی ہو۔ چلو میں تمہاری اس حرکت کو نظرانداز کرتا ہوں۔ سنو چند سالوں بعد میں میئر بن جاؤں گا پھر بہت جلد ہی وزیراعظم، پھر میرا ارادہ تیسری عالمی جنگ شروع کروانے کا ہے تاکہ تم جیسے بے کار اور ڈرپوک لوگ ختم ہو جائیں، تم سمجھ ہی رہی ہو گی کہ میں کیا کہنا چاہ رہا ہوں کہ مجھ جیسی عالمی شخصیت جس پر کئی ہزار کتابیں لکھی جا رہی ہوں گی۔''
''اور جو کئی ملکوں کی پولیس اور فوج کو مطلوب ہو گا۔'' امرحہ نے معصومیت سے اس کی بات مکمل کی۔
''تمہیں مجھے ٹوکنا نہیں چاہیے تھا لیکن چلو میں تمہیں اس حرکت پر معاف کرتا ہوں۔ تو مجھ جیسی بے مثال شخصیت سے ہار جانا بھی بہت زیادہ قابل فخر ہو گا۔ تمہیں یہ اعزاز حاصل کر لینا چاہیے۔''
''یونی میں تم اس فخر کو حاصل کرنے کا اعزاز دوسروں کو کیوں نہیں دیتے۔''
''میں اپنے مقابلے میں عام لوگوں کو نہیں لاتا، اسی پر خوش ہو جاؤ کہ تم خاص ہو۔''
''تم اور عالیان ایک ریس کیوں نہیں لگاتے۔ میں عالیان پر شرط لگانا چاہتی ہوں۔''
''تم عالیان کی سپورٹر ہو...... آئی سی۔''
''بالکل۔''
''ابھی بھی؟''
''ہمیشہ رہوں گی۔''
''بے چارا عالیان۔''
''دی گریٹ عالیان۔'' اس نے گردن کو فخریہ اٹھا کر کہا کہ کارل دیکھتا ہی رہ گیا۔
''میں تمہیں بتا دوں کہ میں اس سے حسد رکھتا ہوں نہ اسے ہرانے کی خواہش، میں اسے کئی بار ہرا چکا ہوں۔ اگر تم نے مجھے ہرا دیا تو میں تم دونوں کی دوستی کروا سکتا ہوں۔ یہ میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ تمہیں میری قابلیت پر شک نہیں ہونا چاہیے۔''

''اس سے دوستی کرنے کے لئے مجھے تمہاری مدد نہیں لینی چاہئے۔ یہ میرے دماغ کے بائیں حصے کا مشورہ ہے۔ مجھے اس بائیں حصے کے مشورے پر شک نہیں کرنا چاہئے۔''

''ریس تو ہوگی امرحہ! ورنہ تمہاری بہت بے عزتی ہوگی۔''

''دیکھتے رہو خواب۔'' وہ سائیکل لے کر چلی گئی۔

میں خواب نہیں تعبیریں دیکھتا ہوں وہ بھی کھلی آنکھوں سے۔'' وہ پیچھے سے چلایا

میں بھی صرف خواب نہیں ڈراؤنے خواب دیکھتی ہوں، وہ بھی کھلی آنکھوں سے، جب جب تمہیں دیکھتی ہوں۔'' وہ بھی چلائی اور یہ جا وہ جا......

O......❖......O
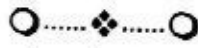
دادا آج کل بہت خوش رہتے تھے جیسے وہ مل گیا ہو جس کی تلاش ہو۔ وہ پوچھتی تو ہنس کر خاموش ہو جاتے۔ ان کے ایسے انداز کے بعد اسے بے سکونی سی رہتی، وہ کلاس میں توجہ سے لیکچر سن پاتی نہ سٹور پر ٹھیک سے کام ہو پاتا، دادا کے رویے اسے سہا دیتے، اتنا کہ وہ بزنس ڈیپارٹمنٹ کی طرف جاتے جاتے پلٹ آتی۔

''میں کئی بار مل چکا ہوں اس سے اور میں بتا نہیں سکتا کہ میں کس قدر خوش ہوں، میں اسے تقریباً ہر طرح سے آزما چکا ہوں، ابھی میں نے گھر میں بات نہیں کی۔''

اسے پہلی بار دادا کی آواز بھدی لگی اور الفاظ بدنما۔

''آپ کو مجھ سے ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں دادا۔'' وہ بہت مشکل سے یہ کہہ پاتی۔

وہ حیران ہوئے۔ ''تم شرما رہی ہو تو نہیں کرتا۔''

''بالکل نہیں، بس مجھے تعلیم مکمل کرنے دیں۔''

''شادی تمہاری ڈگری کے بعد ہی ہوگی امرحہ۔''

''میری شادی نہیں ہوگی، مجھے شادی نہیں کرنی۔''

''شہریار بہت روشن خیال اور۔''

''وہ ورلڈ بینک کا صدر اور کسی یونیورسٹی کا چانسلر ہی کیوں نہ ہو۔''

''تو تم فیصلے کا اختیار اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتی ہو؟'' دادا کا انداز ایسے سنجیدہ ہو گیا کہ پہلے کبھی نہیں ہوا ہوگا۔

دونوں کے درمیان سکوت چھا گیا جس سے دادا کے خدشات کی تصدیق ہوئی۔

''ٹھیک ہے لیکن مجھے تم سے یہ توقع نہیں تھی۔''

''میں صرف ہاں ناں کا اختیار استعمال کر رہی ہوں۔''

''میں تمہاری ناں سے بھی واقف ہوں اور ہاں سے بھی انجان نہیں، مجھے پاگل مت بناؤ۔''

''تو آپ چاہتے ہیں، میں خود کو پاگل کر لوں۔'' وہ چیخ کر بولی۔

ایک بار پھر سکوت دونوں کے درمیان تن گیا۔ دادا اس کے انداز پر دنگ رہ گئے۔

''کون ہے وہ امرحہ۔ پاکستانی، امریکی، مصری، روسی، برطانوی کون ہے وہ؟ مسلم، غیر مسلم جو کوئی بھی ہے مجھے بتانے لگو تو اس کا حسب نسب ہاتھ میں رکھ کر بیٹھنا، تمہیں ملک سے باہر پڑھنے کی اجازت دی تھی، بغاوت کی نہیں، جانتی ہو نا تم سے متعلق سب مجھ سے سوال کرتے ہیں یہ بھی جان لو تم سے پہلے انگلیاں مجھ پر اٹھیں گی۔'' دادا کا انداز بھی تیز تھا اور آواز بھی۔

''آپ غلط سمجھ رہے ہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' وہ اندر ہی اندر چیخ کر ٹوٹ گئی۔

"ڈگری لے لو پھر بات کرتے ہیں۔" دادا نے مزید اسے سننا گوارا ہی نہ کیا۔

"حسب نسب ہاتھ میں لے کر بیٹھنا۔" کتنے ہی دن کتنی ہی بار اس نے سر کو جھٹکا لیکن وہ اس فقرے کی گونج سے جان نہیں چھڑا سکی، اس کے دل پر اس پہاڑ کا بوجھ آ گرا جسے کبھی سر نہ کیا جا سکا ہو۔ یونی میں وہ عالیان کے راستے کی طرف جاتی اور پلٹ آتی۔

"کیا فائدہ؟" خود سے کہتی بھی اور پوچھتی بھی۔

سمسٹر ختم ہونے کو تھا لیکن زندگی تو ختم نہیں ہو رہی تھی نا اور پھر ایسے لوگوں کی زندگی ویسے بھی بہت لمبی ہو جاتی ہے جو من چاہے راستوں کی طرف جاتے بھی ہوں اور پلٹ آنے پر بھی مجبور ہوں۔ وہی لوگ جو بے اختیار ہو کر جاتے ہیں اور کسی اختیار والے کے خوف سے لوٹ آتے ہیں۔ سفر شروع کرتے ہیں نہ ختم۔ پابند رہتے ہیں نہ آزاد۔

اس نے سیف روم میں جا کر کئی نوٹ دیواروں سے چپکا دیے۔

"کاش اللہ انسان کی عظمت اور پستی اس کی پیشانی پر کندہ کر دے۔ "یہ میرا بندہ ہے۔" "یہ میرا بندہ نہیں ہے۔" پھر حسب نسب، خاندان، ذات، مذہب پر سوال نہ اٹھیں۔"

وہ کالی سیاہی سے سنہری حروف لکھتی جاتی۔

"مجھے افسوس رہے گا کہ کائنات کی بہترین چیز اٹھا لینے کا اختیار میری ہتھیلیوں کو نہیں دیا گیا۔" پھر اس نے یہ بھی لکھا کہ "لاچاری اور بے بسی اپنے عروج پر ہے، میں اپنی آنکھوں کو مائل ہونے اور کانوں کو متوجہ ہونے سے روکنے سے معذور ہوں۔ سمعی اور بصری حسیں میرے اختیار سے پہلے نکلیں اور پھر مجھے یاد نہ رہا کہ کبھی یہ میرے حلقۂ اختیار میں بھی تھیں، میں دنیا میں کسی بھی انسان کو ٹھیک ٹھیک یہ سمجھا نہیں سکوں گی کہ اپنی ہی چیزوں کا اپنے اختیار سے نکل جانا کب ہونا شروع ہوتا ہے اور پھر اسے ختم کر دینا ناممکنات میں سے ایک ہو جاتا ہے، میں ایک کمزور انسان ہوں ناممکنات کی طرف پیش قدمی کیسے کروں؟ مجھے رک جانے کا عندیہ نہ دیا جائے۔ مجھے چلتے رہنے کی نوید سنا دی جائے۔ کوئی سجدوں میں سر جھکائے اور صرف میرے لئے ہاتھ اٹھائے۔ میں یہاں وہاں پابند ہوں وہ مجھے آزاد کروا لے جائے۔"

○......❖......○

باب

''میری ایک چھوٹی بہن صوفیہ ہے فیشن ڈیزائننگ پڑھ رہی ہے ماسکو میں، اور چھوٹا بھائی نیویارک فلم اکیڈمی کا اسٹوڈنٹ ہے۔ ماما پاپا دونوں ریسٹورنٹ دیکھتے ہیں میں نے اپنے ریسٹورنٹ میں بہت کام کیا ہے اِن فیکٹ پاپا نے مجھ سے بہت کام لیا ہے۔ وہ خود بھی بہت کام کرتے ہیں اگر تم ہمارے ریسٹورنٹ آؤ تو تم کسی بھی چیز کا اچھی طرح سے مشاہدہ کرنے کے بعد بھی یہ معلوم نہیں کرسکو گے کہ وہ کتنی پرانی ہے اور کتنے عرصے سے وہاں زیرِ استعمال ہے۔''

''یعنی تمہارے پاپا چیزوں کو سنبھالتے نہیں ان سے پیار کرتے ہیں؟''

''ہاں بالکل۔ ویسے وہ تم سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔''

''واقعی؟''

''ہاں! وہ کہتے ہیں اچھے انسان کا دنیا میں موجود ہونا قدرت کی طرف سے انعام ہوتا ہے۔''

''میں اچھا انسان ہوں؟'' عالیان گھاس پر نرمی سے ہاتھ پھیر رہا تھا اور یہ سوال کرتے اس کے ہاتھ رک گئے۔

''بالکل۔'' ویرا نے سر کو خم دے کر مسکرا کر کہا۔

''تمہیں کیسا پتا؟''

''اچھے انسان کے بارے میں پتا کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، اپنی اچھائیوں کے سارے پتے وہ اپنی ذات میں رکھتا ہے۔''

''اگر میں اچھا ہوں تو ماما کی وجہ سے۔''

''تم یہ کیوں نہیں مانتے کہ تم اپنی وجہ سے اچھے ہو؟''

''کیونکہ میں نہیں ہوں۔ تم مجھے یہ بتاؤ کہ مستقبل میں تمہارا ہوٹل کھولنے کا ارادہ ہے؟''

''ابھی اس کے بارے میں نے نہیں سوچا۔ ڈگری کے بعد میں دنیا گھومنے کا ارادہ رکھتی ہوں، جب سے پیدا ہوئی ہوں، پڑھ ہی رہی ہوں، اچھا کیا میں تمہیں وہ باتیں بتا سکتی ہوں جو مجھے تم میں اچھی لگتی ہیں؟''

''نہیں۔''

''میں پھر بھی بتاؤں گی اور اس سے پہلے یہ بتانا چاہوں گی کہ جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا تو تم ڈیپارٹمنٹ کے کسی اسٹوڈنٹ کے ساتھ آنکھیں بھینگی کرنے کی مشق کر رہے تھے، پھر تم دونوں زبان کو ٹھوڑی سے لگانے لگے، آئی مسٹ سے تمہاری زبان بہت لمبی ہے پھر تم دونوں نے کانوں کو پھڑ پھڑانا شروع کر دیا، میں نے اپنی کلاس فیلو سے پوچھا کیا اسپیشل لوگ بھی یہاں پڑھتے ہیں تو اس نے ہنس کر آنکھ مار کر تمہاری طرف دیکھ کر کہا۔ ''یہ تو واقعی اسپیشل ہے۔''

ہاہاہا۔ ''اچھا؟''

''ہاں، اور جب کلاس میں سب اپنا تعارف کروا رہے تھے تو مجھ سے اگلی رو میں بیٹھے تم ایک ایسے پھول کی پتیاں بنا

رہے تھے جو تخیل میں تو ہو سکتا ہے زمین پر نہیں۔''

''تو یہ اچھی بات ہے؟''

''ہاں، کیونکہ تم ان چیزوں کے بارے میں بھی سوچتے ہو جو سرے سے موجود ہی نہیں ہیں تو تم ان کے بارے میں کتنا سوچتے ہو گے جو موجود ہیں۔تم انجان رہنے والوں میں سے نہیں ہو۔''

''اپنے بارے میں جان کر اچھا لگا ویرا۔تم ایک سمجھ دار لڑکی ہو۔'' عالیان مسکرا دیا۔

''تم ایک اچھی لڑکی ہو۔'' اگر تم یہ کہتے تو مجھے اچھا لگتا۔''

''تم ایک اچھی لڑکی ہو۔'' اس نے کہہ دیا

''ہاں! اب ٹھیک ہے۔''

ویرا مزید اسے اس کی خوبیاں بتاتی کہ کاغذ کا بنا ایک جہاز اڑتے ہوئے ان کے درمیان آ کر گرا۔اس نے اسے اٹھایا اور پڑھا۔ پہلے وہ حیران ہوئی پھر مسکرانے لگی۔

''اچھا عالیان پھر ملتے ہیں۔'' ہاتھ ہلا کر وہ چلی گئی۔

عالیان نے جہاز اٹھا کر پڑھا۔ ''امرحہ!'' بس اس کی نظر یہیں ٹھہر گئی۔

ویرا، امرحہ کے سر پر پہنچ چکی تھی۔ ''تم نے میرا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔''

''کیوں میں نے کیا روس کا حساب امریکہ سے برابر کر دیا پر ابھی تو میں امریکہ گئی ہی نہیں......''

''میں روز تمہیں دو تین گھنٹے مشق کروا سکتی ہوں، صبح جلدی اٹھ جایا کرنا۔'' ویرا نے اس کی پونی کھینچی۔

''کیا کہہ رہی ہو اور کس چیز کی مشق ہو۔''

''سائیکل کی۔''

''وہ کیوں؟''

''کارل کو چیلنج دیا ہے نا تم نے، اب کیا ریس میں ہارنا ہے؟''

وہ کریم کافی پینے کی تیاری کر رہی تھی کہ پورا مگ گرا بیٹھی۔ ''کس نے کس کو چیلنج کیا ہے؟'' وہ چلا اٹھی۔

''تم نے کارل کو۔'' ویرا اس کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

''ویل ڈن امرحہ......'' اسی دوران آرٹ ڈیپارٹمنٹ کی ثناخاں اس کے پاس آئی۔

''میں نے تم پر پندرہ پونڈ شرط بھی لگا دی ہے۔''

امرحہ اس کی شکل دیکھنے لگی کہ آخر یہ ہو کیا رہا ہے۔

''شکر ہے کسی نے تو کارل کو ٹکر دینے کا سوچا۔'' کھڑے کھڑے ثناء نے اسے شانے پر تھپکی دی

امرحہ دیوانوں کی طرح سامنے کھڑی ثنا اور قریب بیٹھی ویرا کو دیکھنے لگی۔ دونوں کے ہاتھ میں کاغذ سے بنے جہاز تھے۔ جس کے ایک پر، پر ''امرحہ کارل سائیکل ریس'' اور دوسرے پر وقت، دن، جگہ لکھی تھی اور نیچے یہ تفصیل کہ امرحہ نے کارل کو چیلنج کیا ہے اور کارل نے قبول کر لیا ہے۔

یہ جہاز یونی بھر میں خوب اڑتے پھر رہے تھے، ایک امرحہ کے سر پر بھی آ کر گرا، دور کارل کھڑا دانت نکال رہا تھا۔ امرحہ فوراً اس کے پیچھے لپکی تو وہ بھاگ گیا۔ تھوڑی دیر وہ اُسے اِدھر اُدھر ڈھونڈتی رہی لیکن وہ نہیں ملا اور جب وہ پیر پٹخ پٹخ کر چل رہی تھی تو وہ ایک دم سے اس کے سامنے آ گیا۔

''مجھے ڈھونڈ رہی ہو؟ لو میں حاضر ہوں۔''

''یہ کیا ہے؟'' اس نے جہاز اس کے آگے لہرایا۔

''ہماری ریس...... اگلے ہفتے...... امرحہ اور کارل...... ساتھ ساتھ......'' اپنی جیب سے کسی اور کی جیب سے اڑایا گیا لولی پاپ نکال کر وہ کھانے لگا۔

''میری طرف سے ہزار دو ہزار جہاز اور اڑا دو یونی میں، مجھے فرق نہیں پڑتا۔''

''فرق پڑے گا تمہاری بہت بے عزتی ہوگی، ریس ضرور ہوگی۔''

''اگر میں تمہیں قتل کر دوں تو...... تو تمغہ ملے گا۔''

''نہیں سلیوٹ...... جو میں خود تمہیں دوں گا، اگر تم مجھے قتل کرنے میں کامیاب ہوگئیں تو...... سنو امرحہ، بلکہ دیکھو ڈیکوئین تم ڈر کیوں رہی ہو...... چلو تم یہاں کھڑے کھڑے مان لو کہ آئی ایم کارل دی گریٹ اور تم کارل دی گریٹ سے ڈرتی ہو۔''

''ہونہہ...... کارل دی گریٹ......'' کارل سے بحث فضول جان کر وہ پلٹ آئی، اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی، نہ فکر کہ کارل یونی میں کیا اعلان کرتا پھر رہا ہے، وہ کیا پاگل تھی جو اس کے ساتھ ریس لگاتی۔

''چلو آؤ، میں تمہیں مشق کروادوں۔'' رات کو ویرا اسے کمرے سے لے جانے آئی۔

''پاگل ہوگئی ہو تم بھی، چار دن مجھے سائیکل چلاتے نہیں ہوئے کہ میں ریس لگانے چل پڑوں...... ناممکن اور مجھے کوئی دلچسپی بھی نہیں۔''

''ناممکن کا سوچ کر بیٹھی ہو تو اسے ممکن کیسے کرسکتی ہو بھلا۔''

''یہ پاگل پن ہے ویرا۔''

''کر گزرو یہ پاگل پن...... پاکستانی اور ہندوستانی کافی جذباتی ہو رہے ہیں۔ تم پر شرط لگائی ہے۔ تم لوگ عجیب ہو ویسے، مقابلے میں کوئی تیسرا غیر ملکی ہو تو تم پاکستانی ہندوستانی ایک ہوجاتے ہو...... اینی وے تم اب پیچھے نہیں ہٹو گی۔''

''ویرا! مجھ سے تو سائیکل ہی نہیں چلے گی۔''

''میدان میں اترو گی تو دیکھنا کیسا جوش آئے گا تم میں۔''

''ہوش آئے گا تو جوش آئے گا نا۔''

سادھنا، لیڈی مہر کو معلوم ہوا تو انہوں نے بھی ہاتھ لہرا لہرا کر وہ تقریریں کیں کہ معمولی سی ریس ہی تو ہے۔ کون سا اولمپک کی دوڑ ہے۔ یہ وہ...... فلاں فلاں...... وغیرہ وغیرہ......

این اون بھی آ گئی اور جاپانی مقولے ترجمہ کر کر کے سنانے لگی۔ ساتھ اس نے کھڑے کھڑے تین، چار شجاعت اور بہادری سے لبالب بھری جاپانی کہانیاں بھی سنا دیں۔ اس کے علاوہ سب پُر جوش تھیں اور اس میں ناک تک جوش بھر دینے کو تیار تھیں۔ نشست گاہ میں رات بھر چار خواتین اسے اپنے نرغے میں لئے بیٹھی رہیں اور تب تک نہیں چھوڑا جب تک اس کا سر ہاں میں نہیں ہل گیا۔ صبح سب سے پہلے وہ بزنس ڈیپارٹمنٹ گئی۔ کارل اور عالیان کھڑے باتیں کر رہے تھے...... وہ ان کے قریب گئی۔

''میں ریس کے لئے تیار ہوں۔'' اس نے این اون کی کہانی کے کردار کی طرح گردن کو بلند کر کے کہا اور صرف عالیان کو مسکرا کر دیکھ کر آ گئی۔

''پوری یونی میں تمہیں امرحہ ہی ملی تھی ریس لگانے کے لئے؟'' عالیان نے خفگی سے کارل کو دیکھا۔

''ہاں...... جیسے پوری دنیا میں تمہیں ایک وہی ملی تھی پروپوز کرنے کے لئے۔'' کارل نے مذاق بالکل نہیں کیا تھا، وہ یہ بات کہتے سنجیدہ تھا۔

وہ لائبریری کے اطراف میں ٹہل رہی تھی کہ کب وہ آتا ہے اور وہ اسے آتا نظر آ گیا۔ وہ جلدی سے اس کے پاس گئی۔

''ہائے عالیان کیسے ہو...... بال کٹوا کر بڑے اچھے لگ رہے ہو، اچھا سنو ہفتے کو میری ریس ہے، تم آؤ گے؟''

وہ خاموش چلتا رہا...... اور اچھا لگ رہا تھا ایسا کرتے۔

''کیا تم مجھے تھوڑی سی مشق کروا سکتے ہو، میں نے کارل سے اس لئے ہاں کہی، کیونکہ تم نے ایک بار کہا تھا۔ ''ہار جانے والے ان لوگوں سے ہزار درجے بہتر ہوتے ہیں جو مقابلہ کرنے کی ہمت ہی نہیں کرتے۔''

جواب کے انتظار میں وہ اس کی طرف دیکھنے لگی لیکن وہ خاموش تھا۔ دونوں ہاتھوں کو پینٹ کی جیبوں میں ڈالے وہ بے نیاز نظر آنے کے نئے انداز ترتیب دے رہا تھا۔

''دیکھو مجھے تمہاری ساری باتیں یاد ہیں۔ ایک بار پھر مجھے داد دو، میں ہمیشہ یہ بھول جاتی ہوں کہ مجھے کس نمبر کا جوتا آئے گا لیکن مجھے یہ یاد ہے کہ میرے اسٹور میں تمہیں کس نمبر کا جوتا فٹ آیا تھا۔ کس نمبر کا تمہیں ذرا سا تنگ تھا اور کس جوتے کو اٹھا کر تم نے کہا تھا۔ ''اتنا مہنگا جوتا...... اگر مستقبل میں، مَیں اتنا مہنگا جوتا لینے کا ارادہ کروں گا تو میں سمجھ جاؤں گا میرا دماغی توازن بگڑ چکا ہے۔

اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم اپنے بے کار جوتوں کے کارآمد لیسز دوسرے جوتوں میں بدل بدل کر استعمال کرتے ہو اور یہ بھی کہ تمہارے پاس ایک بند رسٹ واچ ہے جسے تم سات دنوں میں ایک بار ضرور پہنتے ہو، وجہ میں نے جان لی ہے، تم چیزوں کو صرف اس لئے نہیں پھینک دیتے کہ وہ بے کار ہو چکی ہیں۔ تم ان سے وابستہ ہو جاتے ہو، تمہارے لئے ان سے الگ ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ تم چیزوں کے ساتھ بھی خود غرضی کا مظاہرہ نہیں کر سکتے۔ تم میرے ساتھ ایسا کچھ رحم دلی کا مظاہرہ نہیں کر رہے لیکن فی الحال میں اسے نظر انداز کر دیتی ہوں۔''

زگ کراس نے سانس لیا اور اسے دیکھا...... ابھی بھی وہ بولنے پر مائل نہیں تھا۔

''ایک بار پھر مجھے سراہا جانا ضروری ہے، میں نے تمہاری سائیکل کی کہانی بھی معلوم کر لی ہے۔ سائی جیسا ایک فرشتہ صفت لڑکا تمہارا دوست تھا۔ تم دونوں ایک دوسرے کی سائیکلوں کے پیچھے بیٹھ کر آیا جایا کرتے تھے۔ ڈگری لینے کے بعد جب وہ جانے لگا تو یادگار کے طور پر تمہیں اپنی سائیکل دے گیا اور تمہاری ساتھ لے گیا۔ اس نے ایک اچھا کام یہ کیا کہ وہ یادگار کے طور پر تمہیں ہی اٹھا کر نہیں لے گیا...... اور سنو عالیان کہ میرے ڈیپارٹمنٹ کی کچھ شرارتی لڑکیوں کا کہنا ہے کہ تمہیں اغوا کیا جانا ضروری ہو گیا ہے اور ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر انہیں کسی نائٹ رائیڈر کی خدمات حاصل ہو گئیں تو وہ یہ کر گزریں گی۔

تم کتنے لوگوں کو مطلوب ہو عالیان...... خیر...... مجھے ایک اور بات بھی معلوم ہوئی ہے کہ سینئرز میں کوئی لنڈا نامی لڑکی تھی۔ وہ جب تک رہی بہانے بنا بنا کر تم سے ٹکراتی رہی اور یہ ٹکریں اتنی مشہور ہو گئیں کہ اسے ''لنڈا دی بُل'' اور تمہیں ''عالیان دی فائٹر'' کہا جانے لگا۔ اسے دیکھتے ہی تم اِدھر اُدھر ہو جایا کرتے تھے۔ پھر بھی وہ تمہیں ڈھونڈ لیتی تھی۔ ویسے اچھا ہوا وہ لڑکی چلی گئی۔ میں اُسے ایسی بچگانہ حرکتیں کرتے ہوئے دیکھتی تو یقیناً اسے سمجھا دیتی کہ ''دی بُل'' آخر کہتے کسے ہیں۔

اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ جو تمہارا دوست نہیں بھی ہوتا وہ بھی یہ چاہتا ہے کہ تم اس کی پارٹی میں ضرور آؤ اور یہ بھی کہ ایک ڈری سہمی معصوم دل لڑکی نے اس وقت تمہیں دیکھتے ہی تھپڑ مار دیا تھا، جب تم نے کارل سے کوئی گیم ہارنے پر اپنے سر کے بال صاف کروا لئے تھے۔ ''اپنا سر کٹوا لیتے بال کیوں کٹوائے۔'' اس نے تم سے یہ کہا تھا۔ ویسے وہ کچھ زیادہ ہی کہہ گئی اسے کہنا چاہئے تھا۔ ''کارل کا سر کٹوا دیتے۔ اپنے بال کیوں کٹوائے۔''

اور مجھے تم سے ایک شکایت بھی ہے۔ چند دن پہلے مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ پچھلے سال ہالوین پر تم اور کارل کسی اونچی عمارت پر چڑھ کر ہالوین کدو آنے جانے والوں پر لڑھکا رہے تھے۔ مجھے تم سے یہ شکوہ ہے کہ تم نے کارل کو اوپر سے نیچے کیوں نہیں لڑھکایا...... اگر تم یہ کر دیتے تو کتنا ثواب کماتے...... ویسے عالیان ایک اور راز کی بات بتاؤں...... اگر میں عالیان

ہوتی تو فوراً امرحہ سے دوستی کر لیتی...... اسے ٹویٹ میں چاکلیٹ کا ڈبہ دیتی...... اور پھر یہ ٹویٹ واپس بھی نہ لیتی اور ہر روز ٹویٹ دیتی رہتی اور لینا بھول جاتی۔'' اس کے بولنے کا انداز قابلِ دید تھا۔ ''اگر میں عالیان ہوتی تو امرحہ کو معاف کر دیتی۔''

''میں باتوں میں بھٹک چکی ہوں، لیکن ایک اور بات سن لو، میں زندگی میں بہت بار ناکام ہوئی ہوں۔ ایف ایس ای میں ٹاپ نہیں کر سکی۔ بی اے میں اے پلس نہیں لے سکی۔ تمہیں اندازہ نہیں کہ میں زندگی میں بڑی بے چاری، بے چاری سی رہی ہوں...... اب میں چاہتی ہوں کہ تم مشق میں میرا ساتھ دو تا کہ اگر میں ہاروں بھی تو ذرا قابلِ فخر انداز سے...... لیکن شاید تم مجھے جتوا ہی دو...... ہے نا۔''

''بیسٹ آف لک!'' دو قدم اس سے آگے چلتے عالیان نے مڑے بغیر کہا اور چاکلیٹ نکال کر کھاتے لائبریری کے اندر چلا گیا۔

امرحہ واپس پلٹ آئی۔ وہ یہ محسوس نہیں کر سکی تھی کہ آگے آگے چلتے عالیان نے اپنی رفتار آہستہ کر لی تھی...... ریک سے کتابیں نکالتا عالیان بھی لاعلم تھا۔ اس نے لائبریری آنے میں اتنا وقت کیوں لیا تھا۔

ویرا کے ساتھ جی جان لگا کر مشق کرتے وہ ایک بار بھی ویرا کو ہرا نہیں سکی تھی۔ وہ جانتی تھی وہ کارل کو تو کسی صورت نہیں ہرا پائے گی لیکن ظاہر ہے مقابلہ اہم ہے نا کہ صرف جیت۔

''گراؤنڈ میں ان دونوں کو جاننے والے کافی سے زیادہ اسٹوڈنٹس موجود تھے۔ سب کی خواہش تھی کہ کارل ہار جائے، جبکہ سب جانتے تھے کہ یہ ناممکن ہے...... ویرا اس کی کوچ اس کے کان میں گھسی ہوئی تھی۔

''بھول جاؤ کہ یہاں کوئی کارل یا کوئی اور موجود ہے۔ پوری قوت لگا کر سائیکل دوڑانا...... پوری قوت لگا کر...... بس آج تمہیں یہی کرنا ہے۔''

امرحہ نے دعا کی بلکہ منت سنت کی کہ کتنا مزا آئے۔ اگر وہ واقعی میں جیت جائے، اگر کارل پر سائیکل چلانے کے دوران فالج کا حملہ ہو جائے تو کیسا رہے؟ یا اس کی نظر دھندلا جائے...... بلکہ اگر وہ نابینا ہی ہو جائے۔

''اگر تم نے مجھے ہرا دیا تو تم جو کہو گی میں وہ کروں گا مینڈی......'' کارل نے سائیکل اس کے برابر میں لا کر کہا۔

''اگر میں جیت گئی تو پتا نہیں کیا کر گزروں گی...... آہ......'' اس نے دل میں سوچا۔

کھلونا گن سے فائر کیا گیا اور ریس شروع ہو گئی۔ ساری دنیا غائب ہو گئی۔ ایک ٹریک رہ گیا اور اس پر دوڑتی امرحہ خاتون پاکستان کی سائیکل......

اور کارل...... وہ مزے سے پیڈل مار رہا تھا۔ امرحہ بہت دور آگے جا چکی تھی۔ کارل کو کوئی جلدی نہیں تھی۔ وہ سہانے موسم کا لطف لیتا۔ سیٹی بجاتا بہت آہستہ سائیکل چلا رہا تھا۔ پھر امرحہ بہت آگے جا چکی تو اس نے ایک دم سے رفتار پکڑی اور بجلی کی سی تیزی سے امرحہ کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل گیا اور پھر رفتار آہستہ کر لی امرحہ پوری جان مارتی کارل کے پیچھے سے ذرا سی آگے نکلی اور ذرا سی دور ہوئی کہ کارل نے پھر رفتار پکڑی۔ پلک جھپکتے میں امرحہ سے آگے ہوا اور پھر رفتار آہستہ کر لی اور سیٹی بجاتے سائیکل کو واک کروانے لگا۔ وہ اسے عام انداز سے نہیں، شان دار انداز سے ہرانا چاہتا تھا۔

امرحہ اسے دیکھ رہی تھی، نہ ہی اسے اس وقت معلوم تھا کہ کارل یہ سب کر رہا ہے۔ یہ سب اسے بعد میں بتایا گیا۔ وہ صرف ونگ لائن کو دیکھ رہی تھی۔ اور پھر جب دور سے اسے ونگ لائن نظر آئی تو ویرا کے کہنے کے مطابق اس نے اپنی قوت کو سو سے ضرب دی جو کہ دی نہ گئی لیکن جتنی بھی حاصل قوت ملی۔ اس نے سائیکل پر لگا دی۔

کارل اس سے پیچھے سیٹی بجا رہا تھا۔ اس نے اب ایک دم پیڈل مارے...... اور...... اور...... جو خرگوش اور کچھوے والی کہانی میں خرگوش کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہی کارل کے ساتھ ہوا، وہ تیزی سے امرحہ کے عین ساتھ آیا ہی تھا کہ وہ سائیکل سے گر گیا۔ بعد ازاں اس کا بیان تھا کہ ایک چھرا اس کی کنپٹی سے آ کر لگا تھا۔ اس کا سر گھوم گیا تھا۔ کسی نے اس ڈرامے باز کارل کی

بات کا یقین نہیں کیا۔ سب کا ماننا تھا کہ اپنی بری حکمتِ عملی سے جب اسے اپنی ہار صاف دکھائی دینے لگی تو اس نے خود کو گرا لیا۔

لیکن امرحہ...... وہ ونگ لائن کے اُس طرف تھی...... وہ جیت چکی تھی...... امرحہ......

''میں سو بار پہاڑ پر چڑھا اور گر گیا اور جب میں نے پھر چڑھائی شروع کی تو پہاڑ کو اپنے سامنے جھکا ہوا پایا۔''

''میدانِ حشر کے پرندے میدانِ عمل میں گرا نہیں کرتے۔''

اور......

''مقابلہ دیکھنے والے کبھی یہ نہیں جان سکتے کہ جیت جانے والے کس آسمان کا سفر کر کے زمین پر پلٹتے ہیں۔''

امرحہ نے جیت کر اسٹوڈنٹس میں اس شخص کو ڈھونڈ کر دیکھنا چاہا جس کے قول پر اس نے اس ریس میں حصہ لیا تھا اور جیت بھی گئی تھی۔ اس شخص کی باتیں اسے دعا کی طرح لگتی تھیں۔ وہ خود بھی ایک دعا ہی تھا۔ ''عالیان''

○......❖......○

''وہ فائر تم نے کیا تھا؟'' کارل کو صرف عالیان پر شک تھا۔

''مجھے کیا ضرورت تھی۔''

''تم مجھے ہرانا چاہتے تھے۔''

''میں کون سا خود تمہارے مقابلے پر تھا۔''

''تم نے تو کہا تھا تمہیں ایسی بچگانہ ریس دیکھنے سے کوئی دلچسپی نہیں، پھر تم آئے کیوں؟''

''تمہاری سپورٹ کے لئے۔''

''سپورٹ کے لئے تم آئے تھے، پر میری نہیں...... میری ساتویں حس کہہ رہی ہے کہ وہ تم ہی تھے۔''

''میری پہلی حس میری زبان یہ کہنا چاہتی ہے کہ بکواس نہ کرو۔''

''اگر وہ تم نکلے تو وہ تمہارا اس زمین پر آخری دن ہوگا۔''

''اگر وہ میں نہ نکلا تو وہ تمہاری ساتویں حس پر لعنت ملامت کا دن ہوگا۔ شاید کسی نے یہ سوچ کر ایسا کیا کہ اگر وہ ہار جاتی تو آئندہ کبھی مقابلہ نہ کر سکتی۔''

''بھاڑ میں جائے اس کی مقابلے کی حس، میرا ریکارڈ خراب کر دیا۔''

کارل کو چڑانے کے لئے عالیان منہ کھول کر ہنسنے لگا۔ سب ہی ہال میٹس باقاعدہ ہنس چکے تھے کہ وہ ایک لڑکی سے ہار گیا۔ وہ بھی امرحہ سے، انہوں نے میوزک بار کی دیوار پر چاک سے کارل کا کارٹون بنایا تھا جو موٹے موٹے آنسوؤں سے رو رہا تھا۔

''میں تمہارے دانت توڑ دوں گا عالیان......''

''کس کس کے توڑو گے؟'' عالیان نے دوسرے ہال میٹس کی طرف اشارہ کیا جو کھی کھی کر رہے تھے۔

''شروعات تم سے کرتا ہوں۔'' اس نے گلاس اٹھا کر اسے دے مارا جو عالیان نے کیچ کر لیا۔

''گلاس پھینکا جائے یا کیچ کیا جائے۔ ٹوٹنے کی صورت میں پیسے تم دونوں سے لوں گا۔'' کاؤنٹر بوائے چلایا...... کارل نے ایک گلاس اسے بھی دے مارا جو وہ کیچ نہ کر سکا اور ٹوٹ گیا۔

''اب تم بھی بھرنا پیسے۔'' کارل چلایا اور تیسرا گلاس بھی اٹھا لیا۔

جس کے لئے ایسے لڑا جا رہا تھا۔ وہ اگلے دن یونی محراب کے پاس اداس سی کھڑی تھی، جہاں بچھڑے اور بکھرے دوستوں کا ایک ٹولہ موجود تھا۔ ''دوست''

اگر تیز اور طاقتور بگولہ آدھی دنیا کو اٹھائے اپنے ساتھ گول گول گھما رہا ہو تو اس بگولے کے ساتھ گول گول گھومتے بھی جو شخص آپ کی فکر میں گھل رہا ہوگا وہ آپ کا دوست ہوگا۔

وہ چار تھے اور دنیا کے مختلف ملکوں میں رہتے تھے اور ہر سال ایک مخصوص دن وہاں ضرور موجود ہوتے تھے۔ وہ اٹھارہ سال پہلے یونی سے پڑھ کر نکلے تھے اور اٹھارہ سالوں سے ہر سال اس ایک دن وہاں آ رہے تھے۔ محراب کے پاس، اٹھارہ سال پہلے کھینچی گئی تصویر سی تصویر کھنچوانے...... اسٹوڈنٹس ان کے گرد گھیرا بنائے کھڑے ان سے باتیں کر رہے تھے۔ وہ اپنے پانچویں دوست کا انتظار کر رہے تھے۔

''یہ عالیان ہے......'' جوان میں سب سے زیادہ خوب صورت تھا۔ اسے امرحہ نے عالیان کا خطاب دیا۔

''یہ لمبی لڑکی ویرا...... اور وہ نرم خو، پیاری سی گلابی گلابی لڑکی امرحہ اور وہ......''

''وہ سائی......'' وہ کارل کا نام لینا نہیں چاہتی تھی۔

وہ چاروں بار بار گھڑی دیکھ رہے تھے۔ انہیں پانچویں دوست کا انتظار بہت شدت سے تھا۔

''لو وہ آ گیا......'' ویرا چلائی۔

''اتنی دیر......'' عالیان نے آنے والے کو سر کے بالوں سے پکڑا۔

''فلائٹ میں سیٹ نہیں مل رہی تھی۔ بہت مشکل سے ایک بڑھے کو یقین دلانے میں کامیاب ہو سکا کہ آج ہوا کا دباؤ اتنا زیادہ ہے کہ پچاس سال سے اوپر والوں کو جہاز میں ہارٹ اٹیک کا جان لیوا خطرہ ہے۔ انتظامیہ یہ بات چھپا رہی ہے لیکن جان کا رسک لینا بے وقوفی ہوگی۔''

''کارل!'' امرحہ نے منہ بنایا۔ وہ ریس جیت گئی تھی اور اس نے کارل سے کہا تھا۔ ''تمہارے سر اور بھنوؤں پر پورے ایک سال تک ایک بھی بال نہیں رہنا چاہئے۔'' اور کارل نے یونی میں موجود دوسرے کارل کو سر اور بھنوؤں کو صاف کر لینے پر راضی کر لیا اور اس کے سامنے لا کھڑا کیا۔

''کارل نے یہ کر دکھایا۔'' اس نے دوسرے کارل کی طرف اشارہ کیا اور دانت دکھا کر چلا گیا، کیونکہ وہ امرحہ کے ہاتھ آ ہی نہیں سکتا تھا۔

ان پرانے دوستوں کا ٹولہ تصویر بنوانے لگا۔ اسٹوڈنٹس جن کے ہاتھوں میں ان کی پرانی تصویریں تھیں انہیں ہدایات دینے لگے۔ مسٹر مارٹن آپ کا ہاتھ مس کیرولین کے کندھے کے اوپر ہوگا...... ہاں ذرا سا اوپر...... بس...... اور مسٹر بلاٹر آپ کی گھڑی کلائی پر مضبوطی سے بندھی ہے۔ ڈھیلی نہیں ہے، مس لینا آپ اپنی چھنگلی کو ذرا سا کھولیں۔''

ان کی سالانہ تصویر بن گئی تو اسٹوڈنٹس ان کے ساتھ تصویریں بنوانے لگے۔ امرحہ پر رقت سی طاری ہونے لگی۔

''وہ یہاں سے چلی جائے گی تو سالانہ تصویر کے لئے بھی نہیں آ سکے گی۔ وقت گزر جائے گا۔ وہ بوڑھی ہو جائے گی۔ ویرا روس میں بزنس کر رہی ہوگی، کارل مر چکا ہوگا۔ سائی دنیا کے مفلوک الحال خطوں میں ٹرسٹ چلا رہا ہوگا اور عالیان......''

وہ سوچوں میں ہی خاموش سی ہو گئی۔

ایک جگہ اکٹھے رہنے والے آئندہ آنے والے وقت میں اکٹھے نہیں ہوں گے۔ یہ تصور بہت بھاری گزرتا ہے دل پر، اس کا دل بھر آیا کہ وہ رونے لگی۔

''کتنا مشکل ہوتا ہے ایک ہو کر دو ہو جانا، چار، چھ، آٹھ ہو جانا۔''

کارل نے اسے ٹشو دیا۔ وہ بھی پرانے اسٹوڈنٹس کے ساتھ تصویریں بنوا رہا تھا۔ امرحہ نے ٹشو لے لیا تو وہ حیران ہوا۔

''تم اپنے گھر والوں کو یاد کر کے رو رہی ہو؟'' اس نے اب تک کی پہلی نارمل بات اس سے کی

''نہیں...... تم سب کو......'' امرحہ نے سوں سوں کرتے ہوئے کہا

''ہم سب کو؟''

''ہاں...... ایک دن سب ختم ہو جائے گا...... سب...... میں پاکستان چلی جاؤں گی، ویرا روس، سائی افریقہ این جاپان

اور تم......تم مر چکے ہو گے۔"

کارل کو اتنے سبھوں میں صرف اپنے اکیلے کے مرنے پر افسوس ہوا۔ "اور عالیان؟" اس نے دانت پر دانت جما کر پوچھا۔

"وہ دنیا کے کسی گم نام خطے میں بزنس کر رہا ہو گا۔" امرحہ نے آنکھیں پونچھتے ہوئے کہا۔

"وہ بزنس کر رہا ہو گا اور میں مر چکا ہوں گا۔ تم کبھی ایک اچھا انسان ہونے کا ثبوت نہیں دے سکتیں امرحہ دی مینڈکی!" اس کے ہاتھ سے ٹشو چھین کر وہ چلا گیا اور پھر گردن موڑ کر اسے دیکھا۔ وہ اس قدر اداس تھی کہ اسے دیکھ کر اسے بھی اداسی ہونے لگی۔

وہ عالیان کے پاس جانے لگی، ٹھیک ہے۔ وہ بولتا نہیں لیکن سنتا تو ہے نا...... اتنا بھی کافی ہے...... سن لینا بھی نعمت ہے۔

گھاس پر بیٹھی ویرا جو گٹار بجا رہی تھی سے ہوتی، اس کی نظر عالیان پر گئی اور سارے الفاظ اپنے اپنے پنجروں میں پھر سے مقید ہو گئے۔

ویرا کوئی روسی گانا ہی گا رہی ہو گی لیکن دنیا میں کوئی گانا کتنا بھی اچھا ہو وہ اتنا اچھا تو نہیں ہو سکتا نا کہ ویرا عالیان کے سامنے گائے اور عالیان اتنی توجہ سے اسے سنے۔

آس پاس بیٹھے دوسرے اسٹوڈنٹس بھی اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے اس کا گٹار اور گانا سن رہے تھے۔ دھوپ اس کی پشت پر پھیلے سنہری بالوں سے چھن کر اس کے گالوں پر پڑ کر انہیں سرخ کر رہی تھی۔ اس کی لمبی گردن دائیں بائیں مل رہی تھی اور سر ایسے جھوم رہا تھا جیسے روسی گیت فراک کا کونا ہاتھ میں پکڑے پیروں کے بل محو رقص ہو۔

ویرا کی آواز اچھی تھی اور انداز بھی، وہ اسے بھی کئی گانے سنا چکی تھی لیکن اسے عالیان کو گانا نہیں سنانا چاہیے۔

"کارل میئر بن چکا ہو گا...... عالیان بزنس کر رہا ہو گا اور روس کے برفانی طوفان میں گھر کر ویرا مر چکی ہو گی۔"

اس نے کھڑے کھڑے اپنے خیال میں رد و بدل کیا۔ یہ اس نے خود کو تسلی دی تھی لیکن قدرے بھونڈے انداز سے......

○......❖......○

کارل، عالیان اور ان کے ہال میٹس اینڈی اور نیل رات گئے لڑکیوں کے ہال کے سامنے کھڑے تھے۔ انہوں نے ہاتھ سر سے اوپر اٹھا کر ایک ایک بورڈ پکڑ رکھا تھا۔ جن پر اندھیرے میں دکھائی دینے والی روشنائی سے "Will You Marry Me" (کیا تم مجھ سے شادی کرو گی؟) لکھا تھا۔

وقفے وقفے سے کارل تیسری منزل کی ایک کھڑکی پر سرچ لائٹ کی تیز روشنی ڈال رہا تھا لیکن کھڑکی کھل رہی تھی، نہ کوئی اور ہلچل دکھائی دے رہی تھی۔

"وہ تمہیں پسند نہیں کرتی۔" عالیان نے بیان جاری کیا۔

"نہیں ایسا نہیں ہے...... میں جانتا ہوں اسے اس انداز میں ایک پروپوزل چاہیے تھا۔ وہ اسی قسم کی فلمی سی لڑکی ہے۔"

"اگر وہ فلمی لڑکی ہے تو تمہیں اسے ایفل ٹاور کی بلندی پر کھڑا کر کے طیارے میں گول گول گھومتے ہوئے پروپوز کرنا چاہیے تھا۔ جیسے ٹام کروز نے کیٹی کو کیا تھا۔ تم نے تو کافی بھونڈا فلمی انداز اپنایا ہے۔" کارل نے بھی اپنا بیان جاری کیا۔

"میں یہی بھونڈا انداز افورڈ کر سکتا تھا۔ میں خود ٹام کروز ہوں نہ میرا باپ جارج کلونی۔"

"کیا تم نے اس سے کہا تھا کہ تم آج رات آؤ گے۔" عالیان نے پوچھا۔

"نہیں...... یہ تو سرپرائز ہے۔" دانتوں کو بھی اس نے اندھیرے میں دکھائی دینے والی روشنائی سے رنگ رکھا تھا تا کہ اس کے ہال کہنے پر وہ ہنسے تو وہ دیکھ لے۔

"وہ گہری نیند سو رہی ہو گی اور جب اسے خواب آئے گا کہ کھڑکی کے نیچے تم کھڑے ہو تو وہ کھڑکی پر آ کر تمہیں کوئی

جواب دے گی۔'' کارل بھنا گیا، اس کے ہاتھ تھک گئے تھے بورڈ اٹھا اٹھا کر۔

''ہرگز نہیں، اس نے کہا نہیں لیکن میں سمجھ گیا تھا کہ وہ ہر رات میرا انتظار کرتی ہے۔''

''پروفیسرز کے لیکچرز تمہاری سمجھ میں آتے نہیں اور اس نے کچھ کہا بھی نہیں اور تم سمجھ گئے۔ میں تمہیں یاد دلا دوں کہ ہمارا صبح تک یہاں کھڑے رہنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ اور میرے پاس یہ دو ہی ہاتھ ہیں، دس بارہ ہاتھ میں فریج یا وارڈروب میں لاک کر کے نہیں آیا۔''

کارل سے لائٹ لے کر عالیان نے کھڑکی پر ماری۔

''اندھیرے میں پردے کے پیچھے کوئی مجھے کھڑا نظر آیا ہے۔'' وہ جوش سے بولا۔

اینڈی نے سرچ لائٹ کھڑکی پر ماری تو وہاں اندھیرا تھا اور کوئی وہاں نہیں کھڑا تھا۔ آخر جب وہ کھڑے کھڑے تھک چکے اور کارل نے آنسو صاف کرنے کے لئے اینڈی کے آگے ٹشو کیا اور بورڈ نیچے کر کے وہ اپنی سائیکلوں پر بیٹھ کر جانے لگے تو ایک دم تیزی سے ہال کی کئی کھڑکیاں کھلیں اور ان چاروں پر کئی سرچ لائٹس پڑیں کہ سڑک روشن ہو گئی اور چلا کر ان سب نے کہا۔

''یس......!'' لڑکیوں کی آواز میں شرارت حد سے زیادہ نمایاں تھی۔

''یس......'' کی تان اتنی لمبی تھی کہ ان چاروں نے کانوں میں انگلیاں دے لیں۔

''تم اتنی ساری لڑکیوں سے شادی کرو گے؟'' کارل نے دانت نکالے۔

''اگر سارہ نے اجازت دی تو......'' اینڈی کے بھی دانت نکل آئے، ہری روشنائی والے......

پھر ان اتنی ساری کھڑکیوں میں ''یس'' کے بورڈ نظر آنے لگے۔ فلمی انداز سے پروپوز کرنے پر فلمی انداز سے ہی جواب دیا گیا تھا۔

''میں سارا مانچسٹر اکٹھا کرلاؤں گا۔ اپنے کمرے کی کھڑکی کے باہر جب تم سارے مانچسٹر کو کھڑا دیکھو گی تو تمہیں ''ہاں'' کا بورڈ اٹھا کر سب کو دکھانا ہی پڑے گا۔''

ان سارے بورڈوں پر عالیان کو اپنے الفاظ لکھے نظر آئے۔ اس کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا اور اس نے اینڈی کے مسکراتے چہرے سے نظر پھیر لی۔

ان کا اگلا پڑاؤ ایک پرائیویٹ ہال کی طرف تھا۔ خوشی سے اینڈی سے سائیکل ہی نہیں چلائی جا رہی تھی۔ وہ دو، تین بار خوشی سے سائیکل گرا چکا تھا۔ وہ سب آگے نکل جاتے اور وہ پیچھے گرا پڑا ہوتا اور اٹھنے کی جلدی بھی نہ کرتا۔

پرائیویٹ ہال کے سامنے تناور درخت کے ساتھ انہوں نے کئی سو پرچیاں چپکا ئیں۔ یہ وہ پیغامات تھے جو نیل کی طرف سے انجیل کے لئے درخت پر ثبت کئے جا رہے تھے۔ جب وہ سب پرچیاں چپکا چکے تو انہوں نے ایک بڑا بورڈ درخت میں ٹھونک دیا جس پر ''میسج ٹری فار انجیل'' بڑے حروف میں لکھا تھا۔ ہال میں اپنے کمرے میں واپس آ کر عالیان نے اپنے وارڈروب میں سے ایک بڑا باکس نکالا اور اس میں موجود ننھے منے ہاتھ سے بنے کارڈز کو نکال کر جلا دیا۔ یہ کارڈز اس نے رنگ برنگے دھاگوں میں پرو کر شٹل کاک میں کھڑکی کے سامنے لگے درخت سے باندھنے تھے......اور وہ گھنٹیاں جو ان دھاگوں کے ساتھ ننھی کرنی تھیں۔ اسے اس نے کوڑا دان میں پھینک دیا۔

''ان سب کے ساتھ یہ بہت پہلے ہو جانا چاہیے تھا۔'' وہ رات بھر خود سے کہتا رہا۔

شٹل کاک کے باغ میں لگے تناور درخت کے سامنے کی کھڑکی میں رات کے اس وقت بیٹھی وہ رنگ برنگے کاغذوں پر مختلف رنگوں کے مارکرز سے پیغامات لکھ رہی تھی۔ وہ کئی گھنٹوں سے بیٹھی یہ کام کر رہی تھی۔ یہ پیغامات اسے سیف روم کی دیواروں پر نہیں چپکانے تھے۔

ان پیغامات کو وہ عالیان کو دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ "کب"......وہ یہ نہیں جانتی تھی۔ "کیسے......" اس نے اس بارے میں بھی نہیں سوچا...... ابھی وہ صرف ان پیغامات کو لکھنے کی جرأت ہی کر سکی تھی۔ وہ پیغامات کو سجا بنا رہی ہے۔ جیسے اس کے شاہکار آخری مراحل میں ہوں۔ اس اب تک کی زندگی میں کسی کام نے ایسے اس کی توجہ نہیں لی تھی جیسے یہ شاہکار لے رہے تھے۔ اتنی گہری رات میں اسے نیند سے ملاقات کرنے تک کی تمنا نہیں رہی تھی۔

یہ پیغامات حد سے نکلے ہوئے نہیں تھے...... بے شک......لیکن اس کی جرأت اس حد سے ضرور نکلی ہوئی تھی جو چند مہینوں پہلے تک اس میں سرے سے تھی ہی نہیں......

○......❖......○

دیر رات کا وقت ہے، سڑکیں سنسان سی ہیں۔ کہیں دور سے کسی کے کراہنے اور بے ہنگم طریقے سے گٹار بجانے کی آوازیں گڈمڈ ہو کر آ رہی ہیں۔ ایسی آوازیں جن پر کان کھڑے ہو جائیں اور مسام پسینے سے بھیگ جائیں۔

ہفتے کی رات ہے، بڑی تعداد میں اسٹوڈنٹس اپنی اپنی جاب، بار، کلب سے واپس اپنے اپنے ہالز کی طرف آ رہے ہیں۔ کچھ ہوش سے بے گانہ بھی ہیں۔ انہوں نے پی رکھی ہے۔ سنسان سڑک سے گزرتے ایسے مختلف ٹولوں کو رات کے مختلف اوقات میں ذرا دور ایک جوکر نظر آتا ہے۔ وہ اسے کسی فاسٹ فوڈ کمپنی کا ورکر سمجھے ہیں۔ جوکر کے ہاتھ پشت پر ہیں۔ پھر وہ ایک دم ان ہاتھوں کو سر سے اوپر اٹھاتا ہے اور ہاتھ میں پکڑے ہتھوڑے کو پوری قوت سے زمین پر گرے انسان کی کھوپڑی پر دے مارتا ہے۔

انسانی کھوپڑی پاش، پاش ہو جاتی ہے۔ خون فوارے کی صورت سڑک پر بکھرتا ہے۔ ذرا دور سے یہ منظر دیکھ لینے والے اسٹوڈنٹس بمشکل اپنی چیخیں دباتے ہیں کہ جوکر ان کی طرف متوجہ نہ ہو جائے اور خود میں بھاگنے کی قوت بیدار کرتے وہ الٹے پیروں بھاگتے ہی ہیں کہ عین ان کے پیچھے سے دوسرا جوکر نمودار ہوتا ہے جس کے ہتھوڑے سے خون ٹپک رہا ہے۔ آگے اور پیچھے والے دونوں جوکرز "خرخر" کی آوازیں نکالتے، ان کی کھوپڑیوں کا نشانہ لیتے بھاگنے والوں کی طرف لپکتے ہیں۔ جبکہ تیسرا جوکر قہقہے لگاتا، گٹار بجاتا ماحول کو مزید خوف ناک بننے میں معاون ثابت ہوتا چہل قدمی کرنے لگتا ہے۔

سڑک اسٹوڈنٹس کی چیخوں سے گونج اٹھتی ہے۔ خاص کرتب تو مزا ہی آ جاتا ہے جب ان ٹولوں میں بڑی تعداد لڑکیوں کی ہوتی ہے۔ پورا مانچسٹر ہل جاتا ہے......آگے آگے وہ پیچھے پیچھے۔ "ہتھوڑا مار جوکرز......"

پرانک سیزن آن ہے۔ سینئرز فارم میں آ چکے ہیں۔ مشہور زمانہ پرانک "دی کلون کلر" سے عملی مذاق کی ابتدا کر دی گئی ہے۔ انہیں آفیشلی بھی روکا نہ جائے۔

عالیان......کارل......سائی اور شاہ ویز نے اس ڈرامے کی پہلی قسط سڑک پر چھپ کر دیکھی اور ہنس ہنس کر ان کے پیٹ میں درد ہو گیا تھا۔ انہیں اس پرانک کی خبر پہلے سے ہی مل چکی تھی۔ کارل نے تو یہ تک سوچا تھا کہ ایک جوکر وہ بھی بن جائے لیکن عالیان نے اسے یہ کہہ کر روک دیا کہ "ہم اپنے وقت پر کریں گے۔"

لیکن جانے والوں کا وقت آ چکا ہے......وہ رہ جانے والوں کو سبق سکھا کر جانا چاہتے ہیں......جیسے کہ......

یونی لائبریری جانے والے راستے میں ایک مصروف گزرگاہ پر ایک مجسمہ کھڑا دیکھا گیا، جس کے ایک ہاتھ میں کتاب تھی اور دوسرا ہاتھ ٹھوڑی پر تھا۔ پھر ایک دن ایسا ہوا کہ جو کوئی اس مجسمے کے قریب سے گزرتا اور سر پر کتاب پڑنے کی صورت میں پیچھے پلٹ کر دیکھتا تو دو، تین ہارٹ اٹیک اس کے جسم کے آر پار ہو جاتے، کیونکہ ان کی پشت پر کھڑا وہی مجسمہ انہیں کتاب مار رہا ہوتا اور مسکرا کر ہائے کے لئے ہاتھ بڑھا رہا ہوتا۔

دھوکے کے لئے وہاں پہلے اصلی مجسمہ رکھا گیا تھا۔ اس دن مجسمے کی جگہ سینئرز اسٹوڈنٹس میں سے ایک نے مجسمے کا بہروپ بدل کر مجسمے کے انداز میں خود کو وہاں کھڑا کر لیا۔ کبھی وہ گزرنے والوں کے آگے ہاتھ کر کے ہائے کہتا کبھی ٹھوڑی پر

سے ہاتھ اٹھا کر بال ٹھیک کرنے لگتا اور کبھی ہاتھ سے اپنی جمائی روکتا اور کبھی گزرنے والے کو "ہاؤ" کہہ کر ڈرا دیتا۔
کئی کمزور دل لڑکیاں پوری جان سے چلاتی ہوئی پائی گئی تھیں۔ ان میں سے ایک امرحہ بھی تھی۔ وہ بس بے ہوش ہوتے ہوتے بچی تھی۔ امرحہ کو ان عملی مذاقوں کی عادت تھی نہ ان کے بارے میں معلومات تھی۔ اپنی طرف سے وہ بہت محتاط ہو کر رہتی لیکن پھر بھی اس کے ساتھ کچھ نہ کچھ ہو جاتا تھا جیسے کہ ایک دن وہ اپنی ہی دھن میں چلی جا رہی تھی کہ اس کے آگے کمزور اور بیمار چال میں چلتیں مسز ریچل ایک دم سے دل پر ہاتھ رکھ کر کراہتی ہوئیں زمین پر گر گئیں۔ امرحہ تیزی سے ان کی طرف لپکی، ان کے منہ سے خون نکل رہا تھا اور وہ اٹک اٹک کر سانس لے رہی تھیں۔ اس نے ان کا سر اپنی گود میں رکھا اور چلا کر دوسرے اسٹوڈنٹس کو مدد کے لیے بلانے لگی۔ کتنے ہی اسٹوڈنٹس بھاگتے ہوئے آئے اور ان کا سانس بحال کرنے کا چارہ کرنے لگے ان کے دل کو پمپ کرنے لگے، کوئی دوسرا ایمرجنسی میں فون کرنے لگا اور مسز ریچل جو "میں مر چکی ہوں" کی عملی تصویر بنی زمین پر گری اس کی گود میں سر رکھے پڑیں تھیں وہ آنکھ مار کر "ابھی مجھے مرنے کی کوئی جلدی نہیں" کا عملی ثبوت دیتیں اٹھ کر بیٹھ گئیں۔
"گیارہویں بار" اپنی کلائی پر پہلے سے بنے ستاروں میں انہوں نے ایک اور ستارے کا اضافہ کیا اور کپڑے جھاڑ کر یونی میں کہیں اور دل کے دورے کی قریب المرگ مریضہ بننے چلی گئیں۔
جتنے زیادہ مذاق یونی میں کیے جا رہے تھے۔ اس سے زیادہ ہالز میں کیے جا رہے تھے۔ ایک مذاق کی بازگشت یونی تک آئی کہ عالیان اپنے کمرے کو لاک کرنا بھول گیا تھا۔ یہ وہ فاش غلطی ہوتی ہے جو پورے تعلیمی دورانیے کے دوران کسی بھی اسٹوڈنٹ کو مر کر بھی نہیں کرنی چاہیے۔ جب تک اسے احساس ہوا کہ وہ کمرہ کھلا چھوڑ آیا ہے۔ تھوڑی دیر ہو چکی تھی۔ اس کا سارا سامان، اس کا بیڈ، میز، کرسی، کپڑے، جوتے، شیمپوز تک ہال کے لان میں رکھے تھے اور ان پر پرائز ٹیگ لگ چکے تھے۔ اس کے دو جوڑے جوتے، ایک شرٹ اور پرفیوم تو بک بھی چکے تھے۔ اس دن بہت سے اسٹوڈنٹس کمرے لاک کرنا بھول گئے تھے کیونکہ وہ رات کو ٹھیک سے سو نہیں پائے تھے اور اس لئے سو نہیں پائے تھے کہ رات گئے فائر الارم بجنے لگا۔ سب ہڑبڑا کر اٹھے اور کمروں سے باہر بھاگے، اسی دوران بجلی بند ہو گئی۔ گرتے پڑتے جب وہ سب باہر نکلے تو کوریڈور میں بکھرے کئی سو غبارے جن میں پٹاخے بھرے گئے تھے۔ ان کے پیروں سے پھوٹنے لگے۔ پٹاخوں کی دھمک، اندھیرا اور ایک دوسرے کے دھکے...... ماحول مضحکہ خیز بھی تھا اور المناک بھی،
ایک دوسرے پر گرتے وہ زخمی بھی ہو گئے۔ عالیان کی ناک پر چوٹ آئی اور اسے ناک پر بینڈیج لگاتے کافی شرم سی آئی۔ یہی پرانک لڑکیوں کے ہال میں بھی ہوا تھا اور عینی شاہدین کا کہنا تھا کہ پٹاخوں اور لڑکیوں کی چیخوں نے ہال کی عمارت کو زمین سے چند فٹ اوپر اٹھانے کا ریکارڈ بھی بنایا تھا۔ ایسا ہونا ممکن ہے...... بالکل۔
لاتعداد پرانک کالز کی گئیں۔ ایک کال دادا کو بھی موصول ہوئی کہ امرحہ نے ایک عیسائی لڑکے سے رجسٹر میرج کر لی ہے۔ دادا کی صحت اچھی تھی۔ ورنہ انہیں ہسپتال جانے سے کوئی نہ روک پاتا۔ امرحہ کے لئے دادا کو یہ سمجھانا محال ہو گیا کہ یہ سینئر لڑکیوں کی شرارت ہے اور کچھ نہیں لیکن دادا یقین کرنے کو تیار ہی نہیں تھے۔ ویرا کے پاپا کو بتایا گیا کہ ویرا ماسک پہن کر چاقو کی نوک پر مانچسٹر والوں کو لوٹتے ہوئے کئی بار دیکھی گئی ہے اور لیڈی مہر کو کال گئی کہ عالیان نے ہال کی بلڈنگ سے کود کر خودکشی کرنے کی کوشش کی ہے۔
انگلش ڈیپارٹمنٹ کے سینئرز نے ایک دن سوانگ رچائے تھے۔ ایک مصری لڑکی امرحہ بنی تھی اور اس نے اتنا لمبا دوپٹا لیا تھا کہ سب اس دوپٹے سے الجھ کر گرنے کا ڈراما کرتے پائے گئے...... اور آرٹ ڈیپارٹمنٹ کے سینئرز نے یونی کے مشہور، ذہین اور کچھ زیادہ ہی مضحکہ خیز قسم کے اسٹوڈنٹس کی عجیب و غریب تصویریں ڈیپارٹمنٹ میں آویزاں کی تھیں کہ ساری یونی امڈ آئی تھی ان تصویروں کو دیکھنے کے لئے، ان میں سے کارل "ناگہانی بلا" نامی پوسٹر کی صورت سب سے زیادہ دیکھا گیا۔ امرحہ تو "ہارٹ بریکر" پوسٹر کو ہی دیکھتی رہی۔ تصویر میں عالیان کی آنکھیں بھینگی تھیں پر پھر بھی اسے اچھی لگ رہی تھیں۔ اس نے اس

پوسٹر کی ایک کاپی حاصل کر لی اور اپنے پاس محفوظ کر لی۔
ان ہی دنوں یونی میں ٹویٹ بہت عام ہو گئی تھی۔ خاص کر سینئرز بہت فیاض ہو گئے تھے۔
''ٹویٹ امرحہ!'' اس کے پاس سے گزرتی سارہ نے چاکلیٹ اس کے آگے کی جو امرحہ نے فوراً لے لی اور کھول کر یک بڑی بائیٹ بھی لے لی...... آخ تھو...... اس کا منہ صابن، سرخ سیاہی اور نہ جانے کس کس چیز سے بھر گیا۔ اس کے ونٹ...... زبان، دانت اور ٹھوڑی کا کچھ حصہ سرخ ہو گئے۔ اس نے عالیان کو دیکھا تو اس کا بھی یہی حال تھا۔ وہ اتنا ہنسی، تنا ہنسی کہ اس کی آنکھیں پانی سے بھر گئیں۔
''دو بھو کے......'' اس نے اس کے پاس جا کر اشارے سے اپنی اور اس کی طرف اشارہ کیا اور بچی ہوئی صابن ٹویٹ س کے آگے کی جو اوپر نیچے سے چاکلیٹ میں ڈوبی ہوئی تھی۔
''ٹویٹ...... میری طرف سے...... اسے بھی کھا لو......'' ہنسی کے دوران وہ بمشکل بولی۔
''تم مانو یا نہ مانو عالیان ہم دونوں ایک جیسے ہیں...... اور تم یہ بھی مان لو کہ دنیا میں کوئی تم سا ہے اور نہ ہی مجھ سا......'' وہ پابی کی گڑیا کی طرح سر مٹکا کر کہہ گئی۔

O......❖......O

جوجو سے درخواست کر کے اس نے عالیان کا ایک اسکیچ بنوا لیا تھا اور اب وہ یہ اسکیچ عالیان کو دینے جا رہی تھی، یہ کہہ کر کہ اس نے کئی ہفتوں کی محنت کے بعد اس کے لئے بنایا ہے۔ جبکہ وہ تو سیب ایسے بناتی تھی کہ پتا نہیں چلتا تھا کہ یہ سر پر اُگی م والی کرکٹ کی گیند ہے یا ٹینس کی...... یا گیند کی شکل کی کوئی دوسری چیز...... بس وہ کچھ بھی ہوتا سیب نہ ہوتا۔
آخری کلاس لے کر وہ باہر نکلا ہی تھا۔ اس نے اسکیچ ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔ یونی میں آس پاس معمول سے زیادہ ہی سٹوڈنٹس ٹہل رہے تھے۔ فارغ فارغ سے، پھیلے ہوئے سے، جیسے یونی کے اندر کوئی نہ ہو سب باہر ہی ہوں۔ وہ عالیان سے راسی دور ہی تھی کہ آس پاس پھیلے ہوئے چلتے اسٹوڈنٹس نے منہ سے یک آواز روبوٹک طرز کا ساؤنڈ نکالا...... ساؤنڈ اونچا بھی تھا اور سُر میں بھی، جیسے اسپیکرز سے نکل رہا ہو۔
''زیرو...... ون ٹو...... زیرو ون ٹو......''
امرحہ اور امرحہ جیسے دوسرے چونک کر ادھر اُدھر دیکھنے لگے۔ بہت تیز اور مرتب آواز تھی۔
''زیرو ون ٹو...... اسٹارٹ ساؤنڈ...... ایکشن آن۔''
فوجیوں کی طرح پیر زمین پر مارے گئے اور جو جہاں کھڑا تھا وہ وہیں کھڑا ہو گیا۔
جامد...... فریز...... کئی سو اسٹوڈنٹس...... کئی سو مختلف انداز میں......
امرحہ اور عالیان جیسے دوسرے اسٹوڈنٹس سر اٹھا اٹھا کر ارد گرد دیکھنے لگے۔ دور، دور تک یہی منظر تھا۔ جو اسٹل تھے ان کے درمیان، جو اسٹل نہیں تھے وہ اڑے سے، پھنسے کھڑے تھے۔ کلاسز لے کر نکلتے دوسرے اسٹوڈنٹس اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو کر یہ منظر دیکھنے لگے...... دور، دور تک یہ ساکن انسانی مجسمے کھڑے تھے۔ کوئی حرکت نہ آواز......
امرحہ دو لڑکیوں اور ایک لڑکے کے درمیان پھنسی کھڑی تھی۔ عالیان پانچ لڑکوں میں گھرا کھڑا تھا۔ سمجھنے میں وقت نہ لگا، بڑے پیمانے پر کچھ ہونے جا رہا ہے۔ کچھ وقت ایسے ہی گزر گیا، جب یونی کے اندر سے اپنی آخری کلاسز لے کر دوسرے سٹوڈنٹس بھی نکل آئے تو روبوٹک آواز پھر گونجی۔
''کیپ کام...... اسٹے اسٹل...... ایکشن آن۔''
کوئی گھوم گیا، کسی نے سر گھما لیا، کسی نے پیر، کسی نے ہاتھ اور کوئی جھک گیا اور وہ نئی روبوٹک شکل میں ڈھل گئے۔ جیسے وبوٹس رک رک کر بھاگ رہے ہوں...... اور پھر اگلے ایکشن پر انہوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ لئے اور چوکور خانوں

کی شکل اختیار کر گئے اور ان چوکور خانوں میں جونیئرز آ گئے۔ عالیان اور امرحہ آمنے سامنے کے خانوں میں تھے۔

''ہائے عالیان میں یہاں ہوں۔'' امرحہ نے خوشی سے اسے آواز دی۔

غیر ارادی طور پر عالیان نے فوراً گردن موڑ کر دیکھا، وہ اپنے موبائل سے وڈیو بنا رہا تھا۔

''میں تمہارے لئے کچھ لائی ہوں۔'' اس نے ہاتھ میں پکڑے اسکیچ کو لہرا کر کہا۔ عالیان نے واپس ایسے گردن موڑی جیسے کچھ دیکھا ہی نہیں۔

ایکشن آن کی ایک اور زوردار گونج اور پیروں کی دھمک چوکور خانے تکون کی شکل اختیار کر چکے تھے۔ دور، دور تک ایک دوسرے سے جڑا تکونی جال بنا نظر آنے لگا۔ کئی سو اسٹوڈنٹس اب کئی ہزار ہو چکے تھے۔ دوسرے اسٹوڈنٹس آہستہ آہستہ اس میں شامل ہوتے جا رہے تھے۔ یونی کے کونے کھدروں سے نکل کر، انہوں نے یقیناً اس کی مشق کی تھی۔

کارل دور سے بھاگتا ہوا آیا اور ایک تکونی ڈبے میں کود گیا۔ ایسا ہی دوسرے ان اسٹوڈنٹس نے کیا جو اس تکونی جال سے باہر کھڑے تھے۔ انہیں تو انتظار تھا اس لمحے کا......

''زیرو ون ٹو، ون ٹو، اسٹے فوکس۔''

اس بار وہ گھومے ہاتھ چھوڑے، پھر ہاتھ پکڑے...... اب وہ دائروں کی شکل اختیار کر چکے تھے۔ لاتعداد دائروں کی......ایک ساتھ جڑے دائروں کی......

''اسٹے فوکس......کیپ کام...... اِٹس ٹریبوٹ ٹائم۔'' آوازیں اور بلند ہو گئیں۔

ہاتھ چھوڑے، گھومے اور پھر پکڑ لئے...... پہلے سے بڑے دائرے بن گئے تھے۔

عالیان، امرحہ ایک دائرے میں آ چکے تھے اور کارل سامنے والے میں۔

''اِٹس ٹریبوٹ ٹائم'' آوازیں پیروں کی دھمک کے ساتھ گونج رہی تھیں۔

اور پھر انہوں نے ان کے گرد گول گول گھومنا شروع کر دیا۔ فوجی مارچ کرنے کے انداز میں......کئی پروفیسرز بھی آ چکے تھے اور ڈین کو بھی آنا پڑا۔ سینئرز کی آوازوں کے علاوہ ہر کوئی خاموش رہنا چاہتا تھا۔ وہ کئی ہزار تھے اور جس انداز سے وہ یہ سب کر رہے تھے وہ قابلِ تحسین تھا۔ ان کی ریہرسل کی اڑتی اڑتی خبریں ان تک پہنچی تھیں۔

ان کے گرد گول گول مارچ کرتے انہوں نے اپنی آواز کو ایک ساتھ ملا کر گانا شروع کیا۔ انہوں نے کامیاب ریہرسل کی تھی۔ ان کی آواز کورس میں تھی۔

We have paid our dues........

Time after time.........

But committed no crime.........

And bad mistakes.........

We have made a few...........

We had our share of sand............

Kicked in our face..........

But we have come through.......

And we mean to go on and on and on..........

We are Champions.......

وہ گا رہے ہیں......وہ جو یونی سے جا رہے ہیں۔

سارہ جسے سر پر زیادہ بال پسند نہیں۔ جیک جو ٹویٹ لینے میں مشہور ہے اور واپس دینے میں بدنام...... ڈیانا جسے روک کر پوچھنا پڑتا ہے کہ وہ لڑکی ہے یا لڑکا...... ڈیوڈ جو اپنے گھنگھریالے بالوں کو آئرن کیے بغیر یونی نہیں آتا...... عرفات جو صرف گرمیوں میں کپڑے دھوتا ہے...... ڈینیل جو کلاس میں بھی ناک میں انگلی رکھتا ہے اور جولیا جسے اپنے سفید چوہے کے بغیر نیند نہیں آتی...... جوزف جو ہال میٹس کی کافی چرا لینے اور شیمپوز میں مرچیں ڈالنے سے باز نہیں آتا...... ڈانا جسے دنیا میں موجود ہر رنگ اپنے بالوں میں کرنا ہے...... مارک جسے ہر لڑکی اپنی مدد کے لیے دستیاب پاتی ہے اور ہر لڑکا غیر حاضر...... لینڈا جو اپنے ہاتھ کے پکائے کھانے کھلا کھلا کر کئی ہال میٹس کو ہسپتال بھیج چکی ہے...... اینڈرسن جو ہر رات ناچتا اور ہر دن سویا پایا جاتا ہے...... لیونڈ جسے برگر اور پیزا کی جگہ بھی کتابیں دکھائی دیتیں ہیں اور وہ سب کئی سو اسٹوڈنٹس جو اِدھر اُدھر کی پارٹیوں میں گھس کو کھا پی کر آجاتے ہیں اور جو یونی اور مانچسٹر کے کونوں کھدروں میں صرف سیلفی لیتے پائے جاتے ہیں، اور وہ سب بھی جنھیں پیزا بوائے پیزا ڈیلیور نہیں کرتے اور جنھیں پیزا پارلر میں گھسنے نہیں دیا جاتا اور وہ بھی جن کے نام اس فہرست میں لکھے جاتے ہیں جنھیں دیکھتے ہی ریسٹورنٹ، بار، کلب سے باہر نکال دیئے جانے کا حکم ہوتا ہے...... یہ سب یونی چک جا رہے ہیں......

ٹو، ون، زیرو ایکشن ری لوڈڈ...... اسٹے اسٹل......

گول دائروں میں گھومتے وہ رک گئے...... ان کا رک جانے کا عمل قابلِ داد تھا۔

"ایکشن ری لوڈڈ...... ایکشن آن۔"

Work it.... make it....do it..... makes us ...

دونوں ہاتھوں سے چٹکیاں بجاتے، پاؤں ڈگمگاتے، آگے بڑھ جاتے

Harder....Better.... Faster....Stronger.....

نیا گانا، نیا انداز، زیادہ جوش کیونکہ یہ پیچھے رہ جانے والوں کے لیے تھا......

More....than.....hour.....our.....never

Ever....after.....work is over

دائروں سے باہر نکلے کھڑے سینئرز نے دائروں کے درمیان میں آ کر بڑے بڑے غبارے چھوڑے اور جیسے ہی وہ اڑے اوپر اٹھے انہیں فائر کر کے پھوڑ دیا گیا۔

Work it Harder, make it Better....

Do it faster..........

وہ اور بلند آواز سے گانے لگے۔ ساتھ تالیاں بجانے لگے اور داستان گو نے اپنا قلم اور ڈائری بیگ میں رکھ کر بیگ پاس کیا اور بھاگ کر دائرے بنانے والوں میں شمولیت اختیار کی اور آواز کے ساتھ آواز ملائی۔

Do it faster..........we are Champions........

غبارے جو فضا میں پھوٹے تھے ان سے نکلی افشاں بکھرنے لگی۔ سنہری، سبز، سرخ، پیلی، ہر رنگ کی...... ان کے بالوں پر، سروں پر...... ان کے ہاتھوں پر اور چہروں پر......

امرحہ نے ہاتھ میں پکڑا اسکیچ کھول کر پھیلا لیا۔ افشاں اس پر گرنے لگی۔ اس نے اسے افشاں سے بھیگ جانے دیا، خود بھی۔

ہر چہرہ سج گیا، رنگ گیا...... کاش تالیوں کی گونج، قدموں کی دھمک اور گانے کے بول کبھی ختم نہ ہوں۔ کاش فضا میں اڑی افشاں کبھی سمیٹی نہ جائے اور کاش کوئی جادوگر کمال کر دکھائے، وہ وقت کو ٹھہرا جائے۔

مانچسٹر یونیورسٹی کو یہ یاد رکھنا پڑے گا...... جاتے ہوئے سینئرز نے اسے کیسا خراج پیش کیا تھا۔
رہ جانے والوں کی آنکھوں میں نمی آنے میں وقت نہ لگا۔ دائروں میں مقید اسٹوڈنٹس نے اسے اعزاز سمجھا۔ ان کے لئے جو گانا گایا انہیں وہ ترانہ لگا۔
اور امرحہ کو یہ ٹریبوٹ اس لئے بھی زیادہ اچھا لگا کہ اس نے ایک ہی دائرے میں خود کو اور عالیان کو کھڑے پایا......
کاش ایسے دائرے روز بنیں......اور پھر کبھی نہ ٹوٹ سکیں۔

O......❖......O

سینئرز نے ایک پارٹی کا اہتمام کیا تھا جو ایک اسٹوڈنٹ کے گھر کے لان میں ہو رہی تھی۔ امرحہ آ چکی تھی۔ ویرا نے کہا تھا وہ دیر سے آئے گی۔ البتہ کارل وہاں پہلے سے موجود تھا۔ پارٹی میں سب نارمل ہی تھا۔ بس تین چیزیں ذرا سی ابنارمل تھیں۔ "روئی سے بنی شرٹس۔" جنہیں تین اسٹوڈنٹس نے پہن رکھا تھا۔ مختلف نظر آنے کے لئے یا ایونٹ کو یادگار بنانے کے لئے روئی کی گول گول گیندوں کو سی کر شرٹ کی صورت دی گئی تھی۔ بقول ان کے اپنی طرز کا ایک مختلف پہناوا۔
"بھالو ہی لگ رہے ہیں۔" امرحہ اس طرف دیکھنے سے اجتناب کر رہی تھی کہ پھر اس کی ہنسی نہیں رکنی تھی۔ ایک لڑکی آئی اس کے پاس اسے اپنی لپ اسٹک پکڑائی۔
"اسے تھوڑی دیر کے لئے پکڑو میں ابھی آئی اپنا پاؤچ کہیں رکھ کر بھول گئی ہوں۔"
امرحہ نے لپ اسٹک پکڑی اور جیسے ہی لڑکی گئی۔ اسے کھول کر دیکھا کہ اس کا شیڈ کیسا ہے لیکن اس میں سے شیڈ کے بجائے آگ کا شعلہ نکلا۔ ٹھیک اسی دوران اس سے ذرا دور شور اٹھا، اسے آگ کے شعلے نظر آئے ساتھ چلانے کی آوازیں۔ میزوں پر سجے مشروبات ان پر اچھالے گئے، ان پر جنہوں نے روئی سے بنی شرٹس پہن رکھی تھیں اور جن کی شرٹس میں آگ بھڑک اٹھی تھی۔ تینوں بری طرح سے اچھل رہے تھے، اچھا خاصا ہنگامہ ہو گیا تھا پارٹی میں۔
"آگ بجھا دی گئی لیکن یہ آگ ان کی شرٹس میں لگائی کس نے؟"
"اس نے۔" کارل نے امرحہ کی طرف اشارہ کیا۔
"ہر وقت مذاق کا وقت نہیں ہوتا کارل!" امرحہ نے بہت سخت انداز سے کہا۔
ماحول بہت سنجیدہ ہو چکا تھا ان تینوں کو فرسٹ ایڈ کے لئے اندر لے جایا گیا تھا۔ ساری پارٹی کا ماحول بدل چکا تھا اس پر کارل کا یہ مذاق۔
"یعنی تم نے مذاق میں نہیں سنجیدگی سے یہ حرکت کی؟ امرحہ کی سنجیدگی دیکھ لی آپ نے۔" کارل نے سب سے پوچھا۔
"جھوٹ بول رہا ہے یہ، مجھے کیا ضرورت تھی یہ سب کرنے کی۔" امرحہ نے دیکھا سینئرز کے موڈ ایک دم سے بدل گئے۔
"میں نے خود دیکھا ہے اسے آگ لگاتے، اس کے ہاتھ میں لائٹر بھی ہے۔" کارل مذاق کے موڈ میں قطعاً نہیں تھا۔
"یہ حرکت صرف تم کر سکتے ہو۔" امرحہ بھی مذاق نہیں کر رہی تھی۔
"لیکن اس بار تم نے کی۔ انتہائی فضول حرکت امرحہ۔ بہت فضول!" کارل خود بھی غصے میں لال ہرا ہو رہا تھا۔
"ایسے کام میں نہیں تم کرتے ہو، یہ لائٹر مجھے اس نے پکڑایا۔" کہہ کر اس نے لڑکی کی تلاش میں آس پاس نظر دوڑائی لیکن وہ وہاں نہیں تھی۔
"کس نے؟" کارل پوچھ رہا تھا۔
"ایک لڑکی نے۔ اب وہ یہاں نہیں ہے۔"

''وہ یہیں ہے، وہ تم ہو۔''

''وہ تم ہو۔'' امرحہ کو تیز آواز سے چلانا پڑا۔ ''سب جانتے ہیں ایسے کام صرف تم کرتے ہو۔''

''ٹھیک ہے۔ میں مانتا ہوں اسی لئے اس بار تم نے یہ حرکت کی تا کہ سب مجھ پر الزام لگائیں، تم نے مجھے تنگ کرنے کے لئے انہیں جلانا چاہا۔ ایسی جان لیوا حرکتیں میں نے کبھی نہیں کیں۔''

''تو تم مجھ پر بھی کیسے الزام لگا سکتے ہو۔ یہاں اور بھی تو لوگ ہیں۔'' اس کی آواز اور تیز ہو گئی۔

''کیونکہ میں نے خود تمہیں دیکھا ہے اور میرا دعویٰ ہے کچھ اور لوگوں نے بھی تمہیں دیکھا ہو گا۔''

''جھوٹ، غلط مجھے تو ہنسی بھی نہیں آ رہی ایسے گھٹیا الزام پر۔''

''شرمندگی تو ہونی چاہئے نا امرحہ!'' کارل اور سنجیدہ ہو گیا۔

''جس کسی اور نے مجھے آگ لگاتے دیکھا ہے وہ بتائے؟'' امرحہ نے سب کے سنجیدہ چہروں کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''جو بھی ہوا اسے جانے دیں لیکن امرحہ! تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔'' پارٹی میزبان نے قدرے تاسف سے کہا۔

امرحہ اسے دیکھتی رہ گئی۔ ''تم میری بے عزتی کر رہے ہو، تم کارل کی بات کا......''

''بات کارل کی نہیں ان لوگوں کی جان کی ہے، مجھے اچھا نہیں لگا تم نے یہ کیا۔''

''جب میں نے کچھ کیا ہی نہیں، تم دونوں ملے ہوئے ہو......''

''میرا خیال ہے، ہمیں بات ختم کر دینی چاہئے۔'' پارٹی شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گئی لیکن ایسی شرارتیں بڑے نقصان کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں امرحہ۔'' سینئر لڑکی سارہ نے افسوس سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

ان سب کی نظروں میں ملامت اور افسوس تھا۔ اس کا دل بھر آیا۔ ان سب سے اس کی کتنی اچھی ہائے ہیلو تھی پھر بھی وہ کارل کی بات کا یقین کر رہے تھے۔ ایک صرف لائٹر اس کے ہاتھ میں تھا اور ان کے پاس کیا ثبوت تھا۔ امرحہ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ اسے یہ خیال بھی آیا تھا کہ وہ سب مذاق کر رہے ہوں گے لیکن ان کی شرٹس میں آگ لگی تھی ماحول گواہی دے رہا تھا کہ وہ مذاق نہیں کر رہے اور وہ اسی پر شک کر رہے ہیں۔

''میں نے آگ نہیں لگائی، میں پاگل ہوں جو ایسی حرکت کروں گی، شرٹس کے ساتھ انہیں بھی آگ لگ سکتی تھی، اتنی عقل ہے مجھ میں، آپ سب اس کارل کی بات کا یقین کر رہے ہیں، یہ تو دشمن ہے میرا۔ ہاں میں اسے ضرور آگ لگاتی اور پھر مان بھی لیتی اگر یہ جل کر مر جاتا تو۔'' اس کی آنکھیں چھلک جانے کے قریب تھیں۔

''میں نے بھی تمہیں آگ لگاتے دیکھا ہے امرحہ!'' جیک نے اپنی پیشانی رگڑتے ہوئے کہا۔

امرحہ نے جیک کو بے یقینی سے دیکھا۔ ''کیا تم سب میرے ساتھ پرانک کر رہے ہو؟''

''پرانک تو تم نے کر دکھایا۔'' جیک نے طنزاً کہا۔

اور جیک کے اس انداز پر اس کی آنکھیں چھلک ہی پڑیں، آنسو بہہ نکلے۔ ایسے ماحول میں رہنے کا کوئی جواز نہیں رہ گیا تھا اب۔

''میرا خیال ہے مجھے یہاں سے چلے جانا چاہئے۔'' وہ مڑ کر جانے لگی، اسے اب یہ امید نہیں رہی تھی کہ کوئی اسے آواز دے کر روکے گا، لیکن جیک کی آواز آئی۔

''تم ایسے نہیں جا سکتیں امرحہ!''

''کیوں؟ تم پولیس بلوانا چاہتے ہو؟'' اس نے تلخی سے مڑ کر کہا۔

''نہیں۔''

''تو پھر اور بے عزتی کرنی ہو گی میری؟''

''نہیں صرف اتنا بتانا ہے کہ تمہاری روتی صورت دیکھے بغیر ہم میں سے کوئی بھی یہاں سے جانا نہیں چاہتا تھا۔ وہ روئی کے بھالو بھی۔'' جیک نے ہاتھ سے ایک طرف اشارہ کیا۔ تینوں بھالونئی شرٹس میں بنے ٹھنے کھڑے دانت نکال رہے تھے۔

کارل نے آنکھ ماری۔ ''انہیں میری مدد چاہئے تھی اور میں انہیں انکار نہیں کر سکا۔''

امرحہ ان سب کو دیکھ رہی تھی۔

''آخر بڑھاپے میں ہمارے پاس کچھ تو اثاثہ ہونا چاہئے.....ہمیں معاف کر دینا اور ہمیں یقین ہے تم جانے والوں کو معاف کر دو گی۔''

وہ ضرور جانے والوں کو معاف کر دے گی لیکن انہیں کبھی یہ نہیں بتا سکے گی کہ انہوں نے اسے اس کیفیت کا شکار کر دیا ہے۔ وہی پارٹی ہے، وہی اسٹوڈنٹس، وہی ماحول، وہی پرانک اور ان کا شکار وہی امرحہ لیکن وہ کہاں ہے جو اس کی روتی صورت پر ہنس نہیں سکا تھا وہ جو عین اس کے سامنے آبیٹھا تھا۔ جس مرد کی آنکھوں کو اتنے قریب سے اس نے پہلی بار دیکھا تھا تو کیا وہ ابتدا تھی۔ وہ اس کے رونے پر فدا ہوا تھا۔ وہ اسے روتا نہیں دیکھ سکا تھا۔ یہ سب اسے اب کیوں معلوم ہو رہا ہے اس نے پہلے کیوں نہیں سوچا کہ ابتدا کہاں سے ہوئی تھی۔

وقت ایک بہروپیا ہے، یہ ہمیں ڈھونڈ کر ایک نئے سوانگ میں ہمارے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے اس کا ہر سوانگ ہمیں محظوظ کرتا ہے نا محظوظ......وقت ایک ظالم بہروپیا ہے۔

آخری لمحوں میں عالیان پارٹی میں آ چکا تھا اس نے محسوس کر لیا تھا اور وہ اس میں غلط نہیں ہو سکتی تھی اور اگر اب بھی وہ دھاڑیں مار کر رونا شروع کر دے گی تو کیا وہ اس کے عین سامنے آ کر بیٹھے گا۔ کیا اس کی صورت سے لگے گا کہ وہ اب بھی اس کے ساتھ رونے کو تیار ہے۔

عالیان نے آخری منظر دیکھ لیا تھا اس کی ڈبڈبائی آنکھوں کا اور دیکھ کر فوراً اپنی نظریں پھیر لی تھیں اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اس کے پاس اس کے عین سامنے جا کھڑا ہوتا اور یہ ٹھیک نہ ہوتا کیونکہ کل رات ہی تو اس نے مارگریٹ کے الفاظ اپنے ذہن میں نقش کیے تھے۔

''میں ہر رات اس سے نفرت کرنے کا عہد دہرا کر سوتی ہوں، میں ہر صبح اس عہد کو توڑتے ہوئے اٹھتی ہوں۔ دنیا میں ہر بیماری کا علاج ہو گا محبت کا نہیں۔ بے شک محبت ایک بیماری ہے اس صورت میں جب یہ ختم ہونے میں نہ آئے اور ختم کر دے۔''

اور وہ خود ختم ہونا نہیں چاہتا تھا وہ اس بے لگام جذبے کو ختم کرنا چاہتا تھا، وہ بے قاعدہ مارگریٹ کی ڈائریاں پڑھنے لگا تھا، جنہیں درد کے احساس سے پڑھنے سے ڈرتا رہا تھا پہلے۔ وہ ان لفظوں کو اپنے دل پر کندہ کر رہا تھا جن لفظوں کو کسی نے رد کیے جانے کے کرب سے کشید کیا تھا۔ یہ عام لفظ نہیں تھے یہ وہ احساسات تھے جنہیں لئے کوئی مر چکا تھا۔ عالیان مارگریٹ کو اب یہ ڈائریاں پڑھتے رہنا تھا۔

O......❖......O

امرحہ کی ڈائری کا ایک صفحہ:

وہ سب چلے گئے، اپنے ساتھ وقت کو لئے اور اس وقت کی ہر یاد کو بھی۔ دنیا کے مختلف کونوں میں بکھرنے، کبھی دوبارہ نہ ملنے، میوزک بارز، کلب اور کینٹین میں مل بیٹھ کر فٹ بال میچ دیکھنے والے، اب گھروں کی خاموشی میں دیکھا کریں گے۔ میزوں پر چڑھ کر جیت کا جشن منانے والے، کندھوں پر دوستوں کو اٹھا کر، ہا، ہو کرنے والے اب ایسی حرکتوں کو بچگانہ سمجھیں گے۔

کاروں کی ریس لگانے والے، میوزک کنسرٹس کی ٹکٹوں کے لئے بھاگ دوڑ کرنے والے، پورا ہفتہ ویک اینڈ کا انتظار

کرنے والے، ہر ہفتے گھر جانے والے ماماز بوائے اور بار بار بلانے پر بھی گھر نہ جانے والے جپسی بوائز، سیکرٹ سوسائٹی کے سبھی جیٹ لی، بروس لی۔ یہ سب چلے جائیں گے۔ ان کی اسٹوڈنٹ ڈائریاں گرد آلود ہو جائیں گی اور کسی اداس شام سڑک کے کنارے چلتے، دریا کے کنارے بیٹھے، کیفے میں کسی کا انتظار کرتے یا آتش دان کے قریب بیٹھ کر یونیورسٹی پر بنی کوئی فلم دیکھتے یہ گزرے وقت کو سوچ کر اداس ہو جایا کریں گے۔

سینئر پارٹی میں سب نے ایک ایک منٹ کی تقریر کی تھی۔ سب سے پہلے ویرا نے ان کے لئے ایک الوداعی روسی گانا گایا۔ میں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور دور جا کر کھڑی ہو گئی، اس کے لئے جو ناپسندیدگی میں نے دل میں چھپا رکھی تھی اب وہ باہر بھی آنے لگی تھی اور مجھے اس پر کوئی افسوس نہیں تھا۔

کارل نے اپنی تقریر میں کہا کہ اسے افسوس رہے گا کہ وہ ان میں سے چند ایک کو اُلو نہیں بنا سکا تھا کیونکہ باقی اُلوؤں نے ہی اس کا سارا وقت لے لیا تھا۔ عالیان نے بہت کچھ کہا اور میں نے چاہا کہ وہ بس بولتا ہی رہے۔ اس نے کہا۔

''میں تم سب کو تمہاری عادتوں سمیت یاد رکھوں گا، بھلا میں یہ کیسے بھول سکتا ہوں کہ کیسے تم سب نے اپنی اپنی برتھ ڈے پارٹیز میں ایک ایک پونڈ کے کیک سے ساٹھ ستر اسٹوڈنٹس کے پیٹ بھرے اور پھر اترا اترا کر اسے گرینڈ برتھ ڈے پارٹی کا نام بھی دیتے رہے۔ تم میں سے اکثر نے جب بھی مجھے ٹویٹ دی۔ میرے ہی ساتھ بیٹھ کر، ساتھ ساتھ کھا کر دی، یعنی آدھی اور جب بھی واپس لی پوری لی۔ اپنے خالی والٹ مجھے دکھا دکھا کر تم سب مجھے خود پر ترس کھانے کے لئے کہتے رہے اور میں نے ترس کھایا بھی اور جب جب میں نے اپنا خالی والٹ تمہارے آگے کیا تو تم نے منہ بنایا وہ بھی دیکھ جتنا بڑا اور ہرا۔''

عالیان کے بعد میں کھڑی ہوئی میز پر تقریر کے لئے اس کے بعد اور اس کے ساتھ میرا ہی نام آنا چاہئے نا......اور میں نے کہا۔

''مجھ میں سمیٹ لینے کا ہنر ہوتا تو تم سب کو چھوٹے چھوٹے بونے بنا کر ایک ڈبے میں سمیٹ کر اپنے ساتھ رکھ لیتی، کہیں جانے نہ دیتی۔'' میری اس بات پر سب نے خوب تالیاں بجائیں ''دیکھا میری تقریر ویرا کے روسی گانے سے زیادہ باکمال تھی۔ ویرا......اسے یہ یاد رکھنا چاہیے امرحہ بھی بڑی کام کی چیز ہے......''

پھر سائی آیا جو، پورے دو منٹ تک کھڑا روتا رہا اس کی جگہ کارل نے تقریر کی۔

''میں نے ایک کتاب لکھ لی ہے جس میں تم سب کے راز عیاں کیے گئے ہیں۔ جاتے جاتے سب ہزار ہزار پونڈ میرے پاس جمع کرواتے جانا اور کتاب میں سے اپنا نام اور راز کٹواتے جانا، ورنہ چند سالوں بعد اخبارات کی سرخیاں بننے، طلاقیں لینے اور دیوالیہ ہونے کے لئے تیار ہو جانا۔'' شکریہ۔ نیک تمنائیں۔ سائی ان بھیس کارل۔

میں نے عالیان کو اسکیچ نہیں دیا تھا۔ ایگزامز کی تیاری کے دوران میں علی لرننگ میں کئی بار اس کے پاس سے جا کر پلٹ آئی، یہ سوچ کر کہ شاید وہ اَپ سیٹ ہو جاتا ہو اور اس کا رزلٹ خراب ہو جائے کیونکہ ہر حال میں اتنا تو جان گئی ہوں کہ میں اس کے لئے ایک وبال بن گئی ہوں۔ سینئرز اور جونیئرز کے چند گروپ میں ایگزامز کے بعد کھیلوں کے مقابلے ہوئے تھے۔ کشتی رانی کے مقابلے کے دوران عالیان اور کارل کی کشتی الٹ گئی تھی۔ اس وقت کنارے پر کھڑے میں نے خود کو ناک تک گہرے پانیوں میں ڈوبا پایا تھا اور اس حالت میں مجھ پر بہت سے انکشافات ہوئے تھے۔ اسٹوڈنٹ یونین کے لئے رضا کار بنے میں نے بھی جانے والے اسٹوڈنٹس کی چیرٹی کے لئے دیئے جانے والے سامان کو اکٹھا کیا تھا۔ کتابیں، کپڑے، گھریلو استعمال کی دوسری چیزیں اور نہ جانے کیا کیا جو وہ ان سالوں میں خریدتے رہے تھے اور اپنے ساتھ واپس نہیں لے جا سکتے تھے۔ اس سامان کو ہم نے نیلام کر دیا تھا۔

اوک ہاؤس سے اکٹھا کئے جانے والے سامان میں سے مجھے ایک ڈائری ملی، جس پر ''سائی کے لیے'' لکھا تھا اور کوئی

نام نہیں تھا۔ اگلے دن سائی کو دینے سے پہلے میں خود کو اس کی ورق گردانی سے روک نہیں پائی۔ ڈائری لکھنے والا بہت ہی حساس اسٹوڈنٹ تھا اس نے خزاں میں گرنے والے پتوں پر بھی آنسو بہائے تھے۔ ڈائری کے آخری صفحات میں، مَیں نے اپنا نام پڑھا اور اس کے آگے صرف اتنا لکھا تھا۔

''میں نے اسے روتے ہوئے دیکھا۔ وہ بار بار اپنی آنکھوں کو مسل رہی تھی۔ مانچسٹر سے دور دنیا کے کسی حصے میں رہتے، میں کبھی کبھی یہ ضرور سوچوں گا۔ کیا وہ دونوں ایک ہو گئے۔''

ان سطروں نے میرے اندر سناٹا بھر دیا اور پھر میرے وجود نے اندر ہی اندر ساری دنیا سے چھپ کر خاص کر معاشرے اور روایات سے عالیان، عالیان کا ورد کیا۔

میری آنکھ میں بہت خوب صورت مناظر قید ہیں۔ میں نے ماضی میں خود کو بہت کم مبہوت ہوتے پایا ہے لیکن جب عالیان کے بکھرے بالوں پر، پلکوں پر افشاں گرنے لگی، گر گر کر ٹھہرنے لگی تو میں نے مبہوت ہونے کا مطلب جان لیا۔ وہ اچھل رہا تھا، ان کے ساتھ گا رہا تھا، اپنے سر کو جھٹک رہا تھا۔ میں نے اس منظر کو تصور میں جامد کیا اور خود کو اس کی آنکھوں کے قریب کر کے اس کی آنکھوں پر پلکوں پر پھونک ماری اور افشاں کو ہتھیلی میں قید کر لیا اور پھر اپنی پوروں سے اس کی پلکوں کو چھو کر میں نے وہ افشاں سمیٹ لی۔ میں نے مٹھی بند کر لی۔ میری پشت پر ہزاروں سوال چیخ چنگھاڑ رہے تھے، واویلا مچا رہے تھے لیکن میں نے کسی کو نہیں سنا۔ میری مٹھی کو کھول کر میری افشاں چرائے جانے کی ہمت اب کوئی نہیں کر سکے گا۔

وہ ویڈیو بنانے میں مصروف تھا اور میں آنکھوں کی پتلیوں سے اس کی تصویریں لینے میں۔ مجھے کچھ خبر نہیں تھی کہ میرے آس پاس کیا ہو رہا ہے اور مجھے اس سے مطلب بھی نہیں تھا۔ میں اسے چند بار سائیکل سے گرا چکی ہوں، میرا خیال ہے یہ صرف اتفاق ہے لیکن دیکھنے والوں کا ماننا ہے کہ ''صرف اتفاق تو نہیں'' میں اس پر وضاحت نہیں دوں گی۔ میں اب وضاحتوں سے بچنا چاہتی ہوں، میری کلاس فیلو ٹریسا کا کہنا ہے کہ سوچیں آدھی خوشی نگل لیتی ہیں اور انسان کو پوری خوشی ملتی ہی کہاں ہے کہ وہ آدمی کو بھی کھو دے۔

میں اس پر بھی وضاحت دینا پسند نہیں کروں گی کہ میں ہارٹ راک جانے والے راستے پر خود کو کھڑا کیوں رکھتی ہوں اور ہر رات پیغامات لکھ کر انہیں سنبھال لینا میں نے اپنا معمول کیوں بنا لیا ہے، میں سمجھتی ہوں کہ اپنی ذات کا حساب کتاب اگر ہم کسی اور سے نکلواتے ہیں تو ہمیشہ جواب غلط نکلتے ہیں اور خود ہی اس حساب کتاب کو کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ میں نے اب اجازت لئے بغیر اپنی ذات کے سارے سوالات نکال لئے ہیں اور جوابات میں ''عالیان'' کو نکلتے پایا ہے۔

''گوشوارہ امرحہ بنام عالیان''

ڈائری کے ان آخری صفحات تک آتے آتے میں نے سوچنا کم کر دیا ہے کیونکہ اگر میں نے ایسا کرنا شروع کیا تو مجھے اپنی مٹھی کھولنی پڑے گی اور میری افشاں اڑ جائے گی......

O......❖......O

عالیان کی ڈائری کا ایک صفحہ:

میرے بہت سے ہال میٹس، یونی فیلوز اور دوست جا چکے ہیں اور ایسا پہلی بار ہوا ہے کہ میں سہم گیا ہوں، میرا مانچسٹر، میری دنیا ماما سے آباد ہے لیکن اس بار مجھے دنیا خالی خالی لگنے لگی ہے، کیا یہ سب ان کے جانے سے ہوا؟

میں نے خود کو فضول کام کرتے بھی پایا، سڑک پر چلتے بسوں اور کاروں کو گنتے، لوگوں کے چہروں پر نہ جانے کیا تلاشتے اور ان کے چلنے کے انداز اور جوتوں کی بناوٹ پر غور کرتے۔ کبھی کبھی مجھے لگتا ہے، میں بے مقصد زندگی گزار دوں گا اور عملی طور پر کچھ نہیں کر سکوں گا۔ مجھے خود کو پُر جوش کرنے کے لئے ماما مہر کو یاد کرنا پڑتا ہے اور ماما مارگریٹ کا خیال آتے ہی میں کسی سزا کی کیفیت میں آ جاتا ہوں۔ میرے لئے مسکرانا آسان ہو گیا ہے اور خوش رہنا مشکل۔ وہ ساری چھوٹی چھوٹی کہانیاں جو میں

سنا کرتا تھا اب مجھے ان سے نفرت سی کیوں ہونے لگی ہے اور میں نے جو اتنا عرصہ خود کو ماما کے خطوط اور ڈائریوں سے دور رکھا اب ہر وقت میں انہیں پڑھنے پر مائل کیوں رہتا ہوں۔ کیا میں ان کی اور اپنی کیفیات کا موازنہ کرنا چاہتا ہوں۔

میں ماما کی ڈائریوں سے سبق لے رہا ہوں کیوں کہ مجھے وہ نہیں بننا جو ماما بن گئی تھیں۔ وہ کمزور تھیں، میں بھی کمزور ہوں لیکن کسی کو تو ہمت دکھانی ہی پڑے گی ان جذبوں کے سامنے جو ہم اپنی ہتھیلیوں میں بھر کر، گھٹنوں کے بل جھک کر کسی کے قدموں میں نچھاور کر چکے ہوتے ہیں۔

میں خود کو مجبور بھی پاتا ہوں اور پابند بھی، میں دو حصوں میں بٹا ہوا ہوں، اگر مجھے ایک پُر سکون زندگی گزارنی ہے تو مجھے دونوں حصوں کو ایک کرنا ہوگا تو پھر مجھے ویرا کو ہاں کہہ دینا چاہئے تھا، روس دیکھنے کے لئے......اس کا روس اچھا ہی ہوگا...... اس کی طرح......اور مجھے زندگی کو اور زیادہ جوش سے جینا ہوگا تا کہ بے خودی مجھے ہرا نہ دے۔

O......❖......O

ویرا کی ڈائری کی چند سطریں:

ایگزامز کے بعد میں روس جانا چاہتی تھی۔ مجھے پاپا سے ملنا تھا، برف پر پھسلنا تھا لیکن ساری تیاری کر کے بھی میں نہیں گئی......میں بھی کیوں نہیں گئی......میرا خیال ہے عالیان ہاں کہہ دیتا تو اب ہم دونوں روس بیٹھے ہوتے۔ اس نے کہا ابھی وہ روس دیکھنا نہیں چاہتا، ٹھیک ہے پھر میں نے بھی اپنا سامان کھول دیا۔ مجھے اپنے آس پاس کے لوگوں سے محبت کرنی بھی آتی ہے اور ان کا خیال رکھنا بھی، اسی لئے میں عالیان کا بہت خیال رکھ رہی ہوں کیوں کہ میرے خیال میں پوری دنیا میں اس وقت ایک اسے ہی سب سے زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔

O......❖......O

سائی کی ڈائری کے جذبات:

امرحہ نے جو ڈائری مجھے دی، اسے پڑھ کر میں کئی راتیں سو نہیں سکا۔ وہ ایک ایسے اسٹوڈنٹ کے احساسات سے بھری ہوئی تھی جو کئی سالوں تک یہ فیصلہ کرنے میں ناکام رہا تھا کہ اسے اپنی دوست سے محبت ہے یا صرف لگاؤ......لڑکی اس کے ملک میں اس کے آبائی شہر میں اس کے گھر کے سامنے والے گھر میں رہتی تھی۔ ایک رات اسے اوک ہاؤس میں لڑکی کی اچانک موت کی اطلاع موصول ہوئی، لڑکی کے دماغ کی نس پھٹ چکی تھی پھر اسے فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگئی کہ "اب وہ اس کے بغیر ایسے زندہ ہے جیسے اس کے ساتھ ہی مر چکا ہے" کچھ فیصلے صرف دائمی جدائی کے ہاتھوں ہی طے پاتے ہیں اس سے پہلے خبر ہوتی ہے نہ احساس......اور میں بہت سے لوگوں کو یہ احساس دلانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ ٹھیک وہ تحریر پڑھنے کی کوشش کریں جو کوئی آپ کی ذات میں رقم کر گیا ہے۔

O......❖......O
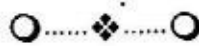
کارل کی ڈائری کے کارلی خیالات:

کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے کہ میں کارل گلا دبا کر اسے ختم کر ڈالوں، کہ کیسا بے کار ہے یہ کارل یعنی کہ وہ جارج میری پوری گیارہ ٹوئینٹس لے کر بھاگ گیا اور جینا جس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ جاتے ہوئے مجھے اپنی کار دے کر جائے گی اگر پروم نائٹ کی متوقع کوئین کا ڈریس یا منہ میں کسی طرح سے بگاڑ دوں، یا اسے پروم نائٹ میں آنے کے قابل ہی نہ چھوڑوں، تو میں نے دوسرا کام کر دکھایا اور فوڈ پوائزن سے اسے پروم نائٹ سے دور رکھا اور جینا اپنا بوریا بستر اور کوئین کراؤن سمیٹ کر کار سمیت مجھ سے ہی دور ہوگئی۔ میں نے اس کے گھر کا پتا ڈائری میں محفوظ کر لیا ہے ایک دن جینا جان جائے گی اچھا ہوتا اگر وہ مجھے کار دے جاتی......میں جلد ہی امریکا جاؤں گا۔

آج کل میں کافی مصروف ہوں۔ ویلکم ویک کے لئے اس بار میں نے کچھ ایسے مصنوعی کیڑے دریافت کئے ہیں جو

کھال کے ساتھ چپک کر کھال کو نیلا کر دیتے ہیں۔ یہ وہی کیڑے ہیں جنہیں دیکھتے ہی لڑکیاں اچھلنے اور پھدکنے لگتی ہیں اور اس بار میں نے پین میں پہلے سے زیادہ طاقتور بیٹری فکس کی ہے۔ صرف اتنی طاقتور کہ جب تجربے کے طور پر میں نے شاہ ویز کو اس سے چھوا تو وہ اچھل کر دور جا گرا اور اس نے اقرار کیا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔ کچھ اور بھی آلات ہیں لیکن ابھی میں ان پر کام کر رہا ہوں۔

فریشرز آخرتم کر آ ۔ آؤ گے...... تمہارا کارل...... نیک تمنائیں۔

O......❖......O
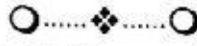
آسک می کی شرٹ پہنے اور آسک می کا بورڈ پکڑے وہ کافی خوش سی تھی۔ وہ اپنا بورڈ لے کر سب سے پہلے عالیان کے پاس گئی۔

''پوچھو! مجھ سے کیا پوچھنا ہے...... جس وقت میں تمہارے پاس آئی تھی، اس وقت تم نے کافی کے ہزار دو ہزار کپ پی رکھے تھے...... وہ تو میں حوصلہ مند تھی جو تمہارے انداز اور لب و لہجے پر رونے لگی تھی۔ ویسے مجھے یہ بات بعد میں ڈیرک نے بتائی تھی کہ لڑکیاں جان بوجھ کر بار بار آ کر تمہیں تنگ کر رہی تھیں اور حیرت ہوئی یہ سن کر کہ ایسی لڑکیوں کے سر پر تم نے آسک می کا بورڈ کیوں نہیں دے مارا، شاید ان سب کا غصہ تم نے مجھ پر نکال دیا تھا۔ کیا تمہیں ذرا سا بھی ترس نہیں آیا تھا مجھ پر...... اچھا ایسا کرو میرے ساتھ کھڑے ہو جاؤ، میں تمہیں بتاتی ہوں کہ جب مجھ جیسی ڈری سہمی اور بے چاری سی لڑکی آتی ہے تو اسے کیسے ڈیل کیا جاتا ہے اور اگر اسے اس جگہ تک چھوڑ آیا جائے جہاں جانے کے بارے میں وہ پوچھ رہی ہو تو ہماری عظمت اور شان میں کمی نہیں آ جاتی...... ویسے آج بھی کافی ہی پی کر نکلے ہونا...... ٹھیک ہے آج تو ضروری تھا ضرورت بھی کیا ہے سب سے نرم خوئی سے بات کرنے کی......'' وہ اس کے ساتھ کھڑی بولتی ہی جا رہی تھی۔

ایک اسٹوڈنٹ عالیان کے پاس اس سے کچھ پوچھنے لگا ہاتھ کے اشارے کے ساتھ وہ اس اسٹوڈنٹ کے ساتھ جانے لگا اور دور چلا گیا۔ اسی دوران ایک ایشیائی لڑکی اس کے پاس آئی اور کافی دیر تک اس کا سر کھاتی رہی یا تو اس لڑکی میں بولنے کی طاقت بہت زیادہ تھی یا اس نے سمجھ رکھا تھا کہ دوسروں میں سننے کا حوصلہ بے مثال ہے۔ وہ کافی تفصیل سے اسے یہ بتانے لگی کہ کن خطرناک مراحل سے گزر کر اس کا داخلہ یونی میں ہوا ہے، کیوں کہ اس کے دادا مان ہی نہیں رہے تھے۔ ایک دوسری لڑکی آئی اور کھڑے کھڑے یونیورسٹی کے بارے میں سب جان لینا چاہتی تھی کہ اس نے یہ سوال بھی پوچھ لیا کہ اسٹوڈنٹ یونین کے صدر کا انتخاب کن مراحل سے گزر کر کیا جاتا ہے اور معزول کن مراحل سے گزر کے......

اور کچھ کا خیال تھا کہ ''آسک می'' سب بتا سکتے ہیں یہ بھی کہ آکسفورڈ سے بس کہاں کہاں لے جاتی ہے اور یہ بھی کہ کینٹین میں برگر کتنے کا ہے اور کافی کتنے کی...... ایک نے یہ بھی پوچھ لیا کہ اس کی دوست ڈمی کہاں ہو گی اس وقت یونی میں...... کسی کا سوال صرف اتنا سا تھا کہ کس طرح کی ڈریسنگ کر کے آنے سے وہ یونی میں جلد مشہور ہو جائے گی۔

تو ایک سال پہلے عالیان نے اس کے ساتھ بالکل ٹھیک کیا تھا کیوں کہ ہر برداشت کی ایک حد بالآخر ہوتی ہے...... تو جس جس مقام سے وہ گزرا ہے اس اس مقام سے وہ گزرے گی تو جان پائے گی کہ حقیقتاً ہوتا ہے کیا اور پھر محسوسات کیا ہو جاتے ہیں۔

''جیسمین یہ تمہاری گردن پر کیا ہے؟'' گہرے سرخ بالوں والی لڑکی نے چلانے میں کنجوسی برتی نہ احتیاط...... دونوں امرحہ سے ذرا سی دور تھیں۔

جیسمین نے تڑپ کر سرخ بالوں والی کی طرف دیکھا۔ ''کیا ہے میری گردن پر؟''

''اوہ مائے، مائے...... تمہاری گردن تو نیلی پڑ گئی ہے یہ چھوٹا سا کیڑا یہ تو زہریلا لگتا ہے، اُف یہ تو تمہاری گردن سے اتر ہی نہیں رہا اور یقیناً اس نے اپنا ڈنک تمہاری گردن میں گاڑ رکھا ہے...... زہر پھیل رہا ہے تمہاری گردن میں......''

یہ سن کر جیسمین نے چلانے میں اپنی دوست کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔

ان دونوں کے تاثرات دیکھ کر نہ چاہتے ہوئے بھی امرحہ کی ہنسی نکل گئی۔ ان سب میں یہ خاموش معاہدہ طے تھا کہ کارل کے بارے میں کوئی اپنی زبان نہیں کھولے گا۔

ایک سٹیریو ٹائپ لڑکا آیا اور سر کے بل زمین پر گول گول پنکھے کی طرح گھومنے لگا اس نے ہاتھوں، کانوں، ناک، بھنوؤں، زبان اور گلے میں زیورات کی کئی اقسام پہن رکھی تھیں۔ قریب و جوار والوں کو ہوا دینے سے جب وہ فارغ ہو چکا تو آسک می امرحہ کے پاس آیا۔

''ہائے میں فی فی ہوں......''

''اچھی بات ہے...... میں می می ہوں......'' امرحہ اس کے زیورات دیکھ رہی تھی۔

''مجھے ڈین سے ملنا ہے......''

''کیا انہیں تم سے ملنا ہے...... میرا مطلب ڈین سے ہی کیوں؟''

''ایسے ہی سوچ رہا ہوں کہ پہلے ذرا بڑے لوگوں سے شروعات کروں......''

''کس چیز کی شروعات......؟''

''ملنے کی......''

''کیوں کیا تم انہیں اپنے زیورات میں سے کچھ عنایت کرنے کا ارادہ رکھتے ہو، ویسے وہ زیورات نہیں پہنتے......''

''تمہیں کسی نے نہیں بتایا تو میں بتا دوں کہ تمہاری حس مزاح انتہائی بکواس ہے۔......'' وہ غصہ ہو گیا۔

''شکریہ بتانے کے لیے، تمہیں غصہ کرنے کی ضرورت نہیں ایسے تمہارے زیورات ٹوٹ کر جھڑ سکتے ہیں، آؤ میرے ساتھ، ڈین بھی تمہارے ہی انتظار میں ہوں گے، میں چند اور اسٹوڈنٹس کو بھی ان سے ملوا چکی ہوں، ویلکم ویک پر تو وہ خاص فیریشرز سے ملتے ہیں۔''

اسے لے کر وہ ڈین یعنی کارل کے پاس آئی۔ ''کارل یہ ڈین سے ملنا چاہتے ہیں۔''

کارل نے سر ہلا دیا ''ٹھیک ہے...... آیئے جناب......''

''جایئے جناب......'' امرحہ زیر لب ہنسی، اسے یقین تھا کہ اب وہ سر کے بل گھومنا چھوڑ دے گا یا ڈین سے ملنے کا خیال اس سر سے نکال دے گا...... دو میں سے ایک کام ضرور ہو گا......

اس بار فریشرز میں نمونوں کی بھرمار تھی جیسے کہ ایک لڑکی کو دیکھ کر کچھ ایسا لگ رہا تھا جیسے پیرس فیشن ویک کے ریمپ سے چلتی سیدھی یونیورسٹی آ گئی ہو اور ایک نے کانوں میں اتنے بڑے بُندے اور کلائیوں میں ایسے ایسے کڑے پہن رکھے تھے کہ گمان ہوتا تھا کہ کرتب سازوں کے آلاتِ فن چرالانے کا شغل رکھتی ہو اور چند فریشرز کو دیکھ کر امرحہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا ثابت کرنا چاہ رہے ہیں کہ ''دنیا ایک جنگل ہے اور ہم اس کے باسی......'' یا یہ کہ بہت رہ لیا اس قدیم سی دنیا میں چلو اب کسی اور سیارے کی طرف نکلیں۔'' یا شاید یہ ثابت کرنا چاہ رہے تھے کہ ''میں انسان بنے رہنے سے تھک گیا ہوں جب سے پیدا ہوا ہوں انسان ہی ہوں اب مجھے کوئی اور مخلوق ہونے کا شرف بھی حاصل کرنا چاہیے۔''

ڈیرک آیا اس کے پاس ''میری جگہ کھڑی ہو، کیسا لگ رہا ہے؟'' کہہ کر دانت نکالے۔

''کچھ بتا نہیں سکتی کاش میری بھی ناک لمبی ہوتی تو میں اپنے احساسات جان پاتی......''

''ہاہاہا، جس طرح تم میری ناک کو گھور رہی تھیں میں نے اس رات سنجیدگی سے ناک کی سرجری کروانے کے بارے میں سوچا تھا۔''

''پھر سوچنا ترک کیوں کر دیا؟'' اس نے دانت نکالے۔

اسے ایک چاکلیٹ ٹویٹ دے کر، تھوڑی گپ شپ لگا کر وہ چلا گیا۔

ویلکم ویک کا آخری دن تھا، معمول سے زیادہ اسٹوڈنٹس کا رش تھا کہ انتہائی ہائی فائی ڈریسنگ میں، آنکھوں پر چشمہ لگائے، کسی مشہور و معروف ہیئر اسٹائلسٹ سے بال بنوائے ایک لڑکا اسٹارڈم کی دھول اڑاتے چار عدد کالے پینٹ کوٹ اور چشمے چڑھائے گارڈز کے نرغے میں یونی کے اندر آیا۔ اس کے آگے پیچھے فوٹو گرافرز کا ہجوم تھا جو دھڑا دھڑ اس کی تصویریں بنا رہا تھا۔

امرحہ منہ کھولے دیکھتی ہی رہ گئی۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ کیا وہ اتنا ہی خوب صورت ہے...... ہمیشہ سے...... اگر گارڈز اور فوٹو گرافر اس کے گرد نہ بھی ہوتے تو بھی وہ ہجوم کو روک لینے کا کمال رکھتا تھا...... اس کا فیورٹ سپر اسٹار اس سے کچھ ہی فاصلے پر تھا...... کیا یہ سچ تھا؟

فریشرز جہاں کھڑے تھے وہیں کھڑے رہ گئے خاص کر افریقی، ایشیائی، چھوٹے اور ترقی پذیر ملکوں کے اسٹوڈنٹس اس خوب صورت اور مشہور انسان کو گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے۔ جس کی تصویریں کھینچنے کے لئے فوٹو گرافرز مرے جا رہے تھے اور ان کے پیچھے مائیک ہاتھ میں لئے ٹی وی چینلز کے رپورٹرز لائیو کوریج کر رہے تھے۔

''مسٹر جین نے مانچسٹر یونیورسٹی میں پڑھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ ایک دانش مندانہ فیصلہ ہے لیکن میں تھوڑا تشویش میں مبتلا ہوں کہ کیا یونیورسٹی انتظامیہ ان کے لاکھوں فینز کو یونیورسٹی تک آنے سے روک سکے گی، مجھے خدشہ ہے کہ وہ ایسا نہیں کر سکے گی۔'' مائیک ہاتھ میں لئے ٹی وی رپورٹر اپنی پونی ٹیل کو ہلا ہلا کر تیز تیز بول رہی تھی۔

پینٹ کی ایک جیب میں ہاتھ ڈال کر وہ کھڑا ہو گیا اور یونی کو سر اٹھا کر دیکھنے لگا اور ایسا کرتے اس نے گردن کو ایسا خم دیا کہ امرحہ سانس لینا بھول گئی۔

اپنے سارے ضروری کام چھوڑ کر فریشرز انہماک سے مسٹر جین کو دیکھ رہے تھے، یہ ضرور کوئی فلم اسٹار ہے یا شاہی خاندان کا فرد یا کسی بڑے لیکن غیر معروف ملک کا متوقع شہزادہ...... کوئی فٹ بالر، سنگر جسے فی الحال وہ نہیں جانتے...... ہاں وہ نہیں جانتے...... فریشرز نے مزید وقت ضائع کرنا فضول سمجھا اور پاگلوں کی طرح معروف مسٹر جین کی موبائل سے تصویریں اور ویڈیو بنانے لگے تاکہ اپنے ملکوں کے مقامی اخبارات کو دے سکیں، سوشل میڈیا پر وائرل کر سکیں۔

اسی دوران لڑکیوں کا ٹولہ چلاتا ہوا اس کی طرف لپکا، گارڈز نے لڑکیوں کو دور سے ہی روک لیا۔

''آنے دیں انہیں......'' اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

لڑکیوں نے خوشی سے بے ہوش ہونے سے پہلے اپنے ہاتھ آٹوگراف کے لئے آگے کیے اور لڑکے لڑکیاں بھی آنے لگے اور گارڈز کا حلقہ توڑنے کی کوشش کرنے لگے۔

اب تو کوئی شک ہی نہیں رہ گیا تھا۔ فریشرز بھی آگے بڑھے، وہ بے چینی اور جوش کا شکار تھے۔ کوئی ابہام نہیں رہ گیا تھا وہ خوش ہیں کہ کوئی اسٹار ان کی یونی میں ان کے ساتھ پڑھے گا، وہ بھی ان کے ساتھ فریشر ہے......

''ان کے فینز نے ان پر ہلا بول دیا ہے۔ ویل ایسے ماحول میں یہ صرف پڑھ نہیں سکیں گے یا پڑھنے نہیں دیں گے لیکن یہ قابل تعریف ہے کہ مسٹر جین نے اتنی کامیابیاں سمیٹ لینے کے بعد بھی پڑھنے کا فیصلہ کیا۔''

پونی ٹیل والی کی تیز آواز میں رپورٹنگ جاری تھی اس کی آواز اتنی تیز تھی کہ فریشرز کا آدھا مجمع آرام سے سن سکتا تھا اسی کی طرح کی دوسری رپورٹر دوسری طرف کھڑی تیز تیز آواز میں رپورٹنگ کر رہی تھی۔

ویلکم ویک کے اس آخری دن یہ سب آنا فانا ہوا وہ آیا اور چھا گیا، چند منٹ لگے اور فریشرز اس کے گرد گھیرا بنا کر کھڑے ہو گئے اور جو ادھر اُدھر تھے وہ بھی اسی کی طرف دیکھنے لگے کہ کون آیا ہے...... سب کے موبائلوں والے ہاتھ بلند تھے۔ وہ سب دیوانہ وار اس کی طرف لپک رہے تھے۔

اور پھر اس گھیرے کے اندر ایک بورڈ بلند ہوا جس کے ایک طرف لکھا تھا۔

''ویلکم فریشرز...... وی آر یور سینئرز۔ تھینکس فار دی اٹینشن۔''

اور بورڈ کی دوسری طرف لکھا تھا۔ یو آر آسم فولز۔'' You are awesome fools

نئے آنے والے ہونقوں کی طرح بورڈ پڑھتے رہ گئے اور پھر ان بلند بانگ قہقہوں کو سننے لگے جو مسٹر جین، اس کے گارڈز، فوٹوگرافرز اور اس کے فینز ان کی طرف اشارے کر کر کے لگا رہے تھے خفت ان کے چہروں پر لکھی تھی، سینئرز نے انہیں آتے ہی دھر لیا تھا، انہیں بتا دیا تھا ذرا بچ کے ہمیں بچے نہ سمجھنا......

جب فینز عالیان سے آٹوگراف لے رہے تھے تو وہ بھی فوراً اس کے پاس گئی تھی اور ایک سادہ کاغذ اس کے سامنے کیا تھا۔

''اس پر اپنا نام لکھ دو۔'' امرحہ نے اس کے سامنے کھڑے ہو کر بہت خوش ہوتے ہوئے کہا۔ کیمروں کے فیک فلیشز ان دونوں پر پڑ رہے تھے وہ اس انسان کے سامنے کھڑی تھی جو پوری یونی کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔

عالیان نے کاغذ پر ایسے ہی لکیریں کھینچ دیں۔

''مجھے تمہارا نام چاہئے لکیریں نہیں۔'' اس نے اردو میں کہا۔

ناچار اس نے اپنا نام لکھ دیا اور وہ گارڈ بنے کارل کو دھکا دے کر حلقے سے باہر نکل آئی اور رپورٹنگ کرتی ویرا کے قریب سے گزرتی خود کو ہجوم سے دور لے گئی۔ اس کا خیال تھا وہ ایک معرکہ سر کر آئی ہے وہ اس کا نام لکھوا لائی ہے اور اس سے پہلے جب اس نے بے نیازی سے اپنی فینز کو دیکھا تھا تو امرحہ دنگ رہ گئی تھی۔

کیا وہ ایسا ہی ہرفن مولا ہے...... اس میں کتنی ادائیں ہیں کہ ختم ہونے میں آتی ہیں نہ گنتی میں......

جب وہ اس کا نام لکھوا لے گئی تو عالیان کو لگا وہ اس کا مذاق اڑا گئی ہے اور اب اسے یہ زیادہ شدت سے لگنے لگا کہ وہ اس کا کھلونا ہے، جب جی چاہا کھیل لیا، ورنہ توڑ دیا اور پھر جوڑنے کے لئے آ گئے۔

انہوں نے نئے آنے والوں کو اُلو بنایا...... اب وہ سب ہنس رہے تھے۔ یہ عالیان کا ظاہر تھا لیکن اندر سے وہ خاموش تھا۔ وہ سوچ رہا تھا ایک مذاق تو اس کے ساتھ بھی ہوا جو اتنا عملی تھا کہ اسے ہی بے عمل کر ڈالا تھا۔

o......❖......o

''میں نے اسے انکار کر دیا۔ مجھے ایک مسلمان سے شادی کرنے میں دلچسپی نہیں تھی۔ پھر میں نے ہر رات جاب سے واپسی پر اسے اپنے راستے میں کھڑے پایا...... ہر رات، ہر صبح۔ وہ مجھے دیکھتا رہتا اور میں اس کے پاس سے گزر جاتی وہ اتنا مستقل مزاج ہے کہ میرے انکار پر بھی میرے راستوں میں کھڑا رہتا ہے میرے ساتھ بس میں سفر کرتا ہے، خریداری کے دوران میرے آس پاس رہتا ہے اور پھر کتنے ہی مہینوں بعد جب میں نے اسے وہاں صرف ایک دن کھڑے نہیں پایا تو میں نے اپنی آنکھوں کی روشنی کم ہوتے ہوئے محسوس کی۔ اس کا وہاں کھڑے رہنا کیوں ضروری تھا اور ایک اس کے وہاں نہ ہونے سے دنیا میں کچھ باقی کیوں نہ رہا اور میں نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا ''خدا کی تلاش میں'' کہ وہ مجھے بتائے کہ کیا ایسا ہی ہے۔

میں گھر واپس آ گئی اور رات صدیوں پر محیط ہو گئی۔ پلکوں کی جنبش کے سوا میرے وجود نے حرکت نہ کی۔ مجھے اس سے محبت نہیں ہو گئی تھی لیکن وہ میرے لئے ضروری ہو گیا تھا۔ اب اگر وہ مجھے صبح و شام دیکھنے کو نہیں ملے گا تو میری بینائی پر اثر پڑے گا۔ اب اگر اس کا سایہ میرے پیچھے نہ رہا تو میرا وجود بے سایہ ہو جائے گا اور اس رات میں نے پہلی بار سوچا اسے ہاں کہہ دینے میں مجھے تامل کیوں ہے، کیا میں مغرور ہوں کہ میں بہت خوبصورت ہوں یا کوئی اور فرق غالب ہے؟

''لیکن دو انسانوں کی پہلی شناخت تو انسان ہونا ہوتا ہے نا'' اس رات صرف پلکوں کی جنبش پر اختیار نہ رکھتے ہوئے

میں نے یہ فلسفہ گھڑا۔ یہ میری اپنی قابلیت تھی یا اس شخص کی قوت کہ میں نے ایسا فلسفہ خود کو سکھا دیا۔
یا وہ الزام ٹھیک ہے جو ایک جذبے پر لگایا جاتا ہے کہ ''محبت سب جائز کروالیتی ہے۔''
میں نے ولید کو خود پر جائز ہوتے دیکھا...... میں نے یہ خود سے نہیں کیا بس یہ ہو گیا......
''محبت دنیا میں سب سے بے اختیار جذبہ ہے اور یہی اس کی سب سے بڑی خرابی ہے۔''
عالیان نے مارگریٹ کی ڈائری کو دکھ وطیش سے بند کر دیا اور گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ کتنا مشکل تھا مارگرٹ کے لکھے کو پڑھنا، جو اس پر گزر رہا تھا اس سے پھر سے گزرنا اور اپنی زندگی کو خوفناک حد تک مارگریٹ کی زندگی سے مماثل پانا۔
عالیان نے کئی بار امرحہ کو اپنے راستوں میں کھڑا دیکھا تھا وہ ایسے ظاہر کرتا جیسے اسے دیکھا ہی نہیں۔ اسے یقین تھا کہ اُس شخص اور اس امرحہ میں ایک جیسی خامیاں اور خوبیاں ہیں۔ پہلے جکڑ لینا پھر جھٹک دینا، پہلے ہنسانا پھر رلانا، پہلے اپنے ساتھ زندہ رکھنا پھر اپنے بغیر مردہ کر جانا۔ یہ لوگ ایک جیسے ہوتے ہیں، برباد کر دینے والے لوگوں کی رمزیں ایک جیسی ہوتی ہیں۔ یہ سراب ہوتے ہیں ان کے پیچھے بھاگو انہیں پالو اور پھر یہ دلدل بن جاتے ہیں۔ ان میں دھنس کر دم توڑ دیا جائے یہ بھی چاہتے ہیں۔
''تو مارگریٹ کی زندگی میں آنے والا شخص اور اس کی زندگی میں آنے والی لڑکی دونوں ایک جیسے ہیں۔''
اپنی منتشر ذہنی حالت میں اس نے خود کو کئی بار یہ کہتے پایا۔ کسی ضروری کام کی طرح اس نے اسے خود کو بھولنے نہ دیا۔
''امرحہ پر ترس کھاؤ عالیان......'' سائی نے بھانپ لیا کہ وہ بڑی تبدیلی سے گزر رہا ہے۔
''سائی تمہیں ہر وقت اس کا وکیل بنے رہنے کا شوق کیوں ہے؟''
''تم غلطی پر ہو، وکیل میں تمہارا ہوں، خود کو دیکھو عالیان بڑی تم کس کو دھوکا دے رہے ہو؟''
''دھوکے سے ہی تو نکل آیا ہوں۔''
''یہ سال بھی گزر جائے گا...... وہ چلی جائے گی۔''
''تو چلی جائے......''
''جب چلی جائے گی تب بھی اتنی ہی آسانی سے کہہ سکو گے؟''
''بالکل......''
''دیکھو، وہ ایک مختلف ماحول سے آئی ہے۔''
''مارگریٹ کا شوہر بھی مختلف معاشرے سے آیا تھا۔ سب خود غرض اور بے حس لوگ ایک جیسے ماحول اور معاشرے سے آتے ہیں۔'' اس کے خیالات کتنے واضح ہو گئے تھے۔
''وہ بے حس نہیں ہے۔''
''ٹھیک ہے تو پھر میں ہوں۔''
''تمہیں اس پر اتنا غصہ ہے...... یاد رکھنا غصہ اپنوں پر ہی ہوتا ہے۔''
''اپنا وہ ہوتا ہے سائی جو رحم دل ہوتا ہے...... اور امرحہ...... ٹھیک ہے سنو امرحہ کیا ہے۔ وہ جانتی تھی کہ میں اس کے لئے کیا جذبات رکھتا ہوں بے وقوف نہیں تھی وہ۔ وہ مجھ سے دور کیوں نہیں ہوئی۔ اس نے مجھے روک کر یہ کیوں نہیں کہا کہ تم ایک غیر مسلم عورت کے بیٹے ہو، تمہارے باپ کی خبر نہیں...... مجھے تم سے تعلق نہیں رکھنا، اگر ماما نے میری تربیت نہ کی ہوتی اگر میں نے صبر کا درس نہ لیا ہوتا تو جانتے ہو۔ میرے ساتھ کیا ہوتا، میں ذہنی انتشار کا شکار ہو کر پاگل ہو جاتا۔ مجھے بے وقوف بنا کر میرے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا۔ میں اس پر بھڑکا نہیں اس پر چلایا نہیں اور اسے یہ بتایا نہیں کہ وہ کس قدر خود غرض ہے۔ میں یہ نہیں بھول سکتا کہ سب جانتے بوجھتے وہ کیسے میرے ساتھ رہی، جیسے میرا دل توڑنا اس کا مقصد تھا۔ کیا محبت اور دوستی میں فرق

نظر نہیں آتا...... نظر آتا ہے صاف نظر آتا ہے اور اگر دوستی ہی تھی تو اسی دوستی کا لحاظ رکھ کر وہ میری کچھ تو عزت کرتی۔ ویرا کے سامنے اس نے میری، میری ماں کی کیسے بے عزتی کی...... احترام وہ ہوتا ہے جو تنہائی میں بھی کیا جائے۔ جو دل و دماغ کی سوچوں میں بھی کیا جائے۔

سائی اگر میری ماں سے محبت کرنے والا، دھتکار کر اسے اپنی زندگی سے الگ کرنے والا ایک صرف احترام اور عزت کا راستہ اپنا لیتا تو آج میری ماں زندہ ہوتی۔ امرحہ کو ایک کھلونا چاہئے تھا۔ ''دوست'' یونیورسٹی کا سب سے موسٹ وانٹڈ (Most Wanted) اسٹوڈنٹ اس کا دوست ہے، اس کے ساتھ ہے، اس کے آس پاس رہتا ہے اور اس پر فدا ہے۔ بس یہی حیثیت تھی اس کے نزدیک میری۔ وہ آج بھی میرے پاس آتی ہے کہ میں پھر سے اس کا دوست بن جاؤں، جب تک اسے ثبوت نہیں مل گیا اس نے مجھے لامذہب سمجھا۔ مجھے لے کر وہ ایک فارم بھرتی رہی اور خانوں میں ٹک، کراس لگاتی رہی اتنی ہمت تو میری ماں نے بھی کی تھی۔ سائی! دو انسانوں میں پہلی اور ضروری مشترک تو اس نے بھی ڈھونڈ نکالی تھی۔ میں کس بلندی سے زمین بوس ہوا تھا تم نہیں سمجھ سکتے، کیوں کہ تمہاری ماں مارگریٹ نہیں رہی ہے، اور تمہارا باپ تمہیں چھوڑ نہیں گیا۔''

سائی کو دکھ ہوا اسے ''سے اِٹ آل'' نہیں ہونا چاہئے تھا، ایسے دکھ سن کر وہ کیسے سکون سے سو پایا کرے گا...... عالیان کی آنکھوں میں نمی تھی اور وہ نمو سے اپنی جڑیں کسی سوکھے شجر کی طرح کٹوا چکا تھا۔

''میں کئی حصوں میں بٹا ہوا ہوں، مجھے خود کو اکٹھا کر لینے دو، فیصلہ کر لینے دو مجھے......''

''فیصلہ دماغ سے کرنے جا رہے ہو......؟'' سائی نے نرمی سے پوچھا۔

''نہیں تجربات سے...... اپنی ماں کے......''

''تو تم اس سے محبت کرنا چھوڑ چکے ہو؟'' یہ سوال کرتے سائی کا دل بھر آیا۔

''میں اس بارے میں سوچنا چھوڑ چکا ہوں۔''

''تم اپنی ماں کی اور اپنی زندگی کا موازنہ کر رہے ہو اور غلط کر رہے ہو۔''

''جب ٹھیک کر رہا تھا تب بھی غلط ہی ہوا تھا۔''

''تمہارے لئے دعا گو ہوں۔ کاش میں تمہیں وہ ڈائری دے سکتا جو میرے لئے اوک ہاؤس میں ایک اسٹوڈنٹ چھوڑ گیا تھا اس نے ایک جگہ لکھا کہ اب وہ اس چیز کی قدر جان گیا ہے جو اس کے پاس نہیں رہی۔''

''میرے ہاتھ بھی خالی ہیں کچھ نہیں ہے، ان میں......''

اور وہ کہتا ہے۔ ''زندگی وضاحت سے میرے سامنے آ کھڑی ہوئی ہے...... میرے لئے یہ کھلی ہے۔''

''زندگی کی حقیقت مجھ پر کھل چکی ہے اور یہ کام امرحہ نے کیا۔''

''میں نے اپنے جذبے کو سلائے رکھا اور اسے بتا نہیں سکا۔ اب وہ سو چکی ہے اور میں خود کو بتاتا پھرتا ہوں۔'' پھر وہ کچھ یوں خود کو ظاہر کرتا ہے

''میں اسے بتا چکا تھا سائی بتا چکا تھا......'' عالیان چلا اٹھا۔

''اور میں نے یہ جان لیا محبت کے واقع ہونے سے زیادہ اس کے قیام پر قائم رہنا ضروری ہے۔'' اور پھر وہ فیصلہ کر لیتا ہے...... آخر کار۔

''سائی!'' عالیان نے سائی کو اس کی شرٹ کے کالر سے پکڑا۔ ''کیا تم سسکتی، بلکتی، تڑپتی مارگریٹ کو بھی یہ مشورہ دیتے...... بولو...... کیا تم اسے بھی یہی فلسفے سناتے...... مارگریٹ کی ڈائریاں بھی لے جاؤ...... اور پھر مشورے دینا...... میں دیکھوں گا سائی! تم کتنے انسان دوست ثابت ہو سکتے ہو...... میں دیکھوں گا۔''

اور سائی اس بات پر چپ ہو گیا...... اس کے وجود میں سنسناہٹ ہونے لگی تھی۔

O......✥......O

موسم پھر سے سرد ہونے لگا تھا اور اتنا گرم تھا ہی کب کہ سرد ہونے میں وقت لیتا۔ چلتے چلتے بارش ہونے لگتی اور چلنے کے دوران ہی رک بھی جاتی۔ فریشرز کے بارے میں آئے دن کچھ نہ کچھ نیا سننے کو ملتا رہتا۔ وہ فریشرز کو حسرت سے دیکھتی۔ کاش وہ بھی ان ہی میں سے ایک ہوتی اور وہ سب نہ ہوا ہوتا جو ہو چکا ہے۔ وہ اب عالیان سے ملتی اور اس بار زیادہ سمجھ داری کا ثبوت دیتی اور پھر اسے سڑک پر اکیلے نہ چلنا پڑتا، موسم کے بدلنے پر اسے اداسی نہ ہوتی۔

کسی نے فرصت نکال کر اسے بددعا دی تھی کہ وہ اس حالت میں آ چکی تھی۔ عالیان اس کے ساتھ زیادہ سختی سے پیش آنے لگا تھا۔ اس میں تیزی سے تبدیلیاں آ رہی تھیں، ہر دن وہ پہلے سے زیادہ سخت اور بدلا ہوا لگتا تھا۔

''زندگی کی بدترین صورتِ حال جانتے ہو کون سی ہوتی ہے سائی...... !دو پیاروں میں سے ایک کو چننا......''

''اور دو میں سے ایک کو چھوڑ دینا......'' سائی نے گہرا سانس لیا۔

''ہاں اور اس سے بھی بدترین وہ ہو جاتی ہے، جس میں جسے چنا ہو اس کے ساتھ خوش نہ رہ پانا۔''

سائی نے اس کی شکست خوردگی دیکھی۔

''اپنے بارے میں سوچ سوچ کر تھک چکی ہوں سائی، کیا شخصیت ہے میری، ساری زندگی روتی رہی اتنی ہمت نہ کر سکی کہ اپنے ماحول کے خلاف ڈٹ جاتی...... اسے بدل دیتی۔ احساسِ کمتری کا شکار رہی۔ میرے ماضی میں کچھ بھی قابلِ ذکر نہیں، میں نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ میری زندگی کا مقصد کیا ہے۔ میں کسی کو خوش رکھ سکی نہ خود کو، میری ایک دوست کہتی ہے کہ دوسروں سے پہلے اپنا بننا ضروری ہے۔ میں بھی اپنی نہیں بنی، بس ہر وقت بے چارے بنے رہنا، کیا ہوں میں، کمزور ہوں، جھوٹی، خود غرض، بے حس...... کیا ہے میری ذات میں جو قابلِ تعریف ہو؟''

''تمہارے ہاتھ میں یہ سوچ ہے کہ تم کیا ہو...... جب انسان خود سے سوالات پوچھنے لگتا ہے تو وہ خود کو تبدیلی بلندی کی طرف لے جا رہا ہوتا ہے۔''

''کیسی بلندی سائی! میں نے عالیان کے ساتھ کیا کیا۔ ویرا کے سامنے میری، میرے معاشرے کی بے عزتی نہ ہو جائے۔ میں نے عالیان کی کھل کر بے عزتی کر دی الفاظ تو وہی ہوتے ہیں نا جن پر احترام کی لگامیں ہوں، ورنہ تو سب ہتک ہے، انداز، آواز سب...... اگر میں عالیان کی جگہ ہوتی تو ساری عمر امرحہ کی شکل نہ دیکھتی۔ میں اس جگہ کو ہی چھوڑ دیتی جہاں امرحہ ہوتی۔ میرے خاندان میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جن سے میں سالوں نہیں ملی، بات نہیں کی، سلام نہیں کیا، انہیں دیکھ کر منہ پھیر لیا...... یہ سب لوگ وہ ہیں جنہوں نے میرا دل دکھایا تھا۔ میری تذلیل کی تھی۔ میری انتہا پسندی دیکھو کہ کالج کی میری دوست جو میرے بارے میں سب جانتی تھی، ایک دن میرے ساتھ چلتے چلتے گر گئی اور مذاقاً کہنے لگی۔ ''تمہارے ساتھ چل رہی تھی، گرنا تو تھا ہی۔'' اور پھر اس کے لاکھ منانے پر بھی میں نے اس سے کبھی بات نہیں کی۔ اس کے فادر کی ڈیتھ ہو گئی۔ میں نے اس سے صرف افسوس کیا جبکہ اسے میری اس سے زیادہ ضرورت تھی۔

مجھے بس یہ یاد رہتا ہے کہ مجھے تکلیف ہوئی...... میں...... میں...... بس......

عالیان کے کھردرے سخت رویے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے اور میں اس تکلیف کو لے کر بیٹھ جاتی ہوں۔ مجھے اپنی کتنی فکر رہتی ہے۔ میرا اور عالیان کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ جانتے ہو، سادھنا کو آریان کے لئے سب سے زیادہ پیسے وہ جمع کر کے دیتا ہے۔ سادھنا سے زیادہ اسے یاد رہتا ہے کہ آریان کی سرجری کب ہونی ہے...... وہ بھڑکتا نہیں ہے، چلاتا نہیں ہے۔ وہ کتنا ذہین ہے، جتاتا نہیں ہے، اس کے خیالات کس قدر عظیم ہیں۔ وہ سکھاتا ہے۔ اتراتا نہیں ہے۔''

''یہ سب تمہیں اب معلوم ہوا ہے امرحہ؟'' سائی اتنا افسردہ ہو گیا کہ امرحہ جان ہی نہیں سکتی تھی۔

''معلوم تو تھا قدر نہیں تھی سائی! کہا نا مجھے افسوس ہے خود پر مجھ میں کچھ قابلِ ذکر نہیں ہے۔ مجھے ویرا اچھی نہیں لگتی، مجھے اس کی ضرورت پڑتی ہے تو میں اس سے کام نکلوا لیتی ہوں، اس سے مسکرا کر بات کر لیتی ہوں اور منہ پھیر کر ناپسندیدگی سے اس کے بارے میں سوچتی ہوں۔ اسے معلوم ہو کہ میں اس کے بارے میں کیسے سوچتی ہوں تو اسے بھی دکھ ہو...... وہ مجھ سے ایک ہی سوال پوچھے۔ ''میں نے تمہارے ساتھ ایسا کیا برا کیا ہے؟''

''میں سب کے ساتھ برا کرتی ہوں اور بے چاری بھی خود ہی بن جاتی ہوں...... یہ منافقت اور سنگ دلی ہے۔''

''تم ایک مشکل وقت سے گزر رہی ہو...... لیکن امرحہ! انسان جب اپنا احتساب کرتا ہے تو وہ وقت بہت خاص ہوتا ہے۔''

''انسان اپنا احتساب تب ہی کیوں کرتا ہے جب وہ سب کھو چکا ہوتا ہے۔''

''تم پاکستان کیوں نہیں جاتیں، اپنے گھر والوں سے ملو، انہیں نئے ماحول کی اچھی اچھی باتیں بتاؤ، لوگوں سے جب تک ملا نہ جائے وہ برے اور عجیب ہی لگتے ہیں...... تم ذہنی طور پر اچھا محسوس کرو گی۔''

''کیا واقعی؟''

''ہاں، یونی میں ایک لڑکی جب جب میرے قریب سے گزرتی، اسے دیکھ کر مجھے لگتا کہ یہ مجھے پسند نہیں کرتی۔ ایک لمبا عرصہ ایسے ہی چلتا رہا، پھر ایک دن ایک اسٹوڈنٹ نے مجھے اس کی طرف سے ایک رقعہ دیا جس پر لکھا تھا۔ ''تم مجھے پسند نہیں کرتے...... پر کیوں؟''

''فاصلے ابہام پیدا کرتے ہیں اور ابہام شیطان کا پہلا ہتھیار ہے کیوں کہ یہ ہر مثبت جذبے اور سوچ پر حملہ آور ہو کر سے چت کر ڈالتا ہے۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو سائی! لیکن عالیان کیوں اس ابہام کے زیر اثر آرہا ہے۔''

''تم جانتی ہو امرحہ! میں کسی کی بتائی کوئی بات نہیں کر سکتا۔''

''ٹھیک ہے لیکن مجھے کوئی مشورہ دو......''

سائی اسے دیکھ کر رہ گیا وہ اسے ایسا کیا مشورہ دے سکتا تھا جو سب ٹھیک کر سکتا...... اس کے پاس بلاشبہ ایسے لفظ تھے نہ ایسا جادو......

''بہت دیر نہیں ہو جانی چاہیے کہ انتظار پر فرمان غالب آ جائے...... اور فراق کو رخصت ہونے کی اجازت نہ ملے۔''

سائی ہولے سے بڑبڑایا اتنا کہ امرحہ نے سن لیا...... اسے یاد آ رہا تھا یہ جملہ اس نے کہیں پڑھا تھا...... کہاں...... ہاں وک ہاؤس سے ملنے والی ڈائری میں...... اس ڈائری کے جملے کو استعمال میں لایا جانا امرحہ کو نحس لگا۔

یہ سائی نے کیا کیا...... اسے یہ نہیں کہنا چاہیے تھا......

○......❖......○

ویرا اسے کافی کے لیے اس کیفے لے کر آئی تھی، جو بقول اس کے اس نے مانچسٹر میں دریافت کر ڈالا تھا۔ وہ ہر بار سے انکار نہیں کر سکتا تھا، کیوں کہ اسے احساس تھا کہ انکار کتنا بھی ٹھیک ہو، تکلیف دہ ہوتا ہے۔

کافی پینے کے بعد انہوں نے پُل پر چہل قدمی شروع کر دی، شام رات کے ساتھ جا ملنے والی تھی، بارش پھوار کی صورت برس رہی تھی اور ویرا ننھے بچوں کی طرح سر اٹھا اٹھا کر آسمان کو دیکھ رہی تھی۔ ساتھ اسے روس کے کھانوں کے بارے میں بتا رہی تھی۔

''کرسمس کی چھٹیوں میں تو روس چلو گے نا؟''

''نہیں ویرا، میں ماما کے ساتھ جانا چاہتا ہوں، ہم گرم علاقوں کی طرف سفر کریں گے۔''

''ٹھیک ہے لیکن کیا وہ روس نہیں آسکتیں؟''

''بہت زیادہ ٹھنڈ ان کے لئے ٹھیک نہیں ہے۔''

''پھر ڈگری کے بعد......؟''

''ابھی تو بہت وقت ہے۔''

''تم بہت وقت پہلے ہی مجھے ہاں کہہ دونا......''

وہ خاموش ویرا کے بالوں پر گرنے والی پھوار کو دیکھ رہا تھا۔ وہ کہیں اور تھا۔

''میں لاہور آنا چاہتا ہوں۔''

''کیوں؟''

''کیوں نہ آؤں؟''

''تم نے تو کہا تھا۔ ابھی تم ایشیا کے سفر کا ارادہ نہیں رکھتے۔''

''میں ایشیا کے سفر کا ارادہ ابھی بھی نہیں رکھتا۔ میں لاہور کی بات کر رہا ہوں۔''

''لاہور ایشیا میں ہی ہے۔''

''لاہور ایشیا میں نہیں، میری ٹاپ لسٹ میں ہے جہاں پہلی فلائٹ سے جایا جائے۔''

''اچھا...... دیکھ لو ویسے لاہور میں مچھر بھی ہوتے ہیں۔''

''تم مجھے مچھروں سے ڈرا رہی ہو...... ہاں تم یہی کر رہی ہو۔''

''بالکل نہیں صرف خبردار کر رہی ہوں...... تم نے ڈینگی کا نام سنا ہے...... اس کے کاٹتے ہی انسان فوراً سے پہلے مر جاتا ہے...... بالکل جھٹ پٹ۔''

''تو لاہور میں ایسا فوری مار دینے والا ڈینگی ہے، ورنہ دو تین گھنٹے تو دنیا کا ہر ڈینگی مچھر دے دیتا ہے مرنے کے لئے۔''

''ہمارے پاس وی آئی پی ڈینگی ہے...... اپنے رسک پر لاہور آنا، مجھ سے شکایت نہ کرنا۔''

''کیا وہ لاہور والوں کو نہیں کاٹتا؟''

''نہیں...... یہی تو اس کی خصوصیت ہے، وہ غیر ملکیوں پر حملہ آور ہوتا ہے۔''

''جب میں لاہور جاؤں گا تو کیا میں بھی غیر ملکی ہوں گا اس کے لئے۔''

''ڈینگی کے لئے؟''

''نہیں لاہور کے لئے......؟''

''روس کی برف کو جانتے ہونا، پھر نہ کہنا بتایا نہیں......''

''ہاں، اس کے کاٹنے سے انسان مر جاتا ہے۔''

''ہاہاہاہا، برف کاٹتی نہیں عالیان......!''

ہلکی سی جھرجھری کا وہ شکار ہوا...... وہ ویرا تھی اور ہنستی جا رہی تھی۔

''میں نے تو ولید کو اتنا لمبا عرصہ سنا بھی نہیں تھا، مٹھی سے ریت کی طرح پھسل جانے والے زندگی کے صرف چند سال ہی، اور ان چند سالوں میں ہی اس نے مجھے اپنے سوا سب کے لئے بہرہ کر دیا اور دوسروں کے لئے گونگی تو میں تب ہی ہو گئی تھی، جب اس سے ہم کلام ہونا شروع ہوئی تھی۔ یہ وہ ابتدا تھی جو اس کے جانے کے بعد انتہا کو پہنچی...... میں عالیان کو دیکھتی ہوں تو سوچتی ہوں اتنی غلطیاں کر چکی ہوں اور نہ کروں لیکن میں پھر غلطی کر جاتی ہوں۔ میں ولید کے لئے آنسو بہانے لگتی

ہوں۔ میں یہ غلطی اپنی ہر سانس کے ساتھ کرتی ہوں اگر دنیا میں مجھے کسی کو نصیحت کرنے کا موقع دیا جائے تو میں نصیحت کرنا چاہوں گی کہ ''خود کو ختم کر دینے کے ہزاروں طریقوں میں سے ''محبت'' کو سب سے آخر پر بھی نہ رکھیں......زندہ در گور ہونے کے لئے کسی اور جذبے کا انتخاب کریں۔''

مجھے اس ایک کمرے کے گھر میں وہ ہر وقت چلتا پھرتا ہوا نظر آتا ہے۔ میں پیدائشی اندھی ہو جاتی لیکن ایسی اندھی نہ ہوتی کہ مجھے میرا بیٹا نظر نہ آئے لیکن اسے دھتکار دینے والا شخص ہر جگہ نظر آئے......تو کیا مجھے ایسی بے اختیاری پر کوڑے نہیں برسانے چاہئیں۔

عالیان نے اپنی ہتھیلی میں بارش کی پھوار سمیٹی۔ ''ٹھیک ہے ہم ضرور چلیں گے ویرا!'' اپنی بے اختیاری کو اس نے بھی معاف نہ کیا۔

چند دنوں بعد وہ رات کو شٹل کاک آیا اور ماما مہر کی گود میں سر رکھ کر لیٹا رہا۔ وہ چھت کو دیکھ رہا تھا پھر وہ دیوار پر ٹنگی تصویر دیکھنے لگا پھر اس کی نظریں کھڑکی سے باہر بھٹکنے لگیں۔

''کیا تلاش کر رہے ہو؟''

''آپ کو کچھ بنا کر کھلاؤں؟'' سائی ٹھیک کہتا ہے وہ بات بدلنے میں ماہر ہو چکا ہے۔

''رات کے اس وقت؟''

''کیا وقت ہوا ہے؟''

''تمہیں آئے آدھا گھنٹہ گزر چکا ہے اور تم ایسے خاموش ہو کہ مجھے لگ رہا ہے کہ تم نے کئی دنوں سے کسی سے بھی بات نہیں کی، این بتا رہی تھی یونی میں بھی تم ایسے ہی رہتے ہو، منہ کھولو اور مجھے اپنی زبان دکھاؤ، اس میں ضرور کوئی مسئلہ ہوگا۔''

اس نے فرماں برداری سے منہ کھول کر زبان دکھا دی۔

''اب کھڑکی کے پاس جاؤ اور زور سے چلاؤ مجھے معلوم ہو کہ تم میں کتنی قوت باقی ہے۔''

وہ کھڑکی کے پاس آیا...... باہر امرحہ کھڑی اسی کھڑکی کی طرف دیکھ رہی تھی بظاہر اس کے ہاتھ میں فون تھا اور وہ ٹھنڈ میں ٹہل رہی تھی۔

''چلانا پڑا......آ جاؤ۔''

وہ واپس آ کر بیٹھ گیا...... ''این کو آپ نے میرے پیچھے جاسوسی پر لگا رکھا ہے؟''

''اسے چھوڑو، یہ بتاؤ کہ اتنے مشینی مشینی سے کیوں ہو رہے ہو......تم میں جو خاصی نرمی کا عنصر ہوا کرتا ہے وہ کہاں ہے؟''

''کیا میرا رویہ برا ہے؟''

''برا نہیں عجیب......سہما دینے والا......کیا یونی میں پھر کسی لڑکی نے تمہیں پروپوز کر دیا ہے جسے انکار کر کے تمہیں اس کا دل توڑنا ہے اور تم اس کے لئے حساس ہو رہے ہو۔''

''نہیں!'' اس نے ہنسنے کی کوشش کی۔

''تو کیا تم نے کسی کو پروپوز کیا ہے اور اس نے انکار کر کے تم سے ان آٹھ دس لڑکیوں کے بدلے لے لئے ہیں؟''

''کرسمس کی چھٹیوں میں میرے ساتھ چلیں گی ماما؟''

''میں......مجھے کہاں کہاں سنبھالتے پھرو گے......کارل، تم، ویرا، امرحہ سب مل کر جانا۔''

''آپ ہر بار انکار کر دیتی ہیں۔''

''انکار نہیں کرتی، تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتی، کیا تم مجھے سویڈن لے کر جانا چاہتے ہو؟''

''ہرگز نہیں مجھے سویڈن نہیں پسند......''
''تم کتنا بدل رہے ہو عالیان! جب تم واپس آئے تھے تو تم نے کہا تھا......''
''وہ بیان غیر حقیقی تھا ماما...... حقیقت یہ ہے کہ اب مجھے کبھی سویڈن نہیں جانا۔''
''تمہیں جلد شادی کر لینی چاہئے...... بس...... اس سے پہلے کہ تمہیں سب غیر حقیقی لگنے لگے۔''
''میں ایک نارمل انسان ہوں ماما، فکر نہ کریں...... میں ابنارمل نہیں ہوں گا۔''
''تمہیں امرحہ کیسی لگتی ہے؟''
''آپ کو ویرا کیسی لگتی ہے؟'' اس نے فوراً کہا۔
''ویرا؟'' لیڈی مہر کو کچھ ہی وقت لگا سب سمجھنے میں۔
''جی...... وہ ایک سمجھ دار لڑکی ہے، اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ انسانوں کی عزت کرنا جانتی ہے، اس کی دوسری بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ انسانی نفسیات کو بہت اچھی طرح سے سمجھتی ہے، میں نے اسے بے غرض اور پُر خلوص پایا ہے۔ وہ ہر ایک کی مدد کے لئے تیار رہتی ہے، وہ حسد و رشک سے پاک ہے۔ اس میں بہت سی خوبیاں ہیں ماما......!''
''تم نے ویرا کی بات ایک دم سے ایسے کی، جیسے اس کی وکالت کر رہے ہو لیکن میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ وکالت تم نے میرے لئے کی یا خود اپنے لئے......''
اس آخری بات نے عالیان کے چہرے کے سب قدرتی رنگ نچوڑ لئے۔
''عالیان! دنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں جو مجھے ناپسند ہو، کیوں کہ میں کسی نہ کسی طرح سے قابلِ نفرت انسانوں سے بھی محبت کرنے کا راستہ نکال لیتی ہوں اور مجھ پر یہ گراں نہیں گزرتا۔''
''میں کسی سے نفرت نہیں کرتا ماما سوائے ایک کے......''
''ہم کتنوں سے محبت کرنے کے قابل ہو چکے ہیں اس سے زیادہ اہم یہ ہے کہ ہم کتنوں سے نفرت کر رہے ہیں انسان ''محبت'' میں کورا ہو نہ ہو نفرت میں ''کورا'' ضرور ہونا چاہئے، کوئی نقطہ کوئی نشان نہیں ہونا چاہئے اس جذبے کے نام پر......''
''میں اس شخص سے محبت نہیں کر سکتا...... میں مارگریٹ نہیں بن سکتا۔''
''میں صرف اسی کی بات تو نہیں کر رہی۔'' انہوں نے بہت سنجیدگی سے اسے دیکھا۔
''پھر مجھے پتا نہیں، آپ کس کی بات کر رہی ہیں؟''
''مجھے ڈر تھا عالیان! کہ ایک دن تم ضرور مارگریٹ کو لے کر بہت سوچا کرو گے۔''
''ماما کے بارے میں سوچنا برا ہے کیا؟''
''مارگریٹ کے بارے میں سوچنا نہیں...... بس اس کے ساتھ جو ہوا، اس کے بارے میں سوچنا...... تم میری اولاد ہو، تمہاری آنکھ کی پتلی کی حرکت بھی پہچانتی ہوں میں...... ان آنکھوں کے رنگ اور چمک کہاں گم کر آئے ہو۔ یہ پوچھا نہیں تم سے...... ابھی بھی نہیں پوچھوں گی...... صرف اتنا کہوں گی کہ پُرسکون رہو...... جلد باز مت بنو...... خود کو وقت دو...... ٹھہراؤ خود کو...... فیصلے کرو لیکن خود کو بے حس بنا کر نہیں......''
''میں جلد باز تو نہیں ماما......''
''ہاں نہیں ہو...... لیکن بعض معاملات میں ہم ہو جاتے ہیں اور ہمیں خود کو بھی پتا نہیں چلتا۔''
وہ خاموش ہو گیا۔ ایک جملہ اس کے ذہن میں بجنے لگا۔
''پہلے اس نے مجھے یہ بتایا کہ میں اس کے لئے کس قدر ضروری ہوں پھر اس نے یہ ثابت کر دکھایا کہ میں کتنی غیر ضروری تھی۔''

O......❖......O

دادا کا اجاڑ پلاٹ بک گیا تھا اور انہوں نے لیڈی مہر سے قرض لی رقم واپس کرنے کے لئے اسے دے دی تھی اور کچھ مزید رقم بھی تا کہ وہ دائم کو دے سکے۔

''دائم کو پیسے میں دوں گی۔''

''اب جب پیسے ہیں تو اسے دے دو امرحہ! تم صرف دل لگا کر پڑھو، بے شک جاب چھوڑ دو......''

''نہیں دادا! جو کام میں نے اپنے ذمے لئے ہیں میں وہ خود ہی کروں گی......''

''تمہارا آخری سال ہے، میرا مشورہ ہے کہ جاب چھوڑ کر پڑھو، تمہیں اب اخراجات کے لئے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، میں نے سب پیسے تمہارے اور دانیہ کے لئے رکھے ہیں۔''

''سب دانیہ کے لئے رکھ دیں مجھے کچھ نہیں چاہئے۔''

''تو اب تمہیں کیا چاہئے امرحہ...... تمہیں باہر آنا تھا تم آ گئیں، اب سے پہلے تک تم بہت خوش خوش مجھ سے بہت ساری باتیں کیا کرتی تھیں...... پچھلے دنوں تم اس لئے اتنا اداس رہیں کہ تمہارے بہت سے یونی فیلوز چلے گئے۔ اب نئی وجہ کون سی ہے اداسی کی مجھے بتاؤ، تمہارا آخری سال ہے یونی میں، دل لگا کر صرف پڑھو......''

''یاد ہے مجھے یہ میرا آخری سال ہے...... لگتا ہے دادا زندگی کا ہی آخری سال ہے۔''

''اب ایسی باتیں کرنے لگی ہو......؟''

''معلوم نہیں دادا! لیکن اس سے آگے مجھے زندگی نظر نہیں آتی...... سب ختم ہوا سا لگتا ہے۔''

''تم مجھے اپنی طرف سے مزید فکر مند کر رہی ہو امرحہ......!''

''دادا! کبھی میں خوش ہوتی ہوں تو فوراً غم زدہ ہو جاتی ہوں، زندگی اچھی لگتی ہے تو فوراً بری بھی لگنے لگتی ہے۔ بھاگتے بھاگتے پھر چلنے کی ہمت رہتی ہے نا چاہ...... میری ایک کلاس فیلو کہتی ہے کہ ایسی کیفیات خطرناک ہوتی ہیں۔ آپ کسی کنارے کھڑے ہوتے ہیں اس طرف آتے ہیں نہ اُس طرف جاتے ہیں۔''

''تمہیں کس طرف جانا ہے وہ بتاؤ امرحہ......؟'' دادا کی آواز کھردری ہوگئی۔

''حسب نسب نہیں ہے میرے پاس کیسے بتاؤں۔'' سر پر لٹکتی تلوار کو اس نے گر جانے دیا۔

دونوں کے درمیان سکوت رہا، اگلی بات کرنے میں دادا نے کافی وقت لیا۔

''کون ہے وہ......؟'' ان کے انداز سے حوصلہ افزائی ناپید تھی۔

''دوست......'' کہتے اس کی آواز، انسانی آواز رتبے سے پرے کی ہوگئی۔

''خرابی دوستی سے ہی شروع ہوتی ہے۔''

''نہیں...... خرابی گھٹن سے شروع ہوتی ہے۔''

اگلی بات کرنے میں دادا نے پھر وقت لیا۔

''تو تم نے فیصلہ کر لیا ہے؟''

''مجھ سے یہ نہ پوچھیں، جو میں آسانی سے بتا رہی ہوں، وہ میرے لئے اتنا آسان نہیں رہا۔''

''میری سماعت پر یہ جتنا گراں گزرا ہے، تمہاری زبان پر نہیں گزرا ہوگا۔ تم پاکستان آؤ گی تو یہ باتیں ہوں گی۔''

وہ تلخی سے ہنسی۔ ''دادا! آپ چاہتے ہیں کہ بس میں پاکستان آ جاؤں...... آپ کی احتیاط اچھی ہے کہ اس طرح دور بیٹھے باتیں کرنے سے بات بڑھ جائے گی۔ میں آپ کے ہاتھ سے نکل جاؤں گی، میں جو یہاں اتنی دور اکیلی ہوں۔ کچھ بھی کر سکتی ہوں اور اگر یہیں کی یہیں رہ گئی تو آپ کیا کریں گے۔''

دادا نے کوئی جواب نہیں دیا......

''میں نے اتنی بڑی بات کہہ دی اور آپ خاموش ہیں۔''

''تم بھی خاموش رہو امرحہ...... میں جان گیا ہوں کہ اس میں ضرور ایسی کوئی خرابی ہے کہ اس کے بارے میں بات کرتے تمہارا انداز ایسا ہے۔''

''وہ ایک عیسائی عورت کا بیٹا ہے اور میں اس کے بارے میں نہیں جانتی وہ ایک اچھا انسان اور ایک اچھا مسلمان ہے بلکہ......''

''امرحہ! میں پاکستان میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ تمہیں پاکستان آنا ہے۔''

اور دادا نے بھی وہی انداز اپنا لیا جس کی وہ توقع کر رہی تھی...... وہ خاموش ہوئی، اس نے محسوس کیا کہ وہ کئی گھنٹے بت بنی بیٹھی تو رہ سکتی ہے لیکن دادا کے اس انداز کے بعد بولنے کی ہمت نہیں کر سکتی۔ وہ دادا کو بتانا چاہتی تھی کہ اس نے کسی کی پلکوں سے افشاں چن لی ہے۔ وہ جو چار قدم اس سے دور جاتی تھی اور دو قدم اس کی طرف بڑھاتی پھر پلٹ جاتی تھی وہ اب عین اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی ہے اور وہ دادا کو یہ بھی بتانا چاہتی تھی کہ ان کا اس پر اور خود اس کا خود پر اختیار نہیں رہا...... اور یہ بھی کہ اب اگر وہ پلٹی تو پتھر کی بن جائے گی، نہ وہ ان کے کام کی رہے گی نہ اپنے...... اس نے اتنا سب جان لیا ہے تو ہی ایسے دادا سے بات کی ہے نا......

''امرحہ! میں پاکستان میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں......'' دادا کو پھر سے کہنا پڑا۔

اسے دادا کے انداز پر غصہ آ گیا، دکھ بھی ہوا اس کا دل چاہا جواب دیئے بغیر لاگ آف ہو جائے لیکن وہ بھڑک کر یہ کہنے سے خود کو روک نہیں سکی۔

''آپ چاہتے ہیں میں خود پر زندگی حرام کر لوں اس دروازے پر دستک دوں جو صرف مرنے والوں کے لئے کھلتا ہے۔''

''مرنے کی بات کر رہی ہو امرحہ! پھر یہ بھی یاد رکھنا بوڑھوں پر موت بنا کسی تردد کے جلد مہربان ہوتی ہے۔''

امرحہ جہاں کی تہاں رہ گئی۔

دادا چلے گئے۔

''کیا ہوا ایسے کیوں بیٹھی ہو؟'' سادھنا نے کمرے کے آگے سے گزرتے اسے دیکھا تو اندر آ گئی۔

''زندگی میں کون سا مقام ایسا ہوتا ہے سادھنا کہ لگنے لگتا ہے کہ بس اب زندہ رہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے؟''

''جب ہم کچھ ایسا کر گزریں جو ہمیں نہیں کرنا چاہئے......'' سادھنا کچھ کچھ سمجھ رہی تھی۔

''ایسا کیا؟''

''میں دوسروں کے بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتی لیکن میں نے اپنے لئے ایسا محسوس کیا تھا، آریان کے پاپا سے پسند کی شادی کی تھی۔ ہم دو مختلف ذاتوں سے تھے۔ میرے گھر والے نہیں مان رہے تھے۔ پھر ہم نے خود شادی کر لی اور جب ہمیں آریان کی بیماری کے بارے میں معلوم ہوا تو مجھے لگا مجھے میرے ماتا پتا کی بددعا لگی ہے۔ میں ان سے پہلے ہی معافی مانگ چکی تھی، وہ مجھے معاف کر چکے تھے لیکن میری ماں نے ایک بات کہی تھی، وہ بولیں۔

''تم نے تو اپنی خوشی جی لی اور اب ہمیں اپنا دکھ مرن سے تک کاٹنا ہے۔ ہم تمہارے دشمن نہیں تھے۔ بس سماج میں سر اٹھا کر چلنا تھا...... تم نے ہمارا سر ہی کاٹ ڈالا...... دھن دولت قسمت سے، مان سمان سماج سے۔''

''غلط وہ نہیں تھے، غلط میں بھی نہیں تھی۔ نہ جانے کیوں پر مجھے ایسا لگتا ہے امرحہ کہ ماں باپ اور اولاد اگر آمنے سامنے ہوں اور دونوں ہی غلط ہوں اور دونوں ہی ٹھیک...... تو بھگوان ان دو میں سے ماں باپ کا ساتھ دیتا ہے کیونکہ جو مان سمان ان

کا ہوتا ہے وہ ہمارا نہیں ہوتا...... اس وقت میں نے سوچا تھا۔ میرے پاس رمیش نہ ہوتا آریان بھی نہ ہوتا لیکن میرے ماتا پتا کے پاس ان کا مان سمان ہوتا۔''

امرحہ پر دکھ کی نئی بندشیں کھلیں......

اگلے دنوں دادا نے اس سے بات چیت ہی بند کر دی۔ وہ کتنی ہی فون کالز کرتی وہ فون نہ اٹھاتے لاگ آن نہ ہوتے۔ یہ ان کی ناراضی کا عملی ثبوت تھا، صرف ابھی بات کرنے پر امرحہ کو ایسی صورتِ حال کا سامنا تھا۔ اس نے فیصلہ سنا دیا تو وہ جان دے کر ثبوت دیں گے کہ دیکھو دو ضدیوں میں سے اس بڈھے ضدی کی جیت ہوئی۔

دانیہ نے اس سے بات کی۔

''کیا کہا ہے دادا سے تم نے ایسا...... وہ تو کسی سے بات ہی نہیں کر رہے۔''

''میں نے ان سے پیسے لینے سے انکار کیا تھا۔''

''اب وہاں جا کر تم اتنی بڑی ہو گئی ہو امرحہ! کہ دادا کو انکار کرنے لگی ہو۔ تمہاری تو جان ہے دادا میں...... ہے نا؟''

دانیہ طنز کر رہی تھی، یہ بات اسے تھپڑ کی طرح لگی۔ وہ اعلان کیا کرتی تھی کہ دادا اس کی جان ہیں تو اب...... اس جان کا خیال کیوں نہیں رہا اسے...... وہ اسے جذباتی بلیک میل نہیں کر رہے تھے، بس پرانے وقتوں کے آدمی تھے تو اتنی بڑی بات سنبھال نہیں سکے۔

عیسائی ماں، لاپتا باپ...... گھر نہ خاندان، نام نہ نشان......

وہ ان پیغامات کو کس دل سے عالیان کو دیتی جو کئی راتوں سے وہ لکھ رہی تھی۔ وہ دادا کی جان پر رحم کرتی تو اپنی جان کا کیا کرتی...... دادا سے بات کرنے سے پہلے ہی تو اس نے ان پیغامات کو عالیان کو دینے کی کوشش کی تھی اور اچھا ہی ہوا، اس نے انہیں نہیں لیا۔

○......❖......○

''یہ تمہارے لئے چند پیغامات میں نے بہت جرأت سے لکھے ہیں پلیز انہیں پڑھ لو۔''

''انہیں بھی سیف روم میں جا کر لگا دو۔''

''دنیا دکھاوے کے لئے نہیں ہے یہ عالیان......!''

''ان میں جو لکھا ہے، وہ میں ہارٹ راک میں سن چکا ہوں۔''

''ان میں جو لکھا ہے، وہ سنا گیا ہے نہ کہا......''

''امرحہ! اب تمہیں جو کہنا ہے، وہ سننے کے لئے میں خود کو موجود نہیں پاتا۔''

''تم کس قدر ضدی ہو عالیان!''

''ہاں۔ میں بہت ضدی ہوں۔''

''تم نے کہا تھا تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔''

''کرتا تھا اور بکواس کر رہا تھا۔''

''جھوٹ بول رہے ہو نا تم...... جھوٹ...... ایسی ہی بات تھی تو سائی کے منہ سے پال کے حملے کا سن کر تم اپ سیٹ کیوں ہو گئے تھے۔ پال مجھ پر دوبارہ حملہ نہ کر دے تم اسٹور سے گھر تک مجھے چھوڑنے کیوں آتے رہے تھے۔ رائیل کو تم نے جھیل میں دھکا دے دیا کیونکہ وہ بار بار مجھے تنگ کر رہا تھا۔ کارل کو تم نے فائر کر کے گرایا تھا کہ میں ریس جیت لوں...... اتنے سارے سچ ہیں اور تم جھوٹ بول رہے ہو۔''

''تم خوش فہمی میں مبتلا ہو امرحہ! کارل پر فائر کرنے کے لئے مجھے ویرا نے کہا تھا، وہ جانتی تھی کہ اگر تم ہار گئیں تو دوبارہ

کبھی کسی سے مقابلہ نہیں کرسکو گی...... وہ ہر حال میں تمہیں جیتا ہوا دیکھنا چاہتی تھی۔ کارل کے ساتھ کوئی بھی یہ کرنے کے لئے تیار نہیں تھا تو میں نے کردیا صرف ویرا کے لئے۔''

''صرف ویرا کے لئے۔'' امرحہ کے کانوں میں سائیں سائیں ہونے لگی۔

''تم نے کبھی یہ غور ہی نہیں کیا کہ دوسرے تمہارے لئے کیا کچھ کرتے ہیں، انہیں تمہاری کتنی فکر ہے۔ تمہیں صرف اپنی نادانی کی فکر ہے۔ پال نے تم پر حملہ کیا۔ مجھے یہ جان کر دکھ ہوا تمہاری جگہ کوئی بھی ہوتا مجھے دکھ ہوتا۔ کارل نے خاص جا کر پال کو سمجھایا۔ یعنی اسے بھی دکھ ہوا...... ایسا ہونا نارمل ہے اور جے پیٹرسن کے کہنے پر ہم تین لوگ تمہیں گھر تک چھوڑتے رہے تاکہ پال دوبارہ ایسی حرکت نہ کرے۔ خود جے پیٹرسن کتنی ہی راتیں یہ ڈیوٹی دیتا رہا۔ یہ میری ڈیوٹی تھی امرحہ! اور رافیل کو صرف اس لئے دھکا دیا کیونکہ وہ پرانک کا ماسٹر مائنڈ تھا۔ اس نے ماما کو اداس کردیا تھا۔ شارلٹ کو دکھی کردیا تھا۔''

''یہ سب جھوٹ ہے عالیان...... یہ سب تم خود کرنا چاہتے تھے...... خود......''

''جو میں خود کرنا چاہتا ہوں وہ صرف اتنا ہے کہ میں تم سے دور رہنا چاہتا ہوں۔''

''جن سے ایک بار محبت کی جاتی ہے، ان سے نفرت کرنے کا گناہ نہیں کرنا چاہئے۔''

''جن سے ایک بار دھتکار ملے، ان کے پاس پلٹ کر جانے کا جرم نہیں کرنا چاہئے۔ میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی پریڈ میں تمہارے پیچھے آنا تھا۔ میں تمہارا کھلونا نہیں ہوں۔ امرحہ!''

''تمہیں کیا پتا! میں کس کس کا کھلونا ہوں۔'' وہ سوچ کر رہ گئی اور کہہ نہ سکی۔

''یونیورسٹی بھری پڑی ہے کسی کو بھی جا کر دوست بنالو......'' اس کا انداز کبھی بھی ایسا نہیں ہوا تھا جیسا اب ہوگیا تھا۔

امرحہ اس کی طرف دیکھتی رہ گئی۔ ''دوست'' ہاں وہ دوست...... دوستی ہی تو کررہی تھی تب بھی...... اب بھی......

''ٹھیک ہے وہ دادا سے بات کرے گی۔'' اس نے اپنی اور اس کی آخری ملاقات میں سوچا تھا

اور وہ بات کرچکی تھی...... اور دادا کے ایسے ناراض ہونے پر سوچ رہی تھی کہ ابھی وقت اس کے ہاتھ میں ہے وہ دادا سے پھر بات کرے گی۔

''وقت اس کے ہاتھ میں ہے۔'' یہ اس کا اپنا خیال تھا کیونکہ ''برننگ مین'' تو جلنے کے لئے تیار کیا جاچکا ہے...... وہ پورے کا پورا جل جائے گا...... آگ کی لپٹیں اس میں سے اٹھیں گی اور وہ دیکھتی رہ جائے گی۔

وہ جل کر ختم ہوجائے گا...... اسے جلنے سے کوئی نہیں روک پائے گا......

O......❖......O

باب

''بلیک روک ڈیزرٹ'' میں ہونے والے برننگ مین طرز کا فیسٹیول ایک دوسری کمپنی مانچسٹر شہر سے ذرا دور کروا رہی تھی۔ یہ فیسٹیول صرف ایک رات پر مشتمل تھا جو ایک بہت بڑے میدان میں ہو رہا تھا۔ وہ جاب سے گھر جا رہی تھی کہ این اسے لینے آ ئی۔ ویرا اسے پہلے ہی جانے کے لئے کہہ چکی تھی لیکن وہ نہیں گئی وہ اپنے آپ میں اتنی گم صم سی ہو گئی تھی کہ نہ کسی سے بات کرنے کو دل چاہتا نہ ہی ملنے کو......

''چلو وہاں ساری یونی اکٹھی ہوئی ہو گی، مرے جا رہے تھے سب وہاں جانے کے لئے۔''

''عالیان بھی ہو گا وہاں؟'' اس نے پوچھا۔

''ہونا تو ضرور چاہیے۔''

عالیان بھی وہاں ہو گا یہ سوچ کر این کے ساتھ آ ہی گئی۔ ایک سو بیس فٹ اونچا برننگ مین میدان کے عین درمیان میں ایستادہ تھا۔ آس پاس آگ کے کئی کرتب ہو رہے تھے ہر طرف آگ ہی آگ تھی۔ کوئی منہ سے نکال رہا تھا، کوئی ہاتھ میں لے کر اچھال رہا تھا کوئی کمر کے گرد گھما رہا تھا۔ کہیں آگ کی سائیکل چلائی جا رہی تھی کہیں آگ سے جلتی تنی رسی پر چلا جا رہا تھا اور کہیں آگ سے جلتے دائروں میں قلابازیاں لگائی جا رہی تھیں۔ ہر دس قدم پر آگ ایک نئے انداز سے موجود تھی......

رش بہت زیادہ تھا، وہ این اور این کی ایک دوست ساتھ ساتھ گھومتے رہے۔ وہ عالیان کو ڈھونڈ رہی تھی۔ این نے بھی منہ میں تیل ڈال کر آگ منہ سے نکالی اور ایسا کرتے اس کی بھنوؤں کے بال صفائی سے صاف ہو گئے۔

''کتنی پیاری لگ رہی ہو اب تم، ویسے ہی تمہاری بھنوؤں پر چار بال تھے وہ بھی برداشت نہیں ہوئے تم سے۔'' این کی دوست ہنسے جا رہی تھی۔

''تم بھی کرو امرحہ؟'' امرحہ نے ناں میں سر ہلایا۔

''کب لگے گی اسے آگ؟'' امرحہ نے پوچھا۔

''بارہ بج کر ایک منٹ پر......''

''یورپ والے بھی اچھے فارغ لوگ ہیں پتا نہیں کیا کیا کرتے رہتے ہیں۔'' امرحہ نے تبصرہ کیا سب بہت انجوائے کر رہے تھے لیکن اسے کوئی مزا نہیں آ رہا تھا۔

''دنیا ان ہی کھیل تماشوں سے بجی ہے امرحہ......!'' این نے کسی بابے بڈھے کی طرح کہا۔

''اچھا! ویسے تم آج کل کس جاپانی فلسفی کو پڑھ رہی ہو؟'' امرحہ چڑ گئی۔

''این اون کو۔'' این نے دانت نکالے جو امرحہ کو اچھے لگے چھوٹے چھوٹے بچوں سے۔

''یہ تمہارے دودھ کے دانت ہیں نا؟''

''نہیں! دانت کے دانت......'' اس نے اور زیادہ دانت نمایاں کر کے کہا۔

''بہت زبان چلنے لگی ہے تمہاری......'' امرحہ ہنس ہی دی۔

''بالکل جیسے تمہاری سائیکل چلتی ہے......''

امرحہ کی نظریں کارل پر گئیں جو منہ سے آگ نکال رہا تھا۔ ''آگ، آگ کو آگ لگا رہا ہے...... خدا کرے آگ ہی لگ جائے۔''

این کارل کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ کارل کافی کرتب دکھا رہا تھا آگ سے...... لوگوں کی ایک بڑی تعداد اسے دیکھ رہی تھی۔ سائی بھی اسے وہیں مل گیا۔

''تم نے تو کہا تھا تم نہیں آؤ گی؟'' سائی کچھ خوش نہیں ہوا تھا اس کے وہاں آنے سے۔

''بس این لے آئی...... عالیان کو دیکھا ہے تم...... آیا ہے وہ......؟''

''آیا تو ہے وہ اب پتا نہیں کس طرف ہے...... تم نے وہ ڈھانچہ دیکھا ہے جس پر سب اپنی زندگی کے پچھتاوے لکھ رہے ہیں...... پھر وہ ڈھانچہ بھی جلایا جائے گا...... آؤ وہاں چل کر کچھ لکھیں......''

وہ سائی کے ساتھ آ گئی...... ایک روتے بسورتے آدمی کی شکل کا ڈھانچا تھا۔ صرف سر جو میدان میں پڑا تھا اور اتنا بڑا تھا کہ کوئی سو افراد بیک وقت اس پر اپنے پچھتاوے لکھ رہے تھے۔

''میں تا عمر پچھتاؤں گی کہ میں نے تمہارا بہت دل دکھایا، میں تمہارے لئے بہت زیادہ تکلیف کا باعث بنی عالیان۔''

سائی کو وہیں چھوڑ کر وہ عالیان کو ڈھونڈنے لگی وہ تو اسے نظر نہیں آیا ویرا اسے پشت سے نظر آ گئی۔ وہ کسی کے کان میں بات کر رہی تھی اور جب وہ ذرا پیچھے ہوئی تو امرحہ کو معلوم ہوا کہ وہ کان عالیان کا تھا۔

دونوں نے سیدھے کھڑے ہو کر منہ سے آگ نکالی ایک ساتھ پھر ان کے دو کلاس فیلوز نے نکالی پھر ان دونوں نے نکالی جو کافی دور تک گئی۔ شاید ان دونوں کے گروپس میں کوئی شرط لگی تھی۔

مجمع میں کھڑی امرحہ اکیلی ہو گئی۔

جب وہ منہ سے آگ نکالنے سے فارغ ہو چکے تو ویرا نے عالیان کو کھڑا ہونے کا اشارہ کیا اور ہاتھ میں فائر پوئی (Fire Pio) تھام لی اور اسے اپنے ساتھ تیزی سے گول گول گھمانے لگی۔ آگ کی لہریں اس کے جسم کے ساتھ گول دائروں میں مختلف اشکال میں کئی رنگوں میں بنتی چلی گئیں...... وہ اسے کمر کے پیچھے لے گئی، سر سے اوپر، دونوں پیروں کے نیچے سے پھر سر کے اوپر......

فائر پوئی اس کے وجود کے ہم آہنگ ہو گئی وہ اتنی تیزی اور کمالیت سے اس کے نت نئے کرتب دکھا رہی تھی کہ لگتا تھا کہ وہ ساری عمر صرف اسی کھیل کو کھیلتی رہی ہے اس نے صرف اسی کو مشق کی ہے۔

اگر وہاں اس کے سامنے عالیان موجود نہ ہوتا تو امرحہ ضرور داد و تحسین سے اس کی طرف دیکھتی...... لیکن اب جتنی آگ ویرا کے ہاتھ میں تھی اس سے کہیں زیادہ امرحہ کی نظر میں تھی...... امرحہ کا دم گھٹ رہا تھا۔ اس کی سبھی حسیں انگشت بدنداں تھیں...... اسے انہونی کے ہو جانے کی صدائیں سرگوشیاں بنیں سنائی دینے لگیں

اب ویرا نے عالیان کے گرد گھومنا شروع کر دیا...... آس پاس موجود پوئی فیلوز ان دونوں کو دیکھنے لگے...... امرحہ نے اپنے دل پر آگ کی لپٹیں محسوس کیں...... اس نے ذرا غور کیا اپنی غلط فہمی دور کرنی چاہی لیکن وہ اور بڑھ گئی۔ ویرا نے وہی لباس پہن رکھا تھا جو اس نے پلیٹ ہاؤس کے شوکیس سے ڈرا کیا تھا اور جو صوفی نے ماسکو سے اسے بنا کر بھیجا تھا۔ وہ ایک دو بار اسے یونیورسٹی پہن کر جا چکی تھی پھر وہ ایک عرصے تک اس کی وارڈ روب میں پڑا رہا امرحہ کو لگتا تھا وہ اب اسے پھینک دے گی لیکن اسے پھینکا نہیں گیا تھا۔

عالیان کھڑا تھا اور ویرا کے کرتب ختم ہونے میں نہیں آ رہے تھے اور پھر وہ رک گئی، عین عالیان کے سامنے، بہت

کم...... بہت ہی کم فاصلہ رکھ کر...... اس نے کچھ کہا۔
عالیان خاموش اسے دیکھتا رہا۔
اتنی دور سے...... اتنی زیادہ دور سے بھی اسے یہ سننے میں ذرا مشکل نہ ہوئی کہ ویرا نے اس سے کیا کہا ہے۔
''میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں...... میرے ساتھ روس چلو گے پاپا سے ملنے؟''
بارہ گھنٹے بجے...... اور مجمع میں سکوت چھا گیا اور پھر بارہ ایک کا گھنٹہ بجا......
مجمع نے سکوت کو شور سے توڑا...... سترفٹ اونچے ڈھانچے میں آگ بھڑکی اور وہ جلنے لگا...... سر سے گردن...... گردن سے سینے تک...... پھر پورے کا پورا...... اس آگ نے قیامت کا منظر برپا کر دیا...... اس سے نکلنے والی لپٹیں دنیا کو سمیٹتی ہوئی لگیں جیسے تباہی کا نقطہ آغاز ہو اور آبادکاری کا نقطہ انجام......
سب جل جانے کا وقت آچکا ہے۔
عالیان نے ویرا کے ہاتھ کو نرمی سے چھوا اور مسکرایا۔
آگ کی آواز فراق دیدہ کے غم لاحاصل کے دہن سے نکلی......
اور اسی پر بس نہیں ہوئی، ویرا نے یونی فیلوز کی طرف گھوم کر تالی بجائی اور انہیں متوجہ کیا اور عالیان کی طرف اشارہ کیا اور بولنے لگی اور پھر وہ زمین پر عالیان کے سامنے بیٹھ گئی اور دونوں ہاتھ جوڑ دیئے اور تیز تیز بولنے لگی۔ اس کا انداز بچگانہ تھا اور دل رُبا بھی...... وہ خوبصورت لگ رہی تھی اور بدصورت بھی......
آگ نے آتشی پروں پر افشاں کو مصلوب کرنا شروع کیا......
یونی فیلوز دلچسپی سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے اور پھر عالیان نے کچھ کہا کہ تالیاں بجنے لگیں اور ویرا کھڑی ہو کر مسکرانے لگی...... یہ وہی مسکراہٹ تھی جو پہلے کبھی ویرا کے ہونٹوں پر دیکھی نہیں گئی تھی۔
سائی اس کے عین پیچھے کھڑا تھا۔ ''امرحہ! یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو؟'' سائی کی آواز لرز رہی تھی۔
امرحہ نے مڑ کر اسے دیکھا سائی اس کی حالت دیکھ کر ڈر گیا۔
''ویرا عالیان سے کیا کہہ رہی ہے۔ تم جانتے ہو...... ہے نا؟''
سائی نے اس سے آنکھیں چرائیں اور وہ جان گئی کہ سائی جانتا ہے۔
''ویرا تمہارے پاس آئی تھی سائی...... کچھ کہا تھا اس نے؟'' امرحہ چلا اٹھی۔
سائی خاموش کھڑا رہا اور وہ کیسے کسی کا راز کسی اور کو دے سکتا تھا۔
امرحہ جھٹکے سے پلٹی۔
''زندگی میں سب کو آگے بڑھنا ہوتا ہے امرحہ!'' سائی نے نرمی سے کہا۔
امرحہ کے آنسو اس زمین پر گرنے لگے جہاں الاؤ ہی الاؤ دہک رہے تھے۔
''تو عالیان ویرا کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے......'' کہانی کا یہ وہ موڑ تھا جو اس کے دل کی آنکھ سے اوجھل تھا۔
''اگر ہم کچھ نہیں پا سکتے تو ظاہر ہے اسے کوئی اور پا لیتا ہے۔'' سائی کے لئے مشکل تر ہو گیا اس کی طرف دیکھ کر بولتے رہنا۔
افشاں سنگ اس نے خود کو بھی آتشی پروں کے سپرد کیا......
امرحہ تیزی سے آگے بڑھی۔
''کہاں جا رہی ہو امرحہ؟'' سائی اس کے سامنے آیا۔
''گھر......'' وہ سائی کو پیچھے چھوڑتے آگے بڑھی۔

''اتنی جلدی! دیکھو ابھی تو برننگ مین جلنا شروع ہوا ہے۔'' اس نے اس کا دل بہلانے کی اپنی سی کوشش کی۔

''وہ تو کب کا جل چکا......'' وہ اور آگے بڑھ گئی رش کو پرے کرتی ہوئی رش سے پرے ہوتی ہوئی۔ سائی اس کے پیچھے لپکا لیکن اس کی رفتار کے ساتھ اسے پا نہ سکا۔

ایک چنگاری اڑتی ہوئی کہیں سے آئی اور اس کے فرشی دوپٹے پر گر گئی۔

''یہ تو ہونا ہی تھا......'' وہ بڑبڑائی۔

''کیا یہ ہونا تھا؟'' وہ کراہی۔

وہ ساری یادیں ذہن سے کھرچ ڈالے گی صرف اس ایک منظر کو ذہن سے مٹانے کے لئے جو اس نے ابھی ابھی دیکھا تھا...... ویرا اور عالیان...... عالیان اور ویرا۔

وہ اسے پسند کرتی تھی وہ یہ جانتی تھی وہ اسے شادی کے لئے پسند کرے گی، وہ یہ نہیں جان پائی۔

''امرحہ تمہارا دوپٹہ!'' این چلائی۔

اس کے دوپٹے کا فرشی پلو آگ پکڑ چکا تھا اس کے بال بھی پیچھے سے جل چکے تھے۔

''کیا ہوا نظر نہیں رہا۔'' این اس کا دوپٹہ زمین پر رگڑ رہی تھی۔

''آ رہا ہے نظر...... جل گئی ہوں میں......''

سب ہاؤ واؤ کر رہے تھے، چنگاریاں اُڑ رہی تھیں...... ہر طرف آگ ہی آگ تھی......

''امرحہ سنو...... کیا ہوا ہے تمہیں؟'' این نے اس کی حالت پر غور کیا۔

اسے جواب دیئے بغیر وہ چلی آئی، آگ سے بھرے میدان کو پار کر کے...... اس سے باہر نکل کر اسے ٹیکسی کے لئے دور تک چل کر جانا تھا وہ لمبی سڑک پر پیدل چلنے لگی اس کی پشت پر برننگ مین ایستادہ تھا...... اسے لگا وہ ہاتھ اٹھا کر اس کی طرف اشارہ کر رہا ہے...... وہ دیکھو وہاں بھی کوئی جل رہا ہے اور مجھ سے زیادہ جل رہا ہے وہ مجھ سے پہلے جل کر راکھ ہو جائے گا۔

اسے پیدل چلنے میں کوئی قباحت نہ ہوئی کیونکہ اسے معلوم ہی نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔

O......❖......O

اس کے محسوسات چلا رہے تھے کہ اس نے دیر کر دی...... اس کی آنکھ کی پتلی اسے بار بار چند مناظر دکھا رہی تھی۔

وہ جھک کر اس کا ماسک اٹھا رہا ہے...... ویرا اس کے آگے کھڑی ہوئی ہے...... وہ ہزاروں کی پریڈ میں اسے ڈھونڈ رہا ہے...... وہ ہزاروں کے مجمع میں ویرا کا ہاتھ نرمی سے تھپک رہا ہے...... وہ اس کے کمرے کی کھڑکی سے کود رہا ہے وہ اسی کھڑکی سے رخ موڑے جا رہا ہے...... دور...... بہت دور......

''وہ دور جا چکا ہے۔''

اور یہ رات کے آخری پہر کا قصہ ہے۔

آنسو ٹپ ٹپ اس کی آنکھوں سے گرنے لگے اس نے باکس کھولا اور سب سے پہلی چیز جو اس کے ہاتھ نے اٹھانی چاہی وہ رول ہوا کاغذ تھا۔ اس نے اس کا ربن کھول کر اسے اپنے سامنے پھیلا لیا اور گھٹنوں کے بل نیچے ایسے بیٹھ گئی جیسے عقیدت کے پیش نظر ایسا کرنا لازم تھا۔

''سویڈن جاتے میں نے ٹرین میں بیٹھے بیٹھے اسے بنانا شروع کیا تھا پھر جہاں جہاں میں گیا یہ میرے ساتھ رہی...... میں نے ہر خوب صورت جگہ رک کر اس کی نوک پلک سنواری...... دریا کے ساتھ ساتھ چلتے میں نے ان بیلوں میں رنگ بھرے، چاراطراف پہاڑوں میں گھر کر مجھے ان بیلوں پر پھول بنانے کا خیال آیا اور ہزاروں کے ہجوم میں گھومتے میں نے

اس ہیٹ کے گرد ربن لپیٹ دیا اور یہ زمین کو چھوتی پوشاک دیکھو میں نے یہ سوچنے اور فیصلہ کرنے میں کافی وقت لیا کہ یہ زمین کو چھوئے گی یا نہیں...... اور کیا تم نے کبھی پھولوں کو کمر کے گرد لپیٹا ہے...... دیکھو اس فراک پر کمر کے گرد لپٹے یہ کیسے لگ رہے ہیں......"

اس کے ہاتھ سے بنا اسکیچ ان دونوں کے درمیان رکھا تھا اور وہ دونوں برف کے ڈھیر پر بیٹھے تھے۔ وہ ایک ایک جزئیات پر انگلی رکھ رکھ کر بتا رہا تھا کہ کہاں اور کیسے اس نے کیا کیا بنایا۔ اگر وہ نہ بھی بتاتا تو اسکیچ اپنی زبان سے اسے سب بتا رہا تھا۔ جس میں مانچسٹر یونی کی عمارت کا دھندلا منظر تھا اور جس کے در و دیوار سے زمین سے پھوٹتی، پھولوں سے لدی دلکش رنگوں والی بیلیں لپٹی تھیں۔ جیسے وہ قدیم لیکن بار بار دہرائی جانے والی داستان کی شاہی ریاست کا محل ہو۔ ایک لڑکی جس کے پس منظر میں یہ سب تھا زمین کو چھوتی پوشاک جو کمر سے چست اور پھولوں سے لپٹی تھی میں ملبوس چمکتے سورج کو شرارت سے ذرا سی آنکھیں بند کئے دیکھ رہی تھی۔ اس کا ہاتھ گول ہیٹ کے کنارے پر تھا جو اٹھے ہوئے سر سے گرنے کے قریب تھی...... لڑکی کے لمبے بال اس کی پشت پر بکھرے اس کے قدرتی حسن کی گواہی دے رہے تھے۔

"وہ امرحہ تھی۔"

"کیسی ہے؟" اس نے بہت شوق سے پوچھا۔ اس خیال کے متعلق جس کی کہانی وہ بنا کر لایا تھا۔

"اچھی ہے۔"

"تم ذرا تفصیل سے دیکھو۔" اسے جیسے مایوسی ہوئی، اس کی بنائی کہانی میں چھپی کہانی پڑھی کیوں نہیں جا رہی آخر۔

"بہت تفصیل سے دیکھ چکی ہوں۔" اس نے لاپروا نظر آنے کی کوشش کی۔

تصویر میں یونیورسٹی کے اندر سے ایک تقریباً نہ نظر میں آنے والا سایہ لڑکی کی طرف بڑھتا نظر آ رہا تھا۔ جو پھولوں اور بیلوں کا حصہ لگتا تھا اور جسے پہلی نظر میں دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ امرحہ نے خود کو دیکھنے سے بھی پہلے اس عکس کو تصویر میں دیکھ لیا تھا۔

"وہ عالیان تھا۔"

جس پر اس نے انگلی نہیں رکھی تھی اور پر امرحہ نے نظر رکھ لی تھی۔

اسے ایک پل لگا تھا سب سمجھنے میں۔ وہ سب جان گئی، کہ وہ اس کی کھڑکی کے نیچے کھڑا مسکرا کیوں رہا تھا۔ وہ یونی میں اس کے پیچھے پیچھے کیوں رہتا ہے۔ وہ کہیں سے بھی گزرے وہ سامنے کیسے آ جاتا ہے۔ وہ شو اسٹور میں اس کی منت کرنے کیوں آیا تھا کہ وہ اس کے ساتھ چلے...... مانچسٹر میں پہلی برف باری دیکھتے ہی، اسے اپنے چار اطراف محسوس کرتے ہی...... برف پر گر کر بیٹھتے ہی اس نے سب جان لیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں اس کی ہر جنبش ہر جملے کا جواب آ گیا تھا۔ وہ، وہ کہانی سمجھ چکی تھی جو ابھی سنائی ہی نہیں گئی تھی......

اسی وقت وہ دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ وہ اپنے پیچھے اس کے قدموں کی چاپ نہ سنتی تو بے چین ہو جاتی۔ وہ سامنے نہ آتا تو کوئی اور سامنے آتا اسے اچھا نہ لگتا۔ وہ اسے ڈھونڈ نہ لیتا تو وہ خود کو اس کے قریب و جوار لے جاتی کہ وہ اسے ڈھونڈ لے۔ جس جگہ وہ اسے ہائے کہنے کے لے کھڑا ہوتا اس جگہ کو وہ بہت دور فاصلے سے ہی اپنی نظروں میں رکھ لیتی اور اس پر نظر پڑتے ہی وہ پُرسکون ہو جاتی...... وہ فاصلوں سے اسے دیکھتی اور قریب جانے پر لاپروا بن جاتی......

یہ پہلا حصہ تھا ایک ایسی لڑکی کا جسے یہ سب اچھا لگ رہا تھا یا جس میں وہ خود کو بے بس پاتی تھی کہ بس اسے یہی تو کرنا ہے...... اور ایک دوسرا حصہ تھا...... اس لڑکی کا جو خوف زدہ تھی اس خیال سے جو اس کا ذہن اسے سنا تا رہتا تھا کہ اسے لوٹ کر واپس جانا ہے اور اپنے ساتھ وہ اسے نہیں لے جا سکے گی کیوں کہ وہاں کوئی اس کا کھلے دل سے استقبال نہیں کرے گا۔

وہ اس تصویر کی تفصیلات بھی جان گئی تھی۔ وہ اسے بتا رہا تھا کہ اس کے آنے سے اس کی دنیا بدل گئی ہے۔ رنگوں اور

پھولوں سے سج گئی ہے۔تمہاری آنکھوں کی چمک میری دنیا کی ہر چیز کو منور کر رہی ہے، اسی لیے وہ تو سورج کو دیکھ رہی تھی اور وہ اسے دیکھ رہا تھا۔

اس نے اس تصویر کو ان سب خوبصورت جگہوں پر بیٹھ کر بنایا تھا جہاں جہاں وہ چاہتا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ہو...... وہ اسے ساتھ لے گیا تھا۔

''سویڈن سے صرف یہی لائے ہو میرے لئے؟''

''یہ صرف نہیں ہے۔'' اس کا منہ بن گیا وہ بہت اداس ہو گیا۔

''تم نے کبھی آرٹ کی کوئی کتاب نہیں پڑھی، ہر تصویر بولتی ہے۔'' وہ اداسی سے ہی گویا ہوا۔ جو کہانی وہ لکھ کر لایا تھا امرحہ نے اسے نہیں پڑھا تھا۔

''مجھے انسان کی زبان سمجھ میں آ جائے یہی کافی ہے۔''

اداسی کو جھٹک کر اس نے ایک نئی داستان کر اس بیگ میں سے نکالی اور ایسا کرتے وہ بہت خوش تھا...... اداسی ختم ہو چکی تھی...... جیسے وہ جانتا تھا یہ جادو ضرور چلے گا۔

وہ ایک لکڑی کا پل تھا جو بہت بڑی جھیل کے اوپر بنا تھا۔ پل کے اس طرف ایک لڑکا کھڑا منہ پر ہاتھ رکھے کسی کو آواز دے رہا تھا۔ پل کے دوسری طرف جنگل اور پہاڑ تھے ایک درخت کے پیچھے ایک لڑکی اپنی ہنسی دباتی چھپی کھڑی تھی۔

وہ کتنی زبانیں اور داستانیں اپنے ساتھ لایا تھا، وہ اسے کیا کچھ سنا رہا تھا کیا کچھ بتا رہا تھا۔ جیسے ہی اس نے خود کے اور اپنے درمیان اس ماڈل کو نکال کر رکھا امرحہ نے اپنا سانس گم ہوتے پایا۔

''تو کیا وہ ابھی اس سے سوال کر دے گا...... اور اسے انکار کر دینا ہو گا جیسا کہ اس نے سوچ رکھا تھا...... یہ خواب اتنی جلدی ختم ہو جائے گا...... پھر وہ ایسے اس کے آس پاس نہیں رہے گا۔''

''یہ کس بچے کے لئے لائے ہو؟'' اس نے سنگ دلی سے اس کا خواب توڑ دیا۔

''بچے؟'' وہ دیر تک حیران رہا اور جیسے اس کا ننھا سا دل بھی ٹوٹ گیا۔

''تو یہ کھلونا نہیں ہے؟'' اس نے مزید اس کا دل توڑ دیا۔ وہ اس کی مشق بہت پہلے سے ہی کرتی رہی۔

''نہیں...... یہ ایک تصور کی عملی صورت ہے امرحہ...... اسے چھوا جا سکتا ہے، سمجھا جا سکتا ہے اور بدلا بھی جا سکتا ہے...... دیکھو، پل کے اس طرف کھڑا یہ لڑکا اس لڑکی کو آواز دے رہا ہے جس کے ساتھ اسے مچھلی کا شکار کرنا ہے یا جھیل کے پانی میں پیر ڈبو کر بیٹھنا ہے اور سورج کو چڑھتے اور ڈھلتے دیکھنا ہے یا جنگل کی طرف ہاتھ پکڑ کر لے جانا ہے اور تتلیوں کے پیچھے بھاگنا ہے۔''

''تو کھلونا ہی ہوا نا، تتلیوں کے پیچھے بچے ہی تو بھاگتے ہیں۔''

''بچے نہیں امرحہ! معصوم دل تتلیوں کے پیچھے بھاگتے ہیں، کیا تمہارا دل نہیں چاہتا، سارا مانچسٹر تمہارا لاہور، یہ ہماری دنیا ہر رنگ کی تتلیوں سے بھر جائے، ہم ان میں گھر جائیں، وہ ہمارے ساتھ اڑیں، ہمیں اپنے ساتھ اڑائیں......''

''تم بزنس کے اسٹوڈنٹ ہو نا عالیان؟''

''میرا دماغ بزنس کا اسٹوڈنٹ ہے دل نہیں...... تم کتنی معمولی باتیں بھی نہیں سمجھتیں...... چلو کوئی بات نہیں، میں تمہیں ہر بات تفصیل سے سمجھا سکتا ہوں۔'' اس نے حوصلہ نہیں ہارا۔ ہر بات وہ تفصیل سے سمجھ چکی تھی...... اس وقت وہ یہی چاہتا تھا کہ پل کے اس طرف کھڑا عالیان جو اسے آواز دے رہا ہے تو اس کی آواز پر وہ درخت کے پیچھے سے نکل کر چلتی اس کے پاس آ جائے اور کہے۔

''لو میں آ گئی۔ تم اپنی بے سری آواز کو تھوڑا سریلا کر کے آواز نہیں دے سکتے......''

''جب تم میرے پاس نہیں ہوتیں تو یہ بے سُری ہو جاتی ہے..... اب سنو کیا اس میں سُر آئے.....''
''ہاں اب کچھ بہتر ہے۔'' ہیٹ کو سر پر جمائے وہ اس سے آگے چلے گی۔
''تمہاری ٹوکری میں کیا ہے؟'' وہ اس کے پیچھے آئے گا..... ضرور آئے گا.....
''چیری!'' وہ مڑے بغیر ادا سے کہے گی۔
''اتنی کم چیری؟'' اسے صرف بات کرنے کا بہانہ چاہئے ہوگا۔
''میں اتنی ہی کھاتی ہوں..... ہاہاہا..... تمہارے لیے نہیں لائی میں۔''
''لیکن میں تو تمہارے لئے لایا ہوں؟'' وہ لینے سے زیادہ صرف دینے پر تیار رہے گا۔
''کیا؟'' اب وہ پلٹے گی اسے دیکھے گی۔
''یہ.....'' اس نے مٹھی کھول دی اور تتلی اڑتی ہوئی اس کے سر پر سے گزر گئی وہ سمجھ گئی کہ وہ کیا سوچتا ہے..... تتلیوں کے پیچھے بھاگنے کا بہانہ کرتے دراصل اس کے پیچھے بھاگنا..... اسے تتلیاں نہیں چاہیے تھیں، ان کے پیچھے بھاگتی امرحہ چاہئے تھی..... اسے مچھلیوں سے مطلب نہیں تھا..... اسے اس کے ساتھ بیٹھنے سے غرض تھی..... اسے پھول اچھے لگتے تھے اگر وہ اس کی پوشاک میں گندھے ہوں، اس کی کمر سے لپٹے ہوں یا اس کے سر پر تاج کی صورت رکھے ہوں۔
''یہ جو تمہیں کھلونا لگ رہا ہے امرحہ جس دن یہ تمہیں کھلونا نہ لگے مجھے بتانا۔''
''اچھا! تم کیا کرو گے؟'' اس کا دل ڈوب گیا۔
''جس دن اسے سمجھنے کی سمجھ لے کر آؤ گی اس دن یہ سوال نہیں کرو گی۔''
''اگر مجھے کبھی بھی سمجھ نہ آئی تو.....'' اپنے خوف کو اس نے زبان دی۔
''ایسا ہونا ممکن نہیں..... یہ پھر کوئی بددعا ہی ہوگی جو تمہاری عقل کو دی گئی ہوگی۔''
بددعا اس کی عقل کو نہیں قسمت کو دی گئی تھی..... اس نے درخت کے پیچھے کھڑی لڑکی کو لے جا کر اس کے ساتھ کھڑا کر دیا..... دونوں کو جھیل کے کنارے بٹھا دیا..... سورج ڈھلنے لگا..... وہ وہیں بیٹھے رہے..... وہ یہ چاہتا تھا تو وہ بھی یہی چاہتی تھی..... لیکن اس کا چاہنا وہ بند کمرے میں بے عملی تصور کے ساتھ ہی کر سکتی تھی..... اس نے مانا کہ وہ ایک نحس وجود ہے، وہ عالیان کے لئے نحوست لے کر آئی تھی..... ایک ایسے شخص کے لئے جو بچوں سے زیادہ معصوم تھا جو اس کے لئے نت نئی کہانیاں بُنتا تھا اور ایسا کرنے کے لیے وہ کتنی ہی راتیں جاگتا رہا ہوگا۔

○.....✥.....○

''اچھا چلو ایک کہانی سنو۔'' رات کو یہ بہانہ کرتے کہ وہ بس اس کے اسٹور کے سامنے سے گزر رہا تھا وہ گھر تک کے لئے اتفاق سے اس کا ہم راہی بن گیا اور راستے میں اسے کہانی سنانے لگا۔
''تم سب کو کہانیوں کا اتنا شوق کیوں ہے..... سنتے بھی ہو سناتے بھی ہو.....'' کہانی کا بہانہ کر کے وہ رات کو اس سے ملنے آیا تھا یا کہانی کے لئے بہانہ بنایا تھا، امرحہ اس سے پوچھ لینا چاہتی تھی۔
''ہم فرشتے ہیں نا.....!''
''فرشتے.....؟''
''ہاں، بچے فرشتے ہی تو ہوتے ہیں.....'' شٹل کاک سے کتنی ہی دور پہلے وہ اسے بس سے لے کر اتر گیا۔
''کتنے اسٹاپ پہلے اتر گئے تم!'' وہ چلا اٹھی۔
''ڈاکٹرز کہتے ہیں اگر رات کو چہل قدمی کر کے سویا جائے تو بہت اچھی اور گہری نیند آتی ہے۔''
''یقیناً ان ڈاکٹرز میں سے ایک ڈاکٹر عالیان ہوں گے۔''

''ہاہاہا...... تمہیں میری باتوں پر یقین کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔''

''مجھے تمہارے جھوٹ پکڑنے کی کوشش کرنی چاہیے۔''

''چلو کہانی سنو۔ ایک جادوگرنی نے ایک شہزادے کو جادو سے غائب کر دیا...... غائب مطلب وہ موجود ہے لیکن کسی کو دکھائی نہیں دیتا، وہ سن سکتا ہے لیکن بول نہیں سکتا۔ اسے ایک شہزادی سے محبت ہوتی ہے لیکن شہزادی اس سے لاعلم ہوتی ہے۔ جادوگرنی شہزادے سے کہتی ہے کہ اگر اس نے شہزادی کو اپنی محبت کا یقین دلا دیا تو وہ اس کے جادو سے آزاد ہو جائے گا۔''

''اچھا پھر......؟''

''پھر اب تم پوری کرو۔''

''کیا؟''

''کہانی......''

''پر کہانی تو تم سنا رہے تھے۔''

''یہ ایسی ہی کہانی ہے نا...... آدھی سنانے والے کی آدھی سننے والے کی...... اب تم یہ بوجھو کہ شہزادہ کیسے شہزادی کو اپنی محبت کے بارے میں بتائے گا......''

''اس کے سرہانے پھول رکھ کر......''

''پھولوں سے اسے کیسے یہ معلوم ہوگا کہ یہ وہی رکھ رہا ہے......''

''بہت عجیب پہیلی اور غریب کہانی ہے......''

''کوشش تو کرو۔''

''کبھی بہت فارغ ہوئی تو کوشش کروں گی...... اور ڈاکٹرز ٹھیک کہتے ہیں مجھے بہت گہری نیند بس آنے ہی والی ہے......'' اس نے اسے خاموش کروا دیا جبکہ وہ فوراً کہانی بُوجھ چکی تھی۔

''شہزادہ پیغامات لکھے گا اور اسے کسی ایسی جگہ باندھ دے گا جہاں سے شہزادی کا گزر ہوتا ہو۔ چلو مان لیتے ہیں شہزادی کے کمرے کے باہر لگے درخت کے ساتھ، رات کے وقت، وہ ان کے ساتھ گھنٹیاں باندھ دے گا اور ان گھنٹیوں کو ہلائے گا۔ شہزادی نیند سے جاگ جائے گی اور اسے جاگے ہی رہنا پڑے گا جب تک وہ درخت کے پاس آ کر پیغامات نہیں پڑھ لیتی۔ وہ درخت کی شاخوں میں جا بجا بندھے پیغامات کو پہلے حیرت سے دیکھے گی پھر وہ انہیں ایک ایک کر کے پڑھے گی اور پھر ہر رات کو وہ گھنٹیوں کے بجنے کا انتظار کرے گی...... اور پھر ایک دن شہزادہ جادو سے آزاد ہو جائے گا......''

اس رات وہ سو نہ سکی ایسی کہانی سن کر نیند کیسے آ سکتی تھی۔

اور آخری پہر کی اس رات اس نے اسکیچ کے پیچھے وہ ساری کہانی لکھ دی...... لیکن یہ کیا...... جادو الٹا ہو گیا...... اب وہ سن رہا تھا نا ہی بول رہا تھا...... اور یہ سب خود اس کی اپنی وجہ سے ہوا تھا...... وہ سب سمجھتی تھی اور انجان بنتی تھی۔ اسے یہ فخر حاصل ہو گیا تھا کہ کوئی اس پر ایسے فدا ہے اور اس نے خود ایسی خود غرضی سیکھ لی کہ اس سے فاصلہ رکھا نہ اپنے پلان کے مطابق اسے پہلے یہ بتایا کہ وہ پاکستان میں اپنی بات پکی کروا کر آئی ہے......

اس نے اسے انکار کیا نہ اقرار کے قابل سمجھا...... اس نے اپنی طے کی حکمتِ عملی پر بھی ٹھیک سے عمل نہیں کیا۔ جس کے تحت انہیں صرف دوست رہنا تھا۔

اگر وہ اسے ہر حال میں انکار کرنے کا ارادہ ہی کیے ہوئے تھی تو اسے خود کو اتنا آگے نہیں لانا چاہیے تھا۔

''ایک بار میں سکس کلاس کے مڈٹرم ایگزامز میں فیل ہو گئی، میں اتنا روئی اتنا روئی کہ بے ہوش ہو گئی، پھر ہوش میں آئی

ہر روئی اور پھر سے بے ہوش ہو گئی...... میرے رونے کی وجہ صرف یہ تھی کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں فیل ہو گئی وں، خواب سچا ہو گیا...... یعنی اب وہ خواب بھی سچا ہو گا جس میں میری گردن کٹی ہوئی ہے اور سمندر کے پانی کے اوپر تیر رہی ہے......"

عالیان اس کی شکل کی طرف کئی لحظے دیکھتا رہا اور پھر اس کے قہقہوں کو تھمنے میں آدھے گھنٹے سے زیادہ کا وقت لگا...... ں نے سر پر ہاتھ رکھ لیا، ہنس ہنس کر اس کا سر درد کرنے لگا تھا۔

اس کی ایسی ہنسی دیکھنے کے لئے وہ اپنے ماضی کو کھنگال کر چند واقعات اس کے رُو برو لائی تھی...... وہ خود کو بھی ٹھیک سے یہ بتا نہیں سکتی تھی کہ جب وہ اس کی کسی بات پر ہنستا ہے تو اسے لگتا ہے اس نے ثواب کمایا ہے...... اس کی بھوری آنکھیں نی سے بھر جاتی ہیں تو مشرقی ساحرہ کو اپنے سحر پر پیار آنے لگتا ہے۔

وہ ہنسنے میں ایسے مصروف رہتا ہے کہ وہ اسے دیکھنے میں مشغول ہو جاتی ہے۔

"کیا تم مجھے ہمیشہ ایسے ہنسا سکتی ہو؟" وہ ہنسی کے درمیان پوچھتا ہے۔

وہ خاموش ہو جاتی ہے جیسے سوال سنا ہی نہیں...... ایسے وقت وہ دوسرے حصے والی امرحہ بن جاتی ہے جسے معلوم ہے کہ ہیں ہمیشہ ساتھ نہیں رہنا......

وہ بیک وقت خود غرضی اور خود ترسی کی انتہا پر پہنچ جاتی ہے۔

وہ خود سے بھی اقرار نہیں کرتی کہ وہ کیا چاہتی ہے اور......

چینی خاتون نے ربن دیتے ہوئے اس سے پوچھا۔ "اگر تم شادی شدہ ہو یا جلد ہی شادی کرنے والی ہو یا تم جانتی ہو کہ تمہیں کس سے شادی کرنی ہے تو تم اس کا نام ان پر لکھوا سکتی ہو......"

امرحہ نے خاتون کو دیکھا اور مسکرا نہ سکی۔ کیا وہ اس کے دل کا چور پکڑنے کو ہیں۔

"میں چینی میں تم دونوں کے نام لکھ دوں گی۔" وہ پھر سے مسکرائیں کہ ہاں میں چوری پکڑ چکی ہوں۔

اس سے سوال کیا جا رہا تھا...... اس کا سر گھومنے لگا جو کام خود سے بھی چھپا کر کیا جا رہا تھا اس کا اقرار کسی کے سامنے کیسے کر لیتی...... وہ پلٹ کر جانے لگی پھر جیسے اس نے اسے بدشگونی جانا...... جب دل میں کوئی ہو تو دل سب شگونوں اور بدشگونوں کے حساب رکھنے لگتا ہے...... وہ خطرہ مول لینا نہیں چاہتا...... پھر وہ تہوار کا موقع تھا اور پھر تہواروں پر ویسے ہی بہت سی جازتیں دے دی جاتی ہیں تو اس نے خود کو یہ اجازت دے دی...... اور اسے یہ بھی لگا کہ آسمانوں سے اس سے پوچھا جا رہا ہے۔ "کس کا نام لکھوانا ہے اپنے نام کے ساتھ امرحہ؟"

وہ جو پلٹ گئی تھی واپس پلٹی۔ "میرا نام امرحہ ہے اور اس کا......"

"اس کا؟" خاتون مزید مسکرانے لگیں۔

"وہ...... اس کا...... عالیان......!"

خاتون نے سر کو جنبش دی اور دونوں کے نام چینی میں لکھ دیئے۔

ان دو ربن کو لے کر اس کے لئے چلنا دوبھر ہو گیا۔ اس کے دل کی دھڑکن اتنی تیز ہو گئی کہ اسے لگا کہ وہاں موجود ہزاروں لوگ جو اِدھر اُدھر دیکھ رہے ہیں تو دراصل اسی کے دل کی دھڑکن کو تلاش کر رہے ہیں...... اسی کو لے کر سرگوشیاں کر رہے ہیں...... اسی پر مسکرا رہے ہیں...... اور سر ہلا کر اسے بتانا چاہتے ہیں کہ ہاں ہم جان گئے ہیں تم کیا کر آئی ہو...... دیکھو تم پکڑی گئی......

وہ مسکرائی اور مسکراہٹ غائب بھی کر لی...... اسے یہ بھی لگا کہ اس نے کوئی بڑا گناہ کر لیا ہے...... اور یہ بھی کہ زندگی میں اب اسے کوئی ایسی چیز ملی ہے جو اتنی قیمتی ہے کہ اسے دنیا کا ہر محفوظ کونا غیر محفوظ لگنے لگا ہے اور اسے لگنے لگا ہے کہ دنیا میں ہر

کوئی اس کے ان رہنوں کو چرا لینے کا ارادہ رکھتا ہے..... اگر عالیان ڈریگن پریڈ میں نہ آتا تو وہ اگلے کئی دنوں تک خود ہی اس کا سامنا نہ کرتی......

چینی اسٹالوں پر گھومتے اُس نے بہت کچھ دیکھا..... اِدھر عالیان..... اُدھر عالیان..... ہر آنکھ، ہر انداز، ہر مسکراہٹ عالیان، اس نے خود کو شیشے میں دیکھا اور وہاں بھی عالیان کو پایا......

''ہم اچھے دوست بنے رہیں گے پھر میں پاکستان چلی جاؤں گی اگر اس نے کچھ کہا تو میں کہہ دوں گی میری بات میرے کزن کے ساتھ طے ہے۔''

یہ تھی اس کی حکمتِ عملی جو اس نے ترتیب دے رکھی تھی۔ اور اس حکمت کی وجہ وہ یاد بنی جو اسے عالیان کو دیکھ کر آیا کرتی تھی۔

O......❖......O

''جب تک اسے کوئی نوکری نہیں مل جاتی۔ تم اسے رکھ لو واجد......''

''جب ایک بار کہہ دیا نہیں...... تو نہیں۔''

''کیوں اتنے انتہا پسند بن رہے ہو......؟''

''جی میں ہوں انتہا پسند...... اور کیا سننا ہے مجھ سے......''

''انسان کو اتنا سخت دل نہیں ہونا چاہئے۔''

''میرے اپنے اصول ہیں۔ آپ مداخلت نہ کریں بابا......!''

''اصول ہیں شریعت نہیں کہ بدلی نہ جاسکے۔''

''شریعت ہی سمجھ لیں......''

''شریعت ہی سمجھ لیں۔'' یہ جملہ اس کے کانوں میں اس وقت ضرور گونجتا جب جب اس کی نظر عالیان پر پڑتی۔ ان کی کالونی کا چوکیدار عیسائی تھا اپنے بیٹے کی نوکری کے لئے پریشان تھا، جو ایک ٹانگ سے معذور تھا اور صرف بیٹھ کر والا کام ہی کر سکتا تھا۔ اس کے دو بچے تھے اور اس کے گھر کے حالات ٹھیک نہیں تھے، جہاں وہ پہلے کام کرتا تھا وہ نوکری وجہ سے جاتی رہی۔ چوکیدار دادا کے پاس کئی بار آیا تھا کہ بابا اسے عارضی طور پر اپنے اسٹور پر رکھ لیں لیکن بابا نے لاکھ منت بھی نہیں رکھا۔ چند ہزار دے دیئے کہ اس کی امداد کر دیں۔

''امداد ہی لینی ہوتی تو نوکری کرنے کے لئے تڑپ نہ رہا ہوتا۔'' دادا نے پیسے واپس کر دیئے۔

جو اپنے اسٹور پر ایک عیسائی لڑکے کو ملازم نہیں رکھ رہے تھے وہ ایک عیسائی عورت کے بیٹے کو گھر میں داماد ہونے کی حیثیت سے گھسنے دیتے..... جسے نوکری نہیں دی تھی اسے بیٹی دیتے...... جس کے لئے ضد نہیں توڑ رہے تھے اس کے لئے روایت توڑتے؟

وہ عالیان کو پاکستان لے جاتی اور اس کی تذلیل کرواتی۔

اور رات کے آخری پہر کی اتنی ہی کہانی ہے کہ گھٹنوں کے بل وہ زمین پر جھکی اس تصویر کو سینے سے لگائے رو رہی جس میں نظر آتے اس کے مہیب عکس کو اس نے پنسل سے گہرا کر لیا تھا...... وہ ڈریگن کے ماسک تلے بھی روتی رہی تھی... جیسے جان گئی تھی کہ اب اسے رونا ہی ہے...... وہ روتی رہی...... روتی رہی کیونکہ وہ جانتی تھی اسے اس سے الگ ہی ہے...... وہ اسے دوستی کے لئے منالے گی، محبت تک بات نہیں لائے گی۔

لیکن اب اس رات...... بربنگ مین کو اپنی پشت پر دور چھوڑتے وہ بات محبت تک لے آئی تھی...... اس نے اا محبت کا ترازو ہاتھ میں پکڑا تھا اور دونوں طرف عالیان کو بٹھایا تھا۔

خوف کو دل میں ہی لئے وہ بے خوف ہو کر آگے بڑھی تھی...... ہاں اب تو...... اب ہی تو اس نے وہ دُھن تشکیل دینی
روح کی تھی جو عالیان کے وجود سے پھوٹتی روشنی سے مل کر رقص کناں ہونے کو تھی...... اب ہی تو اس نے اس کی آنکھوں پر
ن کمانوں کے کناروں سے جا ملنے کی ٹھانی تھی۔ اس نے انہیں تصور میں کتنی ہی بار اپنی پوروں سے چھوا تھا...... عالیان کو
ک کر اسے ساکت کر کے اب ہی تو اسے سامنے بٹھا کر دیکھتے رہنے کا کنول آسن جمایا تھا۔

سسکیوں نے سناٹے سے ہم کلام ہونا چاہا۔

وقت نے بے دردی سے ٹھہر جانا چاہا......

تقدیر نے ترحم کے آنسو ٹپکائے......

اندھیرے، آگ سے روشن ہوتے اس راستے پر چلتے "خلیفہ" نے اپنی داڑھی کو بھیگ جانے دیا...... جسے ساری عمر
کھتے رہنے سے اس کا جی نہیں بھرنے والا تھا اب وہ اسے آخری بار دیکھ آیا تھا...... اب وہ محبوب کے محبوب کو پانے نکلا
......رات کے ایسے آگ آگ ہوتے پہر میں لا منزل چلتے خلیفہ نے ایک بار بھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا...... اس کا دل دائی
ائی کے خوف سے گرلا رہا تھا...... اس کی سیاہ داڑھی سفید ہونے جا رہی تھی۔

"اور عشق...... اس پر یہ جائز نہیں کہ غفلت برتی جائے۔"

نار کو پیچھے چھوڑتے نار کو وجود میں لئے اسے لگا وہ تب سے چل رہی ہے جب سے پیدا ہوئی ہے...... آخر اس کا سفر
ب ختم ہو گا...... ہو گا بھی یا نہیں...... اس کے پیروں کے ساتھ اس کے آنسوؤں نے جو سفر کیا ہے وہ کہاں جا کر رکے گا
......

کئی ٹیکسیاں اس کے قریب سے گزر گئیں اس نے کوئی ایک بھی نہیں لی...... وہ کوٹ کے کالر سے اپنی آنکھیں رگڑتی
،اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ کئی بار گرنے لگی تھی...... اسے اپنی آنکھیں صاف رکھنی تھیں اس کی آنکھیں صاف
نے میں نہیں آ رہی تھیں۔

اس کے کانوں میں لفظوں کی دھمال مچی تھی۔

"مجھ سے شادی کرو گی امرحہ...... ؟ مجھ سے شادی کرو گی امرحہ؟ شریعت ہی سمجھ لیں۔ حسب نسب لے کر بیٹھنا......
،ایک شہزادی سے محبت ہوتی ہے لیکن شہزادی اس سے لاعلم ہے...... میرے ساتھ روس چلو گے پاپا سے ملنے...... میں تمہارا
دنا نہیں ہوں۔"

"امرحہ...... اب تمہیں جو کہنا ہے وہ سننے کے لئے میں خود کو موجود نہیں پاتا...... جن سے ایک بار دھتکار ملے ان کے
،پلٹ کر جانے کا جرم نہیں کرنا چاہئے......"

اور اس کا وہ گیت جو پورا بنا گیا تھا نہ آدھا، وہ سڑک پر اس کے قدموں تلے بکھرتا چلا گیا...... لفظوں کی دھمال میں
انے لگا۔

"آغاز بہار کی آمد ہے......

سانسیں معطر ہونے لگی ہیں......

مرتسم ہے دھنک بھی آنکھوں میں......

نیا جہاں دل میں بسنے لگا ہے......

اب وہ بجنے لگا ہے۔"

ٹیکسی کو بمشکل روک کر وہ اس میں بیٹھ سکی اور گھر آ گئی...... اور اس سامان کو پیک کرنے لگی جسے ساتھ لے کر اسے
تان جانا تھا...... اپنے سامان میں اس نے سب سے پہلے چھپا کر رکھے باکس کو نکال کر رکھا...... وہ پہلی فلائٹ سے ہمیشہ

کے لئے پاکستان جانے کے لئے خود کو تیار کر چکی تھی...... کیونکہ وہ جان چکی تھی اس نے اس شخص کو کھو دیا ہے جسے اب کوئی اور پا چکا ہے۔

○......❖......○

وہ اپنے کمرے کی اس کھڑکی کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہی تھی جہاں سے کبھی وہ کودا تھا۔ وہ جذبات کے اس کنارے پر کھڑی تھی جہاں سے سب کچھ ٹوٹتا پھوٹتا ہی نظر آتا ہے۔ ایک دیوانے کی سی کیفیت جو اپنے وجود کے پاتال میں اتر کر ایڑیاں رگڑنے لگتا ہے۔ دہن سے کرب انگیز آوازیں نکالتا ہے اور عالم دیوانگی میں خود کو اِدھر اُدھر پٹختا ہے۔

خود پر حملہ آور ہو چکی، کپکپی کو ناتواں کرنے کے لئے اس نے اپنے گرد بازو لپیٹے۔

یہ انتہا تھی جانکاری کی...... عروج کہیں پیچھے رہ چکا تھا۔ محبت اس سے بہت آگے نکل چکی تھی۔

وہ عالم فنا میں تھی...... دنیا میں بہت کچھ ضروری ہوگا لیکن عالیان سے پہلے نہیں...... اس سے پہلے سب فنا ہی ہوگا اور اس کے بغیر بھی...... عالم یقین کے پٹ اس پر وا ہوئے اور اس نے جانا کہ وہ اس سے جدا ہونے کی متحمل ہو سکتی ہے، اگر زندہ ہی نہ رہے۔

ہاں یہ ہی وہ بات تھی جو بہت پہلے طے ہو چکی تھی اور منکشف اب ہوئی تھی کہ اب جو اس کے بغیر ہوگی وہ زندگی نہیں ہو گی۔ اب پھول کھلیں گے، نہ بہار آئے گی۔ خوشیوں کا منتظر رہا جائے گا نہ مسکراہٹوں کو خوش آمدید کہا جائے گا۔ کائنات کی اِس حد سے اُس حد تک پھیلاؤ ہوگا لیکن ٹھہراؤ نہیں...... کوئی گیت سہانا نہیں لگے گا اور کسی داستان میں جی نہیں اٹکے گا۔ اب موت کی نشانیوں کا انتظار کیا جائے گا اور بینائی کو جزدان کر دیا جائے گا۔ اب نہ بولنے کی غرض رہے گی، نہ سننے کی چاہت۔

اب...... ساری دنیا کے اہرام اپنی بلندیوں سے گر جائیں گے اور پانی کے ذخیرے اپنا پانی الٹ دیں گے...... تو بھی قیامت کا گمان نہ ہوگا۔

صبح تک وہ فیصلے کے پنڈولم پر جھولتی رہی۔

وہ مرنے کا ارادہ نہیں رکھتی اور مر کر زندہ رہنے کا بھی۔

ویرا گھر آ چکی تھی اور این بھی...... ویرا کو نیویارک جانا تھا، جس ٹیکسی میں وہ گھر آئی تھی اسی ٹیکسی میں بیٹھ کر وہ ایئر پورٹ چلی گئی۔ این اس کا دروازہ بجاتی رہی لیکن اس نے کھولا ہی نہیں۔

''تم نہ صرف خود پاگل ہو بلکہ دوسروں کو پاگل کر دینے کی صلاحیت بھی رکھتی ہو۔'' دروازے کے باہر این تیز آواز میں بڑبڑا کر چلی گئی۔ وہ رات بھر اسے فون کرتی رہی تھی لیکن اس نے اٹھایا نہیں تھا۔ وہ بھی وہیں کہیں ہے لیکن وہ گھر پر تھی۔

بہت صبح وہ شٹل کاک میں کسی کے بھی اٹھنے سے پہلے یونی آ گئی اور باہر سے ہی اس کے گرد چکر لگاتی رہی...... سڑکیں سنسان تھیں اور یونی بھی...... وہ حسرت سے اس عمارت کو دیکھ رہی تھی جس کی یاد آنے پر وہ سختی سے آنکھیں میچ لیا کرے گی...... اپنی سانس کو متوازن رکھنے کے لئے اسے خود سے گہری گہری سانسیں لینی پڑ رہی تھیں۔

اس عمارت کے اندر جاتے ہی اس کی نئی زندگی نے سانسیں لینی شروع کر دی تھیں اور اس عمارت سے باہر ہوتے ہی وہ نئی سانسیں آخری سانسیں لینے لگیں گی۔ اِدھر اُدھر کسی پارک میں بیٹھے، فٹ پاتھ پر چلتے، کافی شاپس کی شیشوں کی دیواروں سے اندر جھانکتے اور مانچسٹر پر آخری اڑان بھرتے جیسے پرندوں کو دیکھتے اس نے کافی وقت گزار لیا اور پھر وہ اپنے اسٹور آ گئی۔

''تمہاری ڈیوٹی تو شام میں نہیں؟'' منیجر نے پوچھا۔

''اسٹور روم میں کچھ جوتے ہیں، وہ مجھے خریدنے ہیں۔'' وہ ذرا اٹک کر بولی۔

''ٹھیک ہے خرید لو......''

وہ اسٹور روم میں آ گئی اور وہ جوتے اٹھا لائی جسے عالیان نے پہن کر دیکھا تھا اور جو بعدازاں اس نے ایسی جگہ چھپا دیئے تھے کہ کوئی اور ور کر انہیں دیکھ کر خرید نہ سکے۔

جوتوں کے وہ تین عدد جوڑے تھے۔

منیجر نے انہیں دیکھا تو شرارت سے مسکرانے لگا۔" بے شک ان میں نقص معمولی ہے لیکن میں پھر بھی تمہیں مشورہ دوں گا کہ اس شاہی خاندان کے فرد کے لئے تم انہیں بھی معمولی سمجھو اور ان تین کے بجائے تم ایک وہ لے لو جسے میں نے ایک میگزین میں پرنس ہیری کو پہنے دیکھا ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا لیکن اس کی تحریک سنجیدہ تھی۔

وہ مسکرا نہیں سکی اور بتا بھی نہیں سکی کہ جوتے عالیان کے لئے معمولی ہی ہوں گے لیکن اس کے لئے بہت خاص ہیں، وہ انہیں اپنے پاس رکھنا چاہتی ہے۔ وہ ان باقیات کو اکٹھا کر رہی ہے جو پورا عالیان نہیں بنا سکتیں۔

"پھر کیا ارادہ ہے پرنس ہیری کے جوتے کے بارے میں۔"

جس انداز سے عالیان اسٹور آتا تھا سب کو اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ جوتے لینے تو ہرگز نہیں آتا بلکہ ایک بار منیجر نے شیشے کے پار سڑک کی طرف اشارہ کیا اور کہا۔" دیکھو...... کیا یہ وہی ہے جس نے آج تک ہمارے اسٹور سے کچھ نہیں لیا، سوائے تمہارے قیمتی وقت کے۔"

امرحہ چڑ جاتی۔" پتا نہیں۔"

"اس کی آئس کریم ختم ہو چکی ہے اور تمہاری جاب ٹائمنگ بھی...... ویسے وہ تم سے کیا کہتا ہے کہ میں یہاں سے گزر رہا تھا تو سوچا تم سے ہائے ہیلو کرتا جاؤں...... یا وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے مانچسٹر کے فلاں کونے میں واقع فلاں ریسٹورنٹ دریافت کر لیا ہے جہاں ملنے والا فش سوپ اتنے مزے کا ہے کہ گمان ہوتا ہے کہ اس کے شیف نے اس پر کوئی جادو پڑھ کر پھونکا ہے اور سنو وہ پچھلے پندرہ منٹ سے اِدھر اُدھر ٹہل رہا ہے جو گزر رہے ہوتے ہیں وہ ایسے پندرہ منٹ تک انتظار نہیں کرتے، اگر وہ تمہارے سامنے یہ جھوٹ گھڑے تو تم مستری سے مسکرا سکتی ہو۔"

اب وہ اداسی سے مسکرا دی اور نفی میں سر ہلایا کہ ہیری کے جوتے نہیں چاہئیں...... جوتے اسٹور میں ہی رکھوا کر وہ باہر آ گئی۔ وہ اپنے واجبات لینے آئی تھی لیکن فی الحال اس نے واجبات کو چند گھنٹوں پر ٹال دیا...... اس نے خود کو بھی چند گھنٹوں کے لئے ٹال دیا۔

اسے شکوہ ہونے لگا کہ مانچسٹر پر جو دھند اتر رہی ہے وہ اس کی آنکھوں میں کیوں گھس رہی ہے کہ اسے چلنے پھرنے میں دشواری ہو رہی ہے، اگر ایسا نہ ہو تو وہ تیزی سے اپنے کام سمیٹ لے۔ بلکہ بہت تیزی اور پھرتی سے...... اور وہ جو بار بار اپنے وجود پر کسی چیز کے قائم ہونے کا پتا معلوم کر رہی ہے تو اس سے بھی اسے فرصت ملے اور اس کے کالے کوٹ کے اندر کیا چیز پاش پاش ہو چکی ہے۔ ذرا دم لے کر اس کا بھی حال چال پوچھے۔

اس نے خود کو مانچسٹر کو کھوجتے پایا...... اچھا خیال تھا کہ وہ مانچسٹر کو کھوج رہی ہے...... کئی لوگوں نے اس کے گلابی گالوں اور سرخ نم آنکھوں کو ٹھٹک کر دیکھا۔ اس پر ترس کھایا جا سکتا تھا اور اس نے خود کو قابل رحم ہی بنا لیا تھا۔

اس کے اندر ایک جذبہ بار بار سر اٹھا رہا تھا کہ وہ دنیا کو آگ لگا دے اور سب سے پہلے خود کو۔ اس نے نفرت سے اپنے خاندان کے بارے میں سوچا اور پھر آخری نقطے پر ٹھہر کر وہ خود سے نفرت کرنے میں مشغول ہو چکی تھی۔ اس نے دبے دبے غصے سے دادا کے بارے میں سوچا اور چاہا کہ انہیں اپنے ساتھ کھڑا کر لے اور اس شخص کی طرف دیکھتے رہنے کا حکم دے جو برننگ مین کے ساتھ جل کر راکھ ہو چکا ہے اور کیا پھر بھی دادا یہ کہنے کا حوصلہ کر پائیں گے۔

"حسب نسب لاؤ۔"

اس کی راکھ کے ڈھیر پر کھڑے ہو کر بھی وہ اپنا سوال نہیں بدل پائیں گے...... کیا تب بھی وہ اس کے دل کی بات مان

لینے پر مجبور نہیں ہو جائیں گے۔ ٹھنڈی پھوار اس کا سر بھگو رہی تھی اور وہ ان قصے، کہانیوں میں غلطاں ہو چکی تھی جو معاشرے میں، کتابوں میں، اِدھر اُدھر بکھری پڑی تھیں۔ وہی جن میں سب ہوتا ہے، بس ملن نہیں ہوتا۔

داستانِ امرحہ کے ساتھ بھی یہ ہی ہوا۔ بہت کچھ اس نے الٹا پلٹا کر دیا تھا اور باقی حالات نے۔ وہ کسی کو راضی نہ رکھ سکی، خود کو نہ عالیان کو، دونوں ایک ہی راستے پر چلتے چلتے ایک دوسرے کی پشت پر آ گئے۔ وہ اپنی وجوہات کی وجہ سے پلٹ کر نہیں دیکھ رہا تھا اور یہ اپنی...... پانی کی دھار بنے وہ پانی کے کنارے، بن گئے۔

گھوم پھر کر وہ پھر اسٹور آ گئی اپنے واجبات لینے، واجبات سے زیادہ مقصد جاب چھوڑ دینے کا عندیہ دینا تھا۔

''تمہارا کوئی پوچھنے آیا تھا۔'' اسے دیکھتے ہی مینیجر نے اسے بتایا۔

''عالیان......'' سانس سے بھی پہلے نام اس کے حلق سے نکلا۔

''کوئی سائی تھا، میں نے کہہ دیا تم آئی تھیں اور چلی گئیں۔''

''سائی!'' وہ بڑبڑائی...... وہ کافی بار اسے فون کر چکا تھا لیکن اس نے کوئی کال ریسیو نہیں کی تھی۔ اس نے اپنے اندر سائی کے لئے بھی نفرت محسوس کی اور غصہ بھی۔

''مجھے میرے بقایاجات چاہئیں۔'' ہاتھ مسلتے اس نے کہہ دیا۔

''تم جاب چھوڑ رہی ہو؟''

''ہاں......'' اس نے نظریں چرا کر کہا۔

''کہیں اور جاب مل گئی ہے؟''

''مجھے جاب کی ضرورت نہیں رہی اب۔''

''تم ٹھیک ہو امرحہ؟'' وہ اب ٹھٹکا۔

''ہاں...... بالکل......''

''بیٹھ جاؤ امرحہ......'' مینیجر نے نرمی سے کہا۔

وہ شیشے کی دیوار کے پاس رکھے اسٹول پر بیٹھ گئی اور گیلی سڑک کو دیکھنے لگی۔

''کہیں جا رہی ہو؟''

دونوں ہتھیلیوں کو مسلتے امرحہ نے چونک کر گیلی سڑک پر سے نظریں اٹھائیں۔ اسے یہ کس نے بتایا کہ وہ جا رہی ہے...... تو کیا اسے واقعی جانا ہوگا...... اس کے رخصت کے استعارے اکٹھے ہونا شروع ہو گئے ہیں اور اس کے قیام کی علامتیں رُوپوش ہو گئی ہیں۔

''اتنا وقت تمہارے ساتھ گزارا ہے اور تم کیسے جذبات سے عاری، خاموش سی جا رہی ہو۔ اگر تمہارا جانا ضروری ہے تو اچھے انداز سے بائے کہہ کر جاؤ، ورنہ مجھے موقع دو کہ میں تمہیں اس انداز میں الوداع کہوں، جس انداز میں، مَیں نے تمہیں خوش آمدید کہا تھا۔''

اور صرف اتنی سی بات پر وہ پھر سے رونے لگی...... اور آنکھوں کو رگڑ کر مینیجر کو دیکھا۔

''میں نہیں جا رہی...... کہیں نہیں جا رہی۔''

''پھر جاب کیوں چھوڑی؟''

''یہ دیکھنے کے لئے کہ کیا کچھ چھوڑ سکتی ہوں۔ میں سب چھوڑ سکتی ہوں لیکن اسے نہیں...... پوری شدت سے جانے کا فیصلہ کرنے کے باوجود میں ساری توتیں لگا کر خود کو روک لینا چاہتی ہوں...... مجھے روک لیں...... پلیز......''

''رک جاؤ امرحہ......''

''میں یہاں رہنا چاہتی ہوں۔''

''رہ جاؤ یہاں......''

''دنیا کے کسی اور کونے میں، میں کیسے رہ سکتی ہوں اب بھلا؟''

''دنیا کے اس کونے کے علاوہ تمہیں کہیں اور رہنے کی ضرورت نہیں۔''

''یہاں بھی اب میری ضرورت نہیں رہی، یہاں بھی نہیں رہ سکتی، یہاں سے جا بھی نہیں سکتی...... اسے اتنی جلدی کیوں تھی...... مجھے ہنسانے اور رلانے کے کام اس نے اتنی جلدی جلدی کیوں کیئے؟'' اس نے منیجر کی طرف دیکھنے سے گریز کیا۔

منیجر ولسن ہمدردی سے اسے دیکھنے لگا۔

''وہ جو لندن والا؟'' بہت کچھ وہ پہلے سمجھ چکا تھا، اب مکمل سمجھ رہا تھا۔

''میں اپنے جانے کے سامان کر رہی ہوں اور خود کو روک لینے کے بھی...... میں بری طرح سے منتشر ہوں۔ میرا ایک حصہ میری مٹی میں ہے اور ایک اس کے وجود میں...... میں خود کو کہاں کھڑا کروں اور کہاں سے چلتا کروں، میں فیصلہ نہیں کر پا رہی...... ولسن! میں نے اسے کھیل نہیں سمجھا تھا لیکن کھیل کی طرح ہی کھیل گئی...... اسی لئے تو محبت میں ہار جیت ہوتی ہے...... اگر ہم اس سے نہ کھیلیں تو ایسا تو نہ ہو نا...... صرف جیت ہی ہو...... بس جیت......''

ولسن میز کے کنارے سے ٹک کر کھڑا ہو گیا۔ امرحہ اردو میں بول رہی تھی، اسے الفاظ سمجھنے میں دقت تھی۔ محسوسات سمجھنے میں ہرگز نہیں۔

''میں نے ہر خوبصورت شے کی طرف سر اٹھا کر دیکھا ہے...... آنکھیں گاڑ کر...... دل جما کر...... پھر بھی میں یہ یقین حاصل نہیں کر پائی کہ میں ان کے سہارے جی لوں گی وہ میرے لئے کچھ تو سہارا بن جائیں گی...... دیکھو یہ سڑک پر چلتے لوگ، ہنستے مسکراتے لوگ مجھے کتنے ہیبت ناک لگ رہے ہیں اور یہ آسمان سے برستی پھوار مجھے اس پر ترس بھی آ رہا ہے۔ مجھے یہ کیسی حقیر بھی لگ رہی ہے...... یہ میرے آنسوؤں سے مقابلہ کر رہی ہے...... اور میں نے ساری بڑی نعمتوں کو گن کر دیکھ لیا ہے۔ ان کے انبار بھی مجھے دیئے گئے تو میرے لئے رائی برابر خوشی کا سامان نہ ہو سکے گا...... میں کبھی حساب میں اچھی نہیں رہی اور دیکھو، آج ہر غم کے جواب میں وہ نکلتا ہے اور ہر خوشی کے سوال میں بھی...... میرا حساب اچھا ہو گیا ہے۔''

میز پر رکھے ٹشو باکس کو ولسن نے اس کے آگے کرنا قابلِ تحقیر جانا...... وہ بچوں کی طرح اپنے کسی پیارے کھلونے کے ٹوٹ جانے پر نہیں رو رہی تھی...... اسے لاڈ سے چپ کروایا جا سکتا تھا نہ تسلی سے۔ اب صرف اس کی آنکھیں خشک کر دینا کافی نہیں ہو گا۔

''میں سوچتی ہوں اگر اپنی ہتھیلیوں پر آنسو بہاتی رہوں تو شاید میری قسمت بدل جائے۔'' اس کی آواز اتنی دھیمی تھی کہ اسے سننے کے لئے کان اس کے منہ کے پاس لے جانے پڑتے...... اس نے تو ثابت کیا کہ وہ خود اپنے آپ سے بات کر رہی تھی۔

''میں اسے کبھی یہ بتا نہیں سکی کہ وہ مجھے کتنا اچھا لگتا ہے...... اب اسے کون بتائے گا کہ امرحہ نے اسے کتنا پسند کیا، اتنا کہ میں نے اس کے پلٹ جانے پر اس کی پشت کو اوجھل ہو جانے تک دیکھا اور اس کے سامنے آنے پر میں نے اپنی نظر سے اس کی نظر اتاری...... اگر وہ مجھے نہ ملا ہوتا تو مجھے یہ کبھی معلوم نہ ہوتا کہ خدا کی رحمت کیسے انسانی صورت مجسم ہوتی ہے اور اگر کرم اور مہربانی کی کوئی پہلی صورت ہے تو وہ اس جیسے انسان کی زندگی میں شامل ہونا ہے...... اندھیروں پر قابض ہو جانے والا وہ روشن ستارہ جو طلوع ہوا کرتا ہے غروب نہیں۔

رات کو آنکھیں بند کرنے سے پہلے مجھے یہ منظر دکھنا یاد رہتا ہے کہ کیسے وہ سر کو اٹھا کر قہقہے لگاتا ہے...... مجھے دلی سکون ملتا ہے اس منظر کو دہرا کر جب وہ میرا ماسک اٹھانے جھکا تھا۔ جو مسکراہٹ اس وقت اس نے اپنے ہونٹوں پر سجا رکھی تھی، وہ

ان جذبوں کو عطا کی جاتی ہے جواب ناپید ہوتے جا رہے ہیں۔ اس مسکراہٹ سے میں اس کی مداح ہو گئی اور طلب گار بھی۔
میں اسے یہ بھی نہیں بتا سکی کہ وہ خاموش رہتا ہے تو گنگناتا ہوا لگتا ہے اور اگر وہ گنگنا لے تو ساری خاموشیوں کو جگاتا لگتا ہے۔
میں نے تو اسے کچھ بھی نہیں بتایا اور نہ اس نے مجھے سنا...... اس نے اپنے کان ویرا کے منہ کے آگے کر دیئے، کتنی جلدی میں تھا وہ...... بدہیئت ہوتی ہے ایسی عجلت کہ مٹھی میں قید کر لینے والے مٹھی کھول دینے پر مائل ہوں۔''

اپنے وجود کو ساکت رکھے، دونوں ہاتھ گود میں رکھے اسے دیکھتے ولسن کی نظروں میں ترحم بڑھتا جا رہا تھا۔

وہ ایک ایسا مجسمہ تھی جسے جس شدت سے تراشا گیا اسی شدت سے توڑ دیا گیا۔

''تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔ وہ ایک دن خود تمہارے پاس آئے گا۔'' ولسن جتنی بات اس کے انداز سے سمجھ چکا تھا اسے اس نے کہہ دیا۔

''مجھے بھی یہی خوش گمانی تھی۔''

''خوش گمان ہونا اچھا ہے، بجائے بدگمان ہونے کے...... اپنے دل کو اور ہلکا کر لو...... لیکن کہیں مت جاؤ۔''

جس حالت میں وہ بیٹھی تھی اسی حالت میں اٹھ کر باہر آ گئی۔

وقت کے ساتھ ساتھ محبت نے شدت اختیار کر لی تھی...... ڈریگن پریڈ تک وہ کچھ اور تھی۔ اب کچھ اور تھی...... چشمہ دریا بن چکا تھا اور دریا ایسے پانیوں میں گرتا تھا جس کی وسعت کی کوئی حد نہیں تھی۔

جو کچھ ان کے درمیان ہو چکا تھا وہ اب سے پہلے عام اور معمولی لگتا تھا۔ کہانی کا ایک المیہ حصہ...... جو ہر قصے کہانی سے جڑا ہوتا ہے اور پھر سے سب خوش...... اور اب جب واقعی عالیان کسی اور کے سپرد ہوا تھا تو سب خوش فہمیاں، غلط فہمیاں دور ہو گئی تھیں۔ سب اتنا آسان نہیں تھا۔ حقیقت، سوچوں اور اندازوں سے کہیں آگے کی چیز ہوتی ہے۔

اس نے ہاتھ میں پکڑے شاپر کو دیکھا۔ ''کیا وہ اتنے سے عالیان پر راضی ہو جائے گی۔''

''نہیں...... ہاں نہیں ہی......''

خود سے کئی ہزار بار یہ سوال پوچھ چکے اور اس کا جواب جان چکے اور اپنا سب کچھ ہار چکے ''عالیان'' کو جیتنے کے لئے اس نے ایک آخری جوا بھی کھیل لینا چاہا۔

اس کے خاندان کو حسب نسب چاہئے تھا اور اسے وہ......

خاندان کے نام پر اس کے پاس کچھ تو ہوگا...... کوئی تو...... اور نہ جانے وہ کوئی کتنا معتبر ہو کہ اعتراض کا سوال ہی نہ اٹھے۔

وہ ویرا کو ہاں کہہ چکا ہے تو ناں بھی کہہ دے گا...... امرحہ کی ہاں کے بعد کسی ناں کی گنجائش نہیں رہے گی۔

اس نے کوٹ کی جیب سے فون نکالا اور کافی دیر تک اسے دیکھا۔ وہ پہلے بھی ایک بار اس نمبر پر فون کر چکی تھی۔ اسے کچھ نہیں بتایا گیا تھا، بلکہ الٹا انہیں یہ شک ہو گیا تھا کہ وہ صرف پیسوں کے لئے یہ ظاہر کر رہی ہے کہ وہ ان کی مدد بھی کر سکتی ہے۔

برننگ مین اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور اسے یہ بتانے لگا جل جانا دراصل کیا ہوتا ہے...... لیکن برننگ مین یہ نہیں جانتا تھا کہ آگ سے جل جانا جدائی کی آگ سے جلنے سے بہت کم تکلیف دہ ہوتا ہے...... بہت ہی کم......

○......❖......○

یہ نیو یارک سٹی کا مقامی ریسٹورنٹ ہے جس کی چھت کی زیبائش آنے والوں کو سر اٹھا کر دیکھنے پر مجبور کر دیتی ہے اور جس کے سائے تلے بیٹھ کر کھانے میں وہ راحت محسوس کرتے ہیں۔ ہال میں پھیلی میزوں پر بیٹھے لوگ کھانے کو سکون اور لطف سے برت رہے ہیں اور اپنے سامنے بیٹھے شخص کی آنکھوں میں دیکھنے کو پسند کر رہے ہیں۔ افراتفری کو وہ باہر چھوڑ آئے ہیں اور فرش سے چھت تک تنی شیشے کی دیواروں سے دکھائی دیتی نیو یارک شہر کی روشنیوں کو اپنے ساتھ ساتھ لیکن پس منظر میں رکھتے ہیں۔

وہ بلندی پر ہیں اور یہی تو انہیں پسند ہے۔

سامنے ہال کی اس دیوار کے سامنے جس پر مقامی مصور نے اپنا شاہکار ثبت کیا ہے کی چند فٹ اونچی ڈائس پر مائیک کے سامنے سفید فراک میں ملبوس وہ کھڑی ہے......

''ویرا......''

''میری شام بنام عالیان......'' اس نے یہ فقرہ مسکرا کر کہا لیکن وہ آواز کو زیادہ بلند نہیں کر سکی اور اس نے اپنی نظریں میزوں پر بجی بلوری شمعوں پر بھٹک بھٹک جانے دیں۔

''پہلی بار میں تب چونکی تھی جب اسائمنٹ بناتے میں تھک کر رک گئی، اور ہاتھ میں پکڑے پین سے میں نے عالیان لکھا اور پھر میں نے صفحے کو اس نام سے بھر دیا اور یہ کرتے میں ذرا نہیں تھکی۔ اپنے علاوہ کسی اور کا نام لکھنا، یہ کام کرنا مجھے اچھا لگا۔ پھر جب وہ نوٹ پیڈ میرے لئے بے کار ہو گیا تو بس میں نے اس ایک صفحے کو نکال کر سنبھال لیا۔''

ریسٹورنٹ اپنے قیام کی سالانہ تقریبات کا ایک سلسلہ شام بنام منا رہا ہے اور وہاں موجود لوگوں سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ اس شخص کے نام کا اعلان کریں جو دنیا میں ان کے لئے سب سے زیادہ خاص ہونے کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

''چند سالوں بعد مجھے اپنی اس حرکت پر ہنسی آئے گی۔ مجھے اب بھی آ رہی ہے لیکن مجھے اس ہنسی پر کوئی شرمندگی نہیں۔'' کہہ کر وہ رک گئی۔ اسے اس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اسے اچھے الفاظ کا استعمال کرنا چاہئے۔ اس نے سوچا۔

''میں زندگی میں اتنی پریکٹیکل رہی ہوں کہ مجھ میں وہ احساسات ہی کم ہونے لگے جو نان پریکٹیکل ہوتے ہیں۔ پہلے میرا خیال تھا کہ میں ایسے شخص سے شادی کروں گی جو پاپا کی طرح کا ہوگا۔ شاید ہر لڑکی ہی ایسا چاہتی ہے۔ مجھے یقین تھا کہ میں کبھی اپنے پاپا جیسے انسان سے نہیں مل سکوں گی اور ابھی تک ملی بھی نہیں اور اب یہ اتنا ضروری بھی نہیں رہا۔ مجھے ذہانت سے لینا دینا تھا اور یہ عالیان کا میدان تھا لیکن ایک دن ایسا ہوا کہ اس کی سائیکل کے پیچھے بیٹھے جب میں نے اسے پکڑنا چا اور پھر میں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ مجھے خیال آیا کہ وہ برا مان جائے گا اور اس خیال کے آتے ہی مجھے خبر ہوئی کہ مجھے اس کی ہ ہی بات اچھی لگتی ہے۔'' وہ ہنسی اور رک گئی اور ہلکے سے گردن کو خم دیا اور ایسا کرتے اس کے کھلے بال لہرا گئے۔ آج اس نے ترچھی مانگ نکال کر سامنے سے بالوں کی لٹ کو اٹھا کر اسے بل دے کر اسے سنہری پن میں مقید کیا تھا۔ وہ وہاں اپنی سار؟ خوبصورتیوں اور مترنم اداؤں سمیت موجود تھی۔

''میں ابھی تک اس کی سب اچھی باتوں کی فہرست نہیں بنا سکی اور ایسا مجھے کرنا بھی نہیں۔'' ہاتھ کو ہلکا سا لہرا کر اس نے ایسے اشارہ کیا کہ ہال میں ہلکی ہنسی کی آوازیں گونج اٹھیں۔

''میرا خیال تھا کہ وہ یونی میں بس ایسے ہی مشہور ہے جیسا کہ خوبصورت اور ذہین اسٹوڈنٹس ہو جاتے ہیں۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ ہر تیسری لڑکی کا اس پر کرش ہے اور ہر دوسری لڑکی خود کو اس پر کرش سے بچانا چاہتی ہے اور ہر پہلی لڑکی کے بارے میں، مَیں ابھی تک نہیں جان سکی کہ وہ کیا کرتی ہوگی۔''

ہال میں ہنسی پھر گونجی اور اس بار دیر تک گونجتی رہی۔ سب اسے توجہ سے سننے پر خوش تھے۔

''اور مجھے کبھی اس خبط کی سمجھ بھی نہیں آئی۔...... معلوم ہوا تو یہ کہ اس میں کچھ تو ہے، کچھ بہت زیادہ، جب اسے غصہ آ ہے تو وہ گہرے سانس لیتا ہے اور سختی سے اپنا منہ بند کر لیتا ہے اور میرے نزدیک یہ ہی اصل صلاحیت اور طاقت ہے۔ دنیا میں بہت سے ایسے لوگ ہوں گے جو ایک عام انسان کو اٹھا کر زمین پر پٹخ دینے کی طاقت رکھتے ہوں گے لیکن ایسے کتنے لوگ ہوں گے جو زبان کو ہلانے کی معمولی لیکن بے بس کر دینے والی قوت کو قابو میں رکھتے ہوں گے۔ یقیناً بہت کم لوگ اور وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی قدر کی جانی چاہیے۔ میں نے جب جب اسے کچھ سنانا چاہا اسے ہمہ تن گوش پایا...... اسے بدمزا اور چڑچڑاتے نہیں دیکھا۔

ہاں اگر مجھے فہرست تیار کرنی ہی ہو تو میں اس کے اخلاق کو سب سے اوپر رکھوں۔ وہ مضبوط اعصاب کا مالک ہے۔ اگ

میں ایک آئرن لیڈی ہوں، جیسا کہ میرے بارے میں کہا جاتا ہے تو میں اس کے سامنے خود کو صرف انسان محسوس کرتی ہوں۔ وہ وہی سانچہ ہے جو لفظ انسان پر پورا اترتا ہے۔ اس کی موجودگی میں وقت جلدی گزرتا ہے اور اس کی غیر موجودگی میں وقت کو اس تک لے جانے کی تمنا کی جاتی ہے۔ پاپا کہتے ہیں وہ انسان بلاشبہ خوش قسمت ہوتا ہے جس کے گرد خاندان کا جھرمٹ سجتا ہے۔ میں اس میں اضافہ کرنا چاہوں گی کہ وہ خاندان خوش قسمت ہوگا جس کا جھرمٹ عالیان کے گرد سجے گا۔''

اس کی آنکھوں کی چمک اتنی بڑھ گئی تھی کہ عین اس کے سر پر لگے فانوس کی چمک کو مانند کرنے لگی تھی۔

''تو میں نے سوچنے میں زیادہ وقت نہیں ضائع کیا۔ اکثر لوگ کر جاتے ہیں نا اور میں نے اس چیز کا انتظار بھی نہیں کیا کہ وہ مجھ سے آ کر کہتا۔'' آؤ مل کر زندگی گزاریں۔'' مجھے اندازہ تھا کہ اب مشکل سے ہی وہ کسی سے یہ کہے گا۔ ایک بار کہہ کر اس کے ساتھ کافی برا ہوا تھا۔ مجھے خوشی ہے کہ میں نے کہہ دیا۔ مجھے کہہ لینے دیں کہ میں خوش ہوں اور مطمئن بھی، کیونکہ میری ماما نے ایک بار کہا تھا۔''شادی اس انسان سے کرنا جس کی تمہیں نگرانی نہ کرنی پڑے۔'' میں نے ابھی کہا کہ اس کے اخلاق کو میں سب سے اوپر رکھتی ہوں تو مجھے ایسے اخلاق کے حامل انسان کی نگرانی کی ضرورت کبھی پیش نہیں آئے گی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ان ہی لوگوں میں سے ہے جو انسانوں کو استعمال نہیں کرتے کیونکہ وہ انہیں کوئی چیز نہیں سمجھتے۔ وہ جھوٹ بول لیتا ہے اور ایسے بولتا ہے کہ شہادتیں دیتا ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اس سے مل کر میں نے ایک بات سیکھی کہ بہر حال یہ انسان کے اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذات کو کس قدر خوب صورت بنا سکتا ہے۔''

اسے تین منٹ کا وقت دیا گیا تھا جیسا کہ سب کو دیا گیا تھا لیکن وہ بیس منٹ لے چکی تھی اور ابھی بھی بول رہی تھی۔ بولنے والا شخص خاموش ہونے کو تیار نہیں تھا تو شہر کی روشنیوں کو پس منظر میں رکھ کر بیٹھنے والے لوگ اسے روکنے پر آمادہ نہیں تھے۔ وہاں اس شخص کا ذکر کیا جا رہا تھا جس کے بارے میں بولتے اور سنتے وقت سے ٹھہر جانے کی گزارش کی جاتی ہے۔

مائیک کے پاس کھڑے اس کے گال گلابی ہو چکے تھے۔ اس نے محبت کا لفظ استعمال نہیں کیا تھا اور کسے خبر تھی کہ اس نے یہ لفظ فی الحال چھپا کر رکھا ہوا تھا۔ وہ وہاں کھانا کھانے آئی تھی یہ سب کہنے نہیں لیکن اگر کہہ دیا تو اچھا ہی کیا..... شاید بہت اچھا کیا۔

○.....❖.....○

برننگ مین نائٹ ہے اور اس کے گرد ویرا گول گول گھوم رہی ہے۔ اس کی سماعتیں اس کہانی کا اختتام سننے لگیں تھیں جس کا ابتدائیہ اس کے وجدان نے پڑھا تھا اور اسے صاف نظر آنے لگا کہ وہ کسی اور کی زندگی میں جا رہا ہے۔

''یہ آنا اور جانا بھی ان کے معاملے صدیوں میں طے ہوتے ہیں، کبھی پلوں میں۔''

وہ ایک مرد تھا اور اس پر یہ تصور گراں گزرتا تھا کہ اس کے سامنے اسے اپنا لینے کی خواہش کی جائے۔ یہ حق وہ اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا۔ یہ رسم اسے ادا کرنی تھی۔ اسے یہ برا نہیں لگا کہ اس کا حق چھین لیا گیا، بس وہ ششدر سا رہ گیا۔ کوئی اسے اپنا لینے کی بات کر رہا ہے..... امرحہ نہیں..... بس کوئی..... ہاں بس پھر وہ کوئی ہی ہو۔

وہ جانتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو اس موڑ پر لے آیا تھا جس پر وہ خود کو کسی اور کے حوالے کر دینا چاہتا تھا اور دوسرے معنوں میں وہ کھیل ہی ختم کر دینا چاہتا تھا لیکن کھیل ختم نہیں ہو رہا تھا..... اسے ہر آواز بری لگ رہی تھی..... ہر انداز پر اسے اچنبھا ہو رہا تھا..... برننگ مین جل رہا تھا اور اپنی ساری تپش اس کے اندر منتقل کر رہا تھا۔

جس زمین پر وہ کھڑا تھا وہ زمین اسے کھسکتی ہوئی لگی۔ ویرا اس کے سامنے کھڑی تھی لیکن اس منظر نے اس کا دل نہیں لبھایا۔ وہ جس کے سامنے کھڑا ہوا تھا، وہ منظر ماضی کے اوراق سے نکل کر اس کے سامنے داستان بنا کھڑا تھا۔

آگ سے اٹے میدانوں کے دائرے اس کے گرد کھینچ گئے اور لاتعداد گھنٹے اس کے سر پر بجنے لگے۔

''میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔'' اس نے یہ بات سن لی تھی اور اسے یہ بات سنائی بھی نہیں دی تھی یہ ایک انہونی

کے ہو جانے کی سناؤنی تھی اور ایک اعلان بھی کہ جواہرات جڑے بیش قیمت آبخورے کے پیندے میں سوراخ ہو جائے تو پھر اسے یہ غرض نہیں رہتی کہ اس میں جواہرات محفوظ کیے جانے لگے ہیں یا کھلکتے سکے، وہ تو بس اتنا جان لیتا ہے کہ وہ "جام طہور" ہونے کا فخر کھو چکا ہے اور یہی اعلان اس صداقت کی طرف نشاندہی کرتا ہے کہ جب پریم جل سے لبالب ہوئے پیالا دل کے ساتھ یہ ہوتا ہے تو اسے یہ فکر نہیں رہتی کہ اس نے کیا کھو کر اب کیا ہونے کا اعزاز پا لیا ہے۔

اس کا دل اپنا فخر کھونے جا رہا تھا اور یہ کیفیت بہت ہیبت ناک ہوتی ہے۔ دل میں پہلی بار آنے والے کو ہم آخری سانس کے بعد بھی نکالنا نہیں چاہتے۔ اس عہد کو کر کے توڑنا ہی نہیں چاہتے۔ اپنا آپ بے معنی اور بودا لگنے لگتا ہے کیونکہ ہمارا دل پڑھی جانے والی کہانی کا کوئی کردار نہیں ہے جسے پڑھتے پڑھتے اس پر لعن طعن کی جاتی ہے اور اس پر دو حرف بھیج کر ساری ہمدردیاں باوفا پر لٹا دی جاتی ہیں۔ دل اپنی کہانی قاری بن کر پڑھ ہی نہیں سکتا۔ اور اگر ہم کسی ناقدرے کو سزا دینا چاہتے ہیں تو بہت جلد یہ جان لیتے ہیں کہ سزا تو ہم نے اپنے لئے تجویز کر لی اور تکلیف سب سے زیادہ ہم بھگت رہے ہیں۔ ناقدرا اور ناشکرا ہی سہی اس کے آگے پیچھے محبوب کا لفظ لگتا ہے اور یہ وہ لفظ ہے جس کے وزن پر کوئی دوسرا لفظ پورا اترتا ہے نا آدھا۔

اس نے اپنی ماں کے بارے میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ کسی اور کو اپنی زندگی میں شامل کر لیتی تو اس کے ساتھ ایسا نہ ہوتا۔ امرحہ پر یہ الزام لگایا کہ وہ ولید البشر جیسی ہے اور خود اپنے بارے میں فیصلہ اسے اب کرنا تھا۔

اب وہ کیا چاہتا ہے..... "ویرا....."

اس نے اس کے ہاتھ کو نرمی سے چھوا..... "جواب کے لئے اصرار نہ کرو..... مجھے وقت دو....."

"جتنا چاہے وقت لے لو صرف اتنا بتا دو کہ میں تمہیں اچھی لگتی ہوں؟" وہ اس کے سامنے بیٹھ کر معصومانہ انداز میں کہنے لگی۔

وہ بہت پیاری تھی..... پرخلوص اور معصوم..... اگر وہ ویرا نہ ہوتی تو اس کے لئے وہی امرحہ ہوتی۔

"ہاں..... تم بہت اچھی لگتی ہو مجھے۔" اس نے خوش دلی سے کہا اور وہ اتنی زیادہ خوش ہوئی کہ اسے حیران کر دیا۔ وہ اتنی چھوٹی سی بات پر اتنی خوش ہو گئی تھی اور امرحہ اتنی اہم بات سن کر مسکرا بھی نہیں سکی تھی۔ وہ ویرا کے لئے اتنا اہم تھا اور امرحہ کے لئے اتنا غیر اہم..... اسے اس کی دوستی کی ضرورت تھی اور وہ اسے ایک اچھا دوست بنا کر نہیں رکھ سکی تھی۔ اس نے ویرا کی طرف دیکھا، جو کھڑے ہو کر سب کی تالیوں کا جواب خود بھی تالیاں بجا کر دے رہی تھی، سر ہلا کر بے طرح مسکرا رہی تھی۔

جسے زندگی میں شامل ہونے کی دعوت دی جائے، اس کے لئے ایسے ہی مسکرانا چاہئے..... پہلے اس پیغام کو عزت دی جانی چاہئے، پھر اس قبولیت کا احترام کرنا چاہئے۔ اس پر بہت سے اور اک ہو رہے تھے۔ اسے ان پر کان بھی دھرنے چاہئیں اور آنکھیں بھی اور پھر فیصلہ کرنا چاہئے۔

لیکن جو فیصلہ بے اختیاری میں ہوتا ہے اس میں ایسا کیا ہوتا ہے جو اختیاری فیصلے میں نہیں ہوتا۔

اس نے گھوم کر چار اطراف نظر ڈالی اور اس کی ساری دلچسپیاں ہی ختم ہو گئیں۔ ہر طرف اسے ایک ہی چیز نظر آئی، آگ.....

"برننگ مین خوش قسمت ہے، وہ کتنی آسانی سے ختم ہو رہا ہے۔"

اس کے نصیب میں جل جانا تھا اور وہ جل گیا..... نہ کوئی آہ نہ کوئی دہائی..... کیا ایسا انسانوں کے ساتھ نہیں ہو سکتا؟

ویرا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کے ہاتھ میں لگاوٹ تھی، پھر بھی اس کے وجود پر پہاڑ آ گرا۔ وہ ویرا کی ساری خوبیوں کا معترف تھا، پھر بھی اس نے بھاگ جانا چاہا۔

وہ ایک خوبصورت لڑکی تھی، اس پر مسکراہٹ سجتی تھی۔

وہ ایک خوبصورت مرد تھا، وہ اپنی مسکراہٹ گنوا رہا تھا۔

یہ اگلی رات ہے..... وہ ہارٹ راک کے اسٹور میں بند ہے۔ زمین پر بیٹھا ہے۔ اس نے اپنی ماں کو اندھیرے میں

موجود پایا...... ایسا اس نے خود چاہا اور اس نے اس سے کئی سوال کیے۔

''یہ سب اس لئے ہو رہا ہے کہ میں آپ کا خون ہوں یا اس لئے کہ قدرت کا آپ سے انتقام ابھی پورا نہیں ہوا۔'' اس نے آواز سے الفاظ ادا کیے۔

ڈی جے کے Mash up کی آواز اس کے الفاظ سے زیادہ پُر اثر نہیں تھی۔

''میں ایک انسان ہوں ماما! اور میں سب کچھ ٹھیک ٹھیک نہیں کر سکتا۔ جو مجھے ٹھیک لگ رہا ہے ہو سکتا ہے وہ غلط ہو اور جو غلط ہے وہ ٹھیک ثابت ہو جائے۔ میں خود کو کتنا بھی عقل مند سمجھوں، مجھے یہ یاد رہتا ہے کہ بہت سے معاملات میں عقل کا عمل دخل ہوتا ہی نہیں ہے۔ میرے دل کے ایک حصے میں یہ بات نقش تھی کہ آپ نے بے وقوفی کی۔ اب میرا یہ دل مجھے یہ یاد دلاتا ہے کہ میں بے وقوفی کر رہا ہوں...... لیکن کہاں اور کیا مجھے ٹھیک سے اندازہ نہیں ہو رہا۔ میں آپ کے ماضی میں جینے لگا ہوں اور میرا حال ماضی بن رہا ہے۔

میں زندگی میں دو بار انتہائی تکلیف سے گزرا، جب آپ کو سرد ہوتے دیکھا اور ایک تب جب امرحہ کے دل کو اپنے لئے سرد پایا۔ اس دوسری تکلیف نے مجھے پہلی تکلیف بھلا دی۔ میں آپ کی اور اپنی محبت میں پھنس گیا ہوں۔ آغاز میں نہیں، انجام میں...... سائی کہتا ہے کہ میں نے امرحہ کو معاف نہیں کیا...... میں نے معاف کر دیا ہے...... لیکن آگے کیا؟

اب میں اس پر سوچ رہا ہوں کہ آگے کیا؟ ایک پُر خلوص دل ویرا کو مایوس کر دوں یا ایک سخت دل امرحہ کے لئے خود کو تنہا کر لوں...... یہ ایسے بھی ہے کہ میں ایک ایسے دل کے پیچھے بھاگوں جو مجھے ضمانت کے طور پر چند لفظ بھی نہیں دیتا۔ سائی کہتا ہے کہ یہ اس کی روایات ہیں جو وہ ایسے پابند ہے...... تو ماما ایک انسان جس کی چاہت میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ اپنے جذبے کو روایات سے اوپر لے جائے۔

کیا ایک انسان ہر شے سے بلند نہیں رکھا جا سکتا...... کیا ایک انسان کو ارفع بنانے کے لئے اس طاقت، ''محبت'' کا استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ کیا ایک انسان کو انسان ہونے کی حیثیت سے برتا نہیں جا سکتا۔ ایک انسان کتنا قیمتی ہے، یہ مجھ سے زیادہ کون جان سکتا ہے جس نے آپ کو کھو دیا، جو اپنا آپ کھونے جا رہا ہے۔ کیا آپ کے محبت سے لبریز دل کے مقابلے میں کائنات کی کوئی چیز ٹھہر سکتی ہے اور کیا یہ کہا نہیں جاتا کہ جس نے ایک انسان کو پا لیا اس نے سب پا لیا...... تو میں امرحہ کے لئے یہ انسان کیوں نہیں ہوں؟

○......❖......○

''سائی دو بار گھر آ چکا ہے تم کہاں تھیں؟'' اس کی شکل دیکھتے ہی سادھنا پوچھنے لگی۔

''میں جاب پر تھی۔''

''آج چھٹی ہے اور تم صبح ہی گھر سے نکل گئیں۔ کہاں گئی تھیں تم؟''

''ایسے ہی خریداری کرنے؟'' وہ نشست گاہ کے سامنے کھڑی تھی۔

''اتنی صبح؟''

''اتنی بھی صبح نہیں گئی تھی۔''

''اپنے کمرے کی کھڑکی سے میں نے تمہیں جاتے ہوئے دیکھ لیا تھا، میں آریان سے بات کر رہی تھی۔''

''کیسا ہے آریان اب؟'' اس نے بات بدلنے کی کوشش کی۔

''سائی کہہ رہا تھا وہ اسٹور بھی گیا تھا۔ تم وہاں بھی نہیں تھیں، وہ بہت پریشان تھا۔''

''میری فون پر اس سے بات ہو چکی ہے۔''

''میں نے اس سے پوچھا کہ تم دو بار آ چکے ہو، فون پر امرحہ سے رابطہ کیوں نہیں کرتے تو وہ خاموش رہا...... وجہ کچھ اور

ہے نا؟'' سادھنا اسے گہری نظروں سے دیکھ رہی تھی
''بس ایسا ہی پاگل سا ہے وہ۔'' وہ چلتی اپنے کمرے تک آ گئی، پیچھے پیچھے ہی سادھنا تھی۔ امرحہ نہیں چاہتی تھی کہ سادھنا اس کے کمرے میں آئے۔ اس کے کمرے کی حالت کچھ ایسی اچھی نہیں تھی۔
''تم کہیں جا رہی ہو؟'' کمرے میں آتے ہی سادھنا کی نظر بیڈ پر رکھے سوٹ کیس پر گئی۔
''نہیں......اب نہیں۔'' جوتوں کا شاپر اس نے ایک طرف رکھ دیا۔
سادھنا نے ایک سوٹ کیس اٹھا کر دیکھا۔ ''یہ کافی وزنی ہے۔''
''ان میں فالتو سامان ہے میں چیریٹی کے لئے دے رہی ہوں۔''
''یہ دو اتنے بڑے سوٹ کیس...... چیریٹی؟''
''ہاں!'' جھوٹ بولتے وہ ذرا نہیں گھبرائی، جیسے اپنے سارے الٹے کام اسے اب جھوٹ سے ہی سیدھے کرنے ہیں۔
''تم کچھ چھپا رہی ہو امرحہ؟'' وہ اس کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔
''نہیں سادھنا! میں کچھ نہیں چھپا رہی۔'' خود کو بہت پُر وقار بنا کر اس نے کہا۔
''پھر کیا کرتی پھر رہی ہو......؟ اتنی صبح کیوں نکلی تھیں تم گھر سے؟''
''اپنے لئے نکلی تھی۔ اپنے خاندان کے مان سمان کے لئے۔'' اس کا انداز تلخ ہو گیا، اور اس نے طنزیہ انداز اپنا لیا۔
''کچھ ہوا ہے کیا۔'' سادھنا چونک گئی۔
''کچھ کیا؟''
''تمہاری آنکھیں سرخ ہیں اور تمہارا چہرہ......''
''ماتم زدہ!'' وہ طنزیہ ہنسی۔ ''ہاں ایسا ہی ہے۔'' کہتے اس نے نظریں نہیں چرائیں۔ ''تم کچھ اور نہیں دیکھ رہیں سادھنا؟''
''کچھ اور......'' سادھنا کی پیشانی کی کھال سٹ گئی۔
''کیا میں تمہیں بدلی بدلی جرأت مند نہیں لگ رہی؟''
''نہیں......تم مجھے نڈر لگ رہی ہو۔'' اب اس کے چہرے کے عضلات سکڑ گئے۔
''ایک ہی بات ہے۔'' امرحہ بیٹھ کر اپنے جوتے کے تسمے کھولنے لگی۔
''نہیں...... جرأت مند بہادر کو کہتے ہیں اور نڈر نہ ڈرنے والے کو...... بے حس کو بھی......''
تسمے کھولتے امرحہ کے ہاتھ رک گئے۔
''تم نے کس کتاب میں نڈر کو بے حس پڑھا ہے؟'' تسموں کی گرہ کھولنے کے بجائے اس نے گرہ لگا دی۔
''اپنی زندگی کی کتاب میں......'' سادھنا نے دیکھ لیا کہ اس نے گرہ لگا دی ہے۔
امرحہ سر اٹھا کر سادھنا کو دیکھنے لگی۔ ''تم نہیں سمجھو گی۔''
''میں نے بھی اپنی بہن سے یہ ہی کہا تھا۔''
تسموں میں ایک اور گرہ لگ گئی۔
''کیا وہ عالیان ہے؟'' دوسری گرہ لگتی بھی سادھنا نے دیکھ لی تھی۔
وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ ''کیا تمہیں عالیان پسند نہیں؟''
''میرے بیٹے کو زندگی دینے والے فرشتوں میں سے ایک وہ بھی ہے، وہ مجھے کیوں پسند نہیں ہوگا۔''
''تو تم نے سوال ایسے کیوں کیا، جیسے تمہیں اعتراض ہو۔''

''ہمیں ہی تو اعتراض نہیں ہوتا امرحہ......''

سادھنا اتنی ذہین ہوگی امرحہ کو اندازہ نہیں تھا۔ ایک لفظ ہمیں...... میں ساری بات سمیٹ دی اس نے۔

پوری توجہ اس نے تسمے کھولنے میں لگا دی اور اٹھ کر وارڈ روب تک آئی لیکن پھر یہ سوچ کر نہیں کھولی کہ خالی وارڈ روب سادھنا نے دیکھ لی تو مزید سوال کرے گی۔

''مجھے کوئی تو جواب دو۔'' وہ دونوں ایک ہی خطے سے تھیں اور سادھنا اپنی طرف سے اسے وہ سب سمجھانا چاہ رہی تھی جو خود اس نے بعد میں سمجھا تھا۔

''مجھے اعتراض نہیں ہے سادھنا...... اور میری بلا سے ساری دنیا کو ہو...... تھوڑا بہت اگر عالیان کے آگے پیچھے کا پتا چلے تو ٹھیک، ورنہ اب مجھے کوئی پروا نہیں۔ مجھے اپنے دل کے سوا کسی کی بھی پروا نہیں۔ میں نے دیکھ لیا ہے اسے کھو کر کیسا لگتا ہے اور اس احساس کے ساتھ جینے کی مجھے کوئی خواہش نہیں، میری آنکھوں سے دیکھو مجھے اس کے علاوہ اب کوئی نظر نہیں آ رہا، میں پہلے ہی بہت برا کر چکی ہوں، پھر نہیں کروں گی۔''

''تم نے اپنے دادا سے بات کی۔'' سادھنا کو سن کر حیرت نہیں ہوئی۔

''کی تھی اور جواب وہی آیا جس کی توقع تھی، انہیں ایک اچھے انسان سے مطلب نہیں ہے انہیں ایک اچھا خاندان چاہئے۔'' تیز آواز میں کہہ کر وہ واش روم میں چلی گئی تاکہ سادھنا کمرے سے چلی جائے۔

وہ زبان سے کہہ رہی تھی کہ وہ بہادر ہوگئی ہے اور واش روم میں وہ پسینہ پسینہ ہو رہی تھی۔ فون کرنے سے پہلے اس نے اپنے دماغ کو سلا دیا تھا۔ اس سے پہلے بھی جب اس نے فون کیا تھا تو وہ گھبرا رہی تھی۔

''ہیلو...... ہاں...... جی...... نہیں میں اپنا نام نہیں بتاؤں گی۔ مجھے صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ مارگریٹ کی اولاد کے بارے میں کون معلوم کرنا چاہتا ہے؟''

''تمہیں اس بارے میں فکرمند نہیں ہونا چاہئے۔'' کھردرے انداز سے کہا گیا۔

''اگر مجھے کچھ معلومات مل جائیں تو شاید میں کچھ کرسکوں۔'' اس نے بات بنائی۔

''پیسے دیئے جائیں گے معلومات نہیں۔''

''میرا صرف ایک سوال ہے...... کون ہے جو یہ سب جاننا چاہتا ہے...... مارگریٹ کا شوہر؟''

تھوڑی دیر خاموشی رہی اور پھر فون بند کر دیا گیا۔ اس نے لوکل فون بوتھ سے فون کیا تھا لیکن اس بار اس نے اپنے موبائل سے فون کیا تھا۔

''میں بتانے کے لئے تیار ہوں...... لیکن اس کے فوراً بعد مجھے بتایا جائے گا کہ کون یہ سب معلوم کرنا چاہتا ہے؟''

کچھ دیر خاموشی رہی، پھر اسے ہولڈ کروایا گیا۔

''ٹھیک ہے۔''

''عالیان مارگریٹ، اسٹوڈنٹ آف مانچسٹر یونیورسٹی، ایم بی اے، رہائش Anselm ہال۔'' وہ روانی سے بول گئی کہ مبادا وہ اپنا ارادہ ہی بدل دے۔

''اب مجھے میرے سوال کا جواب دیں۔'' خوف نے یک دم اس کے گرد گھیرا تنگ کر دیا۔

''عالیان کا باپ۔'' کہہ کر فون بند کر دیا گیا۔

اس نے بہت پُرسکون سانس لی، اس کے دل کا سارا بوجھ ہلکا ہو گیا تھا۔

اب اس کا باپ غیر مسلم ہو تو بھی وہ موجود تو ہوگا۔ اس پر موجود سوالیہ نشان تو مٹے گا، وہ دادا کو منانے کی کوشش کرے گی کہ وہ ایک مسلمان سے شادی کرنے جا رہی ہے۔ باقی کی گنجائش اگر نہیں بھی نکلتی تو اب وہ اس بارے میں نہیں سوچے گی۔

بہت سوچ لیا، بہت رولیا۔ اور یک دم سے اسے خیال آیا کہ اسے معلوم ہوا تھا کہ عالیان کے کاغذات میں دو مذاہب لکھوائے گئے تھے۔ ایک مذہب اسلام تھا۔ یعنی اس کا باپ مسلمان ہی تھا۔ اس سوچ نے اسے اور ہلکا پھلکا کر دیا۔ اس نے اپنا دماغ تنگی سوچوں سے آزاد کر دیا اور اپنا سامان کھول دیا۔

○......❖......○

ویرا نیویارک اپنے بھائی کے پاس آئی تھی۔ ایلسیکی نے درمیانے درجے کی ایک فلم میں پوسٹ پروڈکشن کا کچھ کام کیا تھا اور اب اس فلم کا پریمیر تھا۔ روس سے اس کے ماما، پاپا بھی آئے تھے۔ پریمیر رات کو تھا اور شام کو وہ پاپا کے ساتھ نیویارک کی سڑکوں پر چہل قدمی کر رہی تھی۔

''تمہارے نیویارک آنے کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی۔'' انہوں نے ویرا کا ہاتھ اپنے بازو کے خم میں دیا اور اس کے بھرے پر دبے دبے اس جوش کو جانچا، جس کے لئے وہ انہیں چہل قدمی کے لئے لائی تھی۔

''میں ایلسیکی کے لئے آئی ہوں اور آپ سے ملنے بھی......''

''تم کرسمس کی چھٹیوں کے لئے پیسے اکٹھے کر رہی تھیں، اس ملاقات پر وہ کیسے ضائع کر دیئے؟''

''میں اتنی بھی کنجوس نہیں پاپا۔''

''تم اتنی بھی شاہ خرچ نہیں ویرا۔''

''میں آپ کو یاد کر رہی تھی...... ملنا چاہتی تھی آپ سے۔'' ان کے بازو کو تھامے وہ پوری ان کے ساتھ چپک گئی۔

''جب جب تم مجھ سے یہ کہتی ہو مجھے محتاط کر دیتی ہو، ایک سال اور چند ماہ پہلے یہ تم نے تب کہا تھا جب تمہیں مانچسٹر جا کر پڑھنا تھا۔''

''مانچسٹر آ کر پڑھنے کا فیصلہ غلط تو نہیں تھا۔''

''نہیں...... لیکن روس میں سب ہے...... یونیورسٹی بھی......''

''میں نئے ماحول میں آنا چاہتی تھی...... نئے لوگوں سے ملنا چاہتی تھی۔''

''امرحہ سے...... کارل سے...... عالیان سے؟''

''بالکل...... مجھے ان سب سے مل کر بہت اچھا لگا...... یہ روس میں مجھے نہ ملتے۔''

''روس میں جو روسی تم سے ملتے، وہ ان سے برے نہ ہوتے۔'' رک کر انہوں نے ویرا کو جتایا۔

''آپ ہمیشہ اسی ایک بات کا ثبوت کیوں دیتے رہتے ہیں کہ آپ بہت محب وطن ہیں۔''

''میں ہوں...... اور اس میں کیا برا ہے...... ہر انسان کو اپنی سرزمین سے محبت کرنی چاہئے اور اس کی حمایت کرتے رہنا چاہئے، اپنی اولاد کے سامنے تو خاص کر......''

''محب وطن ہونے کے ساتھ محب دنیا بھی تو ہونا چاہئے نا پاپا...... اس دنیا کا بھی کچھ حق ہے ہم پر......''

''تمہارا نکتہ کافی اہم ہے اور مجھے پسند بھی آیا اور مجھے یہ خیال بھی آ رہا ہے کہ یہ محب دنیا کا فلسفہ تم نے مانچسٹر آ کر سیکھا ہے۔'' اپنے بازو کے خم میں موجود اس کے بازو کو اپنے دوسرے ہاتھ سے تھپک کر انہوں نے مسکرا کر کہا۔

''کسی سے ملوانا ہے آپ کو۔'' اس نے ایک دم سے کہہ دیا۔

''میری کچھ کچھ سمجھ میں آ رہا تھا۔'' انہوں نے سر ہلایا۔

''کیسے؟'' وہ ہنسی۔

''تم مجھے بار بار یہ کہتی تھیں کہ تم پڑھ پڑھ کر تھک چکی ہو، تمہاری آنکھوں کے گرد جھریاں نمودار ہونے لگی ہیں۔ دوسرے معنوں میں تم بوڑھی ہو رہی ہو۔ کتابوں کے صفحات پڑھ پڑھ کر تم اوبنے لگی ہو اور زندگی کو بس درسگاہوں تک ہی تو

نہیں رہنا چاہئے نا۔"
وہ زور سے ہنسی...... "یہ سب میں مذاق میں کہتی رہی ہوں۔"
"لیکن میں سنجیدگی سے سن رہا ہوں، تو تمہیں شادی کرنی ہے؟"
"نہیں کرنی چاہئے؟"
"ضرور کر لینا چاہئے۔"
"آپ نے پوچھا نہیں کون ہے وہ؟"
"پوچھنا نہیں، ملنا چاہتا ہوں۔"
"پھر بھی......"
"ضرور پوچھ لیتا اگر تمہیں نہ جانتا...... کافی عقل مند ہو تم، بے وقوفی تو نہیں کی ہوگی۔"
"وہ بہت ذہین ہے۔"
"اوہ تو مسئلہ ذہانت ہے...... شادی کر کے مات دینا چاہتی ہو اُسے...... ایسے ہراؤ گی اُسے؟"
"نہیں...... نہیں...... مجھے اس کی شرافت پسند ہے۔"
"کتنے شریفوں سے مل چکی ہو جو اس کی شرافت کو اوّلین کر رہی ہو؟"
"آپ جانتے نہیں کتنا سفر کر چکی ہوں میں دنیا کا۔" اس نے ذرا فخر سے کہا۔
"تو تم نے اپنے تجربے کی بنیاد پر اسے چنا؟"
"میں اس کا فیصلہ نہیں کر سکی۔" اس نے جھوٹ نہیں بولا۔
"کب آنا چاہتی ہو گھر؟"
"ڈگری لینے کے بعد...... اس کا نام عالیان ہے۔"
"اوہ...... عالیان...... شاید میں اسے جانتا ہوں...... میری بیٹی ویرا اکثر اس کا ذکر کرتی ہے۔"
ویرا دل کھول کر ہنسی اور ان کے کندھے پر اپنا سر رکھ دیا۔ "میں اکثر سب کا ہی ذکر کرتی ہوں پاپا۔"
"ٹھہرو...... مجھے اپنی یادداشت کھنگال لینے دو، میری بیٹی، ویرا نے اس کے بارے میں کیا، کیا کہا ہے۔" انہوں نے اپنی کنپٹی کو مسلا۔
"کل عالیان کی برتھ ڈے ہے اور میں پچھلے پندرہ دنوں سے مالز کی خاک چھان رہی ہوں اور کوئی ایک بھی تحفہ دریافت نہیں کر سکی جو اسے پسند آ سکے، تو آخر میں کیا کروں...... میں پھر سے مال جا رہی ہوں۔" انہوں نے ویرا کے انداز کی نقل اتاری۔
"پاپا!" وہ اور ہنسنے لگی۔
"ویرا......" وہ بھی ہنسنے لگے اور زیادہ شد و مد سے کنپٹی مسلنے لگے۔ ویرا نے ان کے ہاتھ کو سختی سے اپنے ہاتھ میں بھینچ لیا۔
"عالیان کو ساتھ لے آتیں۔" انہوں نے ہنسی کو قابو کر ہی لیا۔
"اس نے کہا، وہ اپنی کلاس نہیں چھوڑ سکتا۔" اس نے جیسے مایوسی سے کہا۔
"تو امرحہ کو ہی ساتھ لے آتیں۔ مجھے اس سے باتیں کرنی تھیں بہت ساری۔"
"اس نے بھی کہا کہ وہ اپنی کلاس نہیں چھوڑ سکتی۔"
"دونوں نے ایک ہی بات کہی...... دونوں بہت اچھے دوست ہیں نا؟" ان کی آواز میں بدلاؤ آیا۔
"تقریباً...... امرحہ نے یہ بات عالیان سے سیکھی ہے۔"

''اور اس پر سختی سے عمل بھی کرتی ہے؟'' رک کر انہوں نے ویرا کو دیکھا اور ویرا نے اپنی گردن ان کے شانے سے ہٹالی۔

O......❖......O

رات کو اس نے اپنے لئے کافی بنائی اور کمرے میں جا کر اسے یاد آیا کہ مگ وہ کچن میں ہی بھول آیا ہے۔ پھر کچن سے مگ لا کر سامنے رکھ کر وہ اسے پینا بھول گیا۔ پھر وہ بلاوجہ اِدھر اُدھر ہال میٹس کے کمروں میں چکر لگاتا رہا۔ کچھ اسے بیٹھنے کے لئے کہتے تو وہ کمرے سے ہی باہر چلا جاتا۔

دو بار اس نے اپنا بستر ٹھیک کیا، تکیے سیٹ کئے اور لیٹ کر کتاب پڑھنے لگا پھر اس نے اس نچلے فلور میں جانے کا فیصلہ کیا جہاں ہفتہ وار خود ساختہ تھیٹر لگا تھا۔ اتوار کی رات ہے اور کارل اور شاہ ویز مل کر پروفیسرز اور فریشرز کی نقل اتار رہے ہیں۔ وہ سب کوریڈور کے آخری سرے پر اپنے ڈرامے کر رہے تھے اور باقی لمبے کوریڈور میں ہال میٹس کرسیوں پر بیٹھے تھے اور گلے پھاڑ پھاڑ کر ہنس رہے تھے۔ درمیان درمیان میں شاہ ویز زنانہ کپڑے بھی پہن لیتا اور کسی لڑکی فریشر کا کردار نبھاتا، کارل نے اسے بھی گھسیٹا۔

''کہاں تھے تم...... کب سے بلا رہے تھے تمہیں۔''

''پڑھ رہا تھا۔'' اس نے جھوٹ بولا۔

''چلو پروفیسر oops set کو بہت دنوں سے ہم یاد کر رہے ہیں۔''

اپنے ذہن کو بہلانے کے لئے وہ پروفیسر اوپس سیٹ بن کر کھڑا ہو گیا۔ آنکھوں پر چشمہ لگالیا۔ بالوں کو پانی لگا کر سر پر جمالیا اور ذرا سا کب نکال کر سر کو کھجانے لگا۔ دس اسٹوڈنٹس سامنے بیٹھ گئے۔

موبائل ''Oops-oops-pick up the phone'' کی مضحکہ خیز ٹون کے ساتھ بجا۔ پروفیسر اچھی طرح جانتے تھے کہ یونی میں انہیں کیا کہا جاتا ہے۔ ٹون کی آواز پر گردن کو جھٹک کر انہوں نے ایسے تاثرات دیئے جیسے کسی نے پیچھے دبے پاؤں آکر ان کی کنپٹی سے گن لگادی ہو ''فریز پروفیسر'' اور پروفیسر فریز...... حرکت کا سوال ہی نہیں۔

''کس کا فون ہے یہ۔'' ہلے بغیر کہا گیا۔

ایک لڑکی (شاہ ویز) نے ہاتھ اٹھا کر ذرا دور بیٹھے لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔ ''اس کا پروفیسر۔''

اس لڑکے نے فوراً ہاتھ کسی تیسرے کی طرف اٹھا دیا ''میرا نہیں اس کا پروفیسر''۔ اور اس تیسرے لڑکے نے چوتھے کی طرف اور یوں دس لوگوں کے بیس بازوؤں کا جال بن گیا ہے جس میں پروفیسر الجھ گئے۔ فون ابھی بھی بج رہا ہے۔

ہر ایک ہاتھ کے بلند ہونے پر پروفیسر جن تاثرات کا مظاہرہ کرتے وہ سب کے پیٹ میں بل ڈال دیتا اور آخر میں ایک لڑکی ''کاکروچ'' جیسی بلا کو میز پر دیکھ کر ایسے چلاتی ہے کہ پروفیسر کلاس سے باہر پائے جاتے ہیں۔

کوریڈور میں بیٹھے وہ سب اپنی اپنی کرسیوں سے نیچے لڑھک چکے تھے۔

پروفیسر صاحب کے ساتھ وہ اس طرح کے (Oops) کئی بار کر چکے تھے۔

''آج تمہاری پرفارمنس ہی لاجواب تھی یا خود بھی اَپ سیٹ ہو۔''

''میں ٹھیک ہوں۔''

''تم مجھے اپنے ٹھیک ہونے کے بارے میں مت بتایا کرو...... ویسے میرا خیال تھا ویرا مجھے پسند کرتی ہے۔'' کارل نے کوریڈور کی دیوار کے ساتھ کمر ٹکائی اور ہاتھ باندھ لئے۔

کارل بہت سی لڑکیوں کے بارے میں یہ دعویٰ کرتا تھا کہ وہ دل ہی دل میں اسے پسند کرتی ہیں اور کچھ وقت بعد جب وہی لڑکی کسی بھلے انسان کے ساتھ دکھائی دیتی تو کارل کہتا اس نے مجھے پروپوز کیا تھا لیکن مجھے اس کی نیلی آنکھیں پسند نہیں تھیں تو انکار کر دیا بلکہ اکثر ہال میٹس یا کلاس فیلوز اسے بتاتے کہ کارل وہ جو سبز آنکھوں والی معصوم سی لڑکی، جس کا تم پر

کرش تھا نا، وہ آج فلاں ریسٹورنٹ میں ایک ہینڈسم لڑکے کے ہاتھ سے اپنی انگلی میں انگوٹھی پہنتے پائی گئی ہے۔ افسوس اسے یہ کام بجھے دل کے ساتھ کرنا پڑا جبکہ وہ تو تمہیں پسند کرتی تھی نا۔"

"تو تم ویرا کو پسند کرتے ہو؟" عالیان اس کی تاریخ جانتا تھا، اسے چڑا رہا تھا۔

"میرا دماغ تھوڑا بہت کام کرتا ہے بڈی۔" وہ فی الحال چڑنے والا نہیں تھا۔

"ویرا کا بھی تھوڑا بہت کام کرتا ہے نا بڈی!" عالیان نے اس کے کان مروڑے۔

"تمہاری ناک توڑ دوں گا میں۔" اس نے گھونسا تان کر کہا۔

"پھر بھی لڑکیاں تمہیں پروپوز نہیں کریں گی۔" اپنے ہاتھ کے گھونسے سے عالیان نے اس کے گھونسے کو روکا۔

"کیونکہ ان کی نظر کمزور ہے، انہیں لگتا ہے کہ تم کوئی شہزادے وہزادے ہو۔"

"شاید...... لیکن مجھے یقین ہے کہ ان کی عقل کمزور نہیں ہے، انہیں یقین ہے کہ تم کوئی شیطان ویطان ہو۔"

"زیادہ اچھلو مت، تم میں صرف ایک خوبی ہے کہ تم سگریٹ نہیں پیتے اور لڑکیوں کو سگریٹ سے نفرت ہوتی ہے۔"

"اور تم میں صرف ایک خرابی ہے کہ تم سگریٹ کے ساتھ ساتھ خون بھی پیتے ہو۔"

"تم بچ گئے ہو۔ ابھی تمہارا خون پینا ہے۔" اس نے اس کی گردن کو دبوچا۔

"فرشتے کا خون تمہیں بدہضمی کر دے گا...... ہضم نہیں ہوگا تمہیں۔" عالیان نے اپنی گردن اس سے دور کی۔

"فرشتے تو فرشتوں کا خون پیتے نہیں، تو یہ کام مجھے ہی کرنا ہے اور میں اسے ہضم بھی کروالوں گا۔ اور سنو دی اینجل! اگلے ہفتے دو اُلوؤں کے ساتھ ریس ہے، انعامی رقم پچیس پونڈ میں نے طے کروالی ہے۔" اس نے آنکھ ماری۔

ساری یونی جانتی تھی کہ وہ کیسے اسٹوڈنٹس کو بھڑکاتا تھا پھر انہیں مقابلہ کرنا ہی ہوتا تھا۔ یعنی ہر صورت مقابلہ، ورنہ ان کی عزت وغیرت کی موت...... جو ایک غیرت مند انسان کو گوارا نہ ہوتی......

"ہاں ایک اور بات، میں تمہارا اور ویرا کا بریک اَپ بھی کرواسکتا ہوں، تمہیں یاد ہے نا تم نے میرے کتنے بریک اَپس کروائے تھے۔"

کارل کہہ کر دوبارہ سے تھیٹر کی طرف لپکا، عالیان کے تاثرات ایک دم سے بدلے۔ کارل نے مذاق کیا تھا لیکن اسے وہ ہتک یاد آ گئی تھی جو ہارٹ راک میں اس کی ہوئی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں آ گیا۔

"امرحہ۔ وہ کون ہے۔ میں اسے نہیں جانتا۔"

پھر سے پرانی تکرار۔ جب انسان کا دل ٹوٹ جاتا ہے تو ان ٹکڑوں میں جا بجا خوف، وہم، بے اعتباری قابض ہو جاتی ہے۔ درزوں اور درازوں میں۔ پھر یہ درزیں پہاڑ بننے لگتی ہیں اور پھر ان پہاڑوں کو سر کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

اب اس وقت وہ خود کو ان پہاڑوں میں گھرا پا رہا تھا، اور ان پر "ویرا" نام کی صدا لگا رہا تھا جو "امرحہ" کی صورت پلٹ کر آ رہی تھی۔

ایک تلخ سوچ کا دروازہ اس نے اپنے اندر کھلتے پایا جس کے پار کے جہاں میں اسے بہت کچھ نظر آیا جیسا کہ وہ ویرا میں کتنے بھی پلس پوائنٹس نکال لے، ایک پوائنٹ فی الحال شاید کبھی ان میں شامل نہیں ہو سکے گا کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔

اس نے خود کو وقت دیا۔ جلد بازی ٹھیک نہیں ہوگی اور آخری بار جب وہ اس کے پاس آئی تھی تو اس کے لئے کچھ لائی تھی...... پیغامات...... ان میں کیا لکھا تھا اس نے یہ جاننا نہیں چاہا تھا لیکن اب وہ یہ سوچ رہا تھا کہ کاش چپکے سے اس کے کمرے سے چرا کر وہ انہیں پڑھ لے۔ یہ کوئی ایسا مشکل کام نہیں اس کے کمرے تک وہ بہت آسانی سے جا سکتا ہے۔

○...◆...○

یونیورسٹی میں ویرا کے پروپوزل کی خبر اسٹوڈنٹس اور گروپس میں سنی اور سنائی گئی۔ عالیان اور امرحہ کے پروپوزل کو

دبے دبے انداز میں زیر بحث لایا گیا تھا۔ کیونکہ اس کے پرپوزل کی خبر ہارٹ راک سے نکلی تھی اور اس انداز میں نکلی تھی کہ اسٹوڈنٹس نے اسے کمال رحم دلی سے نظر انداز کر دیا تھا کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو عالیان کے لئے تکلیف کا باعث بنتے۔ ان سب کی ہمدردیاں عالیان کے ساتھ تھیں اور بہت سے اسٹوڈنٹس کے نزدیک امرحہ خود غرض تھی۔ بہت سوں کا خیال تھا کہ ایسے تعلقات میں اتار چڑھاؤ آتے ہی رہتے ہیں اور کچھ کا ماننا تھا کہ بات شروع ہوئی اور ختم ہوگئی......بس۔

''اور اب یہ ویرا کہاں سے آگئی؟'' بون فائر پارٹی میں آگ کے گرد بیٹھے ان سب کے گروپ میں پلیٹ اور مگ ہاتھ میں پکڑے بیٹھتے شرلی نے کہا۔

''جب دو میں فاصلہ اتنا زیادہ ہوگا تو تیسرا تو آئے گا ہی۔'' لی نے بیچ بیچ کے انداز سے کہا اور شرلی کی پلیٹ سے چکن پیس اٹھا کر اپنی میں رکھ لیا۔

''تم نے دیکھا تھا ویرا کو پرپوز کرتے؟'' شرلی نے بیٹی لو سے پوچھا۔

''ہاں۔ مجھے اسٹوڈنٹس کی تالیوں نے متوجہ کیا وہاں زیادہ بزنس ڈیپارٹمنٹ کے اسٹوڈنٹس ہی موجود تھے۔'' بیٹی لو کافی پی رہی تھی۔

''عالیان نے کیا کہا؟'' عذرا نے پوچھا۔

''اس کا جواب مبہم تھا۔ جارجیہ بتا رہی تھی کہ اس نے کہا جواب کے لیے اسے کچھ وقت چاہیے۔''

''اور کیا جواب ہوگا اس کا؟'' ہانا نے سہم کر کہا۔

''ظاہر ہے ہاں۔ اگر ہاں نہ ہوتا تو ویرا کے پرپوز کرنے کی نوبت ہی کیوں آتی۔'' عذرا نے سنگ دلی سے کہا۔

''تو ثابت ہوا کہ امرحہ کو عالیان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔'' شرلی نے ہونٹ سکوڑ کر رائے دی۔

''میں نے پہلے ہی کہا تھا وہ ایک کرسچین عورت کے بیٹے سے کوئی تعلق نہیں بنائے گی۔'' عذرا نے شانے اچکا کر اپنی رائے کی تصدیق چاہی اور سب کی طرف دیکھا۔

''جب وہ نئی نئی یہاں آئی تھی تو تم نے کہا تھا یہ بہت بگڑ جائے گی۔'' شرلی نے عذرا کو اس کی ایک اور رائے یاد دلائی۔

''بگڑنے سے میرا مطلب تھا کہ وہ غیر مناسب کپڑے پہننے لگے گی، بارز میں جائے گی، پارٹیز اٹینڈ کرے گی، اس کے دوستوں کے حلقے میں بہت سے لوگ ہوں گے۔ ٹھیک ہے میری رائے غلط ثابت ہوئی، اس نے ویسٹرن کپڑے پہنے لیکن غیر مناسب نہیں، وہ ریسٹورنٹ اور کیفے میں دیکھی گئی لیکن نائٹ کلب میں نہیں۔''

''تو؟'' ہانا نے پوچھا۔

''تو اس سے ثابت ہوا کہ وہ اپنی روایات کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ یہاں اسے کوئی نہیں دیکھ رہا لیکن پھر بھی اس نے وہ نہیں کیا جو اکثر اسٹوڈنٹس کرتے ہیں۔ آزادی کا بے جا استعمال۔''

''اسے یہ یاد تھا کہ اسے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں۔'' شرلی نے بہت وثوق سے کہا۔

''وہ بزدل ہے۔ اگر عالیان مجھے پرپوز کرتا تو میں ساری دنیا سے لڑ کر اسے ہاں کہہ دیتی۔ بھاڑ میں جائے دنیا...... اصول...... قانون۔'' لی نے سنجیدگی سے کہا۔

''اسی لئے اس نے تمہیں پرپوز نہیں کیا۔'' عذرا نے لی کو چڑایا۔

''عالیان کو پوری یونی میں ایک وہی ملی تھی؟'' شرلی نے کہتے مگ ہانا کے آگے کیا کہ میز سے ایک مگ اور کافی لا دے۔

''ویرا کے بارے میں کیا خیال ہے؟'' ہانا مگ لے کر اٹھتے ہوئے بولی۔

''ویرا کی شخصیت کا ریکارڈ اتنا صاف ہے کہ اسے انکار کرنا بے وقوفی ہوگی۔'' عذرا نے کہا۔

''مجھے کہانی کے کلائمکس کا انتظار ہے۔'' ہانا واپس آ کر بیٹھ گئی۔

''مجھ سے سن لو۔ عالیان ویرا کو ہاں کہے گا۔ امرحہ کو عالیان کی پرواہوتی تو وہ ایسے اس کی بے عزتی نہ کرتی۔ کس انداز میں وہ عالیان کے بارے میں بات کر رہی تھی...... چھوٹے ذہن کی۔'' عذرا نے نخوت سے کہا۔

''اگر امرحہ ایسے اس کی بے عزتی کر چکی ہے اور اسے عالیان سے کوئی مطلب نہیں تو وہ عالیان کے پاس بار بار جاتی کیوں رہی ہے؟''

''اس کا ضمیر ملامت کرتا ہوگا۔ شادی تو وہ اپنے پاپا کی مرضی سے ہی کرے گی۔'' شرلی نے ایسے کہا جیسے وہ امرحہ کو اچھی طرح سے جان گئی ہے۔

''تو پھر عالیان کو اتنا پاگل بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ ہر وقت عالیان اس کے ساتھ رہا کرتا تھا۔'' ہانا کے انداز میں ساری ہمدردیاں عالیان کے لئے تھیں۔

''ضرورت نہیں خودغرضی۔'' عذرا نے سر کو جھٹک کر کہا۔

''وہ خودغرض نہیں لگتی۔'' ہانا اب امرحہ کی ہمدرد ہوگئی تھی۔

''لگتی نہیں لیکن ہوگئی ہوگی۔ کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ کوئی لڑکا ایسے آگے پیچھے ہو تو کوئی بھی ہو سکتا ہے۔''

''ویسے مجھے امرحہ نے کافی کمپلیکس دیا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ایسی بونگی لڑکی میں اسے ایسا کیا اچھا لگا ہے۔''

تھوڑی دیر خاموش رہ کر جیسے عذرا نے اقرار کیا۔ اب اس کے بال کافی بڑے ہو چکے تھے اور اس پر بہت جچ رہے تھے۔

چاروں نے قدرے حیرت سے عذرا کو دیکھا کہ کیا مذاق کر رہی ہے لیکن مذاق کے آثار نظر نہیں آئے۔

''شاید اس کا بونگا پن۔'' شرلی ہنسنے لگی اور آگ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے لگی۔

''وہ کہتا تو میں بھی بھولی بن جاتی۔'' اُف عذرا کا سنجیدہ انداز۔

''تم کہنے سے بنتیں...... وہ بنی بنائی تھی۔'' للی نے کہہ کر قہقہہ لگایا۔

''میں سمجھتی تھی، عالیان مجھے پسند کرتا ہے۔'' عذرا آج رات رو کر سونا چاہتی تھی۔

''تم یہ کیسے سمجھیں؟'' ہانا کو اس کی سنجیدگی پر حیرت ہو رہی تھی۔

''وہ مجھے ٹوئیٹس دے کر لینا بھول جاتا تھا۔''

''بس اتنی سی بات پر تم سمجھیں کہ وہ تمہیں۔'' ہانا نے بمشکل اپنی ہنسی دبائی جبکہ عذرا نے اسے گھور کر دیکھا۔

یہی موضوع دو اور لوگوں میں زیر بحث تھا۔ دائم اور نوال میں۔

''اب مجھے امرحہ پر ترس آتا ہے۔'' نوال نے سوپ پیتے ہوئے کہا۔

''مجھے نہیں لگتا کہ وہ عالیان کو پسند کرتی ہے۔ نہ جانے کیوں لیکن مجھے ہمیشہ سے ہی لگا کہ وہ مختلف خیالات کی لڑکی ہے۔'' دونوں ریسٹورنٹ میں بیٹھے تھے۔

''تمہارا مطلب عجیب خیالات کی؟'' نوال امرحہ کے ساتھ تھی۔

''شاید۔''

''عالیان کو پسند کرنے میں ایسی کون سی سائنس چلانی تھی اسے۔''

''یار، سیدھی سی بات ہے۔ جب تمہارے گھر میرا پروپوزل گیا تھا تو تمہارے نانا نے کیا کہا تھا؟''

''کہا تو کچھ نہیں تھا انہیں تمہارے خاندان کے بارے میں کچھ معلومات چاہیے تھیں۔''

''میرا شجرہ نسب...... میری ذات...... میری ماما کی طرف کے خاندان کے بارے میں معلومات، میرے پاپا کی طرف کے خاندان کے بارے میں بھی۔'' دائم نے جتایا۔

''کم آن یار، انہوں نے یہ سب ایسے ہی پوچھا تھا اور ویسے بھی وہ ذرا پرانے خیالات کے انسان ہیں اور پھر بڑے ہیں اگر کچھ پوچھ بھی لیا تو یہ کوئی ایسا بڑا ایشو نہیں ہے......''

''بس یہی خیالات امرحہ کے ہوں گے۔''

''وہ اتنی دقیانوسی نہیں ہو سکتی، ماسٹرز کر رہی ہے، روشن خیال ہے......''

''چلو پھر یہ مان لیتے ہیں کہ وہ روشن خیال ہے لیکن اس کے گھر والے نہیں۔''

''تمہارا مطلب اس نے اپنے گھر بات کی ہو گی؟''

''نہیں...... بات کرنے سے پہلے ہی اسے معلوم ہو گا کہ ان کا ردعمل کیا ہو گا۔''

''آج کے دور میں یہ سب نہیں ہوتا دائم!''

''دنیا میں کہیں وہی پرانا دور ہے نوال...... اور وہاں سب ہوتا ہے۔ تم برٹش پاکستانی ہو اور امرحہ خالص پاکستانی......''

''میں امرحہ کو پسند کرتی ہوں، میری ہمدردیاں اس کے ساتھ ہیں۔''

''مجھے بھی وہ اچھی لگتی ہے۔ وہ بہت معصوم ہے۔''

''اس معصوم کو ہی تم نے پہلے دن رلا دیا تھا۔''

''وہ سب اس کے فائدے کے لئے تھا۔''

اپنے سب فائدے گنوا چکی امرحہ کلاس میں گم صم بیٹھی تھی کہ شزا سامنے ڈیسک پر آ کر بیٹھ گئی۔

''ویرا نے عالیان کو پروپوز کیا ہے۔'' اس کے ہونٹوں کے کنارے استہزائیہ ہوئے اور آنکھوں سے تمسخر چھلکنے لگا۔

''مجھے کیوں بتا رہی ہو؟'' اس کے انداز پر امرحہ کو آگ ہی لگ گئی۔

''ویل میرا خیال تھا تم عالیان سے تعلقات بحال کرنے کی کوششیں کر رہی ہو۔''

امرحہ نے سختی سے اپنے لب بھینچ لئے، اب کیا وہ گلا پھاڑ کر اعلان کرے کہ جو اصل حکایت ہے وہ سب اسے کبھی نہیں جان سکتے...... کوئی کچھ نہیں جانتا، نہ سمجھتا......

''میں ویرا کو پسند کرتی ہوں...... وہ بہت خوبصورت ہے...... عالیان کے ساتھ سوٹ کرے گی...... اور آخر کار عالیان کو سمجھ آ ہی گئی کہ اسے اپنے اسٹینڈرڈ سے نیچے نہیں گرنا چاہئے تھا۔''

''کیا ہے عالیان کا اسٹینڈرڈ؟'' اس کی آواز تیز ہو گئی جسے شزا نے انجوائے کیا۔

''کم سے کم تم نہیں......'' وہ اور مسکرانے لگی۔

''کیوں میں کیوں نہیں......؟'' وہ چلا اٹھی۔

کلاس کے سب اسٹوڈنٹس اس کی طرف دیکھنے لگے۔

شزا کے ہونٹوں کے کنارے لہرائے ''تو اب تم جیلس ہو رہی ہو، اچھا کیونکہ تمہارے پیچھے بھاگتے بھاگتے اب وہ کسی اور کے پیچھے بھاگنے لگا ہے۔''

''بکواس بند رکھو اپنی!'' وہ پہلے سے زیادہ شدت سے چلائی اور کلاس سے باہر آ گئی، اس کی سانس تیز تیز چلنے لگی تھی۔

''تم کہاں تھیں امرحہ؟'' اپنی طرف سے وہ بہت چھپ کر یونی کے ایک گمنام کونے میں بیٹھی تھی لیکن سائی نے اسے ڈھونڈ ہی لیا۔

''مر گئی تھی میں سائی!'' اس نے طنزیہ کہا۔

''کسی بھی معاملے میں میرا کیا قصور ہے امرحہ! تم مجھ سے اس انداز میں بات کیوں کر رہی ہو۔''

''تم مجھے بتا نہیں سکتے تھے ویرا کے بارے میں؟''

''نہیں...... میں اپنے عہد نہیں توڑتا...... اور اگر تمہیں معلوم ہو جاتا تو تم کیا کرتیں؟'' سائی نے جتایا۔

اس سوال کا جواب اس کے پاس نہیں تھا۔

''بولو کیا کرتیں...... کیا کہتیں ویرا سے...... اسی ویرا سے جس نے خود تمہیں سمجھایا تھا کہ عالیان کی قدر کرو اور تم اسے چپ کرواتی رہیں...... ویرا تمہاری جگہ نہیں آئی امرحہ، تم نے اپنی جگہ خود خالی کی...... تم سے میں نے کہا تھا کہ اگر محبت کرتی ہو تو جرأت کرو...... ایک محبت کرنے والے کو اتنا تو کرنا ہی چاہئے، ورنہ صبر کرنا یا خاموش رہنا اور کسی کو الزام مت دینا...... تم مجھ سے نفرت کر رہی ہو، تمہیں ویرا بری لگ رہی ہے...... اور تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟''

''میں نے دادا سے بات کی تھی سائی!'' اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

''پھر خود کو مت تھکاؤ۔'' سائی نے ہمدردی سے کہا۔

''وہ مجھ سے ناراض ہو گئے۔ اب تک بات نہیں کی...... دو پیاروں میں سے کس ایک پیارے کے لئے میں اپنا آپ قربان کر دوں تم ہی بتا دو......'' اس نے دونوں ہاتھوں میں اپنا سر تھام لیا۔

''ویرا اور عالیان......'' سائی نے نرمی سے اسے کچھ سمجھانا چاہا۔

''ان دونوں کا نام ساتھ ساتھ نہ لو سائی...... خدا کے لئے......''

''تو تم حقیقت کا مقابلہ ایسے کرنا چاہتی ہو...... خود کو بدلو امرحہ......''

''کتنا تو بدل لیا ہے...... تم جانتے ہی نہیں، اس رات سے اب تک میں کتنا بدل چکی ہوں۔''

سائی کو اس میں کسی انوکھے پن کا احساس ہوا...... اس کے چہرے کے تاثرات میں کچھ اور بھی نمایاں ہونے لگا۔

''میں نے عالیان کے باپ کو فون کیا ہے، وہ اسے ڈھونڈ رہے تھے، ان کا بھیجا ایک آدمی مجھ تک بھی آیا تھا اور اب میں نے انہیں عالیان کے بارے میں بتا دیا، لیڈی مہر کو کوئی حق نہیں کہ وہ اسے اس کے خاندان سے دور رکھیں...... عالیان کو اس کا خاندان مل جائے گا۔ دادا عالیان سے ضرور ملنا چاہیں گے۔''

سائی نے سہم کر امرحہ کو دیکھا تو اس کے چہرے پر نمایاں ہونے والا تاثر خود غرضی کا تھا۔ اس کے اپنے ہی اندر کچھ چھن سے ٹوٹ گیا۔ اس نے اپنا نچلا ہونٹ کاٹا۔ اگر وہ خود کو عہد توڑنے کی اجازت دیتا تو امرحہ کو بتاتا کہ عالیان اپنے باپ کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتا...... وہ اس کی ماں کو مرنے کے لئے چھوڑ گیا تھا اور اسے بھی......

''یہ تم نے کیا کیا امرحہ؟'' وہ بے آواز بڑبڑایا۔

عالیان کو اپنے باپ سے ملنا ہوتا تو وہ خود اسے ڈھونڈ لیتا...... تم نے اپنے اور اس کے تعلق کو تابوت میں دفنا کر اس میں وہ آخری کیل ٹھونک دی جو اب قوت سے نکلے گی نہ تدبر سے...... اب وہ قسمت کی رحم دلی کا محتاج ہو گا اور قسمت کو رحم دلی پر اکسانے کے لئے بہت آنسو بہانے پڑتے ہیں۔'' وہ خاموش کھڑا سوچ رہا تھا۔

''تم مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہو سائی......؟''

''میں چاہتا ہوں تم اپنے لئے دعا کرو...... بہت ساری دعائیں کرو۔'' کہہ کر سائی پلٹ آیا۔ اس کا دل برا ہو گیا تھا اور اسے امرحہ پر غصہ سا آیا تھا۔

○......❖......○

باب

رات کے آخری پہر وہ چونک کر اٹھا۔

اس کے سینے پر مارگریٹ کی ڈائری تھی اور اس کی آنکھ میں نمی تھی۔

وہ چھت کو دیکھنے لگا پھر آس پاس، اسے یہ یاد کرنا پڑا کہ وہ کہاں ہے اور اس کے ساتھ کیا ہوتا رہا ہے۔

ان کیفیات کا شکار وہ بچپن میں ہوا کرتا تھا۔ جب بستر پر روتے روتے سو جایا کرتا تھا اور پھر سوئی جاگی حالت میں اسے لگا کرتا تھا کہ کوئی اس کے سرہانے بیٹھے سرگوشیاں کرتا رہا ہے، ایسی سرگوشیاں جو اسے بوجھل نہیں کرتی تھیں اور آنکھ کھلنے پر اسے رو دینے پر مجبور کر دیتی تھیں۔ وہ اس خوشبو کو بہت قریب محسوس کرتا، جو مارگریٹ کے ساتھ لگ کر سونے سے اس کے اپنے اندر حلول کر گئی تھی اور جسے اس نے اپنے اندر سے کبھی جدا نہیں ہونے دیا تھا۔

وہ سرگوشیوں کی رات تھی...... وہ مارگریٹ کی خوشبو کو بہت وضاحت سے محسوس کر رہا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور اسے لگا وہ بس ہاتھ بڑھا کر اپنی ماں کو ڈھونڈ نکالے گا۔ اس نے کمرے میں اندھیرا ہی رہنے دیا اور خود وہ بچہ بن گیا جو اپنی ماں کے ساتھ سویا کرتا تھا اور اس نے بہت دھیمی آواز میں مارگریٹ کو پکارا۔

''ماما!''

اور پھر وہ اپنی آنکھیں مسلنے لگا۔ ڈائری کو ہاتھ سے چھوا اور لیٹ کر پھر سے اسے اپنے سینے پر رکھ لیا۔

صبح آنکھ کھلتے ہی اس نے وہ سب یاد کرنا چاہا جو رات بھر اس کے ساتھ ہوتا رہا تھا۔ کافی دیر تک بستر میں پڑا وہ ذہن پر زور ڈالتا رہا...... کہیں سرگوشیاں تھیں، کہیں امر حہ اور ویرا اور کہیں وہ خود......

بھاگ پڑنے...... ہانپ جانے اور رو دینے کی کیفیات غالب رہیں۔

اس نے محسوس کیا کہ وہ ذہنی طور پر کچھ زیادہ ہی الجھا ہوا ہے اسے خود کو معمول پر لانے کی کوشش کرنی چاہئے...... اسے خود کو وقت دینا چاہئے اور خود کو تھکا دینے کے بجائے پُرسکون رہنے کے طریقوں پر غور کرنا چاہئے۔

اپنا بستر اور کمرہ صاف کرنے میں اسے معمول سے زیادہ وقت لگا پھر اس نے خود کو ذرا زیادہ اچھی طرح سے تیار ہونے دیا، تاکہ وہ ہشاش بشاش نظر آئے، اس نے سائی کی گفٹ کی چیک شرٹ پہنی اور کارل کا گفٹ کیا کوٹ اور بالوں کو ہیئر جیل لگا کر سیٹ کیا۔

کارل اس کے کمرے میں آیا۔ ''یہ لو اپنا ناشتا۔''

لیپ ٹاپ کو بند کرتے اس نے کارل کی لائی ٹرے کو دیکھا تین عدد موٹے تازے سینڈوچز اور کافی کا مگ......

''مجھے نہیں کرنا ناشتا...... !'' اس نے ہنسی دبا کر کہا۔

برننگ مین ایونٹ میں آگ کے مختلف کرتبوں میں عالیان نے کارل کو ہرا دیا تھا۔ اب کارل کو اسے لنچ کروانا تھا اور لنچ سے پہلے وہ اس کا پیٹ اچھی طرح سے بھر دینا چاہتا تھا جبکہ اپنی باری وہ تین تین وقت بھوکا رہا کرتا تھا۔

''تم فوج بھی لے آؤ تو آج میں ناشتا نہیں کروں گا۔'' عالیان نے اسے اور جلانا چاہا۔

''فوج کا سربراہ آ گیا ہے کافی ہے......'' اس نے بڑھ کر دروازہ لاک کیا۔

''شرافت سے انہیں کھا لو ورنہ مجھے تمہارا منہ کھول کر انہیں اندر ڈالنا پڑے گا اور یہ کوٹ اتار دو اس پر کافی کے داغ لگ سکتے ہیں۔'' اسے اپنے دیئے کوٹ کی اس سے زیادہ فکر تھی، کیوں کہ زیادہ اس کوٹ کو وہی پہنتا تھا۔

عالیان نے اپنا موبائل نکالا اور دو منٹ بعد لاک کھلنے کی آواز آئی۔ شاہ ویز اور سائی دروازے میں کھڑے تھے۔

عالیان نے پہلے سے ہی چابی شاہ ویز کو دے دی تھی اب اس نے موبائل پر بیل دی تھی، دونوں نے کارل کی لائی ٹرے پر ہلا بول دیا اور عالیان دروازے کے باہر کھڑا ہو گیا۔

''میں نے رات کا کھانا بھی نہیں کھایا......اپنی جیب بھر کر نکلنا آج......لنچ میں، مَیں تمہیں بھی کھا جاؤں گا۔'' کہہ کر وہ بھاگ گیا۔

''اچھا کیا تم نے یہ سینڈوچ کھا لئے فرسٹ فلور پر جوزیک ہے نا، اسے میں جا کر بتا آتا ہوں کہ اس کی ناشتے کی ٹرے جو غائب ہوئی ہے وہ کہاں ہے۔'' کارل دانت نکال کر فرسٹ فلور کی طرف بھاگا۔

یونیورسٹی سے عالیان ہارٹ راک آ گیا، کارل نے لنچ ٹال دیا تھا، وہ جانتا تھا کارل ایک دو دن ایسے ہی ٹالے گا، پھر بھی وہ ایک بھاری بل کی ادائیگی سے نہیں بچ پائے گا۔

ہارٹ راک میں داخل ہوتے ہی اسے سامنے منیجر کھڑا نظر آیا جو کہ غیر معمولی بات تھی، اس کے تاثرات کافی حیرانگی میں غلطاں تھے اور اس کی آنکھوں میں ایسا اچنبھا تھا جیسے وہ پہلی بار عالیان کو دیکھ رہا تھا۔

''تم ٹھیک ہو؟'' عالیان نے شرارت سے اس کی ٹھوڑی کو چھوا۔

''ہاں......!'' اس نے بھی مسکرانے کی کوشش کی۔

''آج کیفے خالی کیوں ہے کوئی مسئلہ؟''

''پرائیویٹ بکنگ'' کہتے اس نے ترچھی نظروں سے تن کر کھڑے اور چاق و چوبند نظر آتے دو گارڈز نما آدمیوں کو دیکھا۔

''اوہ......'' اس نے سیٹی بجائی۔ ''پورا کیفے......؟''

''ہاں......''

''اور اسٹاف......؟''

''تم اس طرف چلے جاؤ......'' منیجر نے اندر ایک ہال کی طرف اشارہ کیا۔

''اسٹاف میٹنگ ہے؟''

منیجر نے اس کا سوال سنا لیکن وہ جواب دیئے بغیر وہ اپنے آفس کی طرف چلا گیا۔ منیجر کے انداز پر اسے حیرت ہوئی لیکن پھر بھی وہ اس کی ہدایات پر عمل کرتے، اسٹاف میٹنگ کا سوچتے اس ہال کی طرف آ گیا جس کی طرف جانے کے لئے اسے کہا گیا تھا۔

ہال میں چوکور میزوں میں سے ایک کے گرد ایک شخص تھری پیس سوٹ میں ملبوس، عجلت کا انداز لئے اپنی گھڑی کو دیکھ رہا تھا اور دوسرے ہاتھ سے اپنی ٹھوڑی کو مسل رہا تھا۔ اس کا سر اس انداز میں اور ایسی بے نیازی لئے ہوئے تھا جیسے اس کی سلطنت کی رعایا سامنے زمین پر بیٹھی ہو اور وہ ان پر اپنے من چاہے احکامات نافذ کرنے جا رہا ہو۔ اس کا پہلا تاثر مطلق العنان کا تھا اور اگلا تاثر پہلے کی گواہی......

سامنے میز پر پرچ میں کافی کپ اوندھا پڑا تھا۔ ہال کے دروازے کے رخ وہ ترچھا بیٹھا تھا۔ آہٹ پر احکام صادر کرنے والے اس شخص نے سر اٹھایا اور عالیان پر اس کی طرف آنے والی روشنی روک لیتے وجود کی حقیقت کھل گئی۔

سیاہ تل نے ساریاں روشنیاں کسی سیاہی چوس کی طرح جذب کرلیں۔
چھناکے سے ہال کی چھت سے جھولتے گول قمقمے ٹوٹے......
گزر چکے وقت نے سب ہی دبی دبی سسکیاں اور آہیں اپنی قبروں سے اگل دیں۔
کچے گوشت کے جلنے کی بو اس کے نتھنوں میں گھسی اور دنیا بھر کی مخلوق کی ماداؤں کا دردِ زہ اس کے وجود سے لپٹ گیا...... ہال میں پھیل گیا...... آہیں اٹھیں۔
یہ اس کے اندر کی شدید خواہش رہی تھی یا شدید نفرت کہ اس کی نظریں آنکھ کی کمان کے کنارے براجمان تل پر ٹھہر گئیں اور جیسے ایسا تل ساری دنیا میں کل انسانیت میں صرف ایک وہی انسان رکھتا تھا...... اور یہ وہی انسان ہی تو تھا۔ کھڑے کھڑے وہ اپنی ہی پرچھائیں بن گیا اور اس پر اپنے گپت ہونے کا ادراک ہوا...... سمعی بصری قوتیں در فنا میں پناہ لینے کو ہوئیں اور عالم فنا کا شور عالم موجود میں کانوں کے پردے پھاڑنے لگا۔
اس کی سانسوں نے بادِ سموم (زہریلی ہوا) کی موجودگی کو محسوس کیا۔
چار بھوری آنکھیں اٹھیں...... ایک دوسرے کی سمت......
''اور جس دن میں اور ولید پہلی بار ایک چھت تلے اکٹھے ہوئے، مجھے یقین ہو گیا کہ اس سے تعلق مجھ پر واجب تھا اور اس سے محبت مجھ پر فرض......''
اٹھ کر ملیں اور ٹھہر گئیں۔
''جب وہ سو جایا کرتا تھا تو میں جاگ جاگ کر اسے دیکھا کرتی تھی، میں اپنی سانسوں کی آمد و رفت کو اتنا بے ضرر بنا لیا کرتی تھی کہ وہ اس کی نیند میں مخل نہ ہو سکیں اور اسے جی بھر کر دیکھتے رہنے کا میرا خواب ٹوٹ نہ جائے۔''
عالیان نے اتنا گہرا سانس لیا جیسے آخری سانس......
''جب وہ مجھے دیکھا کرتا تھا تو مجھے یقین ہو جاتا تھا کہ مجھے خاص اسی مقصد کے لئے بنایا گیا ہے۔ اگر وہ مجھے نہیں دیکھے گا تو میرے ہونے کا مقصد ختم ہو جائے گا۔''
وہ کھڑا ہوا اور چل کر اس انداز میں اس کی طرف آیا جیسے سدھائے ہوئے جانور کی پشت پر ہاتھ پھیرنے کا ارادہ ہو۔
وہ مہزوم (شکست خوردہ) بنا کھڑا تھا کہ اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا جا سکتا تھا۔
اس کے اندر دفن بند تابوتوں کے ڈھکن جھٹکوں سے کھلے اور اسے صاف صاف مارگریٹ دکھائی دینے لگی...... رونا...... تڑپنا...... ہاتھ کاٹ لینا...... بڑبڑانا...... چلانا...... بھول جانا...... بھٹک جانا اور پھر ''سرد'' ہو جانا۔
آہیں...... صدائیں...... واویلا اور خاموشی۔
''میں نے تمہیں پہچان لینے میں وقت نہیں لیا۔''
ولید البشر نے اپنے دونوں ہاتھ کہنی سے اوپر اس کے بازوؤں پر رکھے اور اسے جوش سے جھنجھوڑا۔
''اس کے ہاتھ کو ہاتھوں میں لے کر بیٹھے رہنے کے خواب میں نے ہر رات دیکھے۔ میں ہر رات ایک ہی خواب دیکھ لینے پر قدرت حاصل کر چکی ہوں...... جو بھی ہے، میں ہر رات اہتمام سے اس خواب کے لئے خود کو تیار کرتی ہوں۔''
''تم میں میری کتنی شباہت ہے۔'' ولید البشر نے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ عالیان بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔
''اس کے لوٹ آنے کی دعائیں میں نے اتنی کثرت سے کیں، جیسے لمحوں میں بنجر زمین پر جنگل اگ آئے اور اس جنگل میں، میں نے اپنی باقی ماندہ قوتوں کو اکٹھا کر کے اس کے نام کی صدائیں لگائیں۔''
''میرے بیٹے دیکھو...... دیکھو اپنے باپ کو......'' اس نے اس کے سینے کے مقام پر جوش سے ایک گھونسا مارا۔ ''اب ہم ایک ساتھ ہیں...... میں تمہارے سامنے کھڑا ہوں...... تمہارا باپ...... ولید البشر......''

''میں نے ایک افریقی جادوگر کو اپنی جمع پونجی تھمادی اور اس کے کہے پر ایمان لے آئی کہ ولید ضرور آئے گا۔''

''وہ آ گیا ہے.....'' عالیان بڑبڑایا۔

''افریقی جادوگر نے وقت کیوں نہ بتایا؟'' آواز اس کے اندر چکراتی رہی۔

''کچھ بولو مائی سن..... میں نے تمہاری آوازیں خوابوں میں سنی ہیں!''

''جان لو مارگریٹ! آفاق ایک اہرام ہے، جس نے تمہاری ساری دعاؤں کو حنوط کر دیا ہے اور کوئی ایک بھی دعا آسمان کو چھید کر ولید کو چھین لانے کی طاقت نہیں رکھتی، مجھے اپنی قوتِ دعا پر ملال رہے گا۔''

ہال کی دیواروں پر مارگریٹ کی فلم چل رہی تھی۔ ایک کے بعد اگلا منظر..... پھر اگلا..... آخری منظر میں وہ موت سے آنکھیں ملا رہی تھی، اس کی آواز کی لکنت اس کی ناپید ہوتی قوت کا نشان دے رہی تھی۔

''اس کے ساتھ گزری ساعتیں میں گنوانا نہیں چاہتی، میں اپنی آنکھیں بند کر لینے کو ہوں اور ان آنکھوں میں انہیں مقید..... میں ماضی کا حصہ بننے جا رہی ہوں لیکن میں انہیں ماضی کے سپرد نہیں کروں گی..... اگر ارواح کو دعا کا موقع دیا جائے گا تو میری پہلی دعا پھر سے وہ ہوگا اور آخری بھی.....''

اس کے کندھے پر ایک ہاتھ آ کو ٹھہر گیا..... وہ ہاتھ اس کے دائیں گال پر آیا اور گال کو نرمی سے مسلنے لگا۔

''عالیان!''

اس نے آواز کو روح میں اور انگلیوں کو دل پر محسوس کیا۔ ہال کی دیواروں پر بھاگتی دوڑتی مارگریٹ کی فلم اندھیرے میں گم ہونے لگی۔

''عالیان.....!'' ہاتھ گال مسل رہا تھا۔

اسے دو مائیں ملی تھیں لیکن باپ نہیں..... اس کی آنکھیں لبالب بھر گئیں..... اس کے باپ کا ہاتھ اس کے گال پر تھا۔ وجود میں آنے والا، وجود میں لانے والے کی بہت قدر کرتا ہے۔ خون میں ایک ابال ہوتا ہے جو دنیا کی کسی آگ سے نہیں ابلتا اور خونی رشتے کی صرف آنچ سے ابل کر چھلکنے لگتا ہے۔ دنیا میں کسی بھی انسان سے دل کھول کر نفرت کی جا سکتی ہے۔ خونی رشتے سے نفرت کرنے کے لئے پتھر سا دل چاہیے۔

اس کا دل چاہا..... حتیٰ کہ وہ مٹتے بنتے مارگریٹ کی زندگی کے مناظر دیکھ رہا تھا کہ وہ اس چوڑے سینے میں سر دے لے اور پھوٹ پھوٹ کر رو دے۔ اس نے چاہا کہ وہ اپنی یادداشت کو گم کر دے اور ولید البشر سے ناپسندیدگی کا جذبہ بھولا بسرا کر دے..... ہاں وہ خود سے کیے گئے وعدے سے وعدہ خلافی کر دے..... اس کے سامنے اس کا باپ کھڑا تھا۔ اس کے قد کے عین برابر..... اس کی آنکھوں کے عین سامنے..... اس کے گال اور شانے اس گرمی سے دہک رہے تھے، جو اس کا باپ اس کے وجود میں منتقل کر رہا تھا۔ اس کے دل کے مقام پر جو گھونسا پڑا تھا وہ اسے گم شدہ مسرت سے لبریز کر دینے کو تھا۔

''بہت بڑے ہو گئے ہو تم..... ہاں! تمہیں ہونا ہی تھا'' ہاتھ اس کے سر کے بالوں تک گئے۔

اس نے خود کو ایک قدم پیچھے کیا۔

ولید البشر نے ذرا سا چونک کر اس خاموش کھڑے مجسمے کو دیکھا، جسے عربی مٹی نے مغربی ڈھب میں ڈھالا تھا جس کے چوڑے شانے اور اونچا قد اس کے مضبوط ہونے کی دلیل دے رہے تھے اور جس کی عرب رنگ آنکھیں اتنی بے تاثر تھیں، جیسے وہ سدا روشنی سے انجان رہی ہیں اور جن کی بینائی کا واسطہ صرف اندھیرے سے رہا ہے۔

''دیکھو عالیان! میں نے تمہیں ڈھونڈ نکالا۔'' دو قدم خود کو پیچھے لے جاتے ولید البشر نے دونوں بازو وا کر دیئے۔ اس اونچے، لمبے، طاقتور مرد کو قابو کر لینے کے لئے بس اتنا ہی کافی تھا۔

عالیان کے جسم میں سنناہٹ ہونے لگی۔

وہ چار قدم پیچھے ہوا اور نا محسوس اپنے بنجر وجود پر ترحم کا چھڑکاؤ کیا۔ مارگریٹ کی ڈوبتی ابھرتی تصویروں پر ابھی بھی اس کی نظر تھی۔

''مجھے گم کیوں کیا تھا؟'' الفاظ کو اس نے جان لگا کر بے تاثر رکھا۔

ولید البشر ٹھٹک کر رہ گیا۔ عالیان کے سوال پر اس کے تاثرات نے حکم عدولی کی مہر لگائی۔ اس نے اپنی نظریں بدلیں اور پھر ان میں معاملہ فہمی جھلکنے لگی۔ عالیان نے ان بدلتے تاثرات کو بھانپ لیا۔

''تمہارا باپ تمہارے سامنے پہلی بار آیا ہے...... اس کے سینے سے لگنے سے پہلے ایسا سوال کوئی بھٹکا ہوا ہی کر سکتا ہے۔'' آواز میں دبا دبا جلال تھا اور الفاظ سے زیادہ ان کی ادائی میں ایسی طاقت تھی کہ عالیان نے سوچا کہ اگر یہ شخص ''میں مر رہا ہوں، میری بانہوں میں آ جاؤ'' کہہ دیتا تو وہ اس کے قدموں میں جا بیٹھتا۔

اب میرا باپ میرے پاس پہلی بار کیوں آیا؟ اس نے خود کو مضبوط کرنا چاہا جبکہ اسے یقین ہونے لگا تھا کہ سامنے کھڑے شخص کو اس کے اندر کی ٹوٹ پھوٹ کی سب ہی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔

''تمہیں سب معلوم ہو جائے گا۔ میں بتاؤں گا...... آؤ میرے ساتھ یہاں بیٹھو۔'' پیشانی پر ناگواری کی لکیریں ابھریں اور اس کی آواز کی خود ساختہ نرمی معدوم ہونے لگی۔

عالیان، مارگریٹ جوزف نہیں بننا چاہتا تھا۔ وہ ڈٹ کر کھڑا تھا، گو ایسا کرنے میں بہت ہی قوتیں حائل تھیں۔

''مجھے کھڑا رہنے دیں تا کہ ہم دونوں کو چلے جانے میں آسانی رہے۔'' اس کی آواز دلدلی راستوں سے ہوتی آئی۔

کرسی کو اس کے لئے باہر نکالتے ولید البشر کے ہاتھ رک گئے اور خم زدہ گردن پر ناگواری کی چھپی ہوئی نسیں بھی ابھر آئیں مگر انہیں فوراً چھپا لیا گیا لیکن عالیان دیکھ چکا تھا۔ اس کی نظر سامنے موجود انسان کی ایک ایک جنبش پر تھی۔

''ہم جائیں گے تو ایک ساتھ جائیں گے۔'' ولید مسکرایا۔

''ایک ساتھ کا مطلب جانتے ہیں آپ......''

اب ولید ٹھوڑی کو مسلتے اسے دیکھنے لگا۔ ایک ایسے کھلاڑی کی طرح جسے اپنا اگلا مہرہ چلنا تھا ورنہ بساط الٹ جاتی۔

''پتا نہیں اس عورت نے تمہیں میرے بارے میں کیا کیا کہانی بنا کر سنائی ہے۔''

''انہیں لیڈی مہر کہئے...... میں ان کے لئے احترام کی درخواست کروں گا۔''

''میں مارگریٹ کی بات کر رہا ہوں۔''

ولید البشر کے منہ سے اس نام کے نکلتے ہی وہ ٹھیک اس جگہ پر جا کر کھڑا ہو گیا جہاں سے چلا تھا۔ ''سرد مردہ ہاتھ سے ہاتھ چھڑائے جانے سے۔''

''ایسی سختی اور نخوت سے ماما کا نام مت لیں۔'' وہ چلا اٹھا۔

ولید نے اسے سرد نظروں سے دیکھا۔ ''تمہارا انداز بتا رہا ہے کہ تمہیں میرے بارے میں غلط بتایا جاتا رہا ہے۔''

''ہو سکتا ہے...... اب آپ سب ٹھیک بتا دیں۔''

ولید البشر نے بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو انگوٹھے کے ساتھ رگڑا۔ شاید عادتاً اس کی جھکی ہوئی بھنوئیں ذرا سا اور جھک گئیں اور عالیان نے ان میں وہ رنگ دیکھا جو آسمان پر اڑتے باز پر نشانہ باندھے شکاری کی آنکھ میں اس وقت ابھرتا ہے جب وہ ٹریگر پر انگلی کا دباؤ بڑھانے والا ہوتا ہے۔

اور باز کا شکاری تند خو اور دور فہم ہوتا ہے...... آسمان سے جا لینے والا...... صرف شست ہی باندھ کر مار دینے والا۔

''میں نے مارگریٹ کو ایک اچھی عورت سمجھ کر شادی کی۔ وہ مجھے چھوڑ گئی اور تمہیں بھی اپنے ساتھ لے گئی اور میں

پاگلوں کی طرح تم دونوں کو ڈھونڈتا رہا...... اتنے سال میں کہاں کہاں نہیں گیا...... پھر مجھے معلوم ہوا کہ اس کی موت واقع ہو گئی ہے۔ میں بہت مشکل سے تم تک پہنچا ہوں عالیان......"

اور جس آنچ سے اس کے خون میں ابال اٹھے تھے، وہ خون ایک دم سے سرد ہو گیا اور وہ استہزائیہ ہنس دیا۔

"ناروے کے ہوٹل میں کس عورت کو طلاق اور دھتکار دی تھی آپ نے؟"

ولید البشر کو جھٹکا سا لگا۔ اسے بتایا گیا تھا کہ وہ بہت چھوٹا تھا، جب اسے بے سہارا بچوں کے ادارے میں داخل کروایا گیا تھا۔ اسے توقع نہیں تھی کہ اسے اس بارے میں بھی معلوم ہو گا۔

"جس فلیٹ میں شادی کر کے انہیں رکھا تھا، وہ اسی فلیٹ میں مر گئی تھیں تو آپ انہیں کہاں پاگلوں کی طرح ڈھونڈتے رہے تھے۔ میری پیدائش سے پہلے آپ انگلینڈ چھوڑ چکے تھے، بہت آسانی سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ دوبارہ آپ انگلینڈ آئے......"

"میں اپنے دوست کو بھیجتا رہا تھا تمہیں ڈھونڈنے......" اپنے انداز کی تلخی کو اس نے بمشکل قابو میں کیا۔

"آپ خود کیوں نہیں آئے؟"

"مجھے انگلینڈ سے نکال دیا گیا تھا۔ میرے کاغذات میں گڑبڑ تھی، مارگریٹ نے مجھ سے رابطہ ختم کر دیا تھا۔"

"آپ کی نیت میں گڑبڑ تھی مجھے یقین ہے اس کا...... انگلینڈ سے نکلتے ہی آپ نے ناروے میں شادی کر لی تھی فوراً۔"

"وہ میری مجبوری تھی۔"

"میں کیا تھا...... ضرورت...... مجبوری...... خواہش...... وقت گزاری......؟"

"میں صرف اس لئے غلط نہیں ہو سکتا کہ تم سے الگ رہا...... تم غصے میں ہو۔"

"آپ جھوٹ بول رہے ہیں...... ایک ساتھ اتنے جھوٹ بول دیئے آپ نے......"

"خود کو پُرسکون کرو...... تھوڑے نارمل ہو جاؤ۔"

"ٹھیک ہے...... اگلی بار پھر اتنے ہی سالوں بعد آیئے گا شاید میں نارمل ہو چکا ہوں۔" وہ پلٹ کر جانے لگا۔

"کیا چاہتے ہو تم؟"

"آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"تمہیں لینے آیا ہوں......"

"اتنے سالوں بعد کیوں؟ مجھے صرف سچ سننا ہے ورنہ کچھ نہیں......"

ولید البشر نے اپنے اندر تیزی سے جوڑ توڑ کیے۔

"میں نے مارگریٹ کو طلاق دے دی تھی، یہ میرا حق تھا اور وہ غصے میں آ گئی......"

"جب ناروے میں وہ آپ کو میرے بارے میں بتا رہی تھیں تب آپ نے کیا کہا تھا؟"

"میں سمجھا وہ جھوٹ بول رہی ہے۔"

"نہیں، آپ سمجھے میں آپ کا نہیں، کسی اور کا بچہ ہوں۔" کہتے وہ ذرا شرمندہ نہیں ہوا۔

حکم عدولی کرنے والوں کو دی جانے والی سزا کے اعلان کرنے کے انداز کو ولید نے بمشکل دبایا۔

"کسی اور کے بچے کو اب کیوں سمیٹنے آئے ہیں؟"

"یہ غلط ہے...... جھوٹ ہے......"

عالیان ایک کرسی گھسیٹ کر اس پر بیٹھ گیا اور خود کو سوچنے کے لئے وقت دیا...... اس کے سامنے ایک صحت مند، خوش شکل، قیمتی لباس اور جوتوں میں ملبوس اس کا باپ کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں وہ گھڑی تھی جو ایک معروف کمپنی آرڈر پر صرف

''ایک'' تیار کرتی ہے۔ ولید البشر کی کھال پر ایک جھری نہیں تھی۔ وہ اپنی صحت کا بہت خیال رکھتا رہا تھا یا وہ اسکن سرجری سے کئی بار گزر چکا تھا۔ اس کی خوب صورتی، اس کا لباس، اس کا انداز، اس کے الفاظ، اس کے تاثرات، کوئی ایک بھی چیز اس بات کی گواہی نہیں دے رہی تھی کہ وہ اپنے بیٹے کے غم میں گھلتا رہا ہے...... اس کی ماں گھل گھل کر مر چکی تھی اور اس کا باپ کھلا گلاب بنا اس کے سامنے موجود بیٹے کی جدائی پر آنسو بہانا چاہتا تھا۔

''یہ صرف میرے لئے یہاں نہیں آیا......'' عالیان نے اپنا سر پکڑ لیا اور ولید البشر نے بڑھ کر اس کے سر کا بوسہ لیا۔

''تم خود کو پُرسکون رکھو اور آؤ میرے ساتھ۔ یہ میری بدنصیبی تھی کہ میں نے تمہیں کھو دیا...... زندگی نے بہت برا کیا میرے ساتھ...... مجھے معاف کر دو...... لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا۔''

عالیان نے سر جھکائے ہی رکھا۔ اس کی ماں کا ایک آنسو گرتا تھا تو وہ تڑپ اٹھتا تھا۔ اس کا باپ رو کر اس کا بوسہ لے رہا ہے اور وہ بت بنا بیٹھا ہے۔

''آپ میرے باپ بننے آئے ہیں اور مجھے آپ کا بیٹا نہیں بننا...... مجھے آپ میں دلچسپی نہیں ہے اور ہو گی بھی کیوں؟'' عالیان نے بہت کھردرے اور غیر جذباتی انداز سے کہا۔ وہ ایسے سپاٹ ہو گیا جیسے مشین ہو۔

''تمہارا باپ ایک کامیاب بزنس مین ہے اور تمہیں اس میں دلچسپی نہیں۔'' الٹی طرف سے ولید البشر نے وہ پتا پھینکا جو سیدھے سیدھے صاف صاف عالیان نے پڑھ لیا۔ وہ ذرا سا چونکا اور اس کی نظروں سے ٹپکتی لالچ ولید البشر نے تاڑ لی اور خود کو داد دی۔

''میرا سب کچھ تمہارا ہی تو ہے، میں سمجھ سکتا ہوں کہ تم نے کیسی زندگی گزاری ہو گی۔ میرے پاس بہت کچھ ہے عالیان...... میں تمہیں بہت کچھ دے سکتا ہوں۔''

اور اس باز کو مار گراتے وہ چُوک گیا۔ اس کا انداز کاروباری ہو گیا اور وہ بھول گیا کہ اسے فی الحال ایک غم زدہ باپ کا کردار ہی نبھاتے رہنا تھا۔

خصلت پانی میں تیرتا ہوا کارک ہے جو زیر پانی رہ ہی نہیں سکتا۔ اسے اوپر آنا ہی ہے۔

''میں نہیں مانتا کہ آپ کے پاس کچھ ہو گا...... چند ہزار ڈالرز کے سوا......'' اس نے لالچی انداز اپنا لیا۔

''اس پورے ہارٹ راک کو بک کروانے کے لئے جانتے ہو کتنے ہزار پونڈز چاہئیں؟''

''وہی چند ہزار نا...... میرے پاس اس سے زیادہ پیسے ہیں...... ماما مہر کے پاس اس سے زیادہ دولت ہے۔''

''تمہاری ماما مہر کے پاس میری دولت کا ایک حصہ بھی نہیں ہو گا۔'' ولید چڑ گیا۔

''اچھی بڑ ہے۔'' عالیان بھرپور استہزائیہ ہنسا۔

''بڑ نہیں ہے یہ......'' ولید غصے سے بھڑک اٹھا۔ شاید اپنی دولت اسے اتنی پیاری تھی کہ اس پر طنز اسے گوارا نہیں تھا۔ وہ تیزی سے ہال سے باہر گیا اور واپس آ کر ایک فائل اس کے سامنے رکھی۔

''اسے کھولو اور پڑھو میری کمپنی اور اس کے شیئرز کتنی مالیت کے ہیں۔'' اس کا انداز ایسا تھا جیسے کہتا ہو...... دیکھو پڑھو ولید البشر کتنا قیمتی ہے...... کیا سمجھ کر تم ایسے قیمتی انسان سے ایسے بات کر رہے ہو...... تم گستاخی کر رہے ہو۔

اور بس ایک پل لگا عالیان کو ساری بات سمجھنے میں۔ اس کا شک یقین میں بدل گیا اور اس یقین پر اس کا دل پاش پاش ہو گیا۔ موہوم سی جو امید تھی وہ دم توڑ گئی۔ اندر ہی اندر اس حقیقت پر وہ رو دینے کو ہو گیا۔ وہ اس سے نفرت کرتا تھا اب اسے خود سے بھی نفرت محسوس ہونے لگی۔ تو بس یہ حیثیت تھی اس کی...... اس کا باپ ایک بیوپاری...... بیوہ امیر عورت کمپنی...... شیئرز...... سگی اولاد...... سوتیلی اولاد......

ولید البشر نہیں جانتا تھا کہ وہ بزنس کا کتنا ذہین اسٹوڈنٹ ہے۔ عالیان نے فائل پر سرسری نظر بھی نہیں ڈالی تھی۔ اس

کی ضرورت ہی نہیں رہی تھی۔

''میرے علاوہ آپ کی کوئی اولاد ہے؟'' اپنی آواز کی لرزش پر قابو پا کر اس نے عام انداز اپنا کر یہ سوال پوچھا۔

دکھ کا ایک سایہ ولید البشر کے چہرے کے پار ہوا۔ ''ہاں......ایک بیٹا تھا۔''

''تھا......'' اب عالیان ساری ہی کہانی سمجھ گیا۔

''کار کے حادثے میں اس کی ڈیتھ ہوگئی۔'' نیم دکھ کے تاثر کے ساتھ ولید خاموش ہوگیا۔

اگلی بات کرنے کے لئے عالیان نے چند گہرے سانس لئے۔ اس کا دل چاہا وہ اپنے دل کے مقام پر ہاتھ رکھ کر ہال سے باہر چلا جائے......اسے اپنے دل سے رونے کی واضح آوازیں سنائی دینے لگی تھیں۔

''یعنی اس کے پاس اتنی مہلت بھی نہیں رہی کہ وہ اپنے شیئرز آپ کو قانونی طور پر منتقل کر جاتا......ان بیوہ خاتون کا بھی سگا بیٹا ہونے کی حیثیت سے اس کے حصے میں یقیناً ففٹی پرسنٹ شیئرز آئے ہوں گے......کچھ آپ کی سوتیلی اولادیں بھی ہوں گی اور اب آپ کی دوسری سگی اولاد ہے تو یہ شیئرز کمپنی کے طے کئے اصولوں کے مطابق صرف اسے منتقل ہو سکتے ہیں ورنہ یہ واپس کمپنی کے پاس جائیں گے۔ جو یقیناً آپ کو گوارا نہیں ہوگا......میرا اور آپ کا ڈی این اے بھی ہوگا، ورنہ آپ کسی کو بھی اپنی سگی اولاد بنا کر پیش کر دیتے اور ایک مخصوص مدت کے بعد آپ کچھ نہیں کر سکیں گے۔ آپ کو ہر صورت ایک بالغ اولاد چاہئے......'' وہ رکا۔ ''اس لئے آپ مجھے ڈھونڈتے رہے۔''

فائل کو اس نے نخوت سے میز پر کھسکا دیا اور اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اسے اطمینان تھا کہ اپنے باپ کے جال کو اسی پر الٹ دیا تھا۔

''مجھے اس سب میں کوئی دلچسپی نہیں۔'' اس نے بہت آرام سے اس شخص کو اُلو بنا دیا تھا۔

''تم یہ نہیں کر سکتے۔'' ولید جیسے تڑپ اٹھا۔

''میں یہ کر رہا ہوں۔'' وہ استہزائیہ ہنسا۔

''میں تمہارا باپ ہوں......تم کس طرح سے پیش آ رہے ہو میرے ساتھ؟''

وہ ایک بزنس مین سے پھر سے ایک ''باپ'' بن گیا......ایسا کرنا پھر سے ضروری ہوگیا تھا۔

''مجھے اس ''باپ'' سے کوئی لگاؤ نہیں......'' اس نے انگلی سے اس کی طرف اشارہ کیا۔

''تم میرا خون ہو عالیان......''

''آپ کو دیر سے یاد آیا......''

''ہمیں اب ایک ساتھ مل کر رہنا چاہئے۔''

''ٹھیک ہے۔'' اس نے دونوں جیبوں میں ہاتھ دیئے اور پہلے سے زیادہ مضبوط نظر آنے لگا۔ ''صرف ایک سچ بتا دیں......ماما کو کیوں چھوڑ دیا تھا......سچ بتایئے گا پھر میں سب کرنے کے لئے تیار ہوں۔''

ولید البشر نے جھوٹ بول کر دیکھ لیا تھا۔ اس نے سچ کو بھی آزما لینا چاہا۔

''آپ نے انہیں ذلیل کیا......؟''

''مجھے ڈر تھا کہ وہ مجھے عدالت میں گھسیٹ لے گی......مارگریٹ کے ساتھ میرا تعلق کچھ بھی رہا ہو، میں تمہارا باپ ہوں، کیا برا کیا ہے تمہارے ساتھ میں نے......؟''

''اس کیفے سے باہر نکلیں اور ملنے والے پہلے انسان کو بتائیں کہ اپنی اولاد کو میں نے ماننے سے انکار کر دیا تھا اور اتنے سالوں بعد آج اس سے مل رہا ہوں تو وہ آپ کو بتا دے گا کہ کیا برا کیا آپ نے......''

''میں شرمندہ ہوں۔''

عالیان نے افسوس سے اتنے رنگ بدلتے اس انسان کی طرف دیکھا جس کے ایک رنگ ''محبت'' کے جال میں اس کی

ماں آ گئی تھی۔

''تم بہت تلخ ہو رہے ہو...... میری توقع سے زیادہ...... میرے ساتھ چلو...... سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''میں پھر اپنا سوال دہراؤں گا...... ماما کو کیوں چھوڑ گئے تھے؟''

ولید البشر ایسے اپنی ٹھوڑی مسلنے لگا جیسے اپنے مزاج کے برخلاف کچھ برداشت کر رہا ہو اور اسے سوال پوچھے جانے کی عادت رہی ہو، سوالوں کا جواب دینے کی نہیں......

''میں اسے پسند کرتا تھا...... پھر میری دلچسپی اس میں ختم ہو گئی۔''

وہ جیسے کسی گلستان سے توڑ لئے گئے پھول کی بات کر رہا تھا یا راستے میں آنے والے کسی پھول کو پیر تلے مسل دینے کی...... اس کا انداز اس سے بھی بدتر تھا۔

عالیان نے بہت دیر تک اس خوش شکل انسان کو دیکھا، جس نے کتنی آسانی سے یہ بات کہہ دی تھی...... اس عورت کے لئے جس کی زبان اس کے نام کی ادائیگی کرتے کرتے نہیں تھکی تھی۔ جو ایسے ایڑیاں رگڑتی رہی تھی جیسے اس کے وجود سے زہریلے حشرات لپٹے اسے ڈنک پر ڈنک مار رہے ہوں...... اس وقت عالیان کو اپنی ماں پر بہت ترس آیا۔ اس کا پھوٹ پھوٹ کر رونے کو جی چاہا۔ اتنی محبت اور ایسے کرب کے بعد بھی اس کی ماں کے ہاتھ کیا آیا...... شرمندگی...... پچھتاوے، افسوس...... دکھ کا ایک لفظ بھی نہیں......

''اگر مارگریٹ اُس وقت نہ مرتی تو اس وقت مر جاتی۔''

اس کے اندر الاؤ سا دہکا، اس کے ہاتھ کی پوریں اتنی گرم ہو گئیں کہ ولید انہیں چھو لیتا تو جل جاتا۔

''میں آپ سے نفرت کرتا تھا اور اب اور زیادہ کرتا ہوں...... آپ سے مزید بات چیت کا میرا ارادہ نہیں۔'' اس نے ولید البشر کے منہ کے عین سامنے اپنا منہ لے جا کر کہا۔

ولید ایک قدم پیچھے ہوا۔ اس ٹھکرا دی گئی عورت کی اولاد کے ایسے انداز نے اسے سیخ پا کر دیا۔ اس نے خود کو بمشکل روکا کہ وہ اس لڑکے کی وہی تذلیل کر دے، جو اس کی ماں کی کی تھی۔

''تم لاکھوں ڈالرز ٹھکرا رہے ہو......'' اب وہ صاف صاف ایک کاروباری انسان بن گیا۔

''وہ کروڑوں ہوں تو بھی......''

''ہوں...... تو تمہیں زیادہ حصہ چاہیے......؟''

عالیان استہزائیہ ہنسا۔

''بولو کتنا چاہئے وہ میری ساری زندگی کی کمائی ہے۔ تمہیں راضی ہونا ہی پڑے گا۔'' ساری بات کھول ہی دی۔

اب عالیان ترحم سے اسے دیکھنے لگا۔ ''پیسوں کو کمائی کہہ رہے ہیں...... انسانوں کو کس گنتی میں گنتے ہیں...... مجھے مجبور نہ کریں کہ میں آپ کے ساتھ وہ کروں جو آپ دوسروں کے ساتھ کرنے کا شوق رکھتے ہیں۔''

''تمہیں میرے کام آنا ہی پڑے گا۔''

''میں اس کے لئے تیار نہیں......''

''تو تم اپنی قیمت بڑھا رہے ہو؟''

''اگر آپ اس مدد کا سوال ماما سے کرتے تو وہ کبھی انکار نہ کرتیں...... میں مارگریٹ نہیں ہوں۔''

''تو ٹھیک ہے پھر مارگریٹ کے لئے ہی سہی۔'' اسے سودا کسی بھی صورت کروانا تھا۔

''اگر وہ میرے لئے زندہ رہتیں تو شاید۔ وہ آپ کے لئے مر گئیں تو بالکل نہیں......'' عالیان اب وہ سارے حساب لے لینا چاہتا تھا، جو اپنی ماں کی طرف سے اسے چکانے تھے۔

''میں آفیشلی مارگریٹ کو اپنی بیوی تسلیم کرلوں گا۔''

''اس کی ضرورت ہے، نہ اس کا فائدہ انہیں حاصل ہوگا۔''

''تمہیں یہی شکوہ ہے نا کہ میں نے اس کی بے عزتی کی۔ ٹھیک ہے میں اسے عزت بھی دوں گا اور اپنی بیوی ہونے کا خطاب بھی...... میں پریس کانفرنس کروں گا......''

''انہیں مار دینے کا اعتراف کون کرے گا؟'' اس کی پیشانی پر کئی لکیریں بن گئیں۔

ولید البشر کی آنکھوں سے شرارے نکلنے لگے، اس کی برداشت کی حدیں ختم ہو رہی تھیں۔

''تم یہ ثابت کر رہے ہو کہ تم میرا ہی خون ہو...... تم اپنی اہمیت بڑھا رہے ہو...... تمہیں ایسا ہی ہونا چاہئے...... اور بڑھا لو اپنی قیمت...... میں دینے کے لئے تیار ہوں۔ مہنگی چیزیں خریدنے کا مجھے شوق ہے......'' کبھی خود بک چکے ولید کو لگتا تھا دنیا میں سب بکنے کے لئے ہی موجود ہیں۔

عالیان اندر ہی اندر ہنسا...... یہ شخص تھوڑی دیر کے لئے بھی ایک اچھا باپ ہونے کی اداکاری نہیں کر سکا۔

''میری قیمت آپ نہیں چکا سکتے۔'' طنز سے کہہ کر وہ تیزی سے جانے لگا۔ کبھی ایسے ہی اس کی ماں بھی اس کے سامنے کھڑی ہوگی اور وہ پشت دکھا دکھا کر جاتا ہوگا......

''اگر مجھے تمہاری ضرورت ہے تو تمہیں بھی کہیں نہ کہیں میری ضرورت ضرور ہوگی عالیان ولید......!'' قریب رکھے میز پر انگلیاں بجا کر اس نے کہا۔

''دنیا میں کوئی ایسا کھیل نہیں جسے ایک ہی انداز سے جیتا جا سکے......'' ولید البشر اس فلسفے پر یقین رکھتا تھا۔ عالیان پہلے سے زیادہ نفرت سے پلٹا۔

''دنیا میں آپ وہ آخری انسان بھی نہیں ہوں گے جس کی مجھے ضرورت ہوگی...... لکھ کر محفوظ کرلیں، میں کبھی آپ کی طرف نہیں لوٹوں گا۔''

''ہوں......'' ولید البشر کے لب وا ہوئے۔ ''عالیان ولید...... تمہیں میرے نام کی...... میری موجودگی کی ضرورت ہے۔'' انگلیاں اور تیزی سے میز پر بجنے لگیں۔

''باقی ماندہ زندگی کے لئے یہ خوش فہمی آپ پال سکتے ہیں۔'' وہ پلٹ کر جانے لگا۔

''پھر سوچ لو...... ان کاغذات پر سائن کر دو اور میرے ساتھ چلو۔''

یہ ایک ایسا انداز تھا کہ جیسے ولید البشر اس پر کوئی احسان کر رہا ہے۔

''مجھے اپنا باپ مانو نہ مانو...... ایک تجربہ کار انسان ہی مان لو...... اس ایشیائی لڑکی کے پاس کوئی تو وجہ ہوگی جو اسے تم سے زیادہ میری ضرورت تھی......''

پہاڑیوں میں چھپ کر بیٹھے دشمن کے زہر بجھے تیر کی طرح جو فاتح کی پشت پر لگتا ہے اور اس پر فتح کا سورج حرام کر دیتا ہے...... عالیان کی پشت پر تیر بن کر یہ آخری بات لگی اور اس نے جھٹکے سے گھوم کر اسے دیکھا...... دنیا میں جتنی کراہت آمیز چیزیں تھیں ان کے بوجھ تلے اس نے خود کو پایا......

O......❖......O

پرائیوٹ نمبر سے کال تھی۔ وہ آخری لیکچر لے کر نکل رہی تھی۔

''میں ولید البشر...... عالیان کا باپ بات کر رہا ہوں۔''

اس کی ہیلو کے جواب میں فوراً کہا گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس سے آگے کیا بولے۔

''تم نے پیسے لینے سے انکار کیوں کر دیا؟''

''میں نے یہ پیسوں کے لئے نہیں کیا۔'' وہ ٹھہر ٹھہر کر بولی، اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

''پھر کس لئے کیا ہے؟''

''عالیان میرا دوست ہے...... میں صرف یہ چاہتی تھی کہ وہ اپنے پاپا سے ملے۔''

''بس صرف اس لئے؟''

''جی......''

''تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟''

''پاکستان سے......''

''مسلمان ہو؟''

''جی......!''

بہت دیر خاموشی رہی کہ اسے لگنے لگا کہ فون بند کر دیا جائے گا۔

''عالیان تمہارا کتنا اچھا دوست ہے؟''

وہ خاموش رہی۔

''تم نے اس سے کبھی پوچھا نہیں کہ اس کا باپ کہاں ہے؟''

''میں نے پوچھنا چاہا تھا......'' وہ بات کرتے جھجک رہی تھی۔

''تو......؟''

''وہ اس بارے میں بات کرنا نہیں چاہتا تھا......''

''لیکن تم میرے بارے میں جاننا چاہتی تھیں...... کیوں؟''

وہ پھر سے خاموش ہو گئی اور دوسری طرف بھی خاموشی چھائی رہی۔

''عالیان سے شادی کرنا چاہتی ہو؟''

اس سے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

''میں نے تمہاری دونوں فون کالز کی ریکارڈنگ سنی ہے...... مجھے یہ اندازہ فوراً ہو گیا تھا...... گھبراؤ نہیں...... مجھے بتاؤ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں......؟''

''آپ کو اپنے بیٹے کے ساتھ ہونا چاہئے...... اسے یہ معلوم نہیں ہونا چاہئے کہ میں نے آپ کو سب بتایا ہے...... شاید اسے اچھا نہ لگے......'' اس کی آواز اور زیادہ کانپنے لگی۔

''اسے اپنے باپ سے ملنا ضرور اچھا لگے گا...... میں سب سمجھ گیا...... تمہارا شکریہ...... تم یقیناً میرے بیٹے کے لئے اچھے جذبات رکھتی ہو...... کیا نام ہے تمہارا؟''

''امرحہ!''

''امرحہ......! تم سمجھ دار ہو۔ کیوں کہ تم جانتی ہو کہ ایک باپ کا ہونا کس قدر ضروری ہے...... اس پر اصرار کرتی رہنا امرحہ......! میں اور میرا بیٹا جلد تم سے ملیں گے۔''

○......❖......○

''تم بہتر طور پر سمجھ سکتے ہو کہ کیا وجہ ہوگی...... اس نے پیسے بھی لینے سے انکار کر دیا اور تمہارے بارے میں سب بتا بھی دیا...... اس نے یہ نیکی یقیناً اپنے لئے کی...... مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے مذہب اسلام اپنایا ہے اور وہ لڑکی بھی مسلمان ہے......''

اس کے وجود میں جلتی آگ کی تپش نقطہ عروج پر جا پہنچی کہ اس کی کھال پگھل جانے کو ہوگئی۔

''اچھے مسلمان خاندان بنا باپ کے ناجائز اولادوں کو اپنی بیٹیاں نہیں دیتے......''

الاؤ اب دہکا......اس کے منہ پر جا نٹا پڑا۔

''اس نے میرے آدمی سے ایک ہی سوال کیا تھا...... مارگریٹ کے بیٹے کو اس کا باپ ہی ڈھونڈ رہا ہے نا......اور جب اسے معلوم ہو گیا کہ باپ ہی ہے تو جیسے اس کی کوئی بڑی مشکل آسان ہوگئی۔ تم ایک آزاد معاشرے میں رہتے ہو لیکن باپ کا سوال آج بھی مہذب معاشروں میں پہلے پوچھا جاتا ہے...... باپ کے نام کے بغیر تم ناجائز ہو...... میں کہاں ہوں، اس بارے میں لوگ پوچھتے تو ہوں گے۔'' ولید رکا۔ جیسے اب سارے کام ہو گئے۔

''اس عورت کے نام کے ساتھ تم کسی مسلم خاندان میں شامل ہونے کا سوچ بھی نہیں سکتے...... میرے بغیر تمہاری حیثیت ہی کیا ہے......؟'' ولید البشر نے اس آخری بات سے عالیان کو ایسے ذلیل کر دیا جیسے مارگریٹ اور اس کی [illegible] کی ہتک کا حق صرف اسی کے پاس ہے۔

اور اس نے اس حق کا ٹھیک ٹھیک استعمال کیا۔

''تمہاری غیر مسلم ماں کے بارے میں آسانی سے یہ سوچ لیا جائے گا کہ وہ کس طرح کی......''

''اپنی زبان کو لگا دو۔'' عالیان دھاڑا۔

''کس نام اور کس خون کی بات کر رہے ہو...... لعنتی تو تم ہو۔''

''تم اس ملعون عورت کا خون نہ ہوتے تو جانتے کہ باپ کے ساتھ کیسے پیش آیا جاتا ہے۔''

''میں تمہارا ملعون خون نہ ہوتا تو اچھا ہوتا۔'' اس نے اس کرسی اور میز کو طیش میں پیر سے ٹھوکر ماری، جس کے پاس کھڑا تھا۔ باہر کھڑے گارڈز اندر لپکے۔ ولید نے اشارے سے انہیں روکا۔

''تم میرے کام آجاؤ۔ میں تمہارے کام آجاؤں گا۔ ڈیل سمجھ لو۔ اتنے جذباتی نہ ہو۔''

''تھو ہے اس ڈیل پر۔''

''پُرسکون ہو جاؤ۔ تم جانتے نہیں کہ تم کس عورت کی اتنی طرف داری کر رہے ہو؟''

''ہاں جسے تم نے مار ڈالا۔'' اس نے غصے میں ایک اور کرسی کو ٹھوکر ماری۔

''تم نے اسے اپنے جال میں پھانس لیا تھا۔ وہی جال کاٹتے کاٹتے وہ مر گئی۔''

''اور اپنے پیچھے ان مردوں کو روتا چھوڑ گئی جن کے ساتھ وہ ہر رات......''

عالیان نے جھپٹ کر اس کے کوٹ کا کالر پکڑا اور گھونسا اس کے منہ کے قریب لایا۔ دونوں گارڈز فوراً اس پر جھپٹے۔

''میری تربیت اچھے ہاتھوں نے نہ کی ہوتی، تو تمہارا گلا دبوچ لیتا اور دنیا کی کوئی طاقت تمہیں مجھ سے بچا نہ سکتی ولید......''

گارڈز اسے پوری قوت سے پیچھے کھینچ رہے تھے اور وہ چلا رہا تھا۔

''اگر ایک بھی اور لفظ ماما کے بارے میں کہا تو میں یہ بھی کر گزروں گا۔'' اس نے خود کو گارڈز سے آزاد کروایا اور اٹھا کر چلایا۔

''تم وہ غلاظت ہو جس میں میری ماں اپنی بدنصیبی سے جا گری۔ اگر میرا بس چلے تو میں اپنا جسم چھیل ڈالوں تا تمہارے غلیظ خون کا ایک قطرہ میرے جسم میں نہ رہے۔''

ولید البشر ششدر رہ گیا۔

''ساری دنیا کی دولت میرے آگے ڈھیر کر دو گے تو بھی اب مجھ سے اپنے لئے احترام کا ایک لفظ نہیں سن سکو گے مجھے تمہاری ضرورت کبھی نہیں پڑے گی۔ وہ میری آخری سانسیں ہی کیوں نہ ہوں...... میں زندگی مستعار لینے کے لئے تب

تمہارے پاس نہیں آؤں گا......'' وہ ایسے چلا رہا تھا جیسے وہ ہر سماعت کو بہرا کر ڈالے گا، ہر جان کی جان نکال ڈالے گا۔

O......❖......O
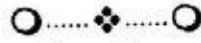
پرنٹ ورک کی حدود سے وہ ایسے نکلا جیسے بندوق سے گولی۔ اگر وہ ذرا سی دیر اور رک جاتا تو ولید البشر کا گلا اس وقت تک دبوچے رکھتا جب تک وہ حلق سے آخری سانس نہ اگل دیتا۔ اس نے زندگی میں کبھی اس شخص سے ملنے کی چاہ نہیں کی تھی۔ وہ جانتا تھا وہ شخص اس کے سامنے آئے گا تو خود وہ انسانی رتبے سے گر جائے گا۔

''اگر وہ کبھی تمہارے سامنے آ جائے تو تحمل سے کام لینا۔'' ماما مہر اسے نصیحت کر چکی تھیں۔ ''مجھ سے وعدہ کرو۔ تم صبر سے کام لو گے۔ تم ایک اچھا انسان ہونے کا ثبوت دو گے۔ تم میری تربیت کی لاج رکھو گے۔''

وہ سائیکل کو سڑک پر اڑا رہا تھا۔ اسے سڑک پر کوئی بس، گاڑی نظر نہیں آ رہی تھیں اپنا گرم کوٹ وہ ہارٹ راک میں پھینک آیا تھا۔ اپنی شرٹ کے بٹن اس نے کھول دیئے تھے، کف الٹ دیئے تھے۔ اس کی شرٹ ہوا سے باتیں کر رہی تھی۔ اتنی ٹھنڈ بھی اس کی گرمی کم کرنے میں ناکام تھی۔

اس کی خون رنگ آنکھیں ٹمٹما رہی تھیں۔

اب اس کی سمجھ میں آ گیا کہ ماما نے گھر آنے سے منع کیوں کر دیا تھا، وہ اس کا پتا کرتا گھر تک پہنچ چکا تھا اور گھر والوں تک بھی۔ اگر ماما کی اور اولادیں نہ ہوتیں تو وہ اس سے پہلے اس تک پہنچ چکا ہوتا۔ اس کا باپ اپنے ڈوبتے ہوئے جہاز کو بچانے کے لئے اسے ڈھونڈ رہا تھا۔

اپنی لین میں چلتی کار سے آگے نکل جانے میں وہ اسی کار سے ٹکرا گیا اور رگڑے کھاتا ہوا سڑک پر گرا۔ اسے کوئی دعا لگی۔ کار اس کے اوپر سے نہیں گزر گئی۔ اس کے ہاتھ اور گھٹنے چھل گئے۔ جس گال پر ولید البشر اپنا ہاتھ رگڑتا رہا تھا، وہاں رخ لکیریں بن گئیں اور ان میں سے خون رسنے لگا۔

اس نے اسے ایک ٹوکن سے زیادہ اہمیت نہ دی، جس کے ڈالتے ہی اس کی پیسوں کی مشین چلنے لگتی۔

''کیا تم ٹھیک ہو؟'' کار والا جلدی سے باہر نکل کر اس کے پاس آیا جبکہ وہ سائیکل کھڑی کر کے اس پر سوار ہو چکا تھا۔ ٹھنڈی ہوا اس کے تازہ زخموں کو ادھیڑنے لگی اور ان میں سے گرم خون رسنے لگا۔

وقت ایک شرارہ ہے...... جلا دینے پر قادر۔

دونوں ماں بیٹا ایک سے نصیب کے حامل تھے۔ دونوں نے ایک ہی انسان کے ہاتھوں ذلت اٹھائی۔

دوبارہ وہ کسی کار سے نہ ٹکرا جائے اس نے اپنی آنکھیں رگڑیں۔

''مجھے تم سے بات کرنی ہے۔''

''مجھے غلط مت سمجھنا...... سمجھنے کی کوشش کرو...... مجھے اپنے ماضی کے بارے میں کچھ بتاؤ۔''

''تم غلط وقت پر پوچھ رہی ہو۔''

''جانتی ہوں...... وہ سب کہنے سے پہلے پوچھنا چاہئے تھا...... پھر بھی مجھے اپنے فادر۔''

''میرا کوئی باپ نہیں ہے امرحہ! صرف ایک ماں تھی، جو مر گئی۔''

''اچھے مسلمان خاندان بنا باپ کی ناجائز اولادوں کو بیٹیاں نہیں دیتے۔''

''باپ کا سوال آج بھی مہذب معاشروں میں پہلے پوچھا جاتا ہے۔ باپ کے نام کے بغیر تم ناجائز ہو۔''

''تمہاری غیر مسلم ماں کے بارے میں آسانی سے یہ سوچ لیا جائے گا کہ وہ کس طرح کی...... تم اس ملعون عورت کا بیٹا ہو......''

''ملعون عورت...... ملعون عورت۔''

''اور اپنے پیچھے ان مردوں کو روتا چھوڑ گئی جن کے ساتھ وہ ہر رات۔''

آتش فشاں پھٹنے سے پہلے جو اس کے اندر دھماکے ہوتے ہیں، وہی دھماکے اس میں زلزلہ برپا کرنے لگے۔ایک خیال اس کے ذہن سے ہو کر گزرا، اسے سڑک کی مخالف لین میں گھس جانا چاہئے اور سامنے سے آنے والی کسی بس سے ٹکرا جانا چاہئے۔

ولید البشر اسے کیسے جتا گیا تھا کہ اس کا نام اس کے لئے کتنا ضروری ہے۔اس کی پاکباز ماں کے لئے آج بھی وہی انداز اپنایا گیا تھا جو سالوں پہلے اپنایا گیا تھا۔وقت اس زندہ کے لئے بھی نہیں بدلا تھا اور مردہ کے لئے بھی نہیں۔وقت نے اس کے درجات میں تبدیلی کی تھی تو بس اتنی کہ اسے اور پستی کی طرف لے گئے تھے۔

اس عورت نے ایسا کون سا گناہ کیا تھا کہ اسے عزت کے لائق سمجھا جا رہا تھا نہ محبت کے۔اس نے کہاں کیا گستاخی کی تھی کہ مرنے کے بعد اسے زندہ رہ جانے والے روندر ہے تھے۔اس کے لئے رویا نہیں گیا۔پچھتایا نہیں گیا۔اس کی ریاضت اتنی کھوٹی تھی کہ اسے لفظوں میں سب سے بدتر الفاظ میں یاد کیا جاتا ہے۔

اور عالیان نے پہلی بار سوچا۔''میری ماں مارگریٹ جیسی بدنصیب عورت نہیں ہونی چاہئے......ولید اسے بھی استعمال کر گیا تھا ولید اسے بھی استعمال کرنے ہی آیا تھا۔جو عورت اس کے فراق میں مر گئی تھی وہ اس پر پھر سے لعنت بھیجنے آیا تھا۔ اس کا اکلوتا خونی رشتہ اس کا خون پی گیا تھا۔

اس کے جسم میں جابجا سوراخ ہو گئے تھے اور ان سوراخوں سے وہی کراہیں سنائی دینے لگی تھیں جو اس کی ماں کے وجود سے پھوٹتی تھیں۔

اس نے سائیکل کو اسٹور کے باہر پھینکا اور بھرپور طاقت سے شیشے کے دروازے کو دھکیل کر اس کے سر پر پہنچا۔

دور کھڑے ورکرز نے اس کے انداز کو حیرت سے دیکھا۔وہ اس لڑکے کو جانتے تھے۔وہ کافی عرصے بعد اسٹور میں آیا تھا اور ایک نئے اور عجیب انداز میں آیا تھا۔وہ اس کے سر پر پہنچا اور اس کا بازو گھسیٹ کر کھڑا کیا اور اسٹور سے باہر لے گیا۔

''ولید کو فون کر کے تم نے بتایا تھا میرے بارے میں؟''

اس کی آواز بلند تھی اور اس کا انداز......اس کی آنکھیں......اُف! امرحہ کا دل چاہا، وہ اپنی آنکھیں بند کر لے اور اپنے سکڑتے دل کو بند ہو جانے کا عندیہ دے دے۔

اس کی پلکیں لرز رہی تھیں اور اس کا انداز اس کے گال پر موجود خراشوں سے رستا خون تکلیف سے اس کی بے نیازی ظاہر کر رہا تھا۔اس کے بازو پر موجود اس کا ہاتھ اتنا گرم تھا کہ اس کی کھال میں گرم سلاخ کی طرح گھس رہا تھا۔

وہ سہم گئی......اس نے اس کا ایسا شدت پسندانہ انداز پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

''عالیان!'' اتنی ہی آواز نکل سکی۔

''ولید کو فون تم نے کیا تھا؟'' وہ دھاڑا۔

اسٹور کا منیجر اسٹور سے باہر نکل آیا تھا۔اسٹور کے اندر کام کرتے ورکرز کام روک کر اور کسٹمرز جوتوں سے نظریں ہٹا کر شیشے کی دیوار کے پار کھڑے انہیں دیکھ رہے تھے۔سڑک پر چلتے کچھ دوسرے لوگ چونک کر ان کی طرف دیکھ کر گزر رہے تھے۔

''کیا ہوا......ہے......تمہیں۔'' خوف سے اس کا سانس رک جانے کو تھا۔

''تم نے فون کیا ہے نا؟'' وہ پوری قوت سے پھر سے چلایا اور اس کا گرم ہاتھ اس کی کھال میں گھسنے لگا اور وہیں امرحہ کا خون جم گیا......اس کے دل میں تکلیف اٹھی، اور اس نے مرجانا چاہا۔

''صرف اس لئے عالیان کہ مجھے۔''

اس کا جملہ گال پر پڑنے والے طاقتور تھپڑ سے درمیان میں ہی رہ گیا اور اس کے سفید گال پر اپنے ثبت ہونے کا نشان چھوڑ گیا۔

ہونٹوں کے کنارے تھرتھرائے...... آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہو گئیں اور اس نے جان لیا۔

''سب ختم۔''

یورپ کا سفر پچھم میں تمام ہوا اور سورج ڈوب گیا۔

پروگ (جدائی) نے اپنی آمد کا طبل بجایا۔

اب وہ اس کا عالیان رہا نہ وہ اس کی امرحہ۔

اور پھر اس قمروش نے بدہیئت ہوتے ہوئے انگلی اٹھا کر اس کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ تھپڑ تمہیں اس وقت پڑنا چاہئے تھا جب تم نے میری ماں کی بے عزتی کی تھی۔ یہ تھپڑ ولید کو بھی اُس عورت کے ہاتھوں پڑنا چاہئے تھا جو میری ماں تھی۔ اب میں دنیا میں کسی شخص کو یہ اجازت نہیں دوں گا کہ وہ میری ماں پر انگلی اٹھائے۔'' الفاظ کی ادائی میں ایسی ٹوٹ پھوٹ تھی جیسے وہ اپنی سواریوں تلے کچلے گئے ہوں۔

آج سے پہلے اس کی آواز ایسے اونچی نہیں ہوئی تھی۔ آج سے پہلے وہ ایسے بے قابو نہیں ہوا تھا...... امرحہ کا عالیان...... وہ اس روپ کا سوداگر کیونکر ہوا؟

اگر اس کے ہاتھ میں مشعل دی جاتی تو وہ دنیا کو آگ لگانا شروع کر دیتا اور شروعات خود سے کرتا۔

''میری ماں کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی ولید سے محبت تھی اور میری تم سے۔'' اس کے لکنت زدہ جملوں نے ادائی میں پھر وقت لیا۔

''تم ہر بار نئے انداز سے دکھ دیتی ہو۔ کتنی ظالم ہو تم امرحہ۔'' ان آخری جملوں نے صدیوں سے بھی کہیں آگے کا سفر طے کیا اور اس کی زبان سے ادا ہوئے۔

اس کے ان الفاظ پر امرحہ کا جی چاہا، مر جائے۔

وہ اسٹور کے ایک طرف گری اپنی سائیکل کی طرف لپکا۔ اس کی ناک سے خون نکلنے لگا تھا۔ اس کی ویسٹ پر قطرے گر رہے تھے۔ اس کے پاس اس خون سے نبٹنے کا جذبہ باقی نہیں رہا تھا۔ وہ کس کس زخم کی رک کر دیکھ بھال کرتا۔

امرحہ اس کے پیچھے لپکی اور اس کا بازو پکڑ لیا۔ ''مجھے معاف کر دو عالیان۔''

اس نے جھٹک کر اپنا بازو اس سے آزاد کروایا اور گری ہوئی اپنی سائیکل اٹھانے لگا۔ خون کے قطرے سڑک پر گرے۔

''میں نے یہ سب اس لئے کیا...... تمہارے لئے کیا...... عالیان! بہت محبت کرتی ہوں میں تم سے۔'' پہلی بار اس نے عالیان کے سامنے اس محبت کا اقرار کیا...... ناحق کیا۔

''یہ سب دادا کے لئے...... میں تو...... میری بات سنو خدا کے لئے۔''

''میرے لئے اب تم مر چکی ہو امرحہ۔'' گیلی ناک کو اس نے آستین سے رگڑا۔

اس کے خون اور اس کی آنکھوں پر امرحہ بلک اٹھنے کو تھی......

''تمہارے بغیر میں مر ہی جاؤں گی...... پلیز میری بات سن لو۔'' اس نے لپک کر پھر سے اس کا بازو مضبوطی سے تھام لیا۔

وہ سائیکل پر بیٹھ چکا تھا۔ ''جاؤ کر دیکھو یہ بھی...... مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

خون آلود آستین کو اس نے امرحہ کی گرفت سے آزاد کروایا۔

''اگر فرق ہی دیکھنا ہے عالیان! تو چلو پھر مر کر دیکھتے ہیں۔'' وہ استہزائیہ ہنس دی اور ساتھ ہی رو دی۔

وہ سائیکل لے کر چلا گیا۔
برہ (راگ فراق) کی نزولیت نے آسمان تک بلند قلعے کھڑے کرنا شروع کر دیئے۔
اس نے اسے جاتے دیکھا۔
وقت نے اپنے تھال سے "رمز حقیقی" کا پہلا سکہ اچھالا۔
اس نے خود کو اکیلے کھڑے پایا۔
وقت نے اسی تھال سے "خط تقدیر" کا دوسرا سکہ اچھالا۔
اس پر انکشاف ہوا، وہ اسے اپنے ساتھ نہ لے گیا۔
تیسرے سکے کا وار وقت نے اس کے دل پر کیا جو "فراق یار" کا تھا۔
اور وہ رونے لگی......
"اے آنکھ تُو کیوں روتی ہے......
نگاہ محبوب سے میں نے ایک داستان سنی......
اے آنکھ پھر تُو کیوں روتی ہے......
وہ داستانِ عشق تھی......
اے آنکھ پھر تُو رونا بند کر......
اس میں میرا نام تھا، جواب مٹ چکا......
ہاں پھر! اب تُو رو......"

O......❖......O

اندھیرا رات کی تاریکی سے نہیں، نصیب کی تاریکی سے بڑھ جاتا ہے۔
اندھیرا دکھ کا ہم جولی۔
ایسا اندھیرا پھر جس کی تاریکی میں جلد کوئی سورج طلوع نہیں ہوتا۔
ناک سے بہنے والا خون تھک کر رک چکا تھا۔ اس نے اتنی زحمت بھی نہیں کی تھی کہ ٹشو ہی ناک پر رکھ لیتا۔ درپردہ اس نے اپنی جان لینے کی کوشش کی تھی شاید۔ وہ اس وقت اس کیفیت میں نہیں تھا جس میں "میں کتنا دکھی ہوں" سوچا جایا کرتا ہے، وہ اس وقت اس کیفیت میں تھا جس میں کوئی سوچ کام نہیں کرتی۔ کرسی پر وہ چپ بیٹھا تھا۔ ہاتھ گود میں تھے۔ کمرا اندھیرے میں اور وہ خود "گمشدہ"
سائی اس کے کمرے کا دروازہ بجا رہا تھا لیکن ایسا نہیں تھا کہ وہ کھول نہیں رہا تھا، بس ایسا تھا کہ وہ سن نہیں رہا تھا۔ سائی کو سادھنا نے فون کیا تھا اور وہ فوراً اس کے کمرے کی طرف لپکا تھا۔ کارل موجود نہیں تھا، جاب سے آف ہونے کی وجہ سے وہ کلب چلا گیا تھا اور یقیناً پاگلوں کی طرح ناچ رہا ہوگا، اسی لئے فون نہیں اٹھا رہا تھا۔ صرف وہی اس کا کمرا کھول سکتا تھا اور جب اس نے فون اٹھا لیا تو آنے میں اسے ذرا وقت نہ لگا۔ سائی نے مختصراً اسے سب بتایا اور کمرا کھول کر کارل سائی کو باہر ہی چھوڑ کر عالیان کے پاس آ گیا۔
کارل اس کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا تو عالیان کو اس کی موجودگی کی خبر ہوئی۔ اس نے آنکھیں اٹھا کر کارل کو دیکھا تو کارل کے لئے گھٹنوں کے بل بیٹھے رہنا مشکل ہو گیا، اس کا دل رک کر پھر چلا۔
"عالیان!" اس نے اس کے زخم خوردہ گال پر ہاتھ پھیرا اور اس کی اپنی آنکھیں نمی سے چھلک جانے کو ہو گئیں۔
جب اس پر پہلی بار یہ ادراک ہوا تھا کہ وہ دنیا میں اکیلا ہے تو اس کی آنکھیں ایسی ہو گئی تھیں اور اس کے بعد اب۔ اس نے

زندگی میں جس پہلے انسان کے ساتھ محبت کی تھی وہ عالیان تھا اور جس کے لئے وہ آگ میں بھی کود سکتا تھا، وہ بھی عالیان ہی تھا۔

اس نے گود میں رکھے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے اور اس پر ظاہر ہوا جیسے اس نے کسی مر چکے انسان کے ہاتھوں کو چھو لیا۔ ان ہاتھوں میں زندگی کی بوجھل تپش بھی ناپید تھی۔

اس کے بائیں ہاتھ کی دو انگلیوں کے ناخن جڑ سے اکھڑے ہوئے تھے اور اتنی تکلیف پر بھی وہ کیسے خاموش تھا۔ اس میں سہن زیادہ تھی یا فراموشی۔

''تم کب بڑے ہو گے عالیان؟'' اس نے اس کے سر کے بال نرمی سے مسلے اور اس کی لاپتا نظروں کا پتا کرنا چاہا۔ پھر وہ اٹھ کر اس کی وارڈ روب تک آیا اور نچلے خانے میں رکھا فرسٹ ایڈ باکس نکالا اور گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھ کر روئی سے اس کے گال صاف کرنے لگا۔ اس کی ناک کے پاس خون کے لوتھڑے جمے تھے۔ انہیں اس نے نرمی سے صاف کیا اور پھر ان ناخنوں کو جو سارے اکھڑ چکے تھے لیکن ذرا سے جڑ کے ساتھ چپکے ہوئے تھے، کٹر سے کاٹا اور عالیان نے ''سی'' بھی نہ کی۔

''تمہیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ میری کچھ سانسیں تم میں سے راستہ بنا کر مجھ تک آتی ہیں اور یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ کارل کا شمار بھی بدنصیبوں میں ہوتا، اگر اس کے پاس عالیان نہ ہوتا۔''

''وہ مجھ سے ملنے بھی آیا تو اپنے فائدے کے لئے کارل! میرا باپ اس نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ میں اس کے بغیر کیسے رہا۔ اتنے سال، میں نے اس کے بغیر کیسے گزارے۔ میری ماں کب اور کیسے مر گئی۔ اس کی قبر کہاں ہے۔ وہ کتنی تکلیف میں رہی۔ اس پر کیا کیا بیتی۔ کوئی ایک بھی بات اس نے نہیں پوچھی۔''

عالیان نے بولنا شروع کر دیا اور کارل نے خود کو کئی راتوں اور کئی دنوں تک سننے کے لئے تیار کر لیا۔ اس نے عالیان کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے رکھے تھے اور وہ انہیں نرمی سے تھپک رہا تھا۔

دوسری طرف امرحہ سائی کے سامنے کھڑی تھی۔ دونوں ہال کے بیرونی گیٹ کے باہر کھڑے تھے۔

''ابھی وہ ٹھیک نہیں ہے، تمہارا اس سے ملنا ٹھیک نہیں ہے۔'' سائی نے قدرے سختی سے کہا۔ ایسی سختی سے جو اس کے مزاج کا خاصا نہیں تھی۔

''وہ غصے میں نہیں تکلیف میں ہے سائی! میں نے سب نیک نیتی سے کیا...... میرا یقین کرو۔''

''نہیں، تم نے نیک نیتی سے نہیں سنگدلی سے کیا۔ اپنے لئے کیا امرحہ! تمہیں اپنے خاندان کے لئے اس کا خاندان چاہئے تھا۔ تمہیں اس سوال کا جواب معلوم کرنا تھا وہ جائز ہے یا ناجائز۔ تمہیں اس پر ایک لیبل چاہئے تھا۔ اس کے خاندانی ہونے کا۔''

تم ہر بات میں مجھ سے مشورہ کرتی ہو نا امرحہ! تم نے اس بات کو لے کر مجھ سے مشورہ کیوں نہیں کیا، اگر تم مجھ سے پوچھتیں تو میں تمہیں منع کر دیتا۔ امرحہ اتنی سیدھی سی بات تم نہیں سمجھ سکیں کہ خاندان لاپتا نہیں ہوا کرتے وہ خود کو لاپتا کر لیتے ہیں۔ اگر کوئی اس کا باپ تھا تو وہ اب تک کہاں تھا۔ اس نے بے سہارا بچوں کے ادارے میں پرورش کیوں پائی۔ ایک دوسری خاتون نے اس کی ماں ہونے کا فریضہ کیوں ادا کیا اور اسی خاتون نے اس کے باپ کو اس کے بارے میں کیوں نہیں بتایا۔ وہ اسی حالت سے ڈرتی تھیں جس حالت میں اب عالیان ہے۔ تم تھوڑی سی عقل استعمال کرتیں تو سب سمجھ جاتیں۔''

امرحہ کی آنکھوں نے اس کی ذات کے اندر کی ویرانیاں بہت تفصیل سے دیکھیں۔

''میں اس سے محبت کرتی تھی۔ اس کے لئے ہر حد سے گزر گئی۔''

''ہر حد سے، ہاں تم گزر گئی...... اور دیکھو اسے کتنی تکلیف ہوئی، کیا کبھی تمہیں عالیان نے کوئی تکلیف دی۔''

''امرحہ! پہلے تم خود یہ فیصلہ کرلو کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔ جب اس نے تمہیں پروپوز کیا تو تم نے کہا تم اس سے محبت کرتی ہو لیکن اس محبت کو اپنا سکتی ہو نہ اس کا اعلان کر سکتی ہو۔ تمہیں اس سے الگ رہنا ہے۔ پھر تم نے کہا کہ تم اس کے بغیر نہیں رہ سکتیں اور تم اپنے گھر والوں سے بات کرنا چاہتی ہو۔''

''میں نے دادا سے بات کی تھی۔'' اس کی روح نے اس کے جسم کو اکیلا چھوڑنا شروع کر دیا۔

''امرحہ! ایک سیدھی سی بات ہے وہ جہاں ہے جیسا ہے تمہیں اسے ایسے ہی قبول کرنا ہے۔ تم اس کے معاشرتی رتبے کو بدل کر اسے نہیں اپنا سکتیں۔ یہ منافقت ہوگی، تم ایسے اس کا حساب کتاب نہیں کر سکتیں۔ یہ کوئی کھیل نہیں ہے کہ جب تم کھیل سکو تو ٹھیک، ورنہ تم چھوڑ کر چلی جاؤ کہ تم نہیں جیت سکتیں اور جاتے جاتے تم اسے ہرا جاؤ، کبھی غور کیا ہے امرحہ کہ تم نے اس شخص کا کیا حال کر دیا ہے۔ تم سے پہلے وہ اور کارل سب کا ناک میں دم کیے رکھتے تھے۔ پڑھنے کے علاوہ جو انہیں دوسرا کام ہوتا تھا وہ شرارتیں تھا، یہاں سے جانے والا ہر اسٹوڈنٹ یونیورسٹی کو بھول سکتا ہے لیکن ان دونوں کو نہیں۔ اس کی ایک زندگی تھی ہنستی مسکراتی، کھلکھلاتی ہوئی اور تم نے خود یہ قبول کیا تھا کہ تم جانتی تھیں کہ وہ تمہیں کس قدر پسند کر رہا ہے اور تم نے یہ ہونے دیا، تم کیا اختتام چاہتی ہو اب اس سارے قصے کا امرحہ کہ سب ٹھیک ہو جائے۔ تم امرحہ پہلے خود کو ٹھیک کرو...... فیصلہ کرو اور خود کو سناؤ۔''

سائی ذرا دیر کے لئے رکا۔

''لیکن اس سے پہلے میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ فی الحال عالیان سے دور رہو۔''

امرحہ نے گیلی ہو چکی دل کی دھرتی سے آنکھیں اٹھا کر سائی کو دیکھا۔ ''ہر طرف سے اسے دور رہنے کے فیصلے سنائے جا رہے تھے۔''

''اس کے فادر اسے پہلے سے ہی ڈھونڈ رہے تھے۔''

''ہاں، میں جانتا ہوں، لیڈی مہر نے مجھے بتا دیا تھا سب، جب اتنے عرصے تک وہ انہیں عالیان سے دور رکھتی رہیں تو تم نے یہ کامیابی انہیں کیوں حاصل کرنے دی۔ تمہیں لگا کہ وہ عالیان کے ساتھ ٹھیک نہیں کر رہیں؟ اسے اس کے باپ سے ملنے نہیں دے رہیں؟''

''ہاں۔'' اس نے سچ بولا۔

''جب تم نے مجھے بتایا تو میں نے دعا کی کہ یہ حرکت تمہارے حق میں جائے لیکن ایسا نہیں ہوا، امرحہ ہم میں سے کون ہے جو تمہارا برا سوچتا ہے۔ تمہیں ہماری کوئی ایک بات تو ماننی چاہیے تھی۔''

سائی کتنا ٹھیک کہہ رہا تھا۔ اس نے اسے مشورہ دیا تھا کہ وہ دادا کے پاس چلی جائے اور انہیں سمجھائے لیکن اسے یہ خوف تھا کہ دادا اسے واپس ہی نہیں آنے دیں گے۔

''پہلی بار مجھے دکھ ہوا امرحہ! کہ میں ایک سخت دل انسان کا دوست ہوں۔''

''اس کے جدا ہونے کے خیال سے میرا دل سخت ہو گیا۔'' اس نے اپنا جرم مان لیا۔

''اس نے خود کو ویرا کے قریب کیوں ہو جانے دیا۔'' یہ وہ دکھ تھا جو اسے ساری زندگی نہیں بھولنے والا تھا جو اس کی آخری سانس تک اسے بنجر کیے رکھنے والا تھا۔

''تم نے اسے دور کیوں ہو جانے دیا؟''

''اس کی محبت میرے لئے اتنی جلدی ختم ہو گئی؟''

''اب تمہاری محبت اس کے لئے ایک دم سے اتنی جاگ اٹھی کہ تم یہ سب کر گزریں۔ یا تمہیں یہ سوچ کر سکون ملتا رہا ہے کہ وہ محبت تو تم سے ہی کرتا ہے نا اور تمہیں یہ دکھ ہوا کہ وہ کسی اور کی طرف کیوں متوجہ ہوا۔ اسے تمہارے پیچھے ہی رہنا

چاہئے تھا اور پھر جو چاہے تم اس کے ساتھ کرتیں۔ ویرا نے خود اسے پروپوز کیا اس نے اسے بڑھاوا نہیں دیا تھا۔ وہ اس کا دوست تھا۔ اگر محبت کو ایک طرف رکھ دیا جائے تو امرحہ اور ویرا میں سے عالیان کے لئے بہتر کون ہے۔ میں چاہوں گا تم اس بارے میں بھی سوچو۔''

امرحہ نے سیاہ پتلیاں غیر مرئی نقطے سے ہٹا کر سائی کی طرف دیکھا اور دیکھتی ہی رہی۔

''ویرا'' اسے کچھ وقت لگا یہ نام بڑبڑانے میں۔

''ہاں اگر محبت کو ایک طرف رکھ دیا جائے تو امرحہ میں کیا ہے؟'' اس نے خود سے سوال کیا۔

''کتنی ہی امرحہ ہوں گی دنیا میں لیکن کتنے بہت سے عالیان نہیں ہوں گے۔''

''پال کے حملے کے بارے میں جب ہمارے ہال میٹ نے بتایا تو ہم سب پیٹ پر ہاتھ رکھے شاہ ویز اور کارل کے تھیٹر پر ہنس رہے تھے اور اسی وقت اس کی ہنسی ایسے رک گئی جیسے دوبارہ وہ کبھی نہیں ہنس سکے گا، وہ ساری رات نہیں سو سکا امرحہ۔ جے پیٹرسن نے تین لوگوں کی ڈیوٹیاں نہیں لگائی تھیں اس نے لگائی تھیں۔ وہ کارل اور ویرا، کتنی ہی راتیں تمہیں خاموشی سے گھر تک بحفاظت چھوڑ کر آتے رہے، انہوں نے ظاہر کر کے تم پر احسان نہیں جتایا۔ تمہاری ہمت، بہادری، حکمت کو انہوں نے صرف تمہارا ہی رہنے دیا۔ تمہیں ایسے لوگوں کی قدر کرنی چاہئے۔ تمہیں ان کے ماضی کے بدنما داغوں کی طرف نہیں دیکھنا چاہئے۔ وہ جہاں ہیں جیسے ہیں، تمہیں قبول کرنا چاہئے۔ امرحہ ہم سب نے ہارٹ راک میں چلنے والی ریکارڈنگ سنی اور کبھی یہ ظاہر نہیں کیا کہ ہم نے کچھ سنا ہے اور تم نے...... تم نے اب تک کیا کیا؟''

''دعائیں...... بس دعائیں۔''

''میں تمہیں شرمندہ نہیں کر رہا ہے۔''

''اسے میرے آنے کے بارے میں مت بتانا سائی!'' امرحہ نے خود کو مسمار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

''میں ضرور بتاؤں گا لیکن تم ابھی گھر جاؤ۔ میرا لہجہ اور انداز برے ہو سکتے ہیں لیکن میرا مقصد غلط نہیں ہے۔''

''میں جانتی ہوں سائی! لیکن میرے آنے کے بارے میں تم اسے نہ بتانا۔ میرے دادا کبھی نہیں مانیں گے اور اب تو عالیان بھی نہیں مانے گا۔ میں اس کے لئے ''کوئی نہیں'' بھی نہیں رہی اب۔ اور وہ اپنی جگہ ٹھیک ہے اور وہ پہلے بھی غلط نہیں تھا۔''

''میں چاہتا ہوں تم پرسکون رہو۔''

''ہاں میں بھی یہی چاہتی ہوں لیکن چاہنے سے سب کہاں ہوتا ہے۔''

''تم گھر جاؤ آرام کرو۔''

''ہاں مجھے آرام کرنے کی ہی راہیں ڈھونڈتی پڑیں گی اب!''

وہ گھر آئی تو پولیس کی ایک گاڑی کھڑی تھی اور اندر آفیسر لیڈی مہر کے پاس بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔

''عالیان کا باپ آیا تھا امرحہ۔'' سادھنا اس کے قریب آئی۔

''دونوں میں بہت دیر بات چیت ہوتی رہی، پھر پولیس بلوانی پڑی۔'' سادھنا اس کی شکل پر کچھ کھوج رہی تھی۔

''تم نے ٹھیک نہیں کیا امرحہ۔'' اس نے گہرا سانس بھر کر کہا۔

امرحہ کے پچھتاوے پر یہ بات، آخری سل بن کر گری اور امرحہ پوری کی پوری دفن ہو گئی۔

لیڈی مہر نے بہت سرد نظروں سے امرحہ کو دیکھا اور جو تھوڑی بہت قوت امرحہ میں بچی تھی وہ بھی جاتی رہی۔ اس کا جی چاہا دیوار پر ٹنگی بندوق اتار کر اس میں کارتوس بھر کر اپنی کھوپڑی اڑا دے اور بس پھر سب ٹھیک۔

○......❖......○

ایک لڑکی ہے امرحہ......
کشمیر کے سبزہ زار سی......
پرستان کے گلاب سی......
زمرد جڑے عطر دان سی......
وہ کمرے میں آگئی اور بیڈ پر بیٹھ گئی پھر اٹھ گئی وہ اتنی پتھر جگہ پر نہیں بیٹھ سکی، پھر وہ کرسی پر بیٹھی اور اسی ایک تکلیف کو محسوس کرتے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے واش روم میں بہت دیر منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اس کے گال کی سرخی پھر بھی مدھم نہ ہوئی۔ تکلیف رینگتی گال سے سارے جسم میں پھیل رہی تھی۔

وہ کمرے میں جگہ بدل بدل کر بیٹھنے لگی اور آخری وقت میں وہ کرسی کے پیچھے، نیچے کونے میں خود کو محفوظ سمجھنے لگی......
اس کی کیفیات میں کوئی سودائی حلول کر گیا اور اس کی ہوش مندی کو کوئی وحشی لے اڑا...... اس نے اپنا سر گھٹنوں میں دے لیا...... اسے بہت دیر تک اپنے زندہ رہ جانے کے خیال سے خوف آیا۔

اس کی زندگی کہیں بہت لمبی نہ ہو جائے، اس پر یہ خیال توبہ کے رد کیے جانے کے خوف سا گزرا۔

''تم کتنی ظالم ہو امرحہ؟''

''ہاں میں بہت ظالم ہوں...... مجھے اب معلوم ہوا کہ میں بہت بری ہوں...... میں نے اب ٹھیک خود کو پہچان لیا ہے۔''

زمین کا وہ کونا...... مشرق...... اس کی مٹی کی زرخیزی میں ہی ''بنجرپن'' کی گانٹھیں گندھی ہیں۔

مشرق کا یہ کونا امرحہ...... اس کی زرخیز جڑوں میں گندھی گانٹھیں کھلنے لگیں اور اس پر اس کا بس نہ چلا اور وہ اس بس نہ چل سکنے پر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

کئی گھنٹے ایسے ہی گزر گئے...... رات نے اپنا سفر تمام کرنے کی قسم اٹھالی اور قسم نے نہ ٹوٹنے کا عہد باندھ لیا......
ساری نزاکتیں اس کے اندر دم توڑنے لگیں اور سارے ارمان خود کو خود دفنانے لگے...... وہ روتی رہی اور پریم روگی جڑیں اس میں جنگل بیاباں آباد کرنے لگیں۔

میز پر رکھا اس کا فون کب سے بج رہا تھا، رات کے تین بجے تھے...... فون بہت دیر تک وقفے وقفے سے بجتا رہا۔

''امرحہ! تمہارے دادا کا فون ہے۔ تم فون کیوں نہیں اٹھا رہیں، وہ بہت پریشان ہو رہے ہیں۔'' بہت دیر تک اس کا دروازہ بجانے کے بعد سادھنا تیز آواز میں چلانے لگی۔

''وہ کہہ رہے ہیں، انہیں تم سے ابھی بات کرنی ہے۔ وہ بہت گھبرائے ہوئے ہیں۔ شاید ان کی طبیعت ٹھیک نہیں...... امرحہ کہاں ہو...... امرحہ...... دروازہ کھولو۔''

اپنا منہ صاف کر کے امرحہ نے ذرا سا دروازہ کھول کر یہ کہنا چاہا کہ ان سے کہہ دے کہ وہ سو رہی ہے اور کل دن میں بات کرے گی لیکن سادھنا کے ہاتھ میں لیپ ٹاپ تھا اور دادا سامنے ہی تھے۔

دادا نے اسے دیکھا اور جیسے کسی خدشے کی تصدیق ہو گئی۔ وہ اس سے ناراض تھے اور کتنے ہی دنوں سے اس سے بات نہیں کر رہے تھے۔ آج انہیں کسی پل چین نہیں آ رہا تھا، ان کی آنکھوں سے آنسو اپنے آپ گر رہے تھے۔

''امرحہ!'' وہ اس کا نام لے کر آگے بولنا ہی بھول گئے۔

سادھنا لیپ ٹاپ کو میز پر رکھ کر بہت دکھ سے امرحہ کو دیکھتی ہوئی چلی گئی۔

''تم ٹھیک ہو؟'' دادا کو نظر آ گیا تھا پھر بھی پوچھا۔

''بالکل!'' اس نے اپنی آنکھیں صاف کیں۔

''تمہاری آنکھوں کو کیا ہوا ہے اور تمہارا چہرہ......؟''
''ٹھیک تو ہے سب......'' کہہ کر وہ جیسے مسکرائی، دادا پر بجلی سی گری۔
''نہیں مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا۔'' دادا نے ہمت کر کے کہہ دیا۔
''کیوں...... اب آپ کو ٹھیک کیوں نہیں لگ رہا...... اب ہی تو سب ٹھیک ہوا ہے...... میں نے آپ کے لئے سب ٹھیک کر دیا ہے...... اب آپ کو فکر مند نہیں ہونا چاہئے۔''
''تم ناراض ہو مجھ سے؟'' اس کی حالت کے مقابلے میں یہ سوال انہیں بہت بودا لگا۔
''نہیں...... ناراض تو آپ مجھ سے ہو سکتے ہیں...... میں نہیں...... یہ حق مجھے کہاں دیا گیا ہے......''
''تم طنز کر رہی ہو مجھ پر؟''
''یہ گستاخی میں کیسے کر سکتی ہوں؟''
''تمہیں کیا ہوا ہے امرحہ، مجھے بتاؤ، میں سوتے سے اٹھ بیٹھا...... میں نے سادھنا کی منت کی وہ بس مجھے تمہیں دکھا دے...... میرا دل بند ہو جانے کو ہوا۔''
''آپ کو معلوم ہے دل بند ہو جانا کسے کہتے ہیں؟'' آنسو آنکھوں سے ٹپ ٹپ گرنے لگے۔
''امرحہ......'' دادا کانپ سے گئے۔
''مجھے معلوم کرنا ہے دادا! دل بند ہونا کسے کہتے ہیں، آپ کو بتانا ہی پڑے گا مجھے......''
''جب...... جب جان سے پیارا کوئی تکلیف میں ہو میری بچی۔'' دادا کو بولنا پڑا۔
''اور جان سے پیارا کون ہوتا ہے؟''
''تم ہو مجھے جان سے پیاری...... تم۔'' ان کی اپنی آواز کانپ کر رہ گئی۔
''ہونہہ...... دادا دل تب بند نہیں ہوتا جب جان سے پیارا تکلیف میں ہوتا ہے، یہ دل تب بند ہونے لگتا ہے جب کوئی جان سے پیارا جان چھڑا لیتا ہے...... جب وہ خود سے دور کر دیتا ہے...... جب وہ منہ پر تھپڑ مار دیتا ہے اور جب وہ...... جب وہ کہتا ہے۔''جاؤ آج سے تم میرے لئے مر گئیں۔'' اس کی کئی گھنٹوں تک رو چکی آنکھوں نے پھر سے خود کو آنسوؤں کے حوالے کر دیا۔
''امرحہ......؟'' دادا اتنا ہی بول پائے۔
''اور جاننا چاہیں گے کیا ہوتا ہے...... جب وہ یہ کہہ دیتا ہے تو مر جانے کو دل چاہتا ہے...... دل چاہتا ہے حلق میں ہاتھ ڈال کر سانسیں کھینچ لیں اور زندگی سے جڑا ان کا تعلق کاٹ ڈالیں، جسم چیر کر دل باہر نکال پھینکیں اور رگوں کو چھید کر ان میں دوڑتا خون بہا ڈالیں۔''
''امرحہ...... کیا کرنے جا رہی ہو تم؟'' دادا کے چہرے پہ ہوائیاں اڑنے لگیں اور اپنے بیڈ پر بیٹھے رہنا ان سے مشکل ہو گیا۔
''سنیں دادا، سب سنیں اب...... میں آپ کو سب بتاتی ہوں۔'' لیپ ٹاپ میز پر رکھا اور وہ سامنے نیچے آلتی پالتی جما کر بیٹھی تھی، اس نے اپنی ناک رگڑی اور ایک گہرا سانس لیا۔
''انسانوں کے ہجوم میں مجھے ایک انسان ملا...... ایک انسان دادا...... جانتے ہیں انسان کسے کہتے ہیں...... جس کی آنکھوں میں احترام ہو اور الفاظ میں نرمی...... جس کے اخلاق میں رحم دلی ہو اور مقاصد میں اعلیٰ ظرفی...... جو ساتھ ہو تو شان ہو ورنہ سب گمان ہو۔ ایسا انسان جو بولتا ہے تو زخموں پر مرہم رکھتا ہے اور نہ بولے تو زخم ہرے نہیں کرتا...... جو احساسات پر کمندیں نہیں ڈالتا بلکہ ان پر پھوار بن کر برستا ہے...... وہ انسان دادا...... مجھے ہمیشہ اپنی قسمت پر رشک رہا تھا اور یہ رشک اس

انسان کے ملنے سے رشک ہو گیا۔ کبھی ملے ہیں آپ ایسے انسان سے اس نے کبھی میرے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا اور سوال کیا بھی تو اتنا ''مجھ سے شادی کرو گی؟''

''امرحہ! چپ ہو جاؤ میں نے کہا نا!'' اس کی کیفیات میں کوئی سودائی حلول کر چکا تھا...... اس سودائی سے دادا کو خوف آ رہا تھا۔

''کیوں چپ ہو جاؤں اب میں......؟'' وہ رو کر ہی بولی۔

''مجھے تکلیف ہو رہی ہے تمہارے انداز پر......''

''آپ کو صرف مجھے دیکھ کر تکلیف ہو رہی ہے...... صرف دیکھ کر...... خوش قسمت ہیں آپ...... آپ امرحہ نہیں ہیں......''

''کیا ہوا ہے...... تم کیا کرنے جا رہی ہو؟''

''ڈریں مت، میں مرنے نہیں جا رہی...... اس کی نوبت نہیں آئے گی، اس نے جب کہا تم میرے لئے مر چکی ہو...... یہ کام تب ہی ہو گیا تھا۔''

''امرحہ! میری بات سنو خدا کے لئے۔''

''آپ چپ کر کے مجھے سنیں...... خدا کے لئے...... آپ کو یہ شکوہ نہیں ہونا چاہئے کہ آپ سے سب کہا نہیں گیا۔ وہ اعلان سنیں جو مجھے بلندی پر چڑھ کر کرنا تھا...... کُل عالم کو اکٹھا کر کے...... اب صرف ایک آپ کے سامنے کرتی ہوں......''

خشک ہونٹوں کو اس نے زبان سے گیلا کیا جیسے اسے یہ گوارا نہیں تھا کہ وہ اس حالت میں اس کا نام لیں۔

''مجھے انسانوں سے دلچسپی نہیں تھی...... لیکن...... مجھے کیا پتا تھا انسانوں میں کوئی عالیان بھی ہے۔''

دادا نے اپنے لب بھینچ لئے۔

''ہم مشرقی لوگ بہت عجیب ہوتے ہیں دادا، بیٹیوں کی رخصتی کے خیال سے ہی گھنٹوں روتے رہتے ہیں اور ان کے دل کے ارمانوں کی رخصتی پر ایک آنسو نہیں بہاتے...... ہمیں یہ مان رہتا ہے کہ ہماری اولاد ہمارا سر نیچا نہیں کرتی اور ہم یہ غرور حاصل نہیں کر پاتے کہ ہم نے اولاد کی خوشیوں کو نیچا ہونے نہیں دیا۔ دادا ہمارے سروں پر خاندان کی عزت کی پگڑیاں سجائی جاتی ہیں اور ہمارے دل کے تخت سُونے رہ جاتے ہیں اور کوئی ان پر آہ بھی نہیں بھرتا۔ مشرقی عورت ارتقا کا ذریعہ کیوں ہے...... خود ارتقا کیوں نہیں؟...... یہ سوال میں نے خود سے کئی بار پوچھا اور خود کو یہ بھی بتاتے پایا کہ مشرق ایک گنجلک خطہ ہے۔ فلسفیوں کے ان فلسفوں سے بھرا ہوا جن کے پیندے میں تعصب ہوتا ہے اور کنارے پر منافقت......

آپ بھی وہی مشرقی فلسفی نکلے...... میں نے آپ سے اس کی بات کی اور آپ نے مجھے چپ ہو جانے کے لئے کہا...... یہ چپ کا تالا...... اس کی چابی کہاں گم رہتی ہے...... کبھی تو اس تالے کو کھلنے کی اجازت دیں، ہمارے یہاں کی حکم کی پٹاریوں کے غلام، جن بینوں پر ناچتے ہیں، ان بینوں کو کبھی تو توڑا جائے۔

اب آپ مجھے بتائیں کہ میں آپ کے خطے کے کس حکیم کے پاس جاؤں کہ وہ میرے درد کو ٹھیک کر دے...... میرے زخم پر مرہم رکھے، پر میرے تو جسم پر کوئی چوٹ ہی نہیں...... مجھے کسی بزرگ سے دم کروانا چاہئے کہ اب آنکھیں بند کرنے پر مجھے نیند آ جایا کرے اور منہ کھولنے پر سانس......'' منہ کھول کر اس نے سانس لینا چاہا۔

ایک بات آپ ہی مجھے سکھا کر بھول گئے، جب میں نے اپنی ایک کالج کی دوست چھوڑ دی تھی، آپ نے کہا تھا قیمتی انسان روٹھ جائے تو تمہیں اپنے نقصان پر پشیمانی سے رونا چاہئے، چیزوں سے لاپروائی برتو اور انہیں گم کر دو...... قیمتی انسان کی پروا کرو اور انہیں گم نہ ہونے دو......''

اتنا کہتے کہتے وہ بیٹھے بیٹھے امرحہ سے برزن (بڈھی) ہو گئی...... جوانی قصہ پارینہ ہو گئی۔

''دادا قیمتی انسان سے آپ کا مطلب ''حسب نسب والا قیمتی انسان'' ہوگا......اور باقی سب بے کار...... ہے نا......
میں نے آپ سے کہا تھا میری زندگی ختم ہو رہی ہے، مجھے آگے زندگی نظر نہیں آ رہی......اور کس طرح کہتی دادا! کہ آپ سمجھ جاتے......ایک انسان آپ کے سامنے اپنے ختم ہونے کی نشانیاں بیان کرتا ہے اور آپ کہتے ہیں آپ کی سماعت پر گراں گزر رہا ہے......'' وہ رو کر ہنس کر پھر رو دی۔

میں یہاں آ رہی تھی تو آپ نے کہا ہمت سے کام لینا، ہر مشکل کا مردانہ وار مقابلہ کرنا......اور اس......اس جدائی کا......اس کا مقابلہ میں نے سکندرانہ وار بھی کیا تو بھی شکست میرا ہی مقدر ہوگی...... میں ختم ہونا شروع ہو گئی ہوں اور اس عمل کی تکمیل میں بہت وقت نہیں لگے گا......آپ دادا......'' اس نے آہ بھری۔

''آپ چاہتے تھے میں آپ کے سامنے ڈٹ جاؤں یا آپ چاہتے تھے میں دو میں سے ایک کا انتخاب کرلوں تو دادا میں نے آپ کا انتخاب کرلیا، میں ڈٹ سکتی تھی، اکیلے ہی فیصلہ کر کے آگے بڑھ سکتی تھی لیکن میں نے آپ کے مان سمان کو گرنے نہیں دیا...... میں نے اپنے ساتھ برا کرلیا لیکن آپ کے ساتھ برا نہیں ہونے دیا، آپ ایک اچھے انسان ہیں...... میں بھی......وہ بھی......ہم تین اچھے انسان ایک دوسرے کے لئے اچھے نہیں ہو سکے۔''

اس کی بھیگی آواز خشک تر ہو گئی تھی۔

''اب میں آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتی ہوں، اپنا دل نکال کر میں آپ کو دے دوں یا اسے کہیں باہر پھینک دوں کیونکہ اب یہ مجھے زندہ رکھنے کے بجائے مار ڈالے گا۔''

''امرحہ تم......تم کیا کرنے جا رہی ہو......؟''

''ڈریں نہیں دادا......میں خودکشی نہیں کروں گی......اس کی ضرورت نہیں پڑے گی، اب مجھے طبعی موت مرنے میں ویسے بھی زیادہ وقت نہیں لگے گا......''

''میری حالت پر رحم کرو امرحہ!'' دادا نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''آپ نے میری حالت پر رحم کیا...... بالکل ٹھیک نہیں کیا آپ نے میرے ساتھ...... کتنی معمولی وجہ تھی، جس پر میں پہلے خودکشی کر چکی ہوں......اور اب میرے ہاتھ میں وہ معمولی وجہ بھی نہیں رہی جو مجھے زندہ رکھ سکے......''

سادھنا امرحہ کے کمرے کا دروازہ بجا رہی تھی جو وہ لاک کر چکی تھی۔ سادھنا کے ہاتھ میں فون تھا اور فون پر دادا تھے جو سادھنا کی منت کر رہے تھے کہ وہ اندر اس کے پاس جائے......اس کے پاس جو آلتی پالتی مارے کسی پرچھائیں کی طرح اپنے آپ بولتی جا رہی تھی، بولتی جا رہی تھی۔

ایک لڑکی ہے امرحہ......
نافرمان کی بددعا سی......
ساحر کے جلال سی......
اور موت کے الہام سی......

O......❖......O

باب

شعلہ زن غاروں سے چمگادڑیں کسی سام (زہر دینے والے) کی طرح اُڑ کر اس کے وجود کے گرد منڈلانے لگیں، اور پاتال نے اپنے وجود میں اس کی موجودگی کا بگل بجایا۔

''عالیان مارگریٹ۔''

اس نے آنکھیں کھولیں اور جانا کہ اندھیرے کا سفر ابھی ختم نہیں ہوا وہ اس کے اطراف قیام پر بضد ہے۔ جس سفر کی چاہ نہیں تھی۔ وہ سفر بہت شوق سے اسے اپنے ساتھ گھسیٹ رہا تھا۔

اس کا کمرہ اندھیرے میں ڈوبا تھا یا اندھیرا اس کے وجود سے نکل کر کمرے میں پھیلا تھا۔ اس کا فیصلہ کرنے والا کوئی موجود نہیں تھا۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور انگلی کو زحمت دے کر اپنی ناک کے قریب رکھا...... اور اس کی اس حرکت نے یہ ثابت کر دیا کہ اس کے حواس کسی اور ہی ڈگر پر رواں ہیں وہ اپنے زندہ اور مردہ ہونے کی تصدیق کر رہا تھا۔ یہ تصدیق اس نے خود پر لازم کیوں ہونے دی...... وہ اس سوچ پر سوچنے کے قابل نہیں تھا فی الحال......

تعفن زدہ ساعتوں نے خود پر تعفن اٹے اور لبادے اوڑھ لیے اس کے اس دکھ پر جو خود کو زندہ پا کر اسے ہوا...... اپنے زندہ ہونے کا صدمہ اس نے بڑے صدمے سے جھیلا۔ وہ اس احساس سے گزرا، جو زندہ لوگوں کا شیوہ نہیں ہوتا۔

اسی رات لیڈی مہر اسے اپنے ساتھ امریکہ شارلٹ کے گھر لے آئی تھیں۔ اسے سکون آور ادویات اور نیند کی گولیاں دی گئی تھیں۔ پھر بھی وہ ایک اچھی نیند حاصل کرنے میں ناکام رہا تھا۔ وہ غنودگی میں بڑبڑاتا رہا اور ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھتا۔ لیڈی مہر نے اس کا سر اپنی گود میں رکھا ہوا تھا اور وہ مسلسل اس پر آیات مبارکہ پڑھ پڑھ کر پھونک رہی تھیں۔ انہیں ڈر تھا کہ اس کا نروس بریک ڈاؤن ہو جائے گا۔ اس کی آنکھوں کے گرد ویسے ہی گہرے گڑھے بن گئے تھے جو اس کی ماں کی آنکھوں پر قابض رہے تھے۔

مارگریٹ کو وہ اس اسپتال سے جانتی تھیں، جہاں وہ اپنے چیک اَپ کے لیے جایا کرتی تھیں۔ مارگریٹ اکثر ان سے عالیان کا ذکر کرتی۔ اس کے مرنے کی خبر معلوم ہونے کے بعد انہوں نے بہت مشکل سے عالیان کو ڈھونڈا تھا۔ انہیں مارگریٹ جیسی معصوم دل لڑکی کی موت پر اتنا دکھ تھا کہ وہ کئی راتیں روتی رہی تھیں۔

عالیان کو پہلی بار دیکھنا کسی صدمے جیسا تھا۔ اتنے سے بچے کی صورت میں مارگریٹ کے آخری ایام رچ بسے تھے۔ اس کے مجسمہ وجود میں مارگریٹ کے رنگ اتنے گہرے تھے کہ انہیں خوف محسوس ہوا کہ یہ بچہ نارمل زندگی نہیں گزار سکے گا۔ وہ دنیا میں رہ کر دنیا سے الگ ہونے میں وقت نہیں لے گا اور اسی خوف کے سہارے انہوں نے پھونک پھونک کر قدم رکھے تھے۔ اسے ریزہ ریزہ جوڑا تھا۔ اسے دعاؤں اور محبت سے تعمیر کیا تھا۔ اس میں ''انسان'' لقب کندہ کیا تھا۔

اور ان کے شاہکار کو ولید ایک دھکے سے پاش پاش کر گیا تھا۔ انہیں اس سب کا ڈر تھا۔ اسی لیے ولید کو اس سے دور رکھ رہی تھیں۔ جن بچوں کے والدین کے ساتھ سانحات گزرے ہوں، وہ بچے اس سانحے کی پرچھائیں بن جاتے ہیں۔ وہ نارمل

ہو کر ابنارمل ہونے میں وقت نہیں لیتے۔ انہیں سوئی بھی چبھے تو وہ اپنے پرانے دردوں پر رونے بیٹھ جاتے ہیں۔ ایسے بچے جنہوں نے معمول سے ہٹ کر بچپن گزارا ہو وہ کرب کی ساری سرحدوں کو چھو کر آئے لگتے ہیں، وہ رونے کے لیے کسی جلد باز کی طرح تیار رہتے ہیں اور خوش ہونے پر وہ خود کو خود ہی حیرت سے دیکھتے ہیں۔

بمشکل دو گھنٹے کی نیند لے کر وہ اٹھ بیٹھا اور گھنٹوں ہی پانی سے کھیلتا رہا۔ پانی کی بوندوں کو دیکھ کر اس نے سوچا، وہ پانی ہی ہوتا...... بہہ جاتا...... نشان چھوڑ جاتا اور مٹ جاتا...... واش روم میں موجود ایک ایک چیز کو اس نے خوش قسمت جانا، وہ ایک چیز پر نظر رکھتا، سوچتا اور اگلی کی طرف ٹھہر جاتا۔ خود کو بے وقعت کرنے میں اس نے وقت نہ لیا اور وضاحت سے جان لیا کہ بدقسمتی ''زندہ ہونا ہے۔'' اور خوش قسمتی بے جان ہونا۔

اس نے گرم پانی کا استعمال نہیں کیا تھا اور ٹھنڈے پانی کے استعمال نے بھی اسے ٹھنڈا نہیں کیا تھا۔

اس کی شکست و ریخت کے ذرے سال خوردہ ہو چکے لمحوں کی سطح پر تیرتے اسے ترس کھائے دیکھ رہے تھے۔ وہ ابھی یہ طے نہیں کر سکا تھا کہ اسے سب سے زیادہ ماتم کس کا منانا ہے۔ اپنی ماں کا...... ماں کے شوہر کا یا ان دونوں کی اولاد خود کا...... اور سب سے زیادہ نوحہ کناں اسے کس احساس پر ہونا چاہیے، اپنی محبت پر...... مارگریٹ کی محبت پر یا ''تھو'' سے بھی کمتر اپنی حیثیت پر......

''جورڈن اور شارلٹ کسی فلمی پارٹی میں جا رہے ہیں، تمہیں بھی لے جانا چاہتے ہیں۔'' آخر کار جب وہ واش روم سے باہر آ چکا تو بہت صبر سے اس کا انتظار کرتی ماما مہر نے انداز میں شوق بسا کر اسے لالچ سا دیا۔

''میں کیا کروں گا جا کر؟'' تولیے سے وہ اپنے گیلے بال رگڑ رہا تھا اور اپنی آنکھوں کی سرخی چھپا رہا تھا۔ آنکھیں اندر کو دھنسنے کے سفر میں مبتلا لگتی تھیں اور ان پر تنی کمانیں زخمی گھڑ سوار کی طرح بس زمین پر آ گرنے کو تھیں اور اس کی خوبصورتی وہ بازگشت لگنے لگی تھی جو صحراؤں میں پیاسے جانور ریت میں ریت ہونے سے پہلے سنتے ہیں۔

''فلمی ستاروں کو دیکھنا...... اگر میں تمہاری جگہ ہوتی تو فوراً چلی جاتی۔'' انہوں نے آواز میں اتنا جوش بھر لیا کہ بس وہ ضرور ہی چلا جائے۔

''خدا نہ کرے کہ آپ میری جگہ ہوتیں......'' قدِ آدم کھڑکی کے پاس بیٹھ کر وہ شارلٹ کے گھر کے وسیع باغ کو دیکھنے لگا۔ شارلٹ پودوں کی کاٹ چھانٹ میں مصروف تھی۔

''میں عالیان ہوتی تو دنیا کا سب سے خوش قسمت انسان ہوتی۔'' وہ بھی کھڑکی کے پاس اس کے سامنے ذرا سے فاصلے پر بیٹھی تھیں۔

شارلٹ نے کٹر سے ایک غیر ضروری شاخ کو کاٹا۔ اسے لگا اس کٹر سے کٹی غیر ضروری شاخ وہ ہے۔

''آپ مجھ سے اتنا پیار کیوں کرتی ہیں؟'' وہ باپ کا ڈسا تھا۔ اب اسے ہر محبت پر شک تھا۔

''میں تم سے اس سے بھی بڑھ کر پیار کیوں نہ کروں۔ مہر کی محبت پر تمہیں شک نہیں کرنا چاہیے۔ میں نے محبت کو ہمیشہ باوضو رکھا ہے، میں ایک مکمل انسان نہیں ہوں۔ لیکن اپنی محبت کو میں نے نامکمل نہیں رہنے دیا۔''

''مجھ میں ایسا کیا ہے ماما جو آپ...... آپ مجھ سے......'' اس کی آنکھیں نم ہو کر اندر کو دھنسنے لگیں، جس نے خود پر محبت کو فرض کر لیا تھا۔ وہ اب ''محبت'' پر سوال اٹھا رہا تھا۔ وہ محبت پر اپنے ایمان سے جا رہا تھا۔

''تم میں ایسا کیا نہیں ہے جو تمہیں سینے سے لگا کر نہ رکھا جائے۔ تم ایک شخص کے پیمانے سے دوسروں کے پیمانے نہیں ناپ سکتے۔''

شارلٹ غیر ضروری شاخیں کاٹتی ہی جا رہی تھی۔ اس نے خود کو قریب الوقت کٹ جانے والی شاخ پایا اور وہ اپنے ہی اندر سہم گیا اور تیار بھی ہو گیا۔

''آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ وہ مجھے ڈھونڈ رہا ہے؟''

''کیونکہ میں یہ جانتی تھی کہ وہ تمہیں کیوں ڈھونڈ رہا ہے، اس کے پاس وہ وجہ نہ ہوتی تو میں فوراً اسے تمہارے پاس لے آتی۔ عالیان میں نے بہت محنت سے بچوں کو ان کے دکھوں سے نکالا تھا اور تمہیں خاص طور پر...... تم بہت حساس رہے ہو، میری گود میں سوتے تم ان باتوں کو دہرایا کرتے تھے جو مارگریٹ کیا کرتی تھی، میں نے اینٹ اینٹ تمہیں جوڑا ہے۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ آکر تمہیں مسمار کر جائے اور اب یہ بھی نہیں چاہتی کہ یہ کام تم اپنے ساتھ اب کرو...... اگر میری محبت کی کچھ قدر کرتے ہو تو پھر سے میرے عالیان بن جاؤ۔''

''آپ جانتی تھیں سب؟''

شارلٹ کے کٹر میں تیزی آگئی تھی۔ شاید وہ سارا باغ کاٹ ڈالے...... کوئی پھول باقی نہ رہے...... سارے باغ کی بہار اجڑ جائے۔

''ہاں! دو سال پہلے اس کا ایک آدمی آیا تھا۔ اس وقت اسے صرف شک تھا کہ تم میرے پاس ہو، خوش قسمتی سے ایک خاتون جو اسی ادارے سے بچہ گود لے گئی تھی۔ اس بچے کی ماں کا نام مارگریٹ تھا۔ وہ عورت برطانیہ چھوڑ کر کسی دوسرے ملک چلی گئی۔ یہ لوگ اسے ڈھونڈتے رہے۔ ادارے نے کسی بھی طرح کی غیر ضروری معلومات کسی کو بھی نہیں دی تھی، لیکن یہ تھوڑا بہت معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے وہ سارے والدین کھنگال لیے جنہوں نے بچے گود لیے تھے۔ آخر میں ان کا شک پھر مجھ پر ٹھہر گیا۔ ڈینس کو ناروے بھیج کر میں نے سب معلوم کروالیا تھا اور اس نے مجھے بتایا کہ ولید کو عالیان کیوں چاہیے۔ مجھے اس کی کم ظرفی پر دکھ ہوا اور میں جانتی تھی کہ تمہیں حقیقت معلوم ہوگی تو تم بھی اچھا محسوس نہیں کرو گے۔ مجھے تمہاری تعلیم کی فکر تھی۔ لیکن ایک وقت میں، میں یہ بھی چاہتی تھی کہ تم خود اس سے مل لو...... ایک بار...... سب جان کر، اس طرح تمہیں تکلیف نہ ہوتی۔ اگر ڈینس، مارک اور باقی سب دوسرے ملکوں میں نہ ہوتے تو وہ تم تک جلدی پہنچ جاتا۔ انہیں یہ ہی شک رہا کہ تم دنیا میں کہیں اور موجود ہو۔''

عالیان کی آنکھوں کے سامنے ہارٹ راک کا وہ ہال گھوم رہا تھا، جس کی زمین پر ولید کھڑا تھا۔ اس کی انگلی اس کی طرف اٹھی ہوئی تھی اور تمسخرانہ قہقہے لگانے کے لیے اس کا ذہن بے تاب لگتا تھا۔

''تم اسے معاف کر دو عالیان، تم میرے بیٹے ہونا؟''

''میں اس کے پاس جاؤں گا...... اور تمام شیئرز اپنے نام لکھواؤں گا۔''

''تم مجھے دکھ دے رہے ہو...... تم میرے عالیان کو گم کر رہے ہو۔''

''میری ماں کی زندگی کے نقصان کے ہرجانے میں اس کا کچھ تو نقصان ہونا چاہیے ناماما۔'' کہتے اس کا انداز سخت تھا۔

''نقصان اس کا نہیں تمہارا ہوگا۔ اپنی زندگی کے قیمتی وقت کو تمہیں اس شخص کے لیے برباد نہیں کرنا چاہیے۔ میں جان گئی ہوں کہ تم اس کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو۔ تم ان شیئرز کو کوڑیوں کے مول بیچ دو گے لیکن......''

''نہیں، میں چیریٹی کر دوں گا۔''

''تمہیں خود کو تھکانے کی ضرورت نہیں...... تمہیں بدلہ لینے کے لیے نہیں پیدا کیا گیا۔ انصاف کا ترازو اللہ کے ہاتھ میں ہی رہنے دو...... تم بس آگے بڑھو۔''

''میں تو بہت پیچھے چلا گیا ہوں۔''

''شارلٹ کچھ دیر ستا کیوں نہیں لیتی۔'' کہہ کر اس نے شارلٹ کے بارے میں سوچا، جس کا کٹر والا ہاتھ تیزی سے چل رہا تھا۔

آج سے بہار ختم ہونے کو ہے...... ستم ظریفی قسمت پر راج کرنے کو ہے...... مقاصد زندگی پر نظر ثانی کی جائے اور

ستاع جان کی تعریف بدل جائے گی۔
"تو آؤ پھر بھاگ کر واپس اپنی جگہ پر...... کیا میرے ہوتے تمہیں کہیں لاپتا بھٹکنے کی ضرورت ہے۔ میں جانتی ہوں تم س وقت کیا سوچ رہے ہو گے، لیکن عالیان! انسان کے پاس دو آنکھیں ہوتی ہیں جو وہ دیکھتی ہیں جو اس کے سامنے ہوتا ہے۔ قدرت کی ہر ساعت آنکھ ہے۔ ہر ساعت انصاف ہے۔ ہر ساعت حساب ہے۔ تم مارگریٹ کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہو، اس سے بڑھ کر اس کے لیے کیا انعام ہوگا۔ تم ولید کا نام بھی لینا پسند نہیں کرتے۔ اس سے بڑھ کر اس کے لیے کیا سزا ہوگی۔ عالیان ہم چاہتے ہیں کہ جو برا کرے جو برا ہو، اس کے ساتھ اس سے بھی زیادہ برا ہو...... بس اسی ایک خواہش سے ہم بھی اس برے انسان جیسے برے بن جاتے ہیں۔ تم اسے فراموش کر دو اور یہ ہی سزا کافی ہے اس کے لیے۔ اگر تم بدلے کے پلڑے میں جا بیٹھے تو میری محبت کا پلڑا کبھی نہیں جھکے گا۔ تم سوچ لو، تمہیں ولید اور مہر میں سے کس کے پلڑے کو وزنی کرنا ہے۔" آنسو روانی سے لیڈی مہر کی آنکھوں سے نکلے۔ ان کا انداز ایسا تھا جیسے کوئی ان کی عمر بھر کی کمائی لے جا کر کنویں میں پھینکنے والا تھا۔
عالیان ان کے قریب زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر آنکھوں سے لگا لیے۔
"مجھے خوشی ہے کہ تم نے میری پرورش کی لاج رکھ لی اور تم وہاں سے آ گئے...... تم میرے بیٹے ہو۔ تم نے یہ ثابت کر دیا۔ تمہیں اللہ کے انصاف پر ایمان رکھنا چاہیے۔"
اس کی نظریں پھر سے شارلٹ پر جا ٹھہریں۔
"اسے فراموش کر دینے کی سزا دوں؟" اس نے خود سے پوچھا۔
"اسے معاف نہیں کر سکتے تو اس کے خیال کو ترک کر دو۔ دنیا میں اس انسان سے بڑھ کر کوئی بدنصیب نہیں ہوتا، جس کے وجود کو لاوجود مان لیا جائے۔ اس کے ہونے کو نہ ہونا کر دیا جائے۔"
شارلٹ نے ایک طائرانہ نظر باغ پر ڈالی، اس نے بہت دل لگا کر کاٹ چھانٹ کی تھی۔
"اور امرحہ کو بھی معاف کر دو۔" ان کی آواز نرم ہو گئی۔
"کر دیا معاف اور ترک بھی کر دیا۔" اس نے ٹھنڈے انداز میں کہا اور اس پھول کو گرتے ہوئے دیکھا جو شارلٹ کے کٹر سے حادثاتی طور پر کٹ کر نیچے ہی نیچے گر رہا تھا۔ شارلٹ کے چہرے پر افسردگی چھا گئی۔ جیسے اس نے کسی زندہ انسان کا خون کر ڈالا ہو۔
"میں نگارِ عالم...... میں سنگِ آستاں"
"میں لوحِ نگینہ ساز...... میں لوحِ شعلہ بیاں"
عفونت میری گزرگاہیں
میں جمال...... میں کمال...... میں ابہام...... میں گپت ہوں
"میں قسمت ہوں۔"

○......❖......○

ویرا، ایلکسی اور پاپا کے ساتھ اسکیٹنگ کر رہی تھی۔ ایک راؤنڈ میں اس نے ان دونوں کو ہرا دیا تھا۔
اب وہ دوسرے راؤنڈ کی طرف بڑھ رہی تھی اور کافی آگے نکل آئی تھی کہ اس کی جینز کی جیب میں رکھا فون وائبریشن کے ساتھ بجنے لگا۔ سوائے ایک کال کے اس نے سب کالز کو "سائلنٹ" پر رکھا تھا اور وہ ایک کال عالیان کی تھی۔ اپنی رفتار ذرا آہستہ کر کے اس نے فون نکال کر سنا۔
"کہاں تھے فرش میرا فون کیوں نہیں اٹھا رہے تھے؟"

جواب میں خاموشی ملی، پھر یہ سوال۔ ''کیا برنگ مین نائٹ پر پوچھا گیا اپنا سوال تمہیں یاد ہے ویرا؟''
ہاں!'' اپنی رفتار کو اس نے بالکل روک لیا اور سڑک کے کنارے لگے لیمپ پوسٹ کے ساتھ ٹک کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے چہرے پر جا بجا خون کی لہریں دوڑ گئیں اور اس نے اپنے دل کی دھڑکن کسی ساز کی طرح سنی، جسے سنتے ہی ایڑیاں بل کھانے لگتی ہیں۔

''مجھے تم جیسی لڑکی کو اپنی زندگی میں شامل کر کے بہت خوشی ہو گی ویرا۔''
ایلکسی جوش سے نعرے لگاتا ہوا ویرا کے پاس سے گزرا۔ ''ویرا! تمہاری یہ پرانی چال اب نہیں چلے گی۔'' وہ چلاتا دور ہوتا گیا۔

وہ مسکرانے لگی۔ ''اور......''
''میں مانچسٹر میں تمہاری واپسی کا انتظار کروں گا۔''
کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔
ویرا کو دیر تک مسکرانے کی نئی وجوہات مل گئیں۔
''تم ہار جاؤ گی ویرا۔'' اس کے پاپا بھی چلاتے ہوئے اس کے قریب سے گزر کر آگے نکل گئے۔
ویرا نے موبائل واپس جیب میں رکھا اور اپنے جوتوں تلے لگے پہیوں کو اس نے اس زور سے سڑک پر رگڑا جیسے وہ کسی جہاز کے پہیے ہوں اور اڑان بھرنے سے پہلے رفتار پکڑ رہے ہوں۔
پہلے اس نے پاپا کو پیچھے چھوڑا اور پھر وہ ایلکسی کے پیچھے لپکی۔
دوسری طرف امرحہ اپنی کلاس لے کر نکل رہی تھی کہ کارل اس کے پاس آیا۔ دو دن اسے بخار رہا تھا۔ وہ آج ہی یونی آئی تھی۔

''کیسی طبیعت ہے تمہاری امرحہ؟''
''میں ٹھیک ہوں شکریہ......'' وہ الفاظ ضائع نہ کرتی تو اس کی شکل بتا رہی تھی کہ وہ کتنی ٹھیک ہے۔
''مجھے تم سے بات کرنی ہے۔''
''مجھے معلوم تھا تم آؤ گے...... حساب لینے۔''
''نہیں، اس بار تم نے غلط سمجھا مجھے، میں حساب لینے نہیں بات کرنے آیا ہوں۔''
دونوں ڈیپارٹمنٹ کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئے۔
''میں گھر گیا تھا تم سے ملنے۔ تم کافی بیمار تھیں، میں واپس آ گیا۔''
''مجھے سادھنا نے بتایا تھا اور مجھے خوف آیا تھا تم سے۔''
''اور میں تمہارے بیمار ہو جانے سے ڈر گیا۔''
''کہ میں جلدی نہ مر جاؤں؟''
''تمہیں مرنے کی بات نہیں کرنی چاہیے امرحہ...... زندگی کی روشنی کو ایسی باتوں سے مدھم نہ کرو۔''
امرحہ نے اپنی دونوں ہتھیلیاں مسلیں۔
کارل گردن اس کی طرف موڑے اسے دیکھ رہا تھا اور اسے لگ رہا تھا کہ وہ دوسرے عالیان کو ہی دیکھ رہا ہے۔ اس کی خاموشی بھی اس کی خاموشی جیسی تھی۔
''عالیان امریکہ میں ہے۔'' اس نے یہاں سے بات شروع کرنا مناسب سمجھا۔
''میں جانتی ہوں۔'' امرحہ کی ایک دوسرے میں پیوست ہتھیلیاں لرزنے لگیں۔

"تم ایک اچھی لڑکی ہو امرحہ!" وہ نرمی سے بولا۔
"اب اس پر مجھے یقین نہیں رہا۔" وہ تلخی سے بولی۔
"میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ تم عالیان کو سمجھیں ہی نہیں۔ تمہیں کچھ وقت لگا کر اور کچھ عقل استعمال کر کے اسے سمجھنا چاہیے تھا امرحہ! جب اس نے تمہیں پرپوز کیا تھا تو میرے لیے یہ عام سی بات تھی۔ عالیان نے میرے کتنے بریک اَپ کروائے۔ وہ صرف اتنا کرتا کہ میری گرل فرینڈز کے ساتھ اچھی طرح سے بات کر لیتا اور ان کے ساتھ کچھ وقت گزار لیتا، اور ان کے لیے یہی کافی ہوتا۔ یہ سب میرے لیے عام باتیں تھیں۔ مجھے معلوم ہوتا کہ وہ تم سے بریک اَپ کے بعد اس حالت میں آ جائے گا تو میں کبھی ایسا نہ کرتا۔ میرے لیے وہ ایک مذاق تھا۔ اب اندازہ ہوا کہ وہ کافی بے ہودہ مذاق تھا۔ مجھے بعد میں یہ احساس ہوا کہ اسے کس قدر برا لگا کہ اس کی مدر پر سوال اٹھے۔ میں اپنی ماما سے نہیں ملا، لیکن اگر کوئی میرے والدین پر سوال اٹھاتا تو میں اسے سبق سکھا دیتا لیکن عالیان نے کچھ نہیں کیا۔ اس نے میرے پوچھنے پر کہا کہ اگر انسان درگزر نہ کر سکے تو اسے صبر کرنا چاہیے۔ ورنہ خاموش رہنا چاہیے۔ اس نے درگزر بھی کیا اور وہ خاموش بھی رہا۔ اس کی ڈائری جو کہ میں اسے بتائے بغیر بہت آرام سے پڑھ لیتا ہوں، میں اس نے ایک جگہ لکھا۔ "میرا یہ افسوس جاتا ہی نہیں کہ مجھ سے کسی کھلونے کی طرح کھیلا گیا۔ میرا یہ دکھ کم ہونے میں نہیں آ رہا کہ جو مجھے سب سے سچا لگا تھا وہ میرے ہی منہ پر مجھ سے جھوٹ بول گیا۔" اور اس نے ایک جگہ لکھا کہ "جو لڑکی میرے لیے پہلی تھی اس کے لیے میں آخری بھی نہیں تھا۔" اور یہ بھی کہ "بہت دکھ ہوتا ہے اس وقت کہ جس کے لیے ہم ساری دنیا کو پیچھے چھوڑ دیں اور وہ خود دنیا میں آگے نکل کر ہمیں پیچھے اکیلا چھوڑ دے۔"

کہہ کر کارل خاموش ہوا اور پھر بولا۔
"پھر بھی مجھے یقین تھا کہ تم عالیان کو منا لو گی، فاصلہ کم کر لو گی اور ساتھ ہی مجھے یہ خوف بھی تھا کہ تم یہ سب نہیں کر سکو گی، کیونکہ تم خول میں بند لڑکی ہو...... تم نے کبھی اپنی صلاحیتیں آزمائیں ہی نہیں...... اور امرحہ! میں سوچتا ہوں کہ تم نے "بہت کچھ کر سکتی ہوں میں" میں سب کچھ خراب کیسے کر دیا...... اور میں تو یہ بھی اب تک نہیں سمجھ سکا کہ تم چاہتی کیا ہو......؟ تم نے عالیان کو انکار کر دیا اور عالیان کے آس پاس بھی رہیں...... سیف روم کی دیواروں کو تم نے پیغامات سے بھر دیا۔ یہ سب کیا تھا امرحہ......؟"
"پاگل پن......" وہ رو دینے کو ہو گئی۔
"ویرا نے اسے پرپوز کیا تو وہ ایسے خوش نہیں تھا جیسے تمہیں کرنے سے پہلے تھا۔ امرحہ ہماری زندگی میں شامل ہونے والے شخص میں اتنی ہمت تو ہونی چاہیے کہ وہ جا کر ہمیں جیت لائے اور وہ تمہیں جیت لاتا اگر تم نے سوال اس کی جان کے بارے پر نہ اٹھائے ہوتے۔ عالیان کے فادر اسے ڈھونڈ رہے تھے اور یہ بھی ٹھیک رہتا، اگر تم انہیں بتا دیتیں، لیکن جس وجہ کے لیے تم نے انہیں عالیان کا بتایا وہ وجہ ٹھیک نہیں تھی کہ تمہیں اس کے فادر کی موجودگی کی ضرورت ہے۔ ایک ایسے انسان کی موجودگی کی ضرورت جو اس کے نزدیک اس کی مدر کا قاتل ہے۔"
کارل رک کر اسے دیکھنے لگا کہ آگے بولے یا نہ بولے۔

امرحہ بس ایک کوشش کر رہی تھی کہ وہ اس کے سامنے رو نہ پڑے۔ اس کے پور پور سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ ایک آنکھوں کو سنبھالنا زیادہ مشکل نہیں لگا اسے۔ وہ عام انسانوں کی طرح سیڑھیوں پر بیٹھی تھی، پھر بھی عام انسان نہیں لگ رہی تھی، اس کے دکھ نے اسے نمایاں کر دیا تھا اور اس کے پاس رک کر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اسے تسلی دینے کو دل چاہتا تھا۔
کیا وہ قسمت کا وہی الہام تھی، جس کا ڈھنڈورا قسمت اپنی بنیاد سے پیٹتی ہے۔
"عالیان نے ویرا کو شادی کے لیے ہاں کہہ دیا ہے۔" کارل نے اس کے لیے اپنے انداز کو ہر حد سے زیادہ نرم بنا

لیا کہ اسے تکلیف نہ ہو۔

سائی کے ذریعے اسے یہ بات معلوم ہو چکی تھی، لیکن دوبارہ یہ سن کر اسے ایسا لگا، جیسے یونیورسٹی نے اپنا رخ آتش فشاں کے دہن کی طرف موڑ لیا ہو۔

''اس نے یہ فیصلہ کسی بھی ذہنی حالت میں کیا ہو...... لیکن امرحہ! اب کوئی نیا ردِعمل اسے نئی تکلیف دے گا...... تم سمجھ رہی ہو نا امرحہ؟''

''میں پہلے سے ہی سمجھ چکی ہوں...... میں یونیورسٹی چھوڑنے کے لیے بھی تیار ہوں۔''

کارل کو اس بات سے صدمہ ہوا۔''ایسے نہ کہو پلیز...... میں صرف یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ جس حالت میں وہ مجھ سے باتیں کر رہا تھا، وہ ایک ایسی حالت تھی جو اس کی پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اب کوئی نئی تکلیف اس پر کیا کر گزرے گی میں یہ اندازہ لگا سکتا ہوں...... تو امرحہ! میں تم سے صرف یہ درخواست کرتا ہوں کہ اس سے دور رہنا...... اب تم نے کچھ اور کرنے کی کوشش کی تو......''

''مجھے کچھ نہیں کرنا...... میں یہ یقین رکھتی ہوں کہ ویرا ایک اچھی لڑکی ہے، عالیان نے ٹھیک فیصلہ کیا...... میرے سارے عمل جذباتی اور بے وقوفانہ تھے...... مجھے اپنے ایک ایک عمل پر دکھ اور شرمندگی ہے...... میں نے تمہارے دوست کو بہت تکلیف دی...... پاکستان میں میرے بارے میں کہا جاتا ہے کہ میں سب کچھ تباہ کر دینے والوں میں سے ہوں...... میں وہ سیاہی ہوں جو ساری روشنیاں نگل لیتی ہے...... میں دوسروں کی خوشیوں پر بجلی بن کر گرتی ہوں۔''

''کیا پاکستان والوں کے پاس وہ آنکھیں نہیں ہیں جو میرے، ویرا، سائی اور عالیان کے پاس ہیں......؟'' کارل نے بہت سنجیدگی سے پوچھا۔

امرحہ نے سر جھکا دیا وہ بالکل پھوٹ پھوٹ کر رو دینے کو تھی بس اب۔

کارل نے بہت غور سے اسے دیکھا۔''میں جانتا ہوں کہ میں نے میس کیا، اگر وہ ریکارڈنگ عالیان نہ سنتا تو تمہیں لے کر اتنا تلخ نہ ہوتا۔''

''یہ سب ایسے ہی ہونا تھا یہی میری قسمت تھی۔''

''میں قسمت کے بارے میں نہیں سوچتا...... سب ہمارے اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے۔''

''لیکن میں اس کے بارے میں سوچتی ہوں، بہت کچھ اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔''

''تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہو...... میں تمہاری طرف سے ملامت کے لیے تیار ہوں۔''

''ملامت کی حق دار صرف میں ہوں...... صرف اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ مجھ سے دور رہنا......''

''ہم دوست ہیں امرحہ......'' کارل دکھی سا ہو گیا۔

''نہیں...... اب ہم کچھ بھی نہیں ہیں...... ہم اس پر عمل کریں گے تو اچھا رہے گا۔'' وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور کارل کو دیکھے بنا تیزی سے آگے بڑھ گئی اور کسی ایسے کونے کو ڈھونڈنے لگی جہاں چھپ کر وہ بیٹھ جائے۔

کچھ اس کے ذریعے، کچھ سادھنا کے ذریعے دادا کو سب معلوم ہو گیا تھا۔ وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ جوڑ کر روتے رہے کہ وہ ان کی جان پر رحم کھائے اور اپنی جان کے ساتھ کچھ نہ کرے۔ ان کا بس نہیں چلتا تھا کہ اڑ کر مانچسٹر آ جائیں۔

ان کے رونے اور ان کی منت سماجت نے امرحہ کو شرمندگی سے زمین میں دھنسا دیا۔ اپنے دل کو وہ کفن میں لپیٹ چکی تھی، دادا کو اذیت میں مبتلا رکھنا نہیں چاہتی تھی۔ دو دن وہ بستر پر پڑی رہی اور دو دن دادا اس کے بستر کے سامنے رکھے لیپ ٹاپ پر ساکت اسے دیکھتے رہے۔ اس کی آنکھ کھلتی تو وہ سامنے موجود ہوتے جیسے انہوں نے اس دوران پلکیں بھی نہیں جھپکیں۔

ایک بوڑھے شخص کے لیے یہ بہت جان لیوا مشقت تھی۔ غنودگی اور بے ہوشی میں وہ جو بڑبڑاتی رہی وہ، وہ سب سنتے رہے۔ بار بار دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے اور روتے رہتے...... انہیں یقین تھا کہ جو پھونکیں وہ اسے مار رہے ہیں وہ اس پر کارگر ثابت ہوں گی...... امرحہ سے زیادہ وہ جان کنی میں لگنے لگے...... تو امرحہ اس پیارے انسان کی بے مثال محبت میں بستر سے اٹھ بیٹھی، انہیں کھا کر دکھایا، بول کر دکھایا، چل کر دکھایا، ہنس کر دکھایا...... وہ ایک اچھی اداکارہ بن گئی۔ اس نے ایک محبت کے نقصان پر دوسری محبت کو نقصان میں نہیں جانے دیا...... وہ یونی آ گئی اور ساتھ ساتھ دادا کو دکھاتی رہی کہ وہ کلاس لینے جا رہی ہے...... اب وہ لائبریری جا رہی ہے...... اب کینٹین...... اب جاب پر...... اور فون کو جیب میں رکھتے ہی وہ ایسی ہو جاتی جیسے چار اطراف سے کوئی اس کا خون نچوڑ رہا ہے اور اس کے جسم میں خون سے بھری نالیاں خالی ہوتی جا رہی ہیں۔

دادا اسے یہ سمجھانا بھی نہیں بھولے کہ وہ وہاں پڑھنے کے لیے گئی ہے، اور اسے اپنے مقصدِ حیات کو پانے پر توجہ دینی چاہیے۔ وہ دادا کو کہہ نہ سکی کہ جب حیات ہی نہ رہے تو ''مقصدِ حیات'' کہاں رہ پاتے ہیں۔

دادا ہر پندرہ بیس منٹ کے بعد اسے فون کرتے تھے...... ''محبت ایسے ہی کمزور کر دیتی ہے دادا اور لاچار بھی۔''

وہ ان کی آواز جو کسی انہونی کے ڈر سے لرز رہی ہوتی سنتی تو سوچنے لگتی۔ شاید آپ کو معلوم ہو جائے کہ بے بسی کسے کہتے ہیں اور اپنے کسی پیارے کے بغیر رہنا کیسا لگتا ہے۔ میرے لیے آپ وہاں سو نہیں پاتے، کسی کے لیے میں یہاں سو نہیں پاتی۔ میں ہار بھی گئی اور آپ کو جتوا بھی ڈالا...... ایسے کھلاڑی آپ کو صرف ''محبت'' میں ہی ملیں گے...... میں کسی کے لیے مر بھی گئی اور آپ کے لیے زندہ بھی ہوں...... ہاں میں صرف آپ کے لیے زندہ ہوں۔

○......❖......○

''ایک لڑکا ہے عالیان......
عرب کے سلطان سا......
داستان کے جمال سا......
آسمانی فرمان سا......''

وہ شارلٹ کے ساتھ پارٹی آ گیا تھا صرف اور صرف ماما کے لئے۔ وہ اس پر سے اپنی نظریں نہیں ہٹا رہی تھیں اور وہ ٹھیک سے سو بھی نہیں پائی تھیں۔ وہ چاہتا تھا وہ کچھ دیر آرام کر لیں۔ ماما نے اس کے لئے بہترین سوٹ آرڈر پر منگوایا تھا، اپنے ہاتھوں سے اس کی ٹائی باندھی تھی، جورڈن سے اس کا ہیئر اسٹائل بنوایا تھا اور اس کی دونوں بھوری آنکھوں کو باری باری چوم لیا تھا۔

''حسن کی تعریف کے لیے تمہارا خیال پیش کر دینا ہی کافی ہے...... شاید تمہیں کوئی ڈائریکٹر دیکھ لے اور اپنی فلم میں سائن کر لے...... میں تمہیں پہلے ہی بتا دوں تمہیں پہلے ایک ایکشن فلم کرنی ہے۔'' وہ چاہتی تھیں کہ وہ مسکرا دے۔

''اگر ایسا ہوا تو میں ضرور فلم کروں گا یونی چھوڑ دوں گا۔'' وہ اپنی ماما کے لئے مسکرا دیا۔

''تم چاہو تو ابھی بھی یونی چھوڑ دو...... یہاں شارلٹ کے پاس رہو، ہوتی رہے گی پڑھائی...... میں بھی یہیں رہ جاؤں گی تمہارے ساتھ، ہم اپنا گھر لے لیں گے پھر...... ہم دنیا گھومیں گے، مجھے سان مرینو جانا ہے، سنا ہے سان مرینو کے لوگ بہت خوش اخلاق ہوتے ہیں، ذرا ان سے مل کر آئیں، کیا ایسا ہی ہے یا صرف افواہ ہی ہے۔''

وہ مسکرانے لگا۔ وہ سیاہ جرابیں پہن رہا تھا ان کے سامنے بیٹھ کر۔ ''آپ سچ میں چاہتی ہیں کہ میں ہیرو بن جاؤں؟''

''ہاں...... لیکن اس سے پہلے میں یہ چاہتی ہوں کہ تم وہ کرو جو تم کرنا چاہتے ہو۔''

''میں خود کو ختم کر لینا چاہتا ہوں۔'' وہ بڑبڑایا۔

وہ ایک گول سفید ستون کے ساتھ دایاں شانہ لگا کر کھڑا تھا۔ پہلے وہ مسکرا مسکرا کر سب سے ملتا رہا جیسے ان سب سے ملنا

اس کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش رہی ہو، پھر وہ چند خوب صورت لڑکیوں سے (جو اتنی خوب صورت تھیں جیسے انہیں بنانے کے بعد فرصت سے ان کے نقص نکالے جاتے رہے ہوں اور انہیں کامل کر کے ہی چھوڑا گیا ہو) سے باتیں کرتا رہا۔ پھر وہ صرف سنتا رہا تو بولنا بھول گیا پھر اسے سر جھٹک کر خود کو سننے کے لئے موجود کرنا پڑا پھر وہ خود کو الگ کر کے اس ستون کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

ہال بہت بڑا تھا اور چھت بہت اونچی...... ہال کے کراؤن سے دو اطراف کھلی سیڑھیاں ہلکا سا بل کھاتیں کسی نخریلی حسینہ کی پوشاک میں اٹھتی لہر کی طرح لہراتی اوپر جا رہی تھیں اور ہال کی طرف نکلی گول بالکونیاں دورِ جدید کی پریوں سے سجی، بنی، بھری اپنی موجودگی کی اہمیت کا احساس اپنی شان وشوکت سے دلا رہی تھیں۔ ہنستے مسکراتے، بے فکرے نظر آتے لوگ، ٹولیوں کی صورت بکھرے کھڑے تھے۔ صرف ایک بالکنی تھی جس میں سیاہ گاؤن میں ملبوس کھڑی لڑکی اکیلی تھی اور اپنے ناخن کتر رہی تھی اور نیچے سرکر کے ایک مخصوص کونے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ کسی کے انتظار کی شدت اتنی بڑھ چکی ہے کہ وہ ناخن کاٹتے کاٹتے خود کو بھی ادھیڑ ڈالے گی۔

''ایسے کیوں کھڑے ہو عالیان؟'' شارلٹ اس کے پاس آئی۔

''میں سب دیکھ رہا ہوں۔'' اس کی نظر اوپر سیاہ گاؤن والی لڑکی پر اٹھ گئی...... اُف اس کے انتظار کی شدت۔

''تم دیکھو مت...... ملو اور باتیں کرو......''

''میں ان سب کو جانتا بھی نہیں......''

''یہ ضروری بھی نہیں...... بہت سے لوگ پہلی بار آئے ہیں پارٹی میں اور میں تو تمہیں اپنی دوستوں کے ساتھ چھوڑ کر آئی تھی......''

''میں یہاں کھڑے رہنا چاہتا ہوں شارلٹ......''

''ٹھیک ہے لیکن زیادہ دیر کھڑے نہ رہنا۔'' نرمی سے اس کا گال چھو کر شارلٹ چلی گئی، اس کی نظریں چھت سے جھولتی لمبی لمبی کرسٹل لڑیوں پر جا ٹکیں جن سے ننگے قمقمے جل بجھ رہے تھے اور پھر سارے قمقمے بجھ گئے اور اتنی بہت ساری لڑیاں دائرہ بنا کر چکرانے لگیں...... اور پھر سیڑھیاں اس دائرے میں ایسے شامل ہوئیں جیسے نخریلی حسینہ شدت سے اونچی ایڑیوں پر گھومنے لگی ہو اور اس کی پوشاک دنیا کی ہر چیز کو جالپیٹنے کو ہو...... یوں پوشاک کے کناروں نے بالکونیوں کو جالیا اور انہیں اپنے دائرے میں گھسیٹ لیا پھر دیواروں کو اور چھت کو بھی اور پھر وہاں موجود ہر شے نے دائرے میں پناہ سمیٹ لی...... اس نے سر کو جھٹکا......

دائرہ بڑھتا ہی جا رہا تھا اور اپنے اندر ہر چیز کو سمو رہا تھا...... زمین سے فلک تک تن جانے کے قریب اس چکر کو اس نے خوف سے دیکھا۔

نزاکت بھرا ایک قہقہہ اس کے کانوں سے ٹکرایا، اس نے گردن موڑ کر دیکھا، وہاں کوئی نہیں تھا...... قہقہہ پھر بلند ہوا اور پھر ہر طرف سے قہقہے بلند ہونے لگے...... اتنے بلند قہقہوں کی آوازیں اسے پریشان کرنے لگیں...... پھر ایک قہقہہ ان سب میں امتیازی ہو گیا۔

''ولید البشر کا۔''

''تم کتنی بھی اونچی ہواؤں میں اُڑ لو...... تمہارا نصیب پستی ہی رہے گا...... جیسے مارگریٹ کا تھا...... تم دونوں میرے بغیر کچھ بھی نہیں ہو۔''

پوشاک کے کناروں نے اسے آلیا...... سب گھومنے لگا اور وہ بھی...... ہال کی ساری روشنیاں گل ہو گئیں...... اندھیرا چھا گیا...... کائنات میں روشنی کا نشان نہ رہا۔

''مقام نا معلوم ہے۔''

''فشاری'' وہ ایک باایمان مرد ہے۔اس نے روشنی کی چاہ چھوڑ دی اور زندگی کی بھی، اس کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے ہیں اور منہ بھی۔اس نے ایک برگزیدہ دعا کی تیاری کی......اس نے سب پاکیزہ الفاظ سمیٹے اور انہیں اپنی روح کے مقام پر رکھا۔اس نے شانوں میں شانِ اقدس بیان کرنے کی نوید خود کو دی اور اپنے جکڑے وجود اور آزاد روح کو اللہ لفظ کی ادائیگی کی عبادت پر مائل پایا۔

موت کی چاپ اسے اپنے بہت قریب سنائی دی جو اس کی عبادت میں مخل ہوئی، لیکن اس نے پھر بھی عبادت کے اس رتبے کو روح سے نکل جانے نہ دیا......اور پھر اسے اس شخص کا نام لے کر ایک خاص دعا کرنی تھی، جس کے لئے موت اس کی طرف بڑھ رہی تھی اس کے ہاتھ پیر کاٹ دیئے جائیں گے اور سر بھی......شاید......اور اسے اس کی پروا نہیں تھی......اسے موت کے پروانوں کی پھونکوں نے قطعاً نہیں سہمایا......وہ فشاری ہے وہ ''حقیقت'' پا چکا ہے......اب وہ اسے جھٹلائے گا نہیں۔

اندھیرے کے ریوڑ پر چابک پڑے اور کبھی نہ بجھنے کے لئے اندھیرے جل اٹھے۔

اسے مارگریٹ نظر آئی......اس نے سر کو جھٹکا اور پھر سے دیکھا۔''ہاں یہ ماما ہی ہیں''

اس کا جی ان سے لپٹ جانے کو چاہا لیکن وہ دائرے میں چکراتے خود کو اور انہیں ایک مقام تک نہ لا سکا۔اس نے خود کو بے بس اور لاچار پایا۔اس نے دیکھا کہ مارگریٹ کے وجود میں جا بجا کانٹے اُگ آئے ہیں اور اس کا اپنا دل یہ دیکھ کر کرب سے لبالب ہو رہا ہے اور اس نے محسوس کیا کہ اس سے چند قدم کے فاصلے پر قیامت آنا شروع ہو گئی ہے......ہر چیز اپنے نقطہ زوال کی طرف بھاگی جا رہی ہے۔

''تو کیا آپ نے جان لیا کہ آپ نے کیا پایا؟'' اپنی ہی آواز اس نے بھی سنی۔

''ماما! آپ نے کیا پایا زندگی میں؟ اس سوال کا جواب مجھے نہ ملا تو میں اپنے سارے نشان کھود دوں گا......جب آپ مر رہی تھیں تو آپ نے کس طرف پرواز کی چاہ بھی کی تھی......ولید البشر کی طرف......اگر آپ نے ایسا کیا ہوگا تو میں اپنے دل میں آپ کو رکھوں یا نہ رکھوں مجھے اس بارے میں سوچنا ہوگا۔اگر آپ مرنے سے پہلے اسے اپنے اندر سے نکال دیتیں تو میرے زندہ ہونے پر وہ موت بن کر نازل نہ ہوتا......اب میں سوچتا ہوں کہ آپ کی موت پر زمین کو پھٹ جانا چاہیے تھا اور آسمان کو آ گرنا چاہیے تھا۔انسان کے لئے بنی کائنات کو اس کے دکھ پر اتنا تو ماتم کرنا ہی چاہیے۔''

وہ گہرے گہرے سانس لے رہا تھا پھر بھی اس کا دم گھٹ رہا تھا۔

''میں ولید البشر کی قابلیت کا مداح ہو گیا ہوں اس نے میری محبت بھی نگل لی......وہ صرف ایک ہی......وہ صرف ایک ہی دل کو خالی کر کے صابر نہیں ہوا......اسے یہ غرور ہے کہ مجھے اس کی ضرورت ہے اور میں یہ گناہ ضرور کروں گا......میں اس کے ہونے کو نہ ہونا ضرور کروں گا......مجھے یہ اعلان بھی کرنا پڑے تو میں کروں گا میرا کوئی باپ نہیں......اور ماما!''

''عالیان......'' شارلٹ نے اس کا شانہ ہلایا۔

اس نے شارلٹ کو دیکھا وہ کچھ بول رہی تھی......کیا اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔پھر شارلٹ نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور پھر وہ دیکھ پایا کہ ویٹر اس کے پیروں کے قریب گری ٹرے اٹھا رہا ہے......وہاں کانچ ہی کانچ بکھرا تھا......کچھ گردنیں اس کے رخ مڑی ہوئی تھیں۔بالکنی میں کھڑی لڑکی کی آنکھیں اس پر جمی تھیں اور اس نے ناخن کترنا بند کر دیا تھا۔

چھت سے جھولتی لڑیاں جل اٹھیں......اور اس نے شارلٹ کو ایسے دیکھا جیسے پوچھ رہا ہو

کیا قیامت آنے کے آثار معدوم ہو چکے......یا بس قیامت آ چکی؟

''تم ٹھیک ہو؟'' شارلٹ نے شفقت سے پوچھا۔

وہ ہاں نہ کہہ سکا......اسے افسوس ہوا جب سب کچھ ختم کرنے کا فیصلہ کیا جا چکا تھا تو ارادہ بدلا کیوں گیا......اسے افسوس ہوا شمعیں پھر سے روشن کیوں کر دی گئیں، اندھیرے پر روشنی کو کیوں غالب آنے دیا گیا......ہاں اسے دکھ ہوا کائنات کے پھر سے آباد ہو جانے پر......نقطہ زوال کے مٹ جانے پر......

شارلٹ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں ہی رکھا اور اسے اپنے ساتھ لے کر چلنے لگی اور وہ اس کے پیچھے ایسے چلنے لگا جیسے اسے کچھ اور کرنے پر اختیار ہی نہ ہو۔

''ایک لڑکا ہے عالیان......
بھلا دی گئی دعا سا......
بجھ چکے چراغ سا......
عروج سے زوال سا......''

O......❖......O

سارا مانچسٹر اس کے آنسوؤں میں نہ بہا اور وہ خود ہی ان میں غرقاب ہو گئی۔ چھپ کر رونے کے مشغلے کو اس نے ایسے اپنا لیا جیسے فرض عبادت ہو، جو بعد از توبہ کی جاتی ہے۔ راتیں وہ کھڑکی میں کھڑے تمام کر دیتی اور دن کو اس نے دھوکا دینے کا ذریعہ بنا لیا۔ اس کی گیلی آنکھوں نے دھند کے پردوں میں فنا ہونا شروع کر دیا کہ شاید وہ اس عکس کو جا لیں جو وہاں تھا ہی نہیں......شاید کسی معجزے نے خود پر اس کا نام لکھوا لیا ہو اور شاید کسی تارک الدنیا کی صدیوں پہلے مانگی گئی دعا کی خیر اسے بھی آ لینے کو ہو......اور کہیں کسی فراق زدہ کی تڑپ آسمان تک جا کر واپس پلٹتے ہوئے اس کے لئے بھی رحمت اکٹھی کر لائی ہو......شاید......

اسے ہر طرف سے ''عالیان'' نام کا جاپ سنائی دینے لگا......وہ اس جاپ کو سنتی رہتی اور اپنے دل کے مقام کو مسلتی رہتی......ہر ساعت اس کے نام کی پکار بن گئی......ہر شبیہ اس کی صورت میں ڈھل گئی......اس نے اس نام کی تسبیح پڑھنی شروع کر دی، جس کے ثواب میں وہ اسے ملنے والا تھا نا انعام میں......

لیڈی مہر کے واپس آنے سے پہلے کسی اور جگہ اپنی رہائش کا انتظام کر چکی تھی اور جا بھی رہی تھی لیکن سادھنا نے جانے نہیں دیا۔

''ایسی بے مروت نہ بنو، انہوں نے کتنا خیال رکھا تمہارا، ان کے آنے تک انتظار تو کرو۔''

''ان کا سامنا نہیں کرنا چاہتی میں......بہت شرمندہ ہوں میں۔''

''تم ان کے سامنے شرمندہ ہونا، میں تمہیں نہیں جانے دوں گی، تم نے مشورہ کیے بغیر فیصلے کر کے دیکھ لیا کیا ہوتا ہے......دوسروں کی مان لینے میں کبھی ہماری بھلائی بھی ہوتی ہے......''

''اب مجھے کہاں بھلائی نصیب ہو گی۔'' وہ دونوں سادھنا کے کمرے میں موجود تھیں۔

''ایک غلطی کی ہے دوسری غلطی نہ کرو، ہو سکتا ہے کچھ بہتر ہو جائے۔''

وہ تلخی سے ہنس دی اور یہ سوچ کر رک گئی کہ کوئی دوسری غلطی نہ ہو جائے۔

''میں نے تم سے ایک لفظ نہیں کہا اور تم گھر چھوڑ کر جا رہی تھیں؟''

اگلے دن لیڈی مہر نے آنے کے بعد رات کو اسے اپنے کمرے میں اپنے سامنے بٹھا کر پوچھا۔

''ایک لفظ نہیں کہا یہی تو برا کیا......'' اس کا سر جھکا ہوا تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کمرے کی کس چیز پر نظریں ٹکائے۔

''نہیں امرحہ! کچھ برا میں نے بھی کیا......جہاں کچھ غلط ہوتا ہے وہاں صرف ایک انسان کی وجہ سے ہی نہیں ہوتا، کہیں

اس کے بڑوں کا بھی ہاتھ ہوتا ہے، کہیں اس کے ماحول کا اور کہیں اس فضا کا جو معاشرے میں رچی بسی ہوتی ہے۔''

''میں درخواست کروں گی کہ آپ ایسے نہ کہیں......''

''تمہارے دادا نے بات کی تھی مجھ سے، کہ وہ کون لڑکا ہے جسے امرحہ پسند کرتی ہے۔ جس کی ماں مسلمان نہیں ہے اور باپ کا اتا پتا نہیں۔ ان کا لہجہ اور انداز مجھے اچھا نہیں لگا۔ میرے بیٹے کے لئے کوئی ایسے بھی بات کر سکتا ہے مجھے دکھ ہوا جان کر۔ میں نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا، صرف اتنا کہا کہ وہ تم سے ہی اس سلسلے میں رابطہ کر لیں۔ میں جانتی تھی کہ بات آگے بڑھی تو ساری تکلیف پھر سے عالیان کو ہی اٹھانی پڑے گی اور میں یہ نہیں چاہتی تھی، اور یہ بھی نہیں چاہتی تھی جواب ہوا ہے۔ امرحہ! عالیان اپنی ماں کے لئے بہت حساس ہے۔ سب ہی بچے ہوتے ہی، پر جن کی ماؤں کے ساتھ وہ کچھ ہوا ہو، جو مارگریٹ کے ساتھ ہوا، وہ بچے بہت جذباتی ہو جاتے ہیں۔ تم نے مجھ سے اس کے ماضی کے بارے میں پوچھا اور میں نے صرف اس لیے کچھ نہیں بتایا کہ تم عالیان کی دوست ہو، کچھ بھی اس کے سامنے کہہ دیتیں یا کوئی اور بے وقوفی کر گزرتیں تو دکھ میرے بیٹے کو ہوتا۔ اس کا باپ ولید مسلمان ہے، جس نے مارگریٹ سے شادی کی پھر اسے بتائے بغیر چھوڑ کر چلا گیا۔ دکھ اور تکلیف کو اکیلی سہتی مارگریٹ اس کے لئے مر گئی۔ میں نے اس کی وہ حالت دیکھی تھی جب وہ ولید کو ڈھونڈتی پھرتی تھی، بالکل دیوانوں جیسی ہو گئی تھی وہ۔ ولید نے عالیان کو اپنا بیٹا ماننے سے بھی انکار کر دیا تھا اور مارگریٹ کے ساتھ اپنی آخری ملاقات میں اس نے مارگریٹ کو بہت برا بھلا کہا تھا۔ اسے بدکردار کہا، اس کے مذہب پر سوال اٹھائے۔ ولید اب عالیان کو بھی اپنے فائدے کے لئے ہی ڈھونڈ رہا تھا۔ اسے عالیان سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ وہ ایک خودغرض انسان ہے، میرے پاس مارگریٹ کی ایک ڈائری ہے جس کی آخری سطروں میں لکھا ہے۔

''میں دعا کرتی ہوں کہ عالیان کبھی اپنے باپ سے نہ ملے...... نہ جانے کیوں، لیکن مجھے خوف ہے وہ مجھ سے بدتر سلوک اس کے ساتھ کرے گا۔'' اس سطر نے مجھے پریشان رکھا اور وہی ہوا جس کا ڈر تھا عالیان بہت دکھی ہو گیا امرحہ......''

امرحہ سے زیادہ اب کون جان سکتا تھا کہ وہ کتنا دکھی ہو گیا تھا۔ اس نے تو اسے بہت قریب سے دیکھ لیا تھا۔

''اور اب عالیان ویرا سے شادی کرنا چاہتا ہے...... اس کی ذہنی حالت کے بارے میں اندازہ لگانا مشکل ہے......''

وہ ٹھیک کر رہا ہے۔'' اس نے فوراً کہا۔

''ہاں! شاید ٹھیک کرنے کی کوشش کر رہا ہے، خود کو بہلا رہا ہے، بھٹکا رہا ہے، سب یہاں وہاں کر رہا ہے...... دیکھو ایک انسان آیا اور میری ریاضت کو کھوٹا کر گیا۔'' وہ اپنی آنکھیں پونچھنے لگیں۔

''میرا عالیان...... میرا فرشتہ......''

کچھ دیر کمرے میں سکوت رہا۔

''بہرحال یہ تمہارا گھر ہے تم رہو یہاں۔ میں کل کی طرح آج بھی ویسی ہی ہوں۔ ماں ہوں نا اپنے بیٹے کے لیے، تمہارے ساتھ تھوڑی سخت ہو گئی۔ ایک ماں کو معاف کر دو۔''

''اس بات سے آپ نے مجھے بے مول کر دیا۔''

''میں نے تمہارے لیے عالیان کو سمجھانا چاہا لیکن شاید اس کا دل بہت سخت ہو گیا ہے۔''

''دل تو میرا سخت تھا۔'' سوچ کر وہ لیڈی مہر کا ہاتھ چوم کر اٹھ آئی۔

وہ چاہ کر بھی گھر نہ بدل سکی، لیکن ویرا کے آنے سے پہلے وہ اپنی ایک دوست کے فلیٹ میں عارضی طور پر چلی گئی۔ دو دن وہیں رہی۔

''تم وہاں کیوں گئی ہو؟ آن لائن بھی نہیں آتیں، میں فون کرتی رہی تم نے فون پر بات بھی نہیں کی۔'' ویرا واپس آ چکی تھی۔

''مریم نے مجھے چند دن اپنے ساتھ رہنے کے لئے کہا تو میں انکار نہیں کر سکی۔''

''آ جاؤ گھر، ایلکسی کی فلم دیکھیں گے۔''

''ٹھیک ہے میں چند دنوں تک آ جاؤں گی۔''

''تم ناراض ہو کہ میں نے تمہیں عالیان کو پرپوز کرنے کے بارے میں نہیں بتایا، میں نے سائی کے علاوہ کسی سے بات نہیں کی تھی۔''

''میں ناراض کیوں ہوں گی ویرا...... یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے۔''

''پھر بھی......'' ویرا بہت خوش لگ رہی تھی۔

''تمہیں ایسا نہیں سوچنا چاہیے، میں تمہارے لیے خوش ہوں۔ تم نے ایک اچھے انسان کا انتخاب کیا۔''

''پاپا نے کہا میں عالیان کو لے کر روس آؤں اور تمہیں بھی۔''

''ٹھیک ہے۔''

''میں نے پاپا کو تمہاری باتیں فل پرفارمنس کے ساتھ سنائیں اور وہ ہنس ہنس کر دیوانے ہو گئے۔ انہوں نے کہا یا امرحہ چند سال ہمارے پاس آ کر رہے یا ہمیں چند سال پاکستان میں اپنے ساتھ رکھے...... انہوں نے کہا میرے دل میں حسرت جنم لینے لگی ہے کہ کاش امرحہ میری بیٹی ہوتی...... معصوم اور فرشتہ سی...... ہاہاہا! دیکھو، انہیں اپنی بیٹی اب بری لگنے لگی ہے اور مجھے شیطان بھی کہہ رہے تھے، اور تمہارے لیے ایک پیغام دیا ہے کہ ایک چھوٹا لوہے کا شکنجہ خرید لو جہاں کہیں کارل نظر آئے اس کی ناک میں گاڑ دو۔''

ویرا شروع ہوئی تو بولتی ہی رہی اور وہ سنتی رہی۔ اچھا تھا کہ ساری گفتگو فون پر ہو رہی تھی، ورنہ فل پرفارمنس دینے پر بھی وہ صفر ہی رہتی۔

ایک بات امرحہ نے اپنے دل پر نقش کر لی تھی۔ ''اب وہ کسی کی بھی زندگی میں کوئی مسئلہ نہیں کرے گی۔'' اس نے سارے حساب نکال لیے تھے...... ویرا غلط تھی ہی نہیں...... نہ ہی عالیان، غلط بس وہ تھی۔ اس نے عالیان کو اپنی محبت کے بارے میں بتایا نہ ویرا کو۔ اب اسے ان دونوں سے شکوہ نہیں ہونا چاہیے۔

یہ باب یہیں بند کر دیا گیا اور آخری سطر میں ''سب ختم'' لکھا رہ گیا۔

وہ یونی ایسے جاتی جیسے یونی جا کر بھی یونی میں موجود نہ ہو۔ آنے والے دنوں میں اس کی آواز بھولی بسری داستان کی مانند ہو گئی اور پھر وہ ایسے موجود ہونے لگی کہ اپنی غیر حاضری کے ثبوت دینے لگی۔

اس نے خود کو گم کر لیا...... ایسے جیسے وہ قصہ پارینہ ہو۔ اسے دیکھ کر یہ یاد کرنا پڑتا کہ ہاں یہ وہی لڑکی ہے...... وہی لڑکی جو کبھی امرحہ تھی۔ وہ امرحہ رہی بھی اور نہیں بھی۔

سائی اکثر اس کے پاس آ جاتا لیکن اسے زیادہ بولنے پر مائل نہ کر پاتا۔ اب سائی بولتا اور امرحہ سنتی۔

مانچسٹر یونیورسٹی میں سب ٹھیک ٹھاک تھا۔ اس کے اندر...... اس کے باہر...... سب ٹھیک۔

ایک دن وہ اس کیفے گئی جہاں اسے پہلے جاب ملی تھی۔

''یعنی تم مجھے بھولیں نہیں، اس بار تم پورے دو مہینے بعد آئی ہو ملنے؟''

وہ مسکرا دی۔

''کتنا بدل گئی ہو تم مس اخروٹ......!''

''کیسے؟'' وہ مسکرا رہی تھی پھر بھی وہ کہہ رہے تھے کہ وہ بدل گئی ہے۔
''جب تم جاب حاصل کرنے آئی تھیں اور تم نے اپنے یونی فیلوز کا استعمال کیا تھا تو میں نے سوچا تھا کہ تم دنیا کو اپنے آگے لگا لینے کی طاقت رکھتی ہو، لیکن اب تمہیں دیکھ کر لگ رہا ہے کہ تم دنیا سے ہی بھاگنے کی تیاری کر رہی ہو......''
''آپ کے شہر نے مجھے بدل دیا۔'' کافی مگ کے کنارے پر انگلی پھیرتے اس نے کہا۔
''اگر یہ میرے شہر نے کیا ہے تو مجھے شکایت ہے مانچسٹر سے اور تمہیں مشورہ دوں گا کہ اپنے گھر لوٹ جاؤ اور پہلے جیسی بن کر آؤ۔''

''ایک بار گئی تو ہر چیز سے جاؤں گی نہ پہلے سی نہ بعد سی۔''
انہوں نے غور سے اس کی شکل کو دیکھا ''تمہارا مسئلہ شہر نہیں، تمہارا مسئلہ کوئی اور ہے اسے حل کرو مس اخروٹ......! دوبارہ آنا تو خود کو پہلے جیسا بنا کر آنا......''
کافی ختم کر کے وہ بے دلی سے اٹھ آئی۔ وہ سارے شہر میں تسلیاں ڈھونڈتی پھر رہی تھی۔ کوئی حکم، کوئی حکمت، کوئی خیر......کوئی تو......کچھ تو۔
اس نے دائم کو چیک دیا۔
''تم نے میری توقع سے جلدی پیسے اکٹھے کر کے دے دیئے ہیں، بلاشبہ تم نے کافی محنت کی، تم ایک اچھی اسٹوڈنٹ ثابت ہوئیں۔ تمہارے دونوں سمسٹرز کے رزلٹ بہت اچھے رہے۔ مجھے یقین ہے تم شاندار رزلٹ کی حامل ڈگری لے کر جاؤ گی۔ تم نے مایوس نہیں کیا ہمیں......ہمیں خوشی ہے کہ تم نے بہت کچھ کر دکھایا، ہمارا اسکالرشپ ضائع نہیں ہوا۔''
''شاید......'' اس نے مسکرائے بنا اتنا ہی کہا۔ اپنی تعریف اسے زہر لگ رہی تھی۔
''تمہیں آگے بھی پڑھنا چاہیے......ایم فل کے بارے میں کیا خیال ہے؟''
''ہاں میں اس بارے میں سوچ رہی ہوں۔'' یہ واحد مقصد تھا جو اس نے گھڑ لیا تھا۔
''یہ تو بہت اچھی بات ہے......تم چند سال اور یونی میں پڑھو گی، نوال کا ارادہ بھی ایم فل کا ہے۔''
''نہیں......اگر میں نے ایم فل کیا تو شاید کسی اور ملک سے کروں......شاید امریکہ سے......''
''مانچسٹر سے کیوں نہیں؟''
''کسی اور یونی سے کیوں نہیں؟'' اس نے مسکرانے کی کوشش کی۔
دائم اسے دیکھ کر رہ گیا اور اسے کہہ نہ سکا کہ پرانی امرحہ کو جہاں چھوڑ کر بھول آئی ہو۔ یاد کر کے اسے وہاں سے لے آؤ۔'' اسے یہ ملال بھی ہوا کہ کاش اس نے اسے یہاں نہ بلوایا ہوتا۔
رات آتی......دن نکلتا......پھر رات آ جاتی۔
ایک دوسرے کے دوست دشمن بنے دن رات ڈھلتے نکلتے رہے......زندگی اپنے تخت نشین بدلتی رہی۔

○......❖......○

وہ واپس آیا تو کارل اسے لنچ کے لیے لے گیا۔ اس نے مانچسٹر کے سب سے مہنگے ریسٹورنٹ کا انتخاب کیا اور سائی اور شاہ ویز کو بھی ساتھ لیا۔ یہ اس کی شاہ خرچی کی انتہا تھی۔ پھر کلب میں اس نے ان سب کو ناچ کر دکھایا اور انہیں دیوانہ اور ہنسنے پر مجبور کر دیا۔ وہ ہر مشہور ڈانسر کی نقل اتار رہا تھا۔ وہ ہاتھ سے ڈی جے کو اشارہ کرتا اور ڈی جے اس کا اشارہ فوراً سمجھ کر مطلوبہ میوزک لگا دیتا۔ اس رات اس نے ہر بڑے ڈانسر کو خراج نقل پیش کیا۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی وہاں موجود ہوتا تو ضرور کارل کو قتل کر کے قاتل بننا پسند کرتا۔
عالیان نے ایسے قہقہے لگائے جیسے اس سے زیادہ بے فکر انسان بھری دنیا میں اور کوئی نہیں، پھر وہ چاروں فلور پر کود

پڑے اور کلب انتظامیہ نے جانا کہ انہیں یقیناً اگلے دن ڈانس فلور کی مرمت کروانی پڑے گی۔
پھر کارل انہیں سلویا کی شیورلیٹ میں جو وہ اس سے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا مانچسٹر کی سڑکوں پر ایسے گھماتا رہا کہ ان کی پہچان ایسے ہو گئی کہ روڈ سائیڈ پر بنے ایک ریسٹورنٹ کے ملازم نے شیشے کے پار سڑک پر جھانک کر سوچا کہ ابھی ایک شیورلیٹ کار یہاں سے گزرے گی، جس میں بیٹھے یونیورسٹی کے چار مسٹنڈے چیختے چلاتے ہوئے گزریں گے۔ کارل نے یہ ثابت کر دکھایا کہ وہ کار کو بھی جہاز بنا کر اڑا سکتا ہے اور عالیان نے یہ ثابت کیا کہ ڈرائیونگ کرتے کرتے بھی وہ پائلٹ کے عہدے پر فائز ہو سکتا ہے۔
بس اخبارات اور ٹی وی میں خبر نہیں آئی باقی سب جان گئے ''شیورلیٹ اور وہ چار۔''
شور دل پر حاوی نہیں ہوتا پھر بھی وہ شور کا حصہ بن گیا۔ میلے تنہائی نہیں مٹاتے پھر بھی وہ میلے سجا کر بیٹھ گیا۔
عالیان...... وہ اِدھر اُدھر یہاں وہاں ہو گیا۔ اس نے اپنا کمرہ سجایا اور اپنی بچت سے پرانا سامان نکال کر نیا سامان خرید لایا۔ ہال کے ایک ایک اسٹوڈنٹ نے اس کا کمرہ دیکھ کر ''کمال'' کہا۔ بیڈ کے سامنے کی دیوار پر اس نے شیطان کا پوسٹر لگایا جو پہلے نہیں لگایا تھا...... ''کارل'' کا۔ ننھے فرشتے سائی کو اس نے دوسری دیوار پر جگہ دی اور بیڈ کی سائیڈ پر ماما مہر کا ایک نیا اسکیچ فریم کروا کر رکھا۔ مارگریٹ کے لئے وہ کوئی جگہ نہ ڈھونڈ سکا کہ وہ اسے کس حصے میں رکھے کہ اسے دیکھنے سے اسے خوشی ہوا کرے۔
وہ خود کو بدل رہا تھا...... یہ اس کا ماننا تھا...... ابتدا اس نے ان چیزوں سے کی اور وہ سب ایسے کرتا رہا جیسے کسی کو یہ سب دکھا رہا ہو...... کس کو......؟ اس نے یہ بیٹھ کر طے نہ کیا۔ اور عالیان 'ہارٹ بریکر' کے نام سے فریشرز میں مقبول ہو گیا۔ اس نے نئی آنے والی لڑکیوں کا جیسے دل ہی توڑ دیا، کیونکہ وہ اور ویرا جگہ جگہ ساتھ ساتھ دیکھے جانے لگے۔ چہل قدمی کرتے ہوئے، ساتھ ساتھ سائیکل چلاتے ہوئے، لان میں بیٹھے باتیں کرتے ہوئے، لائبریری میں ساتھ بیٹھ کر پڑھتے ہوئے اور کبھی کبھی ویرا اس کے کندھے پر سر رکھ دیتی تو کوئی نہ کوئی تصویر کھینچ کر سب کو ٹیگ کر دیتا اور پھر خوب گوسپ ہوتا۔ کبھی کوئی ایسی تصویر The Tab Manchester کا حصہ بھی بن جاتی، ایسے ہی کیمپس نیوز کے عنوان سے۔
اور ایک اور جوڑی فریشرز میں بہت مقبول ہونے لگی ''عالیان اور کارل کی'' ہفتے کی رات یا توار کے دن وہ کسی ایک یا زیادہ فریشرز کو بھگتا لیتے۔ سائیکلنگ اور سوئمنگ میں جیت جیت کر انہوں نے اتنے پیسے کما لیے کہ کرسمس کی چھٹیوں میں آرام سے کسی بھی ملک میں دس دنوں تک دو وقت کا اچھا کھانا کھا سکتے تھے۔
کسی بھی مقابلے کے دوران عالیان کا رویہ اتنا تند خو ہو جاتا جیسے جیتنا اس کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ بن چکا ہو۔ وہ معمولی چیزوں اور اشاروں کو اہمیت دینے لگا۔ ہال میں کبھی کبھار کے ہونے والے خود ساختہ تھیٹر میں وہ ہنسا ہنسا کر سب کو لوٹ پوٹ کر دیتا...... وہ کئی کام ایک ساتھ کرنے لگا تھا۔ جیسے اس کے پاس وقت کا نہ ختم ہونے والا ذخیرہ موجود ہو اور اپنی توانائیوں کو وہ کہیں بھی لگا دینا چاہتا ہو۔ پڑھائی کے علاوہ بھی اسے بہت کچھ سوجھنے لگا تھا۔ وہ بولتا تو خود کو روکنا نہ چاہتا...... خاموش ہوتا تو کبھی بول پڑنے پر مائل نہ دکھتا، ہنستا تو اس کے قہقہے کانوں کو پریشان کرتے۔ کہیں کھڑا ہوتا تو اپنے گرد مجمع اکٹھا کر لیتا اور اس کے چلنے پھرنے کا انداز ایسا ہو گیا کہ شاید وہ غصے میں آیا جاتا ہے...... اس میں تکبر نہ جھلکا، لیکن وہ شانِ بے نیازی کا قائل نظر آنے لگا۔ اس پر نظر اٹھتی، ٹھہرتی اور یہ سوچ پیدا کرتی ''کیا یہ عالیان ہے یا نہیں...... تو پھر عالیان کہاں ہے؟''
کئی فریشرز کو اس نے کوڑے دان میں بند کیا اور کتنوں کو اسٹور میں لاک کیا کہ گمان گزرنے لگا کہ وہ سنگدل ہو گیا ہے۔ جب وہ چپ ہوتا تو یہ گمان بھی گزرتا کہ کسی کے بارے میں وہ بے حسی سے سوچ رہا ہے...... کسی سے لڑ رہا ہے...... دلائل دے رہا ہے...... ثبوت مانگ رہا ہے، وہ جنگ کی حالت میں لگتا...... وہ دو بدو لڑتا ہوا بھی...... ڈھیر صورت شکست خوردہ

بھی......وہ اختتامیہ بھی لگتا اور شروعات بھی......

کتنی ہی علامتیں اس میں سر اٹھا کر کھڑی ہو گئیں جس میں سب سے نمایاں "میں تکلیف میں ہوں" تھی کتنے ہی اشارے اس کی سمت ابھر کر معدوم ہو جاتے جس میں سب سے نمایاں "مجھ سے دور رہا جائے" ہوتے۔

وہ ایک ایسے میدان کی صورت اختیار کر گیا جس میں جا بجا قبریں کھودی جا رہی ہوں، کہیں کسی گلستان کی آبیاری کی تیاری نہ کی جا رہی ہو، نہ اس کی اجازت لی اور دی گئی ہو۔ ایک دور افتادہ عمارت کی چھت سے رسے سے کودنے کا ٹاسک اس نے ایسے جیت لیا کہ کوئی اسے ہرانے کے بارے میں سوچ نہ سکا۔

ہاں ایسے وقتوں میں وہ بے رحم لگنے لگتا جیسے وہ ایسا گوریلا کمانڈو ہو جو بغاوت کا ارادہ باندھ چکا ہو۔ اس کی سائیکل سڑک پر ایسے دوڑنے لگی جیسے وہ کوئی میزائل ہو جسے ہدف کی طرف داغ دیا گیا ہو۔

اونچائی سے پانی میں الٹی چھلانگیں لگاتے اس نے اپنے ساتھ بے دردی کا رویہ اپنا لیا کہ کارل نے اسے روک کر پوچھا۔

"تمہارا دماغ کام کر رہا ہے نا......بس کرو۔"

وہ ہنس کر کارل کو پرے کرتا اور پھر سے شروع ہو جاتا۔ سب دوست بس اسے دیکھتے ہی جاتے۔ سائی زیر لب دعائیں دہراتا اور یہ دعائیں تب بھی دہرائی گئیں جب وہ دو اونچی پہاڑیوں پر تنی رسی پر چل رہا تھا۔

کارل پہلے ہی اس پار جا چکا تھا۔ انہیں سب سے کم وقت اسکور کرنا تھا۔ اور جب وہ رسی پر چڑھا تو اس نے حفاظتی بیلٹ کھول دیا......اور اونچائی سے نیچے جھانکا۔ کارل کے دماغ میں چھناکا ہوا، اگر اس کے دو پر ہوتے تو وہ اڑ کر اسے منہ میں دبوچ کر اس طرف لے آتا۔

وہ رسی پر چل رہا تھا، اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

وہ بہت بلندی پر تھے اس کی مدد کے امکان صفر تھے۔ ان سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ان سے اپنا سانس بحال رکھنا مشکل ہو گیا۔

"یہ پاگل کیا کرنے جا رہا ہے؟" کارل کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کیا کر گزرے۔

"میرا خیال تھا یہ ٹھیک ہو گیا ہے؟" سائی بڑبڑایا۔

وہاں آٹھ لڑکوں کا گروپ موجود تھا، تین فریشرز اور باقی وہ سینئرز، فریشرز نے اسے ایک چیلنج جانا کہ وہ انہیں کہہ رہا ہے کہ ایسے کر کے دکھاؤ تو تمہیں جانیں اور ان کا کوئی ارادہ نہیں تھا اس کے چیلنج پر بھڑکنے کا......وہ کھیلنے آئے تھے، جان پر کھیلنے نہیں اور وہ جان پر کھیلنے ہی آیا تھا......سب سے معمولی چیز "عالیان" کو وہ کہیں بھی اٹھا کر پھینک دینا چاہتا تھا۔

کارل اور سائی کو اس کی ذہنی حالت کے بارے میں ٹھیک ٹھیک اندازہ ہو گیا۔ وہ انہیں دھوکا دیتا رہا تھا اور وہ اس کے جھوکے میں آ گئے تھے......وہ اتنی اونچائی پر اکیلا کھڑا تھا اسے نیچے جا گرنے کا کوئی ڈر نہیں تھا۔

اس نے سب سے کم وقت اسکور کیا تھا......کارل نے اسے گریبان سے پکڑ لیا۔

"اگر تم مرنا چاہتے ہو تو مجھے بتاؤ، میں تمہیں گولی مارنے کا حوصلہ پیدا کر لوں گا......اس کے لئے تمہیں یہ سب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ اسے غصے کی زیادتی کی وجہ سے جھنجوڑ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے مار دو گولی......" اس نے سنجیدگی سے کہا اور جھانک کر نیچے دیکھا، اتنا اونچا آ کر بھی وہ کہیں بہت نیچے گرا ہوا ہی تھا۔

کارل نے اس کے جبڑے پر پوری قوت سے گھونسا مارا کہ اس نے منہ سے خون نکلنے لگا، وہ بھاگ کر رسی پر چڑھ گیا ور حفاظتی بیلٹ کھول دی۔

''اب دیکھو مجھے......اور یہ جانو کہ کیسے جان نکلتی ہے۔''
عالیان نے اپنے لب بھینچ لیے اور اسے افسوس ہوا......کارل بے دردی سے رسّی پر چل رہا تھا جیسے اسے بھی اپنی جان کی پروا نہیں......لیکن عالیان کو اس کی پروا تھی......وہ محسوس کر رہا تھا کہ پہاڑ اس کے پیروں تلے سے کھسک رہا تھا۔
فریشرز کھڑے ان دونوں کی شکلیں دیکھ رہے تھے......سائی پھر سے زیرِ لب دعائیں پڑھنے لگا تھا اور عالیان کارل سے اپنی نظریں نہیں ہٹا پا رہا تھا۔
''ہاں یہ ٹھیک ہے، جان اس وقت نہیں نکلتی جب اپنی جان نکلتی ہے...... جان اس وقت نکلتی ہے جب اپنے کسی جان سے پیارے کی جان نکلتی ہے۔ اور اس نے یہ جانا کہ ہم اپنے پیاروں کی جانوں کے حق دار ہیں اپنی نہیں۔'' اس نے بے بسی سے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا کہ اتنا کچھ جان لینے پر بھی وہ جان لینے والوں جیسا کیوں نہیں ہو رہا......

○......❖......○

عالیان اور ویرا کی جو تصویریں اِدھر اُدھر گھومتی تھیں وہ امرحہ کی نظروں سے بھی گزر ہی جاتی تھیں۔ شیزا تو خاص اسے وہ تصویریں بھیجتی تھی۔ وہ ان تصویروں کو دکھ سے دیکھتی نہ غصے اور حسد سے۔ وہ عالیان اور ویرا کی تصویریں ہوتیں اور وہ دونوں ہی اسے پیارے تھے۔ ہاں کبھی کبھی ان تصویروں کو دیکھتے اسے سانس لینے میں مسئلہ ہوتا اور ایک بار اس نے محسوس کیا کہ جسے ہم سارے کا سارا اپنا سمجھتے ہیں وہ سارے کا سارا کسی اور کا ہو جائے تو ایسا لگتا ہے کوئی ہمارے ٹکڑے کر کے چیل کوؤں کو کھلا رہا ہے اور ہمیں دکھا بھی رہا ہے کہ دیکھو کیسا لگتا ہے۔
اس نے عالیان کے پاس جانے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ نہ اپنی غلطی کی معافی مانگنے کی، وہ اسے اپنی صورت ہی نہیں دکھانا چاہتی تھی کہ اسے پھر سے تکلیف ہو۔ اس نے ایک خط لکھ کر سائی کو دے دیا تھا کہ وہ اس کے پاکستان جانے کے بعد عالیان کو دے دے۔ خط میں اس نے اپنی غلطیوں کی معافی مانگی تھی اور کچھ نہیں......
ان ہی خزاں رسیدہ دنوں میں اس کا سامنا پال سے ہوا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ خاص اس سے ملنے آیا ہو۔ اس سے پہلے بھی اس کا اس سے سامنا ہوتا رہا تھا لیکن وہ راستہ بدل لیتی تھی۔
''میں اب تم سے معذرت کرنے کے قابل ہو سکا ہوں۔'' اس نے مسکرا کر دوستانہ انداز میں کہا۔ اس کے پہلے ہی جملے پر امرحہ حیران رہ گئی۔ وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔
''مجھے حقیقتاً اب افسوس ہوا ہے کہ میرا ردِعمل کس قدر غلط تھا۔ میں نے تمہیں نقصان پہنچانا چاہا بدلے میں تم نے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا۔ تم نے یہ ثابت کر دیا کہ تم بہرحال مجھ سے بہتر انسان ہو......امرحہ! مجھے یہ جلد ہی معلوم ہو گیا تھا کہ وہ پیغامات تم مجھے پوسٹ کرتی رہی ہو۔''
امرحہ ذرا سا چونکی۔ اس واقعے کے بعد امرحہ اسے پیغامات پوسٹ کرتی رہی تھی۔ وہ ہفتے میں دو بار ایسا کرتی، وہ باقاعدگی سے لیٹر اسے ٹائپ کر کے بھیجتی رہی۔
''شروع کے پیغامات چھوڑ کر میں نے بعد میں آنے والوں کو ذرا توجہ سے پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ پھر میں نے ان پر سوچنا شروع کر دیا اور پھر میں ان سے متاثر ہونے لگا۔ ان میں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی تھی کہ عام سمجھ بوجھ والے انسان کو اچھی نہ لگے۔ چند ماہ پہلے میں نے مذاہب پر کچھ کتابیں لے کر پڑھیں اور مجھے معلوم ہوا کہ ان میں سے ایک کتاب میں وہ لکھا تھا جو تم مجھے لکھ کر پوسٹ کرتی رہی تھی۔''
''میں تمہیں قرآن کی آیتیں لکھ کر بھیجتی رہی تھی۔''
''معلوم ہو گیا ہے مجھے، تم نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ میں متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا...... کیا تم مجھے برا انسان

سمجھنا چھوڑ سکتی ہو امرحہ۔"

امرحہ مسکرا دی۔

کچھ دیر اور باتیں کر کے جب پال چلا گیا تو امرحہ کو لگا جیسے وہ کسی امتحان میں پاس ہو گئی ہے۔ چلو اس کے ہاتھ کوئی تو کامیابی آئی۔ اس واقعے نے اس کے اندر یہ احساس پیدا کیا کہ عقل اور سوجھ بوجھ سے کیے گئے عمل بے کار نہیں جاتے، عقل کرشمہ ساز ہے اور یہ معجزوں کی رتھ کی سوار ہے۔

"سائیکل پر جایا کرو نا یونی، تم تو سائیکل کو بھول ہی گئیں۔" سادھنا رات کو اس کے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔

"دل نہیں چاہتا سائیکل چلانے کو۔" وہ پڑھ رہی تھی۔

"تمہارا تو اب زبان ہلانے کو بھی دل نہیں چاہتا۔" سادھنا نے اسے ہنسانا چاہا۔

"میری زبان نے بہت کمالات دکھائے ہیں نا اس لیے۔" اس نے ہنس کر کہا لیکن بات مذاق نہیں تھی۔

"اگر انسان سے غلطی نہ ہو تو وہ انسان نہ ہو۔"

"اگر غلطیاں ہی ہوتی رہیں تو بھی وہ انسان نہ ہو۔" اس نے سر اٹھا کر کہا۔

اس کے انداز پر سادھنا خاموش ہو گئی اور کچھ دیر ٹھہر کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

اگلے دن یونیورسٹی سے وہ ہسپتال آ گئی کارل کا معمولی سا ایکسیڈنٹ ہوا تھا، ایک امیر زادے کی کار کے ساتھ اور کارل نے سڑک پر چلا چلا کر ایسے ہنگامہ کیا جیسے اس کی ساری ہڈیوں کا ڈھانچہ چور چور ہو چکا ہو۔ وہ خود کو اس امیر زادے کے خرچ پر پرائیویٹ ہسپتال تک لے آیا تھا اور مزے کر رہا تھا ویسے اسے چلنے میں تھوڑا بہت مسئلہ تھا۔

امرحہ دو دن بعد اس کے پاس جانے کا فیصلہ کر سکی اور کاؤنٹر پر اس کے بارے میں پوچھا تو کاؤنٹر پر موجود دو لڑکیوں نے اسے ذرا گھور کر دیکھا اور پھر ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔

"تم دوست ہو اس کی......" ایک نے منہ بنا کر پوچھا۔

امرحہ نے سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے...... ویسے زیادہ دیر تک ہسپتال میں رہنا ٹھیک نہیں ہوتا...... کتنا اچھا ہو اگر وہ تم سب کے ساتھ یونیورسٹی جوائن کر لے...... دو دن بہت زیادہ دن ہوتے ہیں ہاسپٹل میں قیام کے لیے۔" جس نے منہ بنایا تھا اس نے زبردستی مسکرا کر کہا۔ امرحہ اس کی بات سمجھ نہ سکی۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم اپنے دوست سے کہو کہ وہ جلد ہی ہسپتال سے ڈسچارج ہو جائے...... یہ اس کی صحت کے لئے اچھا ہوگا۔" دوسری نے ذرا مسکرا کر کہا۔ "اور دوسروں کی صحت کے لئے بھی۔" پہلی کا منہ پھر سے بن گیا۔

امرحہ کارل کے کمرے کی طرف بڑھ گئی اور اپنی پشت پر پہلی کی آواز سنی۔

"پتا نہیں ڈاکٹر کب ڈسچارج کریں گے اسے؟"

"جب ہسپتال کا اسٹاف ہسپتال کے کمروں میں شفٹ ہو جائے گا تب۔" دوسری فوراً بولی۔

امرحہ اس کے کمرے میں آئی تو اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس کا خیال تھا عالیان اپنی جاب پر ہوگا، پر وہ سامنے ہی بیڈ کے ایک طرف ہی کھڑکی کی چوکھٹ میں بیٹھا نوٹ پیڈ پر کچھ بنا رہا تھا۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر سب نے سر اٹھا کر اس کی سمت دیکھا...... عالیان نے بھی......

وقت جن پروں پر اڑ کر آیا تھا، وہ پر اس نے وہیں جلا دیے۔

وہ وہیں کھڑی رہ گئی اور فیصلہ نہ کر سکی کہ اندر جائے یا باہر نکل آئے۔

"آہا...... امرحہ...... آجاؤ...... پہلے یہ بتاؤ، خالی ہاتھ تو نہیں آئی ہو نا؟" کارل بیڈ سے اچھل کر کھڑا ہوا اور لپک کر اس

کے قریب آیا۔

سائی اور شاہ ویز مل کر دیوار پر ایک پوسٹر لگا رہے تھے جس پر لکھا تھا "جلدی ٹھیک ہو جاؤ کارل......اور وہ جلدی کبھی نہ آئے۔" پوسٹر پر لاتعداد دستخط موجود تھے جو یقیناً ہال میٹس اور یونی فیلوز نے کیے تھے۔

شاہ ویز اور سائی نے بھی اسے دیکھ لیا تھا اور خیر مقدمی انداز سے مسکرا دیئے تھے۔

"لاؤ اب یہ چاکلیٹس مجھے دے دو۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر اس سے چاکلیٹ کا ڈبا تقریباً چھین ہی لیا اور انہیں بیڈ کی سائیڈ پر رکھے ایک باکس میں ڈال کر اسے لاک کر دیا اور چھوٹی سی چابی منہ میں دبا لی۔ امرحہ کے تاثرات سے وہ سمجھ گیا کہ وہ اسے بیمار نہیں سمجھ رہی اور وہ اپنی لائی چاکلیٹس واپس ہی نہ مانگ لے اس نے کراہنا شروع کر دیا اور اپنی زخمی کہنی اور پیر آگے کر کے دکھایا۔

"نہیں......نہیں میں بیمار ہوں، یہ دیکھو۔"

عالیان نے ایسے ظاہر کیا جیسے کمرے میں کوئی آیا ہی نہیں اور وہ پنسل کے ساتھ نوٹ پیڈ پر مصروف رہا۔

"میں دو دن تکلیف سے تڑپتا رہا اور تم اب آ رہی ہو امرحہ؟" کارل نے دانت نکال کر کہا۔

"امرحہ! جاتے جاتے ہسپتال اسٹاف کی خبر گیری بھی کرتی جانا ان کا بھی یہی کہنا ہے کہ وہ دو دن تکلیف سے تڑپتے رہے۔" شاہ ویز نے کہا۔

"تم کب تک رہو گے یہاں؟" امرحہ نے پوچھا۔

"جب تک ٹھیک نہیں ہو جاتا۔"

"لیکن تم تو مجھے ٹھیک ہی لگ رہے ہو......"

"نہیں میں ٹھیک نہیں ہوں نا!" اس نے آنکھ مار کر کہا۔

تھوڑی دیر بیٹھ کر امرحہ اٹھ آئی۔ سائی امرحہ کے ساتھ باہر تک آیا اور اسے ہمدردی سے دیکھنے لگا جو کمرے سے باہر تک عجیب حالت میں چلتی آئی تھی۔

"تم بیٹھی ہی نہیں، آ جاؤ واپس چلتے ہیں۔ کارل اتنے مزے مزے کے لطیفے سنا رہا ہے نرسز کے بارے میں......اور تمہیں پتا ہے ہسپتال کے رومز سے بھی کھانے پینے کی چیزیں غائب ہونا شروع ہو گئی ہیں اور مجھے نہیں معلوم تھا کہ نرسز بھی ایسے چلا سکتی ہیں۔ میرے سامنے ایک نے چلا چلا کر ہسپتال سر پر اٹھا لیا۔ اس کی کلائی پر جو کیڑا چپکا تھا وہ اترنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ وہ بے چاری اسے ایک انجکشن لگانے آئی تھی رات کو......کون تھا جو اپنے روم سے نکل کر اس نرس کو نہیں دیکھ رہا تھا۔"

سائی نے اسے ہنسانے کے لئے یہ سب کہا تھا اور اس کا دل رکھنے کو وہ ہنس دی اور چلی آئی۔ اور اندر عالیان کارل کا لنگڑا اسکیچ بنا چکا تھا اور اس کے زخمی ہاتھ میں ایک عدد چاکلیٹ کا ڈبا بھی تھما دیا تھا......اور کارل کی آنکھیں......کوئی دیکھتا تو عالیان سے پوچھتا......یہ کون سا کارل ہے جس کی آنکھیں اتنی سیاہ ہیں......اتنی سیاہ کہ ان میں جھانک کر مشرق کی ساری رمزیں بوجھی جا سکتی ہیں......سارے قصے کہانیاں پڑھی جا سکتی ہیں اور جو اتنی محفوظ ہیں کہ ان میں اتر کر سارے دروازے بند کر کے قید ہو جانے کو جی چاہتا ہے۔ ایسی پناہ گاہیں جو زمین کو میسر نہیں، ان کے مالک ہونے کا اعزاز صرف ایک انسان ہی پا سکتا ہے......

ایسا انسان جس کے ساتھ لفظ "محبت" جڑا ہو......

عالیان کی پنسل آنکھوں کی پتلیوں کو اور سیاہ کر رہی تھی اور وہ یہ جانتا نہیں تھا کہ وہ یہ کر کیا رہا ہے۔

○......❖......○

فریشر میں سے ایک لڑکی ایما کے ساتھ کارل کی دوستی اتنی بڑھ گئی کہ لڑکی کو کارل کو پروپوز کرنا پڑا اور کارل نے یہ اعزاز آخر حاصل کر ہی لیا کہ کوئی اسے بھی پروپوز کر سکتا ہے۔ لڑکی کا تعلق لندن سے تھا اور وہ کسی ہال میں رہنے کے بجائے ایک بہت بڑے گھر میں رہ رہی تھی۔ یعنی وہ اتنی امیر تھی۔

یونی فیلوز کو کارل کی قسمت پر رشک آیا اور لڑکی کی قسمت پر افسوس ہوا، پھر انہی یونی فیلوز کو لڑکی کی قسمت پر رشک آیا اور کارل کی قسمت پر افسوس بھی نہ ہوا۔

کارل نے کوشش کی تھی کہ وہ ایک عام انسان بن کر رہے، لیکن صرف ایک دن وہ عام انسان بنے رہنے سے چوک گیا۔ ایما کی برتھ ڈے پارٹی پر جس میں لندن سے آیا اس کا خاندان بھی شریک تھا۔ اس نے کچھ ایسے پرانک (مذاق) کر ڈالے کہ سب دنگ رہ گئے کہ پرانک اور دہشت گردی میں کوئی تمیز نہیں کیا......؟ ان میں سب سے معمولی اور بے ضرر پرانک صرف اتنا سا تھا کہ اس نے سرخ کارپٹ پر نظر نہ آنے والی ڈوری کی بارودی سرنگ بچھا دی جس سے پیر نہیں الجھتے...... پھر اس نے ڈوری کے سرے کو آگ دکھا دی...... اور وہ ڈوری کسی چھلاوے کی طرح سانپ بنی، پھلجھڑی کی طرح کارپٹ پر رقص کرنے لگی...... مہمانوں کو سمجھ نہیں آئی کہ وہ بھاگ کر کہاں جائیں ہر طرف اس پھلجھڑی کا جال بچھا بھڑک جاتا۔ یہ سب سے معمولی اور بے ضرر پرانک تھا...... باقی کے معمولی اور غیر اہم پرانک...... بقول مہمان ''خدا کی پناہ۔''

بس اتنی سی بات تھی اور ایما نے اس کے منہ پر انگوٹھی دے ماری کہ وہ ایک دیوانہ انسان ہے...... انگوٹھی سائی نے کیچ کی اور الفاظ عالیان نے یاد کر کے باقی کے ہال میٹس کو سنائے...... شاہ ویز نے نیلا گاؤن پہن کر ایما بن کر...... سانحے کی ہو بہو نقل اتار کر دکھائی اور ہال میں ''ایما برتھ ڈے پارٹی'' کے عنوان سے ڈرامہ تھیٹر کیا گیا۔ جس نے تھیٹر ڈراموں کی تاریخ کو بدل ڈالا اور سب کامیڈی ڈراموں کا ''باپ ڈراما'' ہونے کا خطاب حاصل کیا۔ ایما تو پاگل تھی کارل تو صرف اس کی برتھ ڈے پارٹی کو یادگار بنانا چاہ رہا تھا۔

''یادگار......''

ویرا کے لئے وہ یادگار لمحہ تھا...... ان سب کے مشترکہ دوستوں کی برتھ ڈے پارٹی تھی جس میں ان دونوں نے گانا گایا تھا۔ اس نے عالیان کو روسی گیت کی مشق کروائی تھی اور وہاں موجود سب لوگوں کا ماننا تھا کہ اس سے بہترین گانا انہوں نے پہلے نہیں سنا، پھر ویرا جب اکیلی گٹار پر گانا گانے لگی تو دور کونے میں کھڑے ہو کر عالیان اسے دیکھنے لگا۔ اس کا عکس پانی کی طرح جھلمل کر رہا تھا۔ بن اور مٹ رہا تھا، ٹھہر نہیں رہا تھا۔

''ویرا ایک اچھی لڑکی ہے۔'' اس نے خود سے کہا، خود کو یاد دلایا۔

اس کی صورت بن اور بگڑ رہی تھی جو اچھی بات نہیں تھی...... اسے تو نقش ہو جانا چاہیے تھا۔

اس نے ویرا کے پاپا سے کئی بار بات کی تھی۔ وہ اس سے اس کی دلچسپیوں کے بارے میں پوچھتے اور اس سے بات کر کے بہت خوش ہوتے۔

ماما مہر ہفتے میں دو بار اس سے مل کر جاتیں۔ اور وہ کسی ریسٹورنٹ یا ہوٹل میں ڈنر کر لیتے۔ فلم دیکھنے چلے جاتے، پہلے ماما مہر نے اسے چھپا کر رکھا ہوا تھا کہ ولید کے آدمی اس تک نہ پہنچ جائیں اب اس احتیاط کی ضرورت نہیں تھی۔ ولید کے آدمی اب بھی اس کے پاس اسے مختلف بہانوں سے منانے آئے تھے اور وہ ان سے بہت اچھی طرح سے نبٹتا تھا۔

اور ایک بار وہ سیکرٹ روم بھی گیا۔ وہ سمجھ نہیں سکا کہ وہ وہاں کیوں آیا ہے۔ اس نے ایسے ہی دیواروں کو دیکھا اس کی نظروں نے کچھ ڈھونڈنا چاہا۔ امر جہ کی لکھائی پر اس کی نظریں ٹھہر گئیں اور اس نے نظریں پھیر بھی لیں۔ تو پھر وہ وہاں کیوں آیا تھا؟ اس نے کاغذ پر چند سطریں لکھیں۔

''ویرا ایک اچھی لڑکی ہے...... بہت اچھی لڑکی۔'' وہ کاغذ کو گھورتا رہا، کیا اسے یہ لکھنا تھا...... ہاں...... پر یہی کیوں......؟

''میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ میرے دل کی وسعت کہاں کھو گئی ہے..... میں ظالم ہوں یا مظلوم..... میں اچھا کر رہا ہوں یا میرے ساتھ برا ہو رہا ہے۔''

دوسرے کاغذ پر لکھ کر اس نے دیوار کے ساتھ چپکا دیا اور مانچسٹر کی حدود سے دور نکل گیا۔

شام نے اپنا پیراہن رات کے حوالے کیا۔

رات تین بجے کے قریب وہ ایک دم سے اٹھی اور بستر ایسے چھوڑا جیسے قیامت آگئی ہو۔ کوٹ اور جوتے اس نے کیسے پہنے اسے معلوم نہیں ہوا اور وہ کمرے سے باہر بھاگی اور بیرونی دروازے کو پار کیا جو اَن لاک تھا۔ اور تیزی سے شیڈ کی طرف بڑھی اور اپنی سائیکل نکالی۔ ابھی وہ اس پر بیٹھ کر اسے اڑاتی کہ سادھنا کی آواز اس کے پیچھے سے آئی۔

''امرحہ..... کہاں جا رہی ہو؟''

وہ پسینہ پسینہ ہو چکی تھی اور سانسیں قابو میں نہیں رہی تھیں..... اس نے سادھنا کی طرف دیکھا..... پھر خود کو، اور سائیکل کو.....''Anselm'' ہال میں آگ لگی ہے.....'' آنسو الفاظ سے پہلے نکلے۔

''تمہیں کس نے بتایا؟'' سادھنا اس کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی اور ہاتھ سے اس کے آنسو صاف کرنے لگی۔

''مجھے.....؟'' اب وہ چونکی اور یاد کرنے لگی۔

''ہاں..... کس نے بتایا..... سائی نے یا کارل نے؟''

وہ خاموش سادھنا کو دیکھتی رہی پھر سائیکل کو واپس رکھا اپنے گال رگڑے اور گھر کے اندر کی طرف قدم بڑھا دیئے۔

اس نے خواب دیکھا تھا یا کچھ اور تھا، اس نے ہال میں آگ لگی دیکھی تھی۔ سادھنا کے سامنے وہ شرمندہ سی ہو گئی۔

''بتاؤ امرحہ تمہیں کس نے بتایا؟'' سادھنا نے اس کا شانہ ہلایا۔

''کسی نے نہیں..... میرا وہم تھا شاید۔''

سادھنا بہت دیر تک اسے دیکھتی رہی۔ ''امرحہ! ہال میں واقعی آگ لگی تھی، ابھی دس منٹ پہلے ویرا مجھے بتا کر اس طرف گئی ہے۔ سب ٹھیک ہیں وہاں.....''

سادھنا نے اس کا گال چھو کر کہا۔

''تو ویرا جا چکی ہے۔'' وہ واپس اپنے کمرے میں پلٹ آئی اور ان دعاؤں کو دہرانے لگی جو تا عمر اسے عالیان کے لئے دہراتے رہنا تھیں۔ پھر اس نے سائی کو فون کیا اور احوال پوچھا وہاں سب ٹھیک تھا، حادثاتی آگ تھی جس پر قابو پا لیا گیا تھا۔

امرحہ نے فون بند کر دیا تو سائی عالیان کے پاس آیا۔

''کسی نے امرحہ کو آگ کے بارے میں نہیں بتایا تھا لیکن اسے معلوم ہو گیا۔ اگر فون پر تم اس کی آواز سن لیتے تو کانپ جاتے، عالیان! تم اسے خود سے الگ ہی رکھو لیکن اسے ناپسند نہ کرو..... اسے ایک ایسے شخص کا مشورہ مان کر اس پر عمل کر لو، جس نے اب تک کی عمر میں سب سے صرف بے لوث محبت کرنا ہی سیکھا اور سکھایا ہے۔'' سائی اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

عالیان کی آنکھوں کی پتلیاں جھلملا گئیں اور وہ سائی کے پاس سے اٹھ آیا۔ غصہ، انا، دکھ، پچھتاوا، بے رحمی، وہ ان سب کا ملغوبہ بن گیا تھا۔ وہ آج جو بن گیا اس نے ایسا بننے کے بارے کبھی نہیں سوچا تھا۔ اب تک جو اس کے ساتھ ہو چکا تھا۔ اس نے یہ بھی نہیں سوچا تھا کہ اس کے ساتھ ہو گا۔ وہ بیک وقت ایک رحم دل اور بے رحم انسان بن گیا۔ ظالم اور معصوم، جلد باز اور صابر، ذہین اور سودائی..... آسان اور مشکل۔ وہ اپنی ذات کی بھول بھلیوں اور اپنے فیصلوں کے گرداب میں پھنس چکا تھا، وہ اب ایک ایسے شخص کی کہانی بن گیا جس کے پاس سب ہوتا ہے بس اپنا آپ ہی نہیں ہوتا، جو سب کچھ ڈھونڈ نکالتا ہے سوائے اپنے۔

ہارٹ راک میں ایک رات اس کی نظر ایسی لڑکی پر ٹھہر گئی جس نے سرخ رنگ کی فراک پہن رکھی تھی اور بالوں کو کھلا

چھوڑ رکھا تھا۔ وہ ڈانس فلور پر ایسے ناچ رہی تھی، جیسے کوئی اور بھی اس کے ساتھ ناچ رہا ہے۔ کسی نے اس کا ہاتھ پکڑ رکھا ہے، کوئی اسے بانہوں میں تھام کر گھما رہا ہے۔ آس پاس والوں نے اسے پہلے لڑکی کا ایک مذاق سمجھا پھر اس کی سنجیدگی اور کمالِ فن دیکھ کر انہوں نے مذاق کا پہلو ترک کر دیا۔

ڈانس فلور پر باقی سب رک کر پیچھے ہو گئے اور وہ اکیلی ویسے ہی محوِ رقص رہی، جیسے اس کا محبوب اس کے ساتھ محوِ رقص ہے۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر کمال معصومیت۔ لڑکی کے انداز میں ایسی بے خودی تھی کہ گمان ہوتا تھا کہ وہ کسی نہ نظر میں آنے والے وجود کے ساتھ موجود ہے۔ سب اسے بہت فرمت کے ساتھ دیکھ رہے تھے اور کوئی یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ رقص روک دے۔ ایسے رقص قسمت سے ہی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ سب نے اپنی حرکات کو جامد کر لیا کہ مبادا کوئی آواز ہو اور وہ چونک جائے۔

کچھ دیر گزری، اس نے آنکھیں کھولیں۔ اسے احساس ہوا کہ وہ کیا کرتی رہی ہے، لیکن وہ شرمندہ نہیں ہوئی بلکہ وہ مسکرائی جیسے "ملاقات محبوب" تمام ہوئی...... "بخوشی"......اور وہ ڈانس فلور سے ہٹ گئی۔

وہاں موجود ایک شخص اس کی کیفیت کو سمجھنے کا دعویٰ کر سکتا تھا۔ وہ شخص عالیان تھا۔ کچھ دن پہلے وہ کیفے کے اسٹور میں آیا تھا اور اسٹور میں آ کر باہر جانا بھول گیا تھا۔ وہ فرش پر بیٹھ گیا اور کتنا ہی وقت گزار دیا وہ تب چونکا جب اس کا فون بجا۔ ویرا نے اسے کچھ نوٹس کے بارے میں پوچھنے کے لئے فون کیا تھا۔

ویرا کی آواز اسے واپس لے آئی اور وہ اس سے خائف نہیں ہوا۔ ویرا سے زیادہ سمجھ دار لڑکی اس نے اب تک نہیں دیکھی تھی۔ اس کا دل بہت بڑا تھا۔ وہ جلد برا نہیں مانتی تھی۔ اس کی باتیں سننے میں مزا آتا تھا۔ اس کے ساتھ چلتے اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ وہ دل دکھانے والوں میں سے ہرگز نہیں تھی، اس نے ایک بار اسے بادام کیک بنا کر کھلایا تھا اور وہ بے چاری خاموشی سے کھا گئی تھی۔ بچے ہوئے آخری ٹکڑے کو کھانے پر عالیان کو معلوم ہوا کہ اس نے اس سے بدمزہ کیک ساری زندگی نہیں بنایا ہوگا۔

اور امرحہ نے بادام کیک بنانا سیکھ لیا تھا۔ اس نے وہ کیک سادھنا کے لیے بنایا تھا اس کی سالگرہ کے لیے۔

سادھنا اس کا اتنا خیال رکھتی تھی اسے بھی کچھ اس کے لیے کرنا چاہیے تھا۔ ویرا نے اخبار کے دفتر باقاعدہ جاب کر لی تھی اور وہ کافی مصروف رہنے لگی تھی۔

امرحہ کا خیال تھا ویرا ایک بہت اچھی صحافی بن سکتی ہے۔ ویرا اسے اپنے آفس بھی لے کر گئی تھی اور وقت نکال کر وہ اسے اپنی سائیکل پر بٹھا کر مانچسٹر گھماتی رہتی تھی اور ایک بار وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر چہل قدمی کرنے لگی۔

امرحہ کا دل افسوس سے بھر گیا۔ سائی ٹھیک کہتا ہے۔

سب اس کے ساتھ کتنے اچھے ہیں یہ وہ اندازہ بھی نہیں کر سکتی اور اگر وہ ویرا کو بتا دے کہ عالیان اس کے لیے کیا ہے تو ویرا شاید بہت آرام سے عالیان کو پہچاننے سے ہی انکار کر دے۔ لیکن اب اس کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی تھی۔

عالیان کے باپ کی آمد سے ویرا واقف ہو چکی تھی، لیکن اسے کسی نے یہ نہیں بتایا تھا کہ امرحہ نے وہ سب کیا تھا۔ اسے بہت اوپر اوپر کی عام سی باتیں معلوم ہوئی تھیں۔ سادھنا، کارل، سائی، لیڈی مہر، کسی نے دوبارہ کسی کے سامنے بھی اس واقعے کا ذکر نہیں کیا تھا۔ عالیان امریکہ گیا تھا تو ویرا کو ہی معلوم تھا کہ وہ ماما مہر کو لے کر شارلٹ کے گھر گیا تھا۔

عالیان اور ولید البشر کی ملاقات کیسی رہی۔ اس نے یہ بھی معلوم کرنا نہیں چاہا تھا۔ لیڈی مہر نے بس اسے اتنا کہہ دیا تھا کہ عالیان سے اس بارے میں کوئی بھی بات نہ کرے اور اس نے ایسا ہی کیا۔

O.......❖.......O

ویرا سے بہت کم ملاقات ہو پاتی تھی اس کی۔ رات کو وہ بہت دیر سے واپس آتی اور یونی میں وہ اس کے ڈیپارٹمنٹ

جا نہیں سکتی تھی۔ ویرا کی اسٹڈی لمف تھی تو اسے لائبریری سے ہی فرصت نہیں ملتی تھی۔

امرحہ نے پہلی بار کے تجربے کے بعد، وقت سے پہلے اپنی اسائنمنٹ بنانا سیکھ لیا تھا۔ ویسے بھی اس کے پاس پڑھنے کے علاوہ اور کام ہی کیا تھا۔ یونی میں اس کے بہت سے دوسرے ڈیپارٹمنٹس کے دوست اسے ڈھونڈتے اس کے پاس آتے کہ وہ کہاں گم ہے، نظر کیوں نہیں آتی اور اس کے ایشین فلیگ نے لہرانا کیوں چھوڑ دیا ہے...... اور اس کی سائیکل کسی کو آج کل گرا کیوں نہیں رہی...... اور اب ریس کب ہوگی کارل کے ساتھ...... بلکہ اب تو فٹ بال میچ ہونا چاہیے۔

کارل کے ساتھ اس کی سائیکل ریس اتنی مقبول ہوئی تھی جیسے اس نے ورلڈ سائیکلسٹ کا میڈل جیت لیا ہو۔ بہت بڑی تعداد آئی تھی اسٹوڈنٹس کی ریس دیکھنے۔ وہ سب امرحہ کو سپورٹ کرنے آئے تھے۔ اتنی اہم تھی امرحہ ان کے لیے...... اور اب بھی وہ اسے اپنی پارٹیز میں بلانا نہیں بھولتے تھے۔ دائم نے نوال کی برتھ ڈے پارٹی پر اسے بلایا، لیکن وہ بار بار کے اصرار پر بھی نہیں گئی۔ اخبارات میں ویرا کے آرٹیکلز دھڑا دھڑ آ رہے تھے۔ وہ ان آرٹیکلز کو پڑھتی اور ان کے تراشے کاٹ کر اس نے ایک فائل بنانی شروع کر دی۔ اسے یہ سب پاکستان اپنے ساتھ لے کر جانا تھا۔ اب حقیقت میں وہ ویرا کو اپنے دل کے بہت قریب محسوس کرتی تھی۔ ایک ایسی دوست جو اسے اب تک کی زندگی میں نہیں ملی تھی۔ اس نے کارل کو چھرا لگوایا کہ امرحہ ہر حال میں جیت جائے...... ویرا کے لیے اس کی جیت اتنی خاص تھی...... وہ فہرست بناتی تو تھک جاتی جو جو کچھ ویرا نے اس کے لیے کیا تھا۔ وہ اسے اپنے ساتھ روس لے جانا چاہتی تھی، اسے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنا چاہتی تھی۔

اور امرحہ واقعی میں اب اس کی مٹھی میں بند ہو جانا چاہتی تھی۔

''اختتام'' وقت کا ہو یا کسی عمل کا...... کتنا بھی خوشگوار ہو، دکھی کر جاتا ہے کسی بھی چیز کا ختم ہو جانا دل پر آری چلا جاتا ہے۔

سب ختم ہو رہا تھا...... سب!

فارغ وقت میں وہ البم بناتی رہتی۔ کارل، ویرا، سائی اور عالیان کی مختلف تصویریں کاٹ کاٹ کر چپکاتی رہتی، ساتھ ان کی کہی باتیں لکھتی جاتی۔ ایما برتھ ڈے پارٹی کی جتنی تصویریں یونی میں پھیلی تھیں وہ سب اس نے حاصل کر لی تھیں۔ ہال میں ہونے والے ''ایما برتھ ڈے پارٹی'' ڈرامہ کی تصویریں بھی اسے مل گئی تھیں، جس میں عالیان ایما کا باپ بنا تھا، سائی ایما کی ماں اور شاہ ویز ایما اور وہ سب کارل پر تھر بن کر برس رہے تھے، اور باقی ہال میٹس ہنس ہنس کر مرنے کے قریب ہو گئے تھے۔

اس نے اس البم میں اپنا سارا جہان سمیٹ لیا۔ وہ اسے دیکھ دیکھ کر ہنستی اور روتی رہتی۔ وہ ان سب کو اپنے سینے سے لگا کر رکھنا چاہتی تھی۔ اس کا دل ان سب سے آباد رہنے والا تھا۔ وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہنے والے تھے۔

لیڈی مہر کو کہانیاں سنانا بھی اس نے بند نہیں کیا تھا۔ اسے آخر کار خود سے کہانی بنانا آ گیا تھا۔ اس نے اپنے خاندان کی پسند کی شادی کرنے والوں کے قصے کہانی بنا کر سنا دیے، جسے بہت پسند کیا گیا۔ این البتہ درمیان میں بہت سوال پوچھتی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اگر لڑکا لڑکی شادی کرنا چاہتے ہیں تو فلاں ماموں کو کیوں مسئلہ ہے، یا فلاں تایا جی یا دادی جی یا ابا جی کو...... اور آخر پھوپھو جی اپنی بیٹی کی شادی کسی اور لڑکے سے کیوں نہیں کر دیتیں اسی ایک لڑکے سے کیوں...... اور خالہ جی نے شادی میں نہ آنے کی دھمکی کیوں دی اور آخر اس بات کا کیا مطلب ہے کہ ''تم آج سے ہمارے لیے مر گئے۔''

نشست گاہ میں آتش دان کے پاس ویرا کے علاوہ وہ سب ہوتے۔ کرسمس آنے والی تھی تو وہ لیڈی مہر کے بچوں اور ان بچوں کے لیے تحائف بھی پیک کرتے جاتے۔ ایک پہاڑ تھا تحائف کا جو انہیں پیک کرنا تھا۔ وہ اور سادھنا مل کر ان تحائف کی خریداری بھی کرتے جو لیڈی مہر کو بہت پسند آئے۔

عالیان جاب پر جانے سے پہلے گول دائرے کی صورت سائیکل چلاتا ہی جاتا، چلاتا ہی جاتا، خود کو چکروں میں لے لیتا، اسے ایسا کرتے دیکھ کر چکر آنے لگتے لیکن وہ باز نہ آتا۔

کارل اور وہ ایک ساتھ واپس آتے اور کسی نہ کسی ہال میٹ کے کمرے میں گھس جاتے، پزا منگواتے، فلم دیکھتے اور دو گھنٹے سو کر یونی آ جاتے اور کلاس میں اپنی آنکھیں بمشکل کھولتے پائے جاتے اور ایسے ہی وہ اونگھ رہے تھے کہ شاہ ویز نے دونوں کے ناک کے نتھنوں میں دو عدد پنسلیں اڑس دیں اور تصویر کھینچ کر The Tab Manchester میں بھجوا دی۔

امرحہ نے وہ تصویر دیکھی تو بے اختیار ہنس دی اور تصویر کو محفوظ کر لیا۔

دوسری طرف عالیان نے خوب جم کر خریداری کی چھٹیوں میں ٹور پر جانے سے پہلے۔

''تم کتنا بدل گئے ہو، کتنی فضول چیزیں اٹھا لائے ہو؟'' سائی نے اس کی خریداری دیکھ کر کہا۔

''ہاں...... تاکہ اگلی بار اگر ولید مجھے دیکھے تو اسے یہ نہیں لگنا چاہیے کہ میں بک سکتا ہوں کیونکہ شاید میں نے حسرت زدہ زندگی گزاری ہے۔''

''چیریٹی کے لیے فضول خرچی نہیں کرتے تھے۔ نیکی کرتے تھے، صرف ایک انسان کو دکھانے کے لیے فضول خریداری کر رہے ہو۔ نیکی ضائع کر رہے ہو۔''

سائی نے تاسف سے کہا۔

نئی خریدی گئی شرٹس کو اپنے ساتھ لگا لگا کر دیکھتے عالیان کے ہاتھ رک سے گئے۔

''میں بہت برا ہو گیا ہوں...... ولید البشر جیسا......؟'' سنجیدگی سے وہ پوچھ رہا تھا۔

اس کے سوال پر سائی سہم کر اسے دیکھنے لگا۔ ''تم کیا کیا سوچنے لگے ہو عالیان۔'' اس نے نرمی سے کہا۔

کارل آیا ساری خریداری کو دیکھا، دو شرٹس اٹھائیں، ایک جوڑا جوتے، ایک ہڈ اور اپنے کمرے کی طرف یہ کہتے بھاگ گیا۔ ''کرسمس کا گفٹ میں الگ سے لوں گا۔''

''کرسمس۔''

کرسمس کی چھٹیوں سے چند دن پہلے فٹ بال میچ کی دھوم مچی اور کافی زور و شور سے اس سے متعلق خبریں سنی گئیں۔

فریشر اور عالیان، کارل کی دو ٹیموں کے درمیان میچ تھا آپس میں انہوں نے انعامی رقم بھی طے کی تھی۔

کارل امرحہ کے پاس آیا۔ ''ہمارا میچ ہے۔ ٹیم کا حصہ بننا ہے تمہیں۔''

''مجھے کھیلنا آتا ہے نہ مجھے اس میں دلچسپی ہے۔''

''تمہیں صرف بھاگنا ہے...... برف پر بھاگ تو لو گی نا...... ورنہ گرتی رہنا...... گول کرنے کی ضرورت نہیں نہ ہی ڈیفنس...... تم بہت انجوائے کرو گی امرحہ...... میرا خیال ہے تمہیں مجھے فوراً ہاں کہہ دینی چاہیے۔''

''میرا نہیں خیال۔'' وہ اپنے ڈیپارٹمنٹ کی دیوار کے ساتھ پشت ٹکا کر کھڑی تھی۔

''دیکھنے آؤ گی؟'' وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔

''نہیں۔'' وہ بلا وجہ کتاب کا کونا مروڑنے لگی۔

''تمہیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہم کبھی دوست رہے ہیں۔''

''یاد ہے سب اور یہ بھی کہ وہ سب ''کبھی'' تھا۔''

''میں تمہیں برف میں دبانا چاہتا ہوں۔''

''مجھ میں برف میں دبنے کی اب طاقت نہیں رہی...... تم مجھے زمین میں دفنا سکتے ہو۔''

''آخر یونیورسٹی کی ہر لڑکی مجھ سے دور کیوں بھاگتی ہے؟'' اس نے اس کی آخری بات کے اثر کو زائل کرنا چاہا۔

''آخر تم ہر لڑکی کو دور کیوں بھگا دیتے ہو؟''

''اتنا اچھا تو ہوں میں......'' اس نے منہ لٹکا لیا پھر ایک دم سے ہنس کر بولا۔

''اب تو آؤ گی نا؟''

امرحہ نے ناں میں سر ہلایا۔ ''تمہاری پیشکش کا شکریہ لیکن میری طرف سے معذرت۔''

''تم ایک الجھا سوال لگنے لگی ہو...... بالکل عالیان کی طرح۔'' چڑ کے کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔

''عالیان!'' اس نے اس نام کی سرگوشی ایسے کی جیسے کوئی جرم کر رہی ہو۔ کارل کو جاتے دیکھ کر اس کا دل چاہا کہ اس کے پیچھے جائے، وزنی فائل اس کے سر پر دے مارے اور کہے ''ہاں بڈی میں ضرور کھیلوں گی ہم فریشر کو ہرا دیں گے۔'' لیکن وہ یہ نہ کر سکی۔

ویرا نے بھی اسے منانا چاہا میچ کے لئے، لیکن اس نے طریقے سے اسے منع کر دیا۔ این گئی تھی اور اپنے موبائل سے اسے میچ دکھا رہی تھی۔ اس میچ کی دھوم مچی تھی۔ وہ برف پر بھاگ رہے تھے، گر رہے تھے، لڑ رہے تھے، ایما بھی فریشر کی ٹیم کا حصہ تھی اور کارل نے اتنی بار اسے برف پر گرایا کہ بے چاری کے منہ سے خون نکلنے لگا اور وہ فرسٹ ہاف سے پہلے ہی میچ چھوڑ کر چلی گئی۔

تینوں گول عالیان نے کیے تھے اور وہ برف پر ایسے بھاگتا رہا جیسے زمین کو روند ڈالنا چاہتا ہو اور فٹ بال کو اس نے ایسے پیروں کے نشانے پر رکھ کر اچھالا جیسے سنگ باری کر کے کسی کو مار ڈالنا چاہتا ہو۔ عالیان کارل کی ٹیم جیت گئی۔

اس رات اسے پھر نیند کی گولیاں کھا کر سونا پڑا۔ اسے عالیان، ویرا، کارل کے پُر جوش نعرے رات بھر سنائی دیتے رہے۔ وہ اپنے دل کے مقام کو مسلتی رہی۔ نیند کی گولیاں بھی نیند لانے میں ناکام ہو گئیں تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی، اپنے بستر پر اور گہرے گہرے سانس لینے لگی اور میچ کی ریکارڈنگ نکال کر عالیان کو برف پر گرتے، اٹھتے، فٹ بال کی طرف لپکتے دیکھنے لگی۔ اور اس نے یہ بھی جان لیا کہ اسے اب صرف پڑھنے سے ہی سروکار نہیں رہا...... ایک عالیان میں کتنے ہی نئے انسان گھس آئے ہیں۔

اور پھر کرسمس کی چھٹیاں شروع ہو گئیں اور سب جانے لگے۔ مانچسٹر راج ہنسوں سے خالی ہونے لگا۔

''ہمارے ساتھ چلو امرحہ!'' سائی نے اس کی منت کی۔

''مجھے نہیں جانا، دادا نے منع کیا ہے۔''

''تم جھوٹ بول رہی ہو......''

''ہاں...... پھر سچ یہ ہے کہ مجھے نہیں جانا۔'' اس نے بے تاثر انداز میں کہا۔ جسے دیکھ کر سائی افسردہ سا ہو کر خاموشی سے چلا گیا۔

ویرا نے بھی اسے ساتھ چلنے کے لئے کہا کہ ان چھ لوگوں کا گروپ جا رہا ہے وہ بھی چلے، لیکن اس نے بہت عام سے انداز میں پڑھائی کا بہانہ بنا کر ٹال دیا۔

''پھر تو یہ موقع نہیں ملے گا نا امرحہ، ایک ساتھ ہونے کا شاید یہ آخری چانس ہے۔'' اس نے ویرا کو مسکرا کر دکھا دیا لیکن ساتھ پھر بھی نہیں گئی۔

عالیان، کارل، سائی، ویرا، شاہ ویز اور ان کا کوئی دوسرا مشترکہ دوست مل کر جا رہے تھے لیڈی مہر نے سائی کو بلا کر ہدایات دی تھیں کہ ہر وقت عالیان کے ساتھ ساتھ ہی رہنا ہے۔

اسے ان سب کے جانے کا انتظار تھا۔ اسے ایک اہم کام کرنا تھا جس کا موقعہ پھر کبھی نہیں ملنا تھا اور جب وہ سب چلے گئے تو وہ یونی آ گئی۔

o.....❖.....o

''برف جدائی کی پیامبر ہے یہ بہار کے درمیان حائل ہے۔''

آسمان سے بھی پیامبر نازل ہو رہا ہے۔"
کسی دل گرفتہ پری کی فراق دیدہ انگلیوں سے نکلتے بربط کے ساز کی مانند دھند اپنی دلربائی کے قصے بیان کرنے سے زیادہ فراقیہ قصوں پر رونے پر مائل تھی۔ وہ جیسے ہی یونیورسٹی کی سڑک پر آئی۔ دھند نے دردِ بینا کی طرح اس سے لپٹ جانا ضروری سمجھا۔
وہ بزنس ڈیپارٹمنٹ نہیں جا سکی تھی، وہ اس کی بیرونی دیواروں کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ اور ان دیواروں پر اپنے ہاتھ رکھ دیئے جن کے پاس، جن کے ساتھ وہ لگ کر کھڑا ہوا کرتا تھا۔ اس نے ساری دیواریں چھو ڈالیں اور وہ ان درختوں کے پاس آ گئی جن کے قریب وہ کھڑے ہوئے تھے۔ اس حصے میں جہاں کبھی وہ بیٹھے تھے۔ ان کونوں میں جہاں بیٹھ کر وہ کتاب پڑھا کرتا تھا اور کافی پیتا تھا۔
وہ نظروں سے ان جگہوں کی نظریں اتار رہی تھی۔ اب اسے ڈر نہیں تھا کہ کوئی اسے دیکھ لے گا اس لئے اس نے اپنے گیلے گال صاف نہیں کیے۔ جب سے اس نے اسے تھپڑ مارا تھا، اس نے اسے فاصلہ رکھ کر بھی نہیں دیکھا تھا، اس سے بات نہیں کی تھی۔ ہسپتال میں وہ سر جھکائے بیٹھی رہی تھی۔ یہ سب اس عہد کا حصہ تھا جو اس نے خود سے کیا تھا کہ وہ اسے اور تکلیف نہیں دے گی۔ لیکن اپنے لیے وہ اور تکلیف اکٹھی کرنے یہاں اس کے تصورات سے لپٹنے آ گئی تھی۔
سفید مانچسٹر میں خون آلود یادیں اپنی بنیادوں سے اٹھ کھڑی ہوئیں اور زندگی نے اس کے اشکوں پر ترس کھا کر پیچھے کی طرف اپنی سواری موڑ لی۔
تان سین نے چراغاں کرنے کے لئے دیپک راگ کی چوکڑی جمائی۔
سفید دھند میں جگنو ٹمٹمانے لگے اور آسمانی مرغولوں کو چاک کرتا عالیان اس کی طرف بڑھنے لگا...... دائیں سے...... بائیں سے...... آگے سے...... پیچھے سے...... ہر طرف سے، لیکن اب اسے اس سے بھاگنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ وہ تو چاہتی تھی وہ اس کی طرف آئے اور وہ آ رہا تھا۔
"جو حقیقت میں واقع نہ ہو سکے وہ قرب کی چاہ واقع کروا لیتی ہے۔"
وہ ایڑی کے بل گھوم گئی اور اس نے ہر طرف سے اسے اپنی طرف آنے دیا۔ اسے اس خواب سراب ہونے پر کوئی اعتراض نہ ہوا۔
"عالیان۔" اس نے سرگوشی کو جھٹکا اور آواز کو بلند ہو جانے دیا۔
وہ یونی محراب کے پاس گئی۔ اس محراب کے ساتھ وہ کمر ٹکا کر اس کا انتظار کیا کرتا تھا۔ اس نے اس مقام پر اپنے گال رکھ دیئے اور دونوں ہاتھوں سے اس جگہ کو تھام لیا۔
بے اختیاری، بے خودی کی ہم جولی ہے اور یہ دونوں ہم جولیاں "محبت" کی صفوں میں اول ہیں۔
اس کی بے اختیاری نے اس کی خوشبو کو جا لیا اور بے خودی اس خوشبو میں جھومنے لگی۔ ایک بچہ اپنی ماں کو نظم سناتا ہوا فٹ پاتھ سے اس کے پاس سے گزرا۔
اس نے اپنی حالت میں پھر بھی تبدیلی نہیں کی۔ کچھ وقت ایسا ہی گزر گیا۔
ارواح سے مبرا ہستیوں نے جانا کہ "محبت کی عبادت" کی جا رہی ہے۔
پھر وہ اسی کے انداز میں کمر ٹکا کر ایک ٹانگ کو ترچھی کر کے کھڑی ہو گئی۔ زندگی کی سواری نے ان سب یادوں کو اس کے پاس اتارنا شروع کر دیا جو مطلق العنان بنی اس کی ذات پر حکمرانی کرنے پر نازاں تھیں۔
"تمہیں بات کرنے کی تمیز سیکھنی چاہیے۔"
"تمہیں تھکن اتارنے کی مشق کرنی چاہیے۔"

وہ اپنی مرضی سے ایک ایک منظر کو بار بار دہراتی رہی۔
''لاہور خالی ہو چکا ہے...... اس کے پاس سب نہیں رہا...... تم تو یہاں ہو۔''
''امرحہ! دیکھو میں تمہارا چیلنج قبول کرتا ہوں۔''
وہ قلابازیاں لگا رہا تھا۔ محراب کے ساتھ لگی کھڑی امرحہ اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔
''میں سارا مانچسٹر اکٹھا کر لاؤں گا۔'' وہ ہاتھ سینے پر باندھ کر کھڑا ہو گیا۔
''جاؤ کر لاؤ۔'' امرحہ اسے جواب دے رہی تھی۔
''ان کے ہاتھ میں بورڈز ہوں گے۔''
''ضرور ہونے چاہئیں۔'' وہ پورے دل سے مسکرائی۔
ساری ڈریگن پریڈ محراب کے سامنے بھی کھڑی تھی اور اس میں وہ مسکراتی ہوئی کھڑی تھی۔
''ایک بورڈ تم بھی تیار رکھنا۔'' اس نے اس کے گال چھو کر کہا۔
''وہ تو میں نے کب سے تیار کر لیا۔'' کہہ کر وہ پریڈ میں بھاگ گئی اور وہ اس کا نام لیتے ہوئے اس کے پیچھے بھاگنے لگا اور پیچھے سے اس کا بازو پکڑ کر اسے روک لیا۔
''مجھ سے شادی کرو گی امرحہ؟''
دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ ساری پریڈ ان کے گرد اکٹھی ہونے لگی۔ سارا ہجوم ان دو کے گرد سمٹ آیا...... چینی ساختہ ڈرموں کی قطاریں سجا دی گئیں اور سرخ لباس پہنے لڑکوں نے ڈرم اسٹک کو ہوا میں بلند کر لیا۔
''ہاں۔'' اس نے وہ مسکراہٹ اپنے ہونٹوں پر سجالی جو تاعمر نہیں بجھنے والی تھی شاید، سرخ لباس والوں نے اپنے اٹھے ہاتھوں کو ڈرموں پر بے قابو ہو جانے دیا۔ رنگ پھیل گئے...... خوشبو بکھر گئی...... چراغ جل اٹھے...... دن سج گیا...... بہار نکل آئی۔ ایک امرحہ اور ایک عالیان کے گرد ساری پریڈ دائرے میں چکرانے لگی...... تو ان کی بہار کا ماخذ وہ تھے...... ہاں اس بار ان کی بہار کا ماخذ وہ تھے...... مشرق کی سندری اور عرب کا سلطان۔
امرحہ نے ہاتھ پھیلائے اور کچھ برف اس میں اکٹھی کی اور اس مٹتے بنتے ہیولے کی طرف اچھال دی جو وہاں نہیں تھا اور صرف وہاں ہی تو تھا۔
''تم اتنی دیر سے آئے عالیان......'' اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے ساتھ کھڑا کر لیا اور وہ کھڑا ہو گیا۔
''کیا تم میرا انتظار کر رہی تھیں؟'' اس کی ٹھوڑی کو چھو کر اس نے شرارت سے پوچھا۔
''کیا نہ کرتی؟'' ہونٹ کا کونا دانت میں دبا کر اس نے کہا۔
''میں ایک برا انسان ہوں میں نے تمہیں انتظار کروایا۔''
''دیکھو عالیان! تمہارا مانچسٹر برف میں ڈوب رہا ہے۔'' اس نے سفید مانچسٹر کی طرف ہاتھ کیا۔
''دیکھوں ذرا...... میرے مانچسٹر کو کون دیکھ رہا ہے۔'' اس نے دو انگلیوں سے اس کی ناک پکڑ لی۔
''مجھے امرحہ کہتے ہیں۔ کون نہیں۔'' اپنی ناک چھڑوا کر اس نے اس کی ناک مروڑ کر کہا۔
''کیا میں تمہارے لئے برف اکٹھی کر دوں امرحہ؟''
اس نے اس کے منہ کے سامنے آ کر پوچھا۔ ان دونوں کی آنکھوں نے طویل سفر طے کیا جس کے کبھی نہ ختم ہونے کی دعائیں کی جاتی ہیں۔
''برف کیوں؟''

''تا کہ تم اس سے اپنی پسند کا گھر بنا لو...... بلکہ آؤ چلو یہاں بیٹھ کر گھر بناتے ہیں۔'' اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے برف کے ڈھیر کے پاس لے جانے لگا۔

''نہیں عالیان، تم یہاں میرے پاس کھڑے رہو کہیں مت جاؤ، وعدہ کرو۔ کہیں نہیں جاؤ گے......؟'' اس کی آواز میں سارا بچا کھچا درد سمٹ آیا۔

دونوں ایک ساتھ جڑے محراب میں دبکے تھے۔

ان کے سر ایک دوسرے سے مس ہو رہے تھے اور دائیں ہاتھوں کی ہتھیلیاں اپنی لکیروں سمیت ایک دوسرے میں مدغم ہوئی تھیں۔

''نہیں جاؤں گا۔'' اس نے اس کے گال پر پھونک ماری...... اور......

عرب کی ریت نے اڑ کر آمنہ کی پیشانی کا بوسہ لیا...... سیاہ چغے میں لپیٹے، آنسوؤں سے بھیگے چہرے کو اس نے زمین پر سجدے کے لئے تیار کیا۔ وہ محمد بخش کے لئے خدا سے اس کی ساری رحمتیں مانگنے والی تھی...... اور پھر وہ خود کو خدا کے حوالے کر دینے والی تھی...... آمنہ ایک درویش صفت عورت...... اس مرد سے دستبردار ہونے جا رہی تھی جس سے وہ وابستہ ہوئی تھی۔

اس نے آنکھیں بند کیں اور ان آنکھوں کے پردوں پر محمد بخش کو پایا......

اس نے آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑھ دیں...... عالیان نے امرحہ کی......

''اگر میں برف ہوتی تو تمہارے قدموں پر گرتی......''

''تم برف ہوتیں تو میں بھی برف ہوتا...... مجھے وہی ہونا ہے جو تمہیں ہونا ہے امرحہ۔'' اس نے دونوں ہتھیلیاں اس کے گالوں پر رکھ کر کہا۔

وہ ہنسنے لگی...... ''یارم...... یارم۔'' وہ گنگنانے لگی۔

''مجھ پر جو راز کھولا گیا ہے وہ تم ہو امرحہ۔'' ناک پھر اس کے ہاتھ میں تھی۔

''کیسا راز؟''

''یہی کہ زندگی کیا ہے...... زندگی امرحہ ہے۔''

وہ ہنسنے لگی اور اس نے اپنا سر دیوار کے ساتھ جڑ دیا اور اس کی آنکھوں میں دیکھ کر مسکرانے لگی...... اور...... پھر...... پھر اسے آنکھیں کھول دینی پڑیں اور ان کی نمی کو ہاتھ کی پشت سے صاف کرنا پڑا۔ وہاں کھڑے کھڑے اسے کئی پہر بیت چکے تھے پھر بھی وہ وہاں تا عمر کھڑی رہنے پر بضد تھی۔

اور یادوں کے ریوڑ پر ہنٹر مارے گئے اور وہ لاپتہ ہونے کے لئے بھاگ کھڑے ہوئے...... زندگی اپنی سواریاں لیے آگے دوڑ گئی۔

دادا نے اس کی منت کی کہ وہ بھی کہیں گھومنے کے لئے چلی جائے، اور خود کو مانچسٹر کے طلسم سے دور لے جانے کی ایک کوشش اس نے بھی کر دیکھی اور سامان باندھ کر این کے پیچھے فرانس چلی گئی۔ اس کے ساتھ گھومنے کی کوشش میں مصروف رہی اور نئے سال کے آغاز پر ایفل ٹاور سے جنم لیتے جشن کو غیر دلچسپی سے دیکھتی رہی۔

اسے وہاں موجود مجمع کے وہاں موجود ہونے کی قطعاً سمجھ نہیں آئی، اور نہ ہی اس بات کی کہ وہاں اتنا شور ہنگامہ کیوں تھا اور ساری دنیا کی آتش بازی جو ایفل کے جسم سے پھوٹ رہی تھی وہ کیسے اور کیوں اچھی لگ رہی ہے...... ایک دوسرے کو کندھوں پر اٹھائے وہ کیوں ناچ رہے ہیں...... وہاں کیا تھا جو اتنا اچھا تھا کہ وہ سب اپنی نظریں ہٹانے کے لئے تیار تھے نہ مسکراہٹ کے لئے۔

امرحہ نے بے بسی سے اپنی ہتھیلیاں مسلیں۔ ''یہ سب اتنے خوش کیوں ہیں؟''

مبہوت کر دینے کو کوئی منظر تیار نہ ہوا..... دیوانہ بنا ڈالنے پر کوئی عالم قادر نہ رہا..... بے مثال عجائبات اپنی "مثال" کھونے لگے.....فراقِ یار نے سب ماند کر ڈالا تھا.....

عالیان نے میڈرڈ کے آسمان پر بنتے مٹتے آتشی رنگوں کے جلوؤں پر نظریں گاڑنی چاہیں اور وہ ایسا کرنے میں ناکام رہا۔اس پر تھکن سی سوار ہو گئی جبکہ ابھی تو رات شروع ہوئی تھی۔اس کے آگے کھڑے کارل، ویرا اور سائی اچھل کود کر رہے تھے اور وہ بے بسی سے کھنڈر کھنڈر سا اِدھر اُدھر کچھ تلاش کر رہا تھا۔

سب سے نظریں بچا کر اس نے کہیں دور نکل جانا چاہا۔

"کہاں جا رہے ہو عالیان؟" ویرا نے پوچھا۔

"میں کچھ کھانے کے لئے لینے جا رہا ہوں..... بس ابھی آیا۔" اس نے جھوٹ بولا اور تیزی سے ہجوم میں خود کو گم کر لیا کہ ویرا اسے لپک کر آ نہ لے۔وہ چلتا رہا چلتا رہا اور میڈرڈ کے ایک گم نام سے چھوٹے سے قہوہ خانے میں بیٹھ گیا۔

وہ کافی کی کتنی پیالیاں پی چکا تھا وہ گنتی بھول چکا تھا اس نے اپنا سر لکڑی کی میز پر رکھا تھا اور نظریں گلی میں ساز بجاتے اس نوجوان پر ٹکا دی تھیں، جس کے سامنے کئی بچے اور بوڑھے ناچ رہے تھے۔

"اتنے بھدے ساز اور آواز پر یہ سب کیسے ناچ سکتے ہیں اور آخر وہ کیا وجہ ہے جو انہیں ایسے ناچنے پر مجبور کر رہی ہے۔" وہ سوچنے لگا۔

ساز کا تار ٹوٹا اور اسے ایک تھپڑ کی گونج سنائی دی۔

"بہت محبت کرتی ہوں میں تم سے....."

اچھا تو ساز اس لیے رکا.....اور تار یوں ٹوٹا۔

اس نے میز پر پڑے اپنے سر کا رخ بدل لیا اور اس بار اس کی نظر ایک ٹوٹے ہوئے لیمپ پوسٹ پر جا ٹھہری..... جو کبھی روشن ہوتا ہوگا۔

○.....❖.....○

ویرا کو جب اس کے فرانس جانے کا معلوم ہوا تو وہ بہت خفا ہوئی۔

"تم میرے ساتھ کیوں نہیں گئیں؟" وہ بہت سخت ناراض تھی۔

"تم نے فرانس نہیں جانا تھا اور مجھے فرانس دیکھنا تھا۔" وہ اپنے کپڑے الماری میں رکھ رہی تھی۔

"تم کہتیں تو ہم فرانس چلے جاتے، تم نے تو کہا کہ تمہیں جانا ہی نہیں ہے۔"

"تم تین چار بار فرانس جا چکی ہو، میرے ساتھ پھر سے جاتیں تو تمہارا ٹور خراب ہو جاتا۔"

"تمہارے ساتھ ہوتی تو اس بار فرانس دیکھنے کا مزا آ جاتا....." ویرا نے منہ پھلا لیا۔

سائی اس سے اتنا ناراض ہو گیا کہ خفگی کی زیادتی سے اس نے بات ہی نہیں کی۔

امتحانات شروع ہو گئے۔

اس بار امتحانات کی تیاری کے لئے وہ علی لرننگ نہیں گئی۔اس نے گھر میں ہی تیاری کر لی اور دل لگا کر پڑھنے کی کوشش کی تا کہ اس کا رزلٹ اچھا رہے۔سب کتابوں میں گم ہو گئے، کارل تک صرف لائبریری میں پایا جاتا البتہ ایما کو علی لرننگ میں زوردار کرنٹ کا جھٹکا دے کر اسے فلور پر لڑکھڑا کر اس نے اس کے دائیں ہاتھ میں فریکچر کروا دیا اور کوئی ایک بھی زندہ یا مردہ ثبوت نہ چھوڑا جو یہ ثابت کر سکتا کہ یہ سب اس نے کیا ہے۔ایما نے انگوٹھی اس کے منہ پر دے ماری تھی۔وہ اسے ہی اٹھا کر کہیں دے مارنا چاہتا تھا۔

عالیان کبھی کبھی علی لرننگ کے ہال میں ایسے ہی گشت کرتا پایا جاتا تو کارل اسے گھسیٹ کر اسٹڈی روم میں لے جاتا یا

کبھی دور سے ہی چلاتا۔
"تمہارا دماغی توازن ٹھیک ہو جائے تو اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھ جانا۔"
امتحانات ہو گئے......رزلٹ بھی آ گیا۔
چوتھا اور آخری سمسٹر شروع ہو گیا۔
وقت نے اپنی طنابیں ڈھیلی چھوڑ دیں اور وہ خلاف توقع سُست روی سے گزرنے لگا۔ زندگی ایسی اداکارہ بن گئی جو میک اَپ اتارے اگلا سوانگ رچانے سے پہلے پُرسکون بیٹھے رہنے کی کوشش کر رہی ہو......اس کے ہاتھ گود میں ہوں اور وہ بڑی بے دردی اور بے حسی سے اپنا دھلا چہرہ آئینے میں دیکھ رہی ہو۔
شٹل کاک میں لیڈی مہر کے ایک ساتھ چار بچے آ گئے تھے۔ ڈینس اور مارک دو دن رہ کر چلے گئے جبکہ شارلٹ اور مورگن رہ گئیں۔
"جورڈن آیا ہے؟" این نے شارلٹ سے ملتے ہی پوچھا۔
"نہیں۔" شارلٹ پوری جان سے قہقہہ لگا کر ہنسی۔
ویرا کو عالیان کی مستقبل کی بیوی کی حیثیت سے لیڈی مہر نے ان سے ملوایا۔ ہفتے کے دن شارلٹ اور مورگن عالیان کو ساتھ لے کر مانچسٹر کی سڑکوں پر گھومتے رہے اور ان دونوں نے عالیان کی جیب میں ایک پونڈ نہیں رہنے دیا۔ ان تینوں کی آپس میں اچھی دوستی تھی اور وہ رابطے میں رہتے تھے۔
"تم مانچسٹر میں شادی کرو گے یا روس میں؟" ریسٹورنٹ میں ڈنر کرتے شارلٹ نے آنکھ مار کر پوچھا۔
"مجھے ہمیشہ یہ شک کیوں رہا کہ ماما کے گھر میں ہی تمہاری دلہن موجود ہے۔" مورگن بولی۔
"تم کچھ نیا تو کرتے عالیان؟" شارلٹ کے دانت ہی اندر نہیں ہو رہے تھے۔
"نیا کیا؟" عالیان کو بے زاری سی ہونے لگی ایسی باتوں سے
"یہی کہ تم کودتے پھاندتے، چھلانگیں لگاتے، ولن کے کارندوں کی فوج کو جُل دیتے بڑے سے فانوس پر جھول جاتے اور فانوس سے لہرا کر عین اپنی ہیروئن کے سامنے جا کھڑے ہوتے اور پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بھگا لے جاتے۔ بلکہ اس کی لمبی سفید پوشاک جو اسے ٹھیک سے بھاگنے نہ دے رہی ہوتی تو تم اسے یعنی دلہن کو اٹھا لیتے۔"
"تم اتنی فلمیں دیکھنے لگی ہو شارلٹ؟" عالیان نے تاسف سے کہا۔
"تمہیں کیا پتا عالیان کہ ہر لڑکی کے دل میں ایک ایسے ہیرو کی کتنی خواہش ہوتی ہے جو ہر خطرے کو پھلانگتا اسے اڑا لے جائے......اور دنیا بس دیکھتی رہ جائے۔"
"تو تم خوش قسمت ہو کہ تمہیں ایک ہیرو مل گیا۔" عالیان ہنس دیا۔
"ہیرو پر فلم کا......میرا وہ صرف شوہر ہے......ایک گھونسا تک تو وہ کسی غنڈے کو مارنا نہیں چاہتا۔" کہہ کر شارلٹ اٹھی اور اجازت لے کر ہال کے مائیک کے سامنے کھڑی ہو گئی اور عالیان مورگن کو مسکرا کر دیکھا یعنی میں شروع ہونے جا رہی ہوں۔
اس نے مائیک پر کچھ ابتدائی کلمات کہے اور ہال میں بیٹھے ڈنر کرنے والوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا......اور پھر وہ شروع ہو گئی......عالیان ویرا کی فرضی داستانِ عشق سنانے......
"ایک دن ایک لڑکی اپنی ہی دھن میں گنگناتی ہوئی سائیکل چلاتی جا رہی تھی کہ ایک بھلکّو سے لڑکے کی سائیکل کے ساتھ اس کی ٹکر ہو گئی......لڑکی ویرا اور لڑکا عالیان۔"
شارلٹ نے ہاتھ اس کی طرف اٹھا کر اشارہ کیا۔ سب گردنیں عالیان کی طرف مڑ گئیں۔ عالیان کو مسکرانا پڑا۔

''یہ ان دونوں کی پہلی ملاقات تھی۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ دونوں کی سائیکلوں کی پہلی ٹکر تھی۔ ایک رات ویرا اپنے گھر جا رہی تھی کہ کچھ غنڈے اس کے پیچھے آئے اور انہوں نے اسے دبوچ لیا اور ٹھیک اسی دوران عالیان آیا، جیسا کہ فلموں میں ہوتا ہے کہ ہیرو ٹھیک اسی سڑک اسی گلی سے گزر رہا ہوتا ہے جہاں ہیروئن مصیبت میں گھری ہوئی ہے اور ہیروئن وہ ننھی منی سی بچی سی بن جاتی ہے جو ایک تھپڑ یا گھونسا کسی غنڈے کو نہیں مار سکتی اور عام حالات میں وہ انسانوں کو اٹھا اٹھا کر پٹخا کرتی ہے یعنی وہ جانتی ہے کہ اسے ہیرو کے ہوتے اپنی بہادری نہیں دکھانی.....'' آخری جملہ شارلٹ نے سرگوشی صورت ادا کیا، ہونٹوں کے کنارے پر ہاتھ رکھ کر اور ہال میں ہنسی گونج گئی۔

عالیان نے اپنا سر جھکا لیا اور ایک ہاتھ سے آنکھوں پر چھجا بنا لیا۔ ''یہ کیا کر رہی ہے شارلٹ۔''

''ماما کا اس کے بارے میں خیال بالکل ٹھیک ہے، جورڈن کی جگہ اسے فلموں میں کام کرنا چاہیے دوسری مسٹر بین آرام سے بن جائے گی۔''

مورگن کے انداز اور الفاظ پر عالیان بلند قہقہہ لگا کر ہنسا۔

''خدا کے لئے ایسے ہی قہقہے لگاتے رہنا پتا نہیں کیا ہو گیا ہے تمہیں۔'' مورگن نے محبت سے اس کی ٹھوڑی کو چھو کر کہا۔

''عالیان نے ویرا کو اٹھایا، اس کی ناک اور پیشانی سے نکلتے خون کو صاف کیا اور اسے گھر تک چھوڑنے اس کے ساتھ گیا..... جبکہ وہ اسے ٹیکسی بھی کروا کر دے سکتا تھا۔'' شارلٹ نے آخری بات پھر سرگوشی صورت کہی۔

''کہانی یہاں سے شروع ہوتی ہے لیکن میں آپ کو کچھ ہائی لائٹس سنا دوں تا کہ آپ کا تجسس برقرار رہے۔ ویرا کو ایک اور لڑکا بھی پسند کرتا ہے، جو اپنے کالج کا باکسر ہے..... جی ہاں باکسر..... اور عالیان کو ایک امیر باپ کی بیٹی پسند کرتی ہے جو کرائے کے غنڈوں کے ذریعے لوگوں کا حلیہ بگاڑ دینے کو برا نہیں سمجھتی.....''

''تمہیں یاد ہے میری شادی کی پارٹی میں تم نے گانا گایا تھا اور راک اسٹار کی طرح گٹار بجاتے رہے تھے۔ جوش نے میرے کان میں کہا تھا ''عالیان پارٹی میں موجود کسی اور کے لئے یہ پرفارمنس دے رہا ہے ہمارے لیے نہیں۔''

''لیکن میری شادی میں تو ویرا تھی ہی نہیں۔'' مورگن نے گلاس منہ سے لگاتے ہوئے کہا۔

''باکسر کو معلوم ہو چکا ہے عالیان کے بارے میں اور وہ اپنے دوستوں کو لے کر یونیورسٹی سے گھر آتے عالیان پر حملہ بول دیتا ہے..... اور یہاں ایک بھرپور ایکشن سین ہوتا ہے۔'' شارلٹ ساتھ اداکاری کر کے بھی دکھا رہی تھی۔

''اور شارلٹ کی شادی میں ویرا موجود تھی اور میری فرمائش پر بھی تم نے گانا نہیں گایا تھا..... سنو عالیان! کیا تم نے وہ چند فلمیں دیکھی ہیں جن میں عین شادی کے وقت دلہن کئی سو مہمانوں کی موجودگی میں اپنی لمبی سفید فراک سنبھالتی بھاگ جاتی ہے؟''

''ہاں..... ایک تو اسپائڈر مین ہی ہے نا۔'' اس نے شارلٹ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''سنو ہمارے اسپائڈر مین..... مجھے لگتا ہے اس بار دولہا بھاگے گا۔''

''کون.....''

''تم.....'' مورگن نے پورے وثوق سے کہا۔

وہ گردن موڑ کر شارلٹ کو دیکھنے لگا، جس کی کہانی اختتامی مراحل میں داخل ہو چکی تھی اور وہ ویرا کو امیر زادی کے غنڈوں سے پٹوا کر ہسپتال میں ''کوما'' تک لے آئی تھی۔ اس کا انداز ایسا ہو گیا تھا کہ کھاتے کھاتے سب اسے بہت انہماک سے سن رہے تھے۔ چند ایک نے تو کھانا کھانا ہی چھوڑ دیا تھا ''ویرا کومے میں تھی نا۔''

شارلٹ کے تو بائیں ہاتھ کا کام تھا بیٹھے بیٹھے کہانی بُن لینا۔ ماما مہر کو تو وہ ہنسا ہنسا کر دہرا کر دیا کرتی تھی۔ جھٹ پٹ

کہانی بنا کر سنا دیا کرتی تھی انہیں۔ عالیان کو نہیں معلوم تھا لیکن اس نے عالیان اور امرحہ کی فرضی محبت کی کہانی بھی انہیں سنائی تھی جس میں وہ امرحہ کو پاکستان لے گئی تھی اور عالیان کو اسے تلاش کرنے کے پیچھے لگا دیا تھا۔ لیکن کیا سب اس نے مزاحیہ انداز میں تھا۔

ڈنر کے بعد وہ انہیں گھر تک چھوڑنے آیا اور ہال تک واپس آتے آتے اس کی ہمت جواب دے گئی۔

''مجھے لگتا ہے اس بار دولہا بھاگے گا۔''

ٹھنڈ میں اس کی پیشانی پر پسینہ آ گیا۔ دوسروں کے سامنے نارمل بنے رہنا آسان نہیں ہوتا، رات کے اندھیرے میں وہ ایک سنسان سڑک پر سائیکل کو گول دائرے میں چلانے لگا چلاتا رہا...... چلاتا رہا......

ولید البشر کے ساتھ باقاعدہ قانونی جنگ شروع ہو چکی تھی...... ماما مہر کا وکیل کیس ہینڈل کر رہا تھا اس پر اور اس کے آدمیوں پر ہراساں کرنے کا دعویٰ کیا گیا تھا کیونکہ اتنا سب ہو جانے پر بھی ولید البشر باز آنے کے لئے تیار ہی نہیں تھا۔

ٹھنڈی ٹزات اس کی گرم سوچوں کی گواہ بنی۔

کیا اس کی سائیکل دائرے میں اس لئے چکرا رہی ہے کہ ولید البشر اس کا پیچھا چھوڑنے کے لئے تیار نہیں یا اس لئے کہ ابھی کچھ دیر پہلے ڈنر ہال میں شارلٹ نے اس کی اور ویرا کی محبت بھری کہانی سنائی...... یا اس لیے کہ اس کہانی میں کرداروں کے نام بدلے گئے......

سڑک پر لاتعداد گول دائرے بن گئے ہیں، ہر دائرہ اس سوچ کے گرد چکرا رہا ہے کہ کہانی میں ایک کردار کی جگہ جب دوسرا کردار لینے لگے تو پرانا کردار اپنی موت آپ مر جاتا ہے۔

''موت!''

کہانیوں میں ہو یا حقیقت میں اسے خوش آمدید نہیں کہا جا سکتا۔

''موت۔''

سایہ بن کر آئے یا سایہ بنا کر ساتھ لے جائے، اس کی نحوست کم نہیں ہوتی۔

○......✤......○

''باہر جتنے بھی شور ہنگامے، میلے، سجا لیے جائیں عالم وجد میں جھومتے دل میں تخلیے نہیں ہوتے۔'' مہوک (کوئل قسم کا پرندہ) اس کے دہن سے آزاد کروا لیا گیا۔ امرحہ کے لئے پرانی امرحہ کو آواز دے کر بلا لینا بھی مشکل ہو گیا اور یہ بھی آسان نہیں رہا تھا کہ امرحہ دادا کے ساتھ پرانی امرحہ بن کر باتیں کرتی رہتی۔ دادا اس کے لئے پہلے جیسے ہو گئے تھے، وہ دادا کے لئے پہلے جیسی نہیں رہی تھی۔ باتیں کرتے دادا کو اب درمیان میں کئی بار پوچھنا پڑتا۔

''سن رہی ہو امرحہ؟''

وہ سر ہلا دیتی۔

''واجد سارا گھر انٹیریئر کروا رہا ہے...... خاص کر تمہارے لئے حماد کا بڑا کمرہ خالی کروایا ہے۔ ڈیزائنر سے کہہ رہا تھا کہ میری بیٹی نے مانچسٹر سے آنا ہے، اس کے مزاج کے مطابق کمرہ ڈیکوریٹ کرنا ہے، بہت پڑھی لکھی ہو گئی ہے اب وہ...... جب تم واپس آؤ گی تو تمہیں سب بدلا ہوا ملے گا۔ سب بہت خوب صورت ہو گیا ہے یہاں...... بہت سے پھول لگوائے ہیں تمہارے لیے لان میں...... واجد کہہ رہا تھا تمہیں ایک کار بھی لے دے گا...... اور ہاں میں تمہیں پارک لے جایا کروں گا تم وہاں سائیکل چلانا...... خاندان والوں سے تو سمجھو، واجد نے رابطہ ہی ختم کر دیا ہے، بہت کم آنا جانا کر رہا ہے خاندان میں...... ویسے بھی اب تو تم خود بہت سمجھ دار ہو گئی ہو...... خود کو بدل لیا ہے اب معاشرے کو بدلنا...... سن رہی ہو امرحہ......؟''

''جی دادا......!'' اس نے سنا نہ ہوتا پر وہ کہہ دیتی اور گہرا سانس بھرتی۔

''اچھا بتاؤ۔ ابھی میں نے کیا کہا......؟''

''آپ نے؟'' وہ یاد کرتی...... ''آپ نے کہا حماد نے ایک نئی ہیوی بائیک لے لی ہے اور جب وہ چلاتا ہے تو آپ کو بہت ڈر لگتا ہے......''

''امرحہ! یہ تو میں نے ایک گھنٹہ پہلے کہا تھا...... یعنی اس کے بعد کی باتیں تم نے سنی ہی نہیں......؟''

''سنی ہیں دادا......!'' وہ جھوٹ پر اصرار کرتی۔

دادا خاموشی سے اسے کچھ دیر دیکھتے اور پھر سے شروع ہو جاتے اپنی باتیں دہرانے۔ سائی کو بھی اس کے سامنے اپنی باتیں دہرانی پڑتیں۔

''میں تمہیں کل فون کر رہا تھا۔ تم نے بات کیوں نہیں کی؟''

''میں مصروف تھی سائی۔'' وہ کینٹین میں بیٹھی تھی اور سائی اسے ڈھونڈتا وہاں آیا تھا۔

''جب مصروفیت ختم ہو گئی تھی تب فون کر لیتیں مجھے۔''

''تب بھول گئی تھی۔'' اس نے جھوٹ بولا وہ سائی سے بات کرنا نہیں چاہتی تھی، وہ اسے کئی بار انکار کر چکی تھی لیکن وہ بار بار اصرار کر رہا تھا۔

''میں نے تمہارے لئے بھی آن لائن ٹکٹ بک کروا دی ہے۔''

''سائی! میں کہہ چکی ہوں مجھے نہیں جانا۔'' اسے غصہ سا آ گیا۔

''ساری یونی جا رہی ہے۔ تم کیوں نہیں؟''

''بس نہیں...... مجھے کوئی شوق نہیں فٹ بال میچ دیکھنے کا۔''

''میچ نہ دیکھنا ہمارے ساتھ بیٹھ جانا۔''

''سائی...... نہیں تو نہیں......''

''امرحہ! میری دوستی میں کیا کمی رہ گئی جو تم ٹھیک ہونے کے لئے تیار ہی نہیں...... تمہارے لیے دنیا میں صرف ایک ہی انسان اہم ہے...... باقی سب کی اہمیت صفر؟'' سائی نے افسوس کا کھلا اظہار کیا۔

''میرے لیے تم بھی بہت اہم ہو سائی......''

''تم این کے ساتھ فرانس چلی گئیں، لیکن تم نے مجھے انکار کر دیا...... اب تم خود کو ایسے محدود کر لو گی اور اب تم ہر انسان کو اپنا دشمن سمجھو گی؟ تم نے ایک چیک دائم کو بھی دے دیا ہے...... اب تو تم تھوڑی بہت تفریح کر سکتی ہو نا...... تم میرے گروپ کے ساتھ چلو......''

''سائی! تم مجھے بے جا مجبور کر رہے ہو جبکہ میرا بالکل دل نہیں چاہ رہا۔''

''چلو مجبور ہی سہی، ہر انسان مرا جا رہا ہے برازیل جانے کے لئے...... سارا مانچسٹر خالی ہو جائے گا...... انگلینڈ اور برازیل آمنے سامنے ہوں گے...... تم دیکھنا اسٹیڈیم میں کیسا ماحول ہو گا، تمہیں اتنا مزا آئے گا کہ حیران رہ جاؤ گی......''

''سائی! تم سب جا رہے ہو...... تو اس خالی مانچسٹر کی حفاظت کے لیے مجھے یہیں چھوڑ دو۔''

''تم میری حفاظت کے لئے میرے ساتھ چلو...... تمہیں بہت زیادہ مزہ آئے گا......''

''مجھے اب کہیں مزہ نہیں آتا سائی......''

''بہت بار کی طرح تم مجھے پھر انکار کر رہی ہو۔''

امرحہ اس کی طرف دیکھتی رہ گئی، اس زمینی فرشتے کی طرف جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہا تھا...... جس نے اسے اکیلا نہیں ہونے دیا تھا۔ جو رحمت تھا اس کے لئے...... جو بہت مہربان رہتا تھا اس پر......

''مہربان!''

کارل نے فریشرز پر صرف اتنی مہربانی کی کہ انہیں ترکیب سے بھڑکا کر، ان سے شرط لگا لگا کر، انہیں مختلف کھیلوں، کرتبوں میں ہرا کر فٹ بال میچ کی ٹکٹ کے لئے کچھ سے زیادہ پیسے اکٹھے کر لیے۔ عالیان جانا نہیں چاہتا تھا، اور کارل اسے لے جائے بغیر چھوڑ نہیں رہا تھا۔

''مجھے پتا ہے ٹرافی انگلینڈ کی ہے.....کوئی فائدہ نہیں وہاں جانے کا.....''

''اچھا تو تم نے کرسٹل بال میں پہلے سے ہی سارا میچ دیکھ لیا.....اب بڑی بی یہ بھی بتا دے کہ کس کس کھلاڑی کو کس کس کھلاڑی سے پیٹ میں، منہ پر، کمر پر لاتیں اور گھونسے پڑیں گے.....؟''

''ہی ہی.....'' عالیان نے دانت نکالے۔

''جوانی میں تم بنا دانتوں کے کچھ اچھے نہیں لگو گے.....ٹرافی ہماری ہے اور اسے لینے ہم برازیلا Brasila جا رہے ہیں بس.....'' کارل نے دانت نکالے بغیر کہا۔

''برازیلا چلو گی امرحہ؟'' کارل امرحہ کے پاس بھی آیا اسے منانے۔

''میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔'' امرحہ نے بہانہ بنایا۔

''میرے پاس ہیں.....'' وہ مسکرایا۔

جس کی وجہ سے اس نے لائبریری کی کتابوں پر بھاری فائن بھرا تھا۔ وہ اپنے پیسوں پر اسے برازیلا لے کر جا رہا تھا.....

''شکریہ کارل.....تم بہت اچھے ہو۔'' امرحہ کو اس کی موجودگی اچھی لگی۔

''میں برا بھی بن جاؤں گا اگر تم برازیلا نہیں آئیں۔''

وہ مسکرا دی اور ایک چاکلیٹ بیگ میں سے نکال کر اس کے آگے کی جو اس نے پکڑ لی۔

''تم ایک خوش قسمت انسان ہو.....کیونکہ تم کارل ہو۔'' کہہ کر وہ لائبریری سے نکل آئی۔

عالیان، کارل، ویرا اور شاہ ویز جمعے کی رات کو ہی برازیل چلے گئے۔ سائی نے ٹھیک کہا تھا ساری یونیورسٹی ہی برازیل لینڈ کر رہی تھی۔

اس نے دادا سے میچ کا ذکر بھی نہیں کیا تھا لیکن سادھنا نے بتا دیا۔

''تم جھوٹ بول رہی ہو کہ تمہیں میچ سے دلچسپی نہیں.....تمہیں تو ویوز کا حصہ بننا تھا نا.....یا تم مجھے معاف کرنے کے لیے تیار ہی نہیں امرحہ؟'' دادا اسے عالیان نہیں دے سکے تھے۔ وہ اب اسے سب دے رہے تھے۔

''ایسی بات نہیں، میرا دل نہیں چاہ رہا۔'' اس کی آنکھیں نم ہو گئیں، جو مشکل سے ہی خشک رہتی تھیں اب۔

''تمہارا آخری سمسٹر ہے، پھر تم واپس آ جاؤ گی، جاؤ گھوم آؤ۔'' دادا نے ویرا کا نام نہیں لیا تھا۔ انہیں لگتا تھا کہ اسے ویرا کے نام سے تکلیف ہوتی ہو گی، جبکہ ایسا نہیں تھا۔ ویرا کی دوستی اور محبت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی، بس اس نے اپنے گرد دائرہ کھینچ لیا تھا۔ ویرا نے تو اسے ساتھ لے جانے کے لئے باقاعدہ منت کی تھی۔

''تم اتنا کیوں بدل گئی ہو امرحہ؟ کیا ہو گیا ہے تمہیں.....چلو ہمارے ساتھ.....''

''میں کب بدلی ہوں ویرا؟''

''تم کتنی شدت سے مجھے انکار کر رہی ہو، ہر بار کر دیتی ہو.....تم ایسی کیوں بن گئی ہو۔ ایسا لگتا ہے تمہارے جیسی میں کوئی اجنبی ہمارے درمیان گھس آیا ہے۔ اب تم عالیان کی بات بھی نہیں کرتیں، اسے تنگ کرنے بھی نہیں جاتیں اور بھی بہت کچھ ہے، جو میں محسوس کرتی ہوں، لیکن میری عقل اسے تسلیم نہیں کرتی، مجھے وہم لگتا ہے سب.....''

''سب تمہارے وہم ہی ہیں ویرا...... میری پڑھائی بہت مشکل ہو گئی ہے، میرا زیادہ وقت اسائنمنٹ بنانے میں گزرتا ہے۔''

''روس تو چلو گی نا؟''

''ہاں......'' اس نے اسے ٹالنے کے لئے کہہ دیا۔

''جلدی نہیں آنے دوں گی وہاں سے۔'' اس نے بھی انگلی اٹھا کر ہی دھمکایا۔

اور دونوں قہقہہ لگا کر ہنسنے لگیں...... ویرا نے اس کے دونوں گال پکڑ کر مروڑے۔

''امرحہ دی لاسٹ ڈک۔'' اپنا سر بھی دائیں بائیں ہلایا۔

''ویرا دی بجز بال۔'' امرحہ نے دونوں ہاتھوں سے اس کے بال مٹھیوں میں بھر کر کھینچے۔

O......❖......O
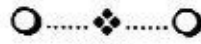
گزر چکا وقت ریت پر نقش ہے اور وہ پھونکوں سے اس نقش کو مٹا رہا ہے۔

ماضی مٹ چکا ہے۔

اس نے قدم رکھا۔

گھنٹیوں نے فانوسی راگ تخلیق کیا اور پھر بجا دیا۔ اس نے خود کو دُھند میں گھرے ہوئے پایا۔

ہوا کی گرہ پر اَن گنت فانوسی ذرے مبتلائے رقص ہوئے۔ وہ کس طرف جائے اس کا فیصلہ اس نے اس کی خوشبو سے کیا اور وہ دھند کے لبادوں کو نرمی سے ہٹاتے اس کی خوشبو کی اور بڑھنے لگا۔

اب گھنٹیاں مہروز (عاشق) کے حکم کی بجا آوری کرتیں۔ ''محرم'' کے کانوں میں سرگوشیاں کرنے کو لپکیں۔

اس کی چال میں تیزی تھی، پھر بھی فاصلہ سمٹ نہیں رہا تھا۔ البتہ خوشبو قریب آتی جا رہی تھی۔ دور سے موٹے تنے کا پھیلا ہوا درخت نظر آیا اور دھند کے سنگ پریم پریت کا سرگم بنتے گھنٹیوں کی آوازیں اللہ رکھا رحمان کی دھنیں بنیں، دل کو آ لینے کو ہوئیں...... اور دل پر قابض ہو کر مؤدب ہو گئیں۔

''احترام واجب ہے۔''

''سماں عشق ہے۔''

ہلکی ہوا اس کے بال اڑا رہی تھی۔ گھنٹیاں سرخ پیغامات کے ساتھ بندھی شاخوں سے ٹنگی جھول رہی تھیں۔ ایک ہاتھ ایک شاخ کے ساتھ ایک پیغام باندھ رہا تھا۔

''وہ امرحہ تھی۔''

''امرحہ...... کیا کر رہی ہو؟''

آواز جادو کی طرح چھو منتر ہوئی۔

وہ خوشی سے پلٹی۔ ''تم آ گئے عالیان؟''

''ابونواس'' کی روح میں سرایت ہو کر ساکت کر دینے والی شاعری رحمان کے سُروں سے ہم کلام ہو کر ''سماں یار'' میں ڈھل گئی۔

''یہ سب کیا ہے؟'' وہ اس سے زیادہ خوش ہوا۔

''ہماری کہانی'' ''تم نے یہ پیغامات مجھ سے نہیں لئے تو میں نے یہاں باندھ دیئے۔'' وہ چل کر ایک پیغام کے پاس گیا اور اسے پڑھنے لگا۔

''میں اپنی ابتدا پر تمہارا نام لکھتی ہوں اور میری انتہا تمہارے سوا کچھ نہیں۔'' پڑھ کر وہ مسکرانے لگا۔

امرحہ اپنے دونوں ہاتھ پیچھے لے گئی اور دائیں بائیں جھول کر شرارت سے مسکرانے لگی۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر شاخوں سے جھولتی گھنٹیوں کو ترنم سے ایسے بجا ڈالا جیسے ''اسد اللہ خان غالب'' کے کلام سے لبالب ہوئے، چاندی کے ظروف وادی کیلاش کی پریوں کی نازک انگلیوں تلے بج اٹھے۔

''ارتکاز واجب ہے۔''

''سماں یار ہے۔''

کشتی کی لمبی نوک جو پھولوں سے لدی ہوئی تھی۔ دھندلے اندھیرے پُل کے نیچے سے نکلی اور اس نے پانی میں ہاتھ ڈال کر اس پر اچھال دیا۔

''عالیان پر......''

اور ایک ایسی مسکراہٹ خود پر سجالی۔ جیسے وہ پرستان کی ملکہ ہو اور اپنے پری زاد کے ساتھ بگھی پر سوار گلستان کی پرواز پر جاری ہو۔

''مجھے تمہاری مسکراہٹ یاد آتی ہے اور میں خود مسکرانا بھول جاتا ہوں۔'' عالیان نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا اور درون سے روشن اس کی آنکھوں کو پایا۔

''میری ساری مسکراہٹیں تم نے لے لیں، اب کہتے ہو مسکرانا بھول گئے......''

''تم آنکھوں کی پتلیاں گول گول گھمایا کرتی تھی؟''

''تم کہا کرتے تھے تو کرتی تھی، اب تم کہتے ہی نہیں۔'' وہ اٹھلائی۔

''امرحہ...... چلو ہم پھر سے دوست بن جاتے ہیں۔'' اس کے ہاتھ کی پشت کو اس نے باری باری اپنی آنکھوں سے لگایا۔

''نہیں......اب ہم دوست نہیں بن سکتے۔'' اس نے اپنے ہاتھ کی پشت کو دیکھا۔

''کیوں؟ تم مجھ سے نفرت کرتی ہو؟''

''نہیں...... یہ نہیں کر سکتی۔''

''محبت کرتی ہو؟''

''محبت...... یہ بھی نہیں......''

''کوئی جذبہ تو ہوگا تمہارے پاس میرے لئے؟''

کشتی چمکیلی جھیل پر رواں دواں تھی اور پھر وہ ایک دوسرے پُل کے اندھیرے میں جا چھپی...... ابابیلوں کے جھنڈ پیچھے رہ گئے اور کوئلوں کی کوکوں نے اندھیرے کے سُروں کا پیچھا کیا۔

دوب (عمدہ گھاس) مخمل کی طرح بچھ گئی...... اندھیرے سے روشنی میں آتے اس نے اپنا ایک ہاتھ اس کی کمر میں پایا اور دوسرا اس کے ہاتھ میں پیوست۔

''شوقِ دید واجب ہے۔''

''سماں رقص ہے۔''

وہ سرخ پوشاک میں تھی اور اس کے بالوں میں لہریں تھیں۔ دوب اَٹی ہموار زمین پر وہ محوِ رقص تھے۔ وہ شرما کر ایسے ہنس رہی تھی جیسے اسے اس پر اعتراض تھا۔

''نیلے سمندر میرے لئے سیاہ ہیں۔'' گنگناہٹ صورت اس نے سرگوشی کی۔

''تمہاری آنکھوں کی سیاہی میں بس جانے کا خبط مجھے بہت پیارا ہے۔''

وہ مسکرانے لگی۔ ''اور......''

''میرے پیروں تلے بچھی سب ہی راہیں تم تک آتی ہیں...... تم یہ جان لو میری سانسیں تم سے ہو کر آتی ہیں۔''

اس کی مسکراہٹ گہری ہوگئی۔ ''اور......''

''امرحہ مجھے انتظار رہے گا کہ انتظار کب ختم ہوگا'' کہتے وہ اداس ہوگیا۔

''مجھے انتظار رہے گا کہ انتظار ختم ہونے کا انتظار کیا جائے گا۔'' کہہ کر وہ بیٹھ گئی۔ بے تحاشا پھول اُگ آئے۔

''بتاؤ تم کس کے لئے جان دے سکتی ہو؟'' وہ بھی اس کے پاس نیچے بیٹھ گیا۔

''جان تو کب کی دے دی۔''

''ہم نے بہت گڑ بڑ کردی نا امرحہ؟''

''ہاں بہت......اور اب سوچنے کا وقت نکل گیا۔''

''میں نے تمہیں بہت یاد کیا۔''

''میں تمہیں بھول ہی نہیں پائی۔''

''تمہیں مجھے بتانا چاہیے تھا۔''

''تمہیں یاد رکھتے رکھتے میں سب بھول گئی، تمہیں بتانا بھی...... تمہیں یاد رکھتے میں نے کچھ اور یاد رکھنا ضروری نہیں سمجھا۔''

''میں عالیان نہ ہوتا تو تمہارا خواب ہوتا جسے تم ہر رات دیکھتیں۔''

''میں امرحہ ہو کر بھی عالیان ہی ہوں، تم میرے اندر بس چکے ہو، میں نے اپنا آپ رخصت کردیا ہے عالیان۔''

''تم ایک جادوگر ہو امرحہ......'' وہ خود کو اس کی آنکھوں کے اتنے قریب لے گیا کہ اس کی پلکیں امرحہ کے گلابی گالوں پر لرزنے لگیں۔

''تم میرا سحر ہو عالیان۔''

''تم سے محبت مجھ پر فرض ہے۔''

''میں نے اس فرض کو قضا نہیں ہونے دیا'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''کہاں جا رہی ہو؟''

''پتا نہیں۔''

''رک جاؤ'' وہ بھی اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔

''روک لو......'' اس نے گردن موڑ کر کہا خود کو نہیں۔

تیز روشنی نیم اندھیرے میں بدل گئی۔ خوف اور درد کی تتلیاں مقامِ نامعلوم سے اڑتی ہوئی آئیں۔ وہ سب سیاہ تھیں۔

انہونی منبر پر اعلانیہ بلند ہوئی۔

''دعا واجب ہے۔''

''سماں ہجر ہے۔''

اس نے جھٹکے سے گردن کو اس کے گرتے ہوئے وجود کی طرف موڑ کر اسے دیکھا۔ اس کے آس پاس خون ہی خون تھا۔ وہ اپنی جگہ بت بنا کھڑا تھا۔ اور ذرا دور اس کی بند ہو جانے پر مائل آنکھیں اس پر ٹکی تھیں۔ وہ اسے دیکھ رہی تھی۔ لیکن وہ اس کی طرف نہیں بڑھ رہا تھا۔

وہ کھڑا تھا...... وہ کھڑا ہی رہا۔

"اور اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔"

"یہ تو بہ باف ہیں۔"

اپنے لمبے لبادوں میں لپٹی وہ "چاہ توبہ" کے گرد دائرہ بنا کر بیٹھ گئیں۔ پیشانی سے کھینچ کر کناروں کو ناک تک لائیں اور ایک ساتھ اپنے ہاتھ دعا کے لئے اٹھا لئے۔ اندھیری رات ان پر سایہ فگن تھی اور "آب توبہ" زمین کی تہوں میں جل تھل ہو رہا تھا۔

انہوں نے دعا کے ابتدا کی۔ "اے خدا......"

اور آنکھیں بند کر لیں۔

عالیان نے آنکھیں کھول دیں۔

اس کے جسم میں خون کا ایک قطرہ نہیں رہا تھا اور اس کے دل نے کام کرنا بند کر دیا تھا۔ اس کی آنکھیں اندھیرے میں بھٹک رہی تھیں۔ اسے بہت دیر میں یاد آیا کہ وہ کہاں ہے۔ اس نے اٹھنے کی ہمت کی، لیکن اس کی ہمت جواب دے گئی۔

مارگریٹ کے مرنے کے بعد اس کے ساتھ یہ ہوتا رہا تھا۔ وہ اپنی من پسند جگہوں پر اس کے ساتھ پایا جاتا رہا تھا......

اب پھر یوں......امرحہ کے ساتھ......

جسم کی گرمی سے اس کا منہ جل رہا تھا۔ اٹھ کر وہ واش روم میں گیا اور منہ دھو کر یخ پانی پیا۔ وہ برازیل میں تھا۔ ہوٹل کے کمرے میں، دوسرے سنگل بیڈ پر موجود کارل بے خبر سو رہا تھا۔ وہ ٹیرس پر آ گیا اور بہت دیر تک شہر کی ٹمٹماتی روشنیوں کو دیکھتا رہا۔ اس کی کیفیت واپس مانچسٹر کی طرف بھاگ جانے کی سی ہو گئی تھی۔ شٹل کاک کی طرف......کھڑکی کے نیچے۔

اس پر ہلکی سی کپکپی طاری تھی اور اس کے ہاتھ واضح کانپ رہے تھے۔ اس کا ٹیرس کے ٹھنڈے فرش پر بیٹھ کر رونے کو دل چاہا......بہت زیادہ روتے رہنے کا۔

وہ ٹھنڈے فرش پر بیٹھ گیا اور اپنے سر کو ہاتھوں میں تھام لیا اور پھر اپنے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑ لیا۔ اس میں ہمت نہیں تھی کہ وہ خواب کے آخری حصے کو دہراتا۔ فون بیڈ سائیڈ سے اٹھا کر واپس ٹیرس پر آ کر اس نے سائی کو فون کیا۔

"تم ٹھیک ہو سائی؟"

"ہاں میں ٹھیک ہوں......کیوں کیا ہوا......اس وقت فون کیا تم نے؟" سائی خود بھی نیند سے جاگا ہوا لگ رہا تھا۔

"نہیں کچھ نہیں ہوا......بس ایسے ہی فون کیا۔"

سائی کچھ دیر خاموش رہا۔ "تمہیں کچھ کہنا ہے مجھ سے؟"

"ہاں......"

"کہو......"

"میرا بہت رونے کو دل چاہ رہا ہے۔ مجھے روشنی میں بھی اندھیرا نظر آ رہا ہے۔"

"تم ماما مارگریٹ کو یاد کر کے سوئے تھے؟"

"نہیں میں نے بہت اچھے تصورات کے ساتھ یاد کیا۔ میں نے ان کے ساتھ بہت اچھی باتیں کی۔ میں اب کی اپنی کیفیت ٹھیک سے سمجھ نہیں پا رہا سائی۔"

"تمہیں ایک اچھی نیند لینی چاہیے۔"

"ہاں......شاید......سائی! تمہاری امرحہ سے کب ملاقات ہوئی تھی؟"

سائی اپنے بستر پر پورا اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس شخص نے جیسے صدیوں بعد امرحہ کا نام لیا تھا۔

"آج ملاقات ہوئی تھی......تم اسے فون کر سکتے ہو۔" سائی خوشی سے بولا۔

"ٹھیک ہے وہ؟" اس کی کپکپاہٹ کچھ کم ہوئی۔

''ہاں...... بالکل ٹھیک ہے...... بہت اچھا لگا تم نے اس کے بارے میں پوچھا۔''
شکریہ سائی...... تم سو جاؤ اب......'' شاید اس نے سائی کو بلا وجہ پریشان کیا۔
''تم بھی......''
فون کو وہ ہاتھ میں لے کر سوچتا رہا۔ پھر ہوٹل کے کاؤنٹر تک آیا اور امرحہ کو فون کیا۔
''ہیلو......'' امرحہ کی آواز آئی۔
وہ خاموش رہا۔ وہ بات کہاں سے شروع کرے گا اور کہاں ختم کرے گا۔ اور کہے گا کیا...... تو وہ خاموش ہی رہا۔ امرحہ نے فون بند کر دیا۔
''میں نے تمہیں بہت یاد کیا امرحہ!'' فون بند ہو چکا تو وہ بڑبڑایا۔
''میں نے تمہیں وہ سزا دی جو خود میں نے بھگتی۔''
وہ کمرے میں واپس آ گیا اور ٹیرس پر کھڑا ہو گیا۔ اسے نہیں لگتا تھا کہ اسے نیند آ سکے گی اب۔
آنکھیں جاگتے رہنے کا عہد باندھ چکی تھیں۔ وہ سائی اور این کے ساتھ براز یلا آ چکی تھی۔ وہ کافی دیر سے ٹیرس پر کھڑی تھی۔ اندر این سو رہی تھی۔ ابھی جو فون آیا تھا، اس نے جان لیا تھا کس کا تھا۔
اس شخص کو شبہ تھا کہ وہ اس کی خاموشی کو پہچان نہیں سکتی اور اسے یقین تھا کہ ایسا ہونا ممکن نہیں......
کلام کے لئے الفاظ کی ضرورت ہوتی ہو گی، پہچان کے لئے نہیں۔ کیا وہ اسے پھر سے یہ بتانا چاہتا تھا کہ اس کی وجہ سے اسے کتنی تکلیف کاٹنی پڑی۔ وہ کس تکلیف سے گزرا۔ اس کی اچھی بھلی زندگی کو اس نے اندھا کنواں بنا دیا۔ روشنی اندر جاتی ہے نہ اندھیرا باہر نکلتا ہے۔
وہ سب جو وہ اسے نہیں کہہ سکا۔ وہ اب کہنا چاہتا ہے۔ امرحہ کو خوف محسوس ہوا۔
خوف سے عالیان کا وہم کسی اژدھے کی طرح دیو ہیکل ہو گیا۔
اب وہ نئے سرے سے سوچ رہا تھا...... پہلے دن سے...... پہلی ملاقات سے...... پہلے جملے سے...... ایک لڑکی جس کی آنکھوں کا کاجل ایسے پھیل گیا ہے کہ گالوں کو بھی سیاہ کر گیا ہے۔ وہ اس کے سامنے کھڑی ہے...... وہی لڑکی ڈریگن ڈریس میں اس کے ساتھ کھڑی ہے اور پھر وہی لڑکی ہر جگہ اس کے ساتھ ساتھ رہتی ہے۔ وہ چھپ کر بیٹھتا ہے تو بھی...... یہ کیسی لڑکی ہے جو اس کے سائے سے زیادہ اس کے ساتھ ہے۔ روح سے زیادہ اس پر سوار ہے۔
''تم کہتے ہو تم ماما مارگریٹ نہ بن جاؤ اور مجھے یہ خوف ہے کہ تم ولید البشر بن جاؤ گے، اپنا کر چھوڑ دینے والے۔'' سائی نے کہا تھا۔
اس نے اپنا سر تھام لیا۔
سر اٹھا کر اس نے چند گہرے گہرے سانس لیے۔ کچھ بھی تھا۔ وہ خوش تھی کہ عالیان نے اسے فون کیا تھا۔ برا بھلا کہنے کے لئے ہی سہی۔ وہ اسے یاد تو رکھتا تھا۔ اس کا نام بھولا نہیں تھا۔ دنیا میں کوئی امرحہ بھی ہے اس میں یہ احساس زندہ تھا۔
زندہ رہنے کے لئے بہت ضرورتیں درپیش ہوں گی، لیکن جینے کے لئے صرف ''ایک''۔
امرحہ کے لیے۔ ''ایک عالیان۔''
عالیان کے لیے۔ ''ایک امرحہ۔''

○ ❖ ○

بارہ

باب

آیئے برازیل اسٹیڈیم کے اندر چلتے ہیں۔

سیریز کا فیصلہ کن میچ ہے۔ انگلینڈ اور برازیل آمنے سامنے آنے والے ہیں۔ لگتا ہے سارا برازیل اٹھ کر اسٹیڈیم میں آ گیا ہے۔ میچ شروع ہونے سے پہلے ہی لگ رہا ہے۔ میچ ختم ہونے کے قریب ہے۔ دونوں ٹیمیں ایک ایک گول کر چکی ہیں اور اب دونوں ٹیموں کے شائقین مرے جا رہے ہیں کہ بس ان کی ٹیم فیصلہ کن گول کر دے۔ برازیلین شائقین کچھ تندی میں تھے۔ وہ انگلینڈ کے شائقین اور کھلاڑیوں کے نام لے لے کر فقرے چست کر رہے تھے۔ انہیں بتا رہے تھے کہ انگلینڈ ٹیم کس بری طرح سے ہار جانے والی ہے۔

یہ سب ہونا معمول ہے۔ فٹ بال کی دنیا میں جو نہیں ہوتا وہی کم ہوتا ہے۔ شائقین جتنا زیادہ کرتے ہیں۔ کم ہی کرتے ہیں۔ فٹ بال فیور اسٹیڈیم کے اندر اتنے ہائی ٹمپریچر پر ہوتا ہے۔ جیسے وہاں اہتمام سے ایک آتش فشاں پھٹنے والا ہو۔ اس فیور کا تصور اسکرین سے میچ دیکھنے والے کر ہی نہیں سکتے۔

وہ...... ویرا...... کارل اور چند دوسرے یونی فیلوز آگے پیچھے بیٹھے تھے۔ انہوں نے انگلینڈ ٹیم کی شرٹس پہن رکھی تھیں اور کارل، ویرا نے اچھل اچھل کر سارا اسٹیڈیم ابھی سے سر پر اٹھا لیا تھا۔ عالیان خاموش بیٹھا انہیں ناچتے دیکھ رہا تھا۔

ایسے ہی ناچتے کودتے کارل نے ایک پیاری سی بچی کی گود میں رکھے سینڈوچز غائب کر دیئے۔ بچی جس کے ماما، پاپا اس کے پاس ہی کھڑے اپنی دھن میں اچھل رہے تھے، تاکہ وہ اسکرین پر نظر آ سکیں۔ ایک دم سے اپنی گود کو خالی پا کر رونے لگی اور اپنے اچھلتے کودتے باپ کی شرٹ کھینچنے لگی۔

''شرم کرو لٹل اینجل کو رُلا دیا۔'' عالیان نے تیزی سے چلتے اس کے جبڑے کو دونوں ہاتھوں میں سختی سے دبا کر کہا۔ بچی ان سے ذرا سی دور ہی بیٹھی تھی۔

''اینجل تو کسی نہ کسی طرح زندہ رہ ہی لیتے ہیں، ہم شیطانوں کو اپنا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ مجھے بھوک لگی تھی، میں نے محنت کی اور خوراک حاصل کر لی۔ ویسے بھی اس کا باپ اسے اور لے دے گا۔ میرا تو کوئی باپ نہیں ہے نا جو مجھے لے کر دے گا۔''

''میں ابھی بچی کے باپ کو بتاتا ہوں'' عالیان اس کی طرف جانے لگا۔

''اگر تم نے یہ کہا تو برازیلا میں فٹ بال کی تاریخ کا سب سے بڑا ہنگامہ ہو گا اور وجہ صرف سینڈوچ ہو گا...... ایک سینڈوچ کے لئے تم نہ جانے کتنے شائقین کو مروا دو گے اور کتنوں کو زخمی کروا کر عمر بھر کے لئے معذور کر دو گے۔''

''یہ میں کروں گا؟'' عالیان نے اس کے بال مٹھی میں جکڑ کر کہا۔

''ہاں تم...... صرف تم......'' اس نے بھی عالیان کے بال مٹھی میں جکڑ لیے۔ برازیلا اسٹیڈیم میں دو لڑکے ایک دوسرے کے بال مٹھیوں میں جکڑے کھڑے تھے۔

بچی کے ہاتھ میں اب ایک بڑی آئس کینڈی آ چکی تھی اور کارل اب آئس کینڈی کو دیکھنے لگا تھا۔ بچی کے باپ نے پھرتی سے بچی کو چپ کروا دیا۔

''تمہاری لٹل اینجل کی پسند اچھی ہے۔ مجھے یاد آیا کہ میں آئس کینڈی کو بہت دنوں سے بہت پسند کرتا ہوں۔'' کارل نے آنکھیں گھول گھما کر کہا۔

عالیان ہنس دیا۔ ''تم ایسے کیوں ہو؟''

''لٹل اینجل سا؟'' کارل نے معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائیں۔

''Big Devil (بگ ڈیول) سا؟'' عالیان نے آنکھیں نکالیں

''کیا میں بگ ڈیول ہوں...... نہیں نا؟'' اس نے پیچھے بیٹھی قصہ گو کی طرف رخ موڑ کر کہا اور رشوت کے طور پر جیب سے چاکلیٹ نکال کر آگے کی۔

عالیان پھر مسکرا دیا۔ ''بند کرو اپنا ڈراما۔''

''ویسے تم بہت گم صم سے ہو...... کچھ ہوا ہے؟''

''میں ٹھیک ہوں...... ہونا کیا ہے؟'' کارل کی نظروں سے وہ بچ نہیں سکتا تھا۔

''کچھ ہے تو بتاؤ فرش...... کیا تم شور سے پریشان ہو۔ تم جانتے ہو نا میں سارا اسٹیڈیم خالی کروا سکتا ہوں۔ ابھی جا کر کسی برازیلین فین کو دبوچ لیتا ہوں اور اس کی ٹیم کے بارے میں کچھ بھڑکتا ہوا جملہ کہہ دیتا ہوں۔ بس پھر کھیل شروع...... اور ہاں جو افواہ میں بم کی یہاں پھیلا سکتا ہوں۔ وہ بم بننے سے اب تک کسی نے نہیں پھیلائی ہوگی۔ بس پھر اسٹیڈیم خالی۔''

''اتنے پیسے لگا کر ہم میچ دیکھنے آئے ہیں خالی اسٹیڈیم نہیں۔''

''پتا نہیں کیوں، لیکن مجھے میچ دیکھنے سے زیادہ دلچسپی کسی اور چیز کو دیکھنے میں ہے۔ بڑی اگر میں شائقین کو آپس میں لڑوا دوں، کیسا رہے گا۔ میچ تو کئی بار دیکھ چکے ہیں ہم، اب ذرا یہ بھی تو دیکھیں، براہِ راست ہنگامہ دیکھنے میں کیسا لگتا ہے۔''

''شیشے کی خالی بوتلیں تمہارے سر پر آ کر لگیں گی نا تو مزا آ جائے گا۔ براہِ راست ہنگامہ دیکھنے کا۔''

''وہ انسان ابھی بنا نہیں جو کارل کے ساتھ یہ کر سکے۔'' کارل اِدھر اُدھر دیکھنے لگا اور کس کے پاس سے کھانے کی چیز اڑائی جا سکتی ہے۔

''وہ بنا بنایا انسان تمہارے ساتھ بیٹھا ہے۔''

''تم بھی کارل ہی ہو۔'' کارل نے اس کے دونوں گال پکڑ کر مروڑے۔

میچ شروع ہونے میں ابھی کچھ وقت تھا۔ بڑی بڑی اسکرینوں پر اسٹیڈیم میں موجود شائقین دکھائے جا رہے تھے۔

''یہ مقامی شائقین تو ابھی سے پاگل ہو رہے ہیں۔'' کارل نے ذرا دور موجود ایک لڑکے کی طرف اشارہ کیا جو اپنی ٹیم کے حق میں عجیب و غریب نعرے لگا رہا تھا۔

''تمہارا ابھی نشہ ٹوٹ رہا ہوگا، جا کر تم بھی اس کے ساتھ تھوڑا پاگل ہو جاؤ۔'' عالیان نے اسے اسی لڑکے کی سمت دھکا دیا۔

امرحہ نے سائی کو منع کر دیا تھا کہ وہ ویرا کو نہ بتائے کہ وہ وہاں موجود ہے۔ انہیں سائی کی آمد کا پتا تھا۔ اس کی نہیں۔ ویسے بھی کل انہوں نے چلے جانا تھا۔ این اور امرحہ نے بھی انگلینڈ ٹیم کی شرٹس پہن رکھی تھیں۔ این ایسے اچھل رہی تھی جیسے وہ جاپانی نہ ہو، بلکہ برطانوی ہو اور اس کا ایک آدھ بھائی یا دوست ٹیم میں شامل ہو۔ اس نے ٹیم کی نمائندگی کرتی لمبی سی ٹوپی بھی پہن رکھی تھی اور منہ کو پورا رنگا ہوا تھا، ساتھ ہاتھ میں بورڈ پکڑ رکھا تھا۔ ''ٹرافی ہماری ہے۔'' جس پر پیچھے کہیں سے کسی نے کلر بال پھینک کر اسے بدنما کر دیا تھا۔ یعنی ٹرافی انگلینڈ کی نہیں برازیل کی ہے۔

منظر کچھ ایسا تھا جیسے ورلڈ کپ فائنل ہو۔
امرحہ کچھ بہتر محسوس کر رہی تھی وہاں آ کر۔ ویسے بھی رات کو جو عالیان نے کال کی تھی اور کسی بھی وجہ کو لے کر کی تھی۔ اس کے لئے وہ بہت بڑی بات تھی۔ وہ بھی کھڑی ہو کر این کے ساتھ اچھلنے لگی اور ریہرسل کے طور پر بنائی جانے والی ''لہروں'' کا حصہ بننے لگی۔ پورے اسٹیڈیم میں لہریں گھوم رہی تھیں اور یہ قابلِ دید منظر تھا۔
وہ ہنسنے لگی...... اسے سب اچھا لگا...... جیسے سارے غم بس مٹ گئے۔
''امرحہ......'' عالیان، ویرا، کارل ایک ساتھ چلائے۔
اسکرین پر اچھلتی این کے قریب وہ کھڑی تھی اور اپنی طرف آنے والی ''لہر'' کی طرف دیکھ رہی تھی اور خوش قسمتی سے ان تینوں نے اسے دیکھ لیا تھا۔ ویرا نے فون کیا۔
''تم کہاں ہو؟''
امرحہ ہنس دی۔ ''اسٹیڈیم۔''
''پاگل...... گندی بچی...... بتا نہیں سکتی تھیں؟''
''میں نے سوچا سرپرائز دوں۔''
''سرپرائز، اسکرین پر آ کر......'' ویرا ہنسی...... وہ بہت خوش تھی اسے دیکھ کر۔
''این اور امرحہ سائی کے ساتھ ہیں۔'' ویرا نے ان سب کو بتایا۔
''تم نے بتایا نہیں کہ تمہارے ساتھ امرحہ بھی ہے۔'' عالیان نے سائی کو فون کیا۔
''اس نے منع کیا تھا عالیان۔''
عالیان خاموش ہو گیا اور اسکرین کی طرف ہی دیکھتا رہا کہ وہ پھر سے نظر آ جائے، لیکن اب گراؤنڈ میں کھلاڑی آتے نظر آ رہے تھے۔
میچ شروع ہو گیا۔
فرسٹ ہاف میں انگلینڈ کی ٹیم نے ایک گول کر دیا۔
لیکن انگلینڈ کے شائقین سے زیادہ برازیلین شائقین دیوانے ہو رہے تھے۔ ''غصے سے'' انہیں ریفری کا برازیل ٹیم کے ایک اہم کھلاڑی کو ریڈ کارڈ دکھائے جانے سے اختلاف تھا۔ ان کے آس پاس موجود شائقین ریفری کو گالیاں دے رہے تھے کہ اگر وہ یہ فاؤل نہ کرتا تو ٹیم دو گول کر چکی ہوتی اور مخالف ٹیم کو گول کرنے کا موقع ہی نہ ملتا۔
''بچو بچ کر...... برازیلیوں کے نرغے میں گھرے بیٹھے ہو۔'' ویرا نے مذاقاً کہا۔
''اگر دوسرا گول بھی انگلینڈ نے کر دیا تو انہوں نے انگلینڈ ٹیم کے کھلاڑیوں کی بجائے ہماری گردنیں دبوچ لینی ہیں۔''
عالیان ہنسنے لگا۔
وہ یہ سب مذاق میں کہہ رہے تھے۔ اسٹیڈیم میں ایسا جنون معمول کی باتیں ہوتی ہیں۔ پھر بھی مقامی شائقین کے تیور کافی بگڑ رہے تھے۔ ان کا خیال تھا سارے ریفری، انگلینڈ ٹیم کے سارے کھلاڑی فاؤل کھیل رہے ہیں۔
امرحہ کے پیچھے بھڑکتے ہوئے فاؤل فاؤل کے نعرے لگنے لگے۔
''یہ کیا ہو رہا ہے سائی؟ پیچھے کوئی لڑائی ہو رہی ہے کیا؟'' امرحہ سہم گئی۔
''یہ سب ہوتا رہتا ہے امرحہ...... آخری منٹوں میں دیکھنا کیا ہوتا ہے۔''
دوسرا ہاف شروع تھا۔ انگلینڈ کا ڈیفنس اچھا تھا۔ مخالف ٹیم کی سرتوڑ کوششوں کو وہ ناکام بنا رہے تھے۔
دوسرا ہاف ختم ہونے سے پندرہ منٹ پہلے ویرا کو ایک میسج آیا موبائل پر، جسے پڑھ کر وہ تھوڑا سا پریشان ہو گئی۔

''کیا ہوا'' شاہ ویز نے پوچھا۔
''میرے صحافی دوست کا میسج آیا ہے۔ وہ بھی یہاں موجود ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اسے کسی متوقع ہنگامے کی خبر ملی ہے۔''
''کیسے ہنگامے کی؟''
''زیادہ اسے بھی نہیں معلوم اس کا کہنا ہے کہ کوئی حکومت مخالف گروپ ہے، جو اپنے مفادات کے لئے کوئی ہنگامہ کروانا چاہتا ہے۔ شاید غیر ملکیوں کو نشانہ بنانا، ایسا ہی کچھ......''
''ایسا کچھ نہیں ہوگا......ایسی خبریں پھیل ہی جاتی ہیں، سکیورٹی بہت اچھی ہے، پولیس جانتی ہے کیسے امن رکھنا ہے اور جو خبر تمہیں ملی ہے وہ حکومت کو بھی تو ملی ہی ہوگی نا۔'' کارل نے کہا۔ ''ویسے اچھا ہے ہنگامہ ہو ہی جائے، میں بھی تو دیکھوں یہ فلم بنا ٹکٹ کے۔''
''اور پھر تمہارا دوست کنفرم بھی نہیں ہے۔''
عالیان نے کہا۔
ویرا نے سب دوستوں کو میسج کر دیا کہ میچ ختم ہوتے ہی فوراً اسٹیڈیم سے نکل جائیں۔ خطرہ مول لینے کی ضرورت نہیں۔ کوئی بدمزگی نظر آئے تو پُرسکون رہیں۔
آخری پندرہ منٹ میں برازیلین کھلاڑیوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا، لیکن آخری چھٹے منٹ میں گول انگلینڈ نے کر دیا۔
جوش اور افسوس سے دونوں ٹیموں کے شائقین نے اسٹیڈیم سر پر اٹھا لیا۔ سائی، ویرا کا پیغام پڑھ چکا تھا۔ اس نے امرحہ اور این کو چلنے کے لئے کہا۔ عالیان اور ویرا اٹھ چکے تھے۔ جبکہ اچھلتا کودتا کارل پہلے ہی کہیں غائب ہو چکا تھا۔ ویرا نے اب واضح خطرے کی بُو سونگھ لی تھی۔ کہیں کوئی ایک ایسا نعرہ گونجتا کہ اس حصے میں بات بڑھ جاتی۔ میچ کے دوران گالی گلوچ، ہاتھا پائی، تُو تڑاخ، خالی بوتلیں پھینکنا عام باتیں تھیں، لیکن ایسی تندی اور طیش نہیں ہوتا تھا جو اب دکھائی دے رہا تھا۔ جیسے سب جان بوجھ کر کیا جا رہا تھا۔
''سائی نکل چکا ہے؟'' عالیان نے پوچھا۔
''ہاں......اس نے کہا وہ جا رہا ہے۔'' ویرا نے فون کان سے ہٹایا۔
وہ دونوں اسٹیڈیم سے باہر آگئے اور ابھی وہ سڑک تک آئے ہی تھے پولیس کی نفری تیزی سے اندر اسٹیڈیم کی طرف بھاگتی ہوئی نظر آئی۔ ان کا انداز الرٹ تھا۔ ایک دم ہی اسٹیڈیم کے باہر اسٹیڈیم کے اندر کچھ ہو جانے کا منظر نمایاں ہو گیا۔
''چلو عالیان......جلدی چلو۔'' ویرا آگے کو بھاگی وہ بھی سڑک پر اس کے ساتھ بھاگا اور ذرا دور جا کر رک گیا۔
''کیا ہوا؟'' ویرا پلٹی۔
''امرحہ!'' اس کے چہرے کے سارے رنگ اڑ گئے اور اسے دیکھ کر ویرا کی اپنی شکل پر سائے سے لہرائے۔
ویرا نے فون نکالا۔ امرحہ کو فون کرنے کے لئے......لیکن عالیان پہلے ہی کال ملا چکا تھا۔
دو بار بیل ہوئی۔ ''ہیلو!'' امرحہ کی آواز آئی۔
''امرحہ! تم کہاں ہو؟''
الفاظ پورے ادا نہیں ہوئے کہ فون ڈیڈ ہو گیا۔ اس نے دوبارہ کال ملائی، لیکن فون بند جا رہا تھا۔

○......❖......○

اس کا فون بند جانا ہی تھا۔ اس کے فون کی بیٹری نکل چکی تھی اور وہ کہیں دور گر گیا تھا اور وہ خود بھی گر گئی تھی۔ وہ بس نکل

جانے کو ہی تھے کہ بھڑ کا ہوا ایک گروپ اوپر سے گتھم گتھا ہوتا ان کے اوپر آ کر گرا۔ امرحہ کا سر ایک سخت چیز سے ٹکرایا اور اس کے سر سے خون نکلنے لگا۔ سائی نے جلدی سے اسے اٹھایا۔ ایک مقامی فین نے سائی کو دھکا دیا، سائی بھی دور جا گرا۔

میچ کا آخری منٹ ختم ہو چکا تھا۔ انگلش ٹیم جیت چکی تھی اور فوراً ہی اسٹیڈیم میں مختلف جگہوں پر گروپ کے گروپ آپس میں الجھ کر گتھم گتھا ہو گئے اور ایک دوسرے پر مختلف ٹھوس چیزیں پھینکنے لگے۔ اس سارے عمل کو تیس سیکنڈ بھی نہیں لگے ہوں گے، جیسے کہ سب کچھ طے شدہ تھا کہ ایسا ہی ہونا ہے۔

اسٹیڈیم کی اندرونی حالت ایک دم سے بدلی اور عام شائقین سہم گئے۔ منظر ہولناک ہو گیا۔ شور بڑھ گیا اور ہنگامے کے آثار نمایاں ہو گئے جو چھپا ہوا تھا وہ نکل آیا۔ اسٹیڈیم نے جنگ کا میدان بدلنے میں ایک منٹ کا وقت بھی نہ لیا۔ این کہیں آگے نکل چکی تھی۔ امرحہ کو سر پر چوٹ کی وجہ سے بُری طرح سے چکر آ رہے تھے۔ سائی بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ اکیلی دھکے کھاتی، جگہ بناتی آگے بڑھنے لگی کہ ایک ہپی لڑکے نے اس کا بازو دبوچ لیا۔ سکیورٹی فورس تیزی سے اندر داخل ہو رہی تھی۔ ساٹھ ہزار شائقین کے ہجوم میں ایک دم سے بھگدڑ مچی۔ تیزی سے باہر نکل جانے کا انداز ایسا ہو گیا جیسے قیامت آ گئی ہو۔ خالی بوتلیں سر اور جسم کے دوسرے حصوں پر آ کر لگنے لگیں۔ دوبارہ امرحہ کی کمر پر کوئی وزنی چیز آ کر لگی۔ جس نے اس کا بازو دبوچا تھا۔ پوری قوت لگا کر اس سے بازو چھڑوا کر وہ آگے کو بھاگی تھی۔ لیکن اس کے بازو پر پھر وہی گرفت پڑی اور سرخ آنکھوں والے اس عادی نشئی ہپی لڑکے نے اس کی گردن پر جھک کر کاٹنا چاہا۔ امرحہ نے پوری شدت سے چیخ ماری۔

اس کا فون بند جا رہا ہے، یہ معلوم ہوتے ہی اپنا فون پھینک کر وہ رش میں مخالف سمت بھاگا، ویرا بھی اس کے پیچھے لپکی۔

''تم اس گیٹ کی طرف جاؤ، میں دوسرے گیٹ کی طرف جاتی ہوں۔'' بھاگتے ہوئے ویرا چلائی۔

اس کے بھاگنے کے انداز میں اتنی شدت اور تیزی تھی کہ وہ بہت سوں کو پھلانگتا، گراتا، دھکے دیتا ہوا آگے بڑھا۔ ایک ہجوم تھا جو منتشر باہر نکل رہا تھا اور پولیس کی نفری بڑھتی ہی جا رہی تھی، جو ہجوم میں نظم لانے کی کوشش کر رہے تھے۔ بھگدڑ کا ماحول تھا۔

''امرحہ!'' وہ پوری قوت سے رش میں گھس کر چلانے لگا، اس کی آواز میں ایسی گرج تھی کہ اتنی افراتفری میں بھی بہت سوں نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

''امرحہ!'' وہ پھر چلایا۔ اس کی سانسیں بے قابو ہو رہی تھیں۔ اگر امرحہ فوراً اس کے سامنے آ جاتی تو وہ زمین پر گر جاتا۔ اس میں کھڑا ہونے کی طاقت نہیں رہی تھی۔ وہم اسے ہولانے لگے تھے اور خوف نے اس کے دل پر پنجے گاڑھ دیئے تھے۔

اسے الہام ہوا اور وہ گیٹ سے اندر ہو گیا۔ پولیس کی نفری کھڑی سب کو باہر نکال رہی تھی، لیکن وہ سر کو جھکا کر اس پار ہو گیا۔ اسے پورے اسٹیڈیم کے ہزاروں چکر بھی لگانے پڑتے تو اسے کم لگتے اس انسان کے لئے جسے تلاش کیا جا رہا تھا۔

امرحہ باہر ہو سکتی تھی۔ اسے یہ خیال آیا تھا، لیکن اس کا وجدان اسے بتا رہا تھا کہ وہ اندر ہی ہے اور ٹھیک نہیں ہے۔

اس نے اس کے بازو کو کسی خونخوار جانور کی طرح پکڑ رکھا تھا اور وہ اسے گھسیٹ کر کسی خاص سمت لے کر جا رہا تھا۔ وہ چلا رہی تھی، خود کو آزاد کروانے کی کوششیں کر رہی تھی، لیکن اسی ہپی کے دوسرے ساتھی نے اس کے گرد گھیرا سا بنا لیا تھا اور اسے مضبوطی سے کمر سے پکڑ رکھا تھا اور وہ دونوں آپس میں اپنی زبان میں بات کر رہے تھے جسے امرحہ نہیں جانتی تھی۔

عالیان تیزی سے اِدھر اُدھر بھاگ رہا تھا اور اسے مسلسل آوازیں دے رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر گراؤنڈ کے اوپر پرواز کرنے لگا۔ یعنی معاملہ شدت اختیار کر چکا تھا۔

سیکورٹی فورس ہر طرف پھیل رہی تھی۔ کہیں سیکورٹی فورس اور شائقین میں تصادم ہو رہا تھا۔ کہیں شائقین اور شائقین میں...... معاملہ ایسے بگڑ رہا تھا جیسے جلتی آگ پر اور تیل ڈالا جا رہا ہو۔

وہ اسے دوسرے گیٹ سے نکال کر باہر لے جا رہے تھے۔ ان کا انداز کچھ ایسا تھا جیسے وہ اسے کسی گاڑی میں ڈال کر لے جانے والے ہیں۔ وہ موقعے سے فائدہ اٹھانے والے معاشرے کے ناسور تھے جو ہر جگہ پائے جاتے ہیں اور اپنی بدخصلتی سے باز نہیں آتے۔ کارل کو سائی مل چکا تھا اور اس نے امرحہ کے لاپتا ہونے کے بارے میں بتا دیا تھا۔ دوسری طرف اندر سے کارل آیا تھا۔ این، سائی، شاہ ویز اور چند دوسرے اسٹوڈنٹس اسے باہر رش میں دیکھ رہے تھے۔ سائی نے سب کو فون کر کے بتا دیا تھا، کیونکہ امرحہ کا فون بند جا رہا تھا تو اسے ڈر تھا کہ وہ ٹھیک نہیں ہے۔

کارل کی نظر دور امرحہ پر پڑی اور وہ تیزی سے بھاگتا ہوا اس کی طرف آیا۔ وہ عام نارمل انداز سے نہیں چل رہی تھی۔ اسے ایک لڑکا گھسیٹ رہا تھا اور دوسرا اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر بار بار اس کا منہ دبا رہا تھا۔ کارل اس کے پاس پہنچتا اس سے پہلے عالیان سیٹیں پھلانگتا ہوا ان کے قریب چلا گیا۔ وہ پیچھے کہیں سے تیزی سے بھاگتا ہوا آیا تھا اور اس نے آتے ہی ان لڑکوں کو لاتیں اور گھونسے مارنے شروع کر دیئے...... کارل بھی پہنچ گیا اور جس کی گردن ہاتھ آئی اس نے دبوچ لی۔

امرحہ بری طرح سے خوف زدہ تھی۔ وہ کانپ رہی تھی اور اس کے سر سے خون نکل رہا تھا اور ناک منہ سے بھی۔

دو لڑکے پہلے ہی بھاگ گئے اور ایک کارل سے خود کو چھڑا کر بھاگا۔

امرحہ پر نظر پڑتے ہی عالیان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ اس نے ڈری سہمی امرحہ کو اپنے ساتھ لگا لیا اور ہاتھ سے اس کی ناک منہ کا خون صاف کیا اور اس کے سر کے زخم کو دیکھنے لگا۔

''تمہیں کافی چوٹ آئی ہے۔'' اس نے یہ کہا اور اس نے یہ سنا تو وہ فوراً خود کو رونے سے روک نہیں سکی۔

''نہیں زیادہ نہیں ہے۔ مجھے بالکل تکلیف نہیں ہو رہی اب۔'' ٹوٹ ٹوٹ کر الفاظ نکلے جیسے جذبات کی شدت سے الفاظ بکھر سے گئے۔

اس کا سر عالیان کے سینے سے لگا تھا۔ اس سر پر لگی کتنی بھی بڑی چوٹ میں درد کیسے اٹھ سکتا تھا بھلا۔

کارل نے جلدی چلنے کا اشارہ کیا اور آگے بھاگ گیا۔ اسے اپنے ساتھ لگائے عالیان باہر کی طرف آیا۔

اور گیٹ سے باہر ہونے سے پہلے ایک زوردار دھکا لگا کہ امرحہ کا ہاتھ عالیان سے چھوٹ گیا اور وہ گر پڑنے کے انداز سے بہت آگے نکل گئی۔

''سڑک سے دور کسی محفوظ حصے کی طرف بھاگ جانا امرحہ......'' عالیان پیچھے سے چلایا اور پورا زور لگا کر اس نے ہجوم میں سے جگہ بنا کر آگے نکل جانا چاہا۔ امرحہ نے دھکے کھاتے آگے بڑھتے گردن موڑ کر اسے دیکھا اور عالیان کا دل وہیں ٹھہر گیا۔

''احترام واجب ہے۔ سماں عشق ہے۔''

ہجوم نے اسے ایک اور دھکا دیا وہ آگے نکل گئی۔ دھکے نے اسے لڑکھڑا دیا اور وہ اور پیچھے رہ گیا۔

امرحہ نے پھر گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

''وقت نے دغا دیا وہ وہیں ٹھہر نہ گیا۔''

اگلے دھکے سے وہ باہر نکل گئی۔

سڑک کا منظر کچھ اور ہو چکا تھا۔ منٹوں کی گیم تھی، لمحوں میں بدل گئی۔ سیکورٹی فورس منتشر ہجوم سے نپٹنے میں مشغول تھی۔ رات کا وقت تھا اور آنسو گیس کے دھوئیں نے رات کو خطرناک بنا دیا تھا۔ ربڑ کی گولیاں فائر کی جا رہی تھیں۔ مختلف اشکال کے ماسک پہنے ہوئے افراد سیکورٹی فورس پر ٹھوس چیزیں اور آنسو گیس اچھال رہے تھے۔ کہیں کچھ گروپس آپس میں متصادم تھے،

کہیں فورس کے ساتھ......

ایک بڑا ہنگامہ برازیلا اسٹیڈیم کے اندر اور باہر پھوٹ چکا تھا۔

ایک ایسا ہنگامہ جو سانحے میں بدلنے ہی والا تھا۔ ایمبولینس کے سائرن کی آوازیں چار سُو گونج رہی تھیں۔ دور دور تک سڑک پر ایک جنگ کا عملی منظر دیکھا جا سکتا تھا۔

''تصادم کی تصویر تھی اور بغاوت کی بُو۔''

وہ سڑک پر نکل کر ایک سمت بھاگنے لگا۔ کارل اس کے پیچھے ہی تھا۔

''امرحہ کہاں ہے؟'' کارل نے چلا کر پوچھا۔

''اسے میں نے سڑک سے دور نکل جانے کے لئے کہا تھا۔'' دو فائر فضا میں گونجے اور چیخوں سے کان پھٹنے لگے۔ ان پر شیشے کی بوتلیں اچھالی گئیں۔ ایک نے آگے بڑھ کر کارل پر حملہ کرنا چاہا جسے کارل نے پہلے ہی دبوچ لیا اور سڑک کے ایک طرف نیچے زمین پر پٹخ دیا۔

وقفے وقفے سے، لیکن تیزی اور شدت سے آنسو گیس اچھالی جا رہی تھی اور ربڑ کے فائر کیے جا رہے تھے۔ کون دفاع کر رہا تھا اور کون حملہ، فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ عالیان تیزی سے سڑک پر بھاگ رہا تھا اور چلا رہا تھا۔ ''امرحہ!''

اس کے پیروں تلے کی زمین کھسکتی جا رہی تھی اور اس کی آنکھوں کے آگے بار بار اندھیرا چھا رہا تھا۔ اسے اپنا خواب یاد آ رہا تھا۔ اندھیرا...... دھواں...... تصادم اور خطرہ۔

نشانیاں اچھی نہیں تھیں۔ وہ ذرا دیر کو رک کر ہانپنے لگا۔ اس سے اگلا قدم اٹھانا مشکل ہو رہا تھا۔ اس کے پیروں کے پاس آ کر ایک گیس کا گولا گرا...... وہ تیزی سے دوسری طرف ہوا۔ اس کے بازو پر ربڑ کی گولی آ کر لگی، لیکن وہ رکا نہیں، اس کا جسم اسے حرکت کرنے سے جواب دیتا جا رہا تھا۔ اس کی کیفیت اس انسان سی ہو گئی، جسے اپنے کسی عزیز کے تابوت کو اٹھانے کے لئے کہا جاتا ہے اور وہ خود کو پہاڑ اٹھا لینے کے قابل تو سمجھ لیتا ہے، لیکن وہ تابوت نہیں۔

برازیلا اسٹیڈیم دھواں اگلنے لگا...... چند ایک جگہ آگ بھڑک اٹھی...... دھوئیں کے پھیلاؤ سے سڑک پر حرکت بحال ہو گئی۔

پوری قوت لگا کر وہ پھر بھاگا اور چلایا۔ ''امرحہ......''

وہ ساری دنیا کو آگ لگا دے گا...... اگر کچھ ہوا تو...... وہ سب کچھ جلا ڈالے گا۔ اب وہ طیش سے سڑک پر بھاگنے لگا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا۔ راستے میں آنے والوں کو روند ڈالے، کچل دے، ورنہ حلق پھاڑ کر اتنی شدت سے چلائے کہ سب اپنی اپنی جگہ ساکت ہو جائیں۔

اس نے پھر آواز دی۔ ''امرحہ!''

O......❖......O

اس کا دوپٹا کب کا کہیں گر چکا تھا۔ اسے چلنے میں مسئلہ ہو رہا تھا۔ چند لوگ اس پر آ گرے تھے اور اس کی ٹانگ جیسے ٹوٹ ہی گئی تھی۔ وہ بمشکل لنگڑا کر چل رہی تھی۔ دھوئیں کے بادلوں میں اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں سخت چبھن ہو رہی تھی اور ان میں سے مسلسل پانی نکل رہا تھا۔

وہ کبھی ایسے کسی تصادم سے دوچار نہیں ہوئی تھی۔ وہ تو زندگی میں پہلی بار فٹ بال میچ دیکھنے اسٹیڈیم آئی تھی۔ اسے تو یہ تک معلوم نہیں تھا کہ ہنگامی صورتِ حال میں کیا کرنا چاہیے۔ اس وقت اس کی عقل بالکل ماؤف ہو چکی تھی اور وہ بری طرح سے سہم چکی تھی۔ اسے ہر ایک سے ڈر لگ رہا تھا کہ کوئی اسے گھسیٹے گا یا مار دے گا۔ سڑک کا منظر انتہائی ہولناک ہو چکا تھا۔ اس کا دل چاہا واپس اندر بھاگ جائے۔

اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کس طرف کو بھاگے اور پھر جس طرف بہت سے لوگ بھاگے جا رہے تھے وہ بھی بھاگنے لگی۔ سڑک پر وہ سب منتشر ہو گئے۔ سیکورٹی فورس کی نفری بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ پھر بھی تصادم تھمنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ وہ تیزی سے اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ لیکن اب وہ ڈیفنس کرنے کی پوزیشن میں آ چکے تھے جو گروپس حملے کر رہے تھے، ان کے حملے بہت شدید تھے۔

صرف چند منٹ لگے یہ سب ہونے میں، صرف چند منٹ۔

عالیان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ ٹھیک سمت بھاگ رہا ہے یا نہیں، بس اسے اس کا وجدان کہہ رہا تھا کہ اسے اسی سمت جانا چاہیے۔

ایک اور گولا اس کے پیچھے اور ذرا آگے آ کر گرا...... اور دھوئیں کے بادل پھیلنے سے پہلے اس نے امرحہ کو بہت دور دیکھ لیا۔

''امرحہ!'' وہ پوری جان سے چلایا کہ وہ اس کی طرف دیکھ لے، لیکن وہ بہت دور تھی، اس سے ٹھیک سے چلا نہیں جا رہا تھا۔ وہ ڈر کر کھڑی تھی۔ اس سے ذرا آگے ایک گروپ میں تصادم ہو رہا تھا اور اس کے پیچھے گیس کے گولے پھینکے جا رہے تھے۔

فاصلہ سمٹا، وہ بھاگ کر اس کی طرف لپکا۔

سڑک کے دوسری طرف سے تصادم کے اس پار سے ویرا نے اسے دیکھ لیا اور وہ اس کی طرف بھاگی۔

''امرحہ......'' فاصلہ سمٹ چکا تھا۔ وہ اس سے کچھ ہی دور تھا۔ اب امرحہ نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

''ارتکاز واجب ہوا...... سماں یار غالب آیا۔''

اور اتنی دور سے وہ عالیان کے اس طرح اپنی طرف بھاگتے آنے پر فدا ہو گئی۔

''محبت صبح کا عالم ہے۔ اس میں رات نہیں ہوتی۔''

وہ اس کے لئے کیسے بھاگا پھر رہا تھا۔

''محبت ابد کی گھڑی ہے۔ یہ فنا نہیں ہوتی۔''

جو ہو چکا تھا اب تک...... وہ وہیں مٹ چکا۔

''محبت، طرب کا ساز ہے۔ اس میں آہ نہیں ہوتی۔''

جو فاصلہ تھا وہ کم ہونے لگا۔

''کہیں مت جاؤ۔'' دھوئیں کے بادلوں نے دو لوگوں کی ایک سوچ کو جا لیا۔ ''اب کہیں مت جاؤ۔''

وہ عالیان کی طرف گھوم چکی تھی اور اس کی طرف آ رہی تھی۔

اور ایک بھڑکے ہوئے لڑکے نے انگلینڈ ٹیم کی شرٹ پہنے ایک لڑکی کے سر پر شیشے کی وزنی بوتل سے ضرب لگائی۔

''وہ لڑکی جو امرحہ تھی۔''

ویرا بجلی کی سی تیزی سے امرحہ کی طرف لپکی۔

کارل اور سائی بھی آگے پیچھے اس کی طرف آ رہے تھے۔ اس کے سر پر ضرب لگتے دیکھ کر ساری زمین اپنے چکر پر الٹی گھومتی عالیان کے پیروں تلے سے کھسک گئی اور وہ بھاگتے بھاگتے رک گیا، کیونکہ......

دو فائر ہوئے۔

برازیلا اسٹیڈیم کے باہر پھیلا سارا دھواں عالیان کی آنکھوں میں گھس آیا۔ سارا بھاگتا دوڑتا ہجوم اس کے جسم کو روندنے لگا۔

وہ جہاں تھا، وہیں کھڑا رہ گیا۔
ایک فائر ربڑ کی گولی کا تھا۔
ویرا پوری شدت سے چلائی اور کتنے ہی لوگوں کو پھلانگتی ہوئی اس کی طرف آئی۔
''فریز!''
دوسرا فائر ربڑ کا نہیں تھا۔
کارل اور سائی نے کتنوں کو ہی دھکے دے کر گرا کر اس تک پہنچ جانا چاہا۔ وہ دونوں اس سے چند قدم کے فاصلے پر پہنچ گئے۔
''فریز!''
''کچھ فیصلے صرف دائمی جدائی کے ہاتھوں ہی طے پاتے ہیں، اس سے پہلے خبر ہوتی ہے، نا احساس۔''
اطراف میں پھیلا دھواں، فورس کی نفری بھاگتے دوڑتے اجسام......سب ہی۔
''فریز......''
سب جامد ہو گیا۔
وہ سڑک پر گھٹنوں کے بل گری اور پھر اس کے پشت سڑک سے جا لگی۔ خون اس کے گرد پھیلنے لگا۔
''امرحہ!'' اس نے چلانا چاہا، لیکن چلا نہیں سکا۔ وہ وہیں اس سے کچھ دور کھڑا تھا۔ وہ جو امرحہ کا عالیان تھا۔
اس نے اس کی طرف بھاگنا چاہا، لیکن بھاگ نہیں سکا۔
تو یہ ثابت ہو گیا۔ ''جسم سے جان اس وقت نہیں نکلتی جب اپنی جان نکلتی ہے۔ یہ جان اس وقت نکلتی ہے جب جان سے پیارے کی جان نکلتی ہے۔''
''دعا واجب کر دی گئی......سماں ہجر کی منادی ہوئی۔''
اس کے جسم نے جان چھوڑ دی اور وہ گھٹنوں کے بل سڑک پر گرتا چلا گیا۔ اس کا اپنا جسم ٹکڑوں کی صورت منتشر ہوا۔
دنیا میں کوئی دہائی دینے کے لئے تیار ہوا۔
امرحہ کے سر پر پہنچنے سے پہلے کارل نے عالیان کی طرف دیکھا اور اس نے جانا کہ اگر ایک مر چکا تو دوسرا مرنے جا رہا تھا۔ کیونکہ عالیان نے اس انسان کی بند ہوتی آنکھیں دیکھ لیں، جن میں اس نے خود کو بند کر لیا تھا۔
اس کی آنکھ سے خون ٹپکنے لگا، جس کا رنگ سرخ نہیں تھا۔
امرحہ کے وجود سے عالیان کی اپنی زندگی قطرہ قطرہ بہنے لگی، جس کا رنگ سرخ ہی تھا۔
اے آنکھ تُو کیوں روتی ہے۔
قافلے والے چلے گئے......
اے آنکھ پھر تُو کیوں روتی ہے۔
وہ مجھے پیچھے اکیلا چھوڑ گئے......
اے آنکھ تُو رونا بند کر
اس قافلے میں میرا محبوب تھا......
افسوس! ہاں پھر تُو رو......

o......❖......o

باب

یوں جیسے امیرِ شہر مچان پر ہی کھڑا رہ گیا ہو اور زہر بجھے نیزوں نے اس کے شہر کی زندہ سانسوں کو مالِ غنیمت کی طرح لوٹنا شروع کر دیا ہو۔

''نگر حیات'' پر آگ کے گولے برسائے جانے لگے اور خاتمے کی راکھ آگ کی لپیٹوں میں دیمک بنی گھس گئی ہو۔

''امیر شہر سڑک پر اپنا جہاں لٹتے دیکھ رہا ہے۔''

موت کی سانسیں نہیں ہوا کرتیں پھر بھی وہ زندگی کی لو پھونک مار کر بجھا دینے کا اختیار بحکم خدا اپنے اختیار میں رکھتی ہے۔

اس کے شہر پر یہ پھونکیں تیز آندھیوں کی طرح چلیں اور افواجِ ہادم (مسمار کرنے والا) کے ہاتھوں اس نے اپنے قلعے کو مچان سمیت منہدم ہوتے دیکھا اور پھر یوں چشماں اندھ پوش ہوئیں...... ساعتیں معزول ٹھہریں اور دہن نے ماتم زدوں کی چوکھٹیں جا تھامیں۔

''اے ابن الوقت! ہاں اب میں نے جان لیا......''

''امر اور مرن'' زندگی دو لفظ ہے۔''

سکیورٹی فورس نے امرحہ کی طرف یک دم یلغار کی اور وہ اس کے گرد اپنی ڈیفنس شیلڈز لئے دائرے میں کھڑے ہو گئے اور دوسرے کچھ کھڑے، کچھ گھٹنوں پر پوزیشن لئے ربڑ کی گولیاں فائر کرنے لگے جبکہ وہ اس طرف ایسے ایستادہ رہا جیسے اب وقتِ آخر تک یہی حکم اس پر مہر تھا۔

شور یک دم دھماکوں کی صورت پھٹا...... انسانی بستی کے گولے نے کشش کا تھال الٹ دیا اور برازیلا اسٹیڈیم زمین سے پہلے اٹھا اور پھر ہر چیز اپنی حد بندی سے نکل جانے کے لئے اپنی حدوں کی نافرمان ہوئی اور عمارتیں اور لوگ بے وزن ہونے لگے۔ پھول اور درخت، جھیلیں اور آبشاریں، سبزے اور خطے کرہ زمین سے اٹھنے لگے۔ بہاریں اور نغمے، ابابیلیں اور فاختائیں، خوشبوئیں اور میوے بھی پیچھے نہ رہے۔

اور اے ابن الوقت! ان دو لفظوں کی حقیقت کو میں نے اب پایا۔

''امر'' یار کا ہونا اور ''مرن'' اس کا نہ ہونا۔

اپنے ہی جسم کے جلنے کی بو بلا تامل اس کے نتھنوں میں گھسنے لگی۔ حرکت کرنے کے لئے جو طاقت درکار تھی وہ اس کے دائرہ اختیار میں نہ تھی۔ کارل، ویرا یا سائی اس کی طرف اس کے پاس کوئی نہیں تھا۔ وہ اس طرف سامنے امرحہ کے پاس تھے جو شدت تکلیف میں ہو گی یا تکلیف سے مبرا ہو چکی ہو گی۔

ابہام اس کے کانوں میں پھونکیں مارنے لگے اور پیشینگوئی کی زبانیں نکل آئیں۔ سائرن بجاتی ایمبولینسیں آئیں۔ سکیورٹی فورس نے اب جیسے دبنگ دھاوا بول دیا اور سڑک سے ہجوم ایسے چھٹنے لگا جیسے وہ سب اسی ایک سانحے کے انتظار میں

تھے جو عالیان پر گزر چکا تھا۔ ہیلی کاپٹر پرواز کر رہے تھے۔ ایمبولینسیں اور رضا کار تیزی سے حرکت میں آ چکے تھے۔ سیکورٹی فورس سڑک پر اور اطراف میں جال کی طرح پھیل گئی۔ دو اہلکار دور سے عالیان پر بھاگتے ہوئے چلائے پھر ایک چلاتے ہوئے اس کے قریب آیا اور جھک کر اسے بازو سے پکڑ کر اٹھا کر گھسیٹنے لگا۔ ساتھ وہ تیز آواز میں کچھ کہہ رہا تھا اور پھر اتنی افراتفری میں اس نے ذرا کی ذرا رک کر جھک کر اسے دیکھا اور چونک گیا۔

''تم ٹھیک ہو؟'' اس نے پوچھا۔

ایمبولینس اب جا رہی تھی...... اور وہ اس کے قریب سے گزر گئی۔ نتھنوں سے بو اس کے اندر اترنے لگی۔

امیرِ شہر نے اپنی ہتھیلیوں کو خالی پایا جیسے ابتدائے وقت سے اٹھا، ہجر وصل کی دھرتی پر قیام گاہ بناتا، ابدیت کی مشعلوں سے روشن ''شہر'' اجڑ گیا۔

''امرحہ چلی گئی...... یا جا رہی ہے...... یا چلی جائے گی۔''

دل نے دھڑکنیں مستعار لیں، سانسوں نے زندگی کو التجائیہ صدا دی اور اس کے مجسمے میں جنبش ہوئی۔

سیکورٹی اہلکار نے اسے ایک محفوظ حصے کی طرف اچھال سا دیا اور تیز آواز میں ایک سمت چلے جانے کا اشارہ کیا لیکن وہ سیکورٹی اہلکار کے بتائے اشارے کے مخالف سمت بھاگا اور راستے میں آنے والے سیکورٹی اہلکاروں کو دھکیلتا اور پھلانگتا ہوا اس مقام تک پہنچ گیا جہاں سڑک سرخ تھی اور کانچ کی بوتلیں ٹوٹی ہوئی بکھری پڑی تھیں اور خون کے چھینٹے کانچ پر جمع تھے۔

اس بار تین چار اہلکار اس کی طرف لپکے کہ اسے اٹھا کر کہیں پھینک دیں کہ وہ تیزی سے ان سے ٹکراتا ہوا اس جگہ پر جھک کر بیٹھ گیا اور خون پر اپنے ہاتھ رکھ لئے۔

''اور سن اے شہر یاراں کی ملکہ۔''

''اس میں ذرا وقت نہ لگا اور میں تم ہو گیا اور تم ہی رہ گیا۔''

اور اس کے آنسو اس خون پر گرے جو امرحہ کا تھا۔ اہلکاروں نے اسے کوئی ضدی، عجیب و غریب حرکتیں کرنے والا فین سمجھ کر گردن، بازو اور کالر سے پکڑ کر اٹھایا اور اسے دور لے جانے لگے۔

○......❖......○

جب اسے ایسے سڑک سے دور لے جایا جا رہا تھا تو سائی نے پیچھے سے چلا کر اس کا نام لیا۔ کب سے ڈھونڈ رہا ہوں تمہیں کہاں تھے تم؟ سائی اس کی طرف بھاگا آیا اور اہلکار کو اپنا یونیورسٹی کارڈ دکھایا۔ اہلکار نے اس کا بازو چھوڑ دیا اور تیز تیز یہ کہہ کر چلا گیا کہ وہ جلد سے جلد اپنی جائے رہائش کی طرف چلے جائیں۔ اس دوران عالیان سہم کر سائی کو دیکھ رہا تھا اور پھر وہ سائی سے الگ، آگے تیز تیز چلنے لگا۔ سائی کے لئے عالیان کی یہ حرکت غیر متوقع تھی۔

''عالیان۔'' سائی چلایا اور اس کے پیچھے لپکا۔

''کہاں جا رہے ہو؟'' اس کی طرف تیز چال میں بڑھتے ہوئے سائی نے ہانپ کر کہا۔ ان چند منٹوں کی بھاگ دوڑ میں وہ بری طرح سے تھک چکا تھا۔

اب عالیان بھاگنے سا لگا۔ ''یہ اب مجھے بتائے گا کہ امرحہ کے ساتھ کیا ہوا؟''

اس نے سوچا اور چاہا کہ بس اب وہ دنیا میں کہیں جا چھپے کہ اسے معلوم ہو سکے اور نہ کوئی اسے بتا سکے کہ امرحہ چلی گئی۔ وہ کبھی اس خبر کی پذیرائی نہیں کر سکے گا۔ وہ کبھی اس کی آنکھوں کے بند ہو جانے کو اپنی کھلی آنکھوں سے نہیں دیکھے گا...... کبھی نہیں۔

''عالیان تم ہاسپٹل جا رہے ہو؟'' اس کے ردِعمل سے عاجز سائی چلایا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ عالیان کر کیا رہا ہے یا پھر کیا اپنا دماغی توازن کھو چکا ہے۔ عالیان نے بھاگنے کی رفتار تیز کر دی۔ اپنے بگڑے دماغی توازن کی تصدیق کر دی۔ سائی

نے جیسے بھانپ لیا اس کا دل بھر آیا اور رندھی ہوئی آواز میں وہ چلایا۔

''اسٹریچر پر لے جاتے ہوئے اس نے تمہارا نام لیا تھا۔''

خود کو آگے لے جاتا، سڑک کو پیچھے چھوڑتا عالیان رک گیا۔ ہجوم، سیکورٹی فورس، اسٹیڈیم، افراتفری، آنسو گیس، سب پیچھے رہ گئے تھے البتہ شور اپنی موجودگی کی گواہی ابھی بھی دے رہا تھا۔ سیکورٹی فورس کی گاڑیاں ایمبولینسیں، فائر بریگیڈ کی گاڑیاں آ جا رہی تھیں۔

اس نے پلٹ کر سائی کو دیکھا پھر متحیر ستاروں سے مزین آسمان کو اور یہ دیکھنا ایسا دیکھنا ہو گیا جیسے خدا تک جانے کا راستہ تلاش کر رہا ہو۔

''وہ زندہ ہے نا سائی؟'' فاصلے سے وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر اس نے کچھ وقت ہمت مجتمع کرنے کے لئے لیا اور پھر پوچھا ایسے جیسے اس نے سر پر وہ تھال اٹھا رکھا ہو جس کے سبھی چراغ بجھ چکے ہوں اور صرف ایک ایسے جل رہا ہو جو بجھ جانے کے قریب کے ہو۔

''آؤ ہاسپٹل چلیں عالیان!'' سائی اس کے قریب آ چکا تھا اور اپنی انگلیوں سے اس کے بھیگے گال صاف کر رہا تھا۔

''خدا کے لئے بتاؤ سائی!''

''اُسے کچھ نہیں ہو گا عالیان!'' اس نے عالیان کے دونوں ہاتھ پکڑ کر محبت سے ان پر دباؤ ڈال کر وہ کہا جو کہنا ضروری تھا۔ پُر امید رہنے کے لئے بہت ضروری۔

''اسے کچھ نہیں ہوا...... یہ کہہ دو خدا کے لئے۔'' اس نے اپنے ہاتھ چھڑوا کر سائی کو شانوں سے تھام کر جھنجھوڑا۔

''پلیز کہہ دو۔'' کھڑے رہنے کی طاقت پھر سے ختم ہونے لگی اور وہ کھڑے رہنے سے معذور اور گر جانے پر مجبور ہو گیا۔ سائی اس کے پاس نیچے بیٹھ گیا اور اس کے گال کو شفقت سے چھوا۔

''آؤ عالیان! ہم خدا سے دعا کریں۔''

تھوڑی دیر ان کے درمیان خاموشی رہی جیسے انہونی کی چاپ پر کان دھرے جا رہے ہوں۔

''آؤ ہم امرحہ کے پاس چلیں۔'' سائی نے کہا جس پر عالیان نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ دیکھنے کا یہ انداز امید کی کرن کھوجنے جیسا تھا۔

کیا روم کے مصوروں نے ''عشقِ عیاں'' کے سائے تلے بنائے اپنے شاہکاروں پر سیاہ دواتیں انڈیل دیں؟

جبکہ اس کے وجدان نے سنگدلی کو آنکھوں پر بٹھائے اور رحمدلی کو بالائے طاق رکھتے اپنے مرتب سوالنامے میں سے پہلا سوال اس پر داغا اور وہ بلبلا اٹھا۔

کیا الہامی اوراقِ حکم کی بجا آوری کے لئے رازداری اور پوشیدگی سے پھڑ پھڑائے۔ دوسرے نے پہلے وجدان کو مات دی

اور کیا دجلہ و فرات میں جوار بھاٹا اٹھا اور پربت کی چوٹیاں سوگ میں اس لئے جھک آئیں کہ آفاق نے تمہاری دعاؤں کو الٹ دیا کیونکہ انہوں نے ''ہجرِ یار'' کو مرتسم پایا اور کیا سزا کے لئے تمہارا زندہ رہنا قائم ٹھہرا اور مبارک ساعتوں کو ہمیشہ کے لئے رخصت کر دیا گیا۔

سائی نے دیکھا کہ وہ سکڑتا جا رہا ہے جیسے مٹ جانے کو ہے۔ کیا ''بحرِ یاراں'' پر رواں سفید بادبانی کشتیاں بس ڈوب جانے کو ہوئیں اور ''مشک'' مثلِ ''کافور...... کافور'' ہوا۔

○......❖......○

ہاسپٹل کے کوریڈور میں کھڑے اس کی آنکھیں خشک ہونے میں نہیں آ رہی تھیں۔ کارل، ویرا، سائی اور باقی سب

اس کے اردگرد، آس پاس کھڑے تھے۔ ویرا اس کا ایک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر سہلا رہی تھی۔ اس کے اپنے ہاتھ کانپ رہے تھے اور وہ زندگی میں پہلی کمزوری اور کم ہمتی کا شکار ہوئی تھی۔ ساری انسانی طاقت ٹھیک اس جگہ بے بس ہو جاتی ہے جہاں ''ہو جا'' کا حکم لگ جاتا ہے۔

کارل کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ عالیان سے ایسا کیا کہے کہ وہ آرام سے کہیں بیٹھ جائے اور پانی کے دو گھونٹ ہی پی لے۔ دیوار کے ساتھ لگ کر وہ کب تک ایسے ہی کھڑا رہنا چاہتا ہے جیسے آنے والوں اور جانے والوں کا راستہ روک لے گا۔

رات کے دو بجے کا وقت ہے۔ ان سب کو وہاں کھڑے کئی گھنٹے گزر چکے ہیں۔ آپریشن تھیٹر سے امرحہ کو آئی سی یو میں شفٹ کر دیا گیا ہے۔ وزنی بوتل کی دو ضربیں اس کے سر کے پچھلے حصے اور گردن سے ذرا نیچے لگی تھیں۔ گولی اس کا بایاں شانہ چھو کر گزری تھی۔ وہ گولی اس کے دل، اس کے سر، اس کی آنکھ پر لگتی، اگر بوتل کی ضرب سے وہ اپنا توازن کھو کر لڑکھڑا نہ جاتی پھر وہ وہیں مر جاتی۔

کتنی ہی بار لیڈی مہر، سادھنا، شارلٹ، مورگن فون کر چکی تھیں لیکن عالیان نے کسی سے بھی بات نہیں کی تھی، وہ بس خاموش کھڑا تھا۔ بچپن سے لے کر اب تک کی زندگی اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہی تھی۔ وہ کھڑکی کے پاس کھڑا مارگریٹ کا انتظار کر رہا تھا۔ مارگریٹ کو سسکتے ہوئے سن رہا ہے۔ ادارے کے کسی کونے میں چھپا بیٹھا رو رہا ہے۔ ماما مہر کے سینے سے لگا خود کو رونے سے روک رہا ہے۔ وہ جتنا کچھ بھی دیکھ رہا تھا ان میں خود کو دکھوں میں گھرا ہی دیکھ رہا تھا۔ پھر ان مناظر میں امرحہ آ گئی اور بار بار پلٹ کر آتی رہی۔ خود پر اختیار رکھتے اس نے امرحہ کو آنکھوں کے سامنے سے ہٹنے نہیں دیا کیونکہ اسے یہ خوش فہمی لاحق ہوئی کہ ایسے وہ امرحہ کو زندہ رکھے ہوئے ہے اور یہ ایک خوش آئند عمل ہے۔ جبکہ اسی دوران جب جب اسے ماما مارگریٹ تابوت میں آنکھیں بند کیے نظر آئیں تو وہ سہم کر چونک چونک جاتا۔ اسے بدشگون جانتا اور فوراً نظر انداز کر دیتا۔

کارل اور ویرا کتنے ہی طریقوں سے ڈاکٹروں اور سٹاف کی منت کر چکے تھے کہ انہیں دور سے امرحہ کو دیکھ لینے دیا جائے لیکن انہیں اجازت نہیں مل رہی تھی۔ رات چار بجے کے قریب کارل دس منٹ کے لئے ایک سینئر ڈاکٹر کے آفس میں گیا اور صرف پانچ منٹ کی اجازت لے کر باہر آیا۔ عالیان کا ہاتھ پکڑ کر اسے آئی سی یو ڈیپارٹمنٹ کے اندر لے گیا اور ایک نرس اسے امرحہ کے کمرے کے سامنے شیشے کے اس طرف لے آئی۔

وہ امرحہ کو دیکھنا بھی چاہتا تھا اور نہیں بھی، وہ یہ ہمت کر بھی رہا تھا اور نہیں بھی۔ اس نے سر جھکا رکھا تھا اور اسے اٹھانے کے لئے تیار بھی تھا اور نہیں بھی۔ کیونکہ کسی چلتے پھرتے انسان کو بے بسی سے زندگی اور موت کے بستر پر پڑے دیکھنا سب سے بدترین منظر ہوتا ہے۔ ایسے مناظر اپنی تاب میں بے مثال ہوتے ہیں۔

اُس نے ایک ہاتھ پھیلا کر شیشے پر رکھا اور پھر دوسرا اور دس انگلیوں کی جھریوں میں سے ایک جھری پر اپنی آنکھ رکھ دی اور دوسری آنکھ کو تین انگلیوں کی اوٹ میں بند رکھا۔

نقشین اخروٹی قدِ آدم آئینہ ہے جو ارغوانی پوشاک میں ملبوس، گھیر دار فرشی دامن کو گھٹنوں سے ذرا سا اوپر اٹھاتی امرحہ کو منعکس کر رہا ہے۔ شفاف روشنی گندم کی بالیوں کی طرح اس کے آدھ گندھے بالوں میں جھوم رہی ہے۔

ڈریگن پریڈ سے پہلے وہ یہ خواب دیکھتا تھا۔

زخموں میں جکڑی اور مختلف مشینوں اور ٹیوبوں سے منسلک امرحہ کو اس نے دیکھا اور آنکھ بند کر لی۔ انگلی کی جھری سمیٹ لی۔ خواب کی کھڑکی کھول دی۔

''اس کے جوتے کا بکل بند ہونے میں نہیں آ رہا اور اتنی گھیر دار پوشاک اسے الگ سے تنگ کر رہی ہے۔''

اس نے آنکھ کو کھولا اور اسے قطعاً نہیں مسئلہ کہ وہ ٹھیک سے کام کرے۔ ایسے منظر کو دیکھنے کے لئے شفاف بینائی کی

ضرورت بھی کسے تھی بھلا۔

"دونوں ہاتھوں سے اس نے گھٹنوں سے ارغوانی ریشم کو پکڑ کر اٹھا رکھا ہے اور وہ نیچے بیٹھ کر اس کے جوتے کا بکل بند کر رہا ہے اور پھر سر اٹھا کر مسکرا کر اسے دیکھتا ہے۔"

"تم سے اتنا سا کام بھی نہیں ہوتا؟" وہ کہہ رہا ہے۔

"اگر ہو جاتا تو تم یہ شرف کیسے حاصل کر پاتے؟" آنکھیں ترچھی کر کے گردن کو ادا سے اٹھا کر اس نے کہا۔

آنکھیں بند رکھے، گردن سیدھی کیے اس نے اب خاموش رہنا پسند کیا۔ اگر اسے اندر جانے کا موقع دیا جائے تو وہ آنکھوں پر پٹی باندھ لے اور صرف ہاتھ سے چھو کر اسے محسوس کرے۔

"تم نے یہ پیغامات مجھ سے نہیں لئے تو میں نے یہاں باندھ دیئے۔"

"رک جاؤ۔"

"روک لو۔"

انگلیوں کی جھریاں اس نے پھر سمیٹ لیں اور اپنے جھکے شانوں اور بند آنکھوں اور اپنے اونچے قد کے ساتھ وہ ایک دعا میں ڈھلنے لگا۔

حمزہ توف کے گاؤں میں سفر پر جانے والوں کی بخیریت واپسی کے لئے چراغ دیپ محل میں رکھ دیئے گئے اور پھر گاؤں بھر کی چوکھٹیں چراغوں سے سج گئیں اور اب وہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ ان کی لوئیں دھیمی ہونے سے پہلے مسافر لوٹ آئیں گے۔

شیشے کی دیوار پر پھیلی ہتھیلیوں پر اس نے اپنا سر ٹکا دیا اور اس کا وجود "لو" میں بدلنے لگا اور دعا کے چراغوں میں جل جانے کو ہوا۔ جانے والوں کی راہ میں ایک ایک کر کے چراغ رکھے جانے لگے اور دور کہکشاؤں کے ہجوم کو چیرتی ان کی لوئیں۔ "عرشِ معلیٰ" پر سجدہ ریز ہونے کو باوضو ہوئیں۔

"دعا میرا کلام ہے......

اس پر میرا اختیار ہے......

قبولیت اس کا "جمال" ہے

جو میرا خدا ہے...... جو میرا خدا ہے......"

اسے اب اس دعا سے ضروری کام کوئی اور نہیں تھا، اس کا ارتکاز بیرونی دنیا کی کوئی مداخلت نہیں توڑ سکتی تھی۔ کارل نرس کے ساتھ آیا شاید نرس اسے شائستگی سے کہہ کہہ کر اور اس کا شانہ ہلا ہلا کر تھک چکی تھی۔ کارل نے اسے شانوں سے تھاما اور اسے باہر لے آیا لیکن دراصل وہ وہیں "مقامِ دعا" پر ہی کھڑا رہ گیا۔ وہ کسی کو یہ نہیں سمجھا سکتا تھا کہ اپنی من پسند جگہ پر موجود ہونے کے لئے وہاں ظاہراً موجود ہونا ضروری نہیں۔

کارل نے اسے ایک جگہ بٹھا دیا اور خود بھی ساتھ بیٹھ گیا اور کتنی ہی دیر وہ اسے دیکھتا رہا۔ شاید وہ پوچھنا چاہتا تھا۔ "اتنی زیادہ محبت کرتے ہو تم امرحہ سے...... اتنی کہ مر رہے ہو اس کے لئے۔"

ذرا دور بیٹھے ویرا اور سائی نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ویرا اپنی ہتھیلیاں مسلنے لگی جو وہ نہیں کیا کرتی تھی لیکن اب وہ سب ہو گا جو پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ وہ اٹھ کر عالیان سے دور چلی گئی۔ اس کے لئے مشکل تھا اسے ایسے دیکھنا، کتنا کچھ زندگی میں ایک دم سے مشکل ہو گیا تھا جیسے گن گن کر سانس لینا...... کوئی کارل سمیت ان سب سے پوچھتا اب تک کتنی گنتی ہو پائی ہے۔

○......❖......○

''سادھنا! کمرے کی کھڑکی کھول دو۔'' نشست گاہ میں بیٹھے انہوں نے کہا۔
''اتنی ٹھنڈ میں؟''
''ہاں، کھول دو بلکہ سب کھڑکیاں کھول دو۔''
''آپ کو ٹھنڈ لگ جائے گی۔''
''ٹھنڈ لگ جائے کوئی غم نہ لگے۔'' انہوں نے بڑی دلگرفتی سے کہا۔

دونوں کئی گھنٹوں سے خاموش نشست گاہ میں بیٹھی تھیں۔ سادھنا نے اپنی عبادت کی تھی اور لیڈی مہر نے اپنی اور دونوں نے ایک ہی انسان کے لئے کتنی ہی دیر دعائیں کی تھیں۔ فون ان کے پاس ہی رکھے تھے اور جب بھی کوئی فون بجتا تھا تو دونوں ہی اسے اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہوتی تھیں۔

لیڈی مہر اپنی آنکھیں پونچھ رہی تھیں۔

آنکھیں بار بار صاف کرنے پر بھی انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ان کی آنکھیں خود بخود نم کیوں ہو رہی ہیں اور ان کے ہاتھ پیر کیوں کانپ رہے ہیں؟ انہوں نے امرحہ کو فون کیا لیکن اس کا فون بند جا رہا تھا۔ انہوں نے خود ہی سوچ لیا کہ میچ دیکھ رہی ہو گی۔ موبائل کی چارجنگ ختم ہو چکی ہو گی۔ چند گھنٹے انہوں نے مشکل سے گزارے۔ فون پھر بھی بند ہی ملا۔ اٹھ کر نفل پڑھے، دعا مانگی لیکن دل پر گہری ہوئی افسردگی کم نہیں ہوئی۔ بس ان کا دل امرحہ میں ہی اٹکا تھا اور بس یہی چاہت تھی کہ اس کی آواز سن لیں۔ انہوں نے سادھنا کو فون کیا۔

''امرحہ فون نہیں اٹھا رہی، تم ویرا یا این کا نمبر دو یا سائی کا۔''

سادھنا چپ ہو کر سوچنے لگی پھر کچھ دیر بعد بولی۔

''وہاں سگنلز کا مسئلہ ہے شاید، میں این اور ویرا کو خود بھی فون کر رہی ہوں، کسی کا نمبر نہیں مل رہا۔ یہ بچے باہر جا کر لاپروا ہو جاتے ہیں۔ گھوم پھر کر واپس ہوٹل آئیں گے تو خود ہی کر لیں گے۔'' سادھنا نے جھوٹ بولا۔

''میچ تو کب کا ختم ہو چکا ہو گا۔''

''ہاں، پر سنا ہے میچ کے بعد وہاں سڑکوں پر بڑا مارچ ہوتا ہے...... میچ انگلینڈ نے جیت لیا ہے...... تو شاید......'' سادھنا کی زبان لڑکھڑا سی گئی۔

دادا نے فون بند کر دیا۔ ٹی وی پر چلنے والی برازیلا اسٹیڈیم میں ہونے والے تصادم کی چھوٹی سی خبر انہوں نے دیکھی نہیں تھی اور ان کے علاوہ گھر میں کسی کو معلوم بھی نہیں تھا کہ امرحہ اس وقت برازیلا میں ہے۔ دونوں کے درمیان کے معاملات زیادہ تر دونوں کے درمیان ہی رہتے تھے۔ دادا کو امرحہ کے علاوہ کسی کی پروا نہیں ہوتی تھی اور امرحہ کو دادا کے علاوہ کسی اور سے بات نہیں کرنی ہوتی تھی۔

○......❖......○

باب

مقامِ بے نام ونشان اور مکڑی کے سے جالوں میں گھرنے کی کیفیت۔ خاردار باریک تار سے جالوں کو کاٹ کاٹ کر وہ عاجز آ چکی تھی۔ اندھیارے روشنائی پر حملہ آور تھے اور روشنی اندھیاروں سے پسپا۔ کبھی اس کے پیر سخت زمین کو چھونے اور کبھی وہ ڈگمگا جاتی اور کبھی وہ بے وزن شئے کی طرح بے سمت تیرتی۔

لامکاں کی حالت تھی اور سفر کا گماں......

اس کے دونوں بازو بالخصوص بایاں بازو ایسے جل رہا تھا جیسے وہاں دہکتے انگارے دبا دیئے گئے تھے۔ وہ تھک چکی تھی اوب چکی تھی لیکن جالے جیسے کاٹتے رہنا تھا۔ جتنی تیزی سے وہ کاٹتی اتنی ہی تیزی سے وہ اور بنتے چلے جاتے جیسے لاکھوں کروڑوں مکڑیوں کو وہاں تاک لگا کر بٹھا دیا گیا ہو۔ انہیں اس کی سزا کے لئے یہ حکم دیا گیا ہو۔ اجالے سے منحرف اور تاریکی کے وفادار گولے اس پر داغے گئے اور اس کے سر کے پچھلے حصے میں تکلیف اٹھی۔ نامعلوم اتھاہ گہرائیوں کے دوسرے گولے بھی اس پر حاوی ہونے لگے۔

''وقت کا سلطان'' ''ابہام'' روپوشی سے نکل آیا۔

سب گڈمڈ ہونے لگا اور جالوں نے یک دم اس کے پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لیا اور اسے ایک سمت گھسیٹنے لگے۔ اس کی ساری قوت ختم ہوگئی اور خیال عقل وذہن سے ماورا ہو گیا۔ شبیہات ابھرنے لگیں، اشکال بننے لگیں اور اس کے راستے میں آنے لگیں۔

''میں جوان ہوتا تو تمہارے ساتھ کرکٹ کھیل لیتا لیکن میں تو بے چارا سا، بوڑھا سا انسان ہوں نا...... جلدی تھک جاتا ہوں۔''

آواز راستہ بنا کر آئی اور اسے چھو کر گزر گئی۔ دوبارہ پھر اس کے قریب سے گزری اور مٹ گئی۔ سڑکیں، عمارتیں، زمین کے ٹکڑے، اجسام اور چیزیں اس کے اطراف سے آر پار ہونے لگیں۔

''مجھے ویرا کہتے ہیں، سپر پاور روس کو تو تم جانتی ہی ہو گی، میں اس ملک کی سپر گرل ہوں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مجھے دی ویرا کہو۔''

ویرا کی اشکال مختلف زاویوں میں بن کر بکھر گئیں......

وہ سائیکل سے گر گئی ہے۔ ''تمہیں ہر حال میں ریس جیتنی ہے، میری ایک ٹانگ ٹوٹ جائے یا تمہاری دونوں۔''

زاویوں میں بنی اشکال نے اسے بھگا لئے جاتے جال پر ہاتھ مارے پر ہاتھ معلق ہی رہ گئے۔ سمتِ نامعلوم کی طرف سفر جاری رہا۔ ویرا کہیں پیچھے رہ گئی۔ نئی اشکال بننے مٹنے لگیں۔ اس نے سائی کو دیکھا اور کارل کے پاس سے گزری اور ٹھنڈے برف سے پانی میں ڈوبنے کا جان لیوا احساس ہوا اس کا خون جم گیا اور خاردار جال اس کے یخ گوشت میں گھسنے لگا ٹھنڈ کا احساس ہر طرف پھیل گیا۔ تکلیف حد سے سوا ہو گئی۔ تیز روشنی اور گھپ تاریکی ہاتھ ملاتے اور چھڑاتے رہے۔

وہ یونی میں کھڑی ایڑی کے بل گھوم رہی ہے۔
اس کے کانوں میں شور بڑھ گیا جیسے دھرتی پر موجود سارے حشرات کرلا رہے ہوں۔ اس کا سفر اور تیز ہو گیا۔ دھڑ ادھڑ
ں اور گولے اس کی طرف اچھالے گئے۔ مکڑیوں نے اور پھرتیاں دکھائیں اور اسی دوران فرش سے اٹھتی عرش کی بلندیوں کو
وتی ایک آواز اس کی حساسیت سے ٹکرائی اور خدا کی پناہ میں اسے جا سمیٹنے کو ہوئی۔
''وہ اندھا دھند بھاگ رہی ہے۔ ٹکرا رہی ہے، گر گئی ہے۔'' خواب در خیال در خواب ہو گیا۔
آواز نے اس بار بلندیوں پر اور بلندیاں جمائیں اور وہ عرش میں جا بسنے کو ہوئی اور خطِ تقدیر سے کند تحریر انمٹ سے
رتی صدائے ''اے خدا'' بلند سے بلند کرتی چلی گئی۔ بدنما دھاریوں سے آراستہ اور دلکشی سے انجان ''راہ بے سمت'' پر
۔ شبیہ ابھری اور اسے چھو کر گزر گئی۔ وہ پھر ابھری اور مٹ گئی اور ایسا لاتعداد بار ہوا۔
''یہ کون ہے؟'' خواب در خیال کی پہیلی وہ بوجھ نہ سکی۔
شکل پھر بنی، آواز پھر گونجی اور بدنما رنگوں کی دھاریوں میں شفاف روشنی بصورت ''رضائے الٰہی'' آشیانہ فلک پر مثل
ماب طلوع ہونے کو ہوئی اور آخر کار وقت کی ملکہ ''رمزِ حقیقی'' نے آنکھیں کھول دیں۔
''امرحہ۔''
شور بڑھ گیا آواز دب گئی لیکن خواب در خیال کی پہیلی اس نے بوجھ لی۔
''عالیان۔''
بے بسی سے وہ کراہنے لگی اور شدت سے دونوں ہاتھ چلا کر جالوں کا چھتا چاک کر ڈالا۔ بدنما دھاریاں دائرے میں
بنے لگیں اور دائرہ ''باب الحیات'' کی صورت اختیار کرتا چلا گیا۔
تاریکی نے نقاب الٹ دیا......
چشم سیاہ نے چشم یار کو جا لیا......
جفت کا فرق مٹتا چلا گیا......
''اے ابن الوقت! ہاں میں نے بوجھ لیا''
''عرشِ معلی'' پر کس دعا نے جا سجدہ کیا!''
آنکھ کھول کر وہ کھولے ہی رکھنے کی متحمل نہ ہو سکی۔ بہت دیر بعد جب اس کی دوبارہ آنکھ کھلی تو وہاں سامنے کوئی نہیں
۔ ایک نرس اور دو ڈاکٹرز اس کا چیک اَپ کر رہے تھے اس کی رپورٹس پڑھ رہے تھے۔ ڈسکس کر رہے تھے۔ اس کا بی پی
۔ کرتے نرس نے اسے مسکرا کر دیکھا اور اس کا گال جھٹکا۔
''وقت تمہیں زندہ رکھے۔'' مجھ سے کہا گیا تھا کہ میں تم سے یہ کہہ دوں۔
وہ ماحول کو پہچاننے کی کوشش کر رہی تھی لیکن صرف اس جملے کو ہی پہچان سکی اور اسے صرف یہ یاد رہ گیا کہ کس نے اسے
ہنے کے لئے کہا ہو گا۔ وہ پھر سے گہری نیند میں چلی گئی اور اگلی بار جب پلکوں کے غلاف چلیوں سے اٹھائے تو بیڈ کے
منے شیشے کی دیوار کے پار اسے کوئی کھڑا نظر آیا۔
''یہ کون ہے جو ایسے کھڑا ہے جیسے اس کا کوئی پیارا مر چکا ہے۔''
اُسے اسے پہچاننے میں تھوڑا وقت لگا کیونکہ وہ عالیان تو تھا لیکن عالیان جیسا نہیں تھا۔ ''تو یہ عالیان ہے...... اور اس کا
ن عزیز مر چکا ہے؟ کیا میں...... اگر وہ عزیز میں ہوں تو میں مر چکی ہوں یا دراصل اب ہی زندہ ہوئی ہوں۔'' اس نے بہت
شش کی کہ وہ جاگی رہے لیکن اس کا دماغ پھر سے سونے لگا۔

اپنے دونوں ہاتھ اس نے شیشے پر رکھے ہوئے تھے جیسے اسے چھو رہا تھا۔ ہاسپٹل کا سٹاف اب اُس سے عاجز آ چکا تھا وہ اسے آئی سی یو کے اس کمرے کی گلاس وال کے سامنے کھڑے رکھنے کے لئے مجبور ہو چکے تھے۔ وہ لڑکا تھک رہا تھا نہ ہٹ رہا تھا اور اس کے دوستوں نے بھی ان پر غیر معمولی دباؤ ڈال رکھا تھا کہ ان میں سے ایک لڑکے کارل کا کہنا تھا کہ آخر وہ ہوش میں کیوں نہیں آ رہی۔ اٹھ کر بیٹھ کیوں نہیں رہی۔ باتیں شاتیں کیوں نہیں کر رہی اور اس کا یہ سوال بھی خاصا اہم تھا کہ اتنا بڑا ہاسپٹل جو ڈاکٹروں کی فوج سے بھرا پڑا ہے ایک ننھی سی لڑکی کو جلدی ٹھیک کیوں نہیں کر پا رہا۔

ننھی سی لڑکی بیڈ پر ان سب سے الگ اکیلی لیٹی ہے اس سب سے انجان کہ باہر کی دنیا میں اب کیا کیا ہو رہا ہے اور اس سے بھی انجان کہ اب وہ کس کی دنیا مٹھی میں سمیٹے اسے کھڑا رکھے ہوئے ہے۔ یہ سزا اس نے اسے دی ہے یا خود اپنے لئے تجویز کی ہے۔

جس رات وہ ماما مارگریٹ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے لیٹا رہا تھا تو دراصل وہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ ایسے اس کی ماں اسے چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گی۔ پر وہ چلی گئیں۔ اتنا بڑا ہونے پر وہ اس کے سامنے اسی لئے کھڑا ہے کہ وہ کہیں جا نہیں سکے گی۔ مسئلہ پہلے بھی وہی تھا، مسئلہ اب بھی وہی ہے۔ خوش فہمی کی کُل سب معجزے رُونما کروانے کا دم بھرتی ہے اسے اس سے سروکار نہیں ہوتا کہ کیا ہو سکتا ہے اور کیا نہیں، اسے اس سے مطلب ہوتا ہے کیا ہونا چاہئے اور ضرور ہی ہو جانا چاہئے۔

جب ڈاکٹرز اس کا تفصیلی چیک اپ کر چکے تو وہ اندر صرف دو منٹ کے لئے جا سکا اور اس کے قریب جا کر اس کے دائیں ہاتھ کو آہستگی سے اٹھا کر اپنی ہتھیلی پر رکھا۔

"خدا مجھ پر بہت مہربان ہے امرحہ...... اور مجھے اس پر شک نہیں۔"

دو منٹ تک وہ اس کا ہاتھ، ہاتھ میں لیے کھڑا رہا۔ وہ آنکھ کھول نہیں پائی لیکن ہمیشہ اس کی آمد کی منتظر اس کی سماعت بازی لے گئی۔

"خدا مجھ پر بہت مہربان ہے امرحہ!"

اس کے ہاتھ میں جو گرمی سرایت کر رہی تھی اور اس کے الفاظ میں جو ملائمت تھی وہ لطیف رنگوں کی دھنک میں ڈھلتیں اس کی ہتھیلی پر پھوٹیں اور اس کے پورے وجود پر بصد شوق پنکھ پنکھ پھیل جانے کے سفر میں مبتلا ہوئیں۔

"یارم...... یارم۔" کلام فارسی رباعیوں کے ہجوم سے اٹھا۔

"اب دنیا میں کون سی نعمت اس کے بعد ہے جو مجھے عطا کی جائے گی۔" اس نے سوچا۔

یہ خواب ہے تو اس خواب کے نہ ٹوٹنے کی دعا ضرور کرنی چاہئے اور اگر یہ حقیقت ہے تو اس حقیقت کے خواب نہ ہونے کی دعائیں بھی مجھ پر لازم ہیں۔

کچھ اور وقت گزرا اور اس نے محسوس کیا کہ ایک نرم و نازک ہاتھ نے اس کے ہاتھ کو تھام لیا اور اس کی پیشانی کا بوسہ لیا۔

"میں زندگی میں کبھی نہیں روئی اور تم نے مجھے رُلا دیا۔ سب خراب کاموں کی ذمہ دار تم ہو امرحہ!"

جب سائی آیا تو وہ سوئی جاگی سی تھی وہ اسے خاموشی سے دیکھتا رہا اور چلا گیا۔ این کے بعد پھر کارل آیا۔

"خدا تم سے پوچھے امرحہ! خود تو تم مزے سے بیڈ پر لیٹی ہوئی ہو اور ہمیں تم نے باہر کھڑا کر رکھا ہے۔ باہر بیٹھنے کی جگہ تو بہت ہے لیکن سونے کی نہیں اور میرے آس پاس کتنے ہی لوگ اپنی کھانے پینے کی چیزیں لئے گھومتے رہے اور میں نے کسی ایک پر بھی ہاتھ صاف نہیں کیا بلکہ شرافت سے اپنے پیسوں سے لے کر کھاتا رہا۔ اگر تم چند اور گھنٹے اس حالت میں رہی تو مجھے خوف ہے کہ میں ایک فرشتہ صفت انسان بن جاؤں گا۔ مجھے فرشتہ بننے سے بچا لو امرحہ!"

اور کھلتی بند ہوتی آنکھوں سے پریشان امرحہ پہلی بار مسکرائی۔ "اگر تم فرشتے بن بھی گئے تو بھی فرشتوں کے شیطان ہی کہلائے جاؤ گے۔" امرحہ نے سوچا۔

بہت زیادہ سوچنے کی اب ضرورت نہیں رہی اور ویرا نے پاپا کو فون کیا۔
''پاپا آپ ٹھیک کہتے تھے۔'' اس نے آواز میں ٹھہراؤ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔
''کیا؟'' وہ اس کے انداز سے چونک گئے۔ ''امرحہ ٹھیک ہے نا؟''
''وہ ٹھیک ہو رہی ہے۔''
''تو تم کس بارے میں مجھے ٹھیک کہہ رہی ہو ویرا؟''
''کہ جو زیادہ عقل مند بنتے ہیں وہ کوئی ایک ایسی بے وقوفی ضرور کر گزرتے ہیں جو ان کی ساری عقل و ذہانت پر قہقہے لگاتی ہے۔''
''تو تم نے یہ بے وقوفی کی؟'' انہیں بات سمجھنے میں ذرا سی بھی دیر نہ لگی کہ وہ کس بے وقوفی کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔
''ہاں!'' آواز کا ٹھہراؤ جاتا رہا اور اس کی آواز بھیگ گئی اور صرف اپنے باپ کے سامنے وہ رونے لگی۔
''تمہیں خود کو مضبوط کرنا چاہئے۔'' جب وہ کافی دیر تک رو چکی تو انہوں نے کہا۔
''مجھے تکلیف اس بات سے ہے کہ میں انجان رہی اور مجھے انجان رکھا گیا۔''
''کیا تم اس سب پر تلخی سے آنسو بہاتے رہنا چاہتی ہو؟ اگر میں تمہیں جانتا ہوں تو شاید نہیں۔ ویرا، اس وقت تمہارا ردِعمل ایک ایسے انسان کا سا ہونا چاہئے جو خود کو ایک طرف رکھ کر معاملات کو خوش اسلوبی سے تکمیل کی طرف لے جاتا ہے۔ کیا تم چاہتی ہو کہ تمہارے بارے میں یہ سوچا جائے کہ تم برف سی ٹھنڈی اور بے معنی ہو۔ تم میں جذبات کی وہ گرمی ہے ہی نہیں جس کی توقع ہم انسان ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔''
ویرا خاموشی سے سنتی رہی۔
''تم نے ایک بار مذاق میں مجھ سے کہا کہ تم تجربات میں مجھ سے کہیں آگے نکل چکی ہو اور میں نے تم سے صرف اتنا کہا کہ انسان تجربات میں کیسا بھی ''آدم کل'' کیوں نہ ہو جائے وہ کسی دوسرے انسان کے اندر کا بھید نہیں پا سکتا۔ مشکل سے چند ایک کا...... ورنہ کسی کا بھی نہیں۔'' ان کی اس دوران عالیان سے ایک بار بات ہو چکی تھی اور یہ جاننے میں انہیں زیادہ وقت نہیں لگا کہ امرحہ جو ویرا کی دوست ہے اور بقول ویرا عالیان کی بھی دوست رہی ہے وہ صرف دوست نہیں ہے۔
''ٹھیک کہہ رہے ہیں اور عالیان کا بھید امرحہ ہے۔'' اس بار وہ آواز سے رونے لگی اس لئے نہیں کہ اس پر بھید کھل گیا تھا صرف اس لئے کہ دیر سے کھلا تھا۔
وہم یقین میں لپٹے ان کے دل پر کھل رہے تھے اور دادا کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ سادھنا کا ایک ہی جواب تھا کہ برازیلا میں چند وجوہات کی بناء پر حکومت نے مواصلاتی نظام بلاک کر دیا ہے۔ دادا کو برازیل کا معلوم تھا نہ ہی برازیلا کا، نہ ان کے حکومتی معاملات کا۔ انہیں اپنے دل کا پتا تھا جس پر گھبراہٹ اور خوف طاری ہو ہو جاتا تھا۔ وہ سادھنا سے کئی بار کہہ چکے تھے کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے اور جس وقت سادھنا کو یہ معلوم ہوا کہ امرحہ خطرے سے باہر ہے تو اس نے کہا۔
''اسٹیڈیم میں چھوٹا سا ہنگامہ ہوا تھا فینز کے درمیان...... امرحہ تھوڑی سی زخمی ہوگئی ہے۔ خوف سے بے ہوش ہے۔''
اور اتنے جھوٹ کی آمیزش ہوا سچ سن کر بھی دادا کو کھڑے رہنے کے لئے دیوار کا سہارا لینا پڑا۔
''اور؟''
''امرحہ ٹھیک ہے دوائیوں کے زیرِ اثر سو رہی ہے۔''
''تم جھوٹ بول رہی ہو...... تم اب بھی جھوٹ بول رہی ہو۔''
سادھنا چپ کر گئی، یہ سب جھوٹ وہ انہی کے لئے بول رہی تھی کہ وہ اتنی دور ہیں امرحہ سے، زیادہ سچ ان کی جان پر بڑا صدمہ ثابت ہوگا۔

دوسری طرف ہاسپٹل میں موجود شاہ ویز مانچسٹر واپس جا چکا تھا۔ ویرا کی روسی تلفظ کی تیز انگلش دادا کو بالکل سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ سائی کے چھوٹے چھوٹے سادہ جملوں سے بھی دادا کی تسلی نہ ہوئی۔ وہ تیز تیز اور مسلسل اردو بولتے جا رہے تھے۔ جو سائی اور ویرا کو سمجھ نہیں آ سکتی تھی۔ ویرا اور سائی کی جتنی بھی بار دادا سے کبھی بات ہوئی تھی تو درمیان میں امرحہ نے مترجم کے فرائض انجام دیئے تھے۔ وہ دونوں اشاروں سے انہیں پُرسکون رہنے کے لئے کہہ رہے تھے لیکن سب بے کار جا رہا تھا۔ وہ بار بار اپنی گیلی آنکھیں صاف کر رہے تھے اور ان سے ایک ہی بات کہہ رہے تھے کہ انہیں فوراً امرحہ سے ملوایا جائے۔ سائی ٹیبلٹ عالیان کے پاس لایا۔

''تم امرحہ کے دادا سے بات کرلو تمہیں اردو آتی ہے......انہیں ہماری کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی۔''

آنکھیں مسل کر وہ ٹیب لے کر ایک پُرسکون گوشے میں بیٹھ گیا۔ گلے کو کھنکھار کر آواز کو کچھ صاف کیا اور پھر دادا کو سلام کیا اور کہا۔

''امرحہ ٹھیک ہے، دوائیوں کے زیر اثر سو رہی ہے، جلد ہی جاگ جائے گی۔ ہسپتال کے رولز سخت ہیں ہم ابھی اس کے پاس نہیں جا سکتے۔'' سائی اسے یہی سب کہہ گیا تھا کہنے کے لئے اور اس نے یہی کہہ دیا۔

دادا خاموش سے ہو گئے اور انہیں یہ معلوم کرنے میں وقت نہ لگا کہ امرحہ دراصل کتنی زخمی ہے۔ جو شخص اپنے انداز کو عام بنا کر یہ جھوٹ بول رہا ہے کہ وہ دوائیوں کے زیر اثر سو رہی ہے وہ کسی خاص غم پر سوگ مناتا کئی دنوں کا جاگا لگ رہا ہے۔

ایک ہی دکھ کو جھیلنے دو لوگ آمنے سامنے آ گئے۔ دادا کے خدشات کی تصدیق صرف عالیان کی طرف دیکھ لینے سے ہی ہو گئی کہ امرحہ کتنی زخمی ہو گئی ہو گی لیکن اب یہ جان کر بھی وہ ویسے زخمی نہیں ہوئے جیسے کچھ دیر پہلے مختلف وسوسوں کے ہاتھوں ہو رہے تھے۔

''وہ زخمی کیسے ہوئی؟'' ایک دوسرے کو جب دو لوگ خاموشی سے تکریم دے چکے تو دادا نے پوچھا۔

''وہ......زخمی......'' اس کی زبان لڑکھڑا گئی اور دادا سے اس کے اس تاثر میں چھپے غم کی تاب لانا محال ہو گیا۔ ''مجھے یاد نہیں۔'' خود کو بے تاثر رکھتے اس نے کہا۔

وہی پرانا المیہ کہ کون ہے جو ان لفظوں کی ادائیگی کرنا چاہتا ہے جو اپنے کسی پیارے کی تکلیف سے لبالب ہوں۔ داستانِ حیات کے ان پنوں کو تو کورا رکھنے کو ہی جی چاہتا ہے۔

''یاد نہیں۔'' دادا نے خود کلامی کی اور اب تک کی زندگی کے تجربات ان کی مٹھی میں سمٹ آئے۔ نقطوں نے تصویر بنا ڈالی اور اس تصویر کو پوشیدہ رکھنے پر انہوں نے خود اپنا ہی محاسبہ کیا۔

امرحہ نے نیند کی گولیاں کھالی تھیں اور ان کے دوست نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا۔ ''پتا نہیں۔'' انہیں سب پتا تھا لیکن ایسی تفصیلات کو دہرانا ان کے لئے تکلیف دہ تھا۔

دنیا کے ایک حصے اِدھر لاہور میں ایک شخص اپنے کمرے میں موجود ہے اُدھر دنیا کے دوسرے حصے کے ہاسپٹل میں ایک دوسرا شخص موجود ہے اور ان دونوں اشخاص پر ایک نظر ڈال کر دادا نے جان لیا کہ ہاسپٹل میں بیٹھا وہ شخص ان سے کہیں آگے کی بازی لے گیا ہے۔ امرحہ پر گزری تکلیف کو بھلاتے وہ اپنی یادداشت کھو بیٹھنا چاہتا ہے۔

ٹھیک ہے اسی وقت سب سوال، ساری تشویش، سب کا سب کچھ غیر ضروری ہو گیا۔ وہ جان گئے کہ اب اس میں کیسا شک کیا جائے کہ وہ ایک ایسے انسان سے ہم کلام ہیں جس کی آنکھوں میں احترام ہے اور الفاظ میں رحم دلی۔ جو ان سے ہمکلام ہے تو ان کے زخموں پر مرہم رکھ رہا ہے اور جس کی خاموشی سراپا مناجات ہے اور مزید انہوں نے سوچا کہ اب بھی اس وہم کو کیوں تحلیل نہ کر دیا جائے کہ وہ آدمیوں کے ہجوم میں ایک انسان نہیں ہے بلکہ اس یقین کو کسی معتبر ہستی کی طرح گلے سے کیوں نہ لگا لیا جائے کہ اس ہجوم آدمیت میں وہی تو ایک انسان ہے۔

''تم عالیان ہو؟'' جان تو وہ چکے تھے بس یہ سوال اسے احترام دینے کے لئے پوچھا۔
عالیان نے سر ہلایا۔
''امرحہ ٹھیک ہے عالیان؟'' اس بار انہوں نے یہ پوچھا۔
''جی......اور وہ ٹھیک ہی رہے گی۔'' اس نے عجلت پسندی سے کہا اور یہ انداز آسمانی فرشتوں کو سنانے جیسا ہو گیا کہ دیکھو اگر کوئی اور ارادہ باندھ رہے ہو تو سن لو میں نے دعا کی ہے۔ میں نے تکرار نہیں کی لیکن ہاں میں نے خدا کی ''ہاں'' کی علامتیں دیکھی ہیں۔ وہ انکار نہیں کرتا اور صبر کی تلقین کرتا ہے اور میں نے صبر کا یہ پیغام ہاں کے ساتھ اترتے پایا ہے۔
اس کے اس آخری ردعمل سے دادا کے اندر راحت کے قرب کی شفافیت بھر گئی اور اس پیمانے کو جو ہر انسان کی طرح ان کے ہاتھ میں بھی تھا کو انہوں نے ایک طرف رکھ دیا۔ یہ ایک انسان کی دوسرے انسان پر وارد ہونے کی واردات تھی اسے کسی پیمانے سے جانچنا اس عمل کی تذلیل ہوتی۔ دادا نے زندگی میں پہلی بار اس جذبے کو قریب سے محسوس کیا کہ کیسا پیارا لگتا ہے کہ جو ہمیں پیارا ہو، وہ کسی اور کو بھی اتنا ہی پیارا ہو۔ وہ اس احساس سے حاسد نہیں ہوئے اور اپنے اندر اترنے والی جانکاری کی روشنی کو انہوں نے بے دخل نہیں کیا۔

○......❖......○

مانچسٹر یونیورسٹی کے ڈین اور انتظامیہ ان لوگوں سے مسلسل رابطے میں تھے اور یونیورسٹی انتظامیہ سے دو لوگ برازیلا ان سب کے پاس آ چکے تھے تاکہ ہر طرح کی سہولت کو ان کے لئے ممکن بنا سکیں۔ ڈین وقفے وقفے سے ان سے اَپ ڈیٹس لے رہے تھے۔
یونیورسٹی نے اپنے اٹھائیس طلباء کے زخمی ہونے کا آفیشلی اعلان کر دیا تھا جن میں بیس معمولی سے زخمی ہوئے تھے اور آٹھ معمولی سے ذرا زیادہ اور ان آٹھ میں صرف امرحہ تھی جسے گولی لگی تھی۔ امرحہ کے علاوہ باقی کے پانچ بھی ہاسپٹل میں ہی ایڈمٹ تھے اور باقی کے بائیس مانچسٹر واپس جا چکے تھے۔
حکومتی سطح پر ان سب کو وی آئی پی سہولتیں دی جا رہی تھیں۔ حادثے کے نقصانات کیا کیا رہے اور فوائد کس کے حصے میں آتے یہ پیچیدہ بحث ٹی وی، اخبارات، سوشل میڈیا میں ہر طرف جاری تھی۔ حادثے کے چھ گھنٹے کے اندر اندر تفصیلات سامنے آ گئی تھیں۔ سات فائر اسٹیڈیم کے باہر سڑک پر کیے گئے، اسٹیڈیم کے اندر اور باہر جو کچھ ہوا وہ سب پلان تھا۔ نشانہ غیر ملکیوں کو بنایا گیا کہ برسر اقتدار سیاسی پارٹی کے خلاف طوفان کھڑا کیا جا سکے اور بالخصوص ڈیفنس منسٹر کو استعفیٰ کے قریب کیا جا سکے۔
حکومتی نمائندے بار بار ان ہسپتالوں کے چکر لگا رہے تھے۔ اسی دوران ویرا اور کارل نے ایک پریس کانفرنس میں حصہ لیا اور پریس کانفرنس میں کارل نے صحافیوں کو ایسے اَپ ڈیٹ کیا کہ ایک صحافی نے دوسرے کے کان میں پوچھا۔
''یہ کسی بڑی سیاسی شخصیت کا ''ڈیئرسن'' تو نہیں، کسی اور کو بولنے ہی نہیں دے رہا۔'' پہلا بولا۔
''اس کے بولتے کسی اور کے بولنے کی ضرورت رہ گئی ہے کیا؟'' دوسرا ہنسا۔
پریس کانفرنس کے بعد کارل نے چند ٹی وی چینلز کو انٹرویو بھی دیئے اور جب امرحہ خطرے سے نکل آئی تو وہ ایک لائیو شو میں شریک ہوا اور تصادم کا ایسا منظر کھینچا کہ سب نے جان لیا کہ کارل سے زیادہ اس تصادم کا کوئی عینی شاہد ہو ہی نہیں سکتا۔
باقی سب بھاگ دوڑ رہے تھے ایک صرف وہ ذہین و حاضر دماغ انسان تھا جو اطراف کا باریک بینی سے جائزہ لے رہا تھا۔
اس بے چارے نے اپنے سر اور جسم کے باقی حصوں پر لاتعداد بوتلیں کھائیں لیکن کتنے ہی کمزور دل افراد کو بحفاظت تصادم سے دور محفوظ کیا اور کتنے ہی گرے ہوؤں کو اٹھایا اور ایک ماسک پہنے فائر کرنے والے کے سر پر گھونسا مارا، آنسو گیس اچھالنے والوں کو لاتیں ماریں اور کتنے ہی فتنہ سازوں کو اس نے گھسیٹ گھسیٹ کر سکیورٹی فورس کے حوالے کیا۔
اس کی کمر پر زخم آئے، اس کی کہنیاں چھل گئیں، اس کے سر سے خون نکلا لیکن اس نے کسی زخم کی پروا قطعاً نہیں کی۔

ساتھ ہی اس نے چند ایسی باتوں کا اضافہ کر دیا جو اس پورے تصادم میں کہیں بھی نہیں ہوئی تھیں۔ ان سب کو اتنا کچھ بتاتے وہ انہیں یہ بتانا بھول گیا شاید کہ میچ شروع ہونے سے پہلے وہ خود ایسا ہنگامہ کروانے کا سوچ رہا تھا اور اس کی کتنی خواہش رہی تھی ایسے منظر کو براہِ راست دیکھنے کی۔ میچ تو اس نے کئی بار دیکھا تھا یہ سب تو نہیں دیکھا تھا نا۔ اگر برازیلین یہ جان لیتے کہ جس پورے تصادم کا وہ اکیلا ہیرو ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے تو دراصل اس کی کالی زبان سے نکلے لفظ سچ ہو گئے اور برازیلا اسٹیڈیم پر آفت ٹوٹ پڑی تو آفیشلی اسے ''کارل دی منحوس مارا'' کا خطاب دے دیتے اور اس کے پاسپورٹ پر ''Banned till after death'' کا ٹھپا لگا دیتے۔

اس لائیو شو میں اس کی دھواں دھار پرفارمنس دیکھ کر کئی دوسرے چینلز اسے کال پر کال کرنے لگے اور اس نے تھوڑا تھوڑا وقت سب کو دے دیا اور ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ وہ مانچسٹر یونی کا اسٹوڈنٹ ہے اور اسٹوڈنٹ لون جلد سے جلد اتارنا چاہتا ہے (ان کی مدد سے)۔ تو یوں اخبارات، ٹی وی اور سوشل میڈیا میں وہ اتنی بار اور ایسے آ گیا کہ اگر کارل چاہتا تو آرام سے مانچسٹر میں الیکشن جیت سکتا تھا۔ گولی امرحہ کو چھو کر گئی اور مشہور وہ ہو گیا۔ مزید یہ کہ ایک چینل نے اس تصادم کا دباؤ کم کرنے کے لئے ایک نیم مزاحیہ لائیو پروگرام ترتیب دیا جس میں ہلکے پھلکے انداز سے یہ بتایا جانے والا تھا کہ اگر ایسی صورتِ حال کا کوئی شکار ہو جائے تو اسے کس ردِعمل اور حاضر دماغی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

تو کارل نے بچہ، بچی، لڑکا، لڑکی، انکل آنٹی، ہپی شپی، ہر ایک کی جگہ خود کو رکھ کر بتایا کہ کیا کیا ہو جانے پر کس کس ردِعمل کا اظہار کرنا ہے۔ تو پہلے وہ ایک نک چڑھی فیشن کی دلدادہ لڑکی بنا اور اس کے سر پر بوتل ماری گئی اور نک چڑھی نخرلی لڑکی جس طرح منہ بناتی پلٹی اور مارنے والے کی طرف ناخن تیز کرتی لپکی، اس نے شو میں بیٹھے ناظرین کو ہنسا ہنسا کر مرنے کے قریب کر دیا۔

فلور پر کھڑا کارل رکا اور انگلی اٹھا کر ''ناں'' کا اشارہ کیمرے میں دیکھ کر کرنے لگا اور بولا۔ ''ایسے تو وہ آپ کے سر پر دو تین بوتلیں اور مار دے گا۔ تو یہ ردِعمل ٹھیک نہیں۔ شکر ادا کریں کہ آپ کو صرف ایک بوتل پڑی ہے اپنے سر پر دونوں ہاتھ رکھ کر اسٹیڈیم سے نکلنے کی کوشش کریں اور اپنے ناخنوں کو ہتھیار سمجھنا چھوڑ دیں۔ اگر یہ ہتھیار ہوتے تو فوج میں سپاہیوں کی جگہ ''بلیاں'' بھرتی ہوتیں۔''

قہقہوں کا طوفان تھمنے میں نہ آیا اور سائی کے پھیپھڑے پھٹنے کے قریب ہو گئے۔ وہ سب اس دباؤ سے نکل آئے تھے جو امرحہ کو لے کر ان پر رہا تھا۔ یہ اس رات کی بات ہے، جس دن امرحہ کو روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔

شو کے بعد اسے مانچسٹر سے اپنے پروفیسر کا فون آیا۔

''میں نے اور میری بیوی نے زندگی میں پہلی بار تمہاری حرکتوں کا مزا لیا ہے۔ میں ہنستے ہنستے صوفے سے گر گیا اور میری بیوی سینڈوچ کھاتے کھاتے ٹامی (کتا) کا کان منہ میں لے بیٹھی۔ تم اتنے ہی کیوٹ تھے ہمیشہ سے یا میری نظر کمزور رہی ہے؟''

جواب میں کارل نے لمبا قہقہہ لگایا۔ ''افسوس۔ ہے پر یہی سچ ہے، آپ کی نظر ضرورت سے زیادہ کمزور رہی...... ویسے مانچسٹر واپسی پر میں ٹامی کی خیریت پوچھنے گھر آ سکتا ہوں کیا...... ساتھ ڈنر بھی کر لیں گے۔''

پروفیسر دیر تک ہنستے رہے۔ ''آ جانا ڈنر کے لئے...... ویسے ٹامی بالکل ٹھیک ٹھاک ہے امید ہے تمہاری آمد کے بعد بھی ٹھیک ہی رہے گا۔''

باب

اسے روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔ ویرا اور سائی اس کے ساتھ رہے۔ این، ڈیرک، دائم، نوال اور باقی یونی فیلوز آتے جاتے رہے۔ ان سب کی رات کی فلائٹ تھی۔ جو واپس جا چکے تھے وہ ویڈیو کال سے اس کا احوال پوچھتے رہے۔ ڈین اور انتظامیہ کے لوگوں نے بھی اس سے بات کی۔

کارل صبح سے اس کے پاس ہی تھا پھر وہ ہوٹل تیار ہونے چلا گیا۔ اسے سٹوڈیو جانا تھا۔ جانے سے پہلے وہ وقفے وقفے سے امرحہ کو پھول دیتا رہا جو بقول سائی وہ اِدھر اُدھر سے گول کر کے لاتا رہا تھا۔

اس دوران عالیان کونے میں رکھی کرسی پر خاموشی سے بیٹھا رہا اور جب ویرا اور سائی بھی چلے گئے تو وہ اپنی کرسی اس کے بیڈ کے قریب لے آیا۔ اس وقت تک امرحہ سو چکی تھی۔ اس کے سر میں درد سے ٹیسیں اٹھتی تھیں اور اس کی آنکھیں بار بار بند ہو جاتی تھیں۔ انجکشن لگنے اور دوا کھانے کے ایک گھنٹے کے اندر اندر اسے نیند آ جاتی۔ نیند گہری نہیں ہوتی تھی وہ درد سے سوتی جاگتی رہتی تھی۔ اسے الٹے سیدھے خواب آتے اور وہ ڈر کر یا چونک کر جاگ جاتی۔

''ساری دنیا سو جائے اور ہم کچھ چرا لے جائیں۔'' عالیان اس کیفیت میں تھا اور وہ امرحہ کو دیکھتے اس کی تصویریں چرا رہا تھا۔

دن نے شام کو آواز دی اور شام رات کے انتظار پر ختم ہوئی۔

وہ خاموشی سے اس کی تصویریں چراتا رہا، انہیں من پسند وقت تک تکتا رہا اور پھر ان پر اپنا نام ثبت کرتا رہا۔ کون یہ اعتراض کر سکے گا اب کہ وہ اس کی ملکیت نہیں ہیں۔ اس نے ذرا دیر کو آنکھیں بند کیں اور پھر کھولیں کہ اسے عین سامنے پانے کے احساس کو پھر سے چھو سکے پھر اور اس نے اس کی دائیں ہتھیلی کھولی اور اپنی انگلی سے اس کی ہتھیلی پر ''تحریرِ حُب'' لکھنے لگا۔

پھر اس کی انگلی مو قلم (برش) بن گئی اور وہ ایک تمثال گر (مصور) بنتا چلا گیا۔

زمانہ حال کے امرحہ عالیان زمانہ قدیم کے اونچی فصیلوں کے شہر میں آمنے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ سنگِ ہجراں منہدم ہونے لگے اور شہر نے عروس البلاد (خوبصورت شہر) کا بھیس بدلنا شروع کر دیا۔ چاندی کے گلاب پاشوں کے منہ کھول دیئے گئے اور انہیں ان کے پیروں کے اطراف لڑھکا دیا گیا۔ عطر بیز گروہوں میں باادب ہو گئے اور گلاب کی پتیاں سنہرے چمکیلے تھالوں سے چھنتے ان کے سروں سے فضا میں اچھلنے لگے۔

میں ایک تمثال گر......

تحریر نا تمام کو اپنے مو قلم سے تصویر کامل میں رنگتا چلا گیا......

''عشق''، جس سنگھاسن پر براجمان ہے......

میں اس سنگھاسن پر قابض ہوتا چلا گیا......

فصیلوں پر مشعلیں روشن کر دی گئیں اور دہلیزوں اور چوکھٹوں، چھتوں اور شہ نشینوں میں نفیس اور پاکیزہ پوشاکوں میں

لوگ سمٹ سمٹ آنے لگے۔ ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹیں غالب ہیں اور آنکھوں میں شوقِ دید کی چاہ۔ ان کے گھروں کے اندر نقشین تھالوں کے تھال ''شیرینی'' سے سجائے رکھے گئے ہیں۔

کیونکہ اس نے ایک دم سے رنگ بکھیرتے موقلم کو مٹھی میں جکڑ لیا اور اپنی آنکھیں کھول دیں۔

''میں ایک امرحہ......

اپنی ہستی تمثال گر کے رنگدار موقلم سے سجاتی چلی گئی......

''عشق''، جس سنگھاسن پر بسرام ہے

''ہم'' اس سنگھاسن پر قابض ہوتے چلے گئے۔''

لفظوں کی فی الحال ضرورت باقی نہ رہی، وہ اسے دیکھ رہی تھی اور وہ سر جھکائے اب اس کی ہتھیلی کی پشت پر وہ رنگ بکھیر رہا تھا جو دنیا کی کسی دُکان سے نہیں خریدے جا سکتے۔ پھر اس نے سر اٹھایا اور اس کی مسکراہٹ کو جا لیا جو اس کے کینوس کے محراب پر بکھری تھی اور ساتھ وہ بھی ایسے مسکرانے لگا جیسے زندگی میں کبھی اُسے ایک کانٹا بھی نہ چبھا ہو۔ دکھ کی تعریف اس نے صرف ''لغت'' میں پڑھی ہو۔

''حمزہ توف کے گاؤں سے جانے والے سبھی مسافر چراغوں کی لوئیں دھیمی ہونے سے پہلے لوٹ آئے ہیں، انتظار کو انہوں نے انتظار ہی رہنے دیا، فراق میں نہیں بدلا۔''

''تم نے میرے ہاتھ پر کیا بنایا ہے؟'' کتنے ہی لمبے عرصے بعد گفتگو کا آغاز ہوا۔ امرحہ نے پہلا سوال پوچھا۔

''خود کو۔'' اس نے وہ جواب دیا جس کے بعد کسی اور سوال کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔

''خود کو......'' اس نے انجانی خوشی سے کئی بار زیرِلب اس جواب کو دہرایا اور جانا کہ اس کے سوال کا اس سے خوبصورت جواب کوئی اور ہوتا تو کتنا بدصورت ہوتا۔ اس نے خود کو اس کی دسترس میں دے دیا...... خود کو اس میں رقم کر دیا۔

جھالروں کو کناروں میں پیوست رکھے چمکتے دمکتے سرخ و سبز باریک تھال پوشوں کو اتار لیا گیا اور تھالوں کو چھتوں اور شہ نشینوں، دہلیزوں اور چوکھٹوں میں تقسیم ہو جانے دیا۔

امرحہ نے محسوس کیا کہ مسرت نقرئی قہقہے لگاتی اس کے وجود میں اہتمام سے سرایت کر رہی ہے اور اس بار اس کا قیام عارضی نہیں ہوگا...... یقیناً نہیں ہوگا۔

اس نے چاہا کہ وہ چھلانگ لگا کر بیڈ سے کود جائے اور کھڑکی سے باہر خود کو نکال کر پوری قوت سے چلا کر پوچھے۔ ''کیا اس وقت دنیا میں مجھ سے زیادہ خوش قسمت انسان کوئی ہے؟''

''ہے......؟ اچھا پھر یہ بتاؤ کہ تمہارے پاس عالیان ہے؟''

لیکن اس نے یہ سب نہیں کیا کیونکہ اسے کچھ اور کرنا اور کہنا تھا۔

''تم نے تو کہا تھا میں تمہارے لئے مرچکوں جیسی ہوں...... میں مر بھی جاؤں گی تو بھی تمہیں فرق نہیں پڑے گا۔''

امرحہ اپنی ساری تکلیف بھول چکی تھی لیکن حیرت انگیز طور پر اسے یہ سب اپنے نام کی طرح یاد تھا، وہ آگے بڑھنے سے پہلے پچھلے حساب چکانا چاہتی تھی۔

لفظ مر کے استعمال سے جیسے عالیان پھر سے نیم مردہ سا ہو گیا اور اداسی سے بولا۔ ''ہاں مجھے صرف فرق ہی نہیں پڑا۔''

تم ایک بُرے انسان ہو۔'' امرحہ ذرا سا اٹھ کر ٹیک لگا کر بیٹھ گئی اور یہ کرتے اس نے جان بوجھ کر عالیان کی مدد نہیں لی۔

''بلاشبہ...... میں ایک برا انسان ہوں۔'' عالیان نے بہت آرام سے مان لیا۔

''تم انتہائی بددماغ اور غصیلے انسان ہو۔'' پہلے جملے سے امرحہ کی تسلی نہیں ہوئی۔

''ہاں، اور میں دیوانہ سا بھی ہوں۔'' عالیان نے اس کی تسلی کرنی چاہی۔
''تم ضدی اور ہٹ دھرم ہو۔''
''بالکل، اور میں بہت بدتمیز بھی ہوں۔''
''ہاں، تم نے ابھی تک بات کرنے کی تمیز نہیں سیکھی۔ تم اتنے...... کتنے سارے بڑے ہو گئے ہو لیکن ابھی تک اتنا بڑا سا منہ بسور لیتے ہو۔ تمہاری آنکھوں کی سختی بارود کی طرح محسوسات کے پرخچے اڑا دیتی ہے۔''
''ہاں...... بلاشبہ تم سچ کہہ رہی ہو۔'' اس نے کہا جبکہ امرحہ کے ذخیرہ الفاظ پر وہ ہنسنا چاہتا تھا۔
''تمہارا دل پتھر کا ہے۔''
''نہیں...... میں سارے کا سارا ہی پتھر کا انسان ہوں۔''
آگے امرحہ کو سمجھ نہیں آئی کہ اور اسے کیا کیا کہے۔ جو یونیورسٹی کی محراب میں اسے سمیٹے کھڑی تھی۔ وہ اب اسے اس کی برائیاں گنوا رہی ہے اور اسے بتا رہی ہے کہ وہ کس قدر برا ہے۔
کہا جاتا ہے کہ عورت شکوے کا دوسرا نام ہے اور میں یہ کہتی ہوں کہ ''محبوبہ'' شکوے کا پہلا نام ہے۔
''میں نے سنا کہ تم مجھے آوازیں دے رہے ہو اور تمہاری آواز فرش سے عرش تک اٹھتی جاتی ہے۔'' عالیان کی برائیاں ختم ہو گئیں یا اس کی یادداشت جاتی رہی تو اگلی بات اس نے یہ کہہ دی اور بے آواز رونے لگی اور اسی رونے کے دوران اس نے فیصلہ کیا کہ اسے عالیان کے ساتھ انتہائی سخت رویہ اپنانا چاہئے۔ کم سے کم اتنے وقت تک کے لئے جتنے وقت عالیان نے اپنائے رکھا۔
''تم میرا ہاتھ چھوڑ دو اور سن لو میں کئی سالوں تک تم سے بات نہیں کروں گی۔''
اور عالیان جو بہت دلگرفتی سے اسے روتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور سوچنے لگا تھا کہ شاید وہ اسے ناپسند کرنے لگی ہے اس کی اس بات پر ہنس دیا۔
''ٹھیک ہے مت کرنا بات لیکن صرف اتنا بتا دو امرحہ میرے ساتھ تو رہو گی؟''
''نہیں۔'' امرحہ نے فوراً انکار کر دیا۔
''یہ بھی ٹھیک ہے...... پھر میں تمہارے ساتھ رہ لوں گا۔'' امرحہ کی گیلی پلکوں کو اس نے انگلی کی پور سے خشک کرتے ہوئے کہا۔
''نہیں......'' اس نے پہلے سے زیادہ سختی سے کہا۔
اور عالیان نے اسے اس کی ادا جانا اور اسے بتانا چاہا کہ اب دنیا میں کوئی ایسی جگہ نہیں رہی جہاں امرحہ اسے چھوڑ کر رہ سکے اور وہ اسے وہاں رہنے بھی دے۔
''میں اس بات پر قائم رہوں گی۔'' عالیان جواب میں خاموش ہی رہا تو اس نے اسے یاد دلایا کہ ''نہیں'' کا مطلب کیا ہوتا ہے...... ''نہیں ہی''۔
عالیان پھر ہنس دیا۔ ''اس بار نہیں کا مطلب نہیں نہیں ہے امرحہ، ہوا بھی تو میں اس نہیں کو قبول نہیں کروں گا۔'' اس نے اس کے ہاتھ کو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان نرمی سے رکھا۔
''سنو امرحہ میں نے ایک اچھی دعا مانگنا سیکھ لیا ہے۔ میں نے جان لیا ہے کہ ہمیں کس ساعت میں دیر تک قیام کرنا ہے کہ ہم اس ساعت کو جالیں جو خدا کی رضامندی سے لبریز ہوئی ہوتی ہے کہ ہمیں ہماری پسندیدہ نعمت عطا کر دی جاتی ہے۔ میں نے ان نعمتوں کا شمار کرنا چاہا جو مجھے عطا کی گئیں اور میں نے ماما کے بعد تمہارا نام لیا۔ میں نے خدا کو یہ بتایا کہ اس کی مہربانی مجھ پر کیسے ظاہر ہوئی۔ ''تمہاری صورت۔'' یہ بھی سنو امرحہ کہ میں نے جان لیا ہے بہاروں کا ہمیشگی قیام کسے کہتے ہیں۔

یہ ایک امرحہ کا ایک عالیان کے پاس ہونے کو کہتے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ خوشنما تعلیقات کی خوشنمائی کا راز کیا ہے۔ ''یہ ایک امرحہ اور ایک عالیان کا ساتھ ہے۔''

''میں نے اس حقیقت کی تفصیلات پالیں کہ کوئی چال، کوئی پینترا کارگر نہیں کہ جو دل پر آزمایا جائے اور یہ ہمارے اختیار میں رہے اور دنیا میں کوئی حکمت ایسی نہیں جو اس میں داخل ہو جانے والے کو نکال باہر کرے اور یہ ممکن کر دکھائے کہ میرا جو حصہ تم میں ہے وہ تم واپس کر سکو اور میرے پاس جتنی ادھوری، مکمل تم ہو وہ میں تمہیں لوٹا سکوں اور ہم الگ الگ زندگی گزار سکیں۔ ایسی حکمتیں ناپید ہیں امرحہ اور ایسی حکمتیں ناپید ہی رہیں گی۔'' کہہ کر وہ رکا۔

شیرینی تقسیم کر دی گئی اور چاندی کے سکے زمانہ حال کے مہمانوں کے سروں کے اوپر سے اچھال دیئے گئے اور اب وہ اپنے سازندوں کی طرف لپک رہے ہیں...... ان سب کو ایک دعائیہ گیت گانا ہے اس متوقع دلہن کے لئے جس کے گل انار گالوں کو سرخی کے لئے غازے کی ضرورت نہیں رہی۔

''میری بے اعتنائی پر تمہارا شکوہ جائز ہے اور تمہاری کم عقلی پر میرا، لیکن اب اگر ہم اس سب کو خوبصورت پروں والا سرخاب بنا کر اڑا دیں گے تو ہمیں ان تتلیوں کے پیچھے بھاگنے کا موقع مل جائے گا جو بے اعتناء اور کم عقل نہیں اور جو خوش رنگ پھولوں پر قیام کرتی ہیں اور معصوم لوگوں کو چھو کر گزرنا پسند کرتی ہیں۔''

کیا کھڑکی کھلی رہ گئی ہے...... یقیناً ہاں...... کیونکہ آسمان سے اترتی کہکشاں قافلوں کی صورت کھڑکی سے کمرے میں اترنے لگی ہے اور ان کے سروں سے گھوم کر دیواروں پر اسی تصویر میں ڈھل کر نقش ہو چکی ہے جو تمثال گرنے اس کی ہستی پر سجا دی ہے۔

''میں ہزاروں الفاظ جانتا ہوں، معنی بے معنی کئی جملے بول سکتا ہوں لیکن مجھے افسوس ہے امرحہ اپنا مدعا بیان کرنے کے لئے میرے پاس اچھے الفاظ ہیں نا پُر اثر جملے۔''

اب ابو علی ابن مقلاء کے شاگرد خطاط درسگاہ کے سفید سنگی احاطے میں حوض کے اطراف قطار میں بیٹھنے لگے ہیں۔

وہی جملہ جو مجھ پر وارد ہوا اور جس کے متعلق میں نے اب جانا۔

''درسگاہ کی اونچی سفید محرابوں نے شفیق استادوں کی طرح خطاطوں کی نگرانی کی۔''

''اور پھر اسے ''تعویذ حُب'' صورت لکھ کر ''محراب حُب'' کی چوکھٹ سے باندھ دیا۔'' وہ بولتا گیا

سنگ بصریٰ کی تختیاں خطاطوں نے تھام لیں اور جتلائے تعریف خدا ہوئے۔

''ایک پہلی اور آخری بات صرف اتنی ہے کہ پہلے میں عالیان تھا...... پھر میں تم ہو گیا اور اب میں تم ہی رہ گیا امرحہ۔''

اس کی ہتھیلی کو وہ آنکھوں تک لے گیا اور......

''استاد محترم کے اشارے پر صندلی قلمیں بلوری دواتوں میں ڈبو کر ''عروس الخطوط'' اپنائے انہوں نے خطاطی کی ابتدا کی۔

''محبت آسمانی فرمان ہے نافرمانی کی اجازت نہیں۔''

سنگ بصریٰ کی پیشانی پر انہوں نے لکھ دیا۔

اسی ہاتھ کو آنکھوں سے ہونٹوں تک لے آیا۔

''محبت پرندہ پربت ہے پاتال اس کا نشیمن نہیں......

سنگ بصریٰ کی دوسری سطر نقش کر دی گئی......

پھر اس کے ہاتھ پر وہ احترام بجا لایا......

''محبت مشک ہے بھید میں قید نہیں۔''

تو تحریر مکمل ہوئی...... "لوح حُب" لکھ دی گئی۔

شنگرفی، ارغوانی، سبز ولاجی سیاہی سے اب خطاط گل کاری کرتے جاتے ہیں اور خدا واحد کی تعریف بیان کرتے جاتے ہیں اور پھر دعا کی ابتدا کچھ یوں کرتے ہیں۔ "لوحِ حُب" کو خدا وقت کے ہاتھوں زندہ رکھے...... زندہ رکھے...... پُر شاب رکھے...... وقت کے زوال سے خدا اسے بچائے رکھے...... بچائے رکھے اور "محراب حُب" کی پیشانی پر روشن رکھے...... یوں رکھے کہ "روزِ ازل" "روزِ ابد" سے جا ملے......"

O......❖......O

گہرائی ہے......اونچائی ہے......لوگ ہیں...... پس منظر میں بجھتے شہر کی جلتی روشنیاں ہیں...... اور اس کے سر کے عین اوپر کئی سو کرسٹل لڑیوں کا چھتا ہے جو برقی ارتعاش سے ایسے حرکت میں ہے جیسے مشرقی حسینہ بے خودی میں اپنا آنچل دھیمی ہوا کے سپرد کر رہی ہو۔

مشرقی حسینہ......امرحہ۔

مقام اونچائی پر ہے اور وہ مائیک کے سامنے ہے۔

"وہ......ویرا۔"

اس نے بجھتے شہر کی جلتی روشنیوں کو دیکھا اور اس کی آنکھیں اداسیوں کے پانیوں سے چمکنے لگیں اور گلے کو کھنکارے بنا اس نے بولنا شروع کیا۔

"پہلے میں نے بات شروع کی اور میں ختم کرنا بھول گئی تھی اور اب مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ میں بات کہاں سے شروع کروں...... امرحہ سے...... خود سے یا عالیان سے......؟"

"امرحہ......" اس نے گہرا سانس لیا۔

"آپ اسے نہیں جانتے، میں بھی نہیں جانتی تھی، مجھے صرف یہ معلوم تھا کہ وہ میری دوست ہے لیکن کچھ وقت گزرا، مجھے معلوم ہوا کہ میں اس کی دوست نہیں تھی۔ اگر میں اس کی دوست ہوتی تو وہ مجھ سے وہ سب کہہ دیتی جو وہ کسی اور سے نہیں کہہ سکتی تھی۔ وہ بات جو اس نے آپریشن تھیٹر میں جانے سے پہلے کہی یا اس وقت جب وہ گر گئی تھی۔ جب میں اس کی طرف لپکی تو میں نے دیکھا کہ وہ پوری شدت سے آنکھیں کھولے رکھنے کی کوشش کر رہی ہے...... میں نے گردن موڑ کر دیکھا تو وہ اتنی تکلیف میں بھی اس سمت دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی جس سمت عالیان گر چکا تھا۔ ایسی تکلیف دہ بے ہوشی میں وہ ہاسپٹل آنے تک کئی بار چونک کر اٹھی اور اس نے صرف عالیان کا نام لیا۔ جتنی بار وہ چونک کر اٹھی اتنی ہی بار...... وہ اپنے زخموں سے زیادہ کسی اور ہی تکلیف میں تھی۔"

ویرا رکی اور اس نے ایک نظر سب کو دیکھا۔ وہ دیکھ سکتی تھی کہ جن لوگوں کو وہ اپنے اور عالیان کے بارے میں بتا گئی تھی انہیں امرحہ کے بارے میں جاننا کیسا لگ رہا تھا۔ "شاک"۔

ویرا نے سر اٹھا کر گرنے کے قریب آنسوؤں کو آنکھوں کے اندر کرنا چاہا لیکن وہ آنکھوں کے اندر ٹھہرے دوسرے آنسوؤں کو بھی باہر لے آئے۔

"عالیان...... خوبصورت دلوں میں سے ایک کا مالک...... وہ سڑک پر ایسے گر گیا جیسے گولی اسے لگی ہو...... سیدھی دل پر......" وہ رکی اور کافی دیر تک رکی رہی۔

"ایک ہی وقت میں دونوں ایسے مجھ پر آشکار ہو گئے۔"

جب امرحہ آپریشن تھیٹر میں تھی اور عالیان سر جھکائے خاموش کھڑا تھا تو میں اس کے پاس گئی اور اس سے کہا۔

"وہ ٹھیک ہو جائے گی، وہ اتنی جلدی بے ہوش نہ ہوتی اگر اس کے سر پر ضرب نہ لگتی۔" اور اس کی آنکھوں سے آنسو

نکل کر گرنے لگے۔ ایک جوان مرد رو رہا تھا، ٹھیک کر رہا تھا، ایک مرد اگر اپنی ماں، بیوی، بیٹی کی تکلیف پر رو دیتا ہے تو وہ بلند بانگ ان سے اپنی محبت کا اقرار کرتا ہے۔" کہہ کر ویرا افسردگی کی انتہا پر نظر آنے لگی۔

"جب عالیان ایک بار امرحہ کو دیکھ آیا تو میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور کہا۔" تم ایک اچھے اداکار ہو عالیان اور امرحہ بھی..... تم امرحہ کے علاوہ دنیا کے ہر انسان کے ساتھ خوش رہنے کی اداکاری کرتے رہے اور دنیا کے ہر انسان کے ہوتے امرحہ کو جاتے دیکھ کر تم ساری اداکاری بھول گئے..... تم دنیا کے ہر انسان کے ساتھ خوش رہ سکتے ہو گے لیکن زندہ تم امرحہ کے ساتھ ہی رہ سکتے ہو..... میرے ساتھ تعلق نبھانے کی تمہاری کوشش اچھی تھی....."

"تمہارے دل میں، مَیں نے اپنا احترام کھو دیا ویرا۔" اس نے ایسی شرمندگی سے کہا کہ میرے دل میں اس کا احترام اور بڑھ گیا اور میں نے کہا۔

"ہاں ایسا ضرور ہو جاتا اگر تم نے کبھی مجھ سے کہا ہوتا کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو..... تم نے ہمیشہ کہا کہ میں ایک اچھی لڑکی ہوں اور اس پر تم ابھی بھی قائم ہو گے..... اب تم پہلی فرصت میں امرحہ کو بتا دینا کہ اگر تم دونوں میں تیسرے کی گنجائش نکل سکتی تو عالیان براز یلا اسٹیڈیم میں دیوانہ وار اس کے لئے بھاگ نہ رہا ہوتا..... اس بار تم اسے زیادہ یقین سے بتانا، زیادہ وقت لینا اور اس کا ہاتھ پکڑ لینا کہ وہ انکار کر کے کہیں جا نہ سکے اور وہ انکار نہیں کرے گی، میں نے بے ہوشی میں اسے تمہارا نام بڑبڑاتے سنا ہے۔"

پس منظر کی ساری روشنیاں بجھ گئیں۔

"میں بے وقوف ہی تھی، یہ سب نہیں جان سکی اور اب مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہی کہ جب میں یہ کہانی اپنے پوتے پوتیوں کو سناؤں گی تو وہ میرے بارے میں کیا سوچیں گے..... کیا وہ اپنی گرینڈ مام کو برا کہیں گے؟" اس نے گیلے گال صاف کئے۔

"وہ سمجھ دار بچے ہوں گے وہ اپنی گرینڈ مام کی اعلیٰ ظرفی پر فخر کریں گے۔" سائی نے پیچھے سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ویرا چونک کر پلٹی۔

لوگ گم کر دیئے گئے..... روشنیاں بجھا دی گئیں..... کہانی سنا دی گئی.....

وہ ہوٹل کے باغ کے اندھیرے گوشے میں اکیلی کھڑی تھی۔

سائی انہی کے ہوٹل شفٹ ہو چکا تھا اور ایک گھنٹے کی نیند بھی لے چکا تھا پھر جیسے وہ بہت بے چین سا ہو کر اٹھا۔ اسے یاد آیا جب وہ سویا تھا تو بہت خوش تھا کیونکہ "الیہ داستان" طربیہ ہو چکی تھی۔

تو پھر وہ ایسے ہڑبڑا کر کیوں اٹھا، وہ بیڈ پر بیٹھ گیا۔ اتنے سال ہو گئے تھے اسے سائی بنے، اب لوگ اس کے پاس نہیں آیا کرتے تھے تو وہ کمپاس بنا ان کی سمت مڑ جاتا تھا اور کہتا تھا۔ "سنو شاید تمہیں میری ضرورت ہے۔"

وہ اٹھا اور دوسری منزل پر آیا دروازے پر دستک دی کوئی جواب نہیں ملا پھر یہ سوچ کر کہ وہ ہاسپٹل امرحہ کے پاس نہ چلی گئی ہو اسے فون کیا لیکن اس کا فون بند تھا۔ کاؤنٹر پر آ کر پوچھا انہوں نے ایک بار کی طرف اشارہ کر دیا۔ وہ بار گیا وہ وہاں بھی نہیں تھی۔ وہ خود ہی اسے ڈھونڈتا رہا اور پھر اُسے اندھیرے گوشے میں کھڑے باتیں کرتے دیکھا۔ وہ خود میں اتنی مگن تھی کہ وہ عین اس کے پیچھے کھڑا ہو کر سب سننے لگا اور اسے خبر نہیں ہوئی۔ اس نے ویرا کا ہاتھ پکڑا اور کمرے میں لے آیا دونوں نیچے کارپٹ پر دیوار سے کمر جوڑ کر ساتھ ساتھ بیٹھ گئے۔

"میں جانتا ہوں تم دکھی ہو۔" بات سائی نے شروع کی۔

"ہاں بہت دکھی ہوں سائی..... اس لئے کہ میں سمجھ نہیں پائی کہ کیا ہو رہا ہے..... مجھے حقیقتاً یہی لگا کہ امرحہ عالیان کو دوست کی حیثیت کے علاوہ پسند نہیں کرتی اور عالیان..... سائی ایسا ہی تو ہوتا ہے ایک بریک اپ کے بعد کچھ وقت لگا اور سب ٹھیک..... میں امریکہ سے واپس آئی تو امرحہ مجھے بدلی ہوئی ملی..... میں نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ دادا ایسے لڑکے سے

اس کی شادی کرنا چاہتے ہیں جسے وہ پسند نہیں کرتی، میں نے پوچھا۔ تو کیا تم کسی اور کو پسند کرتی ہو؟ تو اس نے کہا۔ ''مجھے اس سب سے دلچسپی نہیں ہے'' یہ کہتے ویرا نے تاسف بھرا انداز اپنا لیا۔

''کیا میں ایک بری لڑکی ہوں سائی؟'' دل گرفتگی اپنے عروج پر نظر آنے لگی۔

''تم نے یہ کیوں سوچا؟'' سائی کو جیسے دلی صدمہ ملا۔

''پتا نہیں۔'' اس نے خود کلامی کے انداز سے کہا۔

''کچھ باتوں کے ہو جانے میں ہمارا اختیار نہیں ہوتا ویرا! ان کے ہونے اور نہ ہونے پر۔ ایک اچھا ڈرائیور اگر حادثہ کر دے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ برا ہے، اس کا مطلب ہے کہ سڑک، گاڑی اور کچھ دوسرے عوامل نے مل کر حادثے کے اسباب پیدا کر دیئے، اچھے اور برے واقعات کے اسباب بنتے ہیں ویرا......''

''عالیان کو خود کو پاگل بنانے کی کیا ضرورت تھی سائی! تم نے دیکھا وہ کیسے اس کا نام لے لے کر بھاگتا پھرتا رہا تھا۔''

''اس نے خود کو پاگل نہیں بنایا ویرا! بس شاید اس پر دیر سے ادراک ہوا۔''

دونوں تھوڑی خاموشی سے اپنی اپنی جگہ اپنی اپنی سوچ کو سوچتے رہے۔

''تو گرینڈ مام نے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا۔'' سائی نے ہنس کر ایک نئی بات شروع کی۔

ویرا ذرا سا ہنس دی۔ ''اگر نہ کرتی تو امرحہ روسیوں کے بارے میں اپنے پوتے پوتیوں کو کیا بتاتی کہ وہ خود غرض ہوتے ہیں اور ہماری جگہوں پر قابض ہو جاتے ہیں۔ وہ خود روس آتی نہ اپنی پوتی کو کبھی آنے دیتی بلکہ روس کے بارے میں ٹی وی پر کوئی خبر چل رہی ہوتی تو وہ چینل بدل دیتی اور سوچتی ''روس دنیا کے نقشے پر ہوتا ہی نہ کتنا اچھا ہوتا......''

سائی پوری جان سے ہنسنے لگا۔ ''تم مذاق میں ایسا کہہ سکتی ہو لیکن حقیقت میں ایسا کبھی نہ ہوتا۔''

''اگر میری اور عالیان کی شادی ہوتی تو ایسا ہی ہوتا۔'' وہ اپنی ہتھیلیاں مسلنے لگی اور ایسا کرتے وہ ایسی بچی لگنے لگی جس کی ساری گڑیاں چرا لی گئی ہوں اور ان کے کپڑے جلا دیئے گئے ہوں۔

سائی نے محبت سے اس کی طرف دیکھا۔ ''عالیان اس مشرقی لڑکی کا پرنس تھا، تمہارا پرنس چارمنگ تو کہیں اور تمہارے انتظار میں ہوگا نا۔''

''ہاں بس اب یہی کام رہ گیا ہے، سب کام چھوڑ کر اس پرنس چارمنگ کو ڈھونڈتے پھرنا یا اس کے انتظار میں بیٹھ جانا...... میں ایک بالغ اتنی بڑی سی لڑکی ہوں۔'' ''دی لیڈی ویرا'' مجھے تم ان فیری ٹیلز سے نہیں بہلا سکتے۔'' وہ چڑ گئی۔

''فیری ٹیلز ہماری حقیقی زندگیوں سے زیادہ خوبصورت نہیں ہو سکتیں ویرا...... جہاں ایک ویرا ہے، ایک سائی، ایک کارل، دو امرحہ عالیان...... کیا کسی فیری ٹیل میں یہ سب ہوں گے؟ ہمارے پاس دکھ ہیں، سکھ ہیں، ملنا، بچھڑنا، رونا، مسکرانا، گر جانا، اٹھ کھڑے ہونا...... یہ سب ہے، کہیں کم، کہیں زیادہ، شاندار محل، قیمتی ملبوسات، آرائشِ زندگی، کھیل کود، مسکراہٹیں، خوبصورتی اور نغمے ہی زندگی کو فیری ٹیل نہیں بناتے...... زندگی کو فیری ٹیل ہماری سوچ بناتی ہے۔ پرنس چارمنگ وہ نہیں جو ایک بڑی سلطنت کا شہزادہ ہے یا جو بہت خوبصورت ہے۔ پرنس چارمنگ ہر وہ انسان ہے جو ایک شفاف دل کا مالک ہے، جو بلا امتیاز انسانوں سے ''محبت'' کرتا ہے...... میں، تم، عالیان، امرحہ، کارل، ہم سب......

یہ زندگی تب بھی فیری ٹیل سے زیادہ خوبصورت ہوتی ہے جب ہر ساعت ہمیں فضا میں بسی خوشبو محسوس ہوتی ہے...... آسمان شاندار محل کی چھت لگتا ہے اور زمین مخملیں قالین جو ہر نئے قدم پر ایک نئے رنگ میں ڈھلتا ہے...... ویرا نے سائی کے کندھے پر سر رکھ دیا اور اسے خاموشی سے سنتی رہی اور سنتے سنتے سو گئی۔ سائی نے اسے ایسے سوتے دیکھا تو چاہا کہ آج کی پوری رات اسے اس انسان کے لئے دعائیں کرتے گزار دینی چاہیے...... اور وہ زیرِ لب دعائیہ لفظوں کو ایسے دہرانے لگا کہ وہ نیند سے جاگ نہ جائے لیکن نیند میں ہی سن بھی لے۔

''ویرا!'' موت سی برف میں کھلتے اکلوتے پھول کی طرح وہ اس احساس کو خاطر میں نہ لائی کہ خزاں میں وہ ''اکیلی بہار'' ہے۔

میری کہانی کے یہ دو کردار......

طلوع آفتاب سے......

دوستی میں حرف خاص سے......

مثالوں میں ''بے مثال'' سے......

○......❖......○

برازیل سے وہ وی آئی پی سیٹ سے مانچسٹر کے ہاسپٹل میں آئی جہاں اسے علاج کے لئے ڈاکٹروں کی اگلی ہدایات تک رہنا تھا۔ سارے اخراجات برازیلین حکومت اٹھا رہی تھی، وہ اسے مکمل صحت یاب کر کے بھیجنا چاہتے تھے نینن اسے مانچسٹر آنے کی جلدی تھی، اس کی وجہ سے اس کے ساتھ رہنے والوں کی تعلیم کا نقصان ہو رہا تھا، وہ سب لوگ ویک اینڈ کا سوچ کر میچ دیکھنے گئے تھے۔ این، ڈیرک وغیرہ پہلے ہی واپس آ چکے تھے۔ کارل، ویرا، سائی، عالیان اس کے ساتھ تھے۔ کارل کا تو ویسے ہی برازیلا میں ٹی وی پر مستقبل کافی روشن ہو گیا تھا اسے تو چند اور دن وہاں رکنے پر اعتراض نہیں تھا۔

سادھنا اور لیڈی مہر ائرپورٹ سے اس کے ساتھ ہاسپٹل گئے اور ہسپتال میں اس کے پروفسرز، کلاس فیلوز، یونی فیلوز آ آ کر ملتے رہے۔ شزا بھی اس کے لئے پھول لے کر آئی، ڈیرک تو برازیلا میں بھی کئی بار اس سے مل چکا تھا اور دائم وغیرہ کا گروپ اور ہانا، شرلی، للی سب وہاں بھی اس سے مل گئے تھے اور یہاں بھی آتے رہے، سٹور کا منیجر، اس کے کولیگز اور اس کا پہلا باس تو کئی بار آئے۔

''یہ کیسا حادثہ تھا مس اخروٹ جو تمہیں برازیلا میں پیش آیا اور تمہیں ٹھیک کر گیا؟'' انہوں نے سنجیدگی سے اس کا جائزہ لینے کے بعد کہا۔

مس اخروٹ جواب میں صرف مسکرا دی۔

''تو برازیلا نے تمہیں بدل دیا۔''

''شاید......'' وہ اور مسکرا دی۔

اس دوران کارل نے اس کے لئے لائی جانے والی چاکلیٹس اور کوکیز کو سعادت مندی سے اپنے پاس محفوظ کرنا شروع کر دیا۔ سائی نے امرحہ کو بتایا کہ اس نے سب سے کہا ہے کہ پھول لے جانے کی بجائے وہ چاکلیٹ لے جائیں کیونکہ امرحہ کو چاکلیٹ بہت پسند ہے نا......اور ایک ایسا انسان جس کے شانے پر گولی لگی ہو اسے ایسی چھوٹی چھوٹی خوشیاں تو ضرور ہی مہیا کر دینی چاہئے نا۔

ان چھوٹی چھوٹی خوشیوں میں سے ایک بھی امرحہ کے منہ میں نہ گئی البتہ ہال میں کارل نے اپنے کمرے کی حفاظت چوری پروف کر دی۔

جب وہ گھر آئی تو اس کے کمرے کو ویرا، سادھنا اور این نے مل کر مختلف پوسٹرز، کارٹونز اور دعاؤں سے سجا رکھا تھا۔ دیواروں پر ان سب کی مختلف موقعوں پر لی جانے والی تصویریں لگی تھیں اور یونی فیلوز کے پیغامات کارڈز صورت دیواروں سے جھول رہے تھے۔

یونیورسٹی نے اسے آفیشل لیو دے دی تھی۔ اس کے لیکچر ریکارڈ کئے جا رہے تھے اور اسے گھر ملتے تھے۔ سائی ایک بار ضرور اس کے پاس آتا، کافی پی کر چلا جاتا۔ عالیان یونی سے پہلے یونی اور جاب کے بعد اتنی بار اس سے مل جاتا کہ لگتا وہ واقع ہی اسپائڈر مین ہے، عمارتیں پھلانگتا آتا جاتا ہے۔

کارل اپنی الٹی سیدھی تصویریں کھینچ کھینچ کر اسے بھیجتا رہتا کہ "خوبصورت انسان کو دیکھنے سے انسان جلد صحت یاب ہو جاتا ہے۔"

وہ اب تک فون پر ہی دادا سے بات کرتی رہی تھی اور اسے حیرت یہ ہوتی تھی کہ دادا نے ایک بار بھی نہیں کہا تھا کہ وہ اسے دیکھنا چاہتے ہیں۔ جب وہ شٹل کاک آ چکی اور اٹھ کر بیٹھنے لگی جبکہ اب بھی اٹھنے سے اس کے سر میں ٹیس اٹھتی تھی اور اس کا بایاں شانہ درد کرتا تھا اور اکثر وہ کئی کئی گھنٹے متلی کا شکار رہتی تھی اور اچانک ہی اسے تیز بخار ہو جاتا تھا تو دادا پہلی بار اسے دیکھ کر بات کرنے لگے کیونکہ اس نے خود ہی کہا تھا کہ وہ انہیں دیکھنا چاہتی ہے۔

"اب مجھے بتاؤ کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا تھا؟"

"ایسے ہی فینز بھڑک اٹھے اور لڑتے لڑتے مجھ پر گر گئے۔" وہ ٹیک لگا کر بیٹھی تھی اور اس کے چہرے پر زخم کے نشانات اب کچھ مندمل اور قابل برداشت ہو گئے تھے۔ سر کو اس نے دوپٹے سے ڈھانپ رکھا تھا کیونکہ پچھلے حصے میں لگی بینڈیج سامنے سے ذرا سی نظر آتی تھی اور گردن کی بھی۔

"بس؟" دادا نے بہت آرام سے پوچھا۔

"جی۔" جو جھوٹ سادھنا نے بولا تھا وہ اب تک اُسے ہی آگے لے کر چلتی رہی تھی۔

"تمہارے بس اتنے معمولی سے زخمی ہونے پر ویرا، کارل، سائی اور عالیان اتنے پریشان ہو گئے تھے۔"

"وہ مجھے ہوش نہیں آ رہا تھا اس لئے، میرے سر پر چوٹ آئی تھی۔ میں خوفزدہ ہو گئی تھی بہت، بہت زیادہ۔" مانچسٹر کے ہاسپٹل میں جب وہ آئی تو اس نے یہ بتایا کہ وہ گھر آ چکی ہے جب وہ گھر آ چکی تو وہ یہ بتانے لگی کہ وہ یونی جانے لگی ہے اور دادا نے ایک بار بھی اس سے کوئی سوال یا تکرار نہیں کی جو وہ کہتی وہ سن لیتے اور اسے صحت مندی اور زندگی کی سلامتی کی دعائیں دیتے رہتے۔

"جب میں نے باری باری ویرا، سائی اور پھر عالیان کو دیکھا تو مجھے جیسے کچھ بھی پوچھنے کی ضرورت نہیں رہی اور مجھے لگا کہ وہ مجھ بے چارے بوڑھے پر ترس کھا رہے ہیں، مجھے صدمے سے بچانا چاہتے ہیں۔ میں نے شہریار کی مدد لی، وہ ایک پڑھا لکھا سمجھدار انسان ہے، اس نے کچھ وقت لگایا انٹرنیٹ پر اور اسے معلوم ہوا کہ تصادم میں کل تین لوگوں کو گولیاں لگی ہیں اور ان تین میں سے ایک مانچسٹر یونیورسٹی کی اسٹوڈنٹ ہے۔ پھر اس نے یونیورسٹی انتظامیہ سے رابطہ کیا اور اسے بتایا گیا کہ وہ ایک اسٹوڈنٹ امرحہ واجد ہے...... تم نے مجھ سے جھوٹ اس لئے بولا کہ میں ایک بوڑھا انسان ہوں، ایسی خبر سن کر مجھے کچھ ہو نہ جائے...... سادھنا سے لے کر سائی تک سب مجھ سے چھپاتے رہے...... یہ ایک اچھی حکمت عملی تھی۔ مجھ بوڑھی جان کے لئے امرحہ...... لیکن میں انجائنا کے درد کا شکار انہی دنوں ہوا...... جانتی ہو کس لئے؟ صرف اس لئے کہ تم نے خود کو خود مر جانے دیا، تم نے اپنی جان کی پروا نہیں کی، تم نے خود کو اہم نہیں جانا، تمہیں بہانہ مل گیا مرنے کا...... تم نے چاہا کہ تم مر جاؤ، تم نے خود کو محفوظ کرنے کی کوشش نہیں کی...... تم نے اپنی کمزوری ظاہر کی ہمت اور طاقت نہیں......"

"یہ غلط ہے۔"

"یہ غلط تب ہوتا اگر تم ٹھیک رہتیں، تم موت کی باتیں کرتی تھیں۔ میں نے اپنا پاسپورٹ ایمرجنسی ویزے کے لئے بھیجا لیکن مجھے ویزا نہیں ملا۔ میں وہاں آتا اور تم سے پوچھتا امرحہ کہ کیا زندگی ایسی بے کار شے ہے کہ اسے موت کے حوالے کر دیا جائے۔"

"نہیں...... وہ ایک حادثہ تھا دادا اور بس......"

"تم ساری دنیا سے جھوٹ بول سکتی ہو، مجھ سے نہیں۔"

وہ خاموش ہو گئی۔

''تم مرنا چاہتی تھی؟''

''ہاں۔'' اس نے اعتراف کر لیا۔ ''میں نے خود کو مارنا نہیں چاہا تھا لیکن وہ سب جب وہاں ہوا تو میں نے دعا کی تھی کہ کاش میں مر جاؤں...... کیونکہ میں خودکشی نہیں کر سکتی تھی اور طبعی عمر تک خود کو گھسیٹ نہیں سکتی تھی۔ میں بظاہر بھاگتی رہی خود کو بچانے کے لئے لیکن اندر ہی اندر میں یہ خواہش کرتی گئی کہ میں زندہ نہ رہوں۔''

''مجھے سزا دینے کے لئے...... یہ بتانے کے لئے کہ اگر ہم زندہ لوگوں کی قدر نہیں کرتے تو وہ مر کر اپنی قدر بڑھوا لیتے ہیں۔''

وہ خاموش رہی کیونکہ یہی سچ تھا وہ عالیان اور دادا دونوں کو مر کر دکھانا چاہتی تھی اور اس لئے بھی کہ اسے زندہ رہنے میں دلچسپی نہیں رہی تھی۔

''پاکستان آ جاؤ۔''

''ایسا نہیں ہو گا۔'' وہ رو دینے کو ہو گئی۔

''پھر چلی جانا، میں تمہاری دیکھ بھال کرنا چاہتا ہوں، تم سے ملنا چاہتا ہوں۔''

وہ دادا کی طرف دیکھنے لگی۔ ''آپ مجھے واپس نہیں آنے دیں گے۔''

''ایک نمازی سے وعدہ لے لو۔'' دادا نے بہت پُر یقین انداز سے کہا۔

''ٹھیک ہے پھر مجھے وعدہ دے دیں۔'' اس نے بہت دیر تک سوچنے کے بعد کہا۔

اس کے پاس دس چھٹیاں تھیں وہ ان چھٹیوں میں جا کر واپس آ سکتی تھی۔ اس نے اپنی ٹکٹ بک کروا دی اور ویرا کو ساتھ چلنے کے لئے کہا۔

''تم چھٹی پر ہو میں نہیں۔'' ویرا نے اس کے گال پر چٹکی لی۔

''چند دنوں کی بات ہے، تمہیں یونی سے نکال نہیں دیا جائے گا۔''

ویرا اور زیادہ ہنسنے لگی لیکن شرارت سے۔ ''میں تمہارا یہاں انتظار کروں گی بلکہ ہم سب کریں گے۔''

''میں ایک خود غرض لڑکی ہوں نا ویرا؟'' عالیان کے ساتھ وہ آگے ایسے بڑھی جیسے اس پر صرف اسی کا حق تھا اور خود غرضی سے بھی اس نے ویرا کے بارے میں نہیں سوچا اور اب وہ اتنے دنوں سے ویرا سے بات کرنا چاہ رہی تھی لیکن ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

''تمہارے کمرے میں رکھا وہ البم میں نے دیکھ لیا ہے جس میں میری تصویر پر تم نے لکھا ہے ''دوستی کی تعریف کے لئے ''ویرا'' کا نام کافی ہے۔'' اگر تم خود غرض ہوتی تو اپنے البم میں جگہ جگہ مجھے محفوظ نہ کرتی۔''

''میں تم سے حسد کرتی رہی اور تمہیں اپنا دشمن بھی سمجھتی رہی لیکن یہ سب بہت پرانی باتیں ہیں پھر میں نے عالیان کے لئے تم سے بہتر کسی کو نہیں پایا۔''

ویرا ہنس دی۔ ''عالیان کے لئے تم ساری دنیا کو اپنا دشمن بنا لیتی...... یہ صرف تم ہی کر سکتی ہو اور میں ان جذبات کی قدر کرنے پر مجبور ہوں۔''

''تم دکھ اور تکلیف سے گزریں؟'' بہت مشکل سے امرحہ یہ پوچھ پائی۔

''ہاں میں گزری امرحہ! لیکن اس سے بہت کم جس سے تم گزری۔ میں تم دونوں سے محبت کرنے پر مجبور ہوں۔ تم صرف عالیان کی ہی نہیں ہو اور عالیان صرف تمہارا ہی نہیں ہے اور یہ حسد و رشک سے کہیں آگے کے جذبات ہیں۔'' اپنے گال سے اس کے گال رگڑ کر ویرا چلی گئی۔ یہ صبح کا وقت ہے اور وہ یونی جانے سے پہلے اس سے مل کر جاتی ہے۔

ٹھیک ہے وہ عالیان کے ساتھ آگے نکل آئی ہے لیکن اب اگر وہ گردن موڑ کر پیچھے دیکھتی ہے تو جانتی ہے کہ پیچھے کتنی

توڑ پھوڑ کرتی آئی ہے اور اس توڑ پھوڑ میں سب سے زیادہ نقصان میں ویرا رہی ہے۔

انسان اپنے عمل میں کتنا ہی کھرا کیوں نہ ہو کہیں نہ کہیں وہ اتنا پست ضرور ہو جاتا ہے کہ خود سے بھی نظریں نہیں ملا پاتا۔ ویرا کی صورت یہ پستی اسے یاد رکھنی ہوگی۔

O......❖......O

اگلے دن جب اس کی فلائٹ تھی پاکستان کی تو رات کو سوتے غیر معمولی آوازوں کے ارتعاش سے اس کی آنکھ کھل گئی۔

دن بھر اس کی عالیان سے بات نہیں ہو سکی تھی اور وہ بڑی دلگرفتی سے سوئی تھی کہ وہ اسے بھول گیا...... آخر بھول گیا......

وہ چند دنوں سے کافی مصروف نظر آ رہا تھا۔ اس سے کھڑے کھڑے مل جاتا اور ماما مہر کے ساتھ باتوں میں مصروف رہتا۔ اس کے سامان کو اس نے معنی خیزی سے دیکھا اور کوئی تبصرہ نہیں کیا اور اسے یہ سب برا لگا۔ وہ جا رہی ہے اور اسے کوئی فرق ہی نہیں پڑ رہا...... یعنی محبت پھر سے کم ہونے لگی۔ دونوں کے درمیان متوقع ضروری باتیں ایک طرف ہی رہ گئیں اور کیوں رہ گئیں وہ سوچتی ہی رہ گئی۔

تو رات کے پہلے پہر اس کی آنکھ کھلی اور اسے سمجھ نہیں آئی کہ اتنی ٹھنڈ میں سادھنا نے اس کے کمرے کی کھڑکی آخر کس لئے کھول دی کہ وہ جو برازیلا میں گولی سے نہیں مری وہ یہاں ٹھنڈ سے مر جائے۔ جب وہ سوئی تھی تو کھڑکی بند تھی۔ اب کھلی تھی اور ٹھنڈی ہوا فرصت سے اندر آ رہی تھی اور ساتھ اپنے سنگ کچھ اور بھی لا رہی تھی۔

یہ ننھی منی چھوٹی بڑی گھنٹیوں کے ہوا کے دوش پر بجنے کی آوازیں تھیں۔ وہ زیر لب ہنسی۔ ''یہ میرا خواب ہے...... نہیں...... تو پھر آگے بڑھنا چاہئے۔'' وہ کھڑکی تک آئی۔ دھند میں لپٹے درخت پر شٹل کاک کی بیرونی دیوار پر لگی روشنی ایسے پڑ رہی تھی کہ وہ آدھا اندھیرے میں تھا اور آدھا نیم روشنی میں اور جو نیم روشنی میں تھا وہ رنگ برنگی اشکال میں جھولتے کارڈوں سے سجا تھا اور وہ اس دوشیزہ کی طرح مسکرائی جسے اس کا گم شدہ جوتا مل چکا تھا۔

حال ماضی کے درخت کی شاخوں پر فاتح ہونے پر متبسم ہے۔

تو شہزادے نے جان لیا کہ اسے کیا کرنا ہے اور ادھوری کہانی مکمل کر لی گئی ہے۔ اس نے گرم کوٹ پہنا۔ دائیں ہاتھ سے مفلر کو گردن پر بل دیئے۔ اسے بائیں ہاتھ سے کام کرنے میں مشکل ہوتی تھی لیکن اب یہ مشکل رفع ہو گئی تھی۔ دراصل سارے ہی درد برازیلا کے ہاسپٹل میں ہی رفع ہو گئے تھے۔

اس نے ہر رات درخت پر جھولتے پیغامات کو پڑھنے کے خواب دیکھے تھے۔ وہ دعا کیا کرتی تھی کہ حقیقت میں نہ سہی خواب میں ہی اس کا یہ خواب پورا ہو جائے۔ خواب پورا نہیں ہوا، خواب نکل کر حقیقت میں بدل گیا۔

وہ بیرونی دروازے سے باہر آئی اور گھوم کر اپنے کمرے کے سامنے لگے درخت کی طرف آئی اور ذرا دور کھڑی ہو کر درخت کو دیکھتی رہی...... دیکھتی ہی رہی......

''یہ میرا خواب ہی ہے...... ہاں بس...... ضرور میرا خواب ہی ہے۔'' وہ بڑبڑائی۔

پیغامات مختلف دلکش رنگوں کے ربنوں سے بندھے جھول رہے تھے۔ آس پاس کی دوسری شاخوں پر مختلف آرائشی فیتے اپنی اہمیت اپنی خوبصورتی سے بڑھا رہے تھے اور زمین پر موجود درخت الوہی خطے کا ''شاہ'' بنا تاج پوشی کے لئے قائم کھڑا تھا۔ بہت دیر تک کھڑے رہنے کے بعد وہ درخت کے پاس آئی اور ہاتھ بڑھا کر کئی شاخوں کو ایک ساتھ لہرا ڈالا اور گھنٹیوں نے رانجھے کی ہیر کی سی ساری دھنیں اپنے اندر سمو کر ان پر سے اپنا اختیار اٹھا ڈالا۔

''ماضی مٹ چکا ہے۔''

وقت نے پرانے سکوں سے آراستہ اپنا تھال الٹ ڈالا اور صرف ایک ''تاج'' سکے سے خود کو سجا ڈالا۔

''عالیان!'' سکے پر کندہ نام اس نے امر حہ کی طرف اچھال دیا جو پیشانی سے اوپر سج گیا۔

''امرحہ!'' اسی سکے پر کندہ دوسرا نام اس نے عالیان کی طرف اچھال دیا جو پیشانی کے نیچے اس کی آنکھوں میں دمک اٹھا۔

وہ اندھیرے حصے کی طرف کھڑا تھا امرحہ اس کی موجودگی سے انجان تھی۔ اس کا خیال تھا اسے امرحہ کو درخت تک لانے کے لئے بہت تردد کرنا پڑے گا لیکن ایسا نہیں ہوا، تردد اب صرف گزر چکے وقت کا حصہ ہی بنے رہنا چاہتا تھا۔ گھنٹیاں فانوسی راگوں پر اجارہ داری رکھتیں سرمستی میں جھومنے لگیں۔

''جو خواب حقیقت ہو جاتے ہیں وہ خواب ہر ساعت آیا کرتے ہیں۔'' وہ دم بخود کھڑا سوچنے لگا۔ وہ جو دو گھنٹے اس درخت کے ساتھ مصروف رہا تھا اسے ابھی یہ یقین ہونے لگا کہ اس بار پھر سے یہ خواب ہی ہے۔ اندھیرے سے روشنی کی طرف اس نے قدم بڑھائے۔

اب گھنٹیاں مہروز کے حکم کی بجا آوری کرتیں ''محرم'' کے کانوں میں سرگوشیاں عیاں کرنے کو لپکیں اور پس منظر میں بجتیں اللہ رکھا رحمان کی راز و نیاز کرتیں دھنیں پریم پریت کے سرگم پر دل دھنتے ''محوِ اظہار'' ہو گئیں۔

رات کے ذروں نے قطاریں باندھ لیں اور روشنی کی لکیریں پھلجھڑیاں بن گئیں۔

ہلکی ہوا ان دونوں کے بال اڑا رہی تھی اور وہ دونوں اپنی اپنی جگہ پر اپنی اپنی منزلیں طے کر رہے تھے۔ امرحہ کا خیال تھا اس میسج ٹری کو کارل، سائی اور اس نے مل کر سجایا اور چلے گئے۔ اس نے ہاتھ بڑھایا اور ہوا کے سنگ جھولتے ایک پیغام کو پکڑ کر پڑھنے لگی۔ ''میں نے تمہیں بہت یاد کیا۔''

دلفریب خوشی کے احساسات امرحہ کے دل پر نازل سے ہونے لگے، وہ دوسرا پیغام پڑھنے لگی ''تم ایک جادوگر ہو امرحہ!'' امرحہ یوں مسکرا دی جیسے اس کی بات تجرا لی گئی۔

''جب تم نے رونا شروع کیا تو میرا دل چاہا میں بھی تمہارے ساتھ مل کر رو دوں کیونکہ دو ایک جیسے لوگوں کو ایک ہی جگہ بیٹھ کر رونے کا اس سے اچھا موقعہ اور کب ملتا۔ اسٹوڈنٹ پارٹی پرانک۔'' امرحہ نے قہقہہ لگایا اور ذرا سا ڈر گئی کیونکہ درخت کے اندھیرے حصے میں چھپا کھڑا عالیان نکل کر سامنے آ گیا تھا۔

''اوہ...... تم یہاں ہو؟''

''اور مجھے کہاں ہونا چاہئے تھا؟'' اس نے ہاتھ بلند کیا اور اس کے سر پر جھولتے پیغامات سے بندھی گھنٹیاں لہرا ڈالیں اور معتبر آسمان اور زرخیز زمین نے بڑی محبت سے اپنی سماعتوں کے پٹ ان مترنم آوازوں پر وا کیے۔

''جہاں غائب رہنے کے لئے تم موجود رہتے ہو۔'' اسے یاد آیا وہ اس سے ناراض تھی۔

وہ محبت کے نکھرے احساس سے اسے دیکھتا رہا۔ ''تو وہ ناراض ہونا صرف اپنا حق سمجھتی ہے۔''

''میں نے ان پیغامات کو جلا ڈالا تھا، میری یادداشت اچھی ہے میں نے انہیں چند راتیں اور چند دن لگا کر پھر سے لکھا۔ وہ اپنے غائب رہنے کی وجہ بتا رہا تھا لیکن نامکمل...... وہ امرحہ سے چھپا رہا تھا کہ وہ دراصل بصد شوق کن مصروفیات میں غلطاں رہا تھا۔

''تمہارے بالوں کی نوکیں تمہاری آنکھوں کو پریشان کر رہی ہیں...... کیا میں تمہاری آنکھوں کو اس پریشانی سے بچا لوں؟'' اس نے مہذب انداز سے پوچھا اور جواب کا انتظار بھی نہیں کیا اور اس کی آنکھوں کو پریشانی سے بچا لیا۔

اپنی پیشانی پر اس کی انگلیوں کا لمس محسوس کرتے وہ ذرا سا پیچھے ہوئی اور سر اٹھا کر پیغام پڑھنے لگی۔

اس نے ایک چالاکی کی تھی دوسری زبانوں میں کافی پیغامات لکھے تھے تاکہ امرحہ اس سے ان کے مطلب پوچھے۔ دو دن تک ہال میں وہ مختلف ہال میٹس کے کمروں کی طرف بھاگتا رہا تھا اور وہ زیرلب ہنس کر اسے لکھ لکھ کر دیتے رہے تھے جبکہ کارل اور سائی اس کے کندھوں پر چڑھے لکھنے والوں کو آنکھ مارتے رہے تھے تو اگر چند پیغامات کو امرحہ گوگل کرتی تو اسے

معلوم ہوتا کہ جس کا مطلب عالیان ''مجھے اجازت دو میں آخ آخ کی تکرار پر لہراتی تمہاری ناک کو پکڑلوں۔'' بتا رہا تھا تو اس کا اصل مطلب کارل کی آنکھ اور ہاتھوں کے اشاروں پر کچھ یہ نکلتا۔''کیا تم نے ٹھیک سے ناک پونچھنا سیکھ لیا......نہیں...... یعنی ابھی بھی تم آئسکریم، چاکلیٹ کے ساتھ بہتی ناک......آخ......اُف......گندی۔'' اور چائنی جملہ جس کا مطلب عالیان ''تم ایک اچھی لڑکی ہو بلکہ تم میں کئی اچھی لڑکیاں چھپی ہیں۔'' بتا رہا تھا تو اصل میں وہ ''تم ایک پٹاخہ لڑکی ہو بلکہ تم میں کئی بڑے بڑے پٹاخے پھوٹ پڑنے کو ہیں۔'' تھا اور جاپانی جملے کا اصل ترجمہ ''خدا کے لئے اپنے ایشین فلیگ کو سنبھالنا سیکھ لو، آدمی یونی اس سے الجھ کر زخمی ہو چکی ہے اور جو آدمی بچی ہے وہ زخمی ہونے کے لئے قطار میں کھڑی ہے۔'' تھا اور مصری جملے کا، ''خدا کا شکر ہے ہمارا مانچسٹر ڈوبنے سے بچ گیا۔'' اور کورین جملہ جو عالیان نے ''مجھ پر شکر لازم ہے۔'' لکھنے کے لئے کہا تھا تو دراصل وہ کچھ یوں لکھا گیا تھا۔''ہم بھی مانچسٹر کی پیداوار اپنی ایک امرحہ لاہور پر اتاریں گے، انہیں بھی معلوم ہو دن میں ستارے اور رات میں سورج کیسے دکھتے ہیں، پھر کیا وہ شکر ادا کر پائیں گے؟

اگلا جملہ اطالوی میں لکھا تھا اور آخر کار وہ اس پیغام تک پہنچ ہی گئی تھی۔ یہ کیا لکھا ہے اس نے لکھنے والے سے رابطہ کیا۔

وہ مسکرایا اسے دیکھا جھکا اور ایک گھٹنے کو ٹیک کر زمین پر بیٹھ گیا اور اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیا اس کا مطلب ہے۔''میرے سامنے جھک کر میرا ہاتھ تھام لو۔''

''گل سرخ'' کی گزرگاہوں کی راہی بنی وہ لہرا سی گئی۔

اتنے چھوٹے سے جملے کا اتنا بڑا مطلب

''ہاں......جیسے ایک امرحہ کا مطلب سارا عالیان۔'' اس نے کاملیت لئے کہا اب اس کے آگے دوسرا پیغام تھا جو فرنچ میں تھا اس نے کنکھیوں سے عالیان کو دیکھا اور مطلب پوچھنے کی غلطی نہیں کی لیکن اس نے مطلب بتانے کی جلدی ضرور کی۔

''اس کا مطلب ہے میرا دوسرا ہاتھ بھی تھام لو۔'' بیٹھے بیٹھے ہی اس نے اس کا دوسرا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔

اس بار اس کی ہنسی اتنی دیر تک گونجتی رہی کہ وہ سیف الملوک پر اترتی پریوں کی آنکھوں کی چمک بن گئی۔

''اور ایک پیغام جو میں نے لکھا ہی نہیں وہ میں تمہیں سناتا ہوں۔'' اس کا انداز بانسری ہو گیا اور الفاظ ''راہ گل ارغون'' کی طرف پیش قدمی کرنے لگے۔

''مجھ سے شادی کرو گی امرحہ؟'' سوال پھر سے دہرا دیا گیا اس بار دونوں ہاتھ تھام کر اور سب کچھ جان کر۔

امرحہ کا پورا وجود ہی ایک خوف میں سمٹ آیا اور اسے یاد آیا کہ زندگی ابھی کن کن مراحل کو ہتھیلی پر سجائے کھڑی ہے۔

جو پیچھے رہ گیا تھا فی الحال وہ اب آگے آنے والا تھا لیکن اس نے پہلے والی غلطی دوبارہ نہیں کی۔ اس نے ہاتھ بلند کیا اور گھنٹیوں کو لہرا ڈالا اور وہ دیر تک قبولیت کے زیر اثر خوشی سے بجتی رہیں۔

وہ کھڑی مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی وہ بیٹھا اس کی مسکراہٹ پر نثار ہو رہا تھا۔

''محبت پر فرمان غالب آ گیا اور فراق کو رخصت کی اجازت دے دی گئی کیونکہ تمثال گر نے ''محبت'' کو ''من'' کر کے ''محرم'' بنا دیا۔

اب تکرار کی ضرورت رہی نہ انکار کی حاجت۔

○......❖......○

باب

وہ لاہور آ گئی اور یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئی کہ گھر ایسے سجا تھا جیسے کوئی اہم شخصیت آ رہی ہو۔ اس کا نیا کمرہ بے انتہا خوبصورت سجایا گیا تھا لیکن وہ کمرہ اس نے حماد کو ہی دے دیا اور خود اپنے اور دادا کے کمرے میں ہی رہی۔
دانیہ کی منگنی ٹوٹنے کی خبر تو اسے مانچسٹر میں ہی معلوم ہو چکی تھی، واپس آ کر اندازہ ہوا کہ خاندان سے تعلقات بھی برائے نام ہی رہ گئے ہیں۔
سب گھر والوں کو اس کے زخمی ہونے کے بارے میں دادا نے بتا دیا تھا گولی لگنے کا نہیں۔ دادا اکیلے ہی اسے ائرپورٹ لینے آئے تھے اور وہ سمجھی نہیں کیوں۔ کیونکہ انہیں اسے گلے لگا کر بہت رونا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیوں اتنا رو رہے ہیں اب ہی تو وہ ٹھیک ہوئی تھی۔ اسے دادا کی ہر حرکت مشکوک لگ رہی تھی بلکہ اسے دادا سے ہی ڈر لگ رہا تھا۔
یہ اتنا وقت اس کے دور رہنے کا اثر تھا یا زخمی ہونے کا۔ دادی اور اماں اس کے ساتھ گھر کا ''اکلوتا لاڈلا'' والا سلوک کر رہی تھیں۔ اس کے آنے کے تین گھنٹے کے اندر اندر ہی ایک جنگ چھڑی حماد، علی اور دانیہ کے درمیان اور دانیہ سب چیزیں لے کر اپنے کمرے میں قلعہ بند ہو گئی۔ ان تینوں نے اس کا سامان کھول کر خود ہی سب کچھ نکال لیا تھا۔ تین گھنٹے بھی پتا نہیں وہ کیسے رکے رہے۔ اب حماد دانیہ کو دروازہ توڑ دینے کی دھمکی دے رہا تھا اور دانیہ یہ ثابت کر رہی تھی کہ وہ تو پیدائشی بہری ہے اور گونگی بھی۔ خیر مزید چند گھنٹے لڑنے کے بعد آخر کار وہ طے کر پائے کہ کیا کس کا ہے۔
اسے آئے ایک دن بھی نہیں ہوا تھا کہ اس نے سنا دادی اور اماں کسی فیملی کو گھر بلانے کی باتیں کر رہی تھیں۔ اس نے بہت آرام سے خود کو واش روم میں گرا لیا (ڈرامہ) اور یہ ثابت کر دکھایا کہ اس سے تو چلا بھی نہیں جا رہا، آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جاتا ہے اور وہ بات کرنا ہی بھول جاتی ہے۔
دادا البتہ زیر لب ہنسے جسے دیکھ کر اس نے سوچا۔
''یہ اپنا شہریار تیار کر کے بیٹھے ہیں، ایک دو شہریار دادی اور اماں کے پاس بھی ہیں۔'' اس نے اور عالیان نے ان سب معاملات پر ابھی بات نہیں کی تھی۔ امرحہ نے اس لئے کہ فی الحال وہ کچھ بگاڑنا نہیں چاہتی تھی۔ اسے تھوڑا وقت چاہئے تھا اور عقل مندانہ حکمتِ عملی اپنانی تھی۔ وہ یہ سب واپس جا کر کرنا چاہتی تھی۔ معاملات ظاہر ہے ویسے ہی پیچیدہ تھے جیسے پہلے تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ اب عالیان اس کے ساتھ تھا۔ پہلے تو اسے دادا کو منانا تھا۔ عالیان نے اسے بتایا تھا کہ دادا کی اور اس کی بات ہوتی رہی ہے اور امرحہ نے یہی سوچا کہ جیسی صورتِ حال چل رہی تھی دادا کسی سے بھی بات تو کر ہی سکتے تھے...... عالیان سے بھی......اور یہ اسے کوئی ایسی بڑی بات نہیں لگی تھی۔
''تم سے ملنے کچھ لوگ آ رہے ہیں۔'' جس بستر پر وہ معذور ہونے کا ڈرامہ کئے دراز تھی وہاں اس کے پاس اس کا ہاتھ پکڑ کر دادا نے کہا۔
''لیکن میں تو چل بھی نہیں سکتی...... کیسے ملوں گی؟ آپ بھول رہے ہیں برازیلا میں مجھے گولی لگی تھی...... گولی سمجھتے ہیں

آپ......؟"

"ہاں، گولی مطلب گولی ہی۔" دادا ہنسے۔

"تو گولی کھانا کوئی آسان ہے...... اتنی تکلیف رہتی ہے میرے شانے میں اور چلتی ہوں تو بری طرح سے چکر آتے ہیں...... مانچسٹر سے لاہور میں صرف آپ کے لئے آئی ہوں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں ٹھیک ہوگئی ہوں۔ مجھے بیمار ہی سمجھا جائے دادا۔"

"وہ بیمار کے کمرے میں آ جائیں گے......" دادا اس کے انداز سے محظوظ ہوئے۔

"ہوسکتا ہے اس وقت میں سو رہی ہوں۔" وہ نیم درازی سے لیٹ سی گئی۔

"جب تم جاگ رہی ہو گی وہ تب آئیں گے۔"

"میرے کمرے سے دوائیوں کی بو آتی ہے، مجھ میں سے بھی...... ایسے موقعے پر سادھنا کہتی ہے "چھی چھی"۔ برا منہ بنانے میں اس نے سب بُروں کو مات دے دی۔

"ہی ہی...... ایسے موقعے پر دادا یہ کرتے ہیں۔" دادا کتنی ہی دیر ہنستے ہی رہے۔

"تو میں ان مہمانوں کو انکار کر دوں کہ تم نہیں ملنا چاہتی۔"

"بالکل۔ پھر کبھی سہی۔" (وہ کبھی جو کبھی نہیں آئے گی)۔

"پھر کب؟ تم مانچسٹر چلی جاؤ گی، ٹسل کاک میں لیڈی مہر کے پاس، وہاں وہ تم سے تمہارا ہاتھ تو نہیں مانگیں گی نا؟"

اس نے چونکنے میں وقت لیا کیونکہ بات دیر سے سمجھی۔ "آپ مذاق کر رہے ہیں۔"

"نہیں امرحہ اب مذاق نہیں۔" انہوں نے افسردگی ملی سنجیدگی سے کہا۔

"سنو میری پیاری، مانچسٹر سے دو لوگ لیڈی مہر اور ان کا بیٹا عالیان آج صبح لاہور آ چکے ہیں اور اس وقت ہوٹل میں ہیں اور ابھی میں ان کے ساتھ چائے پی کر آ رہا ہوں اور کچھ ہی دیر میں مجھے ان کے پاس واپس جانا ہے۔ کل دن میں عالیان ہمارے گھر آئے گا۔"

امرحہ کے دیکھنے اور سننے کے انداز میں بے یقینی تھی۔

"آپ کیا کر رہے ہیں دادا؟" اس نے سہم کر پوچھا اس کا رنگ پیلا پڑ گیا اور اس کے شانے میں تکلیف اٹھی اور بڑھنے لگی۔

"وہ سب جواب میں تمہارے لئے کر سکتا ہوں...... مجھے تمہیں کچھ باتیں بتانی ہیں امرحہ...... تم جانتی ہی ہو کہ میری ماں اس لیے مر گئی تھیں کہ انہیں سانپ نے ڈس لیا تھا اور ان کا بروقت علاج نہیں ہوسکا تھا۔ ہم سب بہن بھائی ان کے گرد جمع ہو کر رو رہے تھے اور میں دیکھ رہا تھا کہ کیسے موت ان کی سفیدی کو سیاہی میں بدل رہی ہے...... وہ میری زندگی کا سب سے دردناک وقت تھا اور دوسرا دردناک وقت وہ تھا جب تم میرے سامنے بیٹھی رو رہی تھی۔ امرحہ تمہیں بھی سانپ نے ڈس لیا تھا اور زہر تمہاری آنکھوں سے پھوٹ رہا تھا۔ وہ سنگچور تھا اور اس کا زہر تمہاری رگوں میں دوڑتا مجھے دکھائی دینے لگا تھا۔ تمہاری صورت کی سیاہی نے میری آنکھوں کا نور جذب کرنا شروع کر دیا اور میں جان گیا کہ بروقت علاج نہ ہوا تو کون تمہیں مرنے سے بچا سکے گا...... کوئی بھی نہیں شاید......

میں نے عالیان کے لئے لیڈی مہر سے بات کرنا چاہی لیکن مجھے سادھنا نے بتایا کہ عالیان اور ویرا شادی کر رہے ہیں۔ میری غیرت نے گوارا نہ کیا کہ میں عالیان سے بات کروں لیکن میں نے خدا کے حضور اپنی بات رکھ دی۔ تمہارا تریاق عالیان ہی ہے حقیقتاً یہ مجھے اس وقت معلوم ہوا جب میں نے برازیلا میں اس سے بات کی۔"

○......❖......○

پہلی گفتگو کے بعد دوسری گفتگو ڈیڑھ گھنٹے کے بعد ان کے درمیان ہوئی۔ دادا نے عالیان کو فون کیا تھا۔
''تمہیں بہت حیرت ہو گی میری بات سن کر لیکن اگر تم یہ یقین رکھو کہ میں جھوٹ نہیں بول رہا تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے ایک دم سے تمہیں اپنے دل کے بہت قریب پایا ہے۔ اتنا ہی قریب جتنی امرحہ ہے۔ میں ان احساسات کی قدر کرتا ہوں جن کے زیر اثر تم اس حالت میں نظر آ رہے ہو۔ میں ایک بوڑھا انسان ہوں میری سوچیں بھٹک بھٹک جاتی ہیں لیکن میری ایک سوچ تم پر آ کر ٹھہر گئی ہے کہ میں نے تم جیسے انسان کے بارے میں امرحہ کی باتیں لاپروائی اور تنفر سے کیوں سنیں...... میں نے اس بات کو معمولی کیوں جانا جب اس نے کہا کہ تم ایک اچھے انسان ہو۔''
عالیان خاموشی سے سب سنتا رہا اور حقیقت یہ تھی کہ اسے اس بات کی پروا نہیں تھی کہ دنیا میں وہ اپنی عظمت کی دھاک کس کس پر بٹھا چکا ہے۔ اسے صرف ایک ہی دُکھ تھا کہ جو پیغامات اس کے لئے لکھے گئے اس نے وہ نہیں لئے اور جو ہاتھ اس سے چھوٹ گیا اس نے وہ مضبوطی سے پکڑ کیوں نہ لیا۔ اس وقت اس پر اپنی ذات کی ساری پستیاں اور خرابیاں عیاں ہو گئیں اور اس نے اپنی ساری بدصورتی دیکھ لی۔
''کبھی کبھی ہم بوڑھے کچھ باتیں دیر سے سمجھتے ہیں۔'' دادا نے یہ آخری بات کی جو ایک پچھتاوے کا احساس لئے ہوئے تھی۔

○......❖......○
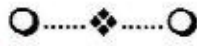
''تم نے مجھ سے کہا کہ انسانوں کے ہجوم میں تمہیں ایک ایسا انسان ملا جس کی آنکھ میں رحم دلی اور اخلاق میں نرمی ہے۔ میں یہ کیسے بھول گیا کہ ساری زندگی تم نے بے رحمی اور بداخلاقی ہی دیکھی تھی تو اب اس کی اصل قدردان تم ہی تو تھی۔ تم نے کہا امرحہ تمہیں ہمیشہ اپنی قسمت پر شک رہا جو عالیان کے ملنے سے رشک میں بدل گیا اور تم نے کہا امرحہ کہ مشرق ایک گنجلک خطہ ہے، فلسفیوں کے ان فلسفوں سے بھرا ہوا جن کے پیندے میں تعصب ہوتا ہے اور کنارے پر منافقت۔
''تم نے اتنی بڑی بات کہہ دی میں کئی راتیں اس سوچ کو لے کر جاگتا رہا کہ تم نے اتنی بڑی بات کیسے سیکھ لی...... تم معاشرے کی جڑوں میں کب گھس گئی اور کھری کھوٹی حقیقت کیسے اکھاڑ لائی؟
''تو تم واقع میں بدل چکی تھی، مجھے پہلے اس سوچ نے پریشان رکھا پھر جب میرے دل سے خود ساختہ تعصب چھٹا تو مجھے تم پر فخر ہوا۔
''ہاں امرحہ! قیمتی انسان سے میرا مطلب حسب نسب والا قیمتی انسان ہی تھا اور میں یہی چاہتا تھا کہ تم ہم دو میں سے ایک کا انتخاب کر لو۔ ''میرا'' ...... یہ تھی میری کنارے کی منافقت۔ امرحہ ہمیں کچھ وقت لگتا ہے لیکن ہم اپنا آپ پا ہی لیتے ہیں اور میں نے بھی اپنا کھرا کھوٹا پا ہی لیا۔ تمہارے پاس تو کوئی انسانوں کو ناپنے کا آلہ نہیں تھا پھر بھی تم نے جان لیا کہ ''انسان'' ہونا کسے کہتے ہیں اور میں جس نے معاشرتی جنگل میں کئی عشرے اپنے پیمانوں سمیت گزارے میں کیسے چوک گیا...... یہ تھی میرے پیندے کی منافقت۔
جس سے لگاؤ ہو جائے اس کے لئے ہم کائنات میں بھاگ دوڑ کر بہت سے فلسفے اکٹھے کر لاتے ہیں کہ دیکھو یہ بے مثال ہے۔ ہم اسے اس آنکھ سے دیکھتے ہیں جو آنکھ دنیا کے پاس نہیں ہوتی۔ جو ہمیں روشنی نظر آتی ہے وہ معاشرے کو اندھیرا دکھتا ہے......
اگر تم بے قصور ہوتے ہو تو قصور ہمارا بھی نہیں ہوتا...... ہاں امرحہ ہمیں یہ مان رہتا ہے کہ ہماری اولاد ہمارا سر نیچا نہیں ہونے دے گی اور یہ بھی سچ ہے کہ میرے جیسے یہ غرور حاصل نہیں کر پاتے کہ ہم نے اولاد کی خوشیوں کو نیچا نہیں ہونے دیا۔
ایک دن میں پارک میں بیٹھا تھا اور دیکھ رہا تھا کہ ایک بچہ پرندوں کے پیچھے بھاگ رہا ہے پھر اس نے اپنے باپ سے کہا کہ اسے بھی اڑنا ہے تو اس کے باپ نے اسے اپنی پشت پر پھیلا لیا اور اپنے بازو پھیلا کر اڑنے کے انداز میں بھاگنے لگا۔

وہ ایک اچھا انسان تھا اس نے مجھے ایک بات بروقت سکھائی کہ میں تمہارے دو پر کیوں نہیں بن گیا کہ تم اُڑ سکو، میں نے تمہیں موت کی طرف کیوں دھکیل دیا۔ میں نے تمہارے پر کاٹ کر تمہیں روایات میں کیوں جکڑ دیا۔ تمہارا سارا جوش و خروش ختم ہو گیا۔ تمہارے مقاصد فوت ہو گئے۔ تم بجھ گئی۔ تو اب میں اپنا آپ تمہیں دیتا ہوں۔ میں تمہاری وہ ماں اور تمہارا وہ باپ جو انسان کے دو پر ہوتے ہیں کہ اگر اسے یہ دو پر نہ ملیں تو وہ کبھی زندگی کے آفاق پر نہیں اُڑ سکتا، بنتا ہوں۔

''تم نے اپنی حد پر نہیں پھلانگیں اور میرے لئے یہی بہت ہے۔ اب میں تمہیں یہ نصیحت پھر کرتا ہوں۔ چیزوں سے لاپروائی برتو اور انہیں گم کر دو قیمتی انسانوں کی پروا کرو اور انہیں گم نہ ہونے دو۔''

لیڈی مہر نے خود فون کیا تھا مجھے تمہارے لئے، میں نے بہت سے حساب کتاب لگا کر انہیں اور تمہیں یہاں بلایا ہے اور میں نے ہی انہیں کہا تھا کہ وہ اپنے آنے کے بارے تمہیں نہ بتائیں کیونکہ میں جانتا تھا کہ تم انہیں منع کر دو گی، تم واجد سے انہیں ڈرا دو گی اور پھر تم خود بھی نہ آتی۔ کیونکہ تم یہاں کی متوقع صورتِ حال کو سمجھتی ہو۔''

''بابا نہیں مانیں گے۔'' امرحہ ڈر رہی گئی۔

''وہ بعد کی باتیں ہیں، اگر تمہارے شانے میں گولی کے اثرات کچھ کم ہو گئے ہیں تو لیڈی مہر کے لئے کمرہ تیار کر دو وہ آج رات ہمارے گھر رہیں گی، ان کے آنے کی اطلاع میں نے تمہاری اماں اور دادی کو دے دی ہے۔''

''شانے کی ساری تکلیف ختم ہو چکی تھی لیکن نئی تکلیف اس کے دماغ میں اٹھی تھی...... بابا اور عالیان......بس یہی سوچ کر......

O......❖......O

پاک سرزمین کا چاند ہے......
تاریخ میں روشن باب ہے......
قرارداد کی یادگار ہے......
''لاہور'' یہ شہر بے مثال ہے۔''

اس نے پیروں کی تالی ایسے بجائی جیسے جھروکوں میں چھپی کھڑی لڑکیوں کو ہنسانا چاہتا ہو اور وہ چھتوں کی اوٹ میں کھڑی واقعی ہنس بھی دی ہوں۔

اس نے ہوٹل کی شاپ سے شلوار قمیص سوٹ خرید کر پہن لیا تھا۔

''شلوار قمیص مجھ پر سوٹ کر رہی ہے نا؟'' اس نے ماما مہر سے پوچھا۔

''یہ لباس بنا ہی تمہارے لئے ہے۔'' اس کی پیشانی چوم کر انہوں نے کہا۔

لیکن اسے اطمینان یوں نہیں ہوا کہ وہ تو ماں ہیں ایسے ہی کہیں گی۔ تو اس نے کمرے سے ہوٹل کے باہر تک ملنے والے ہوٹل کے سٹاف سے پوچھا اور انہوں نے مسکراہٹیں دبا دبا کر کہا۔ ''ہاں۔''

پھر اس نے سوچا کہ وہ تو ہوٹل کا سٹاف ہے، اخلاق نبھا رہا ہے۔ لاہور والوں سے پوچھنا چاہئے، سچ وہی بولیں گے۔ تو اس نے سڑک پر ملنے والے دو چار نہیں، آٹھ دس لوگوں سے پوچھ لیا اور جواب میں اسے جو مسکراہٹیں ملیں وہ اسے بہت بھلی لگیں۔ اگر کوئی اسے دیوانہ شیوانہ سمجھ رہا تھا تو وہ اس میں بھی خوش تھا...... کیوں؟

کیونکہ ''شہرِ یاراں'' ...... ''شہرِ جاناں'' ہوتا ہے۔

پھر امتیاز یوں مٹ جاتا ہے کہ ہر ایک کو گلے لگانے کو دل چاہتا ہے کہ یارو، ہیلو، آج سے میں بھی لاہوری ہوا...... مجھے مبارکباد دیں میں بھی لاہوری ہو گیا ہوں۔ یہ پہناوا شلوار قمیص اب میرا ابھی ہے...... کلاہ کسی کڑیل پنجابی کی طرح مجھ پر بھی جچے گا اور گھنی مونچھوں کو تاؤ دینا میں بھی جان جاؤں گا...... آپ جو کھیر کو انگلی سے چاٹتے ہو تو آج سے یہ انداز میرا بھی

ہے اور ابھی میں نیا ہوں لیکن جلد ہی میں پتنگ کو "بو" کرنا سیکھ جاؤں گا اور مجھے دیر نہیں لگے گی نان کو نہاری میں ڈبو ڈبو کر کھانے میں اور اس کا عادی ہونے میں کہ پھیری والے کیسی مزے مزے کی صدائیں لگایا کرتے ہیں اور ڈھول والے کیسی کیسی تھاپ پر ڈھول بجایا کرتے ہیں اور گول گپے والا کیسے بھر بھر کر کھٹے کی پیالیاں دیتا جاتا ہے اور آپ ہی بتائیں کیا میں بھی یہ نہیں کہوں گا کہ......او بھائی جی، ویرے، اومیاں صاحب، وے تیرا بیڑا ترے......راہ دے سانوں جان دے......"

وہ ایویں مسکرا مسکرا کر سب کو دیکھتا جاتا پھر اس نے فون نکال کر امرحہ کو کہا جس کی ابھی دادا سے گفتگو ختم ہی ہوئی تھی اور اس کے لئے یہ یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ عالیان لاہور آ چکا ہے۔

"امرحہ لاہور میں یہ گیارہویں انسان ہیں جن سے میں نے برف باری کا پوچھا اور ان کا کہنا ہے کہ اتنی زیادہ برف باری ہوتی ہے کہ ہمیں کئی مہینوں تک گھروں میں بند رہنا پڑتا ہے۔"

امرحہ ہنس دی۔ "اور......؟"

"اور میں نے ایک خاتون سے پوچھا کہ امرحہ کہاں ملے گی تو وہ سہم گئیں اور الٹا مجھ سے پوچھا گیا......کیا......امرحہ واپس آ گئی، اتنی مشکلوں سے تو اسے نکالا تھا لاہور سے۔ تم نے سب کو کتنا تنگ کر رکھا تھا یہاں امرحہ......"

"جھوٹ......سارا لاہور مجھے نہیں جانتا۔"

"لیکن سارا لاہور اب مجھے ضرور جان جائے گا۔" خوشی اس کے انداز سے ایسے آشکار ہو رہی تھی جیسے اسے شہر لاہور کی چابی پیش کر دی گئی ہو۔

"ضرور جان جائے گا تم اتنا چلا کر جو بول رہے ہو۔" امرحہ نے اس کی خوشی محسوس کر لی۔

"میں چلا نہیں رہا میں خوش ہوں۔ میں نے خوابوں میں لاہور کی سیر کی ہے، ان سڑکوں پر تمہیں ڈھونڈتا رہا ہوں......"

"مجھے ڈھونڈتے خود نہ گم ہو جانا لاہور میں......اور یہ تمہارے پیچھے شور بہت ہے؟"

"ہاں میں سفر کر رہا ہوں نا......" وہ اور چلا کر بولا۔

"تم کس طرف سفر کر رہے ہو جو اتنا شور ہے؟"

"ڈرائیور آگے ہے میں کیسے پوچھوں کہ یہ کون سی سڑک ہے، ٹھہرو میں اس بچے سے پوچھتا ہوں۔"

"بچے سے، تمہارے ساتھ بچے کیا کر رہے ہیں؟"

"سکول کے بچے ہیں میرے ساتھ بیٹھے ہیں یار......"

"تم بس میں بیٹھے ہو؟"

"نہیں......رکشے میں......"

"کون سے رکشے میں؟"

"جس کے آگے پیچھے پانچ چھ لوگ بیٹھتے ہیں......"

"اف عالیان......تم چاند گاڑی میں بیٹھ گئے؟"

"اسے چاند گاڑی کہتے ہیں......کیوٹ......میں اس چاند گاڑی کو مانچسٹر کی سڑکوں پر دوڑتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ تم، میں، ویرا، سائی اور کارل ڈرائیور، ایک ساتھ کتنے لوگ اور جہاں مرضی لے جاؤ......"

"تم نے کہا پانچ چھ......اس میں تین آگے اور تین پیچھے بیٹھتے ہیں، مطلب تم کافی تنگ بیٹھے ہو؟" امرحہ کو اس کی طرف سے نئی فکر لگی۔

"ہم تنگ نہیں ہیں......ہم پانچ لوگ پیچھے آرام سے بیٹھے ہیں۔"

"پانچ لوگ؟" امرحہ چلا اٹھی۔

''ہاں امرحہ...... سیٹ پر ہم تین ہی ہیں دو بچے میرے دو گھٹنوں پر بیٹھے ہیں۔'' کہتے ایک دم اس کی آہ سی نکلی۔ رکشہ اچھلا تھا اور اس کا سر چھت سے لگا تھا جو ویسے بھی چھت سے ہی لگا ہوا تھا اور وہ جھک کر بیٹھا ہوا تھا۔ بچے ہنسنے لگے۔ موبائل اس کے ہاتھ سے سڑک پر جا گرا۔ بچوں نے شور ڈال کر رکشہ رکوایا اور بھاگ کر سڑک سے اس کا فون اٹھا کر لائے۔ اس نے آن کیا تو امرحہ کی کال آ رہی تھی۔

''فون گر گیا تھا۔'' وہ اپنا سر مسل رہا تھا جو ذرا زور سے لگ گیا تھا۔

''تم تو نہیں گرے نا؟ تم کوئی ٹیکسی نہیں لے سکتے تھے؟''

''میں ٹیکسی میں ہی بیٹھ رہا تھا پھر مجھے یہ چاند گاڑی پسند آ گئی۔ ہوٹل والوں نے مجھے سائیکل دے دی تھی، پر مجھے تو راستے ہی نہیں آتے تو میں نے واپس کر دی۔ اگر تم سائیکل کے پیچھے بیٹھو اور مجھے راستے بتاتی جاؤ تو میں لاہور گھوم لوں......''

''مجھے خود کو راستے نہیں آتے میں تمہیں اپنے ہی شہر میں ایسے گم کر دیتی کہ کوئی ہمیں ڈھونڈ نہ سکتا......''

''اچھا...... چلو آؤ پھر گم ہو جائیں امرحہ، اور ہم ہمارے علاوہ کسی کو نہ ملیں......''

''ہم نہیں لیکن اب تم ضرور گم ہو جاؤ گے۔''

''میں نقشہ لے کر نکلا ہوں جی۔''

''یہ تمہاری یونیورسٹی نہیں ہے کہ تم نقشہ لے کر ہر جگہ چلے جاؤ۔''

''تم غلط ہو...... میں امرحہ نہیں ہوں جو نقشہ ہاتھ میں لے کر بھی گم ہی ہوتا جاؤں۔'' اس نے قہقہہ لگایا۔

''تم جا کہاں رہے ہو؟''

''تاریخی شہر کی تاریخی مسجد کی طرف اور سنو امرحہ دادا کے رویے سے ایسا لگ رہا ہے کہ وہ تم سے ملنے نہیں دیں گے۔ تم اپنے گھر کا ایڈریس مجھے دو، میں تمہارے کمرے کی کھڑکی تک تو آ ہی جاؤں گا۔''

''یہ مانچسٹر نہیں ہے اسپائڈر مین کہ تم عمارتیں کودتے پھلانگتے یہاں وہاں آتے جاتے رہو۔ یہاں ہم عمارتوں پر خاردار تاریں لگواتے ہیں اور ان میں کرنٹ چھوڑ دیتے ہیں۔''

''کیوں؟''

''تم جیسے اسپائڈر مینوں کے لئے۔''

''کیوں لاہور میں رومیو نہیں ہوتے؟''

''ہوتے ہیں، پر ساتھ جیولیٹ کے اباجی بھی ہوتے ہیں۔''

''اباجی......؟ تم مجھے اپنے پاپا سے ڈرا رہی ہو...... میں ڈرنے والا نہیں......''

''تم ڈرو نہ ڈرو وہ تمہیں ڈرا دیں گے۔''

مینار پاکستان کے ایک طرف چاند گاڑی رکی تو اس نے اپنی تصویر لی اور اَپ ڈیٹ کر دی۔ ''می اِن مون کار۔''

''گڈ، چاند پر جا کر ہم پر پتھر نہ پھینکنا۔'' شاہ ویز کا فوری کمنٹ آیا۔

''آتے ہوئے ایک لیتے آنا۔'' سائی نے کہا۔

''یہ تمہارے ساتھ بیٹھے بچے کیا کھا رہے ہیں۔'' کارل کا بھوکا کمنٹ آیا۔

''یہ بھنے ہوئے چنے کھا رہے ہیں اور یک زبان خدا کا شکر ادا کر رہے ہیں کہ لاہور میں کوئی کارل نہیں اور عالیان کارل جیسا بھوکا نہیں۔''

عالیان نے لکھا اور اس کے کمنٹ کو ہر اس ہال میٹ نے لائک کیا جو بڑے سانحات، ہاتھ سے پکائے کھانوں، مفن، پیزا، سینڈوچز اور چھوٹے سانحات کینڈی بسکٹ، چاکلیٹ کی گمشدگی سے گزر چکا تھا۔

''یعنی لاہور ایک نعمت سے محروم رہ گیا۔'' کارل نے کمنٹ کیا۔
''نہیں ایک آفت سے محفوظ ہو گیا۔'' عالیان نے جواب دیا۔

○......❖......○
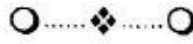
شاہی مسجد میں نماز عصر کے بعد وہ باہر نکلا اور اطراف میں گھومتا رہا اور کاغذ کی کون سے بھنے چنے نکال نکال کر کھاتا رہا پھر دادا اسے آملے اور اپنے ساتھ گھمانے لگے۔ لیڈی مہر کو وہ گھر چھوڑ آئے تھے۔
رات کا کھانا کھلانے وہ اسے فوڈ سٹریٹ لے آئے تھے۔ دادا نے کھیر پہلے ہی منگوا کر رکھ لی تھی تاکہ اگر اسے زیادہ مرچیں لگیں تو وہ کھیر کھالے اور اتفاق سے وہ کھانے سے زیادہ کھیر کھا گیا اور اس کے کان اور ناک سرخ ہو گئی اور آنکھوں میں پانی تیرتا رہا۔ دادا اسے دیکھ کر ہنسنے لگے اور وہ خود بھی ہنسنے لگا اور اس دوران اگر کوئی کمزور بینائی والا بھی اسے دیکھتا تو رک کر ضرور کہتا۔ ''بہت خوش ہو...... خدا تمہاری خوشی کو نظر بد سے بچائے۔''
''ہو سکتا ہے تم یہ محسوس کر رہے ہو کہ تمہیں اچھے انداز سے خوش آمدید نہیں کہا گیا اور امرحہ کے خاندان کے نام پر صرف میں ہی تم سے مل رہا ہوں۔''
''میں نے ایسا کچھ محسوس نہیں کیا...... میں نے یہاں آ کر اجنبیت محسوس نہیں کی، خوش آمدید کہنے کا اس سے بہتر انداز اور کیا ہوگا۔'' اسے وہ بچے یاد آئے جو اس کے گھٹنوں پر بیٹھے تھے اور اپنے منہ کے ساتھ ساتھ اس کے منہ میں بھی چنے ڈال رہے تھے۔ جیسے وہ جان گئے تھے کہ کوئی پہلی بار ان کے دیس آیا ہے اور مہمان نوازی میں انہیں بھی اپنا حصہ ڈالنا ہے۔
دادا کو عالیان کی بات اچھی لگی۔ انہوں نے سوچا کہ آگے جو وہ کہنے جا رہے ہیں اسے کہنے کے لئے ان کے پاس مناسب الفاظ ہیں نا...... اور کیا وہ ترش اور تلخ تو نہیں کہ سامنے موجود انسان کی مسکراہٹ پر بھاری پڑیں۔
''کیا اب ہم کچھ غور طلب باتیں کر لیں؟'' وہ کھانا کھا چکا تو دادا نے پوچھا۔
اس نے سر ہلا دیا۔
''میں نے تم سے یہاں آنے سے پہلے کہا کہ صرف ایک بار اگر تم اپنے والد کو اپنے ساتھ لا سکو تو میرے لئے آسانی رہے گی۔ بے شک پھر تم ان سے کبھی نہ ملنا لیکن تم نے انکار کر دیا۔ اب میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ کیا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ لیڈی مہر ہی تمہاری والدہ ہیں۔'' دادا اچھی طرح سے جانتے تھے کہ وہ بہت بڑی بات کر رہے ہیں اور واقعی وہ ایک بڑی بات ہی تھی عالیان کے چہرے کے رنگ ایک دم سے بدلے۔
''ماما مہر میری ماما ہیں لیکن ماما مارگریٹ کی موجودگی کو چھپا دینا ان پر ظلم ہوگا۔ پھر میں دوسرا انسان ہوں گا جو ان کی تذلیل کرے گا...... میں یہ نہیں کر سکتا۔ میں چاہتا ہوں بلکہ آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ معاملات کتنے بھی پیچیدہ کیوں نہ ہوں آپ ماما مارگریٹ کا تعارف مجھ سے پہلے امرحہ کے خاندان سے کروائیں۔'' اس نے ٹھہر ٹھہر کر تحمل سے کہا۔
''تم یہاں کے مسائل کو نہیں جانتے۔''
''شاید، لیکن اپنی خوشی کے لئے میں ماما کی عزت و تکریم کو کیسے کمتر کر دوں۔''
''عالیان! امرحہ کا باپ نہیں مانے گا......''
عالیان خاموش ہو گیا۔ جتنا میٹھا وہ کھا چکا تھا وہ کڑوا ہو گیا۔
دادا کو بھی خاموش رہ جانا پڑا شاید انہوں نے اس کا دل دکھا دیا تھا۔ فون پر انہوں نے اس سے کئی باتیں کی تھیں لیکن یہ بات وہ اسے سامنے بٹھا کر کرنا چاہتے تھے۔'' شاید تم یہ سوچتے ہو کہ واجد ایک جاہل انسان ہے لیکن وہ جاہل نہیں ہے۔ اس جیسے سب باپ جاہل نہیں ہیں...... بہت سے سمجھدار لوگ اسے دقیانوسیت کہتے ہیں لیکن دراصل یہ ہمارے حساب کتاب ہیں۔ سیدھے سیدھے حساب...... کہ کھجور ہی ہے جو کھجور کے درخت پر لگے جو جھاڑی پر لگی ملے گی وہ کھجور نہیں ہوگی۔ ہم بنیاد

کو دیکھتے ہیں، عالیان! سب دیکھتے ہیں۔ تم دنیا بھر کی اُن بڑی درسگاہوں کی مثال ہی لے لو جو صرف قابل، ذہین و فطین طلباء کو ہی داخلے دیتی ہیں جبکہ علم کے دروازے سب پر ہمہ وقت کھلے رہنے چاہئے۔ تو معیار کے پیمانے ہر جگہ ہیں۔ صرف ہم پر ہی یہ الزام نہیں لگنا چاہئے کہ ہم قدامت پسند اور جاہل ہیں۔ ہم ایسے نہیں ہیں۔ رہی معیار کی بات تو ہم انہیں بدل سکتے ہیں۔ انہیں متوازن کر سکتے ہیں اور بدلتے وقت کے تقاضوں کو دیکھتے انہیں لچک دار بنا سکتے ہیں۔ ہمارے یہاں شادی دو لوگ نہیں دو خاندان کرتے ہیں اور اس شادی کو کامیاب بھی دونوں خاندان مل کر کرتے ہیں۔ ٹھیک ہے کچھ رسومات اور اصول کھوکھلے اور بے بنیاد ہو چکے ہیں اور کچھ سرے سے ہی بے کار اور فضول ہیں لیکن ہماری معاشرتی پرکھ ہمارے بڑوں کے تجربات پر ترتیب دی گئی ہے اور ان تجربات کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ ان تجربات کی روشنی میں کچھ فیصلے غلط بھی ہوئے ہوں گے لیکن وہ سب ٹھیک کر دینے کی نیت سے کیے گئے ہوں گے۔ تم دنیا میں گھوم پھر کر دیکھ لو تمہیں کوئی باپ ایسا نہیں ملے گا جو اولاد کا برا چاہے اور کوئی ماں ایسی نہیں ملے گی جس نے اپنی اولاد کی خوشیوں کے لئے کوشش نہ کی ہو۔ تو امرحہ کا باپ اس کا برا نہیں چاہے گا اور اس کی ماں اس کی خوشی سے حاسد نہیں ہوگی لیکن کچھ خانے تو پُر کرنے ہی ہوتے ہیں...... صدیوں کے چاک پر ڈھلا یہ ڈھانچہ اگر کہیں سے بوسیدہ اور بھربھرا ہو بھی رہا ہے تو ہم پورے ڈھانچے کو منہدم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں لیکن مرمت ہم ساتھ ساتھ کرتے جا رہے ہیں۔'' دادا کہہ کر اسے دیکھنے لگے اور عالیان کو ایک بات اب سمجھ میں آئی کہ اس نے کس آسانی سے کہہ دیا تھا کہ اسے اس خطے کا سفر نہیں کرنا جہاں انسانوں سے زیادہ روایات کا احترام کیا جاتا ہے۔ اس نے اب جانا کہ ان روایات کا احترام ہی دراصل ان سے جڑے انسانوں کا احترام ہے۔ اگر ہم ''بڑوں کی عزت'' کی روایت کا احترام نہیں کریں گے تو ''چھوٹوں سے عزت'' کی وصولی ہمیں بھولنی پڑے گی اور پھر ایسے انسانی معاشرے کا پھلنا پھولنا ایسا ہی ہو جائے گا جیسے درخت کا زمین کے بغیر نمو پانا یعنی ''نمو ہی نہ پانا''۔

''مجھے تمہاری یہ بات اچھی لگی کہ تم نے امرحہ کو اکسایا نہیں، زمانہ جس تیزی سے ترقی کر چکا ہے ایسے وقت میں یہ کوئی انوکھی بات نہ ہوتی۔''

''میں کبھی ایسا نہ کر پاتا اور کرتا بھی تو امرحہ نہ مانتی۔''

''میں جانتا ہوں...... تم کل گھر آ رہے ہو۔ تم ابھی صرف سب سے ملو گے، پھر دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔'' دادا کچھ زیادہ پُرامید نہیں تھے۔

O......❖......O

''تمہارا گھر بہت خوبصورت ہے امرحہ!''

''شکریہ۔'' ان کے سونے سے پہلے وہ ان کے پاس بیٹھی تھی۔ اماں اور دادی نے اچھے میزبان ہونے کا ثبوت دیا تھا اور لیڈی مہر اور ان دو خواتین میں اچھی خاصی باتیں ہو چکی تھیں۔

''مجھے بہت اچھا لگ رہا ہے آپ کو اپنے گھر میں دیکھ کر۔''

وہ ہنسیں۔ ''مجھے بھی اپنے گھر میں تمہیں چلتے پھرتے دیکھنا بہت اچھا لگتا ہے، شارلٹ کا ہمیشہ سے یہ کہنا تھا کہ عالیان میرا لاڈلا ہے اور اب اس نے مجھے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ خبردار جو امرحہ کو آپ نے اپنی لاڈلی بنایا...... اگر ایسا ہوا تو وہ مجھے اپنی کہانیاں سنانا بند کر دے گی۔''

امرحہ ہنسنے لگی۔ ''پھر ایسا غضب نہ کیجئے گا۔''

''اس نے جب تمہیں مورگن کی شادی میں دیکھا تھا تو میرے کان میں کہا تھا آپ کی بہو خود چل کر آپ کے گھر آ گئی ہے۔''

امرحہ ہنس تو دی لیکن خوف سے وہ ٹھیک سے خوش بھی نہیں ہو پا رہی تھی۔ دانیہ بھی ان کے ساتھ آ کر بیٹھ گئی تو لیڈی مہر

نے اس سے کہانی کی فرمائش کر دی۔ امرحہ اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی اور دادا کا انتظار کرنے لگی۔

دانیہ کو گوسپ میں خاصی دلچسپی رہا کرتی تھی۔ اسی کا سہارا لے کر اس نے اپنی کالج کی لڑکیوں کی الٹی سیدھی کہانی بنا کر سنانی شروع کی...... اور کہانی اتنی دلچسپ ثابت ہوئی کہ دس منٹ کے اندر اندر لیڈی مہر سو گئیں۔

''دیکھا میری کہانی کا کمال۔'' دانیہ نے فخریہ کہا۔

''ہاں دیکھا، بوگس کہانیوں پر انہیں ایسے ہی نیند آ جاتی ہے۔''

''تم جل رہی ہو۔''

''تمہاری خوش فہمی کو جلا رہی ہوں۔''

اگلے دن لنچ سے پہلے عالیان دادا کے ساتھ گھر آ گیا اور کافی دیر تک، حماد، علی، بابا اور دادا کے نرغے میں بیٹھا رہا۔ اماں اور دادی سے بھی بات چیت ہو گئی اس کی۔ کچھ دیر کو وہ ذرا اکیلا ہوا تو اس نے اپنی ایک تصویر لی اور فخریہ اَپ ڈیٹ کر دی۔

''امرحہ کے گھر لنچ کے لئے۔''

''کنجوس امرحہ نے کیا، کیا بنایا ہے تمہارے لئے؟'' کارل کا فوری فون آیا۔

''مانچسٹر کے بھینسے کارل کا بھیجا پرائم ڈش ہے۔''

''پھر تو مانچسٹر کے دوسرے بھینسے عالیان کے کان سیکنڈ پرائم ڈش ہوں گے۔''

''ہاہاہا۔'' وہ دل کھول کر ہنسا کیونکہ آخر کار وہ امرحہ کے گھر آ چکا تھا لیکن امرحہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھی اور پھر ڈرائنگ روم سے ملحق ڈائننگ ایریا میں اس نے اسے دیکھا، وہ میز پر کوئی کھانے کی ڈش رکھ رہی تھی اور اس کا انداز کچھ ایسا تھا کہ وہ تو اسے جانتی ہی نہیں...... ''تم کون ہو اجنبی ...... کیا نام ہے بھلا تمہارا...... پردیسی ہو...... ہمارے دیس کیا لینے آئے ہو؟''

عالیان اسے حیران دیکھتا رہ گیا۔ ''یہ امرحہ کو کیا ہوا؟''

لنچ جو امرحہ اور دانیہ کے علاوہ سب نے ساتھ بیٹھ کر کیا کے بعد دادا نے عالیان کو چلنے کا اشارہ کیا۔ یعنی یہ کیا؟ عالیان نے منہ بسور لیا۔ اس نے تو امرحہ کا کمرہ بھی نہیں دیکھا تھا، نہ ٹیرس نہ کھڑکی۔ نہ پورا گھر کہ وہ لاؤنج کے کس صوفے پر بیٹھ کر، لیٹ کر ٹی وی دیکھتی تھی اور کس پر سے سوتے میں لڑھک کر گر جاتی تھی۔ کس دیوار کی کس تصویر کو ٹانگتے اسٹول پھسل گیا تھا اور لان کے کس حصے میں وہ کرکٹ کھیلتی رہی ہے اور اس کے گھر کے آس پاس کے وہ کون سے گھر ہیں جن کی ڈور بیل بجا بجا کر وہ بھاگتی رہی ہے اور وہ کون سا گھر ہے جس کی بیل بجاتے اسے الیکٹرک شاک لگا اور گھر میں وہ کون سی اونچائی ہے جس پر سے وہ سپر مین بنی کودنے والی تھی اور وہ کون سی دیوار ہے، جس پر اس نے اسکول کا ہوم ورک لکھ دیا تھا اور بدلے میں اس کے کان لمبے اور پونیاں ڈھیلی کی گئی تھیں اور وہ لکڑی کی الماری کہاں ہے جہاں وہ چھپ کر بیٹھ جایا کرتی تھی کہ گھر کے باہر ایک شیر آ گیا ہے اور وہ ہم سب کو کھا جائے گا، بڑا سا منہ کھول کر بس غڑپ کر جائے گا ہمیں...... ہاں جی......''

عالیان کو ہوٹل واپس آنا پڑا اور رات کو دادا لیڈی مہر کو بھی ہوٹل چھوڑ گئے۔ انہوں نے امرحہ کے رشتے کی بات کر دی تھی اور عالیان کے لئے امرحہ کا ہاتھ مانگ لیا تھا۔

واجد صاحب نے دادا کے اشارے پر ان سے کہا کہ وہ سوچ کر جواب دیں گے۔ دادا کے علاوہ امرحہ اور امرحہ سے متعلق معلومات سب کو بہت کم تھیں۔ وہ بہت اوپر اوپر کی باتیں جانتے تھے۔ جیسے انہیں یہ معلوم تھا کہ امرحہ کی لینڈ لیڈی ایک بیوہ خاتون ہیں۔ انہوں نے دس بچے لے کر پالے ہیں اس کا انہیں معلوم نہیں تھا۔ انہیں پہلے اس بات پر حیرت تھی کہ امرحہ کے آتے ہی فوراً وہ کیوں آ رہی ہیں۔ دادا نے کہہ دیا کہ میں نے ہی بلایا ہے ان کا بیٹا ہے اس کے لئے وہ امرحہ کا ہاتھ مانگنا چاہتی ہیں۔

''امرحہ اسی گھر میں رہتی ہے جس میں یہ لڑکا رہتا ہے۔'' واجد صاحب کا پہلا سوال یہ تھا۔
''نہیں لڑکا ہاسٹل میں رہتا ہے۔''
''اپنے گھر کے ہوتے ہوسٹل میں کیوں رہتا ہے؟''
''یہ خاتون مہر جسمانی نقص کا شکار ہو گئی تھیں۔ ان کے ساتھ ایک ہندوستانی لڑکی ان کی دیکھ بھال کے لئے رہتی ہے امرحہ کی طرح کی چند دوسری لڑکیاں، تو لڑکے کا گھر میں قیام انہیں مناسب نہیں لگا۔''
یہ عالیان کے گھر آنے سے پہلے کی باتیں تھیں جو دادا نے دادی اماں اور واجد صاحب کو بتائیں۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ یان سے سب مل لیں تو باقی باتیں بعد میں ہی ہوں اور سب نے عالیان سے مل لیا اور الفاظ کے استعمال کے بغیر یہ بتا بھی کہ انہیں عالیان سے مل کر کتنا اچھا لگا ہے تو دادا نے باقی باتیں کرنے کا فیصلہ کیا۔
''آپ کہہ رہے تھے کہ امرحہ کے کانووکیشن کے لئے آپ مانچسٹر جائیں گے تو اب میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا، ر دیکھیں گے کیا کرنا ہے۔''
دادا نے خود کو تیار کیا وہ اپنے بیٹے سے خوفزدہ نہیں تھے لیکن وہ چاہتے تھے جو باتیں اب آگے وہ کرنے والے ہیں ان بھڑکنے کی بجائے تحمل سے تبادلہ خیال کیا جائے۔
''کیا تمہیں عالیان پسند نہیں آیا؟''
''آیا ہے اسی لئے تو کہہ رہا ہوں، وہاں چلیں گے...... کچھ دیکھ بھال لیں گے۔''
''میں نے دیکھ بھال لیا ہے...... میں چاہتا ہوں ہم دونوں کا نکاح کر دیں، منگنی کے حق میں، میں نہیں ہوں......'' دادا نے اپنی طرف سے بڑی سمجھداری کا مظاہرہ کیا۔
''آپ نے کہاں دیکھا بھالا ہے اسے...... آپ تو خود پہلی بار مل رہے ہیں اور اتنی جلدی کیا ہے منگنی یا نکاح کی۔ کچھ مہینے ہیں نا، ہم چلیں گے وہاں...... پھر دیکھیں گے۔''
''ٹھیک ہے ہم مانچسٹر چلیں گے لیکن تم صبر و تحمل سے میری چند باتیں سن لو۔''
واجد صاحب کی پیشانی پر پہلی بار شکن نمودار ہوئی۔ ''کیسی باتیں؟''
''عالیان مسلمان ہے اور بہت اچھا لڑکا ہے۔''
''وہ تو آپ کو کیسے پتا ابا کہ وہ اچھا ہے؟'' وہ ہنسے۔
''پتا چل جاتا ہے......'' اس دلیل کو وہ کسی بھی دلیل سے پائیدار نہیں بنا سکے تھے۔
''ایسے ایک بار ملنے سے نہیں پتا چلتا۔''
''میرا تجربہ اتنا ہو چکا ہے کہ......''
''میرا تجربہ آپ جتنا نہیں ہوا اور مجھے تجربہ نہیں تسلی کرنی ہے۔''
دادا نے ایسے گہرا سانس بھرا جیسے خود کو تسلی دیتے ہوں۔ ''دراصل خاتون مہر ایک بے اولاد بیوہ خاتون ہیں، ان کے ہر ڈاکٹر تھے۔ ان خاتون نے بچوں کی پرورش کے ایک ادارے سے دس بچے لے کر پالے، عالیان کے والد کا نام ولید بشر ہے اور وہ اس وقت ناروے میں ہے، ولید البشر اور عالیان کی والدہ کے درمیان علیحدگی ہو گئی تھی۔'' دادا کو سمجھ نہیں آئی ہ کس بات کو پہلے کریں اور کسے بعد میں...... وہ ذرا گھبرا سے گئے۔
''تو یہ خاتون عالیان کی خالہ ہیں؟ یا کوئی اور رشتے دار؟'' شکن گہری ہونے لگی۔
''یہ اس کی ماں ہیں، پالا ہے اسے۔'' دادا شکن کی گہرائی ناپ سکتے تھے۔
واجد صاحب بہت دیر تک اپنے باپ کی شکل دیکھتے رہے ان کی ساری خوشی کافور ہو گئی جو عالیان سے مل کر ہوئی تھی۔

''یعنی عالیان بھی انہی دس بچوں میں سے ایک ہے جنہیں یتیم خانے سے لے کر پالا ہے؟'' ان کا انداز پھٹ سا گیا، غیر مہذب ہو گیا۔

''یتیم خانہ نہیں، بچوں کی......''

''ایک ہی بات ہوئی نا بابا! باپ نے کیوں نہیں رکھا اسے؟'' وہ عالیان سے ''اسے'' پر آ گئے فوراً کہ اب نام لینا گوار نہیں۔

دادا نے جان لیا کہ کیسے وہ لڑکا جس سے واجد خوش اخلاقی سے باتیں کرتا رہا تھا اب تلخی اور بد اخلاقی سے زیر بحث لا جانے والا ہے۔

''عالیان کی والدہ اس کے بچپن میں فوت ہو گئی تھی۔'' دادا نے تحمل سے کہا۔

''میں باپ کا پوچھ رہا ہوں بابا!'' وہ تلخی سے تیز آواز سے بولے۔

''باپ ایک لاپروا انسان ہے اسے اپنے بیٹے کی کوئی پروا نہیں رہی۔''

''اور باقی کے رشتہ دار، نانا، نانی، خالہ، ماموں؟'' باپ کی بات کو انہوں نے فی الحال ایک طرف رکھا۔

''عالیان کی والدہ اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھیں اور ان کے والدین ان کی شادی سے پہلے ہی وفات پا گئے تھے۔''

''تو اس کی شادی کسی نے تو کی ہو گی نا ولید البشر کے ساتھ...... کوئی رشتے دار...... کوئی چچا کوئی ماموں، دادا، دادی ماں باپ مرنے سے باقی خاندان تو نہیں مر جاتا نا؟''

''ہمارے اور ان کے ماحول میں فرق ہے واجد!''

''رشتوں میں تو فرق نہیں ہے نا...... خونی رشتے تو ہر جگہ ہوتے ہیں نا؟''

دادا کا حلق خشک ہو گیا تو ان کا فیصلہ ٹھیک تھا کہ ان سب سوالوں کے لئے انہوں نے عالیان اور لیڈی مہر کو آگے نہیں کیا تھا۔

''بولیں نا؟ اور باپ نے کیوں نہیں رکھا اسے؟ آپ نے ہی منع کیا تھا مجھے کہ میں اُن سے کچھ نہ پوچھوں۔ میں یہ سمجھا کہ یہ امرحہ کی لینڈ لیڈی کا بیٹا ہے، چلیں یہاں تک میں نے قبول کر لیا...... اب آ گئے؟ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟''

''کہا تو ہے کچھ باپ ہوتے ہیں خدا رسول کو بھولنے والے، اس نے اپنی اولاد کی کوئی پروا نہیں کی اور ہمیں اس سب سے کیا، لڑکا اچھا ہے، اس کا مستقبل روشن ہے۔''

''کوئی تو وجہ ہو گی جو اس نے اپنی اولاد وہ بھی لڑکے کو نہیں اپنایا، بابا آپ کچھ چھپا رہے ہیں مجھ سے۔ میں ایک کاروباری انسان ہوں مجھے پاگل مت بنائیں، امرحہ آپ کی لاڈلی ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ اسے اتنی آزادی دے دیں کہ وہ یہ سب کرے۔ یہ لڑکا اس کی یونیورسٹی میں پڑھتا ہے نا اور یہ آپ کا اور امرحہ کا بنایا کھیل ہے۔ امرحہ اپنی لینڈ لیڈی کو اس کی ماں بنا کر لے آئی ورنہ وہ یتیم خانے میں پلنے والا اس کا کوئی آگے نہ پیچھے، آزاد معاشرے کی پیداوار کسی گناہ......''

''ایسا کچھ نہیں ہے......'' دادا نے بڑے غصے سے کہا۔

''تو پھر کیا ہے؟'' وہ چلائے۔

''کیا چل رہا ہے آپ کے اور امرحہ کے درمیان...... بابا آپ نے اسے لاڈ میں رکھا ٹھیک ہے لیکن میں اس کا باپ ہوں، اس کے لئے فیصلہ مجھے ہی کرنا ہے، آپ نے اسے مانچسٹر بھیج دیا، میں نے کچھ نہیں کہا لیکن اب......''

''بعد میں تم نے ہی کہا تھا کہ میرا فیصلہ ٹھیک تھا...... یاد ہے؟ چند ماہ پہلے تم نے مجھ سے کہا کہ امرحہ کے دیئے پیسوں سے تمہارے کاروبار میں ایسے برکت ہوئی ہے کہ تم نے سارے قرض اتار دیئے ہیں۔ ہر اچھے فیصلے کے نتائج کچھ وقت

لڑنے کے بعد ظاہر ہوتے ہیں۔''

''یعنی آپ نے مجھے اندھا ہی سمجھ لیا ہے۔ جس کا اتا نہ پتا اسے آپ اور آپ کی لاڈلی گھر لے آئے..... اچھی ملی ملت کی آپ دونوں نے۔''

''عالیان بہت اچھا لڑکا ہے واجد!''

''اس کی پیشانی پر لکھا ہے؟''

''کیا سب اچھے لوگوں کی پیشانیوں پر لکھا ہوتا ہے؟''

''ہاں لکھا ہوتا ہے، خاندان، باپ، دادا، شرافت، رکھ رکھاؤ۔ حسب نسب، یہ ہوتی ہیں پیشانیوں کی لکھائی..... ایک رت کو اٹھا لائے اس کی ماں بنا کر۔''

''ماں بنا کر نہیں وہ اس کی ماں ہیں واجد!''

''سگی ماں تو نہیں ہیں نا پھر..... اور باقی کے بچے..... وہ سب کون ہیں۔ یہ کیسا خاندان ہے جہاں سب یتیم خانے ے لے کر پالے ہیں، حد ہے آپ کی سوچ کی، نہ کوئی خاندان، نہ خاندان کا سربراہ، نہ آگے نہ پیچھے، ایک عورت اور اس کے ں بچے۔''

''تم ایک عظیم خاتون کی بے عزتی کر رہے ہو واجد!'' دادا نے دلی دکھ سے کہا۔

''آپ نے میری بے عزتی کی ہے ایسے لوگوں کو گھر بلا کر..... کوئی ضرورت نہیں امرحہ کو واپس وہاں بھیجنے کی، بہت کر پڑھائی، میں نے غلطی کی جو اسے آپ کے حوالے کر دیا۔''

دادا استہزائیہ ہنس دیئے۔ ''میرے حوالے اُسے تم نے نہیں کیا تھا، میں نے خود اسے سنبھالا تھا۔ تمہاری اور تمہارے ندان کی جاہلانہ سوچ اور حرکتوں سے اسے بچائے رکھا۔ بیٹی بیٹی لگا رکھا ہے تم نے، تمہاری بیٹی تب ہوتی جب تم کبھی اس ے دکھ میں شریک ہوئے ہوتے، کبھی پونچھے اس کے آنسو تم نے؟''

''اسے کھلایا، پلایا، جوان کیا..... کیا کم کیا؟''

''کھلانا، پلانا ہی سب نہیں ہوتا..... بڑا احسان جتاتے ہو، کھلا پلا کر اولاد کو۔ تمہیں تو یہ تک نہیں معلوم کہ چھپ کر رونے ے لئے وہ گھر کے کس کونے کی طرف بھاگتی تھی۔''

''ہاں میں ایک بُرا باپ ہوں..... اب چپ کر جائیں،..... بس ساری بات ختم۔''

''میں فیصلہ کر چکا ہوں..... تم سے رائے لی تھی آخری فیصلہ میرا ہی ہوگا۔'' دادا نے ایسی سنجیدگی اور مضبوطی سے کہا کہ بد صاحب رک کر انہیں دیکھنے لگے۔ دونوں دادا کے کمرے میں بیٹھے تھے جبکہ باہر سب ان کی آوازیں آسانی سے سن سکتے ے۔ امرحہ دادا کے کمرے میں تھی اور وہاں سے بآسانی سب سن سکتی تھی۔

''پھر آپ مجھے سب سچ بتائیں..... کیا ہے یہ سب؟''

دادا نے سوچا کہ تو پھر انہیں وہی کرنا پڑے گا جو انہوں نے پیش بندی کے طور پر سب سے آخر میں رکھا تھا اور اب سب بنا ہی ہوگا کیونکہ نہ بتانے سے بھی کچھ فرق نہیں پڑے گا، واجد کا رویہ معجزہ ہی ہوگا جو بدلے گا۔

''عالیان کی والدہ ایک غیر مسلم عورت تھیں۔ انہوں نے ایک مسلمان سے شادی کی۔ ولید البشر نے عالیان کی والدہ کو کا دیا اور چھوڑ کر چلا گیا اور دوسری شادی کر لی۔ عالیان کی حقیقی ماں اور خاتون مہر ایک دوسرے کو جانتی تھیں۔''

واجد کئی لمحے اپنے والد کی طرف دیکھتے رہے، انہیں یقین نہیں آیا کہ انہیں جو ابھی بتایا گیا ہے وہ ان کے باپ نے اتنی سانی سے کہہ بھی دیا ہے۔

''آپ ایک غیر مسلم عورت کے بیٹے کے لئے امرحہ کے رشتے کے حق میں بحث کر رہے ہیں، مجھ سے لڑ رہے ہیں،

مجھے اتنا کچھ سنا رہے ہیں۔ آپ نے انہیں گھر ہی کیوں آنے دیا؟'' اس بار وہ پوری قوت سے دھاڑے۔
تجربے کی آنکھ سے دادا یہ سب پہلے ہی دیکھ چکے تھے۔ ایسا ہی رویہ اور ایسے ہی سوال یہی ردِعمل...... سب ٹھیک ویسا ہی ہو رہا تھا۔
دادا اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ کمرے میں اماں اور دادی آئیں کہ بات بڑھ نہ جائے۔ دادا نے تینوں کی طرف دیکھا اور کہا۔
''امرحہ میری ہے اور اس کے لئے فیصلہ بھی صرف مجھے ہی کرنے کا حق ہے۔ عالیان ایک اچھا لڑکا ہے، مجھے اس کے ماضی یا خاندان سے کوئی سروکار نہیں۔ مجھے وہ پسند ہے اور میں امرحہ کی شادی اسی سے کروں گا۔''
''آپ کو لڑکا پسند ہے یا آپ کی لاڈلی اسے پسند کر لائی ہے؟'' واجد تیزی سے کہتے کمرے سے نکلے اور امرحہ کی طرف بڑھے۔
''امرحہ!'' انہوں نے چلا کر اسے بلایا۔
''واجد!'' دادا ان کی طرف لپکے۔
''تمہیں پڑھنے کے لئے بھیجا تھا یا یہ سب کرنے؟'' وہ دانیہ کے کمرے میں اس کے سر پر پہنچ گئے اور اسے بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔
دادا نے لپک کر انہیں امرحہ سے دور کیا۔ حماد، علی، دانیہ سب اسی کمرے میں آن موجود ہوئے تھے۔
''یہ جاہلوں والے طریقے نہ اپناؤ، تحمل سے میری بات سنو۔''
''آپ کا طریقہ ٹھیک ہے؟'' ان کی تیز آواز تیز ہی رہی۔
''کون ہے یہ امرحہ، جسے تم یہاں لائی ہو؟''
دادا نے ان کا بازو پکڑ کر کمرے سے باہر گھسیٹا اور بڑے جتنوں سے انہیں واپس اپنے کمرے میں لائے۔
امرحہ کمرے میں رونے لگی۔ یہ اس کی خوش گمانی تھی کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

○......❖......○

''بیٹھ جاؤ واجد! خدا کے لئے...... تم وہی انسان ہو جس نے ساری عمر کبھی اپنی اولاد کے پاس بیٹھ کر اسے نہیں سنا۔ تمہیں تو یہ تک نہیں معلوم کہ امرحہ یونیورسٹی میں کس مضمون کی طالبہ ہے اور تم اس کی زندگی کے فیصلے کے لئے ایسے بھڑک رہے ہو جیسے تمہارے ساتھ بہت زیادتی ہونے جا رہی ہے۔ تم جیسے ہی باپ ہوتے ہیں جن کی اولادیں گھٹ گھٹ کر روتی اور مرتی ہیں۔ تم اپنی اولادوں کی بے سکونی کے مسکن ہو۔ جاؤ ذرا دیر کو اپنی بیٹی کے پاس بیٹھو، اسے سنو، اس کی جگہ خود کو رکھ کر دیکھو، وقت بدل رہا ہے۔ میں بے مہار آزادی کا قائل نہیں لیکن ایسی پابندی کا قائل بھی نہیں کہ ایک انسان زندہ ہوتے ہوئے مر جائے۔''
''مجھے یہ رشتہ پسند نہیں، بات ختم۔'' انداز اٹل تھا۔
دادا نے اپنی اتنی باتوں کو صاف بے کار ہوتے دیکھا جیسے چکنائی کی سطح پر سے پانی کا بغیر گیلا کئے گزر جانا۔
''کیوں؟'' سوال بے کار تھا پر انہوں نے پوچھ لیا۔
''بس نہیں، آپ نے شہریار کی بات کی تھی، اس کے خاندان کو بلالیں۔''
''تو تم نہیں مانو گے؟''
''کبھی نہیں، میں نے اپنی ناک نہیں کٹوانی، خاندان، لوگ، سب کیا کہیں گے۔ ایک یتیم بے سہارا ایسے ویسے کو لڑکی پکڑا دی جس کے خاندان کی خبر نہ دین کی۔'' تنفر تھا کہ انداز سے چھلک چھلک جاتا تھا۔

''اس کے مسلمان ہونے پر شک نہ کرو واجد! گناہگار ہو گے۔''

''آپ اس کا دین تصدیق کروا کر آئے ہیں نا؟'' طنز سے ان کی آنکھیں سکڑ گئیں۔

''میرے تمہارے دین تصدیق ہوئے ہیں؟ جو شخص سال میں چند بار نماز پڑھتا ہے اور سالوں بعد بھی کلام پاک کو کھول کر اس سے ہدایت نہیں لیتا وہ دوسروں کے ایمان پر سوال اٹھا رہا ہے۔ اسے دوسروں کے دین کی فکر لاحق ہے۔''

''بابا! بس کر دیں یہ فلسفے، بات ختم بس۔''

''ٹھیک ہے واجد بات ختم۔'' دادا نے کمرے کے دروازے میں کھڑے ہو کر اماں اور دادی کو اندر آنے کے لئے کہا اور جب وہ آ گئیں تو بہت تحمل سے کہا۔

''اس جمعے کو امرحہ کا عالیان کے ساتھ نکاح ہے، میں نے امام صاحب سے بات کر لی ہے۔''

تھوڑی دیر کو سب کے درمیان سکوت رہا۔

''یہ بچگانہ حرکتیں چھوڑ دیں بابا!'' سکوت ایسے ٹوٹا۔

''بچگانہ ہوتیں تو چھوڑ دیتا واجد! خاندان کے کچھ سمجھدار لوگوں سے بھی میں نے بات کر لی ہے۔''

''آپ نے ڈھنڈورا پیٹ دیا، کیوں؟''

دادی اور اماں واجد کی آواز سے سہم گئیں۔ جب سے امرحہ مانچسٹر گئی تھی اور دادا کی مدد سے گئی تھی تو سب پر اچھی طرح سے یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ اس کی زندگی کے باقی فیصلے بھی انہیں ہی کرنے ہیں۔ جو چند رشتے، دادی اور اماں تیار رکھ کر بیٹھی تھیں، اس بات کو ذہن میں رکھے ہوئے تھیں کہ امرحہ کے دادا کی تسلی ہو گی تو ہی بات آگے بڑھے گی اور اب یہ دو خواتین یہ بات بہت آرام سے سمجھ گئی تھیں کہ وہ عالیان میں کچھ دیکھ رہے ہیں تو ہی ایسے اس کے حق میں بول رہے ہیں۔ کیونکہ وہ دنیا میں آخری انسان بھی نہیں ہوں گے جو امرحہ کا برا چاہیں گے۔

''سنو واجد! زندگی میں صرف ایک بار اس کے دل کی بات، اس کی خوشی کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ تمہاری بیٹی صرف اسی ایک لڑکے کے ساتھ خوش رہے گی۔ تمہاری اجازت اہم ہے اس کے لئے۔''

''تو آپ مان رہے ہیں کہ امرحہ ہی لائی ہے اس لڑکے کو؟''

''واجد! میں تم سے نہیں جیت سکتا، سوالوں اور جوابوں میں۔ تم ایک کھونٹے سے بندھے ہو، حرکت کرنے کے لئے تیار ہی نہیں۔ آگے پیچھے کسی بھی طرف پیش قدمی کرنے کے لئے راضی ہی نہیں۔ ضد، انا، اِدھر اُدھر کی بے کار باتیں، یہ، وہ...... میں جانتا تھا تم کبھی نہیں مانو گے، کبھی نہیں۔ پھر بھی میں نے کوشش کی۔ اب بھی تمہیں سمجھا رہا ہوں لیکن بہت سی باتیں بہت سارا وقت گزرنے کے بعد ہی سمجھ میں آتی ہیں اور تمہاری سمجھ کے لئے میں بہت سارے وقت کا انتظار نہیں کر سکتا۔ میں نے اپنا وقتِ وفات نہیں پڑھ رکھا کہ اس وقت سے پہلے تک تمہیں راضی کرتا رہوں۔ امرحہ عاقل و بالغ ہے، اس کی پسند اور فیصلے کی اپنی جگہ اہمیت ہے۔ تم اس کے باپ ہو لیکن اسے بڑا میں نے کیا۔ جو حق اس پر میرا ہے وہ تمہارا صرف اس لئے نہیں ہو سکتا کہ تم باپ ہو اس کے۔ تم امرحہ کو نافرمان ہونے کی بددعا دے سکتے ہو لیکن یاد رکھنا نافرمانی کی بددعائیں تبھی لگا کرتی ہیں جب فرمانبرداری سے فرائض ادا کئے گئے ہوں...... اور فرائض میں پہلا فرض ''محبت'' کا ہے۔''

○......❖......○

گھر میں تناؤ بڑھتا گیا۔ دادا لیڈی مہر کے پاس گئے اور انہیں صورتِ حال سے آگاہ کر دیا لیکن عالیان کو کچھ نہیں بتایا۔

واجد ایک بار پھر امرحہ کے پاس آئے۔

''تمہارے دادا تمہارا نکاح کرنا چاہتے ہیں اس سے...... ان سے کہہ دو تمہیں منظور نہیں، اچھے خاندانوں اور لڑکوں کی

پاکستان میں کمی نہیں ہے۔"
امرحہ خاموش سر جھکائے بیٹھی رہی۔
"امرحہ......!" وہ چلائے۔
آنسو ٹپ ٹپ اس کی آنکھوں سے گرنے لگے۔ دادا ان دونوں کے پیچھے آ کر کھڑے ہو گئے۔
"میرے لئے کچھ تو آسانیاں پیدا کریں۔" بہت دھیمی آواز میں اس نے کہا۔
"جانتی ہو لوگ کتنی باتیں کریں گے؟"
"لوگ باتیں ہی کرنے کے لئے پیدا ہوتے ہیں۔ میں اور تم بھی تو لوگ ہی ہیں۔ ہم دونوں کبھی باز آئے باتیں کرنے سے...... آج میں اور تم شروعات کرتے ہیں، کل کو دنیا بھی چپ ہو جائے گی۔" دادا نے بڑی آس سے کہا کہ شاید کچھ بہتری ہو جائے۔
"دنیا آپ کے اشاروں پر نہیں چلے گی۔" وہ ہونہہ کے انداز سے بولے۔
"اگر دنیا میرے اشاروں پر نہیں چلے گی تو میں بھی دنیا کے اشاروں پر نہیں چلوں گا۔ امرحہ کی خوشیاں تو میں ہرگز اس دنیا کی سیاہی سے نہیں لکھوں گا۔"
"مجھے معلوم تھا یہی سب ہو گا۔" بابا غصے سے چلے گئے تو دادا اس کے پاس بیٹھ کر اسے چپ کروانے لگے۔
"اسی لئے میں نے تمہیں اور عالیان کو یہاں بلایا تھا۔ میں چاہتا تو مانچسٹر آ کر بھی تمہاری شادی کر سکتا تھا لیکن صرف یہی ایک بات میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہارا باپ ہی کہہ دیتا کہ تم نے خود وہاں شادی کر لی تھی اور میں تم پر پردہ ڈالنے گیا تھا۔ خاندان کی کتنی ہی لڑکیوں کو ان کے گھر والے پڑھنے کے لئے باہر نہ بھیجتے شاید پھر...... میں نے بہت سوچا ہے اس بارے میں۔ اب ایک آخری حل یہی ہے کہ تم خود جاؤ واجد کے پاس اور کوشش کر دیکھو، شاید وہ مان جائے۔"
"مجھے ان سے ڈر لگ رہا ہے۔"
"آؤ میرے ساتھ......" اسے ساتھ لے کر وہ ان کے کمرے میں لائے۔ دو دن سے وہ اسٹور نہیں جا رہے تھے، گھر میں یہی سب چل رہا تھا۔ وہ بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ وہ ان کے قریب بیٹھ گئی اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔
"مجھ پر وہ بوجھ نہ ڈالیں جو میں اٹھا نہ سکوں، بہت مشکل ہو جائے گا سب پھر......"
"میں تمہارا باپ ہوں کچھ تو میرا لحاظ کرو، تمہارا بھلا ہی سوچ رہا ہوں۔"
"میرے بھلے پر ہاں کہہ دیں۔" اس نے بڑی ہمت کر کے کہا۔
"یہ کبھی نہیں ہو گا امرحہ!" ان کا انکار، انکار ہی رہا۔
ایسا سنجیدہ انکار سن کر وہ کتنی ہی دیر ان کے پاس بیٹھی روتی رہی اور سوچتی رہی۔ وہ کم تھا جو اس نے پہلے سوچا تھا، جو ہو رہا تھا۔ وہ اس سے کہیں زیادہ تھا اگر دادا بھی نہ مانتے تو یہ سب ناممکنات میں سے ہوتا۔
"جمعے کو تمہاری بیٹی کا نکاح ہے واجد! اب ہم ہمیشہ کے لئے اسے گھر سے رخصت کر دیں گے۔" دادا نے کہا اور امرحہ کو لے کر کمرے میں آ گئے۔
"یہ نکاح کبھی نہیں ہو گا دادا!" امرحہ اور رونے لگی۔
"اگر یہ خدا کی طرف سے ہونا طے ہے تو ضرور ہو گا۔ واجد نے مجھ سے کہا کہ اس رشتے کی صورت میں نتائج بھگتنے کے لئے تیار ہو جاؤں، کسی بے دین اور بغیر باپ کے لڑکے کو لڑکی سونپ رہا ہوں۔ میں نے بہت کچھ سنا ہے، میں خود بھی ڈگمگا جاتا ہوں پھر میری تسلی یوں ہو جاتی ہے کہ اس کی سرپرست خاتون مہر ہیں۔ ہمارے بڑے کہتے ہیں جس کی بیٹی لینی ہو اس کی

ماں دیکھو اور جس کو بیٹی دی ہو اس کے باپ کو اور عالیان کا باپ ہے نہیں اور جو ماں ہے وہ اتنی عظیم ہے کہ انہیں صرف ماں ہی نہیں سمجھا جا سکتا۔ تو میں جو کبھی اپنے ہی فیصلے سے خوفزدہ ہو جاتا ہوں اور شکوک میں گھر جاتا ہوں تو خاتون مہر کے بارے میں سوچ لیتا ہوں۔'' دادا نے بات یہیں ختم کی۔ وہ ایسے سنجیدہ اور چپ چپ سے ہو گئے تھے جیسے نئے سرے سے حساب کتاب کرتے ہوں۔ امرحہ نے جانا کہ یہ سب کیسا محال ہے۔

○......❖......○

لیڈی مہر ایک بار پھر گھر آئیں سہولت سے بابا سے بات کرنے لیکن وہ خاموشی سے اٹھ گئے اور سب بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔ دادا عالیان کو اسٹور لے گئے۔ وہ وہاں ان سے بات یا کسی اور ردِعمل کا منتظر ہی رہا لیکن کوئی بات ہوئی نہ بدمزگی اور نہ ان کے رویے میں تبدیلی آئی۔ دادا نے ایک ایک کر کے سب کوششیں کر ڈالیں اور سب ناکام رہیں اور آخر میں دونوں میں خاموشی تن گئی اور اس خاموشی نے گھر میں سب کو بے چین رکھا۔ ساری صورتِ حال کی عالیان کو خبر ہو چکی تھی اور وہ جان گیا تھا کہ امرحہ یہی چاہتی تھی کہ وہ اس سب کا سامنا نہ کرے۔ وہ افسردہ ہو گیا۔ پہاڑ سا پہاڑ تھا جو سر ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔

''ہمیں رویوں اور روایتوں کے بارے میں ناپسندیدگی سے نہیں سوچنا چاہئے۔'' لیڈی مہر نے اسے سوچوں میں گم دیکھا تو اسے اپنے سامنے بٹھا لیا۔

''میں نے ایسا نہیں کیا۔''

''امرحہ کے دادا نے ہمیں ہر چیز کے بارے میں پہلے سے ہی خبردار کر دیا تھا۔ یہ سب ایسے ہی ہونا تھا۔ ہم سب اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک ہیں عالیان اور ہم اپنی اپنی جگہ سے دوسرے کو غلط کہہ رہے ہیں۔ تمہارے لئے امرحہ کے والد غلط ہیں، ان کے لئے تم اور یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں۔''

''ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ لیکن خبردار رہنا اور حقیقتاً اس سب کا سامنا کرنا دو الگ باتیں ہیں۔ ماما! میں ان کے اسٹور پر گیا تو سارا وقت خوفزدہ ہی رہا۔ میں نے خود کو معمولی اور کمتر محسوس کیا اور مجھے یہ خوف بہت شدت سے لاحق رہا کہ وہ ماما کے بارے میں کچھ کہہ دیں گے۔ میں انہیں اپنا سمجھتا ہوں کیونکہ وہ سب امرحہ کے اپنے ہیں لیکن وہ مجھے کبھی اپنا نہیں بنائیں گے۔''

''وقت لگے گا اور سب ٹھیک ہونا شروع ہو جائے گا۔''

''سب غلط بھی تو ہو سکتا ہے۔''

''غلط ہو جائے تو بھی یہی سوچو کہ ٹھیک ہو جائے گا۔ مایوسی سے ہارنا نہیں چاہئے بلکہ مایوسی کو ہرا دینا چاہئے۔ امید بڑے کام کی چیز ہے اسے سنبھال کر رکھنا چاہئے۔''

''سب پُرامید ہونے سے ہی تو نہیں ہوتا نا ماما!''

''ایک اچھی چیز امید اور ایک بری چیز ناامیدی میں سے اچھی والی کا انتخاب کر لینا چاہئے۔ بے شک یہ اپنے عمل میں کتنی ہی سُست کیوں نہ ہو۔ یا یہ کتنا ہی انتظار کیوں نہ کروائے۔''

ساری اچھی باتیں ایک طرف لیکن عالیان اس تکلیف کو بری طرح سے جھیل رہا تھا کہ اُسے پسند نہیں کیا گیا۔ وہ بار بار خود کو دیکھتا اور اپنے بارے میں سوچتا۔ اس کا اعتماد اتنی سی دیر میں ہی مٹی کے ڈھیر کی طرح بیٹھ سا گیا اور اسے لگنے لگا کہ دنیا میں وہ اکیلا انسان ہے جو سب سے پیچھے اور سب سے زیادہ بے کار ہے۔ اسے یہ بھی لگتا جیسے ولید البشر اس پر بلند بانگ قہقہے لگا رہا ہو...... اور اس کی طرف اشارے کر کر کے کہتا ہو۔ ''دیکھ لی اپنی حیثیت...... دیکھ لی۔''

وہ خود کو تلخی سے بچاتا رہا لیکن کچھ تلخی اس میں سے چھلکنے ہی لگی۔ دادا نے اسے دیکھا تو ان کا دل جیسے مٹھی میں آ گیا۔

''تم دو عظیم عورتوں کے بیٹے ہو عالیان! میرے دل میں تمہاری بہت قدر ہے۔''

''یہ دونوں عورتیں سب کے لئے عظیم کیوں نہیں ہیں؟'' اس نے امرحہ کے والد کا نام نہیں لیا۔

''تو تمہارے لئے اس سوچ کی کوئی اہمیت نہیں جو میں اور امرحہ ان کے بارے میں رکھتے ہیں؟''

عالیان شرمندہ سا ہوا۔ ''ایسا نہیں ہے۔''

''مجھے کو تمہارا نکاح ہے۔'' دادا نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد کہا۔

''آپ نے کہا تھا آپ نے نکاح والی بات امرحہ کے بابا کو منانے کے لئے کی تھی۔''

''مجھے صرف اس کا ردِعمل دیکھنا تھا......اور اس نکاح کو میں پہلے ہی طے کر چکا تھا۔ کیونکہ میں جانتا تھا یہی سب ہوگا۔ اگر واجد مان جاتا تو اور بات تھی۔''

''آپ یہ سب امرحہ کے لئے کر رہے ہیں؟''

''نہیں، صرف اس لئے ہی نہیں، میں وہ کر رہا ہوں جو ٹھیک ہے اور جس میں کچھ غلط نہیں، نہ تم نہ میں......اور نہ ہی اس فیصلے میں۔''

''مجھے نہیں لگتا یہ نکاح ہوگا، میں خوفزدہ ہوں۔'' اس نے اپنے دل کی بات کہہ دی اور دادا کے جانے کے بعد دیر تک سائی سے باتیں کرتا رہا۔ پھر کارل سے کیس اور امرحہ ویرا اور سادھنا سے ساری صورتِ حال پر رائے لیتی رہی۔ دراصل تسلیاں لیتی رہی۔

دادا نے گھر میں قہقہے لگوا دیے اور یہ کام انہوں نے اس لئے کیا کہ واجد کا اگلا ردِعمل سامنے آ جائے۔ ان کا ردِعمل ایسے سامنے آیا کہ وہ نیند کی گولیاں کھا کر سو گئے اور سونے سے پہلے دادا اور ان کے درمیان چند باتیں ہوئیں جن میں سے ایک بات پر وہ خاموش ہو گئے۔

دادا نے کہا ''تمہاری بیٹی نے ایک بار خودکشی کی کوشش کی تھی اور مری نہیں تھی۔ اس بار وہ خودکشی نہیں کرے گی پھر بھی مر جائے گی، پھر تم اپنی ضد کی قبر پر بیٹھ کر آنسو بہاتے رہنا۔'' بات ایسی جان لیوا گونج کے ساتھ کی گئی کہ دل رو دینے کو ہو گیا۔

دادا امرحہ کے پاس آئے وہ سر گھٹنوں میں دیئے بیٹھی تھی۔

''میں نے ویزے کے لئے کاغذات جمع کروا دیئے ہیں، جلد ہی میں بھی مانچسٹر آ جاؤں گا اور مجھے یقین ہے واجد دانیہ اور باقی سب کو بھی آنے کی اجازت دے دے گا۔''

''آپ کیا بات کر رہے ہیں دادا؟ وہ مجھے یہاں سے جانے دیں گے تب نا۔''

''امرحہ اب اپنے باپ کی خاموشی کا احترام کرو......انسان قسمت کا کتنا ہی دھنی کیوں نہ ہو، زندگی کی راہوں میں اسے چند کانٹے مل ہی جاتے ہیں۔ یہ نکاح جمعے کو ہوگا ورنہ کبھی نہیں ہوگا۔''

''آپ نے نکاح کا فیصلہ ہی کیوں کیا دادا! سال دو سال ٹھہر جائیں اب، بابا مان جائیں گے۔

''میری عمر دیکھو امرحہ! اتنا بوڑھا انسان جب سونے کے لئے آنکھ بند کرتا ہے تو وہ یہی سوچ کر کرتا ہے کہ اب یہ آنکھ قبر میں کھلے گی۔ میرے بعد تمہارا کیا ہوگا۔ میں تمہارے سامنے کھڑا ہوں اور واجد نہیں مان رہا، میں نہ ہوا تو کیا کر لو گی؟ اس نے اپنے ایک دوست کو گھر آنے کے لئے کہہ دیا تھا اپنے بیٹے کے لئے۔ میں نے کس جتن سے انہیں گھر آنے سے روکا، میں ہی جانتا ہوں یہ سب میری موجودگی میں ہو رہا ہے اور کیا چاہتی ہو کیا ہو جائے۔''

''آپ اپنے مرنے کی باتیں ایسے بے رحمی سے کیوں کر رہے ہیں؟'' امرحہ ان سے لپٹ گئی۔

''ہر انسان، خود اگلے ہی پل زندگی سے ہار جانے والا بھی یہی سوچتا ہے کہ موت کی بات کیا کرنی اور موت اسے آ لیتی ہے۔ کیا موت آنے سے پہلے پوچھتی ہے کہ تم نے اپنی ساری ذمہ داریاں ادا کر لیں تو آؤ پھر میں تمہیں آ لوں۔ اگر موت

ایسے پوچھتی تو دنیا کا کوئی کام ادھورا نہ رہ جایا کرتا...... اپنی ماں کے بعد میں نے تم سے محبت کی اور میں کبھی اس کی وجہ نہیں جان سکا۔ تمہارے معاملے میں مَیں بے اختیار ہوں۔ جو تکلیفیں میں نے تمہیں دی ہیں انہیں بھلانے کے جتن کرتا رہتا ہوں۔"

"آپ نے مجھے کوئی تکلیف نہیں دی۔"

"دی ہے...... میں نے بھی دی ہے...... اب دعا ہے کہ خدا ہمیشہ تمہیں خوش رکھے۔"

امرحہ اور دادا ساری رات بیٹھے باتیں کرتے رہے۔

اس رات کی صبح کا امرحہ کو انتظار تھا، شدت سے...... وہ چاہتی تھی کہ صبح اتنی روشن ہو کہ روشنیاں اگلے وقتوں کے لئے محفوظ کر لی جائیں۔

○......❖......○
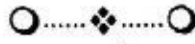
"کیا تمہاری یونیورسٹی میں سب عالیان جیسے ہیں؟" دانیہ پوچھ رہی تھی۔ وہ عالیان اور دادا مل کر کچھ خریداری کرنے گئے تھے اور اسے زیادہ وقت عالیان کے ساتھ گزارنے کا موقع مل گیا تھا۔

"سب اپنے اپنے جیسے ہیں عالیان جیسے نہیں...... تمہیں عالیان اچھا لگا؟"

"لفظ اچھا کافی چھوٹا ہے، دادا اکثر کہا کرتے تھے کہ دیکھنا امرحہ کی قسمت تم سب سے بازی لے جائے گی اور تم بازی لے گئی۔ دادا کی ساری دعائیں تمہیں ہی جا لگیں امرحہ! ویسے دادا مجھے بھی کہتے رہتے ہیں کہ میں بھی انہیں بہت پیاری ہوں۔ اب دیکھتی ہوں کتنی دعائیں لگتی ہیں دادا کی مجھے۔"

امرحہ ہنسنے لگی۔

بابا ناراض تھے، حقیقت تھی، نکاح کے لئے ماحول سازگار نہیں تھا۔ یہ بھی حقیقت تھی لیکن ایک اور حقیقت یہ تھی کہ وہ گھڑیاں گن رہی تھی۔ دوسری بڑی حقیقت یہ تھی کہ وہ خوش ہونا چاہتی تھی، بہت زیادہ خوش لیکن بابا کا خیال ذہن میں آتے ہی اس کی خوشی آنے سے پہلے ہی رخصت ہو جاتی۔ ایک منظر بار بار اس کی نظروں کے سامنے گھومتا کہ بابا نے پسٹل کنپٹی سے لگا رکھی ہے اور وہ اسے یہ کہہ رہے ہیں کہ عالیان کو انکار کر دو امرحہ! یہ شادی کبھی نہیں ہوگی۔

ان دنوں میں اس نے کچھ کھایا نہیں، وہ سو نہیں سکی، اس کے سر میں کیسے درد ہو رہا ہے اس نے اس کی بھی پروا نہیں کی...... زندگی ایک دم سے پھر سے ایسی پیچیدہ سوال لگنے لگی جو کبھی حل نہ ہو سکے، جسے کوئی حل کر ہی نہ سکے۔ "دادا کی ساری حکمتِ عملی دھری کی دھری رہ جائے گی۔" وہ سوچتی

اماں اور دادی روتی بھی جاتیں اور اسے دیکھ کر مسکرانے بھی لگتیں۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے...... اگر سب معمول پر ہے تو مجھے کیوں غیر معمولی لگ رہا ہے؟" وہ یہ بھی سوچتی۔

دوسری طرف کارل کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سکرین سے نکل کر عالیان کا گلا دبوچ لے۔ "تم شادی کر رہے ہو، میرے بغیر؟"

"تم سے کرنی تھی کیا؟"

"بکواس نہ کرو، اگر زیادہ ہی کوئی ایمرجنسی ہے تو دو دن انتظار کر لو، مجھے وہاں آ لینے دو۔"

"حالات کچھ ایسے ہیں کہ یہ ضروری ہے اور یہ شادی نہیں ہے......"

"شاہ ویز کا کہنا ہے نکاح شادی ہی ہوتا ہے۔"

"نکاح شادی ہوتی ہے، پر رخصتی کے بعد...... شادی کا بنیادی عمل 'نکاح' ہو رہا ہے۔ رخصتی نہیں۔"

"تو شادی ہی ہوئی نا...... میں کتنا خوار ہوا امرحہ کے لئے ہسپتال میں، اڑتالیس گھنٹے میں سویا نہیں اس کے لئے۔ ہم

کھڑے رہے بیٹھے تک نہیں۔ میرا گلا خشک ہو گیا چینلز کو اس کے بارے میں اپ ڈیٹ کر کر کے اور وہ ایسے شادی کر رہی ہے۔ بلایا تک نہیں۔'' کارل بڑا عظیم دکھی لگنے لگا۔

''امرحہ نے تو مجھے بھی نہیں بلایا۔ میں تو خود اپنی شادی میں جا رہا ہوں۔ اب ایک ہی صورت ہے کہ تم سپر سونک لو اور آ جاؤ یہاں۔''

''یونیورسٹی کے باہر پارکنگ میں کھڑا ہے نا سپر سونک......''

''تم خواہ مخواہ ناراض ہو رہے ہو...... میرے شہ بالے تم ہی بنو گے۔''

''یہ بہت بڑا اعزاز ہو گا جو مجھے ملے گا۔''

''تمہاری ٹکر پر شہ بالی ویرا ہو گی، میرا خیال ہے ابھی سے تیاری شروع کر دو۔''

''تم نے تو کہا تھا تم امرحہ کے گھر والوں سے ملنے جا رہے ہو۔''

''ماما نے مجھے یہی کہا تھا کارل! تم نے مجھ سے کہا جا رہے ہو تو امرحہ کو جیت کر لانا۔ یہاں جیت لانے والا ماحول نہیں ہے۔ یہاں احترام سے طلب گار بننے کا ماحول ہے۔ میں طلبگار بنا کھڑا ہو جاؤں گا اور میرے ساتھ امرحہ کو کھڑا کر دیا جائے گا اور اس سب میں، وقت کو آگے لے جانے کی بات نہیں کر سکتا۔ اگر ایسا کیا تو مجھے نظر آ رہا ہے کہ میں نقصان میں رہوں گا۔ یہ امرحہ کے دادا کا فیصلہ ہے، میں انکار نہیں کر سکتا۔''

کافی دیر وہ کارل سے باتیں کرتا رہا۔ پھر اس نے امرحہ اور عالیان کی کہانی ماما کو سنائی۔ وہ سو گئیں تو بھی اُسے سونے کا بہانہ نہیں مل سکا۔ اسے ڈر تھا کہ کچھ ہو جائے گا۔ ابھی دادا آئیں گے اور اسے کچھ کہہ دیں گے یا امرحہ روتے ہوئے فون کرے گی اور کہے گی۔ ''عالیان واپس چلے جاؤ، یہ شادی کبھی نہیں ہو سکے گی۔''

''یہ شادی کبھی نہیں ہو سکے گی کیا؟ صرف اس لئے کہ وہ خاندان میں شمولیت کے رائج اصولوں پر پورا نہیں اترتا اور اس لئے بھی کہ ہر خاندان میں داخلے کے اپنے راستے ہوتے ہیں اور امرحہ کے خاندان میں داخلے کے راستے اس پر بند ہیں۔ سوائے ایک دادا کے اور امرحہ صرف دادا کی ہی بیٹی نہیں ہے۔''

صبح ہو گئی اور اسے تب بھی سمجھ نہیں آئی کہ اس صبح کو کیسے خوش آمدید کہے۔ اس نے وہ انگوٹھی نکال کر ہاتھ میں لے رکھی تھی جو ماما مارگریٹ کی تھی اور ماما مہر اس لئے ساتھ لے آئی تھیں کہ ہاں ہو جانے پر وہ امرحہ کو پہنا دیں گی۔ اسے یقین ہونے لگا کہ وہ کبھی اس انگوٹھی کو امرحہ کے ہاتھ میں نہیں دیکھ سکے گا۔

ہر خیال بے سکونی کے لبادے میں لپٹ گیا اور اس نے خالی پن کا احساس ہر طرف محسوس کیا اور تصور میں بھی مشرقی دلہن اس کے پہلو میں آ کر کھڑی نہ ہوتی۔ ''انکار'' کا احساس اس پر غالب رہا اور اس نے خود کو زندگی کے صحراؤں میں بھٹکتے پایا اور اس نے معجزوں کی دعائیں کرنی چاہیں اور تصوروں میں وہ خود کو اکیلا اور اداس دیکھتا رہا۔ سوچیں بے رحمی سے اس کا تاریک مستقبل اس پر روشن کرتی رہیں۔

ماما کے ساتھ ناشتہ کرتے وہ ناشتہ کرنے کا بہانہ کرتا رہا۔

''عالیان تم کب بڑے ہو گے؟'' وہ ہنس دیں۔

''شادی کے بعد۔'' وہ ہنس نہ سکا۔

''تم ایسے بجھے بجھے کیوں ہو میرے بیٹے!''

''کچھ ہو جائے گا...... سب برا......''

''کچھ برا نہیں ہو گا۔ سب باتوں کا تمہیں معلوم ہونا ضروری نہیں لیکن امرحہ کے دادا نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ مجھے مایوس نہیں لوٹائیں گے اور بھی بہت ساری باتیں ہوئی تھیں ہمارے درمیان۔ تم بس اتنا جان لو کہ وہ یہ نکاح جلد سے جلد کر دینا

چاہتے ہیں۔ اگر امرحہ کے بابا مان جاتے تو بھی وہ منگنی نہ کرتے۔ عالیان وہ ضرور ہوگا جو تمہارے لئے خدا نے طے کیا ہے۔ تم نے مجھ سے کہا کہ تم ایک اچھی دعا مانگنا سیکھ چکے ہو۔ اس اچھی دعا کو پھر سے دہراؤ۔"

سوچوں کی بے رحمی چھٹنے لگی۔ "یقیناً اچھی دعا کو دہرانے کا اس سے بہترین وقت اور کون سا ہوگا۔" اسے مسکرانا یاد سا آ گیا آخرکار۔

وہ امرحہ، اپنی اور اس کے خاندان کی تکون کیوں بنا رہا ہے؟

وہ امرحہ، عالیان اور خدا کی رضا کی تکون کیوں نہیں بنا رہا؟

○......❖......○

ان کی کلاس ختم ہو چکی ہے اور پروفیسر کے کلاس سے نکلتے ہی وہ فوراً اٹھ کر سب کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی جیسے وہ ایسا خطاب کرنے والی ہو جو انسان صرف اپنی ذات سے کرتا ہے، وہ بھی مختلف بہانوں سے خود کو بہلا کر۔

سب شرارت سے اسے دیکھ رہے ہیں، وہ عالیان کی غیر موجودگی کے بارے میں اس سے پوچھتے رہے ہیں۔ سب سمجھ لینے کے انداز میں آنکھ مارتے اور کئی طریقوں سے اسے چڑانے سے خود کو روک نہیں پاتے۔

"میں عالیان سے محبت کرتی ہوں اور امرحہ سے بھی اور اس محبت کے خالص پن میں کوئی کھوٹ نہیں۔" اس نے ایسی شان کو اپنا کر یہ کہا کہ اسے تعظیم دینا ضروری سا ہو گیا۔ دبی دبی ہنسی خاموشی میں ڈھل گئی اور زندگی کی انگلی نے بولنے پر آمادہ لوگوں کے ہونٹوں پر ٹھہر کر "شش" کہہ کر انہیں چپ کروایا۔

"برازیلا میں امرحہ زندہ نہ رہتی تو وہاں صرف وہی نہ مرتی۔ ایک کے مرنے سے دو موتیں کیسے ہو سکتی ہیں، میں نے وہاں جان لیا اور جب میں نے یہ جان لیا تو میں نے خود کو وہیں روک لیا کیونکہ مجھے ایسی منزل کی طرف نہیں بڑھنا تھا جس تک میں پہنچ تو جاتی لیکن جسے پا نہ سکتی۔ جو ہماری مٹھی میں ہوتا ہے وہ ہمارا نہیں ہوتا، جو ہماری گرفت میں نہ ہو کر بھی ہمارا ہو وہ ہمارا ہوتا ہے۔ عالیان پر میری گرفت تھی جو کہ امرحہ کی نہیں تھی۔" وہ کہہ کر رکی کہ جانچ سکے وہ تین لوگوں کے احساسات کو کمتر تو نہیں کر رہی۔

"سائی کہتا ہے، بہت کم چنیدہ لوگ ہوتے جنہیں ملانے کے اسباب بنتے ہیں اور جن کے بچھڑ جانے پر وقت آنسو بہاتا ہے۔ وقت نے یہ آنسو برازیلا میں بہائے۔ میرا خیال ہے کہ عالیان کو امرحہ پسند آئی تھی نا وہ اس سے پہلی نظر کی محبت کا شکار ہوا تھا۔ شاید اس نے جان لیا تھا کہ انسانوں سے بھری اس دنیا میں صرف وہی اس کی ہے۔ اس میں خوبی کا کمال ہے نا خامی کا قصور۔ یہ ایسے ہی ہونا تھا۔ خونی جنگیں ہوتیں، بغاوت اٹھتی یا غدر مچتا یہ سب ایسے ہی ہوتا۔" اس کے انداز نے مؤرخ کی ہیئت اپنالی جو ایمانداری سے تاریخ کو ساری سیاہی و سفیدی سمیت کھنگالتا ہے۔

"آپ میں سے کچھ کا کہنا ہے کہ میں اکیلی ہو گئی ہوں جبکہ میرا ماننا ہے کہ میری زندگی شاید ہی اب امرحہ کے بغیر مکمل ہو، جب میں مانچسٹر آ رہی تھی تو پاپا نے طنزاً کہا تھا۔

"میں دیکھتا ہوں تم مانچسٹر سے ایسا کیا لے کر آتی ہو جو روس میں نہیں ملتا۔"

"تو اب میرے پاس پیش کرنے کے لئے امرحہ ہے۔"

ساری کلاس ہنس دی۔

"امرحہ کے پاس عالیان ہے۔"

"عالیان کے پاس کارل اور کارل کے پاس شیطان۔" کسی ایک نے بلند آواز سے کہا اور سب کے قہقہوں نے زلزلے کی سی صورت اختیار کر لی۔ کارل بھی ہنسنے لگا۔

"تو کیا ایسے بیش قیمت تحائف کو دیکھ کر پاپا خوش نہیں ہوں گے۔ عالیان اس وقت پاکستان میں ہے امرحہ کے ساتھ

اور چند ہی گھنٹوں بعد ان کی شادی ہو جائے گی اور مجھے اس شادی میں شرکت کرنی ہے۔" بہت من موہنی سی آواز میں اس نے کہا۔ وہ ان کی ہنسی میں شامل نہیں ہو سکی تھی۔

"کتنے ہی اسٹوڈنٹس نے مجھ سے کہا کہ آخر کار میری اور امرحہ کی دوستی اب ختم، ایک لڑکی نے مجھ سے کہا کہ میں نے امرحہ سے ہار کیوں مان لی۔ نہ امرحہ سے دوستی ختم ہوئی ہے نہ ہم حالتِ جنگ میں تھے کہ ہار جیت کا خطاب حاصل کرتے۔ میں نے حقیقت کو کھلے دل سے قبول کیا اور شدت پسندی کو اپنے اندر سے رخصت کر دیا۔ میری اور عالیان کی کہانی پر نظرِ ثانی کی ضرورت نہیں تھی لیکن امرحہ اور عالیان کی کہانی کو نیک تمناؤں کی ضرورت ہے اور آج ان کے خاص دن میں ساری نیک تمنائیں ان کے نام کروں گی۔ میں ان کے لئے وہ دعا کروں گی جو صرف میں ہی کر سکتی ہوں۔" اس کی من موہنی آواز نم سی ہونے لگی اور انہوں نے محسوس کیا کہ وہ بہادر نظر آنے کی کوشش کر رہی ہے اور زیادہ کوششیں بھی تو ناکام کر دیتی ہیں نا کبھی کبھی۔

"آپ کا ماننا ہے کہ میں ظاہر نہیں کر رہی لیکن مجھے فرق پڑا ہے۔ میں اداس نظر آتی ہوں۔ میں کھو کھلی ہنسی ہنستی ہوں۔ میں کسی گمشدہ چیز کو تلاش کرتی لگتی ہوں۔ میں عالیان کو بہت یاد کرتی ہوں اور میرے لئے مشکل ہے اس حقیقت کو تسلیم کرنا کہ اس کا ہاتھ پکڑنے کا حق میں نے اب ہمیشہ کے لئے کھو دیا۔" ٹھہر ٹھہر کر اس نے غیر مرئی نقطے پر نظریں ٹکا کر کہا پھر ایک دم سے نظریں ان کی نظروں کے مقابل کر دیں۔

"ہاں آپ کو ٹھیک لگتا ہے۔" مورخ نے یہاں بھی بے ایمانی نہیں کی۔

سائی جوان دونوں کو ساتھ لے جانے کے لئے آیا تھا اور کلاس کے دروازے میں کھڑا تھا اس نے اپنا دل سکڑتے ہوئے محسوس کیا۔ کلاس میں چھایا سکوت ٹوٹنے میں نہ آیا اور ویرا کلاس سے ایسے نکل آئی جیسے وہ عالیان کی زندگی سے نکلی ہو۔

O......❖......O

وہ سرخ سنگی سیڑھیاں چڑھ رہا ہے، مسرت و اطمینان سے۔

اورنگزیب عالمگیر کی بنائی "بادشاہی مسجد" کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔ مینا کاری اور گل کاری کی آرائشی محراب سے گزرتے اس نے ذرا دیر رک کر وسیع احاطے کے پار اونچے میناروں کے قیام تلے راکع میناروں کو شکر گزاری سے دیکھا جیسے مقدس مقامات کے دوست فرشتوں کو سلام کیا۔

وہ چلتا حوض تک آیا اور اس کے پانی میں ہاتھ ڈبو دیا اور پھر پانی کو بچگانہ انداز میں چلو میں لے کر اچھال دیا اور مسکرا دیا۔ ایسی مسکراہٹ جو انسان کے لئے بنا دی جاتی ہے اور "روزِ عقد" اسے پیش کی جاتی ہے سے ابھی وہ دور ہی رہا۔

وہ نمازِ جمعہ سے دو گھنٹے پہلے ہی آ چکا ہے اور اب سر جھکا کر گنبد کی چھت تلے ستون سے کمر لگائے بیٹھا ہے۔ وہ بہت شدت سے مارگریٹ کو یاد کر رہا ہے۔ اس کی آنکھیں بھیگ رہی ہیں اور وہ محسوس کر رہا ہے کہ مرنے والے ہمارے ساتھ ساتھ زندہ رہتے ہیں۔ بہت دیر تک اسے سر جھکائے ایسے ہی بیٹھے رہنا ہے۔ دن کی روشنی محرابوں اور دیواروں سے ہوتی، ستونوں کو چھوتی سجدہ گاہ میں "رحمت" بنی اترنے لگی۔

روشنی اس آئینے پر مرتکز رہنے پر بضد ہے، جس کے عکس میں وہ جھلملا رہی ہے۔ دودھ میں سنہری کرنیں جا ملی ہوں سے رنگ کی فرشی پوشاک میں جس کا دامن پیچھے سے زمین پر بچھا ہے اور آگے آتے آتے ذرا سا اوپر اٹھتا جاتا ہے کو پہنے وہ نظر اتار لئے جانے کے لئے کھڑی ہے۔ طرح دار حسین و جمیل ملکہ کے پُرشکوہ تاج کے نقش سے نقش فرشی دامن سے طلوع ہوتے سنہری گھیرے رنگ کے نقوش بناتے کمر تک قیام کرتے جا رہے ہیں اور موتی آسمان پر بکھرے ستاروں کی طرح گردن سے نیچے بکھرے ہیں۔

اگر اس لباس پر اتنا کچھ نہ ہوتا تو اس کے جگمگ کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہوتا کہ اسے امرحہ نے پہن رکھا ہے۔

اس نے اپنے سر کو ذرا سا اوپر اٹھایا اور ہاتھ میں پکڑے جھومر کو سر پر بائیں رخ رکھ کر دیکھنے لگی اور پھر سرخ کامدار دوپٹے کو دوسرے ہاتھ سے کھینچ کر ناک تک گھونگھٹ صورت سے لے آئی۔ دادا نے ایک دم عجلت کے انداز سے دروازہ کھولا اور وہ گھبرا گئی اور جھومر والا ہاتھ سمیٹ کر آہستگی سے نیچے لے آئی۔ گھونگھٹ ناک تک ہی رہا۔ اس نے رخ نہیں موڑا۔ دادا نے پیچھے سے قدِ آدم آئینے میں اس کے عکس کو دیکھا۔

''دلہن دلہن کھیلنے والی اب خود دلہن بنی کھڑی ہے۔ وقت کا کام تیزی سے گزرنا ہے۔ ٹھیک ہے وہ گزر جائے لیکن اس سے اتنی سی التماس ہے وہ ایسے وقتوں میں اپنی رفتار ٹھہرا لے۔ ایسی پیاری صورتوں کو دیکھنے کے لئے زیادہ نہیں صرف چند صدیوں پر محیط چند پل، اس کے لئے جس نے آج اپنا روپ بدل لیا ہے، جس کے سیاہ بال صرف سیاہ نہیں رہے اور جس کی صاف گوری رنگت دھنک رنگوں سے تال میل میں مصروف ہے۔''

دادا نے سوچا اس نے یہ نیا روپ کہاں سے چرایا، پرانی امرحہ کہاں گئی؟

جھومر والے ہاتھ میں پسینہ آ گیا پھر اس نے گھونگھٹ کا کونا اٹھا کر گردن موڑ کر دادا کو دیکھا اور مسکرا دی اس نے کوئی میک اَپ کیا تھا نہ کوئی زیور پہنا تھا۔ دائرے میں کٹی مہندی اس کی ہتھیلیوں پر آگے پیچھے براجمان تھی اور دل پسند عہد نبیں انگلیوں کی پوروں میں مقید تھیں۔ اس نے ابھی جوتے نہیں پہنے تھے پھر بھی آج وہ قد میں بہت اونچی ہے۔ آج اس کی مسکراہٹ ہر رنگ سے مشابہہ ہے اور ہر خوشی کی انگلی تھامے ''محوِرقص'' ہے۔ آج اس سے زیادہ خوبصورت دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ آج مسرت پر اس کی بادشاہی ہے۔

دادا اس کے قریب آ گئے اور اس کی پیشانی چوم کر اس کا ہاتھ تھام لیا اور اسے لے کر باہر آ گئے۔ واجد صاحب کے کمرے میں اور اسے ان کے سامنے کھڑا کر دیا۔

کچھ وقت گزرا، وہ خوف سے کچھ بول نہ سکی۔ دادا نے بابا کا ہاتھ اٹھا کر اس کے سر پر رکھ دیا اور اسے ساتھ لے کر باہر آ گئے۔ اماں اور دادی نے اس کے آگے وہ سب کچھ کیا جو بعد ازاں انہیں خیرات کرنا تھا۔

O......❖......O

باب

مقام خدا ہے۔
ادائیگی فرض ہے۔
رُتبہ بندگی ہے۔
کئی سو نمازی اپنی صفوں میں حالتِ قیام میں کھڑے ہیں۔
وہ راکع...... وہ ساجد...... وہ عاجز...... وہ طالب...... وہ مومن......
نماز جمعہ کی ادائیگی ہوگئی اور دعا مانگی جانے لگی۔
نماز سے پہلے دادا، حماد، علی اور چند بزرگ عالیان کے پاس آ چکے تھے۔ خواتین والے حصے میں لیڈی مہر بھی آ چکی تھیں اور نماز سے پہلے وہ ان سے دعائیں لے آیا تھا اور ان کا ہاتھ چوم آیا تھا۔
دعا ہوگئی تو عالیان اٹھا اور امام صاحب اور سب نمازیوں کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ امام صاحب نے سب نمازیوں کو بیٹھے رہنے کے لئے کہا اور عالیان کا تعارف کروانا شروع کیا۔
"یہ عالیان مارگریٹ ہیں۔ یہ برطانیہ سے آئے ہیں۔ یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں۔ ان کی حقیقی والدہ وفات پا چکی ہیں اور یہ اپنی سرپرست والدہ کے ساتھ یہاں موجود ہیں۔ جناب عالیان بفضل خدا مسلمان ہیں اور بنت عبدالواجد اور جناب عبدالکریم کی پوتی سے نکاح کرنے والے ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ آپ سب انہیں دعائیں دیں اور ان کے نکاح میں شریک ہوں۔"
غیر محسوس مسکراہٹیں ایسے گونجیں مانو جیسے سب نے باآواز بلند کہا۔ "ہاں، ہم ضرور شریک ہوں گے۔ ہم یہ خوشی کیونکر حاصل نہیں کرنا چاہیں گے جو معتبر اور درجات میں بلند تر ہے۔"
صفوں کی ترتیب قائم ہے اور دعائیہ ہاتھ اٹھنے کے لئے تیار ہیں۔ ان کے اجلے لباس عطر آگیں ہیں اور سوچیں پاکیزہ۔ ان کی مسکراتی نظریں متوقع دلہے کو دیکھ رہی ہیں۔ کئی بچوں کو ان کے باپوں نے گودوں میں بٹھا لیا ہے اور وہ ان کے کانوں میں بتانے لگے ہیں کہ اب کیا ہونے جا رہا ہے۔
عالیان امرحہ کا...... امرحہ عالیان کی۔
عالیان نے خود پر سب کی نظروں کو پایا اور وہ اپنی مسکراہٹ کو چھپانے میں ناکام رہا اور اس نے جانا کہ سب اس کے دل کی تیز تیز دھڑکن سن رہے ہیں اور شرارت لئے محظوظ ہو رہے ہیں۔ تو اس کے باقاعدہ لاہوری بننے کی تقریب میں سب شریک ہیں۔
کارل، سائی اور باقی کے ہال میٹس دم سادھے سب دیکھ رہے ہیں۔ شاہ ویز ساتھ ساتھ ترجمہ کر رہا ہے۔
"سحر انگیز" کارل بڑبڑایا۔
عالیان نے اپنے قریب بیٹھے دادا کی طرف دیکھا اور دھیمی آواز سے پوچھا۔ "اجازت ہے دادا؟" جواب میں دادا نرمی

سے مسکرا دیئے۔

عالیان امام صاحب کو حق مہر اور باقی کی تفصیلات پہلے ہی بتا چکا تھا۔ پھر دادا نے گواہوں کے نام لئے اور ان کا تعارف کروایا۔امام صاحب انہیں اپنے ساتھ لے کر خواتین کے حصے کی طرف آنے لگے۔

ندیاں دریاؤں میں گرنے لگیں اور دریا بحر بحر ہوئے۔

سجدہ گاہ میں پھیلی نورانیت زندگی کی سرپرستی سنبھالنے لگی۔

قافلہ صورت یہ مختصر سا سفر کیسا دلنشین ہے لیکن پھر بھی اس کے جلد ختم ہو جانے کی دعا پر دل مائل ہے۔ایک سے دوسرے گنبد کی نقشین چھتوں تلے کئی سو نمازیوں کے سامنے سے،امام مسجد کے ساتھ ''عروس مشرق'' کی طرف جاتے اس نے اقرار کیا۔

زرافشاں میں غوطہ زن ہو کر نکلے پروانے گنبدوں کی چھتوں سے جھولتے فانوسوں کے گرد بے ساختگی سے لپکے اور افشاں کی لہریں بناتے نمازیوں کے سروں پر برس گئے۔

کلام اقبال کے اسرار محویت سے چکا چوند ہوئے۔

اور ساری شاعری ایک ساعت میں سمٹ آنے کے لئے ایک ساعت میں لکھی جانے لگی۔

اس بار اب عہد قدیم،عہدِ جدید کا مہمان بننے آ رہا ہے۔

دریائے راوی واپس اپنی جگہ قلعے اور بادشاہی مسجد کی دیواروں کو چھوتا گزرنے لگا ہے۔ پانی اورنگزیب عالمگیر کے عہد میں بنائے حوضوں میں بہہ آیا اور حوضوں نے فوارے جاری کر دیئے۔شاہی قلعے کا پھاٹک کھول دیا گیا اور گھوڑے اور ہاتھی، بگھیاں اور پالکیاں،اپنی اپنی سواریاں قلعے کے دروازے سے اندر لے جانے لگے۔

نقارہ بجایا جا رہا ہے......ادب ملاحظہ......ساعتِ نکاح......

دن نے اپنی روشنی کم نہ کی اور ادھر لاہور میں چار میناروں اور تین گنبدوں پر اَبرِ کرم سی نذر کی۔ سرخ گھونگھٹ سے ہوتی اس کی نظر سیاہ لکڑی کی جعفری کی جھری میں جڑی جھک جانے کے لیے تیار نہیں تھی۔ وہ دیکھ سکتی تھی کون اس کی طرف آ رہا ہے اور کسے ساتھ لا رہا ہے اور وہ دونوں کتنے لوگوں کی موجودگی میں کہاں موجود ہیں۔ اس کے لب وا نہ ہوئے لیکن اس کے محسوسات ترنم میں آواز بلند کرتے چلے گئے۔

پیش قدمت کو چِراگُل می کشم (میں تیرے قدموں سے پہلے رستے میں پھول بچھاؤں)

گل می کشم گل گلاب می کشم (پھول بچھاؤں، گلاب کے پھول بچھاؤں)

خاک قدمت پدی دِم وار راستم (تیرے قدموں کی خاک پر اپنا آپ وار دوں)

یارم......یارم......یارم...... (میرے دوست، میرے یار، میرے محبوب)

خوشی نے اپنے سارے پرانے معنی کھو دیئے اور وہ صرف ایک معنی پر بسرام ہو گئی 'عالیان' پر۔اس کے سفید لباس شلوار قمیص پر سلوٹیں تھیں۔ اس کے آگے پیچھے، دائیں بائیں، فانوس اور قندیلیں شانوں پر اٹھانے والوں کی فوج تھی نا باجے تاشے والوں کی، وہ بگھی سے اترا تھا نہ کسی تخت سے، پھر بھی کوئی اس کی برابری کا نہیں تھا۔اس کی خوبصورتی کی چکا چوند لحظہ بہ لحظہ بڑھتی جا رہی تھی اور اسے نظر بھر کر دیکھتے رہنا مشکل ہو رہا تھا......اسے......

وہ جو دولہا ہے......

عنبر بیز آب سا......

عشق میں قیام سا......

زبان فیض میں کلام سا......

طرب کے سازوں نے ملن کے گیتوں کو دعوتِ کلام دی اور نگینہ جڑے طاؤسی پَر ان گیتوں پر رقص کناں ہوئے۔

وہ آہستہ روی سے امام صاحب کے ساتھ چل رہا تھا لیکن اس کی عجلت پسندانہ چوری پکڑی جا سکتی تھی۔ وہ سنجیدہ اور خاموش تھا لیکن اس کے اندر برپا سماں جشن کا راز اس کی آنکھیں اگل رہی تھیں۔ گھونگھٹ کے پار امرحہ مسکرا دی۔ اسے صبح عالیان کا میسج آیا تھا۔ ''ماما کہتی ہیں اگر ہمارا نکاح بحکم خدا طے ہے تو بس یہ طے ہے اور اس سے آگے ہمیں کچھ نہیں سوچنا چاہئے۔ یہ سوچ شک ہو گی اور شک یقین کا دشمن ہوتا ہے۔''

''ہاں یہ نکاح طے تھا۔'' اس کی نظروں کے سامنے وہ سب گھومنے لگا جس میں سب ہونا ممکن تھا لیکن اس کا اور عالیان کا ایک ہونا نہیں۔ وہ دعائیں کرتی تھی اور خود ہی ان دعاؤں پر یقین کھو دیتی تھی۔ کیسا مشکل اور یقین سے خالی سفر کاٹا اس نے۔ پانی پر چلنے جیسا، بس ناممکن ہی۔

لیڈی مہر اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھیں اور وہ دیکھ سکتی تھیں کہ کیسے وہ اپنے ہونٹوں کے کنارے دانتوں میں دبا رہی ہے کہ اس کی مسکراہٹ نمایاں نہ ہو۔ اماں، دادی، دانیہ اسے کچھ ایسے دیکھ رہے تھے جیسے وہ ان کی کبھی تھی ہی نہیں۔ ہر لڑکی کی شادی پر اس کے گھر والے شاید ایسا ہی محسوس کرتے ہیں۔

نماز کی ادائیگی کے بعد اس نے آنکھوں میں کاجل لگا لیا تھا اور ہونٹوں پر لپ گلو اور گھونگھٹ نکال کر بیٹھ گئی تھی۔ این، سادھنا اور ویرا اسے شٹل کاک کی نشست گاہ میں بیٹھی دیکھ رہی تھیں۔ جب اس نے گھونگھٹ نکال لیا تو ویرا نے سوچا وہ آج سے پہلے کبھی اتنی خوبصورت نہیں لگی۔ اگر یہ سرخ رنگ کا کمال ہے تو اسے ہمیشہ یہی رنگ پہننا چاہئے اور اگر یہ متوقع رسم کے اثرات ہیں تو وہ کبھی ان اثرات سے نہ نکلے......وہ جو......

عروسِ مشرق ہے......

حسن میں طمطراق سی......

طلسم میں طلسم کشا سی......

گل پیراہن، گل رُوسی......

ویرا مبہوت اسے دیکھ رہی تھی، این اور سادھنا اسے کچھ کہہ رہی تھیں کہ امرحہ نے اشارے سے انہیں خاموش کروایا اور بتایا کہ امام صاحب آ رہے ہیں۔ اس نے عالیان کا نام نہیں لیا۔

امام صاحب جعفری کے پاس نیچے قالین پر بیٹھ گئے۔ عالیان بھی انہی کے ساتھ بیٹھ گیا اور باقی سب بھی۔ عالیان اور امرحہ جعفری کے اس اور اُس پار آمنے سامنے آ گئے۔ پل کے پل عالیان نے نظر اٹھا کر جعفری کے سوراخوں سے جھانکا اور اسے سرخ رنگ کی جھلک نظر آ گئی۔ اس وقت اسے امرحہ کو دیکھنے کی جلدی نہیں تھی......اسے امرحہ کو سننے کی بے چینی تھی...... اس مقام تک وہ اس کی رضامندی سے ہی پہنچا تھا لیکن اسے وہ خاص جملہ سننا تھا۔

مجھے یہ کہہ لینے دیں کہ وہ لمحہ آج پہنچا جس کی آمد کا صدیوں نے انتظار کیا اور سوال کی طلوع ہوتی نکھری نکھری ساعتوں نے ''جواب'' کو خوش آمدید کہا۔

امام صاحب نے نکاح پڑھانا شروع کیا......

جیسے سلامی کے لئے قطاریں باندھ لی گئیں......

اور شہزادیاں اور رانیاں، کنیزیں اور باندیاں اپنی اپنی سواریوں سے اترتیں اپنے لہنگے، پشوازیں، شرارے اور چولیاں اور لمبے انجھتے، زرتار رنگ برنگ دوپٹوں کو سنبھالتیں شیش محل کو جاتی سیڑھیوں پر قہقہے لگاتی، اٹکھیلیاں کرتیں گزرتیں اور محل کے جھروکوں میں جا کھڑی ہوئیں اور سر اٹھا اٹھا کر ادھر بادشاہی مسجد کی طرف دیکھنے لگیں۔ ان کے ہاتھوں میں فاختائیں ہیں اور ان کے پیروں کی پازیبیں سریلی شہنائیوں کی طرح بجتی ہی جاتی ہیں اور ان کے زیورات ان شہنائیوں پر جھومتے ہی

جاتے ہیں۔

امام صاحب نے بنیادی نکات کی ادائیگی کے بعد امرحہ سے پوچھا۔ ''قبول ہے؟''

من پسند سوال...... دل پسند تکرار...... گل گلزار...... گل گلزار......

قبولیت درویشانہ پاکیزگی لئے دو دلوں میں گل رنگ ہو جانے کو ہے۔

اور جائز ہونے کی بڑی اہمیت ہے اور اجازت نامے کا بلند رتبہ ہے...... بلند...... بلند تر!

مشکِ بید سے بچی اپنی پوشاک میں ملبوس مشکبار پری طویل مسافت طے کرتی اس مشک مشک بندھن میں بندھنے والوں پر مشکِ بید برسانے کے لئے اپنی سکھی سہیلیوں کو لئے آ چکی ہے اور انہوں نے مقامِ خدا پر احترام سے پرواز شروع کر دی ہے اور اپنی مشکِ بید سے بھری ٹوکریاں خالی کرنی شروع کر دی ہیں...... شروعات انہوں نے عالیان امرحہ سے کی ہے۔

عالیان نے پھر نظر اٹھا کر دیکھا اور جھری سے گھونگھٹ کے پار چشم سیاہ کو جا لیا جو ابھی بھی سیاہ تھیں لیکن روشنی کے خزانوں سے لبریز تھیں۔ وہ چشماں جنہوں نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا اور اسے ان داستانوں کی اور لئے جاتی تھیں جنہیں نسل در نسل بُنا گیا اور صدیوں بصد شوق سنا گیا۔ اس کے دل پر ایسی کیفیت طاری ہونے لگی جس کے بیان کے لئے مترجم بننا اس کے بس میں نہ تھا۔

امرحہ نے چاہا کہہ دے۔ ''عالیان مارگریٹ قبول ہے۔ بھوری آنکھوں والا لارڈ میسٹر، ہنسا دینے والا، رُلا دینے والا، دور کر دینے والا، پاس رہ جانے والا، جس سے بچھڑنا قسمت تھا اور جس کا ملنا طے۔

عالیان مسکرا دیا اور امرحہ بھی کیونکہ اس نے صاف آواز سے کہہ دیا اور اس نے صاف سماعت سے سن لیا۔

''قبول ہے۔''

یوں کہا کہ سب سن لیں......

فاختاؤں کو ہاتھوں سے چھوڑ دیا گیا جن کے پَرست رنگی رنگے تھے۔

''قبول ہے'' امرحہ کے بعد عالیان نے کہا۔

قلعے کی بلند دیواروں اور مچانوں سے رنگ بھرے تھالوں کو اچھال دیا گیا اور رنگ ہر رنگ میں فضا میں بکھرتے چلے گئے۔

''قبول ہے'' اس نے پھر کہا۔

''عروس البلاد'' میں دف بجائے جانے لگے۔

نٹ کھٹ کنیزیں اپنی جھلملاتی اوڑھنیاں لہراتیں تیزی سے قلعے میں بھاگتے جھروکے بدلنے لگیں اور اپنی شوخ آوازوں میں گانے لگیں۔

پیمانہ بدہ...... پیمانہ بدہ
پیمانہ بدہ کہ خمار استم
پیمانہ بدہ کہ خمار استم......

''قبول ہے''۔ وہ کہتے ہی رہنا چاہتا تھا کہ کوئی سماعت ایسی نہ رہ جائے جو اسے سن نہ سکی ہو۔ سب سن لیں...... سب جان لیں۔

اپنے دل پر اس نے ہاتھ رکھ لینا چاہا تا کہ وہ اس آواز کو کچھ دبا سکے جو بلند بانگ حالِ دل بیان کر رہی تھی اور ساری دنیا اس پر جھک آئی تھی کہ اچھا تو جناب کا یہ حال ہے۔

اور دو مسکراہٹیں دونوں کو پیش کر دی گئیں جو ''روزِ عقد'' ہی ہونٹوں پر کھل سکتی ہیں۔ دونوں اس مسکراہٹ کے حق دار

ٹھہرے اور انہوں نے جانا کہ خوشیوں کے اب تک جتنے مطلب انہوں نے جانے تھے وہ کتنے چھوٹے اور معمولی تھے۔ مسرت اپنے سبھی معنوں اور رازوں کو لئے اب اُن پر آشکار ہو رہی ہے اور وہ ایسی مسرت کے شکر گزار ہیں۔

نکاح.....محبت کی معراج ہے ورنہ سب دھواں ہے جس کا کہیں قیام نہیں۔

نکاح.....سب سے پاک اور پسندیدہ روایت۔

نکاح.....دو دلوں کی فضیلت۔

امام صاحب نے خطبہ نکاح دیا اور پھر دعا کرنے لگے۔ وہ سب واپس منبر امام کے پاس آ کر بیٹھ گئے تھے۔ سب نمازی دعا میں شریک تھے اور بلند آواز سے آمین کہتے جاتے تھے اور فرشتے بھی ابدی محبت کی دعاؤں کے تحائف دیتے "آمین" کہنے میں شریک ہیں۔

پھر امام صاحب نے اٹھ کر عالیان کو گلے سے لگایا اور مبارکباد دی۔

اور اپنے رنگیلے پروں کو راوی کے شفاف پانی میں منعکس کرتیں اَن گنت فاختائیں چھما چھم اُڑانیں بھرتیں قلعے سے مسجد کے صحن سے اُڑ اُڑ جانے لگیں۔ پھر دادا نے اور باقی سب نے اسے گلے سے لگا کر مبارکباد دی پھر ایک ایک کر کے نمازی بھی اٹھ اٹھ کر آنے لگے اور اس کے گلے سے لگتے اپنے اپنے الفاظ میں مبارکباد دینے لگے۔ عالیان کو لگا ساری دنیا نے اس کے نکاح میں شرکت کی ہے اور اب ساری دنیا ہی جشن مناتی ہے.....نکاح کے اس الوہی پن نے اس کا دل موہ لیا۔

حماد اور علی وہ مٹھائی سب میں تقسیم کرنے لگے جو ڈھیروں ڈھیر لیڈی مہر نے منگوائی تھی اور پھر عالیان خود بھی وہ مٹھائی تقسیم کرنے لگا۔ اس نے ڈھیروں مبارکبادیں وصول کیں اور بچوں کے گالوں پر جھک جھک کر پیار کیا۔

"آپ دولہا ہیں؟" ایک بچے نے اس سے مٹھائی لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں دولہا ہوں۔" اس نے بڑی خوشدلی سے کہا بلکہ اس نے چاہا کہ اس سے بار بار پوچھا جائے کہ "کیا تم دولہا ہو؟" اور وہ بار بار کہے "ہاں.....ہاں.....میں دولہا ہوں۔"

دادا نے امرحہ کو کتنی ہی دیر سینے سے لگائے رکھا۔ "میں نے اپنا فرض ادا کر دیا.....مجھ سے زیادہ خوش آج اس دنیا میں کوئی نہیں۔"

"میں کبھی آپ کا شکریہ ادا نہیں کر سکوں گی دادا!" بہت مشکل سے وہ بس یہی کہہ پائی، جذبات کی شدت سے اس سے کلام مشکل تھا۔

مسجد خالی ہونے لگی۔

عالیان نے Anselm ہال میں مشترکہ مبارکبادی شور بہرہ ہوئے بغیر سن لیا اور کارل اور سائی سے کتنی ہی دیر بات کرتا رہا۔

"دیکھ لو دولہا نہیں بھاگا۔" وہ مورگن سے کہہ رہا تھا۔

مورگن دل کھول کر ہنسی۔ "تم لاہور میں ہو نا اس لیے، روس ہوتے تو بھاگتے۔"

ایک سایہ سا عالیان کے چہرے پر لہرایا۔ ابھی کچھ دیر پہلے اس کی ویرا سے بھی کافی لمبی بات ہوئی تھی اور وہ اس کے ساتھ کافی لمبا چوڑا مذاق کرتی رہی تھی۔ عالیان نے گہرا سانس لیا۔ یہ پھانس شاید ہمیشہ اس کے دل میں رہنے والی تھی کہ اس نے پیارے دلوں میں سے ایک پیارے دل کی مالکہ لڑکی کو ہاں کہہ کر کیسے اسے واپس موڑ دیا تھا۔ امرحہ کی صورت وہ فائدے میں رہا تھا لیکن اس پیاری لڑکی کا نقصان کر کے۔ اعلیٰ ظرفی میں وہ کبھی ویرا سے آگے بازی نہیں لے جا سکے گا۔

مورگن اور شارلٹ سے لمبی بات کرنے اور انہیں مسجد دکھانے کے بعد وہ لیڈی مہر کے پاس آیا۔ ان کا ہاتھ پکڑ کر چوما اور ان کی گیلی آنکھوں کو صاف کیا۔

''آپ شارلٹ، مورگن کی شادیوں پر بھی رو رہی تھیں اور میری بھی...... پر میں تو رخصت ہو کر کہیں نہیں جا رہا۔''
لیڈی مہر ہنس دیں۔ ''خدا نے میری دعائیں قبول کیں۔''
''میری بھی ماما۔'' وہ بھی مسکرا دیا۔
ان سب نے مشترکہ تصویریں بنوائیں، پھر عالیان ماما مہر کو گاڑی تک چھوڑ آیا اور وہ سب چلے گئے۔ اس نے دادا سے اجازت لے لی تھی امرحہ کے ساتھ کچھ دیر وہیں رہنے کی۔

O......❖......O

تو امر پریم کا جو لاڈ کا نام ہے وہ ''امرحہ عالیان'' ہے۔
عالیان نے اس کا وہ ہاتھ تھام لیا جس میں ماما کی انگوٹھی تھی۔ امرحہ نے دوپٹہ لپیٹ رکھا تھا اور سر سے وہ ذرا پیشانی سے نیچے تک جھکا تھا اور جھومر اور کانوں کے بُندے کناروں سے ایسے جھانک رہے تھے جیسے چوری چھپے عالیان کو دیکھ رہے ہوں۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ اسے اس محرابی لمبے برآمدے میں لے آیا جس کے اس طرف سے کبھی راوی بہتا نظر آتا تھا اور جس کی ٹھنڈی ہوا سجدوں اور دعاؤں کی گواہ بنی تھی۔ دونوں ساتھ ساتھ کھڑے ہو گئے۔ امرحہ نے خود پر وہ جاپانی ریشمی پارچہ لپٹتے پایا جو این کے مطابق جاپانی دلہن کے لباس کے ساتھ لپیٹ دیا جاتا ہے جس میں ہر رنگ کا ٹکڑا ہوتا ہے اور جس پر ''Anata No iro Ni'' لکھا ہوتا ہے۔
عالیان نے ذرا سا غور کیا کہ سرخ عکس تلے اس کی آنکھیں عجیب افراتفری کا شکار سی ہیں۔ وہ دنگ سا رہ گیا کہ جنہوں نے افراتفری مچا دی اب وہ خود اس میں مبتلا ہیں۔ خود فراموشی کی حالت میں وہ وقت کو پیچھے چھوڑتا چلا گیا اور نیل کے پانیوں جنھیں آبی پرندے سلام کرتے جاتے ہیں کو اس کی آنکھوں میں ہلکورے کھاتے دیکھا۔
''من عاشق چشم مست یارا ستم'' (میں یار کی مست آنکھوں کا عاشق ہوں)
واپسی میں اسے کچھ وقت لگا۔
''امرحہ...... مجھے عالیان کہتے ہیں۔'' خود سے پہلے اسے وہ یاد آئی، وہ، اس کا نام......
''مجھے زوجہ عالیان کہتے ہیں۔'' اس کا بھی وہی حال تھا۔
دونوں چاندی کے آبخوروں میں موجود زعفران ملے دودھ میں عکس مہتاب ہو گئے اور حبس زدہ اندھیرے کی لپیٹ میں لپٹا مقفل دروازہ نیل کے روشن کناروں کی طرف کھلتا چلا گیا جہاں رُوپہلی کرنیں سفید روشنائی سے سرخ گلاب بنانے میں مگن تھیں۔
سرخ گلابوں سے سجے کناروں پر انہوں نے اپنے قدم رکھے اور اپنے سفر کا آغاز کر دیا۔
''کیسی حیرت انگیز بات ہے امرحہ کہ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ایک لڑکی جو اس شہر کی ہو گی وہ میری جان اپنی مٹھی میں لئے ہو گی۔''
''مجھے اس میں شک ہے۔''
''کس میں؟''
''کہ تمہاری جان میں اپنی مٹھی میں رکھتی ہوں، یہ اختیار تو تم رکھتے ہو۔''
وہ ہنس دیا۔ ''یہ کیا ہے؟'' اس نے انگلی سے جھومر کو چھو کر پوچھا۔
''یہ تم پر بہت اچھا لگ رہا ہے۔''
''کتنا اچھا؟''
''اتنا اچھا کہ میں چاہتا ہوں تم اسے ہر وقت ایسے ہی لگایا کرو۔''

امرحہ من چاہی ہنسی ہنس دی۔ ''یہ ہر وقت نہیں لگایا جاسکتا۔''

''پھر بھی میں یہی کہوں گا کہ اسے ہر وقت لگایا جائے۔''

امرحہ کے جسم میں ہلکا سا ارتعاش تھا اور عالیان یہ محسوس کر سکتا تھا وہ زیر لب ہنس دیا اور امرحہ نے اس کی مسکراہٹ کو بڑا محبوب پایا۔ جس محبت نے اس کے دل پر قبضہ کر لیا تھا وہ اب اس کے نام کر دی گئی تھی۔ ملکیت کا یہ احساس ہر بلند احساس پر حاوی تھا۔

عالیان نے سوچا جسے چھپ کر دیکھتے رہنا تھا وہ مقابل آ گیا ہے اور کون ہے جو اسے اس سے دور لے جاسکے۔

''میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں امرحہ!''

''میں تم سے وہ سننا چاہتی ہوں۔''

''میں تم پر مرمٹا تھا اور مجھے اپنا یہ مرمٹنا بہت عزیز ہے۔'' دل پسند وقفے کے بعد دل پسند انداز کو اپنا کر [illegible] نے کہا۔

امرحہ دیر تک ہنستی رہی۔

''اور میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ میں ناراض ہو جایا کروں گا لیکن ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ میں تمہیں ناپسند کرنے لگوں۔ میں تم سے لڑوں گا لیکن تمہیں دور نہیں کروں گا۔ میں فاصلہ رکھ لوں گا لیکن تمہیں چھوڑ کر نہیں جاسکوں گا۔ اگر میں معاملات کو بگاڑوں گا تو انہیں ٹھیک کرنے کی کوشش بھی کروں گا۔ میری کچھ باتیں تمہیں تکلیف دے سکتی ہیں لیکن ایسا نہیں ہوگا کہ میں ارادتاً تمہیں تکلیف دوں۔ ''میں عالیان صرف تمہارا'' ہونے کا حق کبھی تم سے نہیں چھین سکوں گا۔ دنیا میں شاید ہی کوئی مکمل زندگی گزارتا ہو اور ہم بھی انہی میں شامل ہوں گے لیکن ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ میں ہماری زندگی کو مکمل کرنے کی کوشش نہ کروں۔'' وہ رکا کہ اب وہ بولنا نہیں سننا چاہتا ہے۔

''پیغامات جو تم نے میرے لئے لکھے تھے، کیا تم ان میں سے کوئی ایک مجھے اس وقت سنا سکتی ہو؟''

امرحہ نے اسے دیکھا۔ ''یعنی یہ اب چاہتا ہے اسے بھی کچھ سنایا جائے لیکن ایسا بھی کیا ضروری ہے...... ہے نا؟''

''مجھے کچھ یاد نہیں۔'' وہ ایسے ہوگئی جیسے اسے تو اپنا نام بھی یاد نہیں۔

سچ سچ سندری امرحہ۔

''اپنی یادداشت کھنگالو'' وہ یک دم ہی دلگرفتہ سا ہوگیا۔

''کیسے...... میرے سر پر زخم آئے ہیں۔''

''تمہارے زخم تقریباً ٹھیک ہو چکے ہیں۔''

''پھر بھی ان زخموں نے میری یادداشت پر گہرے اثرات مرتب کئے اور میں تمہارے علاوہ سب بھول گئی۔ یہ بھی کہ یہ زخم مجھے کیسے آئے۔ مجھے یہ نظر نہیں آیا کہ میں مرنے جارہی ہوں۔ مجھے صرف یہ نظر آیا کہ میں تم سے دور جارہی ہوں۔ مجھے یہ خوف نہیں ہوا کہ میں کس تکلیف سے گزرنے والی ہوں۔ مجھے یہ فکر لاحق رہی کہ تم کسی تکلیف سے نہ گزرو۔ ایک عرصہ ہوا میں نے دنیا کو دیکھنا چھوڑ دیا کیونکہ ایک عرصہ ہوا میں نے تمہارے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا۔ بہت پرانی بات ہوئی اب یہ کہ میں کیا کیا بھول سکتی ہوں لیکن صرف ایک ''تمہیں'' نہیں۔ تم میرے ہر معنی کی لغت ہو۔ میں ہر معنی تم سے کھوجتی ہوں۔ مجھے اس سے سروکار نہیں کہ دنیا کن شاہکاروں سے بھری پڑی ہے، میں صرف اس پر شکر گزار ہوں کہ مجھے کس سے نوازا گیا۔ ''تم سے'' میرے پیغامات اب تمہیں تاعمر پڑھتے رہنا ہے اور انہیں یاد بھی رکھنا ہوگا۔ ان میں سے ایک پر لکھا ہے ''Anata no iro ni''۔ آخری بات کہہ کر وہ اپنی مسکراہٹ میں بے مثال ہوگئی۔

''یہ جاپانی ہے نا؟ یہ کوئی قدیم مصری زبان ہی کیوں نہ ہوتی اس سے فرق نہیں پڑنا تھا۔ ترجمہ کرنے والا اس کے ساتھ موجود تھا۔

''ہاں۔'' وہ ترجمہ کرنے کے موڈ میں نظر نہیں آتی تھی۔

''اس کا مطلب کیا ہے؟''

''تم بتاؤ؟'' امرحہ کے لئے تالیاں۔

''تم نے لکھا ہے تم بتاؤ'' عالیان کے لئے تسلیاں۔

''تم بوجھ کے دکھاؤ۔''

''عالیان دنیا میں سب سے پیارا ہے۔''

''ہاہا...... نہیں......''

''کیا میں پیارا نہیں ہوں؟'' اسے لگا اسے کوئی صدمہ ملنے والا ہے۔ اتنی جلدی، ابھی تو اس کی شادی ہوئی ہے۔

''نہیں...... مطلب اس کا مطلب یہ نہیں ہے......''

''یعنی میں بہت پیارا ہوں؟'' اسے اسی کی فکر لگی تھی۔

''اس بارے میں سوچنا پڑے گا۔'' اس نے قہقہہ لگایا۔

''اچھا پھر اس کا مطلب ہوگا...... بہاریں عالیان کے دم سے ہیں۔''

''تم کتنے خوش فہم ہو عالیان! چچ چچ۔''

''میں ایسی خوش فہمیاں پالتا رہوں گا۔ مجھے ایسی خوش فہمی عزیز ہے۔''

آفتاب کی تابنا کی نیل کے پانیوں میں اٹکھیلیاں کرنے میں محو ہے اور آبی پرندے پھڑ پھڑاتے پروں کے ساتھ ہر فکر سے آزاد ہیں۔ آگے ہی آگے بڑھتے وہ دونوں نئی منازل طے کر رہے ہیں اور ان کی آوازیں اپنی موجودگی کا احساس دُور وادیوں میں بجتے رباب کی بے خودلے کی طرح دلا رہی ہیں۔

''عالیان کے ساتھ پر میں شکر گزار ہوں۔'' عالیان تھکنے کے لئے تیار نہیں تھا۔

''ناں۔''

اس ناں پر اس نے اس کے سر پر ہلکی سی ہاتھ سے ضرب لگائی۔ ''آئی یادداشت واپس؟''

امرحہ ایسے کھلکھلائی جیسے واقعی یادداشت آ ہی گئی۔

''میں خود کو تمہارے رنگوں سے سجاتی ہوں۔'' رباب کی لے دیر تک وادیوں میں گونجتی رہی اور اس گونج پر وہ پھر سے مر مٹا۔

مشکِ آہو نے نیل کی وسعتوں کو پاٹا اور زقند بھرتا ہرنی کے سامنے آ کھڑا ہوا اور پھر دونوں ان دونوں کے گرد چوکڑیاں بھرنے لگے اور پھر آمنے سامنے کھڑے ہو گئے اور اصفہان کے قالین باف نے زرِ احمر کے تاروں سے انہیں شاہکار میں بدل دیا اور ان میں ایک گہرے گپت راز کو نقش کر دیا جو ان کی رُونمائی تک راز ہی رہنے والا ہے۔

O......❖......O

باب

ائیر پورٹ صرف سادھنا ہی آئی تھی۔ عالیان کو حیرت ہوئی کوئی بھی نہیں آیا۔ جاب پر جانا اتنا ہی ضروری تھا سب کا۔
جب وہ گھر آئے تو عالیان مسکرا دیا۔ شٹل کاک کی سامنے کی دیوار پر چھوٹی بڑی رنگ برنگی پرچیاں جگہ جگہ چپکی تھیں اور ان پر نوٹ لکھے تھے۔ دونوں مل کر نوٹ پڑھنے لگے اور ذرا غور نہ کیا کہ سادھنا لیڈی مہر کو لے کر کچن ڈور سے اندر چلی گئی ہے۔
کچھ پر جوکس لکھے تھے، کچھ پر دونوں پر مزاحیہ فقرے چست کیے گئے تھے۔ کچھ میں صرف امرحہ کو مخاطب کیا گیا تھا کچھ میں صرف عالیان کو جیسے کہ عالیان کے لیے چند نوٹس پر یہ لکھا تھا۔ ”بے چاروں کے گروپ میں شمولیت مبارک ہو عالیان۔“
”دنیا میں ہر کام ممکن ہے شوہر بن کر واپس ”انسان“ بن جانا ممکن نہیں۔“
”دنیا میں ایک ہی مظلوم قوم ہے جو خود پر ہوئے ظلموں کے خلاف آواز بلند نہیں کر سکتی۔ ”شوہروں کی قوم“ آواز کی اس فوتگی کے لیے نیک تمنائیں۔“
امرحہ کے لیے ایک نوٹ پر لکھا تھا۔ ”ہمارے پاس اب دو آپشن ہیں ”مانچسٹر سے نکل جائیں یا مانچسٹر میں رہ کر امرحہ کو بھگت لیں“ ہم سب کا مشترکہ خیال ہے صرف پہلا آپشن ہی قابل قبول ہے۔“
کافی دیر تک ہنستے رہنے کے بعد دونوں اندر کی طرف لپکے۔ دروازے پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ وہ ایسے کھل گیا جیسے اندر سے دھکا دیا گیا تھا۔
گولف بالز...... پاپ کارن ببلز، کلر بالز کے تینوں ڈھیر نے دونوں کو کسی سونامی طوفان کی وزنی اور طاقتور لہر کی طرح آ لیا اور وہ اس میں دب گئے اور اسی میں دبے رہے اور ان کے ہاتھوں پیروں، منہ، سر اور نہ جانے کہاں کہاں کلر بالز مختلف رنگوں میں اپنے نقش چھوڑ گئیں۔ مطلب انہیں جوکر بنا گئیں۔ دونوں نے اس ڈھیر میں سے سر نکالا۔
اور ایک دم سے شٹل کاک کے اوپر نیچے کے کونے کھدروں سے ایک فوج نکل کر نمودار ہوئی اور یک زبان چلائی۔
”سرپرائز۔“
”کیسا اچھا سرپرائز تھا نا......؟“
کارل، ویرا، سائی سب آگے کھڑے تھے۔
”اٹس شو ٹائم۔“ کارل نے انگلی اٹھا کر کہا اور ون، ٹو، تھری کے بعد گلے میں جھولتے گٹار پر اس شدت سے ہاتھ مارا کہ امرحہ نے اپنا سر دوبارہ ڈھیر میں دے لیا کہ مبادا وہ بہری ہی نہ ہو جائے۔
عالیان نے خود کو اور امرحہ کو اٹھانے کی کوشش کی لیکن گردن تک دھنسے ہونے کی وجہ سے وہ ایسا کرتے بار بار گولف بالز سے پھسل کر گر جاتا۔ تھک کر وہ وہیں بیٹھا رہا اور کارل، ویرا اور سائی کا شو دیکھنے لگا جو کسی راک سٹار کی بھدی اور خوفناک نقل

اتار رہے تھے اور شادی کے سائیڈ ایفیکٹ سے لبالب ہوئے گانے کو ہل جل کر اور اچھل اچھل کر گا رہے تھے اور پیچھے شاید پوری یونی جو آ موجود ہوئی تھی ہل ہل کر اُن کا ساتھ دے رہی تھی۔ ان سب کے دانت نیلے، پیلے، رنگوں سے رنگے ہوئے تھے اور جب وہ گانے کے لئے منہ کھولتے تو بہت دلکش منظر پیش کرتے۔ سائی نے آگے بڑھ کر عالیان کے سر پر کاغذ کی ٹوپی رکھ دی جس پر لکھا تھا ''Mr Right'' اور پھر امرحہ کے سر پر رکھی جس پر لکھا تھا ''Mrs Always Right''۔

گانا گاتے وہ آگے ہی آگے ان کی طرف بڑھتے آئے اور غول کی صورت ان کے اوپر جھک گئے جیسے زمین سے نکلے ڈائناسار کے جوڑے کو ملاحظہ کر رہے ہوں اور پھر نیلے، پیلے دانتوں والے منہ کھول کر یک زبان چلائے ''Congraulation''۔

امرحہ نے سوچا کیسے شریف لوگ ہیں کیسے پیار سے مبارکباد دے رہے ہیں۔

شریف لوگوں میں سے ایک نے اسے ایک گفٹ دیا جو بعدازاں امرحہ نے اپنے کمرے میں بہت شوق سے کھولا اور ایک پنچ نکل کر اس کی ناک پر بڑے زور سے لگا۔ اس نے کتنی بار تو اس گفٹ کو فلموں اور ٹی وی میں دیکھا تھا۔ اتنا عام ہونے کے باوجود وہ پنچ بہت خاص انداز سے اس کی ناک سوجھا گیا۔ دنیا بھر میں اس گفٹ کو کھولنے والے اس سے برآمد ہونے والے ''گھونسے'' سے انجان ہی ہوتے ہیں۔

اندر ایک نوٹ رکھا تھا لکھا تھا۔ ''میری طرف سے پہلا تحفہ، یہ یاد دلانے کے لئے کہ میں بدلنے والا نہیں ہوں۔''

ہاں وہ کیسے بھول سکتی ہے کہ وہ بدلنے والا نہیں ہے۔

ایک تحفہ عالیان بھی کارل کے لئے لایا تھا، لاہور کی سیر کرتے وہ اتفاق سے ایک ایسی دُکان کے سامنے سے گزرا جہاں خالص دیسی اور روایتی سامان رکھا تھا۔ اس خالص سامان میں سے عالیان نے کارل کے لئے کیا لیا...... ''حقہ''...... جی...... اس نے دُکاندار سے حقے کو استعمال کرنے کا طریقہ معلوم کیا اور خرید کر لے آیا۔

''تم سگریٹ بہت پیتے ہو نا...... یہ ڈیڈ ہے سگریٹ کا۔''

''صرف ڈیڈ ہی اٹھا لائے...... مام...... گرینڈ مام...... گرینڈ پا نہیں لائے؟''

''نہیں وہ اگلی بار جاؤں گا تو لاؤں گا۔''

''میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری زبان نے چلنے میں کافی رفتار پکڑ لی ہے۔''

''اچھا...... سنا ہے کہ تم ایما کے گھر کوئی کارروائی کرنے گئے تھے اور اس کے کتے سے جا ملے، جس رفتار سے تم بھاگے، دیکھنے والوں نے اس رفتار کی داد دی۔''

سائی جو ان دونوں کے قریب ہی بیٹھا تھا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''میرا خیال ہے تم یہ سمجھ ہی چکے ہو اب کہ جانور تمہارے دھوکے میں آنے والے نہیں اور وہ تم سے ڈرنے والے بھی نہیں۔''

کارل نے اچھل کر سائی کی گردن دبوچ لی۔ ''سائی پوری یونی میں ایک تمہیں میں نے بچہ سمجھ کر چھوڑا ہوا تھا۔ تم نے ثابت کر دیا تم بڑے ہو گئے ہو اب......''

سائی ہنسنے لگا۔ ''خدا کے لئے مجھے تنگ کرو...... میں تم سب کا باپ بنے رہنے سے تنگ آ چکا ہوں۔''

''فکر نہ کرو، میں مستقل تمہارا باپ بنا رہ سکتا ہوں۔'' باپ کارل نے بچے سائی کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر سر سے بلند کر دیا۔ سائی چیخیں مارنے لگا۔ عالیان سائی کی مدد کو لپکا۔ عالیان کو انہیں ڈنر کروانے لے جانا تھا اور عالیان جانتا تھا خاص طور پر کارل اس کی جیب پر کس قدر بھاری پڑنے والا ہے۔

دوسری طرف امرحہ، ویرا، سادھنا، این کو ڈنر کے لئے لے جا چکی تھی۔

زندگی اس معمول پر آنے لگی جس سے وہ ہٹی ہوئی تھی۔
عالیان صبح اسے شٹل کاک سے اپنی سائیکل پر بٹھالیتا، کبھی وہ ویرا کے ساتھ سائیکل پر ہوتی کبھی وہ تین یا چار اپنی اپنی سائیکلوں پر ہوتے۔ جب وہ عالیان کی سائیکل کے پیچھے ہوتی تو وہ اسے ایک لمبے چکر کے بعد یونی اتارتا۔ اور کارل انہیں دیکھ لیتا تو ان کی سائیکل سے اپنی سائیکل ٹکراتا، انہیں گراتا، ہاتھ لہراتا آگے نکل جاتا۔ اس کا ماننا تھا کہ امرحہ نے برازیلا میں ایسی بہادری کا مظاہرہ کیا اور ایسے زخم کھائے کہ اب یہ چھوٹے موٹے زخم اس کے لئے کوئی معنی ہی نہیں رکھتے اور ایسے چھوٹے موٹے زخم اسے اکثر لگ بھی جائیں تو کیا فرق پڑتا ہے۔
رات کو جاب سے واپسی کے بعد اور اپنے ہال جانے سے پہلے وہ اس کے کمرے کی کھڑکی تک آتا اور کچھ دیر ٹھہر کر چلا جاتا۔ وہ سیٹی پر نئی نئی دھنیں بجانے لگا تھا اور بہارانہ چمک نے مستقل اس کی آنکھوں میں بسیرا کر لیا تھا۔ اب وہ سائیکل کو گول دائروں میں گھماتا تھا اور اس دائرے کے اندر امرحہ کو کھڑا کر لیتا تھا۔ اب اس کی ضرورت نہیں رہی تھی کہ وہ یونی میں اس کے پیچھے پیچھے رہے کیونکہ اب وہ اس کے ساتھ رہتا تھا اور اب یہ سوال کہ کلاس کے بعد وہ کہاں مل سکتا ہے کا جواب۔ "امرحہ کے ساتھ" بھی پرانا سا ہو چکا تھا۔
عالیان نے اپنے سارے گمشدہ احساسات پا لئے اور اس نے بڑے جامع انداز سے خود کو اکٹھا کر لیا۔ ولید البشر نے ایک اور بار پھر کوشش کی تھی اسے اپنے کام لانے کی اور اس بار اس نے بھڑ کے بناء بہت آرام سے اس کے ذہن میں یہ نشین کر دیا کہ ایسا ہونا ممکن نہیں۔
ماما مارگریٹ کی ساری ڈائریاں اس نے امرحہ کو دے دیں کہ وہ انہیں پڑھ لے اور جان لے کہ اس کی ماں کیسی خاتون تھیں۔
وہ کیسی خاتون تھیں یہ جاننے کے لئے امرحہ کو ڈائری پڑھنے کی ضرورت بلاشبہ نہیں تھی، عالیان کی ذات میں ان کی شخصیت بہت اچھے سے نمایاں ہو جاتی تھی لیکن اس نے یہ ڈائریاں اس نظر سے ضرور پڑھیں، جس نظر سے عالیان پڑھتا رہا ہو گا۔
مانچسٹر کی سڑکوں پر چہل قدمی کرتے، بارش کی پھوار سے خود کو بھگوتے اور کسی گمنام ریسٹورنٹ کے اکیلے پُرسکون گوشے میں بیٹھ کر کافی یا سوپ پیتے وہ اسے اپنے بچپن کی باتیں سناتا۔ وہ اسے بتاتا کہ اس کی ماں دیکھنے میں کیسی تھی اور جب بھی وہ مسکرا دیتی تھیں تو اپنے حسن کو کیسے مکمل کرتی تھیں۔ وہ ان رنگوں اور ملبوسات بارے بھی بات کرتا جو مارگریٹ پہنا کرتی تھی اور اسے وہ سب جملے ٹھیک ٹھیک یاد تھے جو ماما مارگریٹ اسے گود میں بٹھائے اس کے کانوں میں کہا کرتی تھیں۔ ان سب باتوں کو کرتے وہ کم ہی افسردہ ہوا کرتا تھا۔ کیونکہ وہ محسوس کرتا تھا کہ وہ پُرسکون ہوتا جا رہا ہے۔ جس بے چینی نے اس کے اندر اپنے پنجے گاڑ دیئے تھے وہ نشان اب مٹنے لگے ہیں۔ ٹھیک ہے کہ آج بھی وہ کافی بنا کر اسے کچن میں ہی بھول آتا ہے یہ سوچتے سوچتے کہ امرحہ اس وقت کیا کر رہی ہو گی۔ وہ اسے فون کرتا ہے۔ اس سے بات کرتا ہے۔ فون بند ہوتے ہی وہ پھر سوچنے لگتا ہے کہ "اب امرحہ کیا کر رہی ہو گی۔"
اور کبھی کبھی وہ ہال میں اپنے کمرے میں سوتے ہوئے گھبرا کر اٹھ بیٹھتا ہے۔ اس پر وہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے جو برازیلا اسٹیڈیم کے باہر ہوئی تھی۔ وہ صرف فون ہی نہیں کرنا چاہتا وہ سائیکل بھگاتا شٹل کاک آتا ہے اور امرحہ کے کمرے کے دروازے میں کھڑے ہو کر اسے سکون سے سوتا دیکھ کر چلا جاتا ہے۔
وہ اس کے ساتھ نئے نئے کھیل کھیلتا ہے۔
"تمہارے پاس ایک منٹ ہے تم کہیں بھی جا کر چھپ جاؤ۔ پھر ایک منٹ بعد تم ٹائم نوٹ کرنا کہ میں نے تمہیں کتنی دیر میں ڈھونڈ نکالا۔"

وہ دونوں ہفتے کی شام ایک پُل پر کھڑے تھے، ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ آس پاس کافی رش تھا اور وہ اسے چھپ جانے کے لئے کہہ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے سر ہلایا۔

عالیان نے اپنا رخ اس سے موڑ لیا، ایک منٹ گزرا تو وہ اسے ڈھونڈنے کے لئے نکلا اور جیسے کے اس میں امرحہ نامی رڈار فکس تھا اس نے ٹھیک ڈیڑھ منٹ کے اندر اندر آئسکریم کھاتے انکل آنٹی کی آڑ میں چھپ کر چلتی امرحہ کو جالیا اور انگلی اٹھا کر کہا۔ "فریز۔"

"اب تمہاری باری۔" امرحہ نے مسکرا کر کہا اور رخ موڑ لیا اور ایک منٹ گزرا وہ ذرا سا آگے ہوئی اور ٹھوکر کھا کر گر گئی۔ پندرہ سیکنڈز کے اندر اندر اس نے عالیان کو ڈھونڈ نکالا کیونکہ عالیان خود بھاگتا ہوا اس کے پاس آ گیا۔ وہ سڑک پر گری قہقہے لگا رہی تھی۔

"کتنی بڑی ڈرامے باز ہو تم...... چلو پھر سے کرو۔" وہ ساری بات سمجھ گیا۔

"میں پھر گر جاؤں گی، تم پھر سے آؤ گے۔ اگر یہ ڈرامہ سو بار ہو گا تو تم سو بار اس جال میں آؤ گے۔ تمہیں ہر بار یہی لگے گا "وہ اس بار یہ سچ میں گر گئی۔" ہر بار تم اس جھوٹ میں آؤ گے۔ تم رہ ہی نہیں سکتے۔" امرحہ کے قہقہے بلند سے بلند ہوتے جا رہے تھے۔

عالیان نے غور سے امرحہ کو دیکھا۔ "تو تم نے کارل سے کلاسز لینی شروع کر دیں؟"

"میں گئی تھی اس کے پاس اس نے کہا ایڈمیشن بند ہو چکے۔" وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی۔

"اس نے ایڈمیشن بند ہونے کا کہا تھا یا تم انٹری ٹیسٹ میں فیل ہو گئی؟" عالیان نے جاندار قہقہہ لگایا۔ امرحہ بھی ہنسنے لگی

عالیان نے چھپ جانے اور ڈھونڈ نکالنے کے اس کھیل کو کسی اور دن کے لئے اٹھا رکھا اب وہ اسے اس خواب بارے بتانے لگا تھا جس میں پھولوں سے سجی کشتی ان دونوں کو بٹھائے پانی پر رواں تھی اور اس نے سوچ لیا ہے وہ اس خواب کو حقیقت میں بدلنے کا وعدہ بھی اس سے کر لے گا۔

○......❖......○

لیڈی مہر چند دن مورگن کے پاس جا کر رہ آئی تھیں۔ وہ نانی بن گئی تھیں اور انہیں یہ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ خدا کی کس کس نعمت اور کس کس رحمت کا شکریہ ادا کریں۔

"خدا نے مجھے کیسے اور کتنا نواز دیا ہے۔" وہ تشکر سے کہتی جاتیں۔

انسان دوست انسانوں کو خدا نوازتا ہی رہتا ہے اور وہ کبھی دکھی نہیں ہوتے کیونکہ وہ دوسروں کے دکھوں کو سکھوں میں بدلنے میں لگے رہتے ہیں۔ وہ جو دل میں کوئی تعصب رکھتے ہیں نہ نظر میں حسد...... یہ لوگ جو دنیا میں کم ہی ہوتے ہیں اگر نہ ہوں تو زمین بے آباد اور بنجر ہونے میں وقت نہ لے۔

ویرا کا بھائی ایلکسی چند دنوں کے لئے مانچسٹر آیا اور ایک کار میں ٹھنس کر انہوں نے اسے مانچسٹر اور لندن گھمایا۔ بے چارا سائی، کارل، عالیان کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھے پچک پچک کر چنا منا سا ہو کر واپس گیا۔ ویرا کار چلاتی، لہراتی رہی اور امرحہ پوری قوت سے چلاتی رہی۔

جاتے وقت وہ ویرا کے گوش گزار ایک بیان جاری کر گیا۔

"اگر تم ان سب کو روس لانے کا ارادہ رکھتی ہو تو میں پہلے ہی بتا دوں روس کے ٹکڑے ہونے کے بعد یہ دوسرا سانحہ ہو گا جو روس پر گزرے گا۔"

روس پر کیسا ہی بڑا سانحہ گزرتا، ان سب کو وہاں جانے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔ ڈگری کے بعد اور عالیان امرحہ کی باقاعدہ شادی کے بعد انہیں وہیں جانا تھا۔

اس دوران ایک بار امرحہ نے بھی پہاڑ پر رسے سے چڑھنے کی کوشش کی اور وہ ویرا سے اسکیٹنگ بھی سیکھ رہی تھی یعنی وہ دن بھی دور نہیں تھا جب مانچسٹر کی سڑکوں پر ایک کالے اور ایک بھورے بالوں والی لڑکی ریس لگاتی نظر آئیں گی اور اس بار بھی رشین لڑکی خود کو ہرا دے گی تا کہ پہلی بار ریس لگانے والی لڑکی مقابلے سے بددل نہ ہو جائے اور وہ ہمت نہ ہار دے اور روس کی خبر چلتے وہ ٹی وی چینل نہ بدل دے۔ چند ایک بار امرحہ نے کارل کی بھی مدد کی۔ ایک بار اسے ایما کا جوتا لا کر دیا اور ایما کو بھی ننگے پیر یونی سے گھر جانا پڑا۔

جوتے والی حرکت پر شرمندہ ہوتی امرحہ ایما کے گھر معذرت کرنے اور یہ ثابت کرنے گئی کہ اسے بھی معلوم نہیں تھا کہ کارل اس کے پاس سے جوتا چھین کر لے جائے گا۔ ایما اس کے لئے کافی بنانے کچن میں گئی اور ایما کے پیچھے کچن تک جاتے، راستے میں آتے، لاؤنج، بیڈ روم، چند ریکس کے قریب سے گزرتے امرحہ نے اپنی کتابوں میں دبی ایک فائل کھول کھول کر خالی کرنی شروع کر دی۔ کچھ زیادہ نہیں، فائل میں کاکروچ کی ننھی منی سی فوج آباد تھی جو اب ایما کے گھر پرورش پانے والی تھی۔

ایما امیر باپ کی نازک اندام، کاکروچ کو خونی بلا سمجھنے والی پیاری سی بچی تھی۔ کچھ زیادہ نہیں ہوا، ایما کا نروس بریک ڈاؤن ہوتے ہوتے رہا۔ کاکروچ تھے کہ ہر طرف سے نکلتے ہی آ رہے تھے۔ اتنے کاکروچ تو اس کے پورے خاندان نے اپنی پوری پیدائشی اور وفاتی تاریخ میں نہیں دیکھے تھے۔

خیر امرحہ کا اور کاکروچ کا کیا تعلق وہ تو کافی پی کر آ گئی تھی واپس اور پھر ایما کو سائیکل ریس چیلنج بھی دے دیا۔ ایما کی سائیکلنگ اچھی تھی۔ صرف انجوائے منٹ کے لیے اس نے چیلنج قبول کر لیا اور جب وہ وننگ لائن کراس کرنے جا ہی رہی تھی کہ ایک چھرا اس کے سر پر آ کر لگا اور وہ بے چاری ایسے گری کہ دو دن یونی نہیں آ سکی۔

''کہتے ہیں محبت اور جنگ میں سب جائز ہے۔'' شاید ایما نے نہیں سنا تھا۔ البتہ کارل نے سنا بھی تھا اور یاد بھی کر لیا تھا۔

کارل کو بُرا بھلا کہتے بلکہ برا بھلا ثابت کرتے امرحہ نے ایما کے متوقع شو کے پاس بھی حاصل کر لئے تھے۔ آرٹ سٹوڈنٹ کی حیثیت سے اپنے ڈیزائن کئے گئے ملبوسات کو پہن کر وہ خود بھی ریمپ پر واک کر رہی تھی۔ اچھا خاصا گلیمرس ایونٹ تھا کہ کارل ریمپ پر چڑھ گیا اور یہ لمبے سارے ریمپ پر جم کے انداز میں زومبی بنا ایما کے ساتھ ساتھ چلتے اسے گھورتا رہا۔ نہ پلک جھپکی نہ گردن کا زاویہ بدلا۔ جو لوگ وہاں بیٹھے تھے وہ یہ سمجھے کہ یہ آرگنائزر کا ہی کوئی ''ایونٹ ڈیزائن'' ہے اور جو ریمپ پر چل رہی تھی وہ اپنی واک خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔ البتہ بیک سٹیج جا کر وہ رو پڑی۔

''تمہارے مرنے پر میں ایک گرینڈ پارٹی دوں گی کارل۔'' روتے روتے وہ چلائی۔

وہ پارٹی وہ تب دیتی نا جب پارٹی دینے لائق رہتی اور کارل واقعی مر بھی جاتا۔ اس کی صرف ایک غلطی تھی کہ اس نے کارل کو پرپوز کیا اور پھر چھوڑ دیا لیکن اب کارل تو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھا نا...... کچھ غلطیاں ایسے ہی جان کا عذاب بن جاتی ہیں۔ احتیاط کرنی چاہئے۔

احتیاط سے وہ سب ایک ایک چیز کا انتخاب کر رہے تھے تا کہ رات کی پارٹی میں وہ کسی صورت کسی فلمی ہیرو سے کم نہ لگیں۔ شارلٹ سے کارل نے ایک فلمی پارٹی کے پاس حاصل کر لئے تھے۔ عالیان کو تو ذرا دلچسپی نہیں تھی جانے میں۔ کارل، سائی، شاہ ویز جا رہے تھے کیونکہ دنیا بھر کے تعلیمی اداروں میں پڑھنے والی نسل دنیا کی سب سے بھوکی عوام ہوتی ہے۔ یہ جتنا کھاتی ہے اتنی ہی اور بھوکی رہتی ہے۔ جتنا اور کھاتی ہے اتنی اور بھوکی رہ جاتی ہے۔ تو اس بھوک کو مٹانے وہ سب ایک کوشش

کرنے جا رہے تھے۔ وہ کھانے کھانے جو بقول ان کے انہوں نے صرف تصویروں میں ہی دیکھے تھے اور خوابوں میں ہی چکھے ہیں۔

ان تینوں کا جوش وخروش دیکھ کر عالیان قہقہے لگا رہا تھا۔ پھر شارلٹ آ گئی اور وہ اس کے ساتھ چہل قدمی کرنے لگا۔ مورگن اور وہ چند دنوں کے لئے ماما مہر کے پاس رہنے آئی تھیں۔ مورگن تو خیر معمول کے مطابق آیا کرتی تھی لیکن شارلٹ کو اس وقت آنے کی جلدی رہا کرتی تھی جب اس نے کوئی مزیدار سی نئی کہانی بنالی ہوتی تھی اور اس کہانی کو اسے فل پرفارمنس کے ساتھ ماما کو سنانا ہوتا تھا۔ ظاہر ہے نئی کہانی اس کے پاس عالیان اور امرحہ کی تھی۔

''تو تم نے برازیلا میں ہزاروں لوگوں کو پچھاڑا اور کئی لوگوں کو گھونسے مارے اور کتنے ہی لوگوں کو اٹھا اٹھا کر پھینکا۔ ہاں یہ کہانی مجھے اچھی لگی۔ تمہاری شادی کے دن میں سب کو سناؤں گی۔''

''ویسے ماما کو سنا چکی ہوں میں۔''

''ایسا کچھ نہیں ہوا۔'' وہ ہنس دیا۔

''تو مورگن نے ٹھیک کہا تھا اس بار دولہا بھاگے گا۔'' شارلٹ اس کے نکاح سے اب تک پچاس بار یہ کہہ چکی تھی دراصل اس سے بات کرتے اس نے بائے کی جگہ یہ جملہ کہنا شروع کر دیا تھا۔

''لیکن کتنا ہی اچھا ہوتا اگر تم عین شادی کے وقت بھاگتے۔ کتنی حسرت ہے مجھے ایسے مناظر کو براہ راست دیکھنے کی۔ آخر حسرتیں جلدی پوری کیوں نہیں ہوتیں۔ اگر ایسی چھوٹی چھوٹی خواہشیں بھی پوری نہ ہوں تو کیا فائدہ زندگی کا؟''

''مجھے یقین ہے جورڈن نے ایک نفسیاتی معالج سے رابطہ کر لیا ہوگا۔''

''میرے لئے؟''

''نہیں خود اپنے لئے۔''

''ویسے تم نے ایک اچھا ہیرو ہونے کا ثبوت دیا۔ تم پارٹی میں جا رہے ہو۔''

''نہیں، مجھے کوئی دلچسپی نہیں جانے میں۔''

''میں پہلے سے ہی جانتی تھی، اچھی بات ہے جانا بھی نہیں چاہئے، ویسے امرحہ اور ویرا میرے ساتھ جا رہی ہیں اور این بھی اور اتفاق سے سادھنا بھی۔'' شارلٹ نے آنکھیں پٹ پٹائیں۔

عالیان چونکا۔ ''اچھا؟ کیا فلم اسٹار بھی آ رہے ہیں؟''

''آئیں یا نہ آئیں تمہیں تو اس سب سے دلچسپی ہی نہیں۔''

''نہیں، مجھے فلم اسٹارز سے ملنا ہے۔''

''کس فلمی ستارے سے؟ پیراماؤنٹ پکچرز کی ہیروئن امرحہ سے؟ ویسے امرحہ اور ویرا خاص تیاری کر رہی ہیں جانے کے لئے۔''

''اچھا'' وہ سوچنے لگا کہ اسے کیوں نہیں بتایا گیا۔

اسے اس لئے نہیں بتایا کہ وہ سب آپس میں ہی انجوائے کرنا چاہتی تھیں۔ انہیں معلوم تھا کہ کارل جا رہا ہے لیکن اسے لفٹ کس نے کروانی تھی۔

ہال واپس آ کر وہ بھی جانے کے لئے تیار ہونے لگا تو ان سب کو اس پر ہنسنے کا موقع مل گیا۔ وہ چپ چاپ ان کی ہنسی سنتا رہا اور تیار ہوتا رہا اور پھر وہ سب پارٹی میں آ گئے۔ کارل تو پارٹی میں ایسے شامل ہوا جیسے مہمان خصوصی وہی تھا۔ عالیان البتہ ادھر اُدھر دیکھتا اور گھومتا رہا۔

ایک دوسرے کے ساتھ منسلک تین بڑے بڑے ہالز تھے۔ شارلٹ فون اٹھا رہی تھی تا امرحہ اور ویرا۔ این اور نہ ہی

شریف سی سادھنا...... حد ہے..... کتنی تیز ہو جاتی ہیں یہ لڑکیاں جب ایک ساتھ ہوتی ہیں تو۔

ہالز اور ان ہالز سے نکلتی سیڑھیاں چڑھ چڑھ کر، اتر اتر کر وہ تھک چکا تھا اور ہر طرف چمکتے دمکتے لوگ پھیلے ہوئے تھے اور ان لوگوں میں ایک امرحہ ہی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اسے سادھنا اور این ایک جگہ نظر آ گئیں۔

''امرحہ کہاں ہے؟'' اس نے سادھنا سے پوچھا اور اس نے کندھے اچکا دیئے۔

''اف یہ خواتین۔''

اسے ویرا بھی نظر آ گئی چند لوگوں سے بات کرتے ہوئے قریب ہی شارلٹ کھڑی تھی لیکن امرحہ نہیں تھی۔ اس نے ان کے قریب جا کر ان سے پوچھا اور جواب میں انہوں نے اسے ایسے دیکھا جیسے جانتی ہی نہیں کہ وہ ہے کون اور پوچھ کیا رہا ہے۔

وہ خود ہی سر اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگا۔ پھر اسے دور امرحہ کی جھلک نظر آئی جو مسکرا کر کسی کی آڑ میں چھپ رہی تھی۔ وہ اس کی طرف لپکا لیکن وہ وہاں نہیں تھی۔ کتنی ہی بار وہ اسے ایسے ہی نظر آتی رہی۔ کسی کی آڑ میں چھپتی ہوئی اور غائب ہو جاتی ہوئی۔ عالیان کو بہت شوق تھا نا اسے ڈھونڈ نکالنے کا تو وہ اس کا یہ شوق پورا کر رہی تھی۔

کئی سو لوگوں کی آڑ میں چھپ چھپ جانے کا کھیل اچھا ہے۔ اپنے ریشمی آسمانی رنگ کے فراک کے دامن کو لہراتے، خوبصورت لوگوں کے ہجوم کے پیچھے چھپ چھپ جاتے اس کے لئے اپنی ہنسی پر قابو رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ چند ایک نے گردن موڑ کر اسے دیکھا اور جیسے کچھ جان کر اور سب سمجھ کر وہ مسکرا دیئے۔

ہال کی وسعت میں اور لوگ داخل ہونے جا رہے تھے۔ رش بڑھ رہا تھا، عالیان کا کام اور مشکل ہو رہا تھا۔ وہ اسے پوری شدت سے ڈھونڈ رہا تھا۔ وہ پوری شدت سے چھپ رہی تھی اور پھر افراتفری میں سیڑھیاں چڑھتے عالیان کا پیر پھسلا اور وہ دو سٹیپ لڑھک کر گر گیا اور یوں دس سیکنڈز کے اندر اندر امرحہ اس کے سامنے تھی۔

''جاؤ پھر چھپ جاؤ، میں پھر ڈھونڈ نکالوں گا تمہیں۔ میں سو بار گروں گا تم سو بار آؤ گی۔ اگر یہ جھوٹ ہو گا تو تم ہر بار اس جھوٹ میں آؤ گی۔'' عالیان نے ایک آنکھ دبا کر کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا کہ وہ پھر سے چھپ نہ جائے۔ آج وہ اسے اس خواب بارے بتانے والا تھا جس میں اس کے بالوں میں لہریں تھیں اور اس کی پوشاک سرخ تھی۔ اب اسے امرحہ سے وعدہ لینا ہے۔'' کیا وہ اس خواب کو حقیقت میں بدل دے گی؟ یقیناً وہ انکار نہیں کر سکے گی۔

O.......◆.......O

میں ایک خوش قسمت انسان ہوں، میں ایک دوست رکھتا ہوں اور میری خوشیوں کے سارے راستے میرے دوست کے دل سے ہو کر آتے ہیں کیونکہ ''میری دعاؤں پر آمین' میرا پیارا دوست ہے۔''

''تمہارے ساتھ مل کر بزنس کرنے کا ارادہ میں نے بدل دیا ہے۔''

''وہ کس لئے؟''

''میں بزنس کروں گا لیکن ابھی نہیں، میرا خیال ہے پہلے مجھے زندگی کو تھوڑا انجوائے کر لینا چاہئے۔''

''اور میرا خیال ہے اب تک تم زندگی انجوائے ہی کرتے رہے ہو۔''

''ایک بزنس سٹڈیز کا اسٹوڈنٹ کیا زندگی انجوائے کرتا رہا ہو گا فرش، ہر وقت پڑھنا، لائبریری، کتابیں، اسائنمنٹس، لیکچرز، یہ وہ سب مجھے تو یہ تک معلوم نہیں کہ یونی میں کوئی کینٹین بھی ہے۔''

''کینٹین کا تمہیں معلوم بھی کیسے ہو گا۔ تمہیں کچھ خرید کر تھوڑی کھانا ہوتا ہے۔''

''مجھے تو پروفیسرز کے آفس کا معلوم ہے یا بزنس ڈیپارٹمنٹ کا۔ یونی آنا، جاب پر جانا، ہال جا کر رات گئے تک پڑھتے رہنا اور پڑھ کر شرافت سے سو جانا، زندگی ایسی ہوتی ہے کیا؟''

''کتنے معصوم لگ رہے ہو تم، یہ سب کہتے کارل!''

''پتا نہیں عالیان، کون بددعا دے گیا مجھے ایسی معصومیت کی، میرا بھی دل چاہتا ہے شرارتیں کروں، اچھلوں، مستی کروں، تمہارے ساتھ اِدھر اُدھر کی سرگرمیوں میں حصہ لوں اور نہیں تو ایک آدھی بار کسی کو چھوٹی سی چٹکی ہی بھرلوں۔ دیکھوں کہ وہ کیسے اچھلتا ہے۔''

عالیان سر ہلانے لگا۔ ''صرف ایک چٹکی بھرنے کا خواب ہی ادھورا رہ گیا ہوگا نا تمہارا؟''

''ابھی تو میں نے کوئی خواب دیکھا ہی نہیں۔ چند دن پہلے گوگل کرتے میری نظروں سے ایک رائل پرنسز گزری۔''

''خدا کے لئے آگے کچھ نہ کہنا، میں شاہی خاندان کی بربادی برداشت نہیں کرسکوں گا۔ میں ایک سچا انگلش شہری ہوں اور میری سب ہمدردیاں شاہی خاندان کے ساتھ ہیں۔''

کارل نے منہ بنالیا۔ ''تم اپنی وفاداری قائم رکھو، ویسے وہ برطانوی شہزادی نہیں ہے۔''

''اوا چھا، پھر بھی۔ پھر بھی کارل! ویسے ایما ایک اچھی لڑکی ہے۔ اس کی مسکراہٹ بہت پیاری ہے۔ میں جب جب اسے اکیلا دیکھتا ہوں مسکرا دیتا ہوں کہ کیسی خوش قسمت لڑکی ہے ایما۔ تمہارے بغیر کیسی خوش خوش اور پیاری پیاری سی لگتی ہے۔''

''وہ کتنی پیاری ہے یہ امرحہ تمہیں بتائے گی کیونکہ اس کی مسکراہٹ پر تمہارے خیالات میں امرحہ کو تفصیل سے بتاؤں گا۔ پھر کھڑکی بند ملے گی اور جیولیٹ کی پھٹکار کھلی جسے سنتے تم بڑے خوش خوش اور پیارے پیارے سے لگو گے۔''

''ہاہا...... پھر تم ایما کو منالو۔''

''میں عالیان نہیں جو اس کے پیچھے پاگل ہو جاؤں اور وہ امرحہ نہیں کہ مجھے پاگل کر بھی دے۔ دنیا میں ایک مخلوق 'لڑکی' کی کبھی کمی نہیں رہتی۔ یہ ہر طرف سے حشرات کی طرح نکلتی آتی ہیں۔ کتنے بھی سپرے کرلو...... کیسی بھی زہریلی دوا پھیلا دو...... یہ تباہی دنیا میں پھیلتی ہی جاتی ہے۔''

''جب تک تم لڑکیوں کو حشرات سمجھتے رہو گے وہ تمہارے ساتھ انسان بن کر سنجیدہ کیسے ہوں گی؟''

''میں خود کو انسان سمجھتا ہوں کافی ہے۔''

''جبکہ دوسروں کو اس سے اختلاف ہے۔'' عالیان نے قہقہہ لگایا۔

کلاس لینے کے بعد وہ دونوں یونی میں ٹہل رہے تھے اور پھر قریب سے گزرتی ایک فریشر لڑکی ذرا سی اچھلی اور ہلکی سی چیخ ماردی۔ کچھ زیادہ نہیں کارل نے تو بس چٹکی بھرنے کا اپنا ننھا منا سا خواب پورا کرلیا تھا۔ آخر ہر انسان کا حق ہے کہ وہ اپنے خواب پورے کرے اور ان کی تعبیر پر خوش ہو۔ آخر کوئی کب تک اپنی خواہشیں دل میں دبائے رکھے۔

''یہ اس کا کام ہے۔'' کارل نے غصے میں بس لال ہی ہو جاتی لڑکی سے عالیان کی طرف اشارہ کرکے کہا اور بھاگ گیا۔ عالیان کو بھی ظاہر ہے بھاگنا پڑا کیونکہ لڑکی اپنے دائیں ہاتھ کو تھپڑ کے لئے زحمت دیتی نظر آرہی تھی۔

اسی دن کی شام کو امرحہ ویرا کی سائیکل کے پیچھے بیٹھی آئسکریم کھا رہی تھی۔ امرحہ نے تو ویسے بھی جاب چھوڑ دی تھی اور ویرا کے پاس بھی کچھ وقت نکل آیا تو وہ دونوں ساتھ نکل پڑیں اور اِدھر اُدھر کھاتے پیتے وہ مانچسٹر میں آوارہ گردی کرتی رہیں۔

''میں اب بھی رات کو اکثر ڈر کر اٹھ جاتی ہوں۔ مجھے لگتا ہے میں خواب میں وہی سب دیکھتی رہی تھی جو تمہارے ساتھ برازیلا میں ہوا تھا۔ وہ زندگی کا بدترین احساس تھا امرحہ! میں نے محسوس کیا کہ میرا جسم بے جان ہو رہا ہے اور مجھے کچھ سنائی اور دکھائی نہیں دے رہا۔'' ویرا پہلی بار اس واقعے کے بارے میں بات کررہی تھی۔

سائیکل پر بیٹھے بیٹھے امرحہ کی آنکھیں نم ہوگئیں اور اس نے ویرا کی کمر میں محبت کے گہرے اور شدید احساس کے تحت بازو حمائل کیا۔

”میں نے اسی وقت محسوس کیا امرحہ کہ وہ زندگی کیا ہوگی جو تمہارے بغیر ہوگی۔ بغیر آواز کے میں نے خود کو روتے پایا اور اس وقت مجھے لگا کہ اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو میں ساری دنیا کو آگ لگا دوں گی۔ میں اب تک نہیں سمجھ سکی امرحہ کہ آخر وہ کیا ہے جو میرا تم سے جڑ گیا ہے اور جو جدا ہونے کے لئے تیار ہی نہیں۔ مجھے تم سے ایسا جان لیوا لگاؤ کیوں ہے۔ آخر اتنی دور روس میں رہنے والی لڑکی ویرا اور اتنی ہی دور پاکستان میں پیدا ہونے والی امرحہ کے اندر ایسا کیا بیج دیا گیا ہے جو تناور ہوتا جا رہا ہے اور جس نے ہمیں اپنی چھاؤں میں لے لیا ہے۔ ایسے فاصلوں پر پیدا ہونے والے لوگوں میں اتنی قربت کہاں سے آ گئی؟“

اب امرحہ سائیکل چلانے لگی تھی اور ویرا اس کے پیچھے بیٹھ گئی تھی۔

”اسے خدا کی رحمت کہتے ہیں جو اچھے انسانوں کی صورت میں کہیں بھی آ لیتی ہے، پھر فاصلوں کی اہمیت رہتی ہے، نہ رنگ و نسل کی۔“ امرحہ نے کہا۔ اس امرحہ نے جس نے خدا سے ہزاروں لاکھوں بار شکوے کئے تھے کہ اس نے اسے اچھے لوگوں کے ہجوم میں پیدا نہیں کیا۔

”شاید۔“ ویرا نے سر ہلایا اور وہ روسی گانا گانے لگی جسے امرحہ بھی ساتھ ساتھ گانے کی کوشش کرنے لگی اور مانچسٹر کی سڑکوں پر سرمئی اور سفید فراکوں میں ملبوس دو لڑکیاں گنگناتی ہوئی اس راستے کی طرف بڑھنے لگیں جن پر دو سچے دوست ہی گامزن ہو سکتے ہیں اور جنہیں زندگی صبح کے سبھی اجالے لئے۔ ”خوش آمدید“ کہتی ہے اور خوش قسمت بھی۔

”میں تمہیں اس لئے خوش قسمت نہیں کہوں گی کہ تمہیں عالیان ملا۔ میں تمہیں صرف اس لئے خوش قسمت کہوں گی کہ تم دیدی کی بیٹی بن گئی ہو۔“ وہ دونوں نشست گاہ میں بیٹھی ہیں، ابھی ابھی امرحہ ماما مہر کو ان کے کمرے میں سلا کر آئی تھی۔ اس سے پہلے وہ سب سادھنا کی کہانی سنتے رہے تھے، این بھی سو چکی تھی۔

”جب میں یہاں آ رہی تھی تو میرا دل چاہتا تھا میں مر جاؤں لیکن کسی دوسری جگہ، انجانے لوگوں انجانے ماحول میں نہ جاؤں۔ مجھے یہ عذاب لگ رہا تھا لیکن جب میں یہاں آ گئی تو مجھے لگا میں جس گھر سے رمیش کے لئے نکل گئی تھی میں اسی گھر میں واپس آ گئی ہوں۔ آریان بہت بیمار تھا اور مجھے بہت سارے پیسوں کی ضرورت تھی اور اس گھر کے سارے پیسے میرے حوالے تھے۔ آج تک مجھ سے ایک پیسے کا حساب نہیں لیا گیا۔ روز صبح آریان کو ایک فون کال جاتی ہے یہاں سے اور دیدی اسے روز ایک نظم سناتی ہیں۔ یوں آریان بلند حوصلہ اور باہمت ہوتا جا رہا ہے۔ آریان ٹھیک ہو جائے گا کیونکہ اس کے لئے دیدی نے دعا کی۔ آریان کی ماں کی دعائیں رد کی جا سکتی ہیں، دیدی جیسے انسان کی نہیں۔ آریان کی بیماری کی صورت میں جو مجھے لگتا تھا کہ بھگوان نے مجھے سزا دی وہ دیدی کے ملنے سے وہم ہو گئی۔ مجھے پہلی بار لگا کہ ہاں میں بھی بھگوان کو پیاری ہوں...... اس نے مجھے پیارے لوگوں میں بھیجا...... امرحہ اگر ہمیں درد ملتا ہے تو دوا اس سے بڑھ کر ملتی ہے۔“

امرحہ نے سادھنا کی گیلی آنکھیں صاف کیں۔ آج کل سادھنا بہت خوش تھی اور خوشی سے بار بار رو پڑتی تھی۔ لیڈی مہر نے آریان اور آریان کے پاپا کو مانچسٹر بلوایا تھا عالیان کی شادی کے لئے اور سادھنا سے گزارے بھی وقت نہیں گزر رہا تھا۔

”تم بہت خوش قسمت لڑکی ہو امرحہ!“ مزید آنکھیں گیلی کرتے ہوئے سادھنا نے کہا۔

”ہاں...... بہت زیادہ...... اب دنیا میں کون ہے جو مجھے سیاہ بخت کہہ سکے...... میں ماما مہر کے زیر سایہ رہنے والی ہوں جو عظمت کی بلندیوں پر ہیں، جو فرش پر عرش والے کی رحمت ہیں۔“

اور رحمت جیسے ہی دادا بھی...... روز فون کرتے اور رو پڑتے۔ پہلے یہ احساس تھا کہ وہ پڑھنے گئی ہے واپس آ جائے گی۔ اب یہ یقین کہ بس اب وہ پرائی ہو گئی۔ رخصت ہو گئی۔ وہ روز بابا کو بھی فون کرتی سلام کرتی، حال چال پوچھتی، پھر خاموشی چھا جاتی اور فون بند ہو جاتا۔ دادا کہہ چکے تھے کہ اپنے باپ کی خاموشی کا احترام کرو تو وہ وہی کر رہی تھی۔ محبت اُدھر بھی قائم تھی اور اِدھر بھی اور پھر رات کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو، سورج طلوع ہونے میں وقت لیتا ہے اور اس مطلوبہ وقت کا احترام

کرنا چاہئے۔

موسم بدل رہا ہے...... وقت گزر رہا ہے...... اور اس بار دونوں کے پیراہن دلکش ہیں۔ صبحوں کا انتظار رہتا ہے۔ شاموں میں ٹھہرا جاتا ہے اور راتوں کی نیند میں دل پسند خواب دیکھے جا رہے ہیں۔

مانچسٹر نکھر نکھر کر سامنے آ جاتا ہے، یونیورسٹی میں گھڑیاں بند کر دینے کو جی چاہتا ہے اور کبھی کبھی یہ دل بھی چاہتا ہے کہ یونی کے سارے دروازے بند کر دیئے جائیں۔ کسی کو کہیں جانے نہ دیا جائے اور سب دائرے بنا کر بیٹھ جائیں اور اپنے اپنے دیس کی کہانیاں سنائیں اور سب سنتے جائیں۔ سنتے ہی جائیں...... وقت کبھی نہ گزرنے کے لئے ٹھہر جائے یا پوری یونی کو ریشمی لحاف میں لپیٹ دیا جائے اور اس کے سرہانے بیٹھ کر اسے محبت سے گھنٹوں دیکھا جائے۔ پھر اسی کے سرہانے خود بھی میٹھی نیند سو لیا جائے۔

○......❖......○

سمسٹر ختم ہو جانے کو تھا بس ان کی پیاری دلاری یونیورسٹی میں گزارے دن اب ڈائریوں اور البمز میں ہی مقید ہوئے رہ جانے والے تھے۔ وہ سب اسٹوڈنٹس جنہیں وہ نام سے اور وہ سب جنہیں شکلوں سے جانتے تھے وہ سب زندگی کی راہوں میں بکھر جانے والے تھے۔

سائی روپا سے اظہارِ محبت نہیں کر سکا کیونکہ اسے لگا کہ ایسے وہ اس کے لئے مشکلات کا باعث بنے گا لیکن روپا نے خود ہی اسے انتظار کرنے کے لئے کہہ دیا اور سائی کے لئے یہی بہت تھا۔ ویسے بھی وہ پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ میں اس کے فراق میں رونے کی بجائے، اسے خوشی سے یاد کرنا اور دعاؤں میں اس کا نام لینا پسند کروں گا۔ یہ بات صرف سائی ہی کہہ سکتا تھا اور وہ کر بھی سکتا تھا۔

نوال اور دائم کی شادی ہو گئی۔ یہ شادی انہوں نے خاص سمسٹر ختم ہونے سے پہلے کی تاکہ ان کے سب دوست شرکت کر لیں اور ویسے بھی امتحانات کے بعد عالیان امرحہ کی متوقع شادی کا ایسا شور تھا کہ انہوں نے امتحانات سے پہلے اپنی شادی کو ترجیح دی۔ پرانک ویک آنے سے پہلے ہی کارل نے اعلان کر دیا کہ وہ یہ ویک، دو ویک پہلے سے ہی منائے گا اور اس نے ایسا کیا بھی۔ پہلے مرحلے میں وہ جم کی کاپی بن گیا اور بغیر پیسوں کے کام شروع کر دیا۔ وہ ایک گھنٹہ یا کچھ زیادہ وقت ایک ایک کو دیتا اور اتنے سے وقت میں ہی وہ شکار کو عاجز کر دیتا۔ جم تو پھر بھی ایک ہاتھ کا فاصلہ رکھتا تھا اس نے یہ فاصلہ بھی ختم کر دیا۔ عین منہ کے پاس...... عجیب و غریب سیرپ پی کر، منہ سے گندی سے بھی گندی بو نکالتے ہوئے کہ ناک پر ہاتھ رکھنے پر بھی بو ناک میں گھسی آئے۔ ایک ہی ہفتے میں اس نے کئی شکار نبٹا لئے اور اسی ایک ہفتے میں وہ یونی میں خاص جوتے پہن کر آیا جو خدا جانے اس نے کس سائنس دان سے بنوائے تھے کہ خود آئن سٹائن بنا تھا اپ کے لئے۔ ان کے تلوے میں وہ ریکارڈنگ تھی جو چلنے پر چل پڑتی اور خدا معاف کرے سنسان قلعے میں چمگادڑوں اور بلاؤں کے چلانے کی خوفناک آوازیں اور درمیان درمیان میں جادوگرنی کے بلند بانگ شیطانی قہقہے۔ جنہیں سنتے ہی ماؤں کی گودوں میں پناہ لینے کو دل چاہتا گونجنے لگتی۔

وہ جہاں جہاں سے گزرتا کانوں میں انگلیاں ٹھونسنے پر مجبور کر دیتا اور ظاہر ہے وہ جم بنا جس شکار کے پیچھے ہوتا وہ ان جوتوں کی وجہ سے بھی اپنا سر پیٹ لیتا۔ اس کے یہ جوتے یونی میں کچھ ایسے مشہور ہوئے اور منہ سے اٹھتی بو نے فضا کچھ ایسے مہکائی کہ اس ویک کو اس کے نام سے منسوب کر دیا گیا یعنی ''عذاب ویک''۔

اس عذاب ویک سے اگلے ویک اس نے ایک مخصوص ''چپ'' کا استعمال شروع کر دیا۔ یہ چپ جس جگہ لگاتے وہی رنگ اور صورت اختیار کر لیتی۔ انسانی کھال سے زیادہ بہترین جگہ کون سی ہوتی اسے لگانے کے لئے تو اسے انسانی کھال پر چپکا دیا جاتا، انسانی درجہ حرارت پر تیس سیکنڈ کے اندر اندر یہ تیز آواز سے پھٹ جاتی اور کھال پر خون نما دھبے اور جلی ہوئی کھال

کی طرح پھیل جاتی...... جس کی کھال پر یہ یوں پھٹتی وہ یہ سمجھتا کہ اس کی کھال پھٹ گئی۔
یہ کھال، گالوں پر، کانوں، گردن، ہاتھوں، بازو، انگلیوں پر بہت پھٹی، خاص کر لڑکیوں کی اور اس سے اس قسم کی چیخیں اور شکلیں دیکھنے کو ملیں کہ بقول عینی شاہدین ایسے غضب ناک واقعات پہلے کہاں کسی کو دیکھنے نصیب ہوئے ہوں گے۔
اس پرانک پر کارل کے کافی پیسے لگ گئے تھے لیکن خیر جب وہ وزیراعظم بن جائے گا تو ٹیکس کی صورت سب وصول کر لے گا۔ کارل نے اپنے کمرے میں باقاعدہ ایک ایک کا نام لکھ کر فہرست بنا کر لگا رکھی تھی جسے وہ شکار کر لیتا اس پر ٹک لگا دیتا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بعد میں اسے پچھتانا پڑے خاص کر جب وہ بوڑھا ہو جائے تو یہ سوچ سوچ کر آہیں بھرے کہ اس نے ان چند ایک کو بھی کیوں چھوڑ دیا جنہیں وہ ذرا سی محنت سے اُلو بنا سکتا تھا۔ تو وہ یہ ذرا سی محنت اب کر رہا تھا اس نے کیا کچھ نہیں کیا جو کیا کم کیا حتیٰ کہ وہ پیزا بوائے بن کر گرلز ہالز میں بھی جاتا رہا تھا اور ان کے کمروں میں مختلف چیزیں چھوڑ چھوڑ کر آتا رہا۔
ایما کے گھر کے آگے اس نے بورڈز کا ڈھیر لگا دیا اور وہ بورڈز کچھ ایسے تھے کہ ایما نے فوراً انہیں آگ لگا دی بعد میں وہ اپنی دوست کے آگے بیٹھ کر روتی رہی اور پوچھتی رہی۔ ''کیا میں ایسی ہوں...... ایسی؟''
پتا نہیں وہ کس ''ایسی'' بارے پوچھ رہی تھی۔ کیا ہاتھ سے بنائی اس چھپکلی کے بارے میں جس کے براؤن بال تھے اور جس نے نیلا گاؤن پہن رکھا تھا اور جو مسکرا کر کیک کاٹتے دنیا سے خوبصورتی ہمیشہ کے لئے ناپید ہو چکی ہے کا واضح اعلان کر رہی تھی اور جس پر لکھا تھا۔

''Horror Reloaded .... Ayma is Back.''

بہرحال باقاعدہ پرانک ویک کا آغاز انہوں نے منہ پر ماسک پہنے، ہاتھوں میں ہتھیار پکڑے، رات گئے اکیلے دکیلے جونیئرز پر ہلہ بول کر ان کے منہ پر ٹیپ چپکا کر...... ان کے ہاتھ باندھ کر...... ''تم اغوا کر لئے گئے ہو'' کا ثبوت دے کر کیا۔ سائی اور امرحہ کا کام ٹیپ چپکانے کا تھا۔ عالیان اور کارل کے ہاتھ میں ہتھیار تھے...... اور ویرا یونی کی سپر گرل، میں تمہاری مدد کروں گی، بنی وہاں سے گزرتی ہے اور اغوا کاروں کو للکارتی ہے کہ وہ پولیس کو بلا رہی ہے اور فون نکال کر کان سے لگاتی ہے اور اغوا کار، ان بے چاروں کی کنپٹی پر گن رکھ دیتے ہیں کہ اگر فون کیا تو ''یہ گیا۔''
''جو گیا۔'' ہاتھ ہلا ہلا کر ویرا کو منع کرتا ہے کہ فون نہیں کرنا۔ جبکہ ویرا کو ہر حال میں فون کرنا ہے...... ایک...... دو...... تین...... اور وہ بے چارا گیا۔
یہی کام عالیان اور کارل نے دوسرے ہالز میں بھی کیا۔ ان کا دوست مطلوبہ اسٹوڈنٹ کے کمرے میں دیر رات تک براجمان رہتا۔ دروازہ کھلا رہتا اور یہ کمرے پر دھاوا بول دیتے۔ یہ سب کرتے دونوں نے یہ ثابت کر دیا کہ اگر ان کا بزنس نہ چلا یا انہیں کوئی جاب نہ ملی تو وہ کامیابی سے ''اغوا برائے تاوان'' کا کام شروع کر سکتے ہیں۔ اگر کچھ فائدہ نہ بھی ہوا تو پولیس بھی نہ ڈھونڈتی پھرے گی یا اخبارات میں نام بھی نہ آئے گا۔
ایک مشترکہ پرانک جو تقریباً سب ڈیپارٹمنٹس نے مقررہ وقت کیا وہ تیسرے لیکچر کے ختم ہونے کے بعد کلاسوں سے نکل کر کوریڈورز میں لیٹ جانے کا تھا۔ وہ سب چلنے پھرنے کی جگہوں پر بچھ گئے اور پوری یونی جام ہو گئی۔ پروفیسرز جہاں تھے وہیں آدھے گھنٹے تک پھنسے رہے۔ اگلا پرانک انہوں نے لائبریری میں کیا۔ ان سب نے ایک ساتھ لائبریری پر دھاوا بول دیا اور وہ ہر طرف پھیل گئے۔ اف اس لائبریری نے ان کی کتنی نیندیں اڑا لیں تھیں آج وہ اس کا سکون اڑانے آئے تھے۔ انہوں نے اپنے آئی فونز نکالے اور تیز میوزک چلا دیا اور کتنے ہی قلابازیاں لگانے لگے اور سر کے بل پنکھے بنے فرش پر گھومنے لگے۔ انہوں نے پورے تیس منٹ تک لائبریری بلاک رکھی۔ دیکھا کوئی فرق نہیں پڑا، ایسا کوئی قہر نہیں ٹوٹ پڑا علم کے سمندروں پر...... دنیا چند سو سال ترقی میں پیچھے نہیں چلی گئی اور کتابوں کے سینے دکھ سے پھٹ نہیں گئے۔
امرحہ نے اپنے پروفیسرز کی کاروں کو نوٹس سے بھر دیا تھا اور کارل عالیان نے کاروں کو کفن زدہ کر دیا تھا۔ انہیں سفید

کپڑے سے لپیٹ دیا تھا اور اس پر پروفیسرز کی ''خاص عادات'' اور خاص باتوں کو لکھ دیا تھا۔
چند ڈیپارٹمنٹس نے مارچ کی صورت ٹریبوٹ دیا۔ وہ فوجی انداز سے پریڈ کرتے رہے اور اپنے اپنے ڈیپارٹمنٹ کے سامنے ایک لمبی سلامی زمین پر پیر مار مار کر اور اونچی آوازیں نکال نکال کر دی اور دوسرا ٹریبوٹ کچھ یوں تھا کہ آکسفورڈ روڈ پر سائیکل ہی سائیکل ہو گئی۔ اتنی سائیکل، اتنی سائیکل کہ لگنے لگا کہ دنیا میں چار پہیوں والی موٹر ایجاد ہی نہیں ہوئی ابھی۔ انہوں نے اپنے منہ ''UOM'' کے لوگو سے پینٹ کر رکھے تھے۔ چند اخبارات اور مقامی ٹی وی چینلز اس کی کوریج کے لئے وہاں موجود تھے کیونکہ کارل چاہتا تھا اسے گلوبل فیم ملے۔ گلوبل نہ سہی مقامی فیم ضرور اسے ملنے والی تھی۔
پہلے وہ آکسفورڈ روڈ اور ملحقہ سڑکوں پر سائیکلوں سے مارچ کرتے رہے پھر وہ یونی کے اندر آ گئے اور پوری یونی کا ایک چکر لگایا۔ پھر وہ سب ایک مخصوص راستے سے گزرے جہاں رنگوں سے بھرے تالاب نما ڈسپوزیبل قطعے رکھے تھے۔ ان کی سائیکلیں مختلف رنگوں سے گزرنے لگیں اور پھر وہ یونی میں پھیل گئے اور یونی کی سڑکوں کو دھنک رنگوں میں بدلتے چلے گئے۔ پروفیسرز اور اسٹوڈنٹس کھڑے انہیں دیکھ رہے تھے۔ یونی کا ایریل ویو مبہوت کر دینے والا تھا جسے ٹی وی پر دکھایا جا رہا تھا۔
تو یہ سب جا رہے ہیں۔ زندگی میں کسی تعلیمی ادارے میں جانے سے زیادہ خوش کن لمحہ کوئی نہیں ہوتا اور اسی تعلیمی ادارے کو خیر باد کہہ دینے سے بڑھ کر کوئی جذبہ اداس کر دینے والا نہیں ہوتا۔ کاش انسان کے ہاتھ میں یہ اختیار ہوا کرے۔ اپنی محبوب چیزوں کو وہ مٹھی میں دبا کر دل کے قریب کر لیا کرے اور یادیں کتنی بھی تازہ کیوں نہ ہوں، وہ ہوتی تو یادیں ہی ہیں نا انہیں کیسے بھی تصویروں یا ڈائریوں میں مقید کر لیا جائے، یہ ماضی کا حصہ بنتی چلی جاتی ہیں اور ہاتھ ہلاتی دور سے دور ہوتی چلی جاتی ہیں جو درسگاہ بانہیں وا کئے ''خوش آمدید'' کہہ رہی تھی اب وہ ہاتھ ہلاتے ''الوداع'' کہنے والی ہے۔
امرحہ نے ان احساسات کو لے کر خود کو دلگرفتہ ہوتے دیکھا۔
''وہ کارل کے سر پر کتابیں مار رہی ہے...... وہ سائی کے پاس بیٹھی رو رہی ہے...... وہ ویرا کی رولر کوسٹر کے پیچھے بیٹھی خوف سے چلا رہی ہے...... وہ آکسفورڈ روڈ پر سائیکل چلا رہی ہے۔ اس نے عالیان کو گرا دیا ہے...... وہ ٹوبیٹ پر ٹوبیٹ لے کر کھا رہی ہے اور وہ انہیں واپس کرنا خود کو بھلاتی جا رہی ہے۔ اس کے دوپٹے کو اسٹوڈنٹس ایشین فلیگ کہنے لگے ہیں، اس کے رونے پر مانچسٹر کے ڈوب جانے کا ڈر ہے۔''
یونیورسٹی کے اس سفر نے اسے کتنا بدل دیا۔
وہ سب انہی سائیکلوں پر بیٹھے مانچسٹر کی سڑکوں کو رنگین کرتے مانچسٹر شہر سے دور جا رہے تھے۔ پہلے کارل، سائی اور عالیان نے ریس لگائی...... پھر کارل اور ویرا نے اور وہ انہیں عالیان کے ساتھ کھڑی ہو کر دیکھتی رہی۔

O......❖......O

باب

اعمالِ نفیس پاکیزہ مخمل پر تحریر وہ نوری رباعی ہے جسے برگزیدوں کے سائے میں "آبِ حق" سے لکھا جاتا ہے۔

لیڈی مہر: خدا کے بنائے خوش قسمت انسانوں میں سے ایک میں ہوں۔ میں خود پر نظر ڈالتی ہوں تو یقین رکھتی ہوں کہ خدا کو کیسا پیار ہے مجھ سے۔ میں نے اپنی زندگی کا ورق ورق کھنگال ڈالا کہ کیا مجھے کوئی ایسا دکھ ملا جس نے مجھے برباد کر ڈالا، جواب ہے نہیں۔

میرے عزیز شوہر اپنے وقتِ مقرر پر رخصت ہو گئے اور میں نے ان کی موت پر صبر کو شکر سے اپنایا۔ میں جسمانی نقص کا شکار ہو گئی اور مجھے اس نقص پر بھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی کیونکہ میں نے خود کو اس حقیقی تحریر کو پڑھنے کے قابل کر لیا تھا کہ مجھے بنانے والا مجھ سے سب سے زیادہ پیار کرنے والا ہے اور اس پیار کرنے والے کا فیصلہ ہر حال میں میرے حق میں بہتر ہی ہو گا۔ یہ فیصلہ تکلیف کی صورت وارد ہو یا کسی راحت کی صورت نصیب ہو یہ میرے چاہنے والے کا فیصلہ ہو گا اور مہر عالم اپنے چاہنے والے کے ہر فیصلے پر سر کو ایسے جھکاتی ہے کہ وہ کبھی اٹھ نہ سکے۔

خدا کو کتنا راضی کر سکی ہوں میں، یہ شاید اس کے بندوں کو کتنا راضی رکھ سکی ہوں سے جان سکوں۔ میں ایک عام خاتون ہوں مہر عالم۔ میرے پیارے بیٹے ڈینس نے بچپن میں مجھے یہ خطاب "لیڈی" دیا تھا اور میں نے اس وقت سے خود کو لیڈی مہر جان لیا۔ ڈینس کا دیا خطاب میرے لئے کسی شاہی خطاب کے باقاعدہ دیئے جانے سے زیادہ خاص ہے۔ میں نے اپنے اعمال میں انسان کمائے ہیں۔ میری اس کمائی پر یقیناً خدا خوش ہو گا اور میں یقیناً خدا سے اس قلم کو دیکھنے کی درخواست کروں گی جس سے اس نے میری قسمت لکھی۔ میری گود میں انمول انسان دیئے اور مجھے ان کا سرپرست بنایا۔ خدا نے مجھے وہ اعزاز دیا جس پر شکر ممکن نہیں۔

"محبت بقاء کی صورت اٹھی اور ماں کی صورت سمٹی۔"

سادھنا: انسان ایک مکمل زندگی گزار سکے یہ کیونکر ممکن ہے۔ شاید کبھی نہیں لیکن میرے لئے مکمل زندگی آریان کا ٹھیک ہو جانا ہے اور وہ ٹھیک ہو رہا ہے۔ میں اب اپنی ماں سے کہتی ہوں کہ میں نے جان لیا ہے ماں ہونا کسے کہتے ہیں۔ ماں ہونا عظمت کو کہتے ہیں۔ ہر وہ انسان عظیم ہے جو ماں سا ہے۔ میں عظیم نہیں ہوں لیکن آریان کہتا ہے۔ "میں ایک باہمت اور عظیم عورت کا بیٹا ہوں۔" اور آریان کے یہ الفاظ میرا کل اثاثہ ہیں۔

"انسان دکھی کم اور تنہا زیادہ ہے۔"

سائی: انسان کا اثاثہ کوئی ایک انسان یا چیز ہو سکتی ہے؟ یقیناً نہیں۔ میرے اثاثے دنیا بھر میں بکھرے ہوئے ہیں۔ وہ مجھ سے فون پر، آن لائن، باتیں کرتے ہیں۔ مجھے لمبی لمبی میلز کرتے ہیں اور میں جذباتی ہو جاتا ہوں۔ کیسا خوش قسمت انسان ہوں میں۔ خدا نے مجھے وہ دل دیا جس میں سب کے سب دکھ ایسے محفوظ ہیں جیسے سیکرٹ باکس میں قیمتی اشیاء۔ میں نے اپنی سماعتوں کو نہیں دل کو کھلا رکھا۔ میں کبھی اکتایا نہیں اور میں نے کبھی عجلت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ میں نے کسی کی تکلیف کو

معمولی نہیں سمجھا۔ میں نے انہیں ویسے ہی اپنے دل پر محسوس کیا جیسے وہ سنانے والے کے دل پر بیتا۔ دنیا بے شک غموں سے بھری پڑی ہے لیکن اس غم سے بڑھ کر کوئی غم بڑا نہیں کہ آپ کے غم کو سننے والا کوئی نہیں۔ آپ کو تسلی دینے والا، آپ کے آنسو پونچھنے والا کوئی نہیں۔ میں سائی ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔

''افراتفری کے اس عالم میں ذرا دیر کو ٹھہر جائیں اور لفظوں کی گونج کا انتظار نہ کریں اور اپنی سماعتوں کو اس گویائی کے قابل کریں جو گونگی ہوتی ہے اور چھپے ہوئے دکھوں اور سسکتی ہوئی تکلیفوں کی خاموشیوں کو سنیں اور یہ جان لیں کہ جو کلام خاموشی کرتی ہے وہ زبان نہیں کر سکتی...... جو بیان نہیں کیا جا سکتا صرف وہی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ تو سب سن لیں اور سب محسوس کرلیں۔ دنیا میں گھوم پھر کر میں یہی خاموشیاں سننا اور محسوس کرنا چاہتا ہوں۔''

''بلندیوں پر جدوجہد سے پہلے ''عزم'' کمندیں ڈالتا ہے۔''

ویرا: زندگی سفر مسلسل ہے اور ہم اس کی سواری۔ زندگی کے اس موجودہ پڑاؤ سے گزرتے میں مشکلات کا شکار ہوئی ہوں۔ کیونکہ خود کو تھپک تھپک کر یہ کہتے رہنا کہ ہاں میں ایک اچھا انسان ہوں، مجھے یہی کرنا تھا، کبھی کبھی بہت مشینی لگتا ہے۔ لیکن مجھے یہ خوشی ہے کہ میں نے محبت، کو سر نہیں پڑنے دیا اور نفرت کو اس کی طرف پیش قدمی نہیں کرنے دی۔ میں جذباتی طور پر کمزور ہو رہی ہوں لیکن پھر بھی میں آگے بڑھتی رہوں گی، میں سخت موسموں میں پلی لڑکی ہوں اور مجھے یہ ثابت کرتے رہنا ہے کہ مقابلہ کرنے کے لئے میں کئی میدانوں میں اترنے والی ہوں کیونکہ میں نے جان لیوا برفانی طوفانوں میں بھاگتے رہنے کا سبق سیکھا ہے اور میں اپنے سبق بھولتی نہیں۔

''دکھ جس دریا میں بہتا ہے میں اس دریا پر پُل بنا کر گزر جاتا ہوں۔''

کارل: دنیا کیسی وسیع ہے اور کیسے کیسے لوگوں سے بھری پڑی ہے مجھے ذرا تفصیل سے دنیا میں نکل کر دیکھنا چاہئے۔ یہ بات بہت پہلے سے طے تھی کہ ڈگری کے بعد میں اور عالیان ماما مہر کے گھر میں شفٹ ہو جائیں گے اور مل کر بزنس کریں گے لیکن اب میں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے۔ عالیان کو بزنس کرنا ہے اور مجھے ہنگامہ۔ مجھے یہ لگتا ہے کہ دنیا میں بہت سے لوگ میرا انتظار کر رہے ہیں کہ کارل آ جاؤ اور کچھ کر دکھاؤ اور مجھے یہ یقین سا بھی ہے کہ کہیں کوئی ایک خاص صرف میرے انتظار میں ہے۔ تو میں انتظار کرنے والوں کا انتظار ختم کرنا چاہتا ہوں۔ اسی قلم سے میں دوبارہ آنے کے لئے جا رہا ہوں۔ میرا انتظار کیا جائے، میں انتظار ختم کرنے جا رہا ہوں۔

''علم جس وسعت پر محیط ہے شاگرد اس کا کوزہ ہے۔''

امرحہ: فاتحوں کی آنکھوں کی چمک کیسی ہوتی ہوگی؟ شفاف اور نڈر...... عالم کل کی روشنی سے بھرپور...... اور ان کی آہٹیں...... سورج کی آمد سی بروقت اور ان کا ارتکاز، آکاش سا بلند...... قائم...... اور مضبوط......

''فاتح۔''

کیا میرا شمار فاتحوں میں نہیں ہوگا...... یقیناً ہاں۔ کیونکہ میں گری، میں اٹھی اور میں پھر سے چل دی۔ میں کمزور تھی، میں مضبوط ہوتی چلی گئی۔ میں نے چلنا سیکھا اور میں دوڑنے بھی لگوں گی اور اڑنے بھی۔ اگر میرے والدین میرے دو پر بن جاتے تو میں بہت پہلے ہی زندگی کے آفاق پر اڑنے لگتی لیکن میرے خطے میں ابھی اُڑنے کا رواج نہیں آیا۔ یہ کوئی فرسودہ یا جاہلانہ رسم نہیں کہ اس پر شرمندہ ہوا جائے یہ تو فخر ہے۔ میں امرحہ اپنی وہ اڑان ضرور اُڑوں گی جو ہر انسان کا حق ہے۔ زندگی کی وسعتوں میں، مَیں اپنے آسمان تلاش کرتی رہوں گی۔

''جوہر کل، مقصد حیات کے بازار میں ''عمل'' کے داموں میں فروخت ہوتا ہے۔''

عالیان: مقصد حیات کی جامع وضاحت مجھ پر کھلی تو میں نے اس دکھ کو کم ہوتے پایا جو ماما کو لے کر میں اپنے دل پر محسوس کیا کرتا تھا۔ اب میں پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ بعض اوقات ہم خود اپنے لئے تکلیفیں بھاگ دوڑ کر اکٹھی

کرتے ہیں۔ ان پر بار بار سوال اٹھاتے ہیں۔ انہیں کریدتے ہیں۔ ان پر آنسو بہانے کے مواقع تلاش کرتے ہیں لیکن انہیں ترک کر دینے کے طریقوں پر غور نہیں کرتے۔ ہم سب سے زیادہ ظالم خود اپنے لئے ہوتے ہیں۔ میں اب اپنی سوچ کو پہلے سے زیادہ مثبت اور ارادوں کو مضبوط کر رہا ہوں کیونکہ مجھے جلد ہی ''مہر ہاؤس'' کی بنیاد رکھنی ہے۔ جس کی گنتی ایک سے شروع ہو گی اور پھر گنتی ختم ہونے میں نہیں آئے گی۔ جہاں بچوں کو جو ہر کل کی کہانیاں سنائی جائیں گی اور روشن صبحوں کی نوید دی جائے گی۔

○……❖……○

"A tale of Aliyan and Amarah join us to celebrate its End."

لیڈی مہر نے ان کی شادی کے لئے کتاب نما کارڈ پر یہ لکھوایا ہے۔ شٹل کاک میں اب ان دونوں کی شادی کی تیاریاں تیز کر دی گئی ہیں۔ شٹل کاک کے قریب ہی ایک چھوٹا سا خوبصورت گھر ان دونوں کے لئے خرید لیا گیا ہے کہ وہ دونوں اپنی ذمہ دارانہ زندگی کا آغاز اپنے بل بوتے پر کریں۔ ڈینس مستقل ماما مہر کے پاس آ کر رہنا چاہتا ہے۔

لیڈی مہر ویڈنگ پلانرز کے ساتھ کافی مصروف رہتی ہیں۔ ان کے لاڈلے بیٹے کی شادی ہے۔ ان کا دل چاہتا ہے سارے مانچسٹر کو اکٹھا کر لیں ورنہ سارے برطانیہ کو تو ضرور ہی سڑکوں پر نکال لائیں کہ میرا بیٹا بگھی میں اپنی دلہن کو بٹھائے گزرے گا تم سب نے ہاتھ ہلانے ہیں، ان پر پھول برسانے ہیں اور ان کے بس میں ہو تو وہ براہِ راست ان کی شادی کی نشریات چلوا دیں کہ ساری دنیا بیٹھ کر دونوں کی شادی دیکھے کیوں کہ یہ ضروری نہیں کہ شاہی خاندان ہی ایسی شادیاں کرتا پھرے۔

فارغ وقت میں ویرا بھی شادی کے لئے کچھ نہ کچھ پلان کرتی رہتی ہے۔ این نے اپنے ماما پاپا سے جاپان سے Anata No iro Ni لکھا سات رنگی پارچہ منگوا لیا ہے اور این اُن سے جاپانی رسم کے مطابق شادی کے دن گھر واپسی پر شیشے کی سلیس بھی تڑوانا چاہتی ہے۔ پراگ کے ان کے کچھ دوست ان کی شادی کے دن ایک پودا لگانا چاہتے ہیں کہ ان کی زندگی سرسبز و شاداب رہے۔ ان کے کچھ دوسرے دوست ان کے آگے رنگوں سے بھرے تھال رکھنا چاہتے ہیں جن میں ہاتھ ڈبو کر وہ کینوس پر ثبت کرتے جائیں گے اور اس کینوس کو اپنے گھر میں نمایاں جگہ لگا دیں اور بھی بہت سے دوست اپنے اپنے دیس کی دل پسند رسمیں کرنے والے ہیں۔ یوں ان کی شادی یونیورسل ہونے والی ہے اور پھر یہی سب دوست سرد راتوں میں آتش دان کے پاس بیٹھ کر اپنے پوتے پوتیوں کو ان کی کہانی کچھ یوں شروع کر کے سنانے والے ہیں۔

''ایک لڑکی ہے امرحہ اور ایک لڑکا ہے عالیان۔''

تو تقریب کا آغاز چینی ساختہ بڑے بڑے ڈرموں کے بجنے سے ہوگا۔ Anselm ہال میتھس ڈگری کے بعد اپنے گھروں کو بالکل جانے والے نہیں ہیں۔ انہیں اور کتنے ہی پروفیسرز، اَن گنت یونی فیلوز اور ان دونوں کے کلاس فیلوز کو شادی میں شرکت کرنی ہے جس کی خبر The Tab Manchester میں مختصراً کہانی کے ساتھ آ چکی ہے تو ایک اندازے سے سارا مانچسٹر اکٹھا ہونے ہی والا ہے، دیس دیس کے اسٹوڈنٹس الگ سے۔

دنیا بھر سے لیڈی مہر کے سب بچے شٹل کاک آنے ہی والے ہیں۔ ویرا، این کے والدین، آریان، آریان کے پاپا، دادا، دانیہ وغیرہ سب۔ شارلٹ کو جورڈن کے ساتھ مل کر ''عالیان امرحہ'' کہانی ایکٹ کر کے پیش کرنی ہے۔ جورڈن عالیان بنے گا اور شارلٹ امرحہ، مورگن نے بس کسی طرح سے ایک گانا تیار کر لیا ہے۔ سائی روپا کے ساتھ شادی میں شرکت کرے گا اور ایک لمبی تقریر کرے گا اب وہ بولے گا اور سب سنیں گے…… بہت سن لیا سب کو……

کارل نے اَن گنت بے ضرر اور معمولی سے ویڈنگ پرانک تیار کئے ہیں جن میں سب سے بے ضرر دولہا دلہن کی بغیر چھت کی کار جسے وہ شہہ بالا چلا رہا ہوگا کا اَن گنت مہمانوں کے ہجوم میں بے قابو ہو جانا ہوگا، مہمان بھاگیں گے، چلائیں

گے اور دلہا دلہن کا گلابی رنگ سفید پڑ جائے گا...... کیسا مزا آئے گا۔ مزید یہ کہ دور لیکن وہیں موجود پھولوں سے بھی جھیل میں کار کا شڑاپ سے گر سا جانا ہوگا...... یہ مذاق قطعاً نہیں ہے...... وہ پورے ہوش و حواس سے سنجیدہ ہے۔
تو امتحانات کے ختم ہوتے ہی، رزلٹ سے پہلے انہوں نے بیچلر پارٹی رکھ لی۔ پارٹی کا افتتاح کارل کے ڈانس سے ہوا۔ پہلے ہاف یعنی شادی سے پہلے میں وہ بھلا چنگا ڈانس کرتا رہا، دوسرے ہاف میں لولے لنگڑوں کی طرح۔ یعنی شادی کے بعد عالیان کا حال۔

دوسرا ہاف ایسے کامیاب رہا کہ سب ہنس ہنس کر تھک چکے ہیں پھر بھی ہنس رہے ہیں۔
''شادی کے بعد ساری دنیا تمہارے حال پر ایسے ہی ہنسے گی، وقت ہے سوچ لو۔'' کارل نے ہنسنے والوں کی طرف اشارہ کر کے دائیں آنکھ دبا کر کہا۔
''مجھے انتظار رہے گا۔'' عالیان نے بھی آنکھ دبائی۔
ہال اندھیرے میں ڈوب گیا صرف فلور پر روشنی رہ گئی، جس پر لاتعداد الارم رکھ دیئے گئے اور وہ ایک ایک کر کے بجنے لگے۔

خطرے کی گھنٹیاں...... خطرہ...... خطرہ......
ویلکم ویک کا منظر...... آسک می کھڑے ہیں، اسٹوڈنٹس اِدھر اُدھر چل پھر رہے ہیں۔ زمین زلزلے کی طرح دھم دھم کرنے لگی ہے...... کیوں؟

کیونکہ ایشین فلیگ کو سنبھالتی، لمبے بالوں والی لڑکی چلتی آ رہی ہے اور آسک می بنے عالیان کے پاس آ کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ سب اسٹوڈنٹس اُن کے گرد دائرے میں سمٹ آئے ہیں۔ ڈی جے نے دھماکہ کیا اور سب اچھل کر قلابازی لگاتے پھٹ کر گر گئے ہیں اور کارل فلور پر بیٹھ کر بھاں بھاں کر کے رونے لگا ہے۔
سمندری لہروں کی آوازیں...... اور یہ ایک بڑی سونامی کی لہر آئی اور سب اُس میں بہہ رہے ہیں...... ہائے مانچسٹر گیا...... سب فلور پر تیرتے، ڈوبنے کی اداکاری کر رہے ہیں اور ایسی کامیابی سے کر رہے ہیں کہ عالیان ہنس ہنس کر دیوانہ ہو رہا ہے۔

اب امرل اٹھا اور فلور پر سر کو جھٹکتے بے نیازی سے چلنے لگا ہے اور پیچھے یونی کی عوام دوپٹے سے الجھ الجھ کر لولی لنگڑی ہوتی جا رہی ہے۔ ہال پھر سے اندھیرے میں ڈوب گیا اور اس بار روشنی ہوئی تو فلور پر ڈریگن پریڈ تیار تھی اور سب نے ماسک پہن لئے اور وہ امرل اور عالیان کے گرد جمع ہونے لگے۔ سائی ڈرم بجا رہا تھا اور شاہ ویز دھاتی پلیٹیں، پس منظر میں چینی گانا الگ سے چل رہا تھا۔ ہال پھر سے اندھیرے میں ڈوبا اور روشنی ہوتے ہی امرل سائیکل چلاتی نظر آئی اور عالیان کو گرا کر یہ جا وہ جا...... پھر آیا پھر گرا پھر آیا پھر......

ہال اندھیرے میں ڈوبا اور اس بار امرل سرخ گھونگھٹ میں نظر آئی اور بھاں بھاں کر کے روتے ''قبول ہے'' کہنے کی بجائے عالیان کے کئے ظلم دنیا بھر کو بتا رہی ہے...... ظالم عالیان...... مظلوم بے چاری امرحہ یعنی امرل......
اس پورے تھیٹر کے بعد سب نے ایک ایک منٹ کی تقریر عالیان کے لئے کی کہ ابھی بھی وقت ہے پچھلے دروازے سے بھاگ لو۔ پھر نہ گدھوں میں شمار ہوگا نہ گھوڑوں میں، صرف شوہروں میں وہ بھی شرمندگی سے۔
کارل نے اپنی تقریر کا آغاز کچھ یوں کیا۔ ''میں نے ہمیشہ آپ سب کا بھلا چاہا ہے۔''
''ہمیں اس میں کبھی شک نہیں رہا۔'' شاہ ویز نے آہ بھری پھر دانت نکالے۔
''اور میں ہمیشہ چاہتا رہوں گا۔'' کارل نے شاہ ویز سے بڑے دانت نکالے۔
''ظاہر ہے ہماری قسمت اتنی اچھی کیسے ہو سکتی ہے۔'' سائی بھی آہ بھرنا جانتا تھا۔

''مجھے تو یہ آئیڈیا ہی بوگس لگتا ہے کہ دو لوگ اتنا لمبا وقت ایک دوسرے کو برداشت کریں۔''

''تمہارے معاملے میں یہ سچ ہوگا نا۔'' عالیان نے بلند بانگ کہا۔

''تو اگر ایک اچھی زندگی گزارنی ہے تو نو شادی۔'' اس نے انگلی سے ''ناں'' کرتے کہا۔

''ویسے تمہاری شادی کسی شہزادی سے ہوگی، یہ میری پیش گوئی ہے۔'' جم نے اسے تقریر کے درمیان ہی ٹوکا۔

''مجھے یہ پیش گوئی اچھی لگی جم...... اور تم بھی جو کبھی نہیں لگے۔'' کارل بھول رہا تھا کہ ابھی اس نے ''نو شادی'' کا مشورہ سب کو دیا ہے۔ اب وہ اپنی شادی کی پیشنگوئی پر خوش ہو رہا ہے۔

''اور وہ شہزادی ساٹھ سیکنڈز کے اندر اندر صدمے سے مردہ پائی جائے گی۔''

جیسے کارل کی مسکراہٹ ایک دم سے غائب ہوئی اس پر سارے اخلاق ایک طرف رکھ کر وہ سب اجڈ گنواروں کی طرح ہنسے، رکے پھر ہنسے اور ہنستے ہی رہے۔

''یہ بھی برا نہیں، جلدی جان چھوڑ دے گی میری۔ کارل کی بلا سے دو سو شہزادیاں مر مرا جائیں۔''

''تم مانچسٹر چھوڑ دو گے۔'' جے پیٹرسن نے اگلی پیشنگوئی کی۔

''تم برطانیہ ہی چھوڑ دو گے۔'' ڈیرک نے کہا۔

''اب یہ نہ کہہ دینا یہ دنیا ہی چھوڑ دے گا۔'' سائی بھی کیوں پیچھے رہتا۔

''اس نے تو کہا نہیں لیکن اس کے کندھے پر بندوق رکھ کر تم نے ضرور کہہ دیا۔'' کارل نے ان سب کی طرف دیکھا اور گلا کھنکارا۔

''اب یہ سارا ماحول میرے لئے بن ہی گیا ہے تو سنو میں تم سب کے بارے میں پیشگوئی کرتا ہوں۔ تم سب بری طرح سے مجھے یاد کرنے والے ہو۔ اتنا کہ تمہیں میرے نام کے دورے پڑا کریں گے اور تم یہ دعا کیا کرو گے کہ کہیں سے میں آ جاؤں اور تمہاری جان عذاب میں لے آؤں۔ تم اپنے بچوں کے نام کارل رکھو گے اور اپنی سویٹ ہارٹ کو سویٹ کارل کہہ دیا کرو گے۔ تمہاری بیویاں نفسیاتی ڈاکٹروں کے پاس تمہیں لے کر جائیں گی اور بالآخر تم سے طلاق لے لیں گی۔ تمہارے پاس بڑے گھر ہوں گے، کئی کئی گاڑیاں، کھانے کو دنیا جہان کے کھانے لیکن تمہارے پاس ایک کارل نہیں ہوگا۔ اور بس یوں ہر چیز کا مزا خراب ہوگا۔ تم یونی کی ایک ایک بات، ایک ایک پل بھول جاؤ گے سوائے کارل دی گریٹ کے......'' کارل نے آخری جملہ بہت سکون سے ہاتھ ان سب کی طرف لہرا کر کہا۔ یعنی وہ سیدھے سیدھے یہ کہہ رہا تھا کہ ''زندہ رہنے کے لئے بہت ضرورتیں درپیش ہوں گی لیکن ہلچل کے لئے صرف 'ایک'۔

زندگی میں ایک کارل...... زندگی میں صرف ایک کارل۔

اس پارٹی سے اگلی رات امرحہ کو ویرا، لیڈی مہر، این، سادھنا، شارلٹ، مورگن کی طرف سے دی جانے والی بیچلر پارٹی تھی جس میں کارل نے لڑکی کا گیٹ اپ اپنا کر گھسنے کی کوشش کی۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس نے ایسے میک اپ کیا تھا کہ لڑکیاں اسے دیکھ کر ڈوب مرتیں کہ ایسے بھی تیار ہوا جا سکتا ہے لیکن سائی نے پہلے ہی ویرا کو فون کر کے بتا دیا تھا کہ کارلی ہال میں آ رہی ہے اور ویرا نے کارل کو ہال کے دروازے پر ہی پکڑ کر چلتا کیا۔

اس پارٹی سے پہلے ویرا نے اس کے کمرے سے پیغامات چرا کر این کے ساتھ رات کو ہال جا کر درخت کو مسیج ٹری صورت سجا دیا تھا تو عالیان جس کا یہ خواب تھا کہ ایسا سانحہ اس کے ساتھ بھی ہو گزرے تو وہ خواب اس کا پورا ہوا اور کارل اور سائی کو اس درخت سے دور رکھتے وہ اس حقیقت کو خوابناکی سے دیکھتا رہا۔

ہال کی آرائش قابل دید تھی یہ وہی پرانے قلعے سا ہال ہے جس میں شارلٹ کی شادی کی پارٹی ہوئی تھی جس کے عین درمیان میں بہت بڑا گول فلور ہے اور جس کی چھت پر ایک انچ ایسی جگہ نہیں تھی جہاں سے روشنی چشمہ بنی آب رواں نہ

ہو۔

ہلکی ہلکی اور سفید روشنیوں کے ملاپ سے اس وقت فلور جگمگا رہا ہے اور چاندی سی سفید لمبی فراک میں ویرا امرحہ کے ایک ہاتھ کو اٹھائے اور ایک کو کمر میں رکھے آہستگی سے فلور پر دائرے میں حرکت میں ہے۔ امرحہ ہنستی جا رہی ہے۔ پھر شارلٹ نے امرحہ کو پکڑ لیا اور قطعاً نرمی کا مظاہرہ نہیں کیا اور تیز تیز گھمایا۔ پھر این اور پھر ایک ایک کر کے سب نے اور آخر میں اسے ایک منٹ کے لئے سیدھا کھڑا رہنے کے لئے کہا۔

''وہ پورے پانچ منٹ تک فلور پر گری پڑی رہی۔''

پھر فلور پر مشروبات بھرے گلاس رکھ دیئے گئے اور امرحہ کو ایک لیکن درست مشروب اٹھا کر پینے کے لئے کہا گیا۔ گلاس مختلف رنگوں کے تھے جو اپنے اندر موجود مشروب کے رنگ کو بدل کر منعکس کر رہے تھے۔ امرحہ کو فلور پر لاتعداد گلاسوں کے درمیان سے چلتے ایک گلاس کو اٹھا کر پینا تھا۔ وہ جھک کر یا سونگھ کر کسی گلاس کا مشاہدہ نہیں کر سکتی تھی۔ غلط مشروب اٹھانے پر فلور پر موجود عوام باقی کے مشروبات بھرے گلاسز اٹھا کر اس پر انڈیل دے گی جن میں سے چند میں نیلی پیلی سیاہیاں تھیں۔

''پچیس سیکنڈ'' ویرا جوش سے چلائی۔

اس کا وقت ختم ہونے والا تھا اس نے آخر کار آنکھیں بند کیں اور 'اکڑ بکڑ' کیا اور جس گلاس پر انگلی آئی اسے اٹھا لیا اور ڈرتے ڈرتے سب کو دیکھا۔ سب مسکراہٹیں دبائے کھڑی تھیں۔ اس نے ہرے رنگ کے گلاس میں نیلے نظر آتے مشروب کا ایک گھونٹ بھرا اور اکڑ بکڑ کام کر گیا وہ انار کا جوس ہی نکلا۔ اس کا لباس تباہ ہونے سے بچ گیا۔

پھر انہوں نے اسے فلور کے عین درمیان کھڑا ہو جانے دیا اور وہ سب اس کے آس پاس، آگے پیچھے اس کے لباس پر جھک گئیں۔ کچھ اس کے دامن کے پاس نیچے بیٹھ گئیں اور مصنوعی لیکن دلکش پھولوں، بیلوں، ستاروں کو اس کے لباس میں جڑنے لگیں۔ اپنی نیک تمناؤں کو بصورت سجاوٹ وہ اسے پیش کر رہی ہیں۔

شکل چاند اور مثل تاج پھولوں کو ویرا نے اس کے سر پر رکھا پھر اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔ اب وہ ساری لڑکیاں جن سے ہال بھرا پڑا ہے اس کے گرد مست آئیں۔ ایک دوسرے کو شرارتاً دھکے دینے لگیں۔ امرحہ کو یہ تاج کسی ایک کے سر پر رکھنا تھا۔ ایسے موقعے بار بار تھوڑی آتے ہیں امرحہ کسی کے سر پر بھی تاج رکھنے کے لئے تیار نہیں تھی اور آخر کار انہیں خوب تھکا کر اس نے کسی ایک کے سر پر رکھ دیا۔

''میرا دولہا جورڈن جیسا ہو ورنہ کوئی نہ ہو۔'' این خوشی سے چلائی، تاج اس کے سر پر رکھا گیا تھا۔

''میرا جورڈن ہی نہ لے اڑنا'' شارلٹ نے قہقہہ لگایا۔

پھر ایک بہت بڑے بورڈ پر عالیان کی تصویر لگا دی گئی اور پندرہ لڑکیوں نے آگے بڑھ کر تصویر کے پندرہ حصے ایک ایک کر کے اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ اب امرحہ کو ان ایک ایک کے پاس جا کر انہیں دعا دے کر، ان کی تعریف کر کے، منت کر کے، خوشامد کر کے، کیسے بھی وہ حصہ لانا تھا اور ایک ایک کر کے تصویر مکمل کرنی تھی۔ وقت مقرر تھا اور اگر وہ وقت مقررہ تک تصویر مکمل نہ کر سکی تو اسے دنیا کی پھوہڑ ترین محبوبہ کی کراس پٹی پہنا دی جائے گی جو ہر صورت اسے اپنی عروسی پوشاک پر بھی پہنے رکھنی ہوگی۔

اب امرحہ ایک ایک کے پاس جا رہی ہے، انہیں دعا دے رہی ہے، خوشامد کر رہی ہے، ان کی تعریف کر رہی ہے، منت کر رہی ہے۔ ہاتھ جوڑ کر ان کے سامنے رونی صورت بنا کر بیٹھ رہی ہے۔ اتنی ڈھیٹ تھیں سب کہ اسے عالیان دینے کے لئے تیار ہی نہیں تھیں۔ سادھنا نے بڑے آرام سے دے دیا۔ شزا نے بڑا تنگ کیا اور آخر میں وہ ویرا کے پاس آئی اور سنہرے بالوں والی، حسن میں کمال کو چھوتی لڑکی کی ہتھیلی کھولنے کو اس کا دل نہیں چاہا۔ وہ پھوہڑ محبوبہ کا خطاب لے

لے گی۔

دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں اور جیسے ویرا نے جان لیا کہ وہ کیا سوچ رہی ہے اور اس نے اپنے چہرے کو اس کی محبت سے بھگو لیا کہ امرحہ جان لے کہ آخر کار معصومانہ محبت سے آگے کچھ نہیں ہوتا۔ وہ اپنی ہتھیلی اس کے آگے کھول دیتی ہے پہلے امرحہ نے اس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھ میں لے کر محبت سے دبایا اور سرگوشی کی۔

''مجھے تم ہی دعا کی طرح لگی ہو، تمہیں میری دعاؤں کی ضرورت نہیں ہے۔''

ویرا نے ہتھیلی کھول کر اس کے آگے کر دی جسے وہ بند کیے رکھنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتی تھی اور امرحہ نے عالیان کو مکمل کر لیا۔

ہال میں اندھیرا چھا گیا۔ امرحہ کو ہال سے باہر لے جایا گیا اور کچھ دیر بعد واپس لایا گیا۔ فلور پر جا بجا قدِ آدم سنہری چوکھٹوں میں جڑے آئینے کھڑے کیے رکھے تھے۔ سارا ہال اندھیرے میں ڈوبا تھا صرف فلور اب تاریکی اور ہلکی گلابی روشنیاں منعکس کر رہا تھا۔ اسے بیس آئینوں کے درمیان کھڑا کر دیا گیا۔

سارا ماحول جیسے ایک دم سے بدلا۔ اس نے خود کو سنہری قلم سے لکھی جانے والی الوہی داستان پایا جو سنی جاتی ہے نہ سنائی...... صرف دکھائی دیتی ہے، خوابوں کی رحم دلی سے۔ اس نے گھوم کر چار اطراف دیکھا اور اس کی آنکھیں بھی سنہری خواب سموئے چمکنے لگیں۔ اس نے سر کو ذرا سا اٹھایا اور اپنے دامن کا کونا ایک ہاتھ میں پکڑا اور ذرا سا گھوم کر ایسے لہرائی جیسے خود سے ہی مرعوب ہو۔

''کیا کر رہی ہو امرحہ، اچھا جلدی کرو، کسی ایک آئینے کے پیچھے عالیان کھڑا ہے، ہم سب منتظر ہیں کہ تم اسے ڈھونڈ پاتی ہو کہ نہیں۔'' ویرا نے اندھیرے حصے سے بلند آواز سے کہا۔

وہ چونکی۔ آئینے اس کے قد سے اونچے تھے اور صورت بگاڑنے والے تھے۔ کسی میں اس کی ٹھوڑی پیروں کو چھو رہی تھی، کسی میں وہ بالشت بھر کی نظر آ رہی تھی، کسی میں موٹی بھدی، کسی میں چیونٹی سی اور کسی میں اس کا قد آسمان سے باتیں کر رہا ہے۔ صرف تین آئینے ایسے ہیں جن میں اس کا عکس مکمل ہے۔

''عالیان کس آئینے کے پیچھے ہو کوئی اشارہ ہی دے دو۔'' اس نے سرگوشی کی جو ظاہر ہے کان لگانے والیوں نے سن لی اور بے ایمانی کا شور ڈال دیا۔

''میں نے سوچا ہال میں خاموشی بہت ہے تھوڑا بہت ہنگامہ ہونا چاہیے۔'' اس نے دنیا بھر کی معصومیت ادھار لے کر کہا۔

ہال میں شور اس لئے نہیں تھا کہ وہ عالیان سے پوچھ نہ سکے اور عالیان بھی کھنکار کر یا کسی اور طرح سے اشارہ نہ دے سکے۔

آئینے کے پیچھے کھڑے عالیان کا دل چاہا کہ وہ آہستہ سے فرش پر پیر مار دے کہ ان سب میں اس کا سر بلند رہے لیکن پھر وہ مسکرا دیا کہ چھپ جانا اور ڈھونڈ نکالنا کبھی تو ایمانداری سے ہو۔

کھلی آنکھوں سے اس نے تصور باندھا کہ کیسے امرحہ آئینوں کے درمیان اپنے عکسوں پر مترنم ہو گی اور اسے جیت جانے کی جلدی نہیں ہو گی، اسے تو اسے پا لینے کی فکر ہو گی۔ اب وہ عارضی طور پر بھی اسے گم شدہ رکھنے کے حق میں نہیں ہو گی۔

تصور کے اگلے پڑاؤ میں اس نے خود کو چند دن پہلے کے ایک منظر کو دہراتے دیکھا وہ دونوں شہر سے دور سبزے پر بیٹھے ہیں اور پھولوں کو اپنے گرد لک چھپ پاتے ہیں۔ عالیان نے اپنی آنکھیں ایک ہاتھ سے بند کر رکھی ہیں کیونکہ اب وہ اس باکس کو کھولنے ہی والی ہے جو وہ اتنی دور اپنے ساتھ لائی ہے اور ساتھ ساتھ اسے دھمکاتی جا رہی ہے کہ اگر اس نے آنکھیں کھولیں تو وہ باکس کو تالا لگا کر چابی جھیل میں پھینک دے گی۔ اتنا ہی نہیں، جھیل میں کود کر چابی ڈھونڈ کر اسے ہی لانی ہو گی۔

ایک چابی کے لئے جھیل میں کون کودے، اس لئے اس نے آنکھیں بند ہی رکھیں اور اس کے کہنے پر ہی کھولیں اور اپنی کل کائنات کو دل بیٹھ کر بانٹ لینے کے انداز سے اس نے کاغذ کے رول کو کھولا اور اس کے سامنے پھیلا دیا۔

''یہ دیکھو میری بہاروں کا ماخذ۔''

وہ دنگ رہ گیا، افشاں اس کے چہرے پر بکھری تھی اور افشاں کی جھلملاہٹ امرحہ کی آنکھوں میں جھل تھل تھی۔

عالیان نے اس کی سمت اپنی گردن ناز سے بلند کی۔ ''تو وہ اسے اپنے پاس رکھے ہوئے تھی۔'' وہ پلک نہ جھپک سکا اور اسے دیکھتا رہا۔

''میری پیاری امرحہ!'' کیسا دل پر جلترنگ بجا دینے کا احساس تھا۔

''یہ تم ہو؟'' اپنی ساری دلربائی لئے وہ اس کے اسکیچ پر محبت سے ہاتھ رکھ کر مسکرائی اس کے دیکھتے رہنے کے انداز سے بس وہ پوری کل ارغواں سی منور ہوگئی اور اس کے عکس میں وہ خود کو لیکن دراصل اسے ہی پھر سے تلاشنے لگا۔ اسی کے کام سے لگے رہنا کیسا مسرور کن تھا۔ اس نے ذرا سی آنکھیں بند کیں اس سوچ کے لئے جو نعمت کی طرح اس پر نازل ہوئی کہ کیا وہ پہروں اور راتوں تک اس کی تصویر کو دیکھا کرتی رہی ہے اور ٹھیک اسی دوران امرحہ نے اس کی ان آنکھوں سے جن پر اسی کا قبضہ تھا یہ جانچ لیا کہ وہ کس سوچ میں مبتلا ہیں۔

ایک بار ایسا ہوا کہ صبح ہوگئی اور مجھے اس سے شکایت ہوئی۔ اس نے بتایا بھی نہیں اور بتا بھی دیا کہ جیسے اس نے پوچھا بھی نہیں اور پوچھ بھی لیا۔

''تم مجھے رات بھر دیکھتی رہی۔'' اس نے لفظ ''مجھے'' استعمال کیا۔

امرحہ باکس میں سے سرخ ربن نکالنے لگی لیکن اس کے ہاتھوں کی نازاں جنبش سے اس نے جان لیا کہ وہ کتنی راتوں تک اسے تھامے آنکھوں کے سامنے رکھتے رہے تھے اور کبھی تھکے نہیں تھے۔

امرحہ ربن ہاتھ میں لئے اب اسے ان کی کہانی سنا رہی تھی اور اس کے لئے مشکل تھا دو کام ایک ساتھ کرنا اسے دیکھتے رہنا اور اسے توجہ سے سننا۔

سچے جذبوں سے مسخر ہوتا ارتکاز دونوں میں دَر آیا۔

ہاں بس یہیں... یہیں...... 'سماں یار' قائم ہوا۔

تصور کے اگلے پڑاؤ سے جس میں وہ بے شمار بار جا چکا تھا نکلا اور آئینے کے پیچھے خود کو موجود پایا۔

مصور کا مینار نور سا شاہکار ''آئینے کے اس اور اُس پار۔

آنکھیں بند کر لینے کا مقام ''محویت''

آنکھیں کھول دینے کی عجلت ''محبوبیت''

ایک ایک کر کے وہ ایک ایک آئینے کے پاس چل کر جانے لگی اور پھر سب کے درمیان کھڑی ہوگئی اور میں یہاں لکھ دینا چاہتی ہوں کہ خوش پوشاک پریاں جھرمٹ در جھرمٹ، جھلماں جھلماں وہاں اترنے لگیں اور دوام کے رستے پر گامزن پاکیزگی پر فدا ہوتیں، سچائی کے مظہر آئینوں کے گرد سٹ آئیں اور دو، دو، چار، چار صورت اُنیس آئینوں کو ڈھانپ لیا کیونکہ یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ اسے ہار جانے دیتیں جس کے لئے مجسم دعائیں کلمات دہراتے تمام کیں اور دو ناموں کو ''ایک'' کر کے مقدس مقامات پر آوازیں آداب سے مرتسم کی تھیں۔

اُنیس آئینے ڈھانپ لئے گئے۔

یہ ایک پہیلی ہے جسے اسے بوجھنا ہے، کیا وہ اس آئینے کے پیچھے ہوگا جس میں اس کا قد آسمان سے باتیں کر رہا ہے کہ اسے پا کر وہ خوشی سے آسمان چھونے لگی ہے یا اس میں جس میں وہ ایک سے کئی امرحہ بن گئی ہے یا اس میں جس میں وہ مکمل

ہے اور ایسے تین آئینے ہیں اور وہ ان تین کے پاس گئی اور غور کیا۔

''اوہ'' اس نے اب غور کیا کہ جس میں وہ اپنے عکس کو مکمل سمجھ رہی تھی اس میں اس کا چہرہ اصل جسامت سے ذرا سا بڑا ہے...... وہ دوسرے کے پاس گئی اور بہت غور کیا وہ بھی اس کے عکس کو مکمل منعکس کر رہا تھا۔ وہ تیسرے کی طرف پلٹنے لگی اور ایک دم سے رکی۔ بہت مدہم، بہت غیر محسوس، یہ آئینہ اس کے عکس کو دوہرا منعکس کر رہا تھا۔ وہ تیسرے کے پاس گئی اور بہت غور سے خود کو دیکھا اور آئینے پر ہاتھ رکھ دیا کہ اسے یقین تھا جو آئینہ اسے مکمل کرے گا اسی کے پیچھے عالیان ہوگا۔

''یہاں ہے عالیان۔'' اس نے بلند آواز سے کہا پھر آواز دی۔

''عالیان۔''

اور عالیان نے سنہری چوکھٹے کے کنارے سے ذرا سا آگے ہو کر جھانکا۔

ارغوانی جھلمل پوشاک میں ملبوس، گھیر دار دامن کو فرش پر پھیلائے وہ آئینے پر ہاتھ رکھے کھڑی ہے۔ سفید اور گلابی روشنیوں کا ملاپ اس کے آدھ گندھے، آدھ کھلے بالوں میں کبھی نہ تھمنے کے لئے جھوم رہا ہے۔

''تو کیا اس کے جوتے کا بکل کھلا ہے...... تو پھر اسے فوراً بیٹھ کر اسے بند کر دینا چاہئے۔'' وہ ذرا سا اور آگے ہوا۔

اور سبھی آئینے ''بربط'' میں بدل گئے اور جھرمٹ در جھرمٹ ہی وہ اس کی تاروں سے کھیلنے لگیں اور مدھم سُروں کو تعظیم دینے لگیں۔

''عالیان۔'' امرحہ اس پر نظر پڑتے ہی گیت مالا بنی ہنس دی۔

چلو اب تو وہ گیت گا دو جو گلابی گالوں والیاں سبزہ زاروں میں بھاگتیں لہک لہک کر ''انتہائے عشق'' میں گاتی ہیں۔

اور ساری فانوسی مسکراہٹوں کی لگا میں ہاتھ میں لئے عالیان ستارہ ستارہ ہوتی اپنی آنکھوں کو اس کی آنکھوں کی کمندوں سے مطیع ہوتے ایسے سامنے آیا جیسے ساری دنیا چھپ گئی ہے اور شرارتاً انہیں ساکت کر گئی ہے۔

اور چلو اب وہ گیت بھی سنا دو جو شب کو سحر کرتا۔ ''ابتدائے جمال یار'' ہے۔

امرحہ خوشی سے چلائی اس سے پہلے اس نے اپنی سوچ کو نذرانہ عقیدت پیش کیا۔

''مجھے تم ہی منعکس کرتے ہو...... مکمل...... تم میرا آئینہ ہو۔''

عالیان آگے بڑھا اور اس کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور شرارت سے مسکرائے بنا نہیں رہ سکا۔ ''تو تم نے مجھے ایمانداری سے ڈھونڈ نکالا۔''

امرحہ نے قہقہہ لگایا اور عالیان نے اس کے عکس پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''میں تم سے مکمل ہوں امرحہ!''

''اب اس گیت کی ابتدا بھی کر دو جو ''جہان جاوداں'' کی اور لئے جاتا ہے۔''

اس کی بھوری آنکھیں سیاہ ہونے لگیں اور امرحہ نے اپنی آنکھوں کو بھی سیاہ نہ پایا۔

ہال میں چھائی خاموشی مسرت انگیز لفظوں سے کلام میں بدلی اور وہ سب بڑے دل سے مسکراتیں تالیاں بجانے لگیں جیسے وہ بھی یہی چاہتی تھیں کہ وہ اسی آئینے کو پالے جس کے پیچھے عالیان ہے۔

پھر وہ باہر باغ میں آ گئے جہاں باغ میں پھیلا کر انسانی قد سے اونچی آسمانی لالٹینیں رکھی تھیں۔ وہ سرخ تھیں اور مختلف زبانوں میں ان پر عالیان امرحہ لکھا تھا۔

''اوہ...... خدایا۔'' امرحہ بے یقینی سے چلا اٹھی۔ اس نے ویرا کے ساتھ لالٹینیں فیسٹول میں شرکت کی تھی اور وہ مسحور کن انداز لئے دیر تک سر اٹھائے آسمان کو دیکھتی رہی تھی۔

''کیا تمہیں بھی ان کے سنگ اڑنا ہے؟'' ویرا نے مذاقاً پوچھا تھا۔

''اگر ایسا ہو سکے تو کیا حرج ہے۔'' وہ سنجیدہ تھی۔
ویرا بھی سنجیدہ تھی اور اسے مبہوت کرنے کے لئے تیار تھی اور اس کے قد سے اونچی لالٹینیں بنوائی تھیں۔ خوشی سے امرحہ کی آنکھیں جگمگ کرنے لگیں اور کتنے ہی آنسو اس کی آنکھیں بھگو گئے اور اس نے ویرا کو شانوں سے تھام لیا۔
''یہ سرپرائز ہم سب کی طرف سے ہے امرحہ!'' ویرا نے این، سادھنا، شارلٹ، مورگن کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا۔
امرحہ نے تشکر سے ان سب کی طرف دیکھا اور شدتِ جذبات سے وہ ایک لفظ نہ بول سکی۔ وہ سب ایک ایک لالٹین کے پاس دو دو، تین تین کی صورت کھڑی ہو چکی تھیں اور عالیان نے لالٹین کو روشن کیا اور باقی سب نے بھی اور پھر ان دونوں نے مل کر اسے بلند کر دیا اور اپنی گرفت سے آزاد کر دیا کہ روشنی اپنے اعزاز ''منوری'' سنگ اُڑ جائے۔
نام اس کا...... نام میرا......
ساتھ اس کا...... ساتھ ہمارا......
سرخ خیموں نے ان کے ناموں کو اپنی دسترس میں رکھتے طشتِ سیاہ کو جلوہ افروزی سے روشن کرنا شروع کر دیا۔
''حقیقت جمال کی عکاس ہے
سماں بے مثال ہے۔''
امرحہ اپنے آپ پر معصومانہ سا، مان کرنے لگی۔
''مجھے اس حقیقت پر گمان ہے عالیان!'' وہ ذرا سا اس سے آگے بڑھ گئی تھی کہ گردن موڑ کر اس سے کہا۔
اس کی گردن کا مرعوبانہ خم اور اس کے کانوں کے دمکتے بُندوں کے ہلکوروں نے اسے سارے الفاظ بھلا دیئے اور اسے دیکھتے رہنا اسے یاد رہ گیا۔
''میں نے آسمانوں کی مسند سے اسے اترتے دیکھا۔''
''اور درخشاں پانیوں میں جھلملاتے۔''
''انوارِ نور کی دسترس میں''
''محبوب کی آواز سے آواز ملاتے''
''''لوحِ یار'' پر قلمبند ہوتے......''
اس کے ایسے دیکھتے رہنے پر امرحہ کا دل چاہا کہ وہ کئی سو پھول بن جائے اور اس پر نچھاور ہو جائے، اس کی پوروں سے عطر پھوٹ نکلے اور وہ اس کی فضاؤں کو عطر آگیں کرتی جائے۔
سرخ لالٹینیں بلند ہوتیں چار اطراف پھیل رہی تھیں۔
رات اس سجاوٹ سے سجنے کے لئے پوری طرح سے تیار تھی۔
''تم سے محبت مجھ پر فرض ہے۔'' وہ اس کے پاس چلا آیا۔
لالٹینوں کے سنگ اڑتیں امرحہ کی نظریں جہانِ روشن کو پلٹیں اور اسے ذرا دیر نہ لگی یہ کہنے میں......
''اس فرض کو میں بھی قضاء نہیں ہونے دوں گی۔''
اور روشنیوں نے اپنے سارے ماٰخذ ڈھونڈ نکالے۔
''ایک امرحہ اور ایک عالیان ہے۔''
اور وہ انہیں مرکز بناتیں، کائناتی پنکھڑیاں بن کر کھلیں ''گلِ نور'' ہوئیں۔

○......❖......○

''درسگاہیں عبادت گاہوں کا درجہ رکھتی ہیں اور علم 'ایمان' کا۔''

''دنیا میں کوئی ایسا میزان نہیں جس میں علم کو رکھ کر تولا جاسکے کہ کوئی وزن اس کے ہم پلہ ہو ہی نہیں سکتا۔''

''قومیں علم کے دم قدم سے زندہ رہتی ہیں اور پائندگی پاتی ہیں۔''

''اس لئے خوش قسمتی میں دو لوگ امتیازی ہیں ایک وہ جو شاگرد ہے ایک وہ جو استاد ہے۔''

بہار کا روشن دن آچکا ہے۔

دادا آچکے ہیں اور ویرا، این کے والدین بھی۔ شٹل کاک میں میلہ بج گیا ہے۔ دیس دیس کی کہانیاں دو ہی راتوں میں نشست گاہ میں سنادی گئی ہیں اور اب وہ سب سادھنا سمیت مانچسٹر یونی میں تقریبِ تقسیم اسناد میں موجود ہیں۔

ایک ایسا دن جب اعزاز یافتہ ہونے کا احساس ہوتا ہے اور خاص ہونا اچھا لگتا ہے۔ جب دل چاہتا ہے اور آگے بڑھا جائے اور ساری دنیا فتح کر لی جائے۔ جب بلندیاں چھوٹی لگتی ہیں اور حوصلے جوان۔ یونی کا سفر ختم ہونے جارہا ہے۔ زندگی نئے اعزازات لئے آگے بھی تیار کھڑی ہے، سخت مقابلے اور نہ ختم ہونے والی دوڑ کے ساتھ۔

تو اس کھلے کھلے دن، گولڈ میڈل گلے میں پہنے ویرا اور کارل نے ڈگریاں ہاتھ میں لئے عالیان امرحہ، این، شاہ ویز اور سائی نے اپنے سبھی کلاس فیلوز اور یونی فیلوز کے ساتھ کھلے آسمان تلے سروں پر تاج کی طرح سجیں سیاہ ٹوپیوں کو ہاتھ بلند کر کے پورے جوش سے ہوا میں اچھال دیا۔

''علم وہ روشنی ہے جس پر کوئی اندھیرا غالب نہیں۔''

وہ خود بھی فضا میں اچھلے۔

''علم سے قیمتی کچھ نہیں۔''

''ہم چیمپئن ہیں۔'' وہ ایک ساتھ چلائے۔

''اور علم کسی کی میراث نہیں۔''

ٹوپیاں ایک بار پھر اچھالی گئیں...... سیاہ گاؤن دلکشی سے پھڑ پھڑائے۔

میں نے علم کی طرف لاعلمی سے سوال اٹھایا۔ علم نے ''لا'' مٹا کر علم ہو کر جواب لوٹایا۔

اب وہ یونی میں بھاگ رہے ہیں اور چلا چلا کر اچھل رہے ہیں۔

''میں نے علم کو سوچ سے شروع کیا، سوال سے کھوج نکالا اور جواب پر اگلے سوال کی طرف لپکا۔''

یونیورسٹی کی حدود میں ان کے پُرجوش نعرے وقفے وقفے سے گونجتے رہے اور ٹوپیاں گاہے بگاہے اچھالی جاتی رہیں۔

''اور علم کی فرضیت پر کوئی شک نہیں۔''

○......❖......○

مہک ہے کہ کہیں ماند نہیں اور سجاوٹ ہے کہ کہیں کم نہیں۔ زمین کی وسعت پر سبزہ ہے اور اس کے کناروں پر گلستان۔ آبِ رواں پر لمبی نوکوں والی کشتیاں پھولوں سے لدیں رواں ہونے کے لیے تیار ہیں۔ انہیں اپنے مہمانوں کا انتظار ہے۔ مسکراہٹوں کی اجارہ داری ہے اور جشن کا سماں۔

وہ سب اس راستے کے کنارے کھڑے ہیں جہاں سے سرخ کار کو آنا ہے۔ اور دُور سے وہ آتی نظر آنے لگی ہے۔ جس کی پچھلی نشست پر ماما مہر کا شہزادہ عالیان بیٹھا نظر آرہا ہے اور اس کے ساتھ بیٹھی دادا کی پری امرحہ اور آگے دولہا سا ہی خوبصورت لگتا شہد بالا کارل اور اس کے ساتھ بیٹھی دلہن سی چکا چوند شہہ بالی ویرا۔

ان کے آتے ہی فضاء میں شور اٹھا ہے اور وہ سب جوش سے چلانے کے لیے تیار ہونے لگے ہیں۔ عالیان کار سے اتر

کر امرحہ کا ہاتھ پکڑنے کے لیے تیار ہے اور امرحہ اسے اپنا ہاتھ پکڑانے کے لیے تیار ہے۔
اور یہ شہنائیاں بجنے کی ابتداء ہے۔
''اور یہ شادی سے پہلے کا قصہ ہے۔''
سورج کی کرنیں درختوں کے بہاراں جھنڈوں سے مصافحہ کرتیں، شاخوں پر ذرا ذرا رکتیں، دھند کے ذروں سے اپنائیت برتتیں، ان کے انتظار میں دلآویزی کی چاپ لیے اتر رہی ہیں۔ مور پنکھ ہوائیں اپنے سنگ خوبصورت پروں والے پرندوں کی آوازیں دیس دیس سے اپنے پنکھوں پر بٹھائے لا رہی ہیں۔
عالیان نے اس کا ہاتھ پکڑ رکھا ہے اور وہ اسے پل سے گزار کر دوسری طرف لے جا رہا ہے۔ وہ کبھی وہ اسے وہ جگہ دکھانے لایا ہے جہاں ان کی شادی کی تقریب ہونا متوقع ہے۔ لیکن دھند کے بادلوں میں اترتے ہی اسے اپنا خیال بدلنا پڑا۔ اور اسے یاد آیا کہ اس نے لہراتے بالوں کی فرمائش کی تھی اور اسے اس کے لباس کے خاص ہونے کی فکر رہی تھی۔
''تم کس یاد کو تازہ کرنے آئے ہو یہاں عالیان؟''
''یاد نہیں خواب...... بہت سارے خواب...... ماما کا کافی خرچ ہوا ہے میرے ان خوابوں کو پورا کرنے کے لیے۔''
عالیان نے اسے شانے سے پکڑ کر ذرا سا گھما کر کہا کہ وہ دیکھ لے وہ کس خواب کی حقیقت میں اسے لے آیا ہے۔
امرحہ کو اگلا سوال کرنے کی ضرورت نہیں تھی، وہ اسے اپنے ہر خواب کے بارے میں بتا چکا تھا۔ اور اسے ان خوابوں کی عملی صورت میں شمولیت پر اعتراض نہیں تھا۔
''تم نے کہا تھا جب میں بوڑھا ہو جاؤں گا تو مجھے پچھتانا پڑے گا، گھوڑے پر بیٹھنے میں مجھے تمہاری مدد کر دینی چاہیے تھی۔ آؤ اب مل کر ان گھوڑوں سے پوچھیں آج ان پر لگام اور زین کہاں سے آگئی۔'' وہ اسے لے کر آگے بڑھا۔
''تم نے یہ سب صرف اس ایک بات کے لیے کیا۔'' امرحہ کو اس وقت اسے دیکھتے رہنا دنیا میں سب معتبر لگا۔
''ہاں میں پچھتانا نہیں چاہتا امرحہ اور تمہاری باتیں میرے لیے صرف باتیں نہیں ہیں، میں خود کو ان کا مطیع پاتا ہوں۔''
وہ اسے ایک گھوڑے کے پاس لے آیا اور گھوڑے پر بیٹھنے میں اس کی مدد کی۔ پھر گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔
''ایک امرحہ اور ایک اس کا عالیان۔''
مسرتیں امرحہ کے دہن سے خوشنما کلیاں بن کر جھڑیں اور دھند کے مرغولوں نے ان کی موجودگی کو ترنم سے کچھ یوں گویا کیا۔
''عشق جو اسرار اعظم ہے۔''
''یہ دونوں اس کے رازدار ہیں۔''
اور ان آخری کلمات پر بنت حمید اپنے قلم کو روک دیتی ہے کہ ختم کی میں نے......
داستان افکار......
داستان یار......''یارم''

○......ختم شد......○